جلد دوم
قرآن وحدیث کی روشنی میں
احکام و مسائل
سینکڑوں خطوط کے جوابات کا مجموعہ
www.KitaboSunnat.com
حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ
جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ
ALKARIMIA

قرآن وحدیث کی روشنی میں
احکام و مسائل
جلد دوم

جلد دوم
قرآن وحدیث کی روشنی میں
احکام ومسائل
سینکڑوں خطوط کے جوابات کا مجموعہ
حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ
جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ
جمع وترتیب
www.KitaboSunnat.com
ابوانیس محمد مالک بھنڈر
مدرس جامعہ محمدیہ وخطیب الآمنہ مسجد سپر ایشیا
جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
المکتبۃ الکریمیۃ
قرآن وسنت کی اشاعت کا عظیم ادارہ
ALKARIMIA

بسم الله الرحمن الرحيم
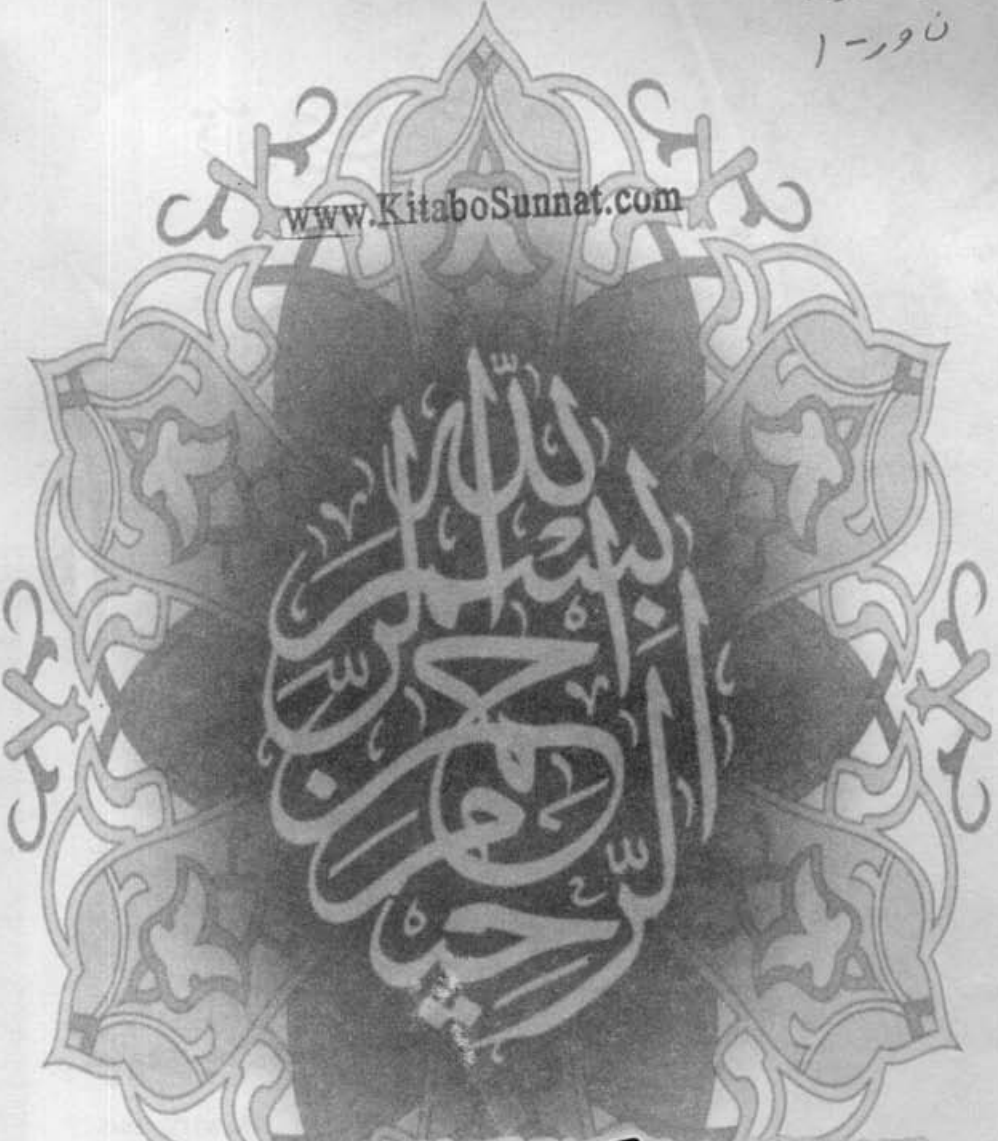
فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

پُوچھ لو اہلِ علم سے اگر تم نہیں جانتے (القرآن)

(۱) کتاب العقائد......عقائد کا بیان

(۲) کتاب الطھارۃ ......طہارت کے مسائل

غسل کا بیان:

رفع حاجت کے آداب:

وضوء کا بیان:

وضو توڑنے والی چیزیں:

(۳) کتاب الصلاۃ ......نماز کے مسائل

نمازی کا لباس:

مساجد کا بیان:

اوقاتِ نماز:

اذان واقامت:

سترہ کا بیان:

نماز سے متعلقہ دیگر احکام:

نماز باجماعت:

رفع الیدین:

رکوع کے بعد:

سجدہ کا بیان:

تشہد کا بیان:

نماز کی سنتوں کا بیان:

نمازِ جمعہ:

نمازِ عیدین:

نمازِ تسبیح:

نمازِ استخارہ:

نمازِ اشراق:

(٤) کتاب الجنائز ...... جنازے کے مسائل

نمازِ جنازہ:

تدفین:

تعزیت:

ایصالِ ثواب:

احوالِ برزخ:

(۵) کتاب الزکاۃ ......زکوٰۃ کے مسائل

(٦) کتاب الصیام ......روزے کے مسائل

(۷) کتاب الحج ......حج اور عمرہ کا بیان

(۸) کتاب النکاح ......نکاح کے مسائل

(۹) کتاب الطلاق ......طلاق کے مسائل

(۱۰) کتاب البیوع ......تجارت کے احکام

(۱۱) کتاب المیراث......وراثت کے مسائل

(۱۲) کتاب الاضحیة والعقیقة.....قربانی اور عقیقہ کے مسائل

(۱۳) کتاب الأطعمة والأشربة..... کھانے اور پینے کے مسائل

(۱٤) کتاب الجهاد والأمارة...... جہاد اور امارت کے مسائل

(۱۵) كتاب الرقى والطب......دم اور علاج کے مسائل

(۱٦) كتاب الخصائل والفضائل......فضائل کا بیان

(۱۷) کتاب التفسیر ...... تفسیری مباحث

(۱۸) کتاب الدعاء والذکر ...... دعا اور ذکر کے مسائل

(۱۹) کتاب اللباس ......لباس کے مسائل

(۲۰) کتاب الآداب......آداب کا بیان

(۲۱) کتاب الایمان والنذور ...... نذروں اور قسموں کا بیان

(۲۲) کتاب العلم......علم کا بیان

(۲۳) کتاب تعبیر الرؤیا......خوابوں کی تعبیر

(٢٤) کتاب الاعتصام ...... کتاب وسنت کی پیروی کا بیان

لوگ وقتاً فوقتاً اس فقیر الی اللہ الغنی کی طرف مکتوب ارسال کرتے رہتے ہیں جن میں وہ متعدد قسم کے مسائل دریافت کرتے ہیں۔ اپنی کم مائیگی کے باوصف حسب استطاعت انہیں جواب دے دیا جاتا ہے بتوفیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ وعونہ۔ جن کا علم نہ ہو صاف اور واشگاف الفاظ میں لکھ دیا جاتا ہے "مجھے اس کا علم نہیں" سالہا سال سے یہ سلسلہ چلتا آ رہا ہے اور یوں کافی مواد جمع ہو گیا ہے۔ بعض احباب نے پرزور مطالبہ کیا کہ افادۂ خواص وعوام کے لئے اس مواد کو شائع کرنا چاہئے بے بضاعتی اس کام میں آڑے آتی رہی کچھ دوستوں نے اس کام کو کرنے کا ارادہ کیا مگر بوجوہ وہ یہ کام نہ کر سکے آخر میں المکتبة الکریمیہ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور ان خطوط کو ترتیب دینے کے لئے انہوں نے جامعہ محمدیہ جی۔ ٹی روڈ کے استاذ اور جامع مسجد آمنہ سپر ایشیا کے خطیب مولانا محمد مالک صاحب بھنڈر کو متعین فرمایا چنانچہ انہوں نے بڑی تندہی جانفشانی سے دن رات محنت کر کے ان بکھرے ہوئے مکتوبات کو مرتب فرمایا اور المکتبہ الکریمیہ نے اس مرتب مجموعہ کو کمپیوٹر پر لکھوایا اور خوبصورت انداز میں طبع کروایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں، مولانا محمد مالک صاحب بھنڈر اور دیگر معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو سعادت دارین سے نوازے' آمین یارب العالمین۔

اہل علم سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ انہیں اس مجموعہ میں کوئی لفظی یا غیر لفظی خطا نظر آئے تو مطلع فرمائیں آئندہ اشاعت میں اصلاح کر لی جائے گی ان شاء اللہ تبارك وتعالى ، ولهم عنّا الشكرُ الجميلُ ، وعن الله الأجرُ الجزيلُ، وحسبنا الله ونعم الوكيل.

حافظ عبدالمنان نورپوری

ابن عبدالحق بقلمہ

سرفراز کالونی۔ جی۔ ٹی روڈ۔ گوجرانوالہ ۲۳/۷/۱۴۲۷ھ

عرضِ مرتب

﴿ فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (النحل: ٤٣)

''اگر تم خود نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو۔''

اہل ذکر سے مراد دینی علوم کے ماہرین اور ذکر سے مراد تمام منزل من اللہ وحی ہے، اس آیت میں یہ ہدایت دی جا رہی ہے کہ اگر کوئی شرعی مسئلہ معلوم نہ ہو تو اسے دینی علوم کے کسی ماہر سے پوچھ لینا چاہیے۔ کتاب احکام و مسائل جلد اوّل طبع ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مقبولیت سے نوازا۔ الحمد لله علی ذلك

اب جلد دوئم طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کی ترتیب بھی جلد اوّل کی طرح ہے۔ البتہ تکرار سے بچنے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے اگر کسی جگہ ظاہراً تکرار نظر آئے تو وہ حقیقت میں تکرار نہیں ہوگا۔

الحمد للہ! المکتبة الکریمیه نے اب تک نہایت معیاری اور مفید کتب شائع کی ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے اب ادارہ ''احکام و مسائل'' جلد دوئم اپنی شان دار روایات کے مطابق شائع کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مالک الملک ہمارے اُستادِ محترم کی زندگی اور صحت میں برکت عطا فرمائے۔ اصحاب المکتبة الکریمیه بھی مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے نہایت دلچسپی سے اس کارِ عظیم کو منزل مقصود تک پہنچایا۔ میری دعا ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں ہم سب کی یہ کوشش شرفِ قبولیت سے بہرہ ور ہو تاکہ ہم عند اللہ سرخرو ہو سکیں، کیونکہ وہاں کی کامیابی بہت بڑی کامیابی ہے جس کی خواہش ہر مسلمان کے دل میں ہوتی ہے۔ کتاب ''احکام و مسائل'' جلد سوئم کے لیے کام شروع کر دیا گیا ہے اور کوشش یہ ہوگی کہ جلد سوئم میں اِن مسائل کو درج کیا جائے جو جلد اوّل اور جلد دوئم میں موجود نہ ہوں۔ ان شاء اللہ

والسلام

محمد مالک بھنڈر

١٤ جمادی الثانی ١٤٢٧ھ

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ ، أَمَّا بَعْدُ

کتاب ''احکام ومسائل'' جلد اوّل طبع ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مقبولیت سے نوازا۔ **الحمد لله علی ذلك**

اب ''احکام ومسائل'' کی جلد دوئم طبع ہوکر آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کی ترتیب بھی جلد اوّل کی طرح ہے۔ البتہ تکرار سے بچنے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے۔ اس سے قبل جلد اوّل میں تقریباً ۱۹۸۵ء تا ۲۰۰۰ء تک کے خطوط کے جوابات شائع کیے گئے تھے۔ جلد دوئم میں ۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۴ء تک کے خطوط کے جوابات شائع کیے جارہے ہیں۔ جلد سوئم کے لیے بھی کام کا آغاز کردیا گیا ہے۔ ''احکام ومسائل'' کی جمع وترتیب کا کام محترم محمد مالک بھنڈر حفظہ اللہ نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

''احکام ومسائل'' کی جلد دوئم میں بھی قارئین کی سہولت کے لیے ہر موضوع سے متعلق سوالات کے جوابات الگ الگ باب کے تحت لائے گئے ہیں۔ ''احکام ومسائل'' کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں سوالات کے جوابات محترم حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ تعالیٰ نے خالص قرآن وحدیث کے حوالے سے دیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فضیلۃ الشیخ کی زندگی اور صحت میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

الحمدللہ جلد اوّل کی طرح جلد دوئم کی طباعت پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن تمام احباب کو جزائے خیر دے جنہوں نے اس کو شائع کرنے میں تگ ودو کی۔ مزید برآں محترم میاں محمد عارف ناظم جامعہ دارالارقم

وچیئرمین الارقم ٹرسٹ کا تہہ دل سے شاکر ہوں کہ انہوں نے اس کام میں دلچسپی لی۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی خامی کوتاہی محسوس کریں تو ہماری راہنمائی فرمائیں۔

جزاکم اللہ خیراً

اللہ کریم اس کتاب کو مسلمانوں کے لیے فائدہ مند بنائے اور ہماری اس کاوش کو قبول ومنظور فرمائے۔آمین یارب العالمین

دعاؤں کا طالب

محمد مسعود لون (ایڈووکیٹ)

مدیر المکتبۃ الکریمیۃ

کتاب العقائد ......عقائد کا بیان

س:......اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہہ سکتے ہیں یا کہ نہیں۔ اگر اللہ میاں کہتے ہیں تب بھی اگر نہیں کہتے تو پھر بھی اس کی دلیل دیں؟ (رشید احمد)

ج:......اللہ تعالیٰ کو اللہ (جل جلالہ وعم نوالہ) کہنا تو درست ہے۔ کتاب وسنت میں جگہ جگہ مذکور ہے۔ البتہ اللہ کے ساتھ ''میاں'' لگانا کہیں آیا نہیں۔ ۲۹ / ۱۰ / ۱٤۲۵ھ

س:...... ① کیا اللہ تعالیٰ کو خدا کا نام لے کر یاد کر سکتے ہیں؟

② کیا ہم خدا کی قسم کھا سکتے ہیں۔ ③ کیا خدا کی قسم اٹھانے سے پوری نہ ہو تو کفارہ دینا ہوگا؟

④ کیا اللہ کا معنی خدا کیا جا سکتا ہے؟

⑤ اللہ اور خدا میں فرق واضح کر دیں، دلائل سے واضح کریں؟ (سجاد الرحمٰن بن حاجی محمد اکرم، نگری آباد)

ج:...... ① خدا فارسی زبان کا لفظ ہے۔ اللہ کا ترجمہ ہے، جیسے رحیم کا ترجمہ مہربان ہے، اسماءِ حسنیٰ میں شامل نہیں۔ لفظی احکام میں خدا نہیں۔ اللہ ہی استعمال کریں گے۔

② قسم میں مقصود معنی ہوتا ہے، اس لیے قسم میں لفظ خدا استعمال ہو سکتا ہے۔

③ ہاں! کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ ④ نمبر: (۱) میں گزر چکا ہے۔

⑤ نمبر: (۱) میں فرق واضح کیا جا چکا ہے۔ ۹ / ۱ / ۱٤۲٤ھ

س:...... میرے علم کے مطابق لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ہم اللہ کے لیے وہی اسماء وصفات بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود بیان کیے ہیں یا نبی کریم ﷺ نے بتائے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں، لفظ خدا فارسی لفظ ہے اور اس کا معنی معبود کے سوا اور کچھ بھی ہے؟

(ذوالفقار ابراہیم الأثری، المدینۃ النبویۃ)

ج:...... دیکھیں الفاظ ''شئ، شخص اور نفس'' اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کرنا درست ہے۔ [''اور اللہ اپنے نفس سے تمہیں ڈراتا ہے۔''] [آل عمران : ۲۸]

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا شَخْصَ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ)) ''اللہ سے زیادہ غیرت مند اور کوئی نہیں۔'' ❶

سورۂ انعام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے پیغمبر! ان سے پوچھ کس شے کی گواہی سب سے بڑی گواہی ہے؟'' [الأنعام: ۱۹] تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو شیٔ سے تعبیر کیا۔ ۳ / ۱۲ / ۱۴۲۳ھ

مگر یہ الفاظ اسماءِ حسنیٰ میں شامل نہیں۔ اسی طرح لفظ ''موجود'' اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسماءِ حسنیٰ میں شامل نہیں۔ رہا لفظ ''خدا'' تو یہ ہماری زبان ولغت میں ''اللہ'' کے ترجمہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اسماءِ حسنیٰ میں اس کو کوئی بھی شمار نہیں کرتا، جس طرح لفظ ''مہربان/رحیم'' کے ترجمہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اسماءِ حسنیٰ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ رہا آپ کا فرمان ''لفظ خدا فارسی لفظ ہے اور اس کا معنی معبود کے سوائے اور کچھ بھی ہے۔'' تو اتنے سے لفظ خدا کے اللہ کے لیے استعمال کی ممانعت نہیں نکلتی، جیسا کہ مہربان لفظ ہے۔ ہے بھی فارسی اللہ کے علاوہ دوسروں پر بھی بولا جاتا ہے۔ خود عربی الفاظ'' سمیع ، بصیر رءوف اور رحیم'' اللہ تعالیٰ پر بھی بولے جاتے ہیں اور انسانوں پر بھی بولے جاتے ہیں تو آیا ان کے متعلق بھی یہ کہا جائے گا کہ ان الفاظ کا اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال درست نہیں؟ نہیں! ہرگز نہیں۔

س:...... درج ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں: یہ سوالات ایک کمیونسٹ ملک چین کے ایک غیر مسلم شہری نے کیے ہیں:

① خدا کہاں سے آیا؟

② خدا ہماری دنیا میں کیوں آیا؟

③ خدا کیسے دیکھتا ہے؟

④ اگر خدا کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا تو جنگیں کیوں ہوتی ہیں؟

⑤ کیا وہ لوگوں کو مرتا دیکھنا پسند کرتا ہے؟

⑥ خدا نے یہ دنیا کیسے تخلیق کی اور اس کی تخلیق میں کتنے مراحل طے کیے؟ (عطاء الرحمٰن بن محمد اعظم، گوجرانوالہ)

ج:...... ① اللہ تعالیٰ کو مخلوق و حادث سمجھ کر یہ سوال کیا گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نہ حادث ہے نہ مخلوق۔ وہ تو فاطر السماوات والارض اور خالق کل شیء ہے اس لیے یہ سوال بنتا ہی نہیں۔

② کیوں آیا؟ سے مراد کو واضح کیا جائے پھر جواب لکھا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

---

❶ صحيح بخاري / كتاب التوحيد

۳۔ دیکھنے والی چیزوں کا خالق نہ دیکھتا ہو یہ محال ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ثابت ہے۔ کیفیت کا علم نہیں۔ کسی وصف کی کیفیت کا علم نہ ہونے سے اس وصف کی نفی لازم نہیں آتی۔ کیسے دیکھنے؟ سوال سے پتہ چلتا ہے سائل اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کو تسلیم کرتا ہے۔

۴۔ سائل نے سمجھ لیا ہے کہ جنگیں اللہ تعالیٰ کے ارادہ ومشیت کے بغیر ہوتی ہیں سائل کا یہ سمجھنا خطا ہے جنگیں بھی اللہ تعالیٰ کے ارادہ ومشیت سے ہوتی ہیں لہٰذا یہ سوال بھی نہیں بنتا۔

۵۔ پسند سے کیا مراد ہے رضا یا ارادہ مشیت؟

۶۔ سائل نے اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے نیز اس کے دنیا کے خالق ہونے کو تسلیم کر لیا ہے ورنہ یہ سوال بنتا ہی نہیں۔ واللہ اعلم

[اللہ پر ایمان لانا]

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ سبحان پر ایمان لانا ہر انسان پر واجب ہے:

انسان تھوڑا سا بھی غور کر لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے۔ اس ذات نے اس انسان کو دینی اور دنیوی علوم حاصل کرنے کے اسباب عطا فرمائے ہیں اور ان اسباب کے بغیر وہ کسی قسم کا علم حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُم مِّنْ بُطُوْنِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [النحل : ۷۸]

''اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا، اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے، اس نے تمہیں کان دیئے، آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیئے، اس لیے کہ تم شکر گزار بنو۔''

اللہ تعالیٰ کے شکر کا پہلا درجہ یہ ہے کہ جو اسباب علم اس نے ہمیں عطا فرمائے ہیں انہیں اللہ ہی کے بارے میں استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ ...... ﴾ [محمد : ۱۹]

''پس (اے نبی!) خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور معافی مانگو اپنے قصور کی......''

انسان اپنے خالق کو پہچانے بغیر اس ہدایت کی پیروی نہیں کر سکتا جو اسے دنیا اور آخرت میں سرفراز کر سکتی ہے، ورنہ تو خسارے کا شکار رہے گا۔ لہٰذا انسان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔

علم ہی ایمان کا راستہ ہے:

اگر انسان صحیح ایمان تک پہنچنا چاہتا ہے تو وہ علم کا راستہ اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰٓ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝ ﴾ [الرعد: ١٩]

''بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ شخص جو تمہارے رب کی اس کتاب کو جو اس نے تم پر نازل کی ہے حق جانتا ہے، اور وہ شخص جو اس حقیقت کی طرف سے اندھا ہے، دونوں یکساں ہو جائیں۔ نصیحت تو دانش مند لوگ ہی قبول کیا کرتے ہیں۔''

اس لیے کہ بلا سوچے سمجھے دوسروں کے پیچھے لگ جانے والوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ذرا سی آزمائش یا معمولی سا شبہ بھی ان کو ڈانواں ڈول کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝ ﴾

[الزمر: ٩]

''ان سے پوچھو! کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو عقل رکھنے والے ہی قبول کیا کرتے ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۖ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝ ﴾

[الحج: ١١]

''اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی بندگی کرتا ہے، اگر فائدہ ہوا تو مطمئن ہو گیا اور جو کوئی مصیبت آ گئی تو الٹا پھر گیا، اس کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی، یہ ہے صریح خسارہ۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان کے علمی دلائل

عقلی دلائل:

پہلا اصول:...... غیر موجود ذات دوسرے کو پیدا نہیں کر سکتی۔

جس چیز کا خود اپنا وجود نہیں ہے وہ کسی دوسری چیز کو پیدا نہیں کر سکتی۔ اس لیے وہ تو خود ہی غیر موجود ہے۔

وجود باری تعالیٰ

انسان، حیوان اور نباتات جو روزانہ پیدا ہوتے رہتے ہیں، جب ہم ان پر غور کریں، ہوائیں، بارشیں، دن اور رات ایسے حادثات زمانہ کو سوچیں، منظم و مرتب شکل میں متحرک سورج، چاند، ستاروں اور سیاروں کی گردش کو سامنے رکھیں، جب ہم ان معاملات پر غور کریں گے اور ہر وقت کائنات میں ہونے والے واقعات پر نظر رکھیں گے تو عقل کا فیصلہ ہوگا کہ اس طرح کا نظام کائنات میں کسی غیر موجود ذات کا نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ یہ تو خالق اور موجود ذات سبحانہ وتعالیٰ کی کاریگری کا مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۝ أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ ج بَلْ لَّا يُوقِنُونَ ۝ ﴾ [الطور: ۳۵،۳۶]

''کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟ یا زمین اور آسمانوں کو انہوں نے پیدا کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یقین نہیں رکھتے۔''

دوسرا اصول:...... مخلوق پر غور، خالق کی صفات کا پتہ دیتا ہے۔

مخلوق میں جو خوبیاں پائی جائیں گی ان سے خالق کی قدرت اور صفات کی دلیل ملتی ہے، کیونکہ ایسا ممکن ہی نہیں کہ مخلوق میں تو کوئی خوبی نظر آئے اور خالق اس چیز کی قدرت نہ رکھتا ہو یا اس کے پاس ایسا اختیار نہ ہو جس کے ذریعے اس نے مخلوق کے اندر موجود خوبی پیدا کی ہے۔

ایک مثال پر غور کریں...... لکڑی کا ایک دروازہ ہو اور وہ بہت ہی عمدہ بنا ہوا ہو، اسے دیکھتے ہی تم اس نتیجے پر پہنچو گے کہ دروازہ بنانے والے کے پاس لکڑی ہے اور وہ بڑی مہارت کے ساتھ اسے کاٹ بھی سکتا ہے اور وہ لکڑی کو ملائم کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے، اس کے پاس کیل بھی ہیں اور وہ ان کیلوں سے دروازے کے ٹکڑے

جوڑنے کا ملکہ بھی رکھتا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اسے دروازے بنانے کا فن بھی آتا ہے۔ اسی طرح جب ہم تالا فٹ کرنے کی جگہ پر صحیح سوراخ دیکھیں گے تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ کاریگر مہارت کے ساتھ دروازے میں تالا لگانے کا سوراخ کرسکتا ہے اور اسے اپنے فن پر عبور حاصل ہے۔ اسی انداز سے ہم ہر بنی ہوئی چیز کو پاتے ہیں جو اپنے بنانے والے کی قدرت اور مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے اس لیے کہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ کسی بنی ہوئی چیز میں تو خوبی موجود ہو اور بنانے والا اس کی قدرت یا صلاحیت نہ رکھتا ہو...... اس مثال سے ہمیں معلوم ہوا کسی بنی ہوئی چیز پر غور کرنے سے بنانے والے کی خوبیوں کا علم ہو جاتا ہے۔ اب ہمیں یہ قاعدہ معلوم ہوگیا کہ مخلوقات پر غور سے خالق کی صفات کا پتہ مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهِ يُؤْمِنُوْنَ ○ ﴾ [الجاثية: ۳، ٦]

''حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں بے شمار نشانیاں ہیں ایمان لانے والوں کے لیے۔ اور تمہاری اپنی پیدائش میں، اور ان حیوانات میں جن کو اللہ (زمین میں) پھیلا رہا ہے بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین لانے والے ہیں۔ اور شب و روز کے فرق و اختلاف میں اور اس رزق میں جسے اللہ آسمان سے نازل فرماتا ہے، پھر اس کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے، اور ہواؤں کی گردش میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جنہیں ہم تمہارے سامنے ٹھیک ٹھیک بیان کر رہے ہیں۔ اب آخر اللہ اور اس کی آیات کے بعد اور کون سی بات ہے جس پر یہ لوگ ایمان لائیں گے؟''

اور جب ہم اللہ کی مخلوق کو ذرا غور سے دیکھیں تو وہ اپنے وجود سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات مقدسہ کی خبر دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ط ﴾ [یونس: ۱۰۱]

''(اے نبی) ان سے کہو: زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسے آنکھیں کھول کر دیکھو۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ أَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ لا وَّأَنْ عَسٰٓى أَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ ج فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ○ ﴾ [الاعراف : ۱۸۵]

''کیاان لوگوں نے آسمان وزمین کے انتظام پرکبھی غور نہیں کیا اور اس چیز کو بھی جو اللہ نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کرنہیں دیکھا؟ اور کیا یہ بھی انہوں نے نہیں سوچا کہ شاید ان کی مہلت زندگی پوری ہونے کا وقت قریب آ لگا ہو؟ پھر آخر پیغمبر کی اس تنبیہ کے بعد اور کونسی بات ایسی ہوسکتی ہے جس پر ایمان لائیں؟''

اَلْحَيُّ الدَّائِمُ:(ہمیشہ زندہ ذات):

جو کھانا ہم کھاتے ہیں وہ سنتا نہیں ہے، نہ دیکھ سکتا ہے، نہ حرکت کرسکتا ہے، نہ بڑا ہوسکتا ہے، نہ سانس لیتا ہے، نہ شادی کرتا ہے اور نہ سوتا ہے نہ جاگتا ہے۔ یہی کھانا جب جسم انسانی میں پہنچتا ہے تو ایک زندہ جسم کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور مذکورہ بالا تمام خوبیاں اس میں آ جاتی ہیں۔ حیوانات کی خوراک کا بھی یہی عالم ہے۔ پانی، مٹی اور ہوا، جو نباتات کی خوراک ہے، ان کا بھی یہی حال ہے۔ از خود نہ وہ بڑھتے ہیں، نہ پھل دے سکتے ہیں اور نہ خوراک لیتے ہیں، لیکن جب نباتات کے جسم کا حصہ بن جاتے ہیں تو یہی زندہ نباتات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور خوب لہلہانے لگتے ہیں۔ یہ زندگی جو نباتات، حیوانات اور انسان کے جسم میں گردش کر رہی ہے، ہر جسم میں، ہر روز بلکہ ہر لحظہ رواں دواں زندگی، اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ یہ زندگی بخشنے والے کا کمال ہے۔

انسان نے بہت زور لگایا جو ہر زندگی پیدا کر لے، لیکن نتیجہ ناکامی اور نامرادی کے سوا کچھ نہ نکلا۔ بالآخر مشرق ومغرب کے سائنس دان اور مفکرین اپنی ناکامی کا اعلان کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ط إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ط وَ إِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ط ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ○ مَاقَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ط إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ ﴾ [الحج : ۷۳،۷۴]

''لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے، غور سے سنو۔ جن معبودوں کو تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو، وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ مدد چاہنے والے کمزور، اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے وہ بھی کمزور۔ ان لوگوں نے اللہ

کی قدر ہی نہ پہچانی جیسا کہ اسے پہچاننے کا حق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قوت اور عزت والا تو اللہ ہی ہے۔''

جی ہاں! واقعہ یہی ہے کہ جو چیز مکھی لے اڑے انسان اسے واپس لانے میں عاجز ہے، اس لیے کہ مکھی جوں ہی کسی چیز کو حاصل کرتی ہے تو اس پر اپنا لعاب دہن ڈال دیتی ہے، چنانچہ وہ چیز فوراً ہی ایک دوسری شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اب اسے واپس لانے کا قطعاً کوئی فائدہ نہیں رہتا۔

یہ زندگی جو عطا ہوئی ہے اور زندہ کائنات کو مسلسل ملتی رہے گی، یہ ہمیشہ زندہ ہستی سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہی ہو سکتی ہے۔ اسباب و وسائل مہیا ہونے کے ساتھ ہی ہر چیز موت کے خطرے میں ہے۔ البتہ اسباب موت کو پیدا کرنے والے کو کبھی بھی ان اسباب سے اندیشہ نہیں ہے۔ چنانچہ وہ ذات اقدس ہمیشہ زندہ ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے اور اس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ﴾

[الحدید: ۲]

''زمین اور آسمان کی سلطنت کا مالک وہی ہے، زندگی بخشتا ہے، موت دیتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ..... ﴾ [الفرقان: ۵۸]

''اور (اے نبی!) اس خدا پر بھروسہ رکھو جو زندہ ہے اور کبھی مرنے والا نہیں............''

اَلْعَلِيْمُ: کامل و مکمل علم رکھنے والی ذات:

حیوان کے پیٹ میں جو بچہ ہوتا ہے ذرا اس پر غور کرو۔ تم اس نتیجے پر پہنچو گے کہ آنکھیں تو ماں کے پیٹ میں پیدا کر دی جاتی ہیں حالانکہ وہاں پر شدید قسم کا اندھیرا ہوتا ہے اور آنکھیں صرف روشنی میں دیکھ سکتی ہیں۔ یہ معاملہ اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ جس ذات نے آنکھوں کو پیدا کیا اسے خوب معلوم تھا کہ جو بچہ ماں کے رحم میں پرورش پا رہا ہے وہ ایک نہ ایک دن اس جہان میں پہنچے گا جہاں روشنی ہوگی۔ انڈے کے اندر موجود پرندے کے بچے کے پروں کی تخلیق میں بھی یہی ثبوت موجود ہے کہ اس پرندے کے پیدا کرنے والے کو خوب علم ہے کہ یہ پرندہ ایک نہ ایک دن ہوا میں پرواز کرے گا، پرندے کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے پَر پیدا کر دیئے۔ اسی طرح ساری مخلوق

کا معاملہ ہے کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو جس قسم کی زندگی اس نے بسر کرنی ہوتی ہے اور جس قسم کے حالات اس کی زندگی میں آنے والے ہوتے ہیں اس کی مناسبت سے اس کے اندر ساری خاصیتیں رکھ دی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ درخت کے بیج کے اندر اللہ تعالیٰ نے ساری خاصیتیں رکھ دی ہیں کہ اس کا ایک حصہ پتے بنے گا، ایک حصہ تنا بنے گا اور ایک حصہ جڑوں کی شکل میں زمین میں پھیل کر پانی اور غذا فراہم کرے گا۔ اس طرح کی کاریگری اور فن کا مظاہرہ وہی ذات کر سکتی ہے جسے پیشگی معلوم ہو کہ یہ نباتات پانی، غذا، روشنی اور ہوا کی ضرورت مند ہوں گی۔

ایک مذکر کی پیدائش پر غور کر لو تو معلوم ہو گا کہ خالق نے اس کے لیے ضروری اعضاء اور جوہر پیدا کر دیے ہیں۔ اسی طرح مونث کا معاملہ ہے کہ ایک خاندان کی بنیاد ڈالنے کے لیے جن اعضاء اور جواہر کی ضرورت ہو سکتی ہے وہ مونث میں رکھ دی گئی ہیں۔ ان سب باتوں پر تم غور کرو تو لازماً اس نتیجے پر پہنچو گے کہ یہ کمالات کسی علیم ذات ہی کے ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الذاریات: ۴۹]

''اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں، شاید کہ تم اس سے سبق لو۔''

میٹھا پانی ایک جگہ کھڑا رہے تو بدبو چھوڑ دیتا ہے، اس لیے علیم ذات نے سمندروں کو نمکین بنایا ہے اور ان کے اندر رواں دواں ہمہ وقت متحرک موجیں پیدا کی ہیں، تاکہ سمندر کی بدبو کی وجہ سے زمین پر زندگی دشوار اور پریشان کن نہ بن جائے۔

مذکورہ بالا امور ہی نہیں بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اس کائنات کا خالق اپنی ساری مخلوق کے بارے میں کامل و مکمل علم رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا خود یہی دعویٰ ہے۔ فرمایا:

﴿ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴾ [الملك: ۱۴]

''کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا؟ حالانکہ وہ باریک بین اور خبردار ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو احاطے میں لیے ہوئے ہے، وہاں کبھی لاعلمی کا گزر بھی نہیں ہوا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں بھول چوک کا ہو جانا بھی محال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾

[الطلاق: ۱۲]

''تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔''

اَلْحَکِیْمُ: ہر کام میں کمال حکمت و دانائی کا ملکہ رکھنے والی ذات:

مخلوقات کی صورتوں پر ذرا غور تو کرو، تم اس نتیجے پر پہنچو گے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر جنس کو ایک ہی طرح عمدگی سے ساخت کیا ہے۔

انسان کی مثال سامنے رکھو۔ آنکھیں چہرے پر سجائی ہیں، ناک کو ان دونوں کے درمیان میں رکھا ہے، ہاتھوں کو دونوں طرف پہلو میں لگایا ہے، پاؤں نیچے ہیں۔ کسی انسان کی آنکھ گھٹنے پر لگی ہو یا کسی کا ہاتھ سر کے اوپر اگا ہوا ہو، ایسا کبھی نہیں دیکھو گے۔ یہ اس بات کی شہادت ہے کہ یہ سب کچھ کسی دانا ذات کی کاریگری ہے، جس نے انسان کو بہت عمدہ طریقے سے بنایا۔ ہر طرح کے حیوانات اور نباتات کا بھی یہی معاملہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ایک قسم کی مخلوق کو ایک ہی شکل اور ایک ہی انداز میں پیدا فرمایا ہے۔ جس ذات نے اتنی کاریگری سے یہ شکلیں بنائی ہیں، اس کا اپنا دعویٰ ہے:

﴿ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾

[آل عمران : ٦]

”وہی تو ہے جو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جیسی چاہتا ہے بناتا ہے، اس زبردست حکمت والے کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔“

جس ہوا میں تم سانس لیتے ہو اس پر ذرا غور کرو۔ تم صاف ستھری ہوا (آکسیجن) اندر لے جاتے ہو اور گندی ہوا (کاربن ڈائی آکسائیڈ) باہر نکالتے ہو۔ اس کے باوجود صاف ستھری ہوا کی مقدار کم نہیں ہوتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نباتات کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ وہ صاف ستھری ہوا (آکسیجن) کی کمی پوری کرتے رہیں، تاکہ ایک مقرر مقدار میں صاف ستھری ہوا فراہم ہوتی رہے اور اس نظام میں کمی بیشی نہ ہو۔ یہ اس بات کی شہادت کے لیے کافی نہیں ہے کہ یہ سارا نظام ایک علیم وحکیم ہستی کا ہو سکتا ہے؟

ذرا اپنے ناک پر غور کر کے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اسے کیسی عمدگی کے ساتھ فٹ کیا گیا ہے اور اس کا جو مقصد ہے وہ اسے کس خوبی کے ساتھ پورا کر رہا ہے۔ آنکھوں کے درمیان میں دو سوراخوں سے ہوا داخل ہو رہی ہے۔ البتہ حکیم وعلیم ذات نے ان دونوں سوراخوں کو ناک سے ڈھانک دیا ہے اور پھر ناک کے اوپر والے حصے کو ہڈی کا بنایا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہوا کا دباؤ اس ڈھکنے (ناک) پر پڑے اور دونوں سوراخ بند ہو جائیں، نتیجتاً سانس کی

آمدورفت رک جائے۔ ناک کی ہڈی کا یہ بھی فائدہ ہے کہ وہ آنکھوں کی حفاظت کرتی ہے اور ہوا کے گزر کے لیے ناک کو کھلا رکھتی ہے۔ اگر بالفرض، سارا ناک ہڈی کا بنا ہوتا تو ہم بلغم نہ نکال سکتے۔ ادھر خالق کی کاریگری کا کمال دیکھیے کہ اس نے ناک کی دیوار کو ٹیڑھا بنایا ہے تاکہ ہوا پہلے ٹیڑھی دیوار سے ٹکرائے، پھر پلٹ کر اندرونی رکاوٹوں کی طرف جائے اور وہاں جا ٹکرائے۔ اس طرح اندر جانے والی ہوا ناک کے اندرونی حصے میں موجود بلغم سے ٹکراتی ہوئی جائے۔ نتیجتاً جراثیم اور گردوغبار اس بلغم سے چپک کر رہ جائیں اور اندر داخل ہونے سے پہلے ہی ہوا صاف وشفاف ہو جائے۔ سردیوں کے موسم میں ناک میں خون اکٹھا ہو جاتا ہے اور وہ سرخ نظر آتا ہے اور ایسا اندر داخل ہونے والی ہوا کو گرم کرنے کی خاطر ہوتا ہے، اور ادھر گرمیوں میں ناک گرم اور خشک ہوا کو مرطوب بنانے اور ٹھنڈا کرنے میں لگ جاتا ہے۔ کیا یہ انتظام کافی شہادت فراہم نہیں کرتا کہ یہ کسی علیم وحکیم ذات ہی کی کاریگری کا مظہر ہے؟

اسی طریقے سے اگر ہم زمین وآسمان کی تمام چیزوں پر غور کرنا شروع کر دیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ہر چیز انتہائی مناسب اور بہترین طریقے سے پیدا کی گئی ہے۔ اور ہر چیز کے اندر ایسی بے مثال کاریگری، عقلمند آدمی کے لیے اطمینان بخش گواہی ہے کہ یہ کسی علیم وحکیم ذات ہی کا کارنامہ ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَهُوَ الَّذِىْ فِى السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِى الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝ ﴾

[الزخرف: ٨٤]

''وہی ایک آسمان میں بھی خدا ہے اور زمین میں بھی خدا، اور وہی حکیم وعلیم ہے۔''

اَلْخَبِيْرُ: ہر ہر ذرے کی خبر رکھنے والی ہستی:

اپنے کھانے پر ذرا غور تو کرو۔ اگرچہ وہ ایک ہی مٹی اور ایک ہی پانی سے پیدا ہوا ہے لیکن کیسے کیسے مختلف رنگ، مختلف قسمیں اور مختلف شکلیں ہیں۔ یہ سب چیزیں تمہیں گواہی دیں گی کہ یہ کسی خبیر ہستی کی صناعی ہے، جو ایک ہی خام مال سے مختلف چیزیں کیسی عمدگی سے تیار کر دیتی ہے۔ ذرا خوراک پر غور کرو، کس طرح یہ خبیر ذات اس خوراک سے گوشت، خون، ہڈی، چربی، دودھ، چمڑا، بال، انگلیاں، ناخن، پٹھے اور مختلف سیال مادے تیار کر دیتی ہے۔

اپنے چہرے پر ہی غور کرلو کہ کیا ہی خوب معاملہ ہے؟ لعاب منہ سے نکلتا ہے، بلغم ناک سے بہتی ہے، آنسو آنکھوں سے آتا ہے، اضافی چکناہٹ کانوں میں ہوتی ہے اور یہ ساری کی ساری چیزیں ایک ہی کھانے سے پیدا

ہوتی ہیں۔اس انداز میں ان چیزوں کی پیدائش خود ایک شہادت ہے کہ یہ کسی خبیر ذات کا کمال ہے۔

اگر لعاب ناک سے نکلنا شروع ہو جاتا، بلغم منہ سے، چکناہٹ آنکھوں سے اور آنسو کان سے، تو کیا حال بنتا؟ یہ کس کی تقسیم ہے اور کس نے ان جگہوں کا انتخاب کیا ہے؟ کیا یہ سارا علیم وحکیم وخبیر ذات کا کارنامہ نہیں ہے؟

اور منی کے اس قطرے پر ذرا غور کر لیں جس سے انسان کی پیدائش ہوئی ہے۔خبیر وعلیم وحکیم ذات نے اسی قطرے سے کیسے کیسے خوب صورت اعضاء تخلیق کیے ہیں اور انسان کی خدمت کی خاطر کیسی مفید مشینری اس کے اندر بنائی ہے۔(دل، گردے، پھیپھڑے، معدہ، جگر، آنتیں وغیرہ وغیرہ)

سانس لینے کی خاطر مچھلی کو پانی کے اندر سے ہوا کی ضرورت رہتی ہے۔خبیر ورحیم ذات نے ہوا کو بارش کے ان قطروں میں گھول دیا جو کہ سمندر پر برستی رہتی ہے اور مچھلی کو ایک قسم کا آلہ دیا جسے ''گل پھڑے'' کہا جاتا ہے، جن کے ذریعے مچھلی ہوا کو پانی سے علیحدہ کر لیتی ہے۔

جب تم غور وفکر کرو گے تو لازماً اس نتیجے پر پہنچو گے کہ کائنات کی ہر چیز کمال مہارت کے ساتھ پیدا کی گئی ہے اور یہ چیزیں پکار پکار کر تمہیں گواہی دیں گی کہ یہ خبیر ذات سبحانہ وتعالیٰ کی کاریگری کا مظہر اور نمونہ ہے۔

اَلرَّزَّاقُ: رزق رسانی کا لاجواب انتظام کرنے والی ذات:

جس وقت انسان ماں کے رحم کی تاریکیوں میں ہوتا ہے تو کوئی انسان اس کی غذا اور پانی کا انتظام نہیں کر سکتا، حتی کہ باپ اور وہ ماں بھی نہیں کر سکتی جس کے پیٹ میں بچہ پرورش پا رہا ہوتا ہے۔رب رزاق کی رحمت وعنایت کا مظاہرہ دیکھیے، اسے پکا پکایا، تیار رزق فراہم ہوتا ہے، اور یہ رزق رسانی ناف کے ذریعے ہوتی ہے۔اور جب بچہ اس دنیا میں آ جاتا ہے اور ناف والا راستہ بند ہو جاتا ہے، تو رزاق ہستی اس بچے کا رزق ماں کے سینے سے جاری کر دیتی ہے اور بچے کو غذا حاصل کرنے کا طریقہ بھی سکھلا دیتی ہے، چنانچہ وہ ماں کے سینے کو چوسنا شروع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انتظام اس مرحلے میں ہوتا ہے جب انسان نہ دیکھ سکتا ہے نہ سن سکتا ہے اور نہ ہی کوئی سمجھ بوجھ رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بندوں کو کھیتوں اور درختوں سے رزق دیتا ہے، اور یہ چیزیں کھانے کا سامان پانی، مٹی اور ہوا کے ذریعے سے فراہم کرتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے سورج کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ انسان اور حیوان کی غذا کی تیاری میں اپنا کردار ادا کرے۔اگر اللہ تعالیٰ میٹھا پانی رواں نہ کرتا، عمدہ اور زرخیز مٹی نہ بناتا، مناسب حالات اور موسم کا انتظام نہ

کرتا، تو اس طریقے سے نباتات کے ذریعے سے غذا کا انتظام کرنا محال اور ناممکن ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ وَّعِنَبًا وَّ قَضْبًا ۝ وَّزَيْتُونًا وَّنَخْلًا ۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ وَّفَاكِهَةً وَّأَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَ لِأَنْعَامِكُمْ ۝ ﴾ [عَبَسَ : ٢٤ تا ٣٢]

''پھر ذرا انسان اپنی خوراک کو دیکھے، ہم نے خوب پانی لنڈھایا (برسایا)، پھر زمین کو عجیب طرح پھاڑا، پھر اس کے اندر اگائے غلے، اور انگور اور ترکاریاں، اور زیتون اور کھجور، اور گھنے باغ، اور طرح طرح کے پھل اور چارے، تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے لیے سامان زیست کے طور پر۔''

جب انسان یا حیوان خوراک کھالیتا ہے اور ہر مخلوق کو جو مشینری اور آلات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں ان کے ذریعے سے اس خوراک کو ہضم کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خوراک کو زندہ جان کے ایک ایک حصے تک پہنچا دیتا ہے، چاہے وہ دماغ کا بالکل درمیان ہو یا چمڑی کا اوپر والا حصہ یا ہڈیوں کے اندر کا گودا (مخ)۔ اللہ تعالیٰ نے کیا صحیح فرمایا:

﴿ أَمَّنْ هٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ج بَلْ لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَّنُفُورٍ ۝ ﴾

[الملك : ٢١]

''یا پھر بتاؤ، کون ہے جو تمہیں رزق دے سکتا ہے اگر رحمٰن اپنا رزق روک لے؟ دراصل یہ لوگ سرکشی اور حق سے گریز پر اڑے ہوئے ہیں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رزاق ذات نے ساری مخلوق کے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ مچھلیوں کو سمندر کی گہرائیوں میں بھی اللہ رزق دے رہا ہے اور پہاڑ کی چٹانوں کے اندر موجود کیڑوں کو بھی اللہ رزق عطا کر رہا ہے اور رحم مادر کی تاریکی میں موجود بچے کو بھی رزق فراہم کر رہا ہے، حتیٰ کہ بیج کے پیٹ میں پرورش پانے والی نباتات کی کونپلوں کو بھی اللہ تعالیٰ رزق دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ط كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ۝ ﴾ [هود : ٦]

''اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ کہاں وہ رہتا ہے اور کہاں وہ سونپا جاتا ہے، سب کچھ ایک صاف دفتر میں درج ہے۔''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَٰلِقٍ غَيْرُ ٱللَّهِ يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴾ [فاطر: ۳]

''لوگو! تم پر جو اللہ کے احسانات ہیں انہیں یاد رکھو، کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کوئی معبود اس کے سوا نہیں، آخر تم کہاں سے دھوکا کھا رہے ہو؟''

اور جس آدمی کو یہ یقین ہو جائے کہ اس کا رزق اس کے خالق کی طرف سے عطا ہوا ہے اور کوئی اس کا رزق نہیں چھین سکتا تو وہ آدمی رزق کے بارے میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گا۔

اَلْهَادِي: راہنمائی اور رہبری کرنے والی ذات:

آنکھوں کی پلکوں پر ذرا غور کر کے دیکھو۔ اوپر کی پلکیں اوپر کی طرف اٹھی ہوئی ہیں اور نیچے کی پلکیں نیچے کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔ اگر یہ معاملہ الٹ ہو جائے تو دیکھنا دشوار ہو جائے۔ کون ذات ہے جس نے یہ راہنمائی کی؟ آنکھ انسان کی ہو یا حیوان کی، اس کے ہر بال کو کون یہ راہنمائی دے رہا ہے؟ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کون ہو سکتا ہے؟

کون ہے نچلے جبڑے کے دانتوں کو بتلاتا ہے کہ اوپر کی طرف جاؤ اور اوپر والے جبڑے کے دانتوں کو سکھاتا ہے کہ نیچے کی طرف جاؤ؟ اور کس نے کچلیوں سے کہا کہ تم ٹھیک دوسری طرف کی کچلیوں کے بالمقابل نکلو اور دانت، دانتوں کے اوپر بیٹھیں اور ڈاڑھیں ڈاڑھوں پر آلگیں۔ وہ ذات اللہ تعالیٰ کے علاوہ کون ہو سکتی ہے؟ اسی لیے تو فرمایا:

﴿ ٱلَّذِى خَلَقَ فَسَوَّىٰ ۝ وَٱلَّذِى قَدَّرَ فَهَدَىٰ ۝ ﴾ [الأعلى: ۲،۳]

''جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا، جس نے تقدیر بنائی، پھر راہ دکھائی۔''

کون ذات ہے جو نباتات، حیوانات اور انسان کے ایک ایک عضو کو اپنی صحیح جگہ پر لگنے کی راہ دکھاتا ہے اور پھر دوسرے اعضاء کی مناسبت سے ایک مقرر مقدار تک چھوٹا بڑا ہونے کی تعلیم دیتا ہے؟

اور وہ کون ذات ہے کہ ہر ایک بیج کو بتلائے کہ اپنی جڑوں کو زمین کے نیچے بھیج دو، تنے اور پتوں کو اوپر اٹھا دو؟ آخر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ کسی ایک بیج کے معاملے میں ہی طریق کار پلٹ دیا گیا ہو۔

ایک عقل مند آدمی کے لیے کیا یہ سارا نظام اس بات کی گواہی دینے کے لیے کافی نہیں ہے کہ یہ "الہادی سبحانہ وتعالیٰ" کی کاری گری اور صفات کا کرشمہ ہے؟ کون ہے جو درخت کے پتوں کو آ کر کہتا ہے کہ تم تنے یا شاخ پر آپس میں ایک دوسرے سے دور دور ہو کر نکلو؟ ہوتا یوں ہے کہ جب پہلا پتا ایک طرف نکلتا ہے تو دوسرا پتا ٹہنی کی دوسری طرف جا نکلتا ہے۔

اور کون ذات ہے جو سورج، چاند، ستاروں کو راہنمائی دیتی ہے؟ اور دور دور تک سفر کرنے والے پرندوں کو ان کے اصل وطن تک راستہ دکھاتی ہے؟ توجہ سے سن لو، اس ذات کا نام **"الهادی سبحانه و تعالیٰ"** ہے۔

﴿ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ٥ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ٥ ﴾ [الاعلی: ۲،۳]

"جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا، جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی۔"

جس نے بالی، بیج اور پتے کو راہ دکھائی ہے اسی ذات نے انسان کو کامل و مکمل ہدایت سے سرفراز کیا ہے۔ چنانچہ اس نے انسان کی ہدایت کی خاطر رسولوں کو مبعوث فرمایا اور ہدایت کے راستے شاہراہ عام کی طرح اس کے سامنے کھول کر رکھ دیئے۔

جس آدمی نے دل کی گہرائیوں سے مان لیا کہ اللہ ہی ہادی وحکیم ہے، وہ آدمی ایسے نظریئے کو قطعاً قبول نہیں کر سکتا جو اللہ کی ہدایت سے ٹکراتا ہو۔ وہ تو نعرہ لگائے گا:

﴿ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی ٥ ﴾ [الأنعام: ۷۱]

"ببانگ دہل کہہ دو: حقیقت میں صحیح راہنمائی تو صرف اللہ ہی کی راہنمائی ہے۔"

اَلْحَافِظُ: خطرات سے حفاظت کرنے والی ذات:

جب تم ماں کے پیٹ میں پرورش پا رہے تھے، جس ذات نے اس وقت تمہاری حفاظت کی، وہی ذات سر کی مضبوط ہڈیوں کے خول میں نازک ولطیف دماغ کی حفاظت کرتی ہے۔ وہی ذات ابرو، ناک اور رخسار کی ہڈیوں کے درمیان آنکھ کی حفاظت کرتی ہے اور سینے کی ہڈیوں کے جال میں دل اور پھیپھڑوں کی حفاظت کرتی ہے۔

وہی ذات تو ہے جو تمہاری ساری زندگی کی حفاظت کرتی ہے۔ اس نے خوراک، پانی ہوا، روشنی اور گرمی وغیرہ کے اسباب زندگی فراہم کیے ہیں۔ اس نے تمہاری یہ ذمہ داری نہیں لگائی کہ تم خود ہی سوتے جاگتے اپنے جسم میں ہوا داخل بھی کرو اور نکالو بھی۔ اگر صرف یہی ایک ذمہ داری لگ جاتی تو تم ہوا کو اندر داخل کرنے اور

باہر نکالنے کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہ کر سکتے۔ جوں ہی نیند کا غلبہ ہوتا ہوا کی آمد و رفت رک جاتی اور موت واقع ہو جاتی۔

یہ اللہ تعالیٰ کی محافظ ذات ہی ہے جو بادلوں کو تمہارے سر تک لے آتی ہے، لیکن انہیں سیلاب کی طرح یک بارگی انڈیل نہیں دیتی۔ اس طرح تو نباتات اور تمام جاندار ختم ہو جاتے۔

یہ اللہ کی محافظ و نگران ذات کا کمال ہے کہ اس نے زمین کو ہوا کے ایسے غلاف میں لپیٹ رکھا ہے جو سورج اور ستاروں سے آنے والی خطرناک شعاؤں کو روکے رکھتی ہے، ورنہ تو ہر جاندار ہی کیا زندگی کے آثار تک ختم ہو جاتے۔ دن رات روزانہ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں شہاب اور تارے ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر برستے رہتے ہیں۔ یہ اسی ذات محافظ کا کمال ہے کہ اس نے ہوا کا ایسا غلاف بنایا ہے جو زمین کی حفاظت میں لگا رہتا ہے۔ اور اسی ذات نے پہاڑوں کے ذریعے زمین کو ہمارے قدموں تلے جما دیا ہے، ورنہ تو یہ جھولتی رہتی۔

کیا ہم سب کو ان احسانات پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر گزار نہیں رہنا چاہیے، جس نے اندر سے، باہر سے، اوپر سے، نیچے سے ہماری حفاظت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے کتنی سچی بات کہی ہے:

﴿ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ [الرعد: ۱۱]

''ہر شخص کے آگے اور پیچھے اس (اللہ تعالیٰ) کے مقرر کیے ہوئے نگران لگے ہوئے ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔''

جس آدمی کو یقین حاصل ہو جائے کہ اللہ خود اس کی حفاظت کر رہا ہے، چنانچہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے اس سے زیادہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی، ایسا آدمی تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر دل کی گہرائی سے ایمان لے آئے گا:

﴿ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ﴾ [التوبہ: ۵۱]

''ان سے کہو: ہمیں ہرگز (کوئی برائی یا بھلائی) نہیں پہنچتی مگر وہ جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔''

دیگر صفات ربانی:

ایک کھانے کی مثال سامنے رکھ کر ذرا غور کرو، اسے پورا خاندان کھاتا ہے، وہ مرد کے جسم میں جا کر مرد کی شکل میں ڈھل جاتا ہے اور عورت کے جسم میں جا کر عورت کا جسم بن جاتا ہے اور بچے کے جسم میں جا کر بچے کی شکل

اختیار کر لیتا ہے، اور یہی کھانا اگر بلی کھاتی ہے تو بلی کا جسم اختیار کر لیتا ہے، اسی طرح اگر چوہا یا کتا کھاتا ہے تو وہ کھانا چوہے اور کتے کے جسم کا حصہ بن جاتا ہے، حالانکہ وہ ایک کھانا ہے.......... اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، وہ ہر چیز کو جس شکل وصورت میں چاہے بنا دیتی ہے۔

ماں خواہ انسان کی ہو یا حیوان کی، اولاد کے بارے میں اس کی شفقت اور مامتا پر ذرا غور کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ ماں اپنی اولاد کی خاطر کتنی قربانی دیتی ہے، حتی کہ ایک مرغی جو بچے کی آواز سے ڈر جاتی ہے، کوئی اس کے چوزے کو ہاتھ لگا کر تو دیکھے، یہی مرغی اس پر جھپٹ پڑتی ہے۔ یہ اس ماں کی شفقت و مامتا کا تقاضا ہے اور اسی کے بل بوتے پر وہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی حفاظت کرتی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ رحمٰن ورحیم ذات کی عنایت کا مظہر ہے۔

ستاروں جیسی عظیم وضخیم مخلوق پر ذرا غور کرو، یہ ہماری زمین سے لاکھوں کروڑوں گنا بڑے ہیں۔ دوسری طرف اس لطیف و باریک مخلوق کو دیکھو جو پانی کے ایک قطرے میں لاکھوں کی شکل میں پائی جاتی ہے۔ اب سوچو یہ کیسی کیسی مخلوق ایک ہی نظام اور ایک ہی محکم اور مضبوط نظم کے تحت کس طرح چل رہی ہے.......... جواب خود بخود مل جائے گا کہ یہ ساری کائنات مضبوط و نگران اور سب پر غالب ذات کی صناعی و کاریگری کا شاہکار ہے۔

اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ: ایک اور یکتا:

کائنات میں موجود ہر چیز زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ وہ ایک اور یکتا ذات کی کاریگری کا نمونہ ہے۔

ایک مثال کو سامنے رکھ کر غور کرلیں کہ غذا کے ہضم کا دارومدار معدے اور انتڑیوں پر ہے۔ طبیبوں اور ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ انتڑیوں کی کارکردگی دوران خون سے منسلک ہے، اور خون کی حرکت سانس اور ہوا پر موقوف ہے اور سانس کے لیے صاف ستھری ہوا کا تعلق نباتات (سبزہ زاروں اور درختوں) سے ہے، اور نباتات کی نشوونما سورج کی وجہ سے ہے، اور سورج اپنے گردوپیش موجود ستاروں اور سیاروں کے بل بوتے پر کام کرتا ہے۔ تو اس مثال سے معلوم ہوا کہ ہر چیز اپنے وجود اور کارکردگی میں دوسروں کی محتاج ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ معدہ کا تعلق آسمانی ستاروں سے بھی ہے۔ اس طرح ہر چیز گواہی دے رہی ہے کہ یہ ایک رب کی کاریگری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ o ﴾ [المؤمنون : ٩١]

''اللہ نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا اور کوئی دوسرا خدا اس کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے۔ پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ o اَللّٰهُ الصَّمَدُ o لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ o ﴾ [الاخلاص : ١، ٣]

''کہو وہ اللہ ہے، یکتا۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔''

اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کائنات میں دوسرے خدا بھی ہوتے تو نظام کائنات چلانے میں جھگڑا ہو جاتا۔ اس صورت میں زمین وآسمان فساد سے بھر جاتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ o ﴾

[الانبياء : ٢٢]

''اگر آسمان وزمین میں ایک اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو (زمین وآسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا۔ پس پاک ہے اللہ رب العرش، ان باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں۔''

ایسی صاحبِ صفات ہستی کون ہے؟:

سابقہ گفتگو سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر ہم اپنے اردگرد مخلوقات اور کائنات پر غور کریں تو ایک ایک چیز گواہی دے رہی ہے کہ ان مخلوقات کو پیدا کرنے والی صرف وہی ذات ہے جس کی صفات یوں ہیں:

الخَالِق، الحَيُّ، الدَّائِم، العَلِيم، الحَكِيم، الخَبِير، الرَّزَّاق، الهَادِي، الحَافِظ، المُصَوِّر، الرَّحِيم، القوِيُّ، القادِر، المُهَيمِنُ، الوَاحِد، الْاَحَد.

جس طرح ساری کائنات ان حقائق اور صفات باری تعالیٰ کی شہادت دے رہی ہے تو ساری کائنات کے ساتھ ہمنوا ہو کر ایک مسلمان بھی یہی شہادت علم ویقین کے ساتھ دے رہا ہے اور صبح وشام اقرار کرتا ہے:

" اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ "

پہلے قاعدے سے ہمیں معلوم ہوا کہ جس چیز کا اپنا وجود نہ ہو وہ کسی دوسری چیز کو پیدا نہیں کر سکتی...... دوسرے قاعدے سے ہمیں خالق کائنات کی صفات کا علم ہوا...... تیسرے قاعدے سے ہمیں معلوم ہوگا کہ مذکورہ بالا ساری صفات صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی ہو سکتی ہیں۔

تیسرا قاعدہ: خود محروم، دوسرے کو کچھ نہیں دے سکتا۔

جس آدمی کے پاس مال نہ ہو، یعنی کنگال ہو، لوگ اس سے مال مانگنے نہیں جاتے اور جاہل سے علم حاصل نہیں ہوتا، اس لیے کہ جو آدمی خود ہی محروم ہے وہ دوسرے کو کیا دے گا۔

مخلوق میں موجود علامتوں اور نشانیوں پر غور کرنے سے ہمیں خالق سبحانہ وتعالیٰ کی صفات کا علم ہوا۔ جب ہمیں صفات کا علم ہو گیا تو صاحب صفات ہستی (موصوف) کی ذات معلوم ہو گئی۔

جن لوگوں کا خیال ہے کہ فطرت نے انہیں پیدا کیا، انہوں نے عقل سلیم کے خلاف بات کہی اور حقیقت سے جنگ کی۔ اس لیے کہ ساری کائنات بزبان حال گواہی دے رہی ہے کہ اس کو بنانے والی ذات حکیم، علیم، خبیر، ہادی، رازق، حافظ، رحیم، واحد اور احد ہے۔ گونگی بہری بے جان فطرت، نہ اس کے پاس علم ہے نہ حکمت، نہ زندگی، نہ رحمت اور نہ ہی اس کا اپنا کوئی منصوبہ یا پروگرام ہے۔ معلوم نہیں نادان لوگوں کو یہ وہم وگمان کہاں سے لاحق ہو گیا؟ حالانکہ اصول یہ ہے کہ خود محروم دوسرے کو کچھ نہیں دے سکتا۔

فطرت کی حقیقت کیا ہے؟:

مخلوق میں جو صفات (خوبیاں یا کوتاہیاں) پائی جاتی ہیں، وہ اس کی فطرت ہے۔ پرانے بت پرستوں نے اسی فطرت کے بعض اجزاء کو علیحدہ علیحدہ رکھ کر پوجا ہے۔ کسی نے سورج کو، کسی نے چاند کو، کسی نے ستاروں کو، کسی نے آگ کو، کسی نے پتھروں کو اور کسی نے انسان کو بت بنا ڈالا اور پوجا۔ اور آج کے فطرت پرست پڑھے لکھے جاہلوں کا خیال ہے کہ تاریک زمانے میں پوجے گئے بتوں کے مجموعے یعنی فطرت نے ہی انہیں پیدا کیا ہے، حالانکہ صورت حال یوں ہے کہ فطرت کے پاس عقل نہیں ہے اور یہ لوگ عقل کے مالک ہیں فطرت کے پاس علم نہیں ہے اور ان لوگوں کے پاس علم بھی ہے، اور فطرت کا اپنا کوئی ارادہ اور پروگرام نہیں ہوتا اور یہ لوگ اپنے ارادے کے مالک ہیں۔ آخر ان لوگوں کو احساس کیوں نہیں ہوتا کہ جو خود محروم ہو، وہ دوسرے کو کیا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان

ہے کہ:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ط إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ط وَإِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ط ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ٥ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ط إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ٥ ﴾ [الحج: ٧٣، ٧٤]

''لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے غور سے سنو، جن معبودوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے، بلکہ مکھی اگر ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اسے چھڑا بھی نہیں سکتے، مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد چاہی جا رہی ہے وہ بھی کمزور۔ ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ پہچانی، جیسا کہ اسے پہچاننے کا حق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قوت اور عزت والا تو اللہ ہی ہے۔''

ایک شبہ اور اس کا جواب:

منکرین خدا کی ایک جماعت کا خیال ہے بلکہ ایمان ہے کہ فطرت نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ مشاہدہ ہے کہ انسان یا حیوان کی گندگی سے کیڑے خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔

یقیناً سائنس بہت ترقی کر چکی ہے اور لوگوں کو بہت سارے حقائق کا علم ہو چکا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ گندگی یا کوڑے کرکٹ میں جو کیڑا پیدا ہوتا ہے وہ اس چھوٹے سے انڈے سے برآمد ہوتا ہے جسے آنکھ از خود نہیں دیکھ سکتی بلکہ اسے مائیکروسکوپ یا کسی دوسرے آلہ کی مدد سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس طرح ملحدین کا شبہ از خود ختم ہو جاتا ہے۔

ملحدین اپنا دوسرا شبہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ: یہ صحیح ہے کہ ایک کیڑا دوسرے پچھلے کیڑے کی وجہ سے پیدا ہوا اور اس کا ذریعہ وہ باریک سا انڈہ ہے جسے ہم دیکھ بھی نہیں سکتے۔ چلیے یہ تو مانیے کہ جن جراثیم نے آ کر کھانے کو خراب کیا ہے وہ جراثیم فطرت کی پیداوار ہیں اور سابقہ جراثیم کے ذریعے پیدا نہیں ہوئے۔

اس شبہ کو بھی آج سے اسی (۸۰) سال سے زیادہ عرصہ پہلے علمی طور پر غلط ثابت کیا جا چکا ہے، جب عملی تجربہ کرنے والوں نے کھانے کو بغیر بدبو اور خرابی کے عرصہ دراز تک محفوظ کرنے کا تجربہ کیا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کھانے کو مضبوط برتن میں اچھی طرح بند کر دیا جائے، حرارت یا شعاعوں کے ذریعے سے اس میں موجود جراثیم کو ختم کر دیا جائے اور اسے اس طرح ہوا بند (AIRTHIGHT) کر دیا جائے کہ ہوا کے ذریعے وہاں جراثیم نہ آ

سکیں۔اس تجربے سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ مخلوقات سابقہ موجود مخلوقات کے ذریعے وجود میں آتی ہیں اور اس میں فطرت کا کوئی کردار نہیں ہوتا، جیسا کہ جاہل و نادان ملحدین کا خیال ہے۔

اے میرے مسلمان بھائی! اس میں تعجب یا حیرانگی کی کوئی بات نہیں۔ملحدین کے متعدد راہنما و پیشوا صحیح اور حق بات کو اسی (۸۰) سال سے زیادہ عرصے سے جانتے ہیں، اس کے باوجود دور جدید کی جاہلیت اور الحاد کو پھیلا نے اور عوام تک پہنچانے پر ڈٹے ہوئے ہیں۔اس لیے کہ الحاد اور جہالت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

نصرانیوں کا گمراہ کن پروپیگنڈہ اور اس کا جواب:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا کر دشمنوں کی سازش سے محفوظ فرما دیا تو عیسائی علماء رومن کیتھولک سٹیٹ کی سختیوں کا شکار ہو گئے۔نتیجتاً ان کی بڑی تعداد روپوش ہو گئی اور جو ہاتھ لگے وہ قتل ہو گئے، انجام کار عیسائیوں میں جہالت عام ہو گئی، حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ انجیل بھی گم ہو گئی۔اس کے بعد علماء نصاریٰ نے از خود اناجیل تالیف کیں اور ہر مولف نے انجیل پر اپنا نام لکھا جو کہ دوسری انجیلوں سے مختلف ہوتی تھی۔ اس طرح عیسائیوں کے ہاں متعدد اناجیل تصنیف ہو گئیں، مثلاً، انجیل متی، انجیل یوحنا، انجیل مرقص، انجیل لوقا، انجیل برناباس۔اس طرح تالیف ہوتے ہوتے اناجیل کی تعداد ستر سے زیادہ ہو گئی۔اس کے بعد ایک عیسائی کنونشن میں چار انجیلوں کو قابل اعتماد قرار دیا گیا، باقی سب کو جلا دیا گیا اور انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کر لیا کہ تین خداؤں میں سے ایک خدا اللہ تعالیٰ ہے اور حضرت عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے۔(اللہ تعالیٰ ان کی ایسی تمام ہفوات سے بری اور بزرگ و بالا ہے) ایک وقت گزرنے کے بعد عیسائی کہنے لگے کہ بلاشبہ اللہ تو ایک ہی ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنے عقیدے کی ایسی ایسی تفسیریں کرنے لگے جسے عقل کسی طرح قبول نہیں کر سکتی۔ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تو ایک ہی ہے مگر وہ بیک وقت تین ہستیوں میں سمویا ہوا ہے۔

علامہ البوصیری نے اپنے قصیدے میں عیسائیوں کی کیا خوب خبر لی ہے:

''انہوں نے تین خداؤں کو ایک بنا ڈالا، اگر وہ ہدایت یافتہ ہوتے تو زیادہ کو تھوڑا تو نہ بناتے۔''

عیسائیوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ (عیسیٰ علیہ السلام) تو سولی پر چڑھ کر مر گیا جب کہ وہ یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ فرشتوں کو موت نہیں آتی، اور یہ کہ یہودیوں نے اور حکومت روم نے مل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالا اور اپنی انجیلوں میں اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ واقعہ صلیب کے بعد کچھ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ دیکھا

ہے۔اور ادھر اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے کہ:

﴿ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَ إِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ ﴾ [النساء: ۱۵۷، ۱۵۸]

''......حالانکہ فی الواقع انہوں نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس اس معاملے میں کوئی علم نہیں ہے، محض گمان ہی کے پیرو ہیں، انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے۔''

عیسائی کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ تھا لہٰذا (ان کے زعم وخیال کے مطابق) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خود اللہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہے۔

قرآن کریم نے اس خیال کی تردید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ﴾

[آل عمران: ۵۹]

''اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک انسان تھے، جو کھانا کھاتے تھے۔ اور جو کھانا کھاتا ہے اسے بہر حال پیشاب پاخانہ کی حاجت ہوتی ہے۔ جس کو کھانے، پینے اور قضائے حاجت کی ضرورتیں مجبور کر دیں وہ کس طرح خدا ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَأُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ ﴾ [المائدہ: ۷۵]

''مسیح ابن مریم اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول تھا، اس سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں، اس کی ماں ایک راست باز عورت تھی، اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھو ہم کس طرح ان کے سامنے حقیقت کی نشانیاں واضح کرتے ہیں، پھر دیکھو یہ کدھر الٹے پھرے جاتے ہیں۔''

پریشان حال کی التجا فریاد سننے والا:

ہرانسان کے لیے ممکن ہے کہ اپنے رب کو بآسانی پہچان لے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے دیکھ لے۔ پھر دیکھے کہ اس دعا کے نتائج کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔کتنی بار ایسا ہوا ہے کہ اہل ایمان توبہ کرتے ہوئے اور حالت پریشانی میں بارش کی دعا کرنے نکلے اور فوراً ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا سن لی،اور یہ بات بھی مشاہدے میں آئی ہے کہ جس بستی یا شہر کے افراد دعا کے لیے نکلے وہاں تو خوب بارش ہوئی اور اردگرد کی بستیوں یا شہروں پر ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔اور کتنی ہی بار ایسا ہوا ہے کہ دعا کی برکت سے اللہ نے پریشان حال لوگوں کی مصیبتیں ٹال دی ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْأَرْضِ ۗ ءَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝ ﴾ [النمل: ٦٢]

''اور کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جب کہ وہ اسے پکارے؟اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے؟ اور (کون ہے جو) تمھیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (یہ کام کرتا) ہے؟تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔''

اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

''کتنی ہی بار مسلمانوں کو قحط سالی سے واسطہ پڑا ہے تو غریب امیر تمام لوگ دعا کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے قحط سالی سے چھٹکارے کی درخواست کی۔ان لوگوں کو کامیابی ہوئی اور اس مصیبت سے جان چھوٹ گئی۔کیا یہ سب کچھ کسی بت یا فطرت کا کارنامہ تھا یا یہ اس سمیع ذات کی مہربانی تھی جو مصیبتوں کو ٹال دیتی ہے؟''

دلائل ایمان کے مقابلے میں کافروں کا کردار:

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے دلائل بہت زیادہ ہیں،جتنی اللہ کی مخلوق ہے اتنے ہی اللہ تعالیٰ کی ذات کے دلائل ہیں،اس لیے ہر مخلوق اپنے خالق کے وجود کا اعلان کرتی ہے،لیکن منکرین خدا ان دلائل سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے،اس لیے کہ ان کے دل ہی بیمار ہیں،ہدایت کو پالینے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے اور مریض دلوں کا حال کچھ ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔کافر کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے منہ پھیر لیتا ہے اور باطل دلائل کی بنیاد پر جھگڑا

کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتَابٍ مُّنِيْرٍ ۝ ﴾ [الحج: ۸]

''بعض اور لوگ ایسے ہیں جو کسی علم اور ہدایت اور روشنی بخشنے والی کتاب کے بغیر خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔''

کافر کا حال یہ ہوتا ہے کہ بڑے گھمنڈ سے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلا دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَجَحَدُوْ بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُم ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ط ﴾ [النمل: ١٤]

''انہوں نے سراسر ظلم اور غرور کی راہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ دل ان کے قائل ہو چکے تھے۔''

اور کافر ہمیشہ حق و باطل کو گڈمڈ کر کے حقیقت واقعہ الجھانا چاہتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ [البقرة: ٤٢]

''باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور نہ جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش کرو۔''

اور کافروں کی ایک پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے راستے سے دوسروں کو روکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلاً بَعِيْدًا ۝ ﴾ [النساء: ١٦٧]

''جو لوگ اس حق کو ماننے سے خود انکار کرتے ہیں اور دوسروں کو خدا کے راستے سے روکتے ہیں وہ یقیناً گمراہی میں حق سے بہت دور نکل گئے ہیں۔''

راہ کفر پر چلنے کے لیے اندھی تقلید:

منکرین حق کی واضح ترین نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ نا قابل تردید دلائل مل جانے کے بعد بھی وہ ایمان کو قبول نہیں کرتے ، بلکہ بلا دلیل کفر کو سینے سے لگا لیتے ہیں، آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کے علاوہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی۔اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس رویے کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

﴿ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَ إِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا أَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝ ﴾ [المائدة: ١٠٤]

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس قانون کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور آؤ پیغمبر کی طرف تو جواب دیتے ہیں کہ ہمارے لیے تو بس وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے

(کیا یہ باپ دادا ہی کی تقلید کیے چلے جائیں گے) خواہ وہ کچھ نہ جانتے ہوں اور صحیح راستے کی انہیں خبر ہی نہ ہو۔''

شک وشبہ کے کارخانے:

اہل ایمان کو نعمت ہدایت سے محروم رکھنے کے لیے منکرین حق کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ شکوک وشبہات گھڑے جائیں اور ان کی خوب خوب تشہیر کی جائے۔ جو آدمی اپنے عقیدے سے ناواقف ہوگا وہ کسی نہ کسی درجے میں متاثر ہو کر رہے گا اور ملحدین کے شبہات سے بچ نہ پائے گا۔

متعدد شبہات میں سے ایک شبہ تو وہ ہے جسے دور حاضر کے ملحدین تکرار کے ساتھ دہرا رہے ہیں، اور یہی بات بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ وَإِذْ قُلْتُمْ يَٰمُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى ٱللَّهَ جَهْرَةً......... ﴾ [البقرۃ: ۵۵]

''یاد کرو جب تم نے موسیٰ سے کہا تھا کہ ہم تمہارے کہنے کا ہرگز یقین نہ کریں گے جب تک کہ اپنی آنکھوں سے علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں............''

یہ لوگ سمجھ بوجھ رکھنے والی عقل کو تسلیم کرتے ہیں، ہوا کے وجود کو مانتے ہیں اور زمین میں موجود کشش ثقل کی طاقت کو تسلیم کرتے ہیں جو چیز کو زمین کی طرف کھینچ لاتی ہے، اور ریڈیائی لہروں کو تسلیم کرتے ہیں جو آواز دور دور سے کھینچ لاتی ہے، حالانکہ انہوں نے نہ عقل کو دیکھا ہے نہ ہوا کو دیکھا ہے اور نہ ہی کشش ثقل رکھنے والی طاقت کو دیکھا ہے اور نہ ہی ریڈیائی لہروں کو دیکھا ہے، لیکن انہوں نے عقل کے آثار کو ضرور دیکھا ہے جو عقل مند لوگوں کے کاموں سے ظاہر ہو جاتے ہیں اور انہوں نے ہوا کے آثار کو بھی دیکھا ہے جو درختوں کی ٹہنیاں ملنے سے نظر آ جاتے ہیں، اور زمین کی کشش ثقل کو اس طرح محسوس کیا ہے کہ تمام چیزیں زمین ہی کی طرف کھنچتی چلی آتی ہیں اور ریڈیائی لہروں کو اس طرح معلوم کیا ہے کہ ریڈیو سیٹ میں اس کی آوازیں گونجنے لگتی ہیں۔ ان چیزوں کے نتائج اور اثرات محسوس کرنے کے بعد انہوں نے عقل، ہوا، کشش ثقل اور ریڈیائی لہروں کو تسلیم اس لیے کر لیا ہے کہ نگاہ ان لطیف چیزوں کو دیکھ نہیں سکتی تھی۔ چنانچہ نتائج کو کھلی آنکھ سے دیکھ لینے کے بعد عقل نے فیصلہ دے دیا کہ ضرور کوئی قوت ہے جو یہ اثرات پیدا کر رہی ہے۔

اگر منکرین حق کافر تکبر کی روش چھوڑ کر اس بات پر غور کرتے کہ ان کی کمزور نگاہ تو اس ہوا کو بھی نہیں دیکھ سکتی جو

مسلسل انہیں چھوتی رہتی ہے، اور نہ ہی یہ نگاہ دور کی چیزیں دیکھ سکتی ہے، تو اس کے بعد یقیناً وہ اس نتیجے پر پہنچتے کہ وہ خود اور زمین و آسمان کی حدود میں جو کچھ موجود ہے یہ ایسے اثرات اور کھلی کھلی نشانیاں ہیں جو زبان حال سے اپنے خالق کے وجود کا اعلان کر رہی ہیں۔

میری نگاہ تو ستاروں کو نہیں دیکھ سکتی حالانکہ ستاروں کو آسمان کی زینت قرار دیا گیا ہے، تو یہ کمزور نگاہ اس ذات اقدس کا ادراک کس طرح کر سکتی ہے جو عرش پر مستوی و متمکن ہے۔ اور یہ ساتوں آسمان اللہ رب العزت و الجلال کی کرسی کی عظمت کے مقابلے میں بس اتنے سے ہیں جیسے سات درہموں کو ڈھال میں رکھ دیا گیا ہو اور عرش الٰہی کے مقابلے میں خود کرسی اتنی ہے جیسے وسیع و عریض صحراء میں لوہے کا ایک کڑا ہو۔

اس دنیا میں جب انسان کی نگاہ سورج کو براہ راست نہیں دیکھ سکتی تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کو کس طرح دیکھ سکے گی؟ اور اس ہستی کا مقدس مقام تو یہ ہے کہ کوئی چیز اس جیسی ہو ہی نہیں سکتی۔

ایک زمانہ پہلے ایسے ہو چکا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار الٰہی کی درخواست کی تو جو کچھ ہوا اس کو قرآن حکیم نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ج ﴾ [الاعراف: ۱۴۳]

''چنانچہ اس کے رب نے جب پہاڑ پر تجلی کی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑا۔''

[مکمل آیت کا ترجمہ یوں ہے:

''جب وہ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر پہنچا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے التجا کی کہ ''اے رب مجھے اپنا دیدار کرا دیجیے کہ میں تجھے دیکھوں۔'' فرمایا: ''تو مجھے نہیں دیکھ سکتا، ہاں ذرا سامنے پہاڑ کی طرف دیکھو، اگر وہ اپنی جگہ قائم رہ جائے تو البتہ تو مجھے دیکھ سکے گا۔'' چنانچہ اس کے رب نے جب پہاڑ پر تجلی کی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گر پڑا، جب ہوش آیا تو بولا: پاک ہے تیری ذات، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے ایمان لانے والا میں ہوں۔'']

ڈاکٹرز، انجینئرز اور محقق اساتذہ جن چیزوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں اور پھر لوگوں کو بتلاتے ہیں کافروں سمیت تمام لوگ ان پر اعتماد کر کے مان لیتے ہیں، اس لیے کہ خبر دینے والے سامعین کے نزدیک قابل اعتماد ہوتے ہیں۔ اگر کافر اپنی ہٹ دھرمی چھوڑ دیں تو وہ بھی اپنے رب کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں، اور یہ اللہ کے بھیجے ہوئے سچے رسولوں کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ یہ انتہائی سچے اور پارسا لوگ اپنے رب کے بارے میں جو

کچھ کہہ رہے ہیں پوری کائنات میں ان سے زیادہ قابل اطمینان ذریعہ کوئی اور نہیں ہوسکتا اوران کی سچائی کی دلیل وہ معجزے اور کھلی کھلی نشانیاں ہیں جو انہیں دی گئی ہیں۔

ایمان قبول کرنے کے لیے شرط بازیاں:

کچھ لوگ اس مزاج کے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے لیے شرطیں مقرر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ ہمارے مشورے مان لے گا تو ہم بھی اللہ کو مان لیں گے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ ہم اس پر ایمان لائیں تو اسے یہ کام کر کے دکھانے ہوں گے۔ یہ تو بعینہ کافروں والی بات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان کے اقوال اس طرح نقل کیے ہیں، ہٹ دھرم کافر کہتے تھے:

﴿ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ ﴾ [الاسراء: ۹۰،۹۲]

''اورانہوں نے کہا ہم تیری بات ہرگز نہ مانیں گے جب تک کہ تو زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کر دے، یا تیرے لیے کھجوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کر دے، یا آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے، یا خدا اور فرشتوں کو بالکل ہمارے سامنے لے آئے۔''

اگر اللہ تعالیٰ قبولیت ایمان کی خاطر یہ دروازہ کھول دیتا کہ وہ لوگوں کے مشورے ماننے کا پابند ہے تو پھر لوگ کیسی کیسی عجیب وغریب شرطیں پیش کرتے کہ اللہ رات کو دن بنا دے، سورج کو چاند بنا دے، زمین کو آسمان کی شکل دے دے، مردوں کو عورتیں بنا دے اور کوئی دوسرا آدمی ان کے الٹ شرطیں پیش کرنا شروع کر دیتا۔ تیسرا آدمی قبولیت کے لیے شرط لگاتا کہ فلاں آدمی قتل ہو جائے تو میں ایمان قبول کرلوں گا یا فلاں مر جائے یا فلاں بستی ہی تباہ ہو جائے۔ چوتھا اس کے برعکس شرائط رکھ دیتا۔ اس طرح تو زمین وآسمان میں کہرام مچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط ﴾ [المؤمنون: ۷۱]

''اور حق اگر کہیں ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو زمین اور آسمان اور ان کی ساری آبادی کا نظام

درہم برہم ہو جاتا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کے اندر حق کو پہچاننے کے لیے کامل و مکمل دلائل رکھے ہیں اور ہمیں کان، آنکھ اور سوچنے سمجھنے والے دل سے نوازا ہے، جن کے ذریعے ہم دلائل کو پہچان سکتے ہیں۔ اس طرح اتمام حجت ہو جاتا ہے اور تمام شبہات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

اسماء وصفات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا

معرفت اَسماء وصفات کی اہمیت:

اگر یہ کہا جائے کہ فلاں آدمی بہت سخی ہے اور اس کی خوبی یہ ہے کہ جو اس سے مانگے وہ دے دیتا ہے، یہ سنتے ہی تو اس کی عنایت پر توجہ کرے گا اور دل میں اس کا احترام کرے گا۔ اس خوبی کا علم ہونے کے بعد ضرورت پڑنے پر تو اس آدمی کی سخاوت سے فائدہ اٹھائے گا۔ اور اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ فلاں بخیل و کنجوس آدمی ہے تو سارا معاملہ الٹ ہو جائے گا۔

اگر یہ کہا جائے کہ حکومت وقت انتہائی عادل ہے جو بھی اس ملک میں رہتا ہے اس کا انتہائی خیال رکھتی ہے اور جو قانون کی خلاف ورزی کرے اس کا سختی سے محاسبہ کرتی ہے، تو اب لوگ اس ملک میں اس طور زندگی بسر کریں گے کہ حکومت کی طرف سے فراہم کردہ سہولتوں سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے، نظام عدل کے فوائد سے بہرہ ور ہوں گے، قانون کا احترام کریں گے، اور جس قدر خوبیاں اس حکومت میں پائی جائیں گی اسی قدر لوگ اس سے محبت کریں گے۔ اس ملک میں بسنے والوں کی انتہائی کوشش ہوگی کہ اپنے آپ کو سزا سے محفوظ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ کی مثال تو بہت عظیم ہے۔ جو آدمی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات کو جان لے اور اسمائے حسنیٰ کو پوری طرح پہچان لے تو آسمانوں اور زمین کے مالک کے بارے میں اس کا علم بہت وسیع ہو جائے گا اور جس قدر اس کو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا علم ہوگا اسی طرح سیرت و کردار میں ڈھلتا چلا جائے گا۔ کافروں کا تو معاملہ ہی علیحدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

﴿ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ ﴾ [الحج: ۷٤]

’’ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ پہچانی جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قوت اور عزت والا تو اللہ ہی ہے۔‘‘

قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں تحریف وتبدیل کرنے سے خبردار اور متنبہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ أَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ [الاعراف: ۱۸۰]

''اللہ تعالیٰ کے سارے نام اچھے ہیں، اس کو اچھے ناموں ہی سے پکارو، اوران لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے نام رکھنے میں راستی سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس کا بدلہ وہ پا کر رہیں گے۔''

قرآن کریم نے اس پر بھی متنبہ کیا ہے کہ جو نام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مقام ومرتبہ کے شایان شان نہیں وہ اس کے لیے تجویز نہ کیے جائیں۔ فرمایا:

﴿ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ إِلٰهٍ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ ﴾ [المؤمنون: ۹۱]

''اللہ نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا ہے اور کوئی دوسرا خدا اس کے ساتھ نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی خلق (مخلوق) کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے۔ پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے اَسماء وصفات جاننے کا قابل اعتماد ذریعہ۔ وحی:

انسان کا علم تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بارے میں بھی واجبی سا ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کے بارے کس طرح کامل معلومات پا سکتا ہے۔

ذرا غور کریں، ساتوں آسمان تو کرسی کے مقابلے میں ایسے ہی ہیں جیسے سات درہم کسی ڈھال کے اندر ہوں اور خود کرسی عرش الٰہی کے سامنے یوں ہے جیسے لوہے کا کڑا کسی لمبے چوڑے صحرا میں ہو۔ قرآن حکیم نے بیان کیا ہے:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ ﴾ [طه: ۵]

''رحمٰن کی ذات عرش پر مستوی ہے۔''

ہمارے علم کا حال تو یہ ہے کہ دنیا کے آسمان پر چمکنے والے ستاروں کو بھی ابھی تک نہیں پا سکا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بارے میں صحیح اور مکمل معلومات تک ہماری رسائی کیسے ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ [البقرۃ: ۲۵۵]

''اور اس کی معلومات میں سے کوئی چیز ان کی گرفت ادراک میں نہیں آ سکتی، الا یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی ان کو دینا چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور ان کی نگہبانی اس کے لیے کوئی تھکا دینے والا کام نہیں ہے۔ بس وہی ایک بزرگ و برتر ذات ہے۔''

معلوم ہوا کہ ہم اللہ کے بارے میں کوئی علم نہیں پا سکتے الا یہ کہ خود اللہ تعالیٰ ہماری تعلیم کا کوئی انتظام کر دے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفصیلات اور علم آ چکا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی ذات اور اپنی صفات کے بارے میں متعارف کرایا ہے۔ چنانچہ ہم انہی اسماء وصفات پر اکتفا کریں گے اور اس ذات پاک کی حمد وثنا انہی اسماء و صفات کے ذریعے کریں گے۔

مخلوق سے اللہ تعالیٰ کی کیا مشابہت؟:

جب یہ کہا جائے کہ فلاں بادشاہ سخی ہے، اس کا دربان بھی سخی ہے اور اس کا بچہ بھی سخی ہے، ظاہر ہے کہ سننے والا ازخود فرق سمجھ لے گا کہ بادشاہ، دربان، اور بچے کی سخاوت میں کیا فرق ہو سکتا ہے؟ جبکہ مذکورہ بالا مثال میں مذکورہ تینوں افراد انسان ہیں اور پھر جب یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ بہت سخی ہے تو بلاشبہ تمہیں فوراً معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی سخاوت وعنایت ان کمزور ومحتاج بندوں کی طرح تو نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے بارے میں یہی ایک اصول ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا علم بندوں کے علم کی طرح نہیں ہو سکتا، اس کی حکمت و دانائی بھی مخلوق کی دانائی کی طرح نہیں ہو سکتی، اسی طرح اہل ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا رحیمانہ برتاؤ اور کافروں سے انتقام مخلوق کی رحمت وانتقام کی طرح نہیں ہو سکتا۔ ان تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کا اعلیٰ ترین اور باکمال درجہ ہے اور کسے باشد کوئی بھی اس کی مشابہت نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ [الشوریٰ: ۱۱]

''کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں، وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

ہر طرح کی کمی، کوتاہی، نقص یا عیب مخلوق میں ہو سکتے ہیں اور ہر کمال اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے لیے ہے، اور یہ بات صرف اسی کو جچتی اور زیب دیتی ہے۔

کتاب وسنت میں متعارف اَسماء وصفات باری تعالیٰ پر ایمان

اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان عظیم ہے کہ اس نے اپنے علم وحکمت کی بنیاد پر قرآن حکیم اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ہمیں خود اپنی ذات کا تعارف کروادیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا کہ سارے اسماء حسنیٰ اسی کے لیے ہیں اور صفات کمال کا وہ مالک ہے۔ کسی دوسرے کے لیے قطعاً ممکن نہیں تھا کہ جس تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف کروایا وہ اس سے بہتر تعارف کروا دیتا۔ اب کسی صاحب ایمان کے لیے ممکن نہیں رہا کہ جن جن صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو موصوف کیا ہے ان میں کوئی صفت کم کر سکے۔

ذات ربانی کی حقیقت کا پالینا محال ہے:

[ایک انگریز خاتون کا خاوند فضیلۃ الشیخ عبداللہ الحکیمی کے ہاتھوں پر اسلام قبول کر چکا تھا۔ خاتون آ کر شیخ سے بحث کرنے لگی۔ اس خاتون نے کہا: ''میں اس وقت تک اللہ کو نہیں مانتی جب تک لمبائی چوڑائی کی حدود کے ساتھ اس کو دیکھ نہ لوں۔'' (استغفر اللہ واتوب الیہ) الشیخ نے کہا: ''یہ بتاؤ تم اپنے خاوند کے ساتھ محبت کرتی ہو؟'' وہ کہنے لگی: ''ہاں'' فضیلۃ الشیخ نے کہا: ''میں نہیں مانتا۔'' خاتون نے پوچھا: ''کیوں آپ کیوں نہیں مانتے؟'' فضیلۃ الشیخ نے کہا: ''میں اس وقت تک نہیں مانتا کہ تم واقعتاً اپنے خاوند سے محبت کرتی ہو جب تک کہ میں یہ نہ دیکھ لوں کہ یہ محبت کیسی ہے؟ اس کا وزن کتنا ہے؟ اس کا رنگ کیسا ہے؟ یہ کتنی لمبی اور کتنی چوڑی ہے؟'' خاتون نے کہا: ''محبت تو موجود ہے، البتہ ہم اس کی کیفیت نہیں پا سکتے'' فضیلۃ الشیخ نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی مثال کہیں بلند ہے، ہم اس پر ایمان ضرور لاتے ہیں، لیکن ہمارا علم اس کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ زندگی میں کتنی چیزیں ایسی ہیں جنہیں ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن ان کی حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ یہ جو ہمیں نیند آتی ہے ہمیں خبر نہیں یہ کیسی ہوتی ہے؟ یہ کیسے پیدا ہوتی ہے؟ اسی طرح بیداری اور خوشی و مسرت کی حقیقت سے بھی ہم ناواقف ہیں، بلکہ لوگوں کی بڑی اکثریت کو خبر ہی نہیں کہ بجلی کی کیا حقیقت ہے؟ حالانکہ وہ بجلی کو تسلیم کرتے ہیں، اور یہی حال بہت سارے معاملات کا ہے۔'']

عقلی ونقلی دلائل سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی مخلوق سے ہر اعتبار سے مختلف ہے۔ اس کا لازمی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات بھی مخلوق سے مختلف ہوں۔ تمام مخلوق ناقص صفات رکھتی ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کامل ومکمل صفات کے مالک ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے پوری تفصیلات سے ہمیں آگاہ کیا ہے۔ جن صفات کمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اور رسول اللہ ﷺ نے سنت میں ذات ربانی کو موصوف کیا ہے اس پر

ہم ایمان لاتے ہیں، البتہ ان صفات کی حقیقت و کیفیت کے بارے میں سوال نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ [الشوری: ۱۱]

''کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں ہے، اور وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

اس کی ذات ''سمیع'' ہے اور ''بصیر'' ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا سننا مخلوقات کے سننے کی طرح نہیں ہو سکتا اور اس کا دیکھنا بھی مخلوقات کے دیکھنے کی طرح نہیں ہو سکتا۔ ہم اس کی حقیقت کا علم بھی نہیں پا سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بڑی اور بہت بلند ہے۔

عقل و تصور کی حدود:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عنایت کی ہے۔ اسی عقل کے ذریعے وہ بہت ساری باتوں کو سمجھ لیتا ہے، اسی کے طفیل حق و باطل کی تمیز کرتا ہے، نفع و نقصان پہچانتا ہے اور انسان کی شرعی ذمہ داریاں عقل ہی کی بنیاد پر ہیں۔ جو عقل سے محروم ہو جائے اس کا حساب کتاب نہیں لکھا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے عقل کو بہت ساری صلاحیتوں سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوت تصور عطا کی ہے، اس کے ذریعے وہ بہت ساری چیزوں کو سمجھ لیتا ہے۔ اس قوت تصور کے بل بوتے پر اپنے معاملات کو مرتب کرتا ہے اور مستقبل کے بارے میں سوچتا ہے۔ لیکن قوت تصور ہے بہت کمزور اور بہت محدود۔ مثلاً کسی شہر کا نقشہ تمہارے سامنے بیان کیا جائے، تمہیں کچھ چیزیں ضرور سمجھ آ جائیں گی اور ان چیزوں کا ایک تصور بھی تمہارے دماغ میں آ جائے گا، لیکن جب کھلی آنکھوں سے اس شہر کو دیکھو گے تو محسوس ہوگا کہ جو کچھ تم نے سوچ رکھا تھا یہ اس شہر سے کہیں مختلف ہے۔

مثلاً ایک شخص دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، یہ بات تو تمہیں سمجھ آ گئی کہ کسی آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے، لیکن تم اپنے تصور سے یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ دراصل دروازے پر کون ہے؟ وہ کتنا لمبا ہے؟ کتنا چوڑا ہے؟ اس کا رنگ کیسا ہے اس کا جسم کیا ہے؟ دروازے کی رکاوٹ کے باوجود تمہاری عقل نے یہ تو جان لیا کہ کوئی آدمی دروازے پر ہے اور اس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے، البتہ دروازے کی اوٹ کی وجہ سے تصور یہ فیصلہ کرنے میں ناکام رہا کہ دروازے پر موجود شخصیت کس قسم کی ہے؟

اللہ تعالیٰ کی مثال تو بڑی عظیم ہے، چنانچہ عقل اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرتی ہے، البتہ قوت تصور اس ذات کی

حقیقت کو نہیں پا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ [الشوریٰ: ۱۱]

''کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں، وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

اسماءِ حسنیٰ:

سارے اچھے نام اللہ کے ہیں، اس کے ننانوے نام ہیں، جو ان ناموں کی حفاظت کرلے جنت میں جائے گا۔ اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے نام ہیں اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۖ ﴾ [الاعراف: ۱۸۰]

''اللہ تعالیٰ کے سارے اچھے نام ہیں، پس اس کو اچھے ہی ناموں سے پکارو۔''

بعض اسماء حسنیٰ یہ ہیں:

الواحِد، الأحد، الصَّمد، القيُّوم ، الخالِق، المُصَوِّر، الرَّحمٰن، الرَّحيم، اللَّطيف، الرَّزَّاق، الوَاسِع، العَظِيم، العَزِيز، الحَكِيم، العَلِيم، الحَافِظ، الهَادِی، المحيِی، المُمِيتُ، الوَارِث

[الواحِد: اکیلا۔ الأحد۔ تنہا

الصَّمد: بے نیاز۔ القيُّوم: کائنات کو سنبھالنے والا۔

الخالِق: پیدا کرنے والا۔ المُصَوِّر: نقش و صورت بنانے والا۔

الرَّحمٰن: انتہائی رحمت کرنے والا۔ الرَّحيم: مسلسل رحمت کرنے والا۔

اللَّطيف: لطف، نرمی اور مہربانی کرنے والا۔ الرَّزَّاق: رزق رسانی کرنے والا۔

الوَاسِع: فراخی اور دسترس والا۔ العَظِيم: عظمت و بڑائی والا۔

العَزِيز: زبردست و غالب۔ الحَكِيم: سراپا حکمت و دانائی رکھنے والا۔

العَلِيم: ہر چیز کا اچھی طرح علم رکھنے والا۔ الحَافِظ: حفاظت و نگہداشت کرنے والا۔

الهَادِی: راہنمائی اور ہدایت کرنے والا۔ المحيِی: زندگی عطا کرنے والا۔

المميت : موت دینے والا۔ الوَارِث : وراثت پانے والا۔]

۱۴۲۴/۳/۱۲ھ

س:...... وہ کون کون سے اعمال ہیں، جن کو کرنے سے مسلمان کے دل میں گناہ سے نفرت پیدا ہو جائے اور نیکی سے محبت ہو جائے؟ (قاسم بن سرور)

ج:...... ساٹھ یا ستر سے چند اوپر چیزیں انسان میں پیدا ہو جائیں تو اسے نیکی میں سرور اور بدی سے نفرت حاصل ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّونَ شُعْبَةً۔ [1] وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ بِضْعٌ وَّسَبْعُونَ شُعْبَةً)) [2] ''ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں اور مسلم میں ہے ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔''

[ایمان کی شاخوں کی تین اقسام ہیں:

(۱)...... دل کے کام (۲)...... زبان کے کام (۳)...... بدن کے کام

دل کے اعمال میں ایمان کی (۲۴) شاخیں ہیں۔

۱۔ اللہ پر ایمان لانا
۲۔ اللہ کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا
۳۔ تقدیر پر ایمان لانا
۴۔ آخرت کے دن پر ایمان لانا
۵۔ اللہ کی محبت
۶۔ اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے نفرت
۷۔ نبی ﷺ کی محبت
۸۔ نبی ﷺ کی تعظیم
۹۔ آپ ﷺ کی سنت کی پیروی
۱۰۔ اخلاص
۱۱۔ توبہ
۱۲۔ خوف
۱۳۔ امید
۱۴۔ شکر
۱۵۔ وفاء
۱۶۔ صبر
۱۷۔ رضا
۱۸۔ توکل
۱۹۔ رحمت
۲۰۔ تواضع
۲۱۔ تکبر کو چھوڑنا
۲۲۔ حسد کو چھوڑنا
۲۳۔ غضب کو چھوڑنا
۲۴۔ کینہ کو چھوڑنا

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الايمان، باب أمور الايمان۔

[2] صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان عدد شعب الايمان و أفضلها وأدناها وفضيلة الحياء

زبان کے اعمال کا تعلق ایمان کی سات شاخوں سے ہے:

۱۔ توحید کا اقرار ۲۔ تلاوت قرآن ۳۔ علم کو سیکھنا

۴۔ علم کو سکھانا ۵۔ دعا ۶۔ ذکر و استغفار

۷۔ بے ہودہ کلام سے بچنا

بدن کے اعمال کا تعلق ایمان کی (۳۸) شاخوں سے ہے۔ ان میں سے کچھ کا تعلق اعیان سے ہے اور وہ (۱۵) ہیں۔

۱۔ حسی اور حکمی طہارت ۲۔ ستر کو ڈھانپنا

۳۔ فرض و نفل نماز ۴۔ زکوۃ

۵۔ گردنوں کو آزاد کرنا ۶۔ سخاوت

۷۔ فرض و نفل روزہ ۸۔ حج و عمرہ

۹۔ طواف ۱۰۔ اعتکاف

۱۱۔ لیلۃ القدر کو تلاش کرنا ۱۲۔ دین کے لیے ہجرت

۱۳۔ نذر کو پورا کرنا ۱۴۔ قسموں میں کوشش کرنا ۱۵۔ کفارہ کو ادا کرنا

کچھ کا تعلق بالتبع ہے اور وہ چھ شاخیں ہیں:

۱۔ نکاح کے ساتھ پاک دامنی اختیار کرنا۔ ۲۔ اہل و عیال کے حقوق ادا کرنا۔

۳۔ والدین سے نیکی کرنا۔ ۴۔ اولاد کی تربیت کرنا۔

۵۔ صلہ رحمی کرنا۔ ۶۔ بڑوں کی اطاعت یا غلاموں سے نرمی کرنا۔

کچھ کا تعلق عوام سے ہے اور یہ سترہ (۱۷) شاخیں ہیں:

۱۔ عدل کے ساتھ امارت کا قیام۔ ۲۔ جماعت کی متابعت۔

۳۔ اہل امر کی اطاعت۔ ۴۔ لوگوں کے درمیان اصلاح کرانا۔

۵۔ نیکی پر تعاون۔ ۶۔ حدود کو قائم کرنا۔

۷۔ جہاد ۸۔ امانت کو ادا کرنا۔

۹۔ قرض کو ادا کرنا۔ ۱۰۔ ہمسایہ کا احترام کرنا۔

۱۱۔ معاملات کا بہتر بنانا۔ ۱۲۔ مال کو فضول خرچی کے بغیر خرچ کرنا۔

۱۳۔ سلام کا جواب دینا۔ ۱۴۔ چھینک کا جواب دینا۔

۱۵۔ لوگوں سے تکلیف کو دور کرنا۔ ۱۶۔ فضول اور بے ہودہ کاموں سے پرہیز کرنا۔

۱۷۔ راستہ سے تکلیف کو ہٹانا۔ ان کا مجموعہ ۶۹ بن جاتا ہے۔] ❶ ۱٦ / ۱ / ۱٤۲۳ھ

[ایمان کی 77 شاخوں کی تفصیل]

اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ﴾[النسآء: ۱۳٦]

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان لاؤ اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہے۔''

نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان باللہ سب اعمال سے افضل ہے۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں، سب سے اعلیٰ شاخ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی ہے اور سب سے ادنیٰ لوگوں کے راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا ہے۔ (بخاری)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے دریافت فرمایا: ''ایمان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں، تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر ایمان رکھنا۔

مندرجہ بالا آیات واحادیث میں ایمان کی چار بڑی شاخوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایمان کیا چیز ہے؟ ایمان کا مطلب ہے کہ دل سے کسی چیز کو اٹل حقیقت مان لینا اور اس میں کسی قسم کا شک اور تردد نہ ہونا اور یہ پختہ عقیدہ ہو کہ اس دینی سچائی پر عمل میں ہی نجات ہے۔ اسے تسلیم نہ کرنے سے کفر لازم آتا ہے۔ اَلْإِيْمَانُ يَزِيْدُ وَ يَنْقُصُ کہ ایمان میں کمی بیشی (اعمال کے مطابق) ہوتی رہتی ہے۔ ایمان کی تشریح علمائے سلف نے یوں کی ہے۔ اقرار باللسان، تصدیق بالقلب وعمل بالجوارح۔ زبان سے اقرار، دل کے ساتھ تصدیق اور اعضاء کے ذریعہ عمل۔ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے ترجیح صالح اعمال کو دے کر پھر انہیں

❶ فتح الباری/کتاب الایمان، ج: ۱

مزید احکام سنائے گئے ہیں۔مثلاً ﴿ یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ﴾ ''اے ایمان والو! ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لیے تیار رہو۔(آل عمران:۲۰۰)'' پختہ ایمان کے لیے اعمال صالح کا ہونا ازبس لازم ہے۔ چنانچہ ہم ایمان کی باقی شاخوں کی فہرست دے رہے ہیں کہ اہل ایمان ان کو ازبر کر کے اپنے لیے زیادہ سے زیادہ اعمال صالح کا توشہ آخرت تیار کرلیں۔

فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق جب تک آدمی ان پانچ باتوں پر ایمان نہ لائے اس وقت تک وہ ایماندار ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ یہ کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں اور میں یعنی محمد ﷺ اللہ کا رسول ہوں اور اللہ نے حق دے کر مجھے بھیجا ہے۔موت پر ایمان، مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر ایمان رکھے، تقدیر پر ایمان لائے۔(ترمذی)

۶۔ قیامت پر ایمان ۔ ۷۔ مرنے کے بعد دوبارہ جی اُٹھنا۔ ۸۔حشر پر ایمان۔ ۹۔مومنوں کے جنتی اور کافروں کے جہنمی ہونے پر ایمان۔ ۱۰۔اللہ کی محبت سب سے زیادہ پیدا کرنا۔ ۱۱۔سب سے زیادہ اللہ کا ڈر اختیار کرنا۔ ۱۲۔حسن ظن باللہ یعنی اللہ سے نیک اُمید رکھنا۔ ۱۳۔اللہ پر توکل۔ ۱۴۔رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب مخلوق اور اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرنا۔ ۱۵۔رسول اللہ ﷺ کی عزت و تعظیم فرض سمجھنا۔ ۱۶۔دین اسلام پر ثابت قدمی۔ ۱۷۔شرعی علم کا حصول فرض ماننا۔ ۱۸۔دین کی دعوت و تبلیغ۔ ۱۹۔قرآن کی عزت و تکریم، اسے الٰہی کلام سمجھنا اور اس پر عمل کرنا۔ ۲۰۔عقیدہ شرک و بدعات سے پاک اور کپڑے، جسم، مکان سب پاک رکھنا فرض ہے۔ ۲۱۔قتال فی سبیل اللہ۔ ۲۲۔ جہاد کی تیاری۔ ۲۳۔دورانِ جہاد ثابت قدمی دکھانا۔ ۲۴۔غنیمت سے پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرانا۔ ۲۵۔نماز پنجگانہ پر پابندی، ایک نماز بھی چھوڑنا کفر سمجھنا۔ ۲۶۔زکوٰۃ کی ہر سال ادائیگی اور اس سے انکار کفر سمجھنا۔ ۲۷۔رمضان کے روزے رکھنا۔ ۲۸۔اعتکاف اعلیٰ درجے کی سنت مؤکدہ ہے جو کہ رمضان اور غیر رمضان دونوں میں ہوتی ہے۔ ۲۹۔حج کرنا۔ ۳۰۔غلام کو آزاد کرنا۔ ۳۱۔کفارہ ادا کرنا، کسی غلطی گناہ کا فدیہ یا کفارہ ادا کرنا مثلاً قتل، ظہار، قسم، روزے کی حالت میں جماع۔ ۳۲۔نذر اور وعدے کو پورا کرنا۔ ۳۳۔اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا۔ ۳۴۔زبان اور شرمگاہ کی حفاظت۔ ۳۵۔امانت ادا کرنا فرض اور ایمان کا حصہ ہے۔ ۳۶۔مسلمان کے قتل سے بچنا اور تکلیف نہ پہنچانا۔ ۳۷۔زنا سے بچنا۔ ۳۸۔حرام سے بچنا۔ ۳۹۔حلال روزی کا اہتمام کرنا۔ ۴۰۔مردوں کے لیے ریشمی لباس اور سونے چاندی کے برتنوں سے بچنا۔ ۴۱۔لہو ولعب سے بچنا۔ ۴۲۔میانہ روی اختیار کرنا۔ ۴۳۔حسد مکر و فریب، جھوٹ، بغض سے بچنا۔ ۴۴۔مسلمان کی بے عزتی، تہمت، بہتان سے بچنا۔ ۴۵۔اخلاص اختیار کرنا، ریاکاری سے بچنا۔ ۴۶۔نیکی پر خوش اور برائی پر ناراض ہونا۔ ۴۷۔توبہ کرتے رہنا۔ ۴۸۔عید الاضحیٰ اور حج کے موقع پر قربانی

کرنا۔۴۹۔مسلمان حاکم کی اطاعت کرنا بشرطیکہ اس کا حکم خلاف شرع نہ ہو۔۵۰۔جماعت اسلام سے وابستہ رہنا۔۵۱۔لوگوں میں عدل وانصاف کرنا۔۵۲۔نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔۵۳۔نیکی کے کاموں پر مدد اور برائی میں تعاون نہ کرنا۔۵۴۔شرم وحیاء۔۵۵۔والدین کی خدمت کر کے جنت لینا۔۵۶۔صلہ رحمی۔۵۷۔حسن خلق، تواضع وانکساری۔۵۸۔غلاموں اور نوکروں سے اچھا سلوک۔۵۹۔سرپرست اور مالک کی فرمانبرداری۔ ۶۰۔بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا اور ان کی تعلیم وتربیت ونان نفقہ کا انتظام۔۶۱۔مومنوں سے میل جول اور محبت رکھنا۔۶۲۔سلام کہنا اور سلام کا جواب دینا۔۶۳۔بیماروں کی بیمار پرسی، جنازے میں شرکت، خیر خواہی۔۶۴۔ کافروں اور مشرکوں سے علیحدگی اختیار کرنا اور ان سے دوستی ہرگز نہ کرنا۔۶۵۔پڑوسی کی عزت کرنا اور اس کی عصمت کی حفاظت کرنا۔۶۷۔مہمان نوازی کرنا۔۶۸۔مسلمان کی پردہ پوشی کرنا۔۶۹۔مصیبت پر صبر اور ناجائز خواہش سے نفس کو روکنا۔۷۰۔دنیا سے بے رغبتی اور اُمیدوں کو کم کرنا۔۷۱۔غیرت مند ہونا اور دیوثی سے بچنا۔۷۲۔فضول ولغو کاموں سے بچنا۔۷۳۔سخاوت کرنا اور بخل سے بچنا۔۷۴۔بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت۔۷۵۔آپس میں صلح جوئی سے رہنا اور صلح کروانا۔۷۶۔مسلمان کی چھینک کا جواب دینا۔۷۷۔تکلیف دہ چیزوں کو راستہ سے ہٹانا۔ (شعب الایمان، بیہقی)

س:……کیا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ کیونکہ یہاں ہر چند لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔اور مندرجہ ذیل حدیث پیش کرتے ہیں:

''نسائی میں عکرمہ کی روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ((أَتَعْجَبُوْنَ أَنْ تَكُوْنَ الْخُلَّةُ لِإِبْرَاهِيْمَ وَالْكَلَامُ لِمُوْسٰى وَالرُّؤْيَةُ لِمُحَمَّدٍ ـ)) ''کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے خلیل بنایا۔موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے سرفراز کیا اور محمد ﷺ کو رؤیت کا شرف بخشا۔'' [1] (محمد حسین بن عبد الصمد ابراہیم)

ج:…… یہ رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں ہے۔عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رؤیت بالفؤاد والقلب کے قائل ہیں۔اس روایت……رَأَيْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ……کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس رؤیت سے مراد رؤیت قلبی ہے، جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس حدیث کے راوی فرماتے ہیں:'' بفؤاده ''اور ایک روایت میں ہے:'' بقلبه '' کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو فواد وقلب کے ساتھ دیکھا ہے۔ [2] لہٰذا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی اس روایت اور آیت کریمہ: ﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ

[1] مستدرك حاكم، ج: ١، ص: ١٣٣، سنن نسائى الكبرىٰ، ج: ٦، ص: ٤٧٢، كتاب التفسير قوله تعالىٰ ما كذب الفؤاد مارأى

[2] مسلم / كتاب الايمان / باب معنى قول الله عزوجل ولقد راه نزلة اخرى، ج: ١

وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ﴾[الأنعام: ١٠٣][''اسے کوئی نگاہ نہیں پا سکتی اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے۔''] میں کوئی منافاۃ نہیں۔

حافظ ابن کثیر......رحمہ اللہ العلیم الخبیر......سورۂ نجم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

((وفي رواية عنه أنه أطلق الرؤية ، وهي محمولة على المقيدة بالفؤاد ، ومن روى عنه بالبصر فقد أغرب ، فإنه لا يصح في ذلك شيء عن الصحابة رضی اللہ عنہم وقول البغوي في تفسيره: وذهب جماعة إلى أنه رآى بعينه ، وهو قول أنس والحسن وعكرمه۔ فيه نظر ،والله أعلم))

[''ابن عباس فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کو دو دفعہ دیکھا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھنے کو مطلق رکھا ہے۔ اس مطلق کو بھی مقید پر محمول کیا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے دیکھا، جن لوگوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا۔ انہوں نے ایک غریب قول کہا ہے، اس لیے کہ صحابہ سے اس بارے میں کوئی چیز صحت کے ساتھ مروی نہیں۔ امام بغوی فرماتے ہیں ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، جیسے: انس اور حسن اور عکرمہ۔ ان کے اس قول میں نظر ہے۔''

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: (امی) کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ''تیری اس بات پر تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ تین باتیں کیا تو سمجھ نہیں سکتا جو شخص تجھ سے وہ بیان کرے وہ جھوٹا ہے۔ جو شخص تجھ سے یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا تھا۔ اس نے جھوٹ بولا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: ﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝ ﴾ [انعام: ١٠٣] ﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۝ ﴾ [الشوریٰ: ٥١] اور جو شخص تجھ سے یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل کو ہونے والی بات جانتے تھے اس نے بھی جھوٹ بولا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۝ ﴾ [لقمان: ٣٥] اور جو شخص تجھ سے یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے کچھ چھپا رکھا وہ بھی جھوٹا ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: ﴿ يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط ﴾ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دوبارہ دیکھا تھا۔'' [1]

---

[1] بخاري / كتاب التفسير / سورة النجم ح: ٤٨٥٥ ، مسلم / كتاب الايمان / باب معنى قول الله (وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى) ح: ١٧٧

شعبی کہتے ہیں کہ عرفات میں کعب رضی اللہ عنہ کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی اور ان سے کوئی بات پوچھی۔ پھر کعب نے اتنے زور سے اللہ اکبر کہا کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم بنو ہاشم ہیں (یعنی ہم پر اتنا غصہ نہ کیجیے) کعب رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور کلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام میں تقسیم کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دو بار کلام کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ مسروق کہتے ہیں کہ پھر میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر پوچھا کہ: ''کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟'' انہوں نے جواب دیا کہ: ''تم نے ایسی بات کہی، جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔'' میں نے کہا: ذرا سوچ لیجیے۔ پھر میں نے یہ آیت پڑھی: ﴿ لَقَدْ رَاٰی مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ۝ ﴾ (النجم: ۱۸) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے کہنے لگیں: ''تیری عقل کہاں گئی؟ وہ تو جبریل علیہ السلام تھے، جو شخص تجھے یہ بتائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یا کچھ حصہ چھپایا، جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا یا وہ باتیں جانتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ط ﴾ (لقمان: ۳۵) میں بتائیں اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو اس کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا۔ ایک دفعہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک دفعہ (مکہ کے محل) جیاد میں۔ اس کے چھ سو (۶۰۰) پر تھے۔ اور اس نے آسمان کے کناروں کو ڈھانپ لیا تھا۔'' ❶ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی: ﴿ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝ ﴾ اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل (کی آنکھ) سے دیکھا تھا۔'' [ترمذی / ابواب التفسیر]

سیّدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''وہ تو نور ہے، میں اسے کہاں سے دیکھ سکتا ہوں؟'' ❷

ان آیات واحادیث سے وضاحت ہوگئی کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں ان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا اور عالم آخرت میں اہل جنت کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا صراحت کے ساتھ احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔]

۱۷ / ۱۰ / ۱۴۲۲ھ

س:......کیا فرشتے نوری مخلوق ہیں یا نہیں؟ (عبدالغفور، شاہدرہ لاہور)

ج:......جی ہاں! صحیح مسلم کی حدیث میں تصریح موجود ہے۔

[((عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ۔)) ''فرشتے نور سے پیدا کیے گئے اور جن آگ کے شعلہ سے

❶ ترمذی / ابواب التفسیر / باب ومن سورة النجم، ح: ۳۲۷۸

❷ مسلم / کتاب الایمان / باب فی قوله علیه السلام / نور أنى أراه ترمذی / ابواب التفسیر / ح: ۱۷۸

اور آدم کو اس چیز سے جو تمہیں بتا دی گئی ہے۔ (یعنی مٹی سے۔)'' ❶

س: ......کیا بشر انسان کا مقام یعنی فضیلت فرشتوں سے اعلیٰ ہے یا کہ فرشتوں کا مقام فضیلت انسان سے اعلیٰ ہے؟

(عبدالغفور ولد عبدالحق، شاہدرہ)

ج: ......بعض انسان بعض فرشتوں سے افضل ہیں اور بعض فرشتے بعض انسانوں سے افضل ہیں۔ تفصیل کسی مطول کتاب میں دیکھ لیں۔ ۹ / ۴ / ۱۴۲۱ھ

س: ......قرآنِ مجید میں ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ط يُضِلُّ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ہدایت اور گمراہی دونوں اللہ کے اختیار میں ہیں۔ تو انسان قصوروار کیوں؟ (حافظ محمد فاروق تبسم)

ج: ......آپ سوال میں لکھتے ہیں، قرآنِ مجید میں ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ط يُضِلُّ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ قرآنِ مجید میں ارشادِ ربانی ان الفاظ کے ساتھ مجھے تو نہیں ملا۔ آپ برائے مہربانی ذرا سورت اور آیت نمبر کی نشاندہی فرما دیں۔ بڑی نوازش ہوگی۔

سوال یہ بنایا گیا ہے ''ہدایت اور گمراہی دونوں (اللہ تعالیٰ) کے اختیار میں ہیں تو انسان قصوروار کیوں؟'' تو جواباً عرض ہے قرآنِ مجید کی کئی ایک آیات میں بتایا گیا ہے کہ رزق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝ ﴾[الذاريات : ٥٨][''اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں توانائی والا اور زور آور ہے۔''] تو ان سوال کرنے والے صاحب سے آپ پوچھیں جب رزق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے رزق اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے تو پھر انسان رزق کی خاطر مارے مارے کیوں پھرتا ہے؟ دکان ڈالتا ہے، فیکٹری لگاتا ہے، مزدوری کرتا ہے، ملازمت اختیار کرتا ہے اور زراعت و کاشتکاری کرتا ہے۔ آخر یہ سارے اور ان کے علاوہ اور دھندے کیوں؟ جبکہ رزق اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے: ﴿ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ﴾[الحجر : ٢١][''اور جتنی بھی چیزیں ہیں، ان سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم ہر چیز کو اس کے مقررہ انداز سے اتارتے ہیں۔'']

پھر يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ اور يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ میں یہ نہیں کہ ہدایت اور ضلالت انسان کے بس اور اختیار میں نہیں، جیسا کہ سائل صاحب سمجھ رہے ہیں۔ صرف '' مَنْ يَّشَآءُ '' کے لفظ آئے ہیں، جس سے انسان کی مشیت، اس کے ارادے اور اختیار و قدرت کی نفی نہیں نکلتی۔ دیکھئے انسان کا کوئی کام بھی لے لیجئے۔ مثلاً: اس کا گھر سے نکل کر

❶ رواه مسلم ،، بحواله مشكوٰة / كتاب أحوال القيامة وبدء الخلق / باب بدء الخلق وذكر الأنبياء حديث : ٥٧٠١

مکان یا کارخانے یا دفتر میں جانا، اللہ تعالیٰ کی مشیت، اس کے ارادے اور اختیار و قدرت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَا تَشَآءُوْنَ إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ۝ ﴾[التكوير: ۲۹][''اور تم بغیر پروردگارِ عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔''] مگر اس سے آج تک کبھی کسی نے نہ سمجھا اور نہ کہا کہ میں گھر سے نکل کر دکان یا کارخانے یا دفتر اپنی مشیت، اپنے ارادے اور اختیار و قدرت کے بغیر گیا، کسی نے اس کو جبر قرار نہیں دیا۔ بالکل اسی طرح انسان کی ہدایت وضلالت والا معاملہ کہ اس کی ہدایت وضلالت اس کے اپنے ارادے اور اختیار وقدرت سے ہے، باقی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے انسان کی ہدایت وضلالت کے ساتھ تعلق سے انسان کے ارادے اور اختیار وقدرت کی نفی نہیں نکلتی اور نہ ہی اس سے جبر لازم آتا ہے، اوپر والی مثال پر غور فرمالیں۔

پھر يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ اور يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ کو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیات میں واضح فرمادیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ إِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝ ﴾[الشورى: ۱۳][''اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بناتا ہے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے، وہ اس کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔''] ایک اور مقام پر ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ أَحْسَنَهٗ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَأُولٰٓئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝ ﴾[الزمر: ۱۸][''جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں، پھر جو بہترین بات ہو، اس کا اتباع کرتے ہیں یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقلمند بھی ہیں۔''] ایک اور مقام پر ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط ﴾[العنكبوت: ۶۹][''اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھادیں گے۔''] ایک اور مقام پر ہے: '' وَيَهْدِيْٓ إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ '' ایک اور مقام پر ہے: '' وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظَّالِمِيْنَ '' ایک اور مقام پر ہے: '' وَ مَا يُضِلُّ بِهٖٓ إِلَّا الْفَاسِقِيْنَ '' ایک اور مقام پر ہے: '' وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ '' سائل صاحب نے سوال کیا کہ انسان قصوروار کیوں؟ تو جنابِ محترم! انسان قصوروار اس لیے کہ اس نے اپنی مشیت، اپنے ارادے اور اختیار سے بلا جبر واکراہ اپنے ظلم وفسق کی بنا پر ضلالت وگمراہی کو اختیار کیا اور اپنایا۔ واللہ اعلم۔

۲۸ / ۴ / ۱۴۲۱ھ

س:...... جاہلیت اور کفر، شرک اور بدعت کیا ہے۔ وضاحت فرمائیں؟ (محمد حسین، کراچی)

ج:...... انسان کے دائرۂ اسلام وایمان میں داخل ہونے سے پہلے کی حالت جاہلیت ہے۔ نیز جاہل ہونا یا جاہل کی طرف منسوب ہونا جاہلیت کہلاتا ہے۔ قرآنِ مجید کی کسی آیت یا کسی آیت کے حصے یا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کی کسی حدیث وسنت یا کسی حدیث وسنت کے حصے یا دیگر ایمانیات و دینیات سے کسی چیز کا انکار یا

ارکانِ اسلام سے کسی رکن کا ترک یا کفار کی امتیازی خصوصیات سے کسی امتیازی خصوصیت کا ارتکاب کفر ہے، پھر کفر کا لفظ دون کفر کے معنی میں ہر معصیت وگناہ پر بھی بولا جاتا ہے۔خصوصاً کبائر پر۔شرک واشراک اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنانا، خواہ ذات میں ہو، خواہ اسماء وصفات میں۔خواہ عبادت واطاعت میں ہو، خواہ حکم و تصرف میں۔خواہ کسی اور چیز میں۔بدعت کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ [1] وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ)) [2] ''دین میں ہرنئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔'' ١٧ / ١٠ / ١٤٢٢هـ

س: ......یارسول اللہ کہنے میں کیا شرک ہے، جبکہ قرآنِ مجید میں يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ آیا ہے؟

(محمد شکیل، فورٹ عباس)

ج: ......اصل مسئلہ ہے: ﴿ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَآئَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿14﴾ ﴾[فاطر: ٣٥ ـ ١٤] ''اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریادرسی نہیں کریں گے۔بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔آپ کو کوئی بھی حق تعالیٰ جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔''

﴿ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿20﴾ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿21﴾ ﴾[النحل: ١٦ / ٢٠ ـ ٢١] ''اور جن جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں، مردے ہیں، زندہ نہیں، انہیں تو یہ بھی شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔'' ١٢ / ١٠ / ١٤٢١هـ

س: ...... (١) موجودہ دور کے فرقوں شیعہ (خمینی کے نظریات کے حامل) بریلوی (احمد رضا خان بریلوی کے نظریات کے حامل) دیوبندی (محمد قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، زکریا کاندھلوی، تبلیغی نصاب کے مصنف کے نظریات کے حامل) اہل حدیث (میاں نذیر احمد دہلوی، عبدالقادر جیلانی، شاہ ولی اللہ کے نظریات کے حامل) مرزائی (مرزا غلام احمد قادیانی کے نظریات کے حامل) کو آپ کافر ومشرک مانتے ہیں یا مسلم؟

(٢) ایک ہندو کو مسلمان کرتے وقت عہد لیا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسری ہستی پوجا کے لائق نہیں، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔اب اگر وہ ہندو زبانی عبادت اس طرح شروع کر دے کہ یا کرشن مدد کر، یا علی مدد فرماؤ۔

---

[1] مسلم / الجمعة / باب تخفيف الصلاة والخطبة ،حديث: ٨٦٨ [2] نسائی / كتاب الجمعه / باب كيفية الخطبة

تو وہ ان ہستیوں کو الٰہ مان کر ان کی عبادت کرتا ہے۔اس طرح پھر وہ اپنے مذہب کی طرف عہد توڑ کر لوٹ جاتا ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو کر کافر و مشرک بن جاتا ہے۔کیا موجودہ فرقے شیعہ، بریلوی اور دوسرے ان کو مسلمان ماننے والے کافر و مشرک نہیں ہوتے؟

۳۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ان فرقوں میں صحیح العقیدہ لوگ بھی ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔تو بتائیں کہ شیعہ میں کون سا گروہ یا عالم ایسا گزرا ہے جو صحیح العقیدہ تھا یا موجودہ دور میں موجود ہے۔اسی طرح بریلوی دیوبندی اور اہل حدیث کے صرف ایک ایک گروہ یا عالم کا نام لکھ دیں؟

۴۔ بقول آپ کے درود نبی ﷺ کے حضور پیش ہوتا ہے، درود ایک عبادت ہے۔دعائیہ عمل ہے، سورۂ الشوریٰ آیت نمبر:۵۳ کے تحت تمام امور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔درود پڑھتے وقت بھی ہم دعا اللہ کے حضور کرتے ہیں کہ اے اللہ! محمد ﷺ پر رحمتیں نازل فرما۔تو فرشتے ہماری اس دعا کو اللہ کی بارگاہ کی بجائے رسول ﷺ کے حضور کیوں پیش کرتے ہیں؟ کیا وہ (فرشتے) عربی سے ناواقف ہیں یا آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ کچھ اعمال نبی ﷺ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور کچھ اللہ کے حضور یا آپ نبی ﷺ کو معبود سمجھ کر ان کے حضور اعمال پیش ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں؟

۵۔ فتاویٰ نذیریہ صفحہ نمبر:۷۰۶، حصہ اول، مطبوعہ اہل حدیث اکادمی، لاہور۔میں میاں نذیر دہلوی لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ: ''قبر پر پڑھا جانے والا دُرود میں خود سنتا ہوں۔'' [1] [''یہ حدیث سنداً صحیح نہیں۔محمد بن مروان سدی صغیر متروک ہے۔''] اس حدیث کو وہ صحیح مان کر کہتے ہیں کہ نبی ﷺ قبر پر پڑھا جانے والا درود سنتے ہیں اس طرح سماع موتی کا عقیدہ رکھنے والے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے اسے رحمۃ اللہ علیہ کہیں گے یا نہیں؟ اسی طرح وحید الزمان صاحب (اہل حدیث کے پیشوا حافظ ابن قیم نے صراحتاً سماع موتی کو ثابت کیا ہے اور بے شمار حدیثوں سے، جن کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے، مردوں کا سماع ثابت ہوتا ہے اور سلف کا اس پر اجماع ہے۔صرف عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا انکار منقول ہے اور ان کا قول شاذ ہے۔جیسے معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول کہ معراج ایک خواب تھا۔) ایسے سماع موتی کے اقراری علماء کے بارے میں بتائیں کہ کیا آپ ان کے نظریات سے متفق ہیں یا انہیں قرآن وحدیث کا انکار کرنے والے مانتے ہیں؟

القرآن:......

''آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔'' [النحل: ۸۰]

---

[1] تفسیر ابن کثیر، پ: ۲۲، سورۂ أحزاب

''اللہ جسے چاہتا ہے، سنواتا ہے، مگر (اے نبی!) آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔''

[فاطر : ٢٢]

''یعنی اس شخص سے زیادہ گمراہ اور کون ہے جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو آواز دے۔ حالانکہ وہ قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔ وہ تو ان کی پکار ہی سے غافل ہیں۔'' [الاحقاف : ٦ ، ٥] سماع موتی کا عقیدہ رکھنے سے درج بالا قرآنی آیات کا انکار ہو جائے گا۔

☆ نبی ﷺ نے فرمایا کہ: تم دونوں مجھے رات بھر گھماتے پھراتے رہے...... میں جبریل ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں۔ ذرا اپنا سر اوپر تو اٹھایئے۔ میں نے اپنا سر اٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اوپر بادل سا دیکھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ آپ کا مقام ہے۔ میں نے (نبی ﷺ) نے کہا مجھے چھوڑ دو۔ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں۔ ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے، جس کو آپ نے پورا نہیں کیا ہے۔ اگر آپ ﷺ اس کو پورا کر لیں تو اپنے اس گھر میں آ جائیں۔ صحیح بخاری جلد اول، صفحہ نمبر: ١٨٥ مطبوعۃ دہلی بقول آپ کے نبی ﷺ مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں، لیکن بخاری صفحہ نمبر: ٦٤٠، ٥١٧ میں درج ہے کہ نبی کی وفات کے موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! نبی کی وفات نہیں ہوئی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! میرے ذہن میں یہی بات آئی اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور زندہ کرے گا...... پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے...... اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اللہ آپ کو دو موتوں کا مزہ نہ چکھائے گا۔، پھر وہ باہر نکل گئے اور عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے قسم کھانے والے! اتنی تیزی نہ کر...... حمد و ثناء کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سن رکھو تم میں سے جو محمد ﷺ کی بندگی کرتا تھا، اسے معلوم ہو کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں...... اس کے بعد سورۂ آل عمران آیت: ١٤٤ تلاوت فرمائی...... عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ! جس دم میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا تو گھٹنوں کے بل گر پڑا اور ایسا بے دم ہوا کہ میرے پاؤں مجھے سہارا نہ دے سکے، یہاں تک کہ میں زمین کی طرف جھک گیا۔ جس وقت مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اللہ کے نبی ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ ترجمہ عبارت صفحہ: ٥١٧، جلد اول، صفحہ ٦٤٠، جلد دوم، صحیح بخاری مطبوعہ دہلی۔ درج بالا دونوں حدیثوں کے مطابق آپ کا قول نہیں ہے، وضاحت کریں؟

القرآن:...... ''آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔'' [الزمر : ٣٠]

جب سارے صحابہ کا اجماع ہو گیا کہ نبی ﷺ کو موت آ چکی ہے اور قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ بھی نہیں

کیسے جائیں گے۔ تو آپ نبی ﷺ کو مدینہ والی قبر میں زندہ کہہ کر قرآن و حدیث کا کفر کیوں کرتے ہیں؟ کیا آپ صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ الزام لگانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے رسول کو زندہ درگور کیا؟

۷۔ قرآن میں دو زندگیوں اور دو موتوں کا ذکر ہے، پورے قرآن میں مرنے والے کو مردہ اور جان کی رمق نہ رکھنے والا قرار دیا گیا ہے آپ کے پاس تیسری زندگی کا کیا ثبوت ہے؟[النحل : ۲۱]

۸۔ صحیح مسلم، جلد دوم، صفحہ نمبر: ۱۳۵۔۳۶، مطبوعہ دہلی کی حدیث کے مطابق شہداء کی روحوں کو قبض ہونے کے بعد شہداء کی فرمائش کے باوجود دنیا میں نہیں لوٹایا گیا۔ اسی طرح قرآن میں بھی موت کے بعد روح لوٹائے جانے کا کوئی تصور نہیں۔ قرآن ہر انسان کو مردہ ہونے کے بعد بے شعور ہونے کا تصور پیش کرتا ہے۔ آپ کے پاس روح لوٹائے جانے کی کوئی دلیل ہے۔ اسے بحوالہ پیش کریں؟

۹۔ کسی تعویذ پہننے والے سے پوچھیں کہ اسے آپ نے کیوں پہنا ہے تو وہ بتاتا ہے کہ اس سے مجھے اولاد ملے گی، تکلیف دور ہوگی، اس کا پورا ایمان اس طرف ہوتا ہے کہ اب یہ تعویذ غائبانہ طور پر میری مدد کرے گا۔ اس طرح وہ اپنا الٰہ اپنے گلے میں لٹکائے پھرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی رہنمائی کرتا ہے کہ: ''جس نے تعویذ لٹکایا، اس نے شرک کیا۔'' (مسند احمد، ص:۱۵۶، جلد چہارم) اس میں نبی ﷺ نے قرآنی تعویذ یا غیر قرآنی تعویذ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ نہ ہی پوری زندگی آپ ﷺ نے کوئی تعویذ بتایا۔ آپ اس کو شرک کہتے ہیں یا بدعت؟

۱۰۔ ''اے نبی! اعلان فرما دیجیے کہ اگر میں نے تم لوگوں سے اسی دین پر معاوضہ مانگا تو وہ تمہارا ہی رہا میرا صلہ اور مزدوری تو اللہ کے ذمہ ہے۔ اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے۔'' [سورۂ سبا آیت نمبر: ۴۷] آپ کی جماعت بھی دینی اُمور پر اجرت لیتی ہے۔ آپ اس قرآنی آیت کو کس طرح بیان اور عمل کب کریں گے؟

(امجد حسین امجد، نوشہرہ ورکاں، ضلع گوجرانوالہ)

ج: ...... ۱۔ غلام احمد قادیانی اور اس کو نبی یا مجدد ماننے والے کافر ہیں۔ باقی جن گروہوں کا آپ نے تذکرہ فرمایا ان میں سے جن افراد میں کفر و شرک پایا جاتا ہے وہ کافر و مشرک ہیں اور جن افراد میں اسلام و توحید پائے جاتے ہیں وہ مسلم و موحد۔ آپ نے سوال میں جماعت المسلمین رجسٹرڈ کراچی والی کا ذکر نہیں فرمایا۔ جس کے امیر و بانی سید مسعود بی ایس سی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ آخر کیا وجہ ہے؟

۲۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو الٰہ مان کر اس کی عبادت و پوجا کرنے والا کافر و مشرک ہے، خواہ وہ اپنے آپ کو اہل حدیث و اہل سنت کہلائے، خواہ دیوبندی، خواہ بریلوی، خواہ شیعہ، خواہ جماعت المسلمین، خواہ تنظیم المسلمین

خواہ کچھ اور۔

۳۔ امام مسلم ہو، کافر یا مشرک نہ ہو تو اس کی اقتداء میں نماز درست ہے، خواہ وہ دیو بندی ہو، خواہ بریلوی، خواہ شیعہ خواہ کوئی اور۔ امام مسلم نہ ہو، کافر یا مشرک ہو تو اس کی اقتداء میں نماز درست نہیں۔ خواہ وہ اہل حدیث ہو، جماعت المسلمین ہو، خواہ کوئی اور۔ باقی رہی یہ بات کونسا امام مسلم ہے کافر یا مشرک نہیں اور کونسا امام کافر یا مشرک ہے مسلم نہیں یہ میرا کام نہیں یہ کسی کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے کا کام ہے۔

۴۔ آپ لکھتے ہیں: ''بقول آپ کے درود نبی ﷺ کے حضور پیش ہوتا ہے۔'' تو محترم آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا درود رسول کریم ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے۔ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان سناتے ہیں۔ چنانچہ ابوداود، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی میں ہے: ((عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيْهِ قُبِضَ، وَفِيْهِ النَّفْخَةُ، وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلاَةِ فِيْهِ فَإِنَّ صَلاَتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ۔ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلاَتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: بَلِيْتَ۔ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَآءِ)) [1] [''اوس بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے افضل دنوں میں سے جمعہ کا دن بھی ہے، اسی میں آدم کو پیدا کیا گیا اور اسی میں وہ فوت ہوئے اسی میں صور کی آواز اور بیہوش کن آواز ہوگی۔ پس تم اس دن میں مجھ پر درود کی کثرت کیا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔'' اوس رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگوں نے سوال کیا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ اوس نے کہا: اَرِمْتَ کا معنی بَلِيْتَ ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام حرام کر دیے ہیں۔''] شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح نسائی میں درج فرمایا ہے۔ دیکھیں: '' صحیح نسائی، کتاب الجمعة، باب اكثار الصلاة على النبى ﷺ يوم الجمعة، حديث نمبر: ۱۳۰۱ '' پھر اُمتیوں کے دُرود و سلام کے رسولِ کریم ﷺ پر پیش کیے جانے کا مطلب و مفہوم دوسری احادیث میں مذکور ہے۔ چنانچہ نسائی اور دارمی میں ہے: ((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ لِلّٰهِ مَلاَئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ أُمَّتِيَ السَّلاَمَ)) [''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کے فرشتے زمین میں چلتے

---

[1] ابن ماجة / كتاب الجنائز / باب ذكر وفاته ودفنه ﷺ، ابو داؤد، المجلد الأول / كتاب الصلوٰة / باب تفريع أبواب الجمعة، نسائى / كتاب الجمعة / باب إكثار الصلاة على النبى يوم الجمعة

ہیں مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔“] اس حدیث کو بھی شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح نسائی میں درج فرمایا ہے۔ دیکھیں: ” صحیح نسائی / باب السلام علی النبی ﷺ ، حدیث نمبر: ۱۲۱۵ “ نیز ابو داؤد اواخرج میں ہے: ((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قُبُوْرًا ، وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا ، وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ كُنْتُمْ))[”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ اور میری قبر کو میلہ مت بناؤ۔ اور مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ تم جہاں بھی ہو گے تمہارا درود مجھے پہنچے گا۔“] حدیث نمبر: ۲۰۴۲

تو دُرود و سلام کے رسول اللہ ﷺ پر پیش ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے خود ہی تشریح فرمادی کہ دُرود و سلام رسول اللہ ﷺ کو پہنچ جاتا ہے۔ دُرود و سلام بھیجنے والا امتی خواہ کہیں بھی ہو۔

میت کے لیے ہم دعائیں کرتے ہیں نمازِ جنازہ میں بھی اور نمازِ جنازہ کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً فوت شدہ مسلمانوں کے لیے دعائیں کی جاتی ہیں تو یہ دعائیں اللہ کے فضل و کرم سے ان کو پہنچتی ہیں۔ پھر ہم بذریعہ خط و کتابت یا بذریعہ دوست و احباب دوسروں کو سلام دعاء پہنچاتے رہتے ہیں تو یہ سلام دعاء بھی ان تک پہنچ جاتے ہیں۔ دیکھئے آپ اپنا یہ مکتوب جس میں آپ کا میری طرف سلام بھی درج ہے، مجھ پر پیش کیا تو وہ مجھ پر پیش ہو گیا ہے تو آپ غور فرمائیں اگر کوئی فرمائے: ”بقول آپ کے کسی بھائی یا دوست کو بھیجے ہوئے سلام دعاء اس پر پیش کیے جاتے ہیں تو اس کو پہنچ جاتے ہیں۔ دعاء و سلام ایک عبادت، دعائیہ عمل ہے سورۂ الشوریٰ آیت نمبر: ۵۳ کے تحت تمام امور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ دعا و سلام کسی کو بھیجتے وقت بھی ہم دعاء اللہ کے حضور کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے فلاں بھائی یا دوست پر سلامتی نازل فرما تو سننے والے اس دعاء کو اللہ کی بارگاہ کی بجائے ہمارے فلاں دوست یا بھائی کے حضور پیش کر دیتے ہیں۔ کیا یہ ہمارے دعائیہ کلمات سلام و دعاء سننے والے ہمارے بھائی دعاء سلام دوسروں تک پہنچانے والے عربی، اُردو، انگریزی وغیرہ سے ناواقف ہیں یا آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ کچھ اعمال ہمارے دوستوں اور بھائیوں کے حضور پیش ہوتے ہیں اور کچھ اللہ کے حضور یا آپ اپنے دوستوں اور بھائیوں کو معبود سمجھ کر ان کے حضور اعمال پیش ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔“ تو آپ کا کیا جواب ہو گا؟

آپ کے مکتوب میں جہاں کہیں نبی کریم ﷺ کا نامِ نامی اور اسمِ گرامی کسی بھی صورت میں ذکر ہوا تو آپ نے (ﷺ) لکھا ہے صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لکھا۔ اس لیے اس فقیر إلی اللہ الغنی آپ کی عبارت نقل کرتے وقت آپ کا لکھا ہوا (ﷺ) ہی نقل کر دیا ہے۔ ورنہ میں آپ ﷺ کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کا قائل و فاعل ہوں۔

امید ہے آپ محسوس نہیں فرمائیں گے۔

پھر سورۃ الشوریٰ کی محولہ بالا آیت کریمہ کے الفاظ: " أَلَآ إِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْأُمُوْرُ "اس کا ترجمہ ومطلب آپ نے لکھا ہے: ''تمام امور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔'' جبکہ قرآنِ مجید کی اس آیت کریمہ کی ہم معنی ومطلب دیگر آیات کے الفاظ ہیں: ﴿ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُوْرُ ﴾ ''اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جاتے ہیں۔'' [البقرۃ: ۲/ ۲۱۰] ﴿ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ ﴾ آپ ذرا مزید غور فرمالیں۔

پھر ان آیات کریمہ میں اعمال ہی کوئی تخصیص نہیں۔ آخرت کی بھی کوئی تخصیص نہیں تو اگر کوئی صاحب ان آیات کریمہ کے عموم کو سامنے رکھتے ہوئے فرمادیں کہ جج صاحبان کے ہاں جو کاغذات پیش کیے جاتے ہیں یا دوسرے محکموں میں کاغذات وغیرہ کی جو پیشیاں ہوتی ہیں یہ سب سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر: ۵۳ کہ: ''تمام امور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔'' کے منافی ومخالف ہیں تو کیا خیال ہے آپ کی تحقیق کی رو سے ان کی یہ بات درست ہوگی؟

۵ سماع موتی واحیاء کے متعلق میرا عقیدہ وہی ہے جو قرآنِ مجید اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح صحیح احادیث نے پیش فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: ''ایسے سماع موتی کے اقراری علماء کے بارے میں بتائیں کہ کیا آپ ان کے نظریات سے متفق ہیں یا انہیں قرآن وحدیث کا انکار کرنے والے مانتے ہیں۔''

جواباً گزارش ہے صحیح بخاری / کتاب الجنائز بَابُ الْمَيِّتِ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ میں ہے:((عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَلْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى وَذَهَبَ أَصْحَابُهٗ حَتّٰى إِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ ، فَأَقْعَدَاهُ۔))['' آپ ﷺ نے فرمایا: جب مردہ اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی دفن سے فراغت کے بعد واپس ہوتے ہیں، تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔''](الحدیث، جلد اول ،ص: ۱۷۸)صحیح بخاری / کتاب المغازی / باب قتل ابی جھل میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:((فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تُكَلِّمُ مِنْ أَجْسَادٍ لَا أَرْوَاحَ لَهَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُوْلُ مِنْهُمْ.))[''عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ! کیا آپ ایسی لاشوں سے گفتگو کرتے ہیں جن میں روح نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ میں جو باتیں کررہا ہوں تم ان کو مردوں سے زیادہ نہیں سنتے۔''] (جلد دوم،ص:۵۶۶)اور صفحہ:۵۶۷ پر ہے:((عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: وَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ

عَلٰی قَلِیبِ بَدْرٍ فَقَالَ: هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا۔ ثُمَّ قَالَ: إِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ لَهُمْ۔ فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ ، فَقَالَتْ: إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّهُمُ الْآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ الَّذِي كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ۔ ثُمَّ قَرَأَتْ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى حَتّٰى قَرَأَتِ الْآيَةَ.))["ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی ﷺ بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: تمہارے مالک نے جو تم سے وعدہ کیا تھا کیا وہ تم نے پالیا۔ پھر فرمایا: جواب میں کہہ رہا ہوں وہ سن رہے ہیں۔ یہ بات عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کی گئی تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے صرف یہ فرمایا تھا کہ اس وقت وہ جانتے ہیں کہ جو میں ان سے کہتا تھا وہ ٹھیک تھا۔ پھر یہ آیت پڑھی: بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔"]

اب آپ ہی بتائیں کہ: "ایسے سماع موتی کے اقراری نبی کریم ﷺ کے بارے میں بتائیں کہ کیا آپ ان کے نظریات سے متفق ہیں یا انہیں قرآن وحدیث کا انکار کرنے والے مانتے ہیں؟" یہ سارے لفظ آپ کے ہیں، صرف علماء کی جگہ پر نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی مندرجہ بالا صحیح بخاری والی دونوں حدیثوں کا تقاضا یہی ہے۔ جواب ذرا سوچ سمجھ کر ارشاد فرمانا۔

رہا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان: ((إِنَّهُمُ الْآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ الَّذِي كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ۔ ثُمَّ قَرَأَتْ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى حَتّٰى قَرَأَتِ الْآيَةَ.)) تو اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری میں لکھتے ہیں: ((ولم ينفرد عمر ولا ابنه بحكاية ذلك ، بل وافقهما أبو طلحة كما تقدم ، وللطبراني من حديث ابن مسعود مثله بإسناد صحيح ، ومن حديث عبدالله نحوه ، وفيه: قالوا: يا رسول الله وهل يسمعون؟ قال: يسمعون كما تسمعون ، ولكن لا يجيبون۔ وفي حديث ابن مسعود: ولكنهم اليوم لا يجيبون۔ ومن الغريب أن في المغازي لابن اسحاق رواية يونس بن بكير بإسناد جيد عن عائشة مثل حديث أبي طلحة ، وفيه: ما أنتم بأسمع لما أقول منهم۔ وأخرجه أحمد بإسناد حسن فإن كان محفوظا فكأنها رجعت عن الإنكار لما ثبت عندها من رواية هؤلاء الصحابة لكونها لم تشهد القصه۔ اھ)) (۷ / ۳۰۳ ـ ۳۰۴)

پھر حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں ان کو سناتا ہوں یا سنا رہا ہوں بلکہ یہ فرمایا: ((إِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ لَهُمْ)) کہ وہ اب سن رہے ہیں جو میں ان سے کہہ رہا ہوں۔ اور واضح ہے انہوں نے

یہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے ہی سنا اور قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ط ﴾[فاطر: ۳۵/۲۲] [''اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے۔''] اللہ جن کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے تو قلیب بدر والوں کا رسول اللہ ﷺ کی بات کو سن لینا۔ آیت: ﴿ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى.....الخ ﴾ کے منافی نہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے تھا۔

پھر ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی مسند امام احمد وغیرہ کی روایت کے مطابق قلیب بدر والوں کے رسول اللہ ﷺ کی بات کو سننے کو تسلیم فرما رہی ہیں اور صحیح بخاری کی روایت کے مطابق ان کے علم اور جاننے کو تسلیم فرما رہی ہیں اور معلوم ہے کہ علم و جاننا بھی حیات و زندگی کے بغیر تو نہیں ہو سکتا۔

آپ لکھتے ہیں: ''آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔'' (النحل: ۸۰) پوری آیت اس طرح ﴿ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ o ﴾[''بے شک آپ نہ مردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں، جبکہ وہ پیٹھ پھیرے جا رہے ہوں۔''] آیت کریمہ کے آخری لفظ دلالت کر رہے ہیں کہ موتی سے جو مردے آپ سمجھ رہے ہیں، اس مقام پر وہ مردے مراد نہیں، کیونکہ ان میں تو " إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ " والا وصف موجود ہی نہیں ہوتا۔ پھر دوسری آیت کریمہ میں وضاحت موجود ہے۔ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ تو سورۂ نمل اور سورۂ فاطر والی آیات میں رسول اللہ ﷺ کے اسماع کی نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماع کی نفی نہیں۔ جبکہ سورۂ فاطر والی آیت میں اللہ تعالیٰ کے اسماع کا اثبات بھی موجود ہے۔

رہی سورۂ احقاف والی آیت تو اس میں موتی یا میت یا ان کے ہم معنیٰ کوئی لفظ صرف یہ آیا ہے: ﴿ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غَافِلُوْنَ o ﴾[''جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں، بلکہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہوں۔''] اور یہ لفظ زندہ اور مردہ دونوں کو شامل ہیں، اگر اس سے عدم سماع موتی اخذ کیا جائے تو اس سے عدم سماع احیاء بھی اخذ ہوگا۔ کیونکہ " مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ " الخ۔ دونوں کو متناول ہے۔

پھر آپ نے ترجمہ میں لکھا ہے: ''اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔'' حالانکہ استجاب یستجیب قبول کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾[المؤمن: ۶۰] [''اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔''] نیز فرمانِ رسول ﷺ ہے: ((يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ)) [1] [''تمہارے ایک کی دعا قبول ہوتی ہے، جب تک وہ جلدی نہ کرے۔''] پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ط ﴾[الشوریٰ: ۴۷] [''اپنے

[1] صحیح ابو داؤد: ۲۳۳۴، ترمذی / الدعوات / باب ماجاء فیمن یستعجل فی دعائه

رب کا حکم قبول کرو، اس سے پہلے کہ اللہ کی جانب سے وہ دن آ جائے، جس کا ہٹ جانا ناممکن ہے۔''] نیز فرمان ہے:
﴿ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ ﴾ [البقرة: ١٨٦]
[''میں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں، لوگوں کو چاہیے میری بات مان لیں اور مجھ پر ایمان رکھیں، تاکہ وہ بھلائی پائیں۔'']

آپ نے لکھا ہے: ''سماع موتیٰ کا عقیدہ رکھنے سے درج بالا قرآنی آیات کا انکار ہو جائے گا۔'' تو محترم ٹھنڈے دل سے درج بالا قرآنی آیات کریمہ کو ایک دفعہ پھر غور سے پڑھیں، ان کے کسی ایک لفظ میں بھی سماع موتیٰ کی نفی نہیں۔ صرف اتنی بات ہے: '' إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى '' اور '' وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ '' جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کے اسماع موتیٰ (مردوں کو سنانے) کی نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ درج بالا آیات سے ایک آیت کریمہ میں آیا ہے: '' إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ '' کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، سنا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اسماع موتیٰ کا اثبات ہے، جن مردوں کو اللہ تعالیٰ چاہے سنا دے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہ سنیں تو اللہ تعالیٰ کا سنانا چہ معنی دارد؟ تو جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بعض موتیٰ بعض اوقات بعض چیزیں اللہ تعالیٰ کے سنانے سے سن لیتے ہیں، جیسے خفق نعال اور قلیب بدر والی احادیث میں مذکور ہوا تو ایسے لوگ نہ قرآنِ مجید کی کسی آیت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی کسی حدیث کا۔ البتہ جو لوگ یہ نظریہ اپنائے ہوئے ہیں کہ کوئی مردہ کسی وقت بھی کوئی چیز نہیں سنتا، حتی کہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہیں سنتا تو انہیں غور فرمانا چاہیے کہیں آیت: '' إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ '' اور احادیث خفق نعال اور احادیث قلیب بدر کا انکار تو نہیں کر رہے؟

ہوسکتا ہے کہ آپ میری اس سابقہ تحریر کے پیش نظر سمجھنا شروع کر دیں کہ یہ بھی سماع موتیٰ کا قائل ہے۔ اس لیے کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے عقیدے کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں تو میرا یہ عقیدہ ہے کہ اصول، قاعدہ اور قانون یہی ہے کہ موتیٰ نہیں سنتے، موتیٰ تو موتیٰ ہیں نوام سوئے ہوئے نہیں سنتے۔ البتہ اس اصول، قاعدہ اور قانون سے کچھ صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ جیسے خفق نعال اور قلیب بدر والی احادیث میں بیان ہوا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: '' إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ '' اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اب کے ان چند مستثنیٰ صورتوں کو لے کر کوئی شخص مذکورہ بالا اصول، قاعدے اور قانون (موتیٰ نہیں سنتے۔) کو تسلیم نہ کرے تو اس کا اس کو حق حاصل نہیں۔ دو مثالوں سے اس کی توضیح کی جاتی ہے:

(۱) اصول، قاعدہ اور قانون ہے کہ احیاء وزندہ سنتے ہیں، مگر چند صورتیں اس اصول، قاعدہ اور قانون سے مستثنیٰ ہیں مثلاً بہرے ہیں تو زندہ مگر سنتے نہیں۔ اب ان بہروں کو سامنے رکھ کر کوئی مذکورہ بالا اصول، قاعدے اور قانون (احیاء وزندہ سنتے ہیں) کو تسلیم نہ کرے تو وہ حق بجانب نہیں ہوگا۔

(۲) اصول، قاعدہ اور قانون ہے کہ جو فوت ہو جاتے ہیں، واپس دنیا میں نہیں آتے۔ البتہ چند جزئیات اس اصول، قاعدہ اور قانون سے مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً مار علی قریة (ایک بستی پر گزرنے والے) کو اللہ تعالیٰ نے سو سال فوت کیے رکھا، بعد میں زندہ فرما دیا۔ ﴿ أَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوْشِهَا قَالَ أَنّٰى يُحْيِي هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ط ﴾(البقرة: ۲۵۹/۲) اسی طرح موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ آدمیوں کو لے کر گئے اللہ تعالیٰ نے انہیں فوت فرما دیا۔ بعد میں زندہ کر دیا۔ ﴿ ثُمَّ بَعَثْنَا كُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ ﴾ الآیہ اسی طرح ہزاروں کی تعداد میں لوگ موت کے ڈر سے اپنے گھر چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فوت کر دیا، پھر زندہ فرما دیا۔ ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ط ﴾(البقرة: ۲۴۳/۲) الآية پھر صحیح بخاری میں ہے دجال ایک مؤمن کو قتل کر ڈالے گا، بعد میں زندہ کر دے گا وہ مومن کہے گا مجھے پہلے سے بھی زیادہ یقین ہو گیا ہے کہ تو دجال ہے [صحيح البخاری، کتاب الفتن، باب لا يدخل الدجال المدينة] تو اب ان چند جزئیات کو لے کر کوئی شخص قانون، قاعدہ اور اصول کہ فوت شدہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس نہیں آتے، کا انکار کر دے تو اس چیز کا اس کو حق نہیں پہنچتا۔

امید ہے ان دو مثالوں کو سامنے رکھ کر سماع موتی والا مسئلہ آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ اصول، ضابطہ، قاعدہ اور قانون یہی ہے کہ موتی فوت شدگان نہیں سنتے، لیکن اس اصول ضابطہ، قاعدہ اور قانون سے کچھ صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً میت کا قرع نعال کو سننا اور قلیب بدر والوں کا اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سننا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سنانے سے ہے، إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ (سورۂ فاطر: ۲۲) ''اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے۔'' اب ان چند مستثنیٰ جزئیات سے اصول، ضابطہ، قاعدہ اور قانون کہ موتی فوت شدگان نہیں سنتے ہرگز نہیں بدلتا۔

۶ آپ لکھتے ہیں: ''میں نے (نبیؐ) نے کہا مجھے چھوڑ دو میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے۔'' الخ معلوم ہوتا ہے آپ اس سے یہ کشید کرنا چاہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکمیل عمر اور وفات کے بعد مدینہ منورہ والی قبر میں زندہ نہیں تو اس پر کلام بعد میں آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ البتہ سردست فی الحال اتنی بات تو آپ نے تسلیم فرمالی کہ تکمیل عمر اور وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک

مقام اور ایک گھر ہے تو آپ نے تکمیل عمر اور وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو تسلیم فرمالیا۔ مزید سنیے یہی حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ جس کا آخری حصہ آپ نے نقل فرمایا جس میں رسول اللہ ﷺ کے گھر کا تذکرہ ہے اور باقی ساری حدیث چھوڑ دی، حالانکہ قبر اور برزخ کے موضوع میں صرف رسول اللہ ﷺ ہی زیر بحث نہیں آتے، بلکہ تمام قبروں والے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے لے کر ادنی ایمان والے حتی کہ کفار بھی زیر بحث آتے ہیں تو غور فرمائیں۔ اسی صحیح بخاری کی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی حدیث میں مندرجہ ذیل رجال واشخاص کا تذکرہ ہے۔ [1]

(۱) کذاب...... اس کی دونوں شدقوں...... وراچھوں...... کو گدی تک لوہے کے کلوب کے ساتھ چیرا جا رہا ہے اور جبریل و میکائیل علیہما السلام نے فرمایا: ((فَيُصْنَعُ بِهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ''قیامت کے دن تک اس کو یہی سزا دی جائے گی۔''

(۲) رات کے وقت قرآنِ مجید کی تلاوت نہ کرنے والا اور دن کے وقت قرآنِ مجید پر عمل نہ کرنے والا قرآنِ مجید کا عالم...... پتھر کے ساتھ اس کا سر کچلا جا رہا ہے۔ جبریل و میکائیل علیہما السلام نے فرمایا: ((يُفْعَلُ بِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ''قیامت کے دن تک ان کو یہی سزا دی جائے گی۔''

(۳) زنا کرنے والے اور زنا کرنے والیاں...... ان کو تنور نما گڑھے میں تیز و تند آگ میں جلایا جا رہا ہے۔ جبریل و میکائیل علیہما السلام نے فرمایا: ((يُفْعَلُ بِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ''قیامت کے دن تک ان کو یہی سزا دی جائے گی۔''

(۴) سود خور...... خون کے دریا میں ہے، باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے کنارے کے قریب آتا ہے تو اس کے منہ پہ پتھر دے مارا جاتا ہے۔ اور نکلنے نہیں دیا جاتا۔ جبریل و میکائیل علیہما السلام نے فرمایا: ((يُفْعَلُ بِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ''قیامت کے دن تک ان کو یہی سزا دی جائے گی۔'' یاد رہے جبریل و میکائیل کے لفظ زانی اور سود خوار کے متعلق ((يُفْعَلُ بِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) صحیح بخاری جلد اول، ص: ۱۸۵ پر نہیں کسی اور مقام پر ہیں۔

(۵) ایک عظیم درخت کے نیچے اس کی اصل میں ابراہیم علیہ السلام اور اس کے آس پاس ارد گرد لوگوں کے بچے۔

(۶) اس عظیم درخت کے قریب آگ جلانے والا مالک خازنِ نار۔

(۷) جبریل و میکائیل علیہما السلام رسول اللہ ﷺ کو لے کر اس عظیم درخت پر چڑھ گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز

کو ایک بہترین اور خوبصورت گھر میں داخل فرمایا۔ اس جیسا خوبصورت گھر آپ ﷺ نے کبھی نہ دیکھا، اس گھر میں بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے ہیں۔ یہ گھر عام ایمان والوں کا گھر ہے۔

(۸) پھر رسول اللہ ﷺ کو اس پہلے گھر سے بھی اوپر ایک اور گھر دکھایا اور اس میں داخل فرمایا جو پہلے گھر سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ فضیلت والا ہے۔ یہ شہداء کا گھر ہے۔

اس ساری حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ انسان نیک ہو، خواہ بد۔ تکمیل عمر اور وفات کے بعد اسے ایک مقام وگھر ملتا ہے۔ نیک ہے تو اچھا گھر اور بد ہے تو برا گھر اور واضح رہے یہ بھی ایک قسم کی زندگی ہے، ورنہ نیک کو ثواب بتفاوت درجات اور بد کو عذاب با اختلاف درکات چہ معنی دارد؟

آپ لکھتے ہیں: ''بقول آپ کے نبیؐ مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں، لیکن بخاری......الخ'' ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما والے اس واقعہ سے آپ نکال رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبر میں زندہ نہیں۔ حالانکہ اس واقعہ سے یہ بات نہیں نکلتی، کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ، خطبہ کے اندر: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط ﴾ الخ [آل عمران : ۱۴۴] [''محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں، کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے؟''] اور ﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ﴾ [الزمر : ۳۹ / ۳۰] [''یقیناً آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔''] کی تلاوت اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمانا: ((أَيْقَنْتُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ)) مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ یہ سب باتیں اس وقت کی ہیں جس وقت رسول اللہ ﷺ فوت تو ہو چکے تھے، مگر ابھی قبر میں دفن نہیں کیے گئے تھے۔ جس کا صاف اور سیدھا مطلب ہے کہ ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس موقع پر اجماع و اتفاق ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی موت آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی کے ختم ہونے پر اجماع و اتفاق تھا، کیونکہ قبر میں تو ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہی نہیں کیے گئے تھے۔ پھر اس واقعہ سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو آیات تلاوت فرمائیں وہ رسول اللہ ﷺ کی موت اور دنیاوی زندگی کی نفی پر تلاوت فرمائیں تو اس واقعہ سے یا ان آیات سے قبر والی زندگی کی نفی نکالنا درست نہیں۔ پھر سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی درج بالا حدیث سے قبر و برزخ والی زندگی ثابت ہو چکی ہے۔

آپ مزید لکھتے ہیں: ''جب سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا کہ نبی کو موت آ چکی ہے اور قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ بھی نہیں کیے جائیں گے۔ تو نبی کو مدینہ والی قبر میں زندہ کہہ کر قرآن وحدیث کا کفر کیوں کرتے ہیں؟ کیا

آپ صحابہؓ پر الزام لگانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے رسول ﷺ کو زندہ درگور کر دیا۔"

صاحب تحریر نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جہاں کہیں ان کی تحریر میں ذکر آیا انہوں نے (رضی) ہی لکھا ہے۔ رضی اللہ عنہم والے لفظ نہیں لکھے۔ ہم نے ان کی عبارت کو من وعن نقل کیا ہے۔ امید ہے جناب محسوس نہیں فرمائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع والی بات تو پہلے لکھی جا چکی ہے کہ اس وقت ابھی رسول اللہ ﷺ قبر میں داخل ہی نہیں کیے گئے تھے، پھر وہ اجماع رسول اللہ ﷺ کی موت اور دنیاوی زندگی کے ختم ہونے پر تھا۔ باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ثواب وعذاب قبر کے معتقد اور قائل تھے، عذابِ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ خود عذابِ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ نیز آپ ﷺ نے عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کا حکم دے رکھا ہے تو ثواب و عذاب قبر و برزخ سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر و برزخ میں بھی ایک زندگی ہے چاہے وہ دنیاوی اور قبروں سے اٹھنے کے بعد والی اخروی زندگی کی بنسبت موت ہی ہے۔ لہٰذا آپ کا لکھنا: ''کیا آپ صحابہؓ پر الزام لگانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے رسولؐ کو زندہ درگور کر دیا۔'' خواہ مخواہ ہے۔ ہاں قبر میں دنیاوی زندگی کا عقیدہ رکھنے والوں کے بارے میں آپ کی یہ بات کچھ نہ کچھ وزن رکھتی ہے۔

رہا آپ کا فرمان: ''اور قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ بھی نہیں کیے جائیں گے۔'' اگر بایں معنی ہے کہ قیامت سے پہلے دنیا والی زندگی کے ساتھ زندہ نہیں کیے جائیں گے تو درست ہے، اگر بایں معنی ہے کہ قیامت سے پہلے قبر و برزخ والی زندگی کے ساتھ زندہ نہیں تو یہ نہ قرآنِ مجید ہے، نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک بھی صحابی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے۔ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس پر اجماع کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے آپ کا فرمانا: ''تو آپؐ کو مدینہ والی قبر میں زندہ کہہ کر قرآن وحدیث کا کفر کیوں کرتے ہیں؟ کیا آپ صحابہؓ...... الخ'' سراسر زیادتی ہے، جس کا قطعاً آپ کو حق نہیں پہنچتا۔

ہاں! اگر آپ قرآنِ مجید کی کوئی آیت، رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح حدیث اور کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا کوئی ایک ہی قول پیش فرماتے۔ جس میں یہ چیز ہوتی کہ اصحابِ قبور یا اصحابِ برزخ قبر و برزخ میں قبر و برزخ والی زندگی کے ساتھ بھی زندہ نہیں تو پھر آپ اپنی اوپر والی بات میں کسی حد تک حق پر تصور کیے جا سکتے تھے۔ جبکہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی سابقہ حدیث میں برزخ وقبر کی زندگی ثابت ہو چکی ہے، ورنہ اس میں مذکور ثواب وعذاب بے معنی ہو کر رہ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ

أَخْرِجُوٓا أَنْفُسَكُمُ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ﴾[الانعام: ٦/ ٩٣]["اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی۔"] الآیۃ۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا وَّيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوٓا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ٥ ﴾[المؤمن: ٤٠/ ٤٦]["آگ ہے جس پر ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔"] اس آیت کریمہ میں الفاظ " وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ " الخ دلالت کر رہے ہیں کہ فرعونیوں کا صبح وشام آگ پر پیش کیا جانا قیام قیامت سے پہلے ہے اور واضح ہے وہ پہلے والا عالم عالمِ قبر و برزخ ہی ہے۔ عالمِ دنیا نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ط ﴾[ابراھیم: ١٤/ ٢٧] ["ایمان والوں کو اللہ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی نا انصاف لوگوں کو اللہ بہکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہے کر گزرے۔"] قبر کے بارے میں ہے۔ (جلد اول، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر الخ، ص: ١٨٣) امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب میں ثواب وعذاب قبر و برزخ کے بارے میں اور بھی احادیث ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ ہیں: ((فَقَالَ: نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ)) پھر ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ((فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدُ صَلّٰى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔)) اب مقام غور ہے کہ قبر و برزخ والی زندگی کا انکار کر کے قرآن وحدیث کے ساتھ کفر کون کر رہا ہے؟

✡ آپ نے لکھا: "آپ کے پاس تیسری زندگی کا کیا ثبوت ہے؟" تو محترم یہ تیسری کا لفظ بول کر آپ رنگ بھر رہے ہیں۔ یہ بندۂ فقیر إلی اللہ الغنی ثواب وعذابِ قبر و برزخ والی آیات واحادیث ذکر کر کے ثابت کر چکا ہے کہ قبر و برزخ میں قبر و برزخ والی زندگی ہے، ورنہ ثواب وعذاب قبر و برزخ بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ باقی آیات کریمہ میں ایک موت انسان کے پیدا ہونے سے پہلے اور دوسری موت دنیاوی زندگی کے اختتام پر۔ ایک زندگی دنیا والی اور دوسری زندگی قبروں سے اٹھنے کے بعد والی کا تذکرہ ہے۔ ان میں قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نہیں ہے۔ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ قبر و برزخ والی زندگی دنیاوی زندگی اور قبروں سے اٹھنے کے بعد والی اخروی زندگی کی بنسبت موت ہی ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا هٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا

لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ وَّ إِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ﴾ [العنکبوت : ٢٩/ ٦٤]["اور دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا ہے۔ البتہ آخرت کے گھر کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے۔"] اور یقیناً دارِ آخرت ہی زندگی ہے، اب اس میں حیاتِ دنیا کے زندگی ہونے کی نفی کر دی گئی ہے، مگر بنسبتِ حیات آخرت ورنہ حیات دنیا زندگی ہے جیسا کہ وَمَا هٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا الخ سے ثابت ہو رہا ہے۔

رہی سورۂ نحل والی آیت " أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ " الخ میں بھی دنیاوی زندگی کی نفی ہے۔ قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نہیں۔ یہ نہیں فرمایا: " أَمْوَاتٌ فِي الْقُبُوْرِ غَيْرُ أَحْيَاءٍ فِيْهَا " اور مَا يُفِيْدُ مَفَادُهَا باقی رہا اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ خاص شعور وقت بعث کی نفی ہے ہمہ قسم کے شعور کی نفی نہیں۔ اگر اس سے قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نکالی جائے تو لازم آئے گا دنیا والی زندگی کی بالکلیہ نفی ہو جائے، کیونکہ دنیاوی زندگی رکھنے والوں کو بھی کوئی شعور نہیں۔ وہ کب اٹھائے جائیں گے تو دنیاوی زندگی والے دنیاوی موت سے پہلے ہی دنیاوی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تو ظاہر ہے کہ یہ لازم تو محال ہے تو ثابت ہوا: " وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ " سے قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نہیں نکلتی۔

۸ آپ لکھتے ہیں: "حدیث کے مطابق شہداء کی روحوں کو قبض ہونے کے بعد شہداء کی فرمائش کے باوجود دنیا میں نہیں لوٹایا گیا۔" تو محترم دنیا میں لوٹانے کی بات اس مقام پر نہیں ہو رہی۔ بات یہ ہو رہی ہے کہ اصحابِ قبور کی قبر و برزخ میں دنیا والی زندگی ہے تو اس حدیث سے شہداء کو دنیا والی زندگی ملنے کی نفی نکلتی ہے۔ جس کے ہم بھی بفضل اللہ تعالیٰ وتوفیقہ قائل ومعتقد ہیں اور اس حدیث سے شہداء کی قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نہیں نکلتی جو آپ اس سے خواہ مخواہ کشید کر رہے ہیں۔ پھر آپ فرماتے ہیں: "دنیا میں نہیں لوٹایا گیا۔" جبکہ آپ قبر و برزخ والی زندگی پر کلام فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ پہلے لکھ چکے ہیں: بقول آپ کے "نبیؐ مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں۔" نیز لکھ چکے ہیں: "آپ نبیؐ کو مدینہ والی قبر میں زندہ کہہ کر...... الخ۔" تو برائے مہربانی آپ کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش فرمائیں جس میں یہ ہو کہ قبروں والے قبروں میں قبر والی زندگی کے ساتھ بھی زندہ نہیں دنیا میں کسی کے نہ لوٹانے والی احادیث یا آیات سے یہ بات نہیں نکلتی۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی حدیث میں قیامت کے دن سے پہلے عمر کی تکمیل اور وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا تذکرہ نیز شہداء اور عام مومنین کے گھروں کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ پھر قیامت کے دن سے پہلے کذاب، زانی، سود خور اور عالم بے عمل کی سزاؤں کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔ تو ثابت ہوا دنیاوی زندگی ختم ہو جانے کے بعد قیامت کو

مردوں کے قبروں سے اٹھنے سے پہلے بھی ایک زندگی ہے، جس میں ثواب وعذاب ہے۔

پھر شہداء کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید اور فرقانِ حمید میں فرماتے ہیں: ﴿ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝ ﴾[البقرة : ۲/ ۱٥٤][''اور اللہ تعالیٰ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے۔''] نیز فرماتے ہیں: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ط بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ لا وَ يَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ لا أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَ فَضْلٍ لا وَّ أَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ ﴾ الآیات[آل عمران : ۳/ ۱٦۹ تا ۱۷۱][''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس، روزیاں دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل جو انہیں دے رکھا ہے اس سے بہت خوش ہیں۔ اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی بابت جو اب تک ان سے نہیں ملے ان کے پیچھے ہیں اس پر کہ انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ غمگین ہوں گے وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور بے شک اللہ مومنوں کے اجر برباد نہیں کرتا۔''] ۔ تو یہ آیات شہداء کے قتل وشہید ہوجانے کے بعد ان کے زندہ ہونے میں صریح نص ہیں۔ '' بَلْ أَحْيَاءٌ '' اور '' بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ط'' کے الفاظ واضح طور پر ان کی اس زندگی پر دلالت کر رہے ہیں، جس کے انکار کی کوئی مجال نہیں۔

نیز صحیح مسلم جلد دوم کی جس حدیث کا آپ حوالہ دے رہے ہیں، اس کا ابتدائی حصہ اس طرح ہے مسروق تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ((سَأَلْنَا عَبْدَ اللّٰهِ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ قَالَ أَمَا إِنَّا سَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ۔)) [1] [''ہم نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو عبداللہ نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ان کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں۔ عرش کی قندیلیں ان کے لیے ہیں۔ ساری جنت میں جہاں چاہیں چریں چگیں اور ان قندیلوں میں آرام کریں۔ ان کی طرف، ان کے رب نے ایک مرتبہ نظر کی اور دریافت فرمایا کچھ اور چاہتے ہو کہنے لگے۔ اے اللہ! اور کیا مانگیں ساری جنت میں سے جہاں کہیں سے چاہیں کھائیں پئیں اختیار ہے پھر کیا طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پھر یہی پوچھا۔ تیسری مرتبہ یہی سوال کیا جب انہوں نے دیکھا کہ بغیر کچھ مانگے چارہ ہی نہیں تو کہنے لگے: اے رب! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو

[1] مسلم / كتاب الإمارة / باب بيان أن أرواح الشهداء في الجنة

جسموں کی طرف لوٹا دے۔ ہم پھر دنیا میں جا کر تیری راہ میں جہاد کریں اور مارے جائیں۔ اب معلوم ہو گیا کہ انہیں کسی اور چیز کی حاجت نہیں تو ان سے پوچھنا چھوڑ دیا کہ کیا چاہتے ہو؟ [1] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ فوت ہو جاتے ہیں اور اللہ کے ہاں بہتری پاتے ہیں وہ ہرگز دنیا میں آنا پسند نہیں کرتے، مگر شہید کہ وہ تمنا کرتا ہے کہ دنیا میں دوبارہ لوٹایا جائے اور دوبارہ اللہ کی راہ میں شہید ہو، کیونکہ شہادت کے درجات کو وہ دیکھ رہا ہے۔'' [1] الخ پھر شہداء کی فرمائش بھی اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ ان میں زندگی ہے، جس کی بنیاد پر وہ فرمائش کر رہے ہیں۔ نیز ان میں شعور بھی ہے، جبکہ آپ انہیں بھی بے شعور بنا رہے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں: ''اسی طرح قرآن میں بھی موت کے بعد روح لوٹائے جانے کا کوئی تصور نہیں۔'' تو محترم عرض کروں گا تصور میں تو قرآنِ مجید نے تین واقعات بیان فرما دیے ہیں، جن میں موت کے بعد روح ان میں لوٹائی گئی اور فوت ہونے والے زندہ ہو کر دنیا میں بھی آئے۔ (۱) ایک بستی بے آباد پر گزرنے والے جنہیں اللہ تعالیٰ نے سو سال فوت رکھنے کے بعد زندہ فرمایا۔ (۲) موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی جن کو مار ڈالنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور اٹھایا۔ (۳) ہزاروں کی تعداد موت کے ڈر سے بستی چھوڑ گئے انہیں اللہ تعالیٰ نے مارنے کے بعد زندہ فرما دیا۔ اب غور فرمائیں قرآنِ مجید میں موت کے بعد روح لوٹانے کا تصور ہے یا نہیں؟ پہلے وضاحت کر چکا ہوں کہ اصول، ضابطہ، قاعدہ اور قانون یہی ہے کہ موت اور دنیاوی زندگی ختم ہونے کے بعد دنیاوی زندگی کسی کو نہیں ملتی، مگر اس اصول، ضابطہ، قاعدہ اور قانون سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ جیسے مذکورہ بالا تین صورتیں۔

پھر غور فرمائیں فوت شدگان جب قبروں سے اٹھیں گے، اس وقت تو روحیں ان میں لوٹائی جائیں گی۔ جس میں کسی بھی مسلم کو کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں، جبکہ آپ کے الفاظ: ''اسی طرح قرآن میں بھی موت کے بعد روح لوٹائے جانے کا کوئی تصور نہیں۔'' اپنے عموم واطلاق کے لحاظ سے حشر ونشر کے موقع پر روحیں لوٹانے کی بھی نفی فرما رہے ہیں۔

بہر حال جناب محترم سے بڑی ہی مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ قرآنِ مجید کی وہ آیت کریمہ درج فرمائیں جس میں ہو: ''موت کے بعد روح لوٹائے جانے کا تصور نہیں۔'' یا ''موت کے بعد روح نہیں لوٹائی جاتی۔'' یا ''موت کے بعد روح نہیں لوٹائی جائے گی۔'' بہر کیف ایسی کوئی ایک آیت درج فرما دیں، جس میں موت کے بعد روح لوٹائے جانے کی نفی ہو۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

نیز آپ لکھتے ہیں: ''قرآن ہر انسان کو مردہ ہونے کے بعد بے شعور ہونے کا تصور پیش کرتا ہے۔'' تو محترم

---

[1] مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الشهادة فی سبیل الله.

پہلے لکھ چکا ہوں کہ: ﴿ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾[النحل: ۲۱]["اور انہیں شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔"] خاص شعور کی نفی ہے کہ انہیں اپنے اٹھائے جانے کے وقت کا شعور نہیں۔ اس سے "مردہ ہونے کے بعد شعور ہونے" کو اخذ کرنا درست نہیں۔ کیونکہ خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں نکلتی۔ پھر پہلے کتاب وسنت کے دلائل سے ثابت کیا گیا کہ موت کے بعد قبر و برزخ میں ثواب و عذاب ہے، زندگی ہے، علم و شعور ہے، بلکہ بعض مواقع پر بعض چیزوں کا سماع بھی ہے۔ جیسے قرع نعال اور قلیب بدر والی احادیث میں گزرا۔ پھر قلیب بدر والی حدیث میں ہے: " اِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ " پھر سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی قبر و برزخ کی زندگی اور وہاں والوں کے شعور پر دلالت کر رہی ہے۔ پھر آیت: ﴿ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْٓ أَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾[المؤمنون: ۹۹/۲۳۔۱۰۰]["کہتا ہے: اے میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کروں۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا یہ تو صرف ایک قول ہے، جس کا یہ قائل ہے ان کے پیچھے ایک پردہ ہے ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک۔"]

بہر کیف آپ کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ آیت ضرور پیش فرمائیں، جس میں: "ہر انسان کو مردہ ہونے کے بعد بے شعور قرار دیا گیا ہے۔" بڑی مہربانی ہوگی۔ یہ کام پہلی فرصت میں کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

۹ آپ لکھتے ہیں: "کسی تعویذ پہننے والے سے پوچھیں کہ اسے آپ نے کیوں پہنا ہے؟ تو وہ بتاتا ہے کہ اس سے مجھے اولاد ملے گی، تکلیف دور ہوگی، اس کا پورا ایمان اس طرف ہوتا ہے کہ اب یہ تعویذ غائبانہ طور پر میری مدد کرے گا۔ اس طرح وہ اپنا الٰہ اپنے گلے میں لٹکائے پھرتا ہے۔" جنابِ محترم غور فرمائیں کسی نے کسی عورت سے شادی کر لی اور کسی بیماری و تکلیف کے لیے کسی ڈاکٹر یا طبیب سے کوئی دوائی لے لی۔ اب اس سے پوچھیں آپ نے شادی کیوں کی؟ دوائی کیوں لی؟ تو وہ جواب دے گا اس سے مجھے اولاد ملے گی، تکلیف و بیماری دور ہوگی۔ مجھے شفاء ملے گی اس کا پورا ایمان اس طرف ہوتا ہے کہ اب یہ شادی اور دوائی غائبانہ طور پر میری مدد کرے گی۔ اس طرح وہ اپنا الٰہ اپنے گھر میں رکھے اور ہاتھ میں لیے پھرتا ہے؟ آپ جناب کا کیا خیال ہے ایسے انسان نے شرک کیا یا نہ؟ جبکہ یہ الٰہ والی بات آپ یا ہم اس کے سر تھونپ رہے ہیں ہمیں اس کے اس سلسلہ میں عقیدے کا کچھ علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ط ﴾ الاية [الحجرات: ۱۲]["اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو۔ یقین مانو کہ

بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔''] پھر اللہ تعالیٰ کا ہی فرمان ہے: ﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ۝ ﴾[الحجرات : ٦][''اے ایمان والو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔'']

پھر کسی نے کسی سے دم کروایا یا دم کرنے والے نے قرآنِ مجید کی کوئی سورت یا آیت یا رسول اللہ ﷺ کی سکھائی ہوئی دعاء پڑھ کر دم کیا، اب دم کروانے والے سے پوچھیں آپ نے دم کیوں کروایا؟ تو وہ یہی کہے گا اس سے مجھے اولاد ملے گی، تکلیف دور ہوگی، اس کا پورا ایمان اس طرف ہوتا ہے کہ اب یہ دم غائبانہ طور پر میری مدد کرے گا۔ اس طرح وہ اپنا الٰہ اس دم کو سمجھے پھرتا ہے۔ آپ جناب کا کیا خیال ہے ایسے انسان نے شرک کیا یا نہ؟ جبکہ یہ الٰہ والی بات آپ یا ہم اس کے سر تھوپ رہے ہیں۔ ہمیں اس کے اس سلسلہ میں عقیدے کا کچھ علم نہیں۔

یہ بھی عجیب بات ہے ایک انسان شہد کو شفاء سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ﴾ [النحل : ٦٩][''اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔''] اسی طرح قرآنِ مجید کو شفاء سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴾[بنی اسرائیل : ٨٢][''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے تو شفاء اور رحمت ہے۔''] ﴿ قُلْ ھُوَ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا ھُدًی وَّ شِفَآءٌ ﴾[حم السجدة : ٤٤][''آپ کہہ دیجیے کہ یہ ایمان والوں کے لیے ہدایت و شفاء ہے۔''] آپ اسے الٰہ بنانے والا گردانا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ قرآنِ مجید اور حدیث دم کی صورت میں الٰہ نہیں بنتے۔ تو کاغذ میں لکھنے سے کیونکر الٰہ بن گئے؟ شہد اور دیگر ادویہ میں کوئی شفاء سمجھے تو وہ الٰہ نہیں بنتے تو کاغذ میں لکھے ہوئے قرآنِ مجید میں شفاء سمجھے تو وہ کیسے الٰہ بن گیا؟

پھر کتاب وسنت کا تعویذ کرنے والے اور کروانے والے سبھی تعویذ میں لکھے ہوئے کلمات وکلام کو شفاء دینے والا سمجھتے ہیں ان میں سے کوئی بھی کاغذ یا چمڑے کو شفاء دینے والا بھی نہیں سمجھتا چہ جائیکہ وہ اس کو الٰہ سمجھے یا گردانے لہٰذا کتاب وسنت کے تعویذ باندھنے یا لٹکانے کے متعلق آپ کا لکھنا: ''اس طرح اپنا الٰہ اپنے گلے میں لٹکائے پھرتا ہے۔'' سراسر بے بنیاد ہے۔

رہی مسند امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ والی حدیث جس کا ایک ٹکڑا آپ نے نقل فرمایا تو وہ پوری کی پوری مندرجہ ذیل ہے: ((قال الإمام أحمد: " ثنا عبدالصمد بن عبد الوارث ثنا عبدالعزیز بن مسلم ثنا یزید

بن أبی منصور عن دخین الحجری عن عقبة بن عامر الجهنی أن رسول الله ﷺ أقبل إليه رهط ، فبایع تسعة وأمسك عن واحد ، فقالوا: یا رسول الله بایعت تسعة وترکت هذا۔ قال: إن عليه تميمة۔ فأدخل يده ، فقطعها ، فبایعه ، وقال: من علق تميمة فقد أشرك۔ ")) [1] [''بے شک رسول اللہ ﷺ کے پاس (۱۰) دس آدمی آئے آپ نے (۹) نو کی بیعت کی اور ایک کی بیعت نہ کی۔ تو انہوں نے کہا: آپؐ نے (۹) سے بیعت لی اور اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس پر تمیمہ ہے۔'' آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ داخل کیا اور اس کو کاٹ دیا۔ پھر اس سے بیعت لی۔ اور فرمایا: ''جس نے تمیمہ لٹکایا اس نے شرک کیا۔'']

پوری حدیث پڑھ جایئے آپ کو اس میں کہیں بھی لفظ تعویذ نظر نہیں آئے گا۔ ہاں! رسول اللہ ﷺ کا فرمان: " مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ "جس نے تمیمہ لٹکایا بلاشبہ اس نے شرک کیا۔'' اس میں موجود ہے۔ اب قابل غور چیز یہ ہے کہ تمیمہ کیا ہے؟ جس کے لٹکانے کو رسول اللہ ﷺ نے شرک قرار دیا تو محترم سنیں مشہور ومعروف لغت دان مجد الدین فیروز آبادی القاموس المحیط میں لکھتے ہیں: ((والتميم التام الخلق ، والشديد ، وجمع تميمة كالتمائم لخرزة رقطاء تنظم في السير ، ثم يعقد في العنق)) تو جناب من! تمیمہ کا لفظ دھاری دار کرزہ ومنکہ جو چمڑے کی تندی میں پرولیا جاتا، پھر گردن میں باندھ دیا جاتا ہے پر بولا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ اس قسم کے خرزات ومنکوں، کوڈوں اور گھک منکوں کے لٹکانے کو شرک قرار دے رہے ہیں نہ کہ کاغذوں یا چمڑوں میں لکھے ہوئے کتاب وسنت کے کلمات لٹکانے کو۔

شاید آپ میری اس ساری بات چیت سے نتیجہ اخذ کرلیں یہ تو تعویذ کا قائل ہوگیا ہے تو محترم دوٹوک الفاظ میں اپنا عقیدہ لکھ دیتا ہوں تاکہ آپ میرے متعلق کسی بدگمانی میں مبتلا نہ ہوجائیں تو سنیں: ''تعویذ کرنا کروانا یا لٹکانا لٹکوانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔'' یہ ہے میرا عقیدہ اور وہ تھا آپ کی باتوں کا جواب۔ غفرلنا اللہ العزیز الوہاب۔

۱۰ آپ لکھتے ہیں: ''اے نبیؐ! اعلان فرمادیجئے کہ اگر میں نے تم لوگوں سے اس دین پر معاوضہ مانگا تو وہ تمہارا ہی رہا میرا صلہ اور مزدوری تو اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے۔'' آیت نمبر: ۴۷ سورۃ السبا کا ترجمہ۔ آپ کا کلام ختم ہوا۔

سورۂ سبا کی محولہ بالا آیت کریمہ نقل کیے دیتا ہوں تاکہ آپ اس کے الفاظ کو سامنے رکھ کر اپنے ترجمہ کا جائزہ

---

[1] مسند أحمد: ۱۵٦/٤

لے سکیں تو یہ آیت کریمہ اس طرح ہے: ﴿ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ پھر اس آیت کریمہ کے لوگوں سے اور بالخصوص ایمان والوں سے اجرت صلہ، مزدوری اور معاوضہ لینے کی نفی نہیں صرف اس کے طلب کرنے کی نفی ہے۔ دیکھئے سورہ فرقان میں ہے: ﴿ قُلْ مَآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَآءَ أَنْ يَّتَّخِذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴾[الفرقان: ۵۷][''کہہ دیجئے کہ میں قرآن کے پہنچانے پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا، مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راہ پکڑنا چاہے۔''] پھر مالِ فے میں رسول اللہ ﷺ کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ مَآ أَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى ﴾ الایۃ[الحشر: ۷][''بستیوں والوں کا جو (مال) اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا قرابت والوں کا اور یتیموں، مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے، تا کہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے اور تمہیں جو جو کچھ رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔'']۔ نیز مالِ غنیمت کے خمس سے پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کے لیے مختص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاعْلَمُوْٓا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى ﴾ الآیۃ[الانفال: ۴۱][''جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا۔'']۔ وفد عبدالقیس والی حدیث میں ہے: ((وأَنْ تُعْطُوْا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ))[''وفد عبدالقیس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے منع کرتا ہوں۔''] میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو اللہ پر ایمان لانا کیسا ہے؟ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا، زکوٰۃ دینا اور غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنا، پس خمس کا دینا بھی ایمان میں داخل ہے۔

اور چار برتنوں سے منع کیا۔ سبز مرتبان سے اور کدو کے بنائے ہوئے برتن سے اور روغنی برتن سے اور لکڑی کے کھودے ہوئے برتن سے۔ (ان برتنوں کا استعمال شراب میں ہوتا تھا، جب شراب حرام ہوئی تو چند روز تک آپ ﷺ نے ان برتنوں کے استعمال کی بھی ممانعت فرمادی۔)[1]

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((وَإِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ مَالِهٖ وَصُحْبَتِهٖ أَبَا بَكْرٍ))[2][''بلاشبہ

---

[1] بخاری / کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ / باب قول النبی ﷺ سدوا الابواب الاباب أبی بکر، مسلم / کتاب فضائل الصحابة / باب من فضائل أبی بکر الصدیق

[2] بخاری / کتاب الإیمان / باب أداء الخمس من الإیمان ، مسلم / کتاب الإیمان / باب الامر بالإیمان باللّٰه

تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر اپنی صحبت اور مال میں احسان کرنے والے ابوبکر ہیں۔''] تو قرآنِ مجید میں رسول اللہ ﷺ کے سوال، مطالبہ کرنے اور مانگنے کی نفی ہے۔ کما تقدم واللہ اعلم۔ آپ سے مؤدبانہ اور مخلصانہ گزارش ہے کہ آپ میری سابقہ معروضات کو تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غور سے پڑھیں اور بہ انصاف سوچیں ان شاء اللہ الحنان بہت فائدہ ہوگا۔

س:...... جو جماعت کفریہ اور شرکیہ واقعات والی کتابیں شائع کرتی ہے، ان کا فعل کیسا ہے کیا یہ خود شرک کے مترادف تو نہیں، جبکہ شرکیہ نظریات والے ان کتابوں سے تقویت حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً کراماتِ اہلحدیث، ص: ۹۰، ۹۱ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔ (عصمت اللہ، حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ)

ج:...... کفریہ اور شرکیہ واقعات والی عبارت نقل فرمائیں تا کہ جواب علی وجہ البصیرۃ دیا جا سکے۔ کیونکہ بسا اوقات کتاب کو پڑھنے والا سمجھ بیٹھتا ہے کہ یہ عبارت کفریہ یا شرکیہ ہے۔ مگر واقع میں ایسا نہیں ہوتا۔ رہی بات شرکیہ نظریات والوں کی تقویت حاصل کرنے والی تو وہ تو قرآنِ مجید کی کئی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی کئی احادیث ثابتہ سے بھی تقویت حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً: ﴿ یٰٓأَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝﴾[الأنفال: ٦٤] [''اے نبی ﷺ! آپ کے لیے اور ان مومنوں کے لیے جو آپ کے حکم پر چلتے ہیں، اللہ ہی کافی ہے۔''] وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ط[التوبة: ٧٤] [''یہ صرف اسی بات کا انتقام لے رہے ہیں کہ انہیں اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول نے دولت مند کر دیا۔''] فَسَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ط[التوبة: ١٠٥] [''اللہ، اس کا رسول اور سب مومن تمہارے عمل کو دیکھ لیں گے۔''] اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ط[الأحزاب: ٦] [''پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں۔''] وَفِیْكُمْ رَسُوْلُهٗ ط[آل عمران: ١٠١] [''اور تم میں اس کا رسول ہے۔''] وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ ط [النسآء: ٦٤] [''اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔ تیرے پاس آ جاتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کرتے۔''] لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ط[مریم: ١٩] [''تا کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔''] اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ مُعْطِیْ ط [رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ دے دیتا ہے اور دینے والا تو اللہ ہی ہے۔ میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے امر پر قائم رہے گی۔ جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کو نقصان نہ

دے سکے گا۔ تا آنکہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے۔"[صحیح بخاری / کتاب العلم / باب من یرد الله به خیرا یفقهه / کتاب فرض الخمس / باب قول الله تعالیٰ (فَإِنَّ لِلّٰهِ خُمُسَه وَلِلرَّسُولِ) [الانفال: ٤١] یعنی للرسول قسم ذلك] ﴿ يَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا ﴾["ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی، میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے۔ میں نے بندے پر جو چیزیں فرض کی ہیں ان سے زیادہ مجھے کوئی چیز محبوب نہیں جس سے وہ میرا قرب حاصل کرے۔ (یعنی فرائض کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرنا، مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔) اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے (بھی) میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس سے (اس کے ذوق عبادت، فرائض کی ادائیگی اور نوافل کے اہتمام کی وجہ سے) محبت کرتا ہوں تو (اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ) میں اس کے وہ کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے تو میں اسے وہ ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر کسی چیز سے پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور اس سے پناہ دیتا ہوں۔"] [1] تو اب قرآنِ مجید اور کتب حدیث کے شائع کرنے کے متعلق کیا خیال ہے؟

وضاحت:

اس حدیث سے اہل بدعت و اہل شرک اپنے باطل عقیدہ پر استدلال کرتے ہیں، حالانکہ حدیث کا وہ مفہوم ہی نہیں ہے جو وہ بیان اور پھر اس سے بنائے فاسد علی الفاسد کا ارتکاب کرتے ہیں حدیث کا سیدھا اور واضح مفہوم یہ ہے کہ جب انسان فرائض کی ادائیگی کے ساتھ نوافل کا بھی اہتمام کرے تو وہ اللہ کا خاص محبوب بن جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے اللہ کی خاص مدد حاصل ہوتی ہے۔ اللہ اسے اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے، اس کے اعضاء کی نگرانی فرماتا ہے۔ چنانچہ وہ ان سے اللہ کی نافرمانی کرنے سے بچ جاتا ہے اور کانوں سے وہی کچھ سنتا، آنکھوں سے وہی کچھ دیکھتا، ہاتھوں سے وہی کچھ پکڑتا ہے جو اللہ کو پسند ہے، اس کے قدم اسی چیز کی طرف اٹھتے ہیں جس میں اس کی رضا مضمر ہوتی ہے اور جب وہ محبوبیت اور اطاعت کے اس مقام پر فائز ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو بھی قبول فرماتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری/ کتاب الرقاق/ باب التواضع

ولی کسی مخصوص وضع و ہیئت کے حامل کو یا کسی گدی نشین کو مجذوب یا نیم پاگل کو یاذ کر وعبادت کے مخصوص خود ساختہ اطوار اختیار کرنے والے کو نہیں کہا جاتا، بلکہ اللہ کا ولی وہ ہے جو فرائض اسلام کا پابند نوافل کا شوقین اور زندگی کے ہر شعبے میں اطاعت الٰہی کا خوگر ہے۔

ایسے اولیاء اللہ کی صحبت اللہ کی رضاء کا اوران سے دشمنی اللہ کی شدید ناراضگی اور غضب کا باعث ہے۔

نوافل کا اہتمام یقیناً اللہ کے قرب کا باعث ہے، لیکن فرائض وسنن کی پابندی کے ساتھ۔ اگر پہلے فرائض و سنن کی پابندی نہیں ہے تو اس کی پابندی کے بغیر نوافل کی کوئی حیثیت نہیں۔ فرائض وسنن کی ادائیگی کے بغیر اللہ کے قرب کی خواہش ایک خام خیالی اور باطل محض ہے۔]

س :...... ہمیں ایک نئی جماعت کی طرف سے جس کا نام: " اُلْمُسْلِمِیْن " ایک پمفلٹ ملا ہے، جس کے اوپر نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں چند سوال کیے گئے ہیں۔ ہم یہ آپ کی طرف بھیج رہے ہیں۔ آپ ہمیں ان کے جواب عنایت فرمایئے، تاکہ دلی سکون حاصل ہو۔ (محمد سرور، چک چٹھہ حافظ آباد)

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے قائلین سے چند سوالات

۱۔ عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول نبی ورسول کی حیثیت سے ہوگا یا امتی کی حیثیت سے؟

۲۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام ایک امتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے تو کیا کسی امتی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سارے اہل کتاب اور غیر مسلموں سے کہے کہ مجھ پر ایمان لاؤ؟

۳۔ قرآنِ حکیم میں جہاں ساری انسانیت اور اہل کتاب کو دعوتِ اسلام دی گئی ہے کیا وہاں یہ بات ان سے کہی گئی ہے کہ تم ایک امتی (عیسیٰ علیہ السلام) پر بھی ایمان لانا؟

۴۔ کیا قرآن وحدیث میں یہ لکھا ہوا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بطور امتی ہوگا؟

۵۔ عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ نزول کے وقت ''نبی'' کی بجائے ''امتی'' ماننے سے ان کی نبوت کا انکار تو لازم نہیں آئے گا؟ (کیونکہ بزبان عیسیٰ علیہ السلام قرآنِ حکیم میں سورۂ مریم آیت نمبر: ۳۰ میں ہے وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا اور اس (اللہ) نے مجھے نبی بنایا ہے۔''

۶۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام نبی اور رسول کی حیثیت سے آئیں گے تو اس وقت آخری نبی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد بھی کس نبی یا رسول کی ضرورت ہے؟

۷ اگر تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں آنے والی ہستی عیسیٰ علیہ السلام کو مانا جائے تو محمد ﷺ کے اس فرمان کا: ((فَإِنِّیْ آخِرُ الْأَنْبِیَاءِ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ)) ''میں تمام نبیوں کے آخر پر ہوں اور میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' کا کیا معنی ومفہوم ہوگا؟

۸ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر اٹھایا جانا اور وہاں صدیوں رہنا اور پھر زمین پر نزول فرمانا اللہ کی نعمتوں میں سے ہے یا نہیں؟

۹ اگر نعمتوں میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی نعمتیں یاد کرائے گا۔ ان نعمتوں میں عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر اٹھایا جانا، پھر زمین پر نزول فرمانے کا کوئی ذکر نہیں ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

۱۰ کیا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اتنی بڑی نعمت کا ذکر کرنا بھول گئے ہیں یا آسمانوں پر اٹھایا جانے کا واقعہ ہی رونما نہیں ہوا ہے؟

<u>بلکہ حقیقت یہ ہے کہ:</u> محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعے تمام انبیاء علیہم السلام کے سلسلے کو ختم اور بند کر دیا ہے۔ اب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بطور امتی یا نبی نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے ہیں، جن میں عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ نزول مسیح علیہ السلام کا عقیدہ ہر لحاظ سے عیسائیوں کا عقیدہ ہے جو منظم سازش سے مسلمانوں میں پھیلایا گیا ہے۔

ج:...... ۱ مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول نبی، رسول اور محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی کی حیثیت سے ہوگا۔ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﴾[النسآء: ۱۷۱][''مسیح عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس کے حکم ہیں، جسے مریم (علیہا السلام) کی طرف ڈال دیا اور اس کے پاس کی روح ہیں، اس لیے تم اللہ کو اور اس کے سب رسولوں کو مانو اور نہ کہو کہ اللہ تین ہیں، اس سے باز آ جاؤ کہ تمہارے لیے بہتری ہے۔''] نیز قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ﴾[المائدۃ: ۷۵][''مسیح ابن مریم سوائے پیغمبر ہونے کے اور کچھ بھی نہیں ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو چکے ہیں، اس کی والدہ ایک راست باز عورت تھیں، دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے۔''] نیز قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ط ﴾ [مریم: ۳۰] [''آپ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اپنا پیغمبر بنایا ہے۔''] اور قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ o فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o ﴾[آل عمران : ۸۱،۸۲][''جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و حکمت دوں، پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لیے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو، سب نے کہا ہمیں اقرار ہے۔ فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں پس اس کے بعد بھی جو پلٹ جائے وہ یقیناً پورے نافرمان ہیں۔'']

۲۔ پہلے سوال کے جواب میں گزر چکا ہے کہ مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا نزول نبی، رسول اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی حیثیت سے ہوگا، لہٰذا یہ سوال ''کیا امتی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سارے اہل کتاب اور غیر مسلموں سے کہے کہ مجھ پر ایمان لاؤ؟'' بنتا ہی نہیں، کیونکہ مسیح عیسیٰ علیہ السلام امتی ہونے کے ساتھ ساتھ رسول و نبی بھی ہیں۔ بطور مثال ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے امتی بھی ہیں اور رسول و پیغمبر بھی۔ لوط علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے امتی بھی ہیں اور رسول و پیغمبر بھی۔ تو مسیح علیہ السلام، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بھی ہیں اور رسول و پیغمبر بھی۔ تو ان کا لوگوں کو اپنے آپ پر ایمان لانے کی دعوت دینا، رسول و پیغمبر کی حیثیت سے ہے۔

۳۔ اس سوال کا جواب نمبر: (۱) اور نمبر: (۲) میں بیان ہو چکا ہے۔

۴۔ اس کا جواب نمبر: (۱) میں گزر چکا ہے۔

۵۔ مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ان کو امتی ماننے سے ان کے رسول و نبی ہونے کا انکار لازم نہیں آتا، جیسا کہ ان کو رسول و نبی ماننے سے ان کے امتی ہونے کا انکار لازم نہیں آتا۔ دیکھیے لوط علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے امتی ہیں۔ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ط ﴾[العنکبوت : ۲٦][''پس ابراہیم علیہ السلام پر لوط علیہ السلام ایمان لائے۔''] تو اب اس سے لوط علیہ السلام کے رسول و نبی ہونے کا انکار لازم نہیں آتا، تو مسیح علیہ السلام بوقت نزول امتی ہونے کے ساتھ ساتھ رسول و نبی بھی ہیں، بلکہ فی الحال بھی وہ رسول و نبی اور امتی ہیں۔

سائل نے پہلے سوال میں ''دوبارہ نزول'' لکھا ہے، اب کے پانچویں سوال میں بھی ''دوبارہ نزول'' لکھا ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ مسیح علیہ السلام کا آسمان سے نزول صرف ایک بارہ ہے دوبارہ نہیں۔

۶ مسیح علیہ السلام کو رسالت و نبوت محمد رسول اللہ ﷺ سے تقریباً پانچ چھ سو سال پہلے ملی ہے۔قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ قَالُوۡا كَيۡفَ نُكَلِّمُ مَنۡ كَانَ فِي الۡمَهۡدِ صَبِيًّا ط قَالَ إِنِّيۡ عَبۡدُ اللّٰهِ ط ﴾ [مریم: ۲۹۔۳۰]['' سب کہنے لگے کہ لو بھلا ہم گود کے بچے سے باتیں کیسے کریں؟ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔'']الایۃ۔نیز قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ وَإِذۡ قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ يٰبَنِيۡٓ إِسۡرَآئِيۡلَ إِنِّيۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ إِلَيۡكُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوۡرٰاةِ ، وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوۡلٍ يَّأۡتِيۡ مِنۡۢ بَعۡدِي اسۡمُهٗٓ أَحۡمَدُ ط ﴾ [الصّف: ٦] [''اور جب کہا مریم کے بیٹے عیسیٰ نے اے بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں،جن کا نام احمد ہے۔'']الآیۃ۔تو مسیح علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو اس وقت بھی آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہوں گے،کیونکہ مسیح علیہ السلام فرمارہے ہیں: ﴿ وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوۡلٍ يَّأۡتِيۡ مِنۡۢ بَعۡدِي اسۡمُهٗٓ أَحۡمَدُ ط ﴾ تو نبی کریم ﷺ کے بعد نئے سرے سے کسی نبی و رسول کی بعثت کی تو کوئی ضرورت نہیں۔ہاں! نبی کریم ﷺ کے بعد پہلے نبی و رسول مسیح علیہ السلام کو آپ ﷺ کی تائید و تصدیق کے لیے اور فساد و فتنہ کی سرکوبی کی خاطر نازل کرنے کی ضرورت ہے۔صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَيُوشِكَنَّ اَنۡ يَنۡزِلَ فِيۡكُمُ ابۡنُ مَرۡيَمَ حَكَمًا عَدۡلًا۔)) (الحدیث) [1] [''عنقریب اتریں گے تم میں ابن مریم حاکم منصف۔'']

۷ اس کا جواب نمبر: (٦) میں گزر چکا ہے۔دیکھئے: ((إِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعۡدِيۡ۔)) [2] [''میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔''] نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے اور ((لَيُوشِكَنَّ اَنۡ يَنۡزِلَ فِيۡكُمُ ابۡنُ مَرۡيَمَ۔)) بھی نبی کریم ﷺ کا ہی فرمان ہے دونوں میں کوئی منافاۃ نہیں،کیونکہ مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے: ﴿ وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوۡلٍ يَّأۡتِيۡ مِنۡۢ بَعۡدِي اسۡمُهٗٓ أَحۡمَدُ ط ﴾ تو: ((إِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعۡدِيۡ۔)) کا معنی و مفہوم مسیح علیہ السلام نے ﴿ وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوۡلٍ يَّأۡتِيۡ مِنۡۢ بَعۡدِي اسۡمُهٗٓ أَحۡمَدُ ط ﴾ فرما کر بیان کر دیا ہے ان کے اس بیان کے بعد کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔

۸ نعمتوں میں سے ہے۔

[1] صحیح البخاری / کتاب احادیث الانبیاء / باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

[2] بخاری / کتاب الانبیاء / باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ، مسلم / کتاب الامارۃ / باب الامر بالوفاء ببیعۃ الخلفاء

۹ معلوم ہے مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بغیر باپ پیدا فرمانا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسیح عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی نعمتیں یاد کرائے گا، ان نعمتوں میں مسیح علیہ السلام کے بغیر باپ پیدا کیے جانے کا کوئی ذکر نہیں ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ سائل اس کی جو وجہ بیان کرے گا، وہی یا اس سے ملتی جلتی وجہ مسیح علیہ السلام کے رفع إلی السماء اور نزول من السماء کی آپ بیان کر سکتے ہیں۔

پھر رفع ونزول کے اس خاص مقام پر ذکر نہ ہونے سے ان کی نفی نہیں نکلتی، جیسا کہ اس خاص مقام پر ولادتِ مسیح علیہ السلام بغیر باپ کا بھی ذکر نہیں تو اس سے اس کی نفی تو نہیں نکلتی۔

پھر اس آیت کریمہ ﴿ اُذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ﴾[المائدۃ: ۱۱۰][''اے عیسیٰ ابن مریم! میرا انعام یاد کرو، جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے۔''] میں مریم رضی اللہ عنہا پر نعمتوں کا ذکر بھی ہے، مگر آگے جو نعمتیں بیان ہوئیں ان میں زکریا علیہ السلام کے ان کے کفیل بننے اور رزق ملنے والی نعمتوں نیز اصطفاء علی العالمین والی نعمت کا کوئی ذکر نہیں اس کی کیا وجہ؟ کیا یہ نعمتیں نہیں تھیں۔

نیز اسی آیت کریمہ میں ہے: ﴿ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ﴾ مہد میں کلام کرنے کا تو قرآنِ مجید میں ذکر ہے، جیسا کہ آیت: ﴿ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ﴾ الخ، میں گزر چکا ہے اور سن کہولت میں مسیح علیہ السلام کا انسانوں کے ساتھ کلام کرنا آج تک ثابت نہیں ہو سکا تو لا محالہ نزول کے بعد سنِ کہولت میں وہ انسانوں کے ساتھ کلام کریں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام وخبر دینا: ﴿ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ﴾ صدق و حق ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴾[النساء: ۸۷] اور ایک مقام پر ہے: ﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴾[نساء: ۱۲۲] ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام وخبر دینا واقع کے مطابق نہ ہو اور یہ لازم محال و باطل ہے۔

۱۰ اس سوال کے انداز کو لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام کو ان پر اور ان کی والدہ پر اپنی نعمتیں قیامت کے دن یاد کرائے گا ان نعمتوں میں مسیح علیہ السلام کے بغیر باپ پیدا کیے جانے، ان کی والدہ کے اصطفاء علی العالمین، انہیں رزق ملنے اور زکریا علیہ السلام کے ان کے کفیل بنائے جانے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اتنی بڑی نعمتوں کا ذکر کرنا بھول گئے ہیں یا یہ نعمتیں واقع ہی میں رونما نہیں ہوئیں؟ تو سائل جو جواب دے وہی یا اس سے ملتا جلتا جواب رفع ونزول کا آپ دے لیں۔

تو بھول والی بات کوئی نہیں۔ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴾[طه: ۵۲] اور ایک

مقام پر ہے: ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴾ بلکہ نعمتی در آیت: ﴿ اُذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ ﴾ [مریم: ٦٤] الخ، میں مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ پر تمام نعمتیں ذکر ہوگئی ہیں، خواہ اس مقام پر بعد میں ان کا ذکر آیا ہے ،خواہ ذکر نہیں آیا۔

تو مسیح علیہ السلام کا رفع اِلی اللہ تعالیٰ اور نزول دونوں ثابت ہیں۔ قرانِ مجید میں ہے: ﴿ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ ﴾ [النسآء: ١٥٩] [''بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا ہے۔''] نیز قرآنِ مجید میں ہے: '' وَرَافِعُكَ إِلَيَّ '' [آل عمران: ٥٥] [''اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔''] صحیح مسلم میں ہے: ((حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: نَااللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِيْنَاءَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَاللّٰهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا۔)) (الحديث) [''اللہ کی قسم! ابن مریم ضرور ضرور اتریں گے حاکم عادل۔''] نیز صحیح مسلم میں ہے: ((حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ شُجَاعٍ وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ،وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالُوْا: نَا حَجَّاجٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوا الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ: سَمِعتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ﷺ ، فَيَقُوْلُ أَمِيْرُهُمْ۔)) (الحديث) [1] [نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہمیشہ رہے گی، ایک جماعت میری امت سے حق پر قتال کرتے رہیں گے غالب قیامت کے دن تک۔'' آپؐ نے فرمایا: ''عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے تو ان کے امیر کہیں گے، آؤ ہمیں نماز پڑھاؤ تو عیسیٰ ابن مریم فرمائیں گے، نہیں بے شک بعض تمہارا بعض پر امیر ہے۔ اس امت کو اللہ تعالیٰ کے مکرم کرنے کی وجہ سے۔'']

تو حقیقت یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آخر الأنبیاء ہیں، جس کا واضح مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر تمام انبیاء علیہم السلام کے سلسلے کو ختم اور بند کر دیا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ کسی کو نبوت و رسالت عطا نہیں فرمائے گا۔ باقی رہے مسیح علیہ السلام تو ان کو اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے عطا فرمائی ہے، آپ کے بعد مسیح علیہ السلام کے نزول کے وقت ان کو اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت عطا نہیں فرمائی۔ خود مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ﴾ الآیۃ، تو مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا نزول پہلے نبی و رسول اور حالاً امتی

[1] صحيح مسلم / كتاب الايمان / باب نزول عيسىٰ ابن مريم حاكماً بشريعة نبينا محمد ﷺ

کی حیثیت سے ہوگا۔ محمد رسول اللہ ﷺ سمیت تمام انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے ہیں، جن میں مسیح عیسیٰ علیہ السلام شامل نہیں، کیونکہ وہ اللہ کی طرف اٹھا لیے گئے ہیں اور نزول فرمائیں گے۔ چند منٹ کے لیے بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ مسیح علیہ السلام بھی نبی کریم ﷺ سے پہلے وفات پا گئے تھے، پھر بھی وہ نزول ضرور فرمائیں گے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر ان کے نزول کو بیان فرمایا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ستر ساتھیوں پر موت طاری کر دی، پھر ان کو زندہ کر کے دنیا میں واپس لوٹا دیا، اسی طرح ایک بستی پر گزرنے والے پر سو برس موت وارد کر دی، پھر زندہ فرما کر دنیا میں لوٹا دیا۔ نیز موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں بستی چھوڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے موت دے دی، پھر انہیں زندہ فرما دیا۔ تو مسیح علیہ السلام بالفرض اگر فوت شدہ ہی تسلیم کر لیے جائیں، قرب قیامت اللہ تعالیٰ انہیں ضرور نازل فرمائیں گے۔ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾[البقرة: ٢٠]

((وَاللّٰهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ))

تو نزول مسیح علیہ السلام کا عقیدہ ہر لحاظ سے اہل اسلام کا عقیدہ ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کو حلفاً بیان فرمایا ہے۔ باقی کچھ عیسائی بھی نزول کے قائل ہیں تو درست ہے، کیونکہ عقیدہ حق ہے، سب عیسائیوں کو یہ عقیدہ اپنانا چاہیے اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کچھ عیسائی عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ وہ اللہ یا الٰہ یا اللہ کے بیٹے نہیں تو ان کا یہ عقیدہ درست ہے تمام عیسائیوں کو یہ عقیدہ اپنانا چاہیے۔ اب اس کا مطلب یہ تو نہیں نکلتا، چونکہ کچھ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے، لہٰذا اہل اسلام کو یہ عقیدہ نہیں اپنانا چاہیے، کیونکہ عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ دیکھئے عیسائی بلکہ یہودی بھی موسیٰ علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کے نبی و رسول مانتے ہیں، ان کی رسالت و نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں تو اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں ان انبیاء علیہم السلام کی نبوت و رسالت کا عقیدہ نہیں رکھتا، کیونکہ یہودی عیسائی ان کی نبوت و رسالت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح کسی مسلم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہے میں نزولِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ نہیں رکھتا، کیونکہ عیسائی نزول مسیح کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ: ''منظم سازش سے مسلمانوں میں عیسائیوں کا یہ عقیدہ پھیلایا گیا ہے۔'' تو وہ بالکل ہی بے بنیاد ہے، جس طرح یہ بات بے بنیاد ہے کہ مسیح علیہ السلام کی رسالت و نبوت کے عقیدہ اور ان کے کلمۃ اللہ ہونے کے عقیدہ کے متعلق کہنا کہ یہ ہر لحاظ سے عیسائیوں کا عقیدہ ہے جو منظم سازش سے مسلمانوں میں پھیلایا گیا ہے۔

تو اصول یہ ہے عیسائی یا یہودی یا کوئی اور قوم ایک عقیدہ رکھتی ہے اور وہ عقیدہ کتاب و سنت کے موافق ہے

، کتاب وسنت میں اس عقیدہ کی تائید وتصدیق اور تاکید موجود ہے تو وہ عقیدہ اپنائیں گے ، اس پر یقین رکھیں گے تو نزولِ مسیح علیہ السلام والے عقیدہ کی کتاب وسنت نے تائید وتصدیق اور تاکید کی ہے اس لیے ہم اس کو اپنائیں گے یہ نہیں کہیں گے : ''نزولِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ ہر لحاظ سے عیسائیوں کا عقیدہ ہے ۔ جو منظم...... الخ''

دیکھئے سائل لکھتا ہے : ''تمام انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے ہیں جن میں عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں ۔'' اب کوئی کہے کہ : ''وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ ہر لحاظ سے عیسائیوں کا عقیدہ ہے ، جو منظم سازش سے مسلمانوں میں پھیلایا گیا ہے ۔'' تو سائل کا کیا جواب ہوگا ؟

پھر سائل لکھتا ہے : ''آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے ہیں ۔ الخ'' تو سائل کے نزدیک آپ ﷺ نے وفات نہیں پائی ، حالانکہ قرآنِ مجید میں صریح آیت کریمہ ہے : ﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴾ واللہ اعلم ۔

حیاتِ مسیح اور نزولِ مسیح علیہ السلام کے متعلق تفصیل درکار ہو تو ہمارے شیخ کے شیخ حافظ محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی ...... رحمہما اللہ تعالیٰ ...... کی مایۂ ناز کتاب عظیم '' شهادة القرآن '' کا مطالعہ فرمالیں ۔

۱۲ / ۱۱ / ۱٤۲۳ھ

س : ...... عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ : رسول اللہ ﷺ ایک یہودیہ پر گزرے اس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے ۔ آپ نے فرمایا : ''لوگ اس (یہودیہ) پر رو رہے ہیں اور اس کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے ۔'' (بخاری) اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ یہودیہ عورت ابھی زمینی قبر میں دفن بھی نہیں کی گئی تھی ۔ زمین کے اوپر ہی تھی اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ : ''اس یہودیہ عورت کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے ۔'' معلوم ہوا کہ یہاں قبر سے مراد برزخی قبر ہے ، دنیاوی قبر نہیں / آپ نے کہا تھا بخاری شریف سے با حوالہ کتاب وباب الفاظ سمیت نقل فرمائیں ۔ ملاحظہ فرمائیں :

((باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَآءِ اَهْلِهِ ، عَلَيْهِ ...... حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَآئِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يَّبْكِيْ عَلَيْهَآ أَهْلُهَا فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا ۔)) (بخاري شريف / كتاب الجنائز)

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی روایت ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنور نما گڑھا دیکھا، جس میں برہنہ مرد اور عورتوں کو عذاب ہو رہا تھا...... (بخاری شریف) جبکہ دنیا میں زنا کاروں کی قبریں مختلف ممالک اور مختلف مقامات پر ہوتی ہیں، مگر برزخ میں ان کو ایک ہی تنور میں جمع کر کے آگ کا عذاب دیا جاتا ہے؟ آپ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا تھا ایک ہی تنور میں جمع کرنے کا ذکر نہ قرآنِ مجید میں ہے اور نہ حدیث میں ہے، ملاحظہ فرمایئے روایت: سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ...... ((قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا اِلٰی نَقْبٍ مِّثْلِ التَّنُّوْرِ اَعْلَاهُ ضَیِّقٌ وَّاَسْفَلُهٗ وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهٗ نَارٌ فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوْا حَتّٰی كَادُوْا یَخْرُجُوْنَ فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِیْهَا وَفِیْهَا رِجَالٌ وَّنِسَآءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا ......(بخاری شریف ، کتاب الجنائز)))

(محمد یونس شاکر)

ج: ...... ۱ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں مذکور مرور مرور علی القبر ہے۔ دلیل وہی ہے جو اس یہودیہ کے میت ہونے کی دلیل ہے۔

۲: ...... ''میرے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام دنیا کے تمام زناۃ وزانیات کے ایک ہی تنور میں معذب ہونے کا ذکر نہ قرآنِ مجید میں ہے اور نہ ہی حدیث میں۔ جو حدیث آپ نے درج فرمائی ہے، اس میں بھی اس چیز کا ذکر نہیں ہے۔ ایک دفعہ پھر غور سے پڑھیں، بات واضح ہو جائیگی۔ ان شاء اللہ الحنان۔ ۱۴ / ۱۱ / ۱۴۲۲ھ

س: ...... کہتے ہیں کہ جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے تو روح جسم میں واپس لوٹائی جاتی ہے، سوال و جواب کے لیے، سوال و جواب کے بعد روح جسم میں رہتی ہے، اگر نہیں رہتی تو پھر کہاں جاتی ہے؟ کیا جب جسم کو راحت یا عذاب ہوتا ہے تو روح جسم میں ہوتی ہے یا روح کا جسم سے کوئی تعلق ہوتا ہے یا روح کو علیحدہ عذاب ہوتا ہے اور جسم کو علیحدہ؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج: ...... قبر و برزخ میں ثواب و عذاب جسم و روح دونوں کو ہوتا ہے۔ کیفیت قبریہ و برزخیہ ہمارے ادراک سے بالاتر ہے۔ ۱۴ / ۱۱ / ۱۴۲۲ھ

س: ...... مسند ابی یعلی میں ہے کہ تمام انبیاء اپنی قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں، حالانکہ وہ تو فوت ہو چکے ہیں۔ ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ دوسرے مقام پر ہے: ﴿ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ﴾ اب یہ تعارض کیا ہے اور صحیح میں بھی ہے کہ جب آنحضرت معراج پر گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی میرے اوپر السلام علیك ایها النبی ورحمة

اللہ وبرکاتہ ''کہتا ہے تو، ابی داؤد میں ہے کہ: ((عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَامِنْ احَد یسلم علیّ الاّ رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام ویحسن ان یقول المسلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: السلام علیك یا نبی اللہ السلام علیك یا خیرۃ اللہ من خلقہ السلام علیك یا سید المرسلین وامام المتقین۔ اشھد انك بلغت الرسالۃ وادیت الا مانۃ ونصحت الامۃ وجاھدت فی اللہ حق جھاد۔)) یہ حدیث ابی داؤد میں ہے اس مسئلہ کی وضاحت ضروری چاہیے کیونکہ اگر انبیاء اللہ قبر میں نماز پڑھتے ہیں یا پھر آنحضرت کی روح لوٹائی جاتی ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں اور یہ کتنی مرتبہ روح کا لوٹنا ہوتا ہوگا یا پھر ہمیشہ ہی روح موجود رہتی ہے تو پھر لوٹائی کا کیا معنی ہوا؟ (محمد بشیر الطیب)

ج:...... ''تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔'' روایت کمزور ہے، البتہ موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔ [1] باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر والی اور برزخ والی زندگی ثابت ہے، جس میں کوئی شک وشبہ نہیں، البتہ ان کی دنیا والی زندگی ان کی موت یا شہادت کے وقت سے ختم ہو چکی ہے۔

ابو داؤد والی حدیث: ((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَا مِنْ أَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ إِلاَّ رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی أَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلاَمَ.)) [2] [''جو کوئی مجھے سلام کہے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دے گا، حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔''] ان الفاظ کے ساتھ حسن اور ثابت ہے۔ ابوداؤد میں موجود ہے۔ البتہ جو الفاظ آپ نے اس حدیث سے پہلے اور بعد نقل فرمائے ہیں وہ ابوداؤد میں نہیں ہیں۔ باقی روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک دفعہ قبر میں لوٹا دینے کے بعد نکالنے کا کوئی ثبوت نہیں۔ کیونکہ درود وسلام ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا جا رہا ہے۔ باقی یہ زندگی دنیا والی نہیں نہ ہی اس کے احکام دنیا والے ہیں۔

س:...... بغیر حساب وکتاب کے جنت میں آدمی کن اعمال کی وجہ سے جائے گا۔ دلائل سے ثابت کریں؟

ج:...... صحیح بخاری میں ہے: ((ھُمُ الَّذِیْنَ لاَ یَسْتَرْقُوْنَ ، وَلاَ یَکْتَوُوْنَ وَلاَ یَتَطَیَّرُوْنَ ، وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔))[''امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر ۷۰ ہزار آدمی بغیر حساب وعذاب کے جنت میں جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرواتے ہیں، نہ علاج کی غرض سے اپنے جسم کو داغتے ہیں اور نہ فال نکالتے ہیں، بلکہ وہ

---

[1] مسلم / کتاب الایمان / باب الاسراء [2] ابو داؤد / کتاب المناسك / باب زیارۃ القبور

صرف اپنے پروردگار پر ہی توکل کرتے ہیں۔''] [1]

٥ / ٥ / ١٤٢٤ھ

س:......کیا قرآن اللہ کی مخلوق ہے یا صفت؟ اگر صفت ہے تو کیا قرآن کی قسم کھائی جا سکتی ہے کہ نہیں؟

(عبدالغفور، شاہدرہ اسٹیشن لاہور)

ج:......قرآنِ مجید کو کلام اللہ اللہ تعالیٰ کا وصف سمجھتے ہوئے اس کی قسم اٹھا سکتا ہے۔ البتہ قرآنِ مجید کے اوراق، گتے اور اس کی روشنائی مخلوق میں شامل ہیں۔

١٩ / ١١ / ١٤٢١ھ

س:......کیا: ((كُفْرٌ دُوْنَ كُفْرٍ)) حدیث ہے؟ (محمد حسین، کراچی)

ج:......رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں۔ عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الایمان کے ایک باب کے ترجمہ میں ذکر فرمایا ہے اور اس کے مضمون کو مرفوع صحیح احادیث سے ثابت فرمایا ہے۔

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے دوزخ دکھلائی گئی تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں، جو کفر کرتی ہیں۔'' کہا گیا کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں۔ اگر تم عمر بھر ان میں سے کسی کے ساتھ احسان کرتے رہو، پھر تمہاری طرف سے کبھی کوئی ان کے خیال میں ناگواری کی بات ہو جائے تو فوراً کہہ اٹھیں گی کہ میں نے کبھی بھی تجھ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔''] [2]

س:......ایک آدمی ساری عمر شرکیہ کام کرتا ہے اور مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھتا ہے کیا وہ بھی جنت میں جائے گا؟

(ظفر اقبال)

ج:......''جس کا آخر قول: ((لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ)) ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' [3] اہل ایمان کے متعلق ہے کافر و مشرک مرتے وقت کلمہ پڑھتا ہے تو وہ مذکور بالا حدیث کا مصداق نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ج حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط ﴾ [النساء: ٤/ ١٨]

''ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے جائیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے

---

[1] صحيح البخاري / الطب / باب من اكتوى أو كوى غيره وفضل من لم يكتو : ح: ٥٧٠٥، ٥٧٥٢، صحيح مسلم / كتاب الايمان / باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة، ح: ٢٢٠

[2] صحيح بخاري / كتاب الايمان / باب كفران العشير وكفر دون كفر

[3] ابو داؤد / جلد ثاني / كتاب الجنائز / باب في التلقين

تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی، ان کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر پر ہی مر جائیں۔''

پھر فرعون کے متعلق ہے:

﴿ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ ﴾ [یونس: ۱۰/۹۱]

''یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں اس (اللہ پر) کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں (جواب دیا گیا کہ) اب ایمان لاتا ہے اور پہلے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا۔'' ۱۵ / ۱۱ / ۱۴۲۵ھ

س:...... ۱ جو آدمی نماز جمعہ پڑھتا ہے، باقی کوئی نماز نہیں پڑھتا کیا ایسا آدمی کافر ہے؟

۲ کیا ایسا کلمہ توحید کا اقرار کرنے والا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا یا کلمہ توحید کی وجہ سے دوزخ سے نکال لیا جائے گا؟

۳ کیا ایسے آدمی کو سلام کہنا چاہیے؟ (فیصل اسلم)

ج:......رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ تَرَكَ صَلاَةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ)) [1] [''جس نے نمازِ عصر چھوڑی تو اس کا عمل حبط ہوگیا۔''] اس حدیث سے ثابت ہوا اس کا جمعہ حبط ہے۔ آپ کی شقوق ثلاثہ سے دو کا جواب تو اس حدیث میں بیان ہوگیا ہے۔ رہی تیسری شق تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسے سلام کہنا چاہیے کیونکہ ظاہر میں وہ اپنے آپ کو مسلم کہتا اور کہلواتا ہے۔ پھر عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھیوں کا حکم معلوم ہی ہے وہ کلمہ بلکہ نماز بھی پڑھتے تھے تو ثابت ہوا کہ انسان کے اندر کفر موجود ہو تو کلمہ توحید اسے نجات نہیں دلائے گا۔ ۱۴ / ۱ / ۱۴۲۴ھ

س:...... جہاں میں کام کرتا ہوں وہاں پر سال یعنی عیسوی سال کے ابتدا میں ہماری فیکٹری کے مالک ایک فروٹ کیک لاتے ہیں اور اس میں یہاں کی کرنسی کا ایک سکہ ہوتا ہے اور اسے اتنے حصوں میں کاٹتے ہیں جتنے ملازم کام کرتے ہیں اور اس پر سب سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا نام، پھر مریم علیہا السلام کا نام یا سلام اللہ علیہ، پھر مالک اپنے دو بھائیوں کے نام، پھر بالترتیب سینئر سے جونیئر ملازمین کے نام ایک صفحہ پر لکھ لیتے ہیں۔ پھر اس فروٹ کیک جو کہ اچھا سال گزرنے کے لیے کاٹتے ہیں اس کو گھماتے ہیں۔ اصل مقصد کیک کاٹنے کا یہ ہوتا ہے کہ جو سال شروع ہوا ہے وہ اچھا گزرے، پھر ٹوٹل جو نام ہوتے ہیں اتنے ہی کیک کے حصے کر لیتے

[1] بخاری / کتاب الصلاۃ / باب من ترك العصر

ہیں، پھر بالترتیب کاٹنا شروع کر دیتے ہیں اور جس کے نام سے کیک کے حصے سے سکہ نکلتا ہے اسے خوشی سے پاکستانی کرنسی میں 16000، سولہ ہزار روپیہ ملتا ہے، اس کام میں ملازمین کا کچھ خرچ نہیں ہوتا ہے۔ کیا یہ رقم لینا جائز ہے؟ (سہیل سلیم، یونان)

ج:...... جو طریقہ آپ نے تفصیل سے لکھا وہ از قسم تمیمہ ہے۔ (ا) جو شرعاً نا جائز ہے۔ البتہ اس فروٹ کیک والی رسم کے بغیر بذریعہ قرعہ اندازی فیکٹری والے ملازمین کو پیسے دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس میں خلاف شرع کوئی چیز شامل نہ ہو۔

[ا:...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَلاَ اَتَمَّ اللّٰهُ لَهٗ وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً فَلاَ وَدَعَ اللّٰهُ لَهٗ.)) ''جس نے کوئی تمیمہ لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے اور جس نے سیپ باندھی اللہ تعالیٰ اسے بھی آرام اور سکون نہ دے۔'' [مسند احمد: ۱۵۴/۴]

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ۔)) ''جس نے تمیمہ لٹکایا اس نے شرک کیا۔'' [مسند احمد: ۱۵۶/۴]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے محمد ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اللہ کے علاوہ تم جن کو پکارتے ہو کیا وہ اس نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا مجھ پر اللہ مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیجیے مجھے تو اللہ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔'' [الزمر: ۳۸، ۳۹]

۲۴ / ۶ / ۱۴۲۲ھ

س:...... ایک آدمی بیرونِ ملک جانے کے لیے قادیانی بن جاتا ہے اور دوسرا اس قادیانی بننے والے کے نکاح میں گواہ بنتا ہے، جبکہ گواہ بننے والا دل سے صحیح مسلمان ہے، اس کے بارے قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

ج:...... اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآئَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ط وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ ﴾ [التوبة: ۲۳] ''اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں، تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا وہ پورا گناہ گار ظالم ہے۔'' نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا

مِنۡهُمۡ تُقٰىةً ﴾ [آل عمران: ۲۸] [''مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں، مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو۔''] رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا اَشْهَدُ عَلٰی جَوْرٍ)) [1] [''میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا۔''] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ اَوِ الۡوَالِدَيۡنِ وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ ۚ ﴾ الآیۃ [النساء: ۱۳۵] [''اے ایمان والو! عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور خوشنودی مولا کے لیے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، گو وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتہ دار عزیزوں کے۔'']

رہی بات دل کے مومن ہونے کی تو جو دل کا مؤمن ہو وہ جور وظلم پر گواہ نہیں بنتا، چہ جائیکہ وہ کفر وارتداد پر گواہ بنے؟ واللہ اعلم۔ ۳۰ / ۱ / ۱۴۲۴ھ

س:.....کیا جادو کا علاج جادو سے کیا جا سکتا ہے؟ (ماسٹر سیف اللہ خالد)

ج:.....جی نہیں۔

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات مہلک کاموں سے بچ کر رہو۔'' صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! وہ سات کام کون کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:

1. اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔
2. جادو کرنا۔
3. کسی کو ناحق قتل کر ڈالنا۔
4. سود خوری۔
5. یتیم کا مال کھانا۔
6. کفار سے مقابلہ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا۔
7. پاکدامن اہل ایمان عورتوں پر تہمت لگانا۔

[صحیح بخاری / کتاب الوصایا / باب قول اللہ تعالی: ﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡيَتٰمٰى ظُلۡمًا اِنَّمَا يَاۡكُلُوۡنَ فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ نَارًا ‌ؕ وَسَيَصۡلَوۡنَ سَعِيۡرًا ﴾] [2] ۷ / ۲ / ۱۴۲۳ھ

س:..... (1) جادو سے جادو کا علاج کرنا درست ہے کہ نہیں؟ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہے یا حرام؟ جو آدمی جادو کے ذریعہ سے جادو کا علاج کرتا ہے تو دوسرا آدمی جو اس کو جانتا ہے کہ یہ جادو وغیرہ کرتا ہے تو کیا وہ آدمی اس سے کوئی چیز کھا سکتا ہے کہ نہیں؟ یا اس کے ساتھ کھانا جو اس کی جادو کی کمائی نہیں رزق

[1] بخاری / کتاب الشہادات / باب لا یشهد علی شهادة جور اذا اشهد

[2] وصحیح مسلم / کتاب الایمان / باب الکبائر واکبرها

حلال ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ یعنی مکمل طور پر اس کے ساتھ لین دین، کھانا پینا، جائز ہے کہ نہیں؟ کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ جادو کرنے والا یا جادو کے ساتھ علاج کرنے والا مشرک ہے؟ ایسا آدمی اگر کسی کو تحفہ دے، نقدی کی صورت میں یا کسی اور چیز کی صورت میں وہ تحفہ لینا جائز ہے کہ نہیں؟

۲ کسی مسحورہ (جادو کی ہوئی) عورت کو تعویذ دینا، جس میں سورۂ فاتحہ، سورۂ یونس کی آیت نمبر:۸۱ ﴿ مَاجِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ﴾ سے آیت:۸۲ ﴿ مُجْرِمُوْنَ ﴾ تک اور یہ الفاظ: ((يَا حَيُّ حِيْنَ لَا حَيَّ فِيْ ديمومة ملكه وبقائه يا حيُّ)) یہ تینوں چیزیں لکھ کر دینا اور کہنا کہ اس تعویذ کو پانی میں ڈال کر پانی پینا بھی ہے اور اس پانی کے ساتھ غسل بھی کرنا ہے کیا یہ جائز ہے؟

۳ کیا ایسے آدمی (جادو سے علاج کرنے والے) کے پیچھے نماز ہوتی ہے کہ نہیں؟ (سمیع اللہ، کوٹلی آزاد کشمیر)

ج:...... ۱ درست نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ))[((وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ.)) ''سات مہلک کاموں سے بچ کر رہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ سات کام کون کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) جادو کرنا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق قتل کرنا۔ (۴) سود خوری۔ (۵) یتیموں کا مال کھانا۔ (۶) کفار سے مقابلہ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا۔ (۷) پاک دامن اور عفت مآب اہل ایمان عورتوں پر تہمت طرازی [1] جادو کے ذریعہ حاصل شدہ مال و کمائی حرام ہے۔ بدليل الحديث المتقدم.

۲ تعویذ قرآنی ہو، خواہ غیر قرآنی حدیثی ہو، خواہ غیر احادیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔

۳ اگر اس کا جادو کفر یا شرک کے درجہ تک پہنچ چکا ہے تو اس کی امامت میں نماز درست نہیں، ورنہ اسے مستقل امام نہیں بنایا جاسکتا۔

س:...... جادو ہو جانے کی صورت میں اور نظر کے لگ جانے کی صورت میں قرآن و حدیث میں اس کا کیا علاج ہے؟ (سیف اللہ خالد، ضلع اوکاڑہ)

ج:...... جادو ہو جانے کی صورت میں رب تعالیٰ سے دعاء اور معوذتین پڑھے اور نظر لگ جانے کی صورت میں

[1] صحيح بخاری / الوصايا / باب قوله تعالىٰ: (ان الّذين ياكلون اموال اليتامىٰ ظلما) حديث: ۲۷۶۶ ، صحيح مسلم / الايمان / باب الكبائر واكبرها ، حديث: ۸۹

نظر کا دم اور نظر لگانے والے کے وضوء سے گرے ہوئے پانی کے ساتھ غسل شرعی علاج ہیں۔ نظر کا دم یہ ہے:

﴿ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ ط ﴾

''میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعے ہر شیطان، زہریلے جانور اور ہر ضرر رساں نظر کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔'' ❶

دوسرے کو دم کرنا ہو تو اَعُوْذُ کی جگہ اُعِیْذُكَ پڑھے۔] ۲۴ / ۶ / ۱۴۲۱ھ

س: ...... جادو اور نظر کی حقیقت کیا ہے؟ نیز کیا جادو ہو جاتا ہے اور نظر لگ جاتی ہے؟

(سیف اللہ خالد، ضلع اوکاڑہ)

ج: ...... جادو اور نظر کی تعریف و حقیقت قرآن وسنت سے مجھے معلوم نہیں۔ البتہ جادو ہو جاتا ہے اور نظر لگ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ط ﴾ [البقرة: ۱۰۲]

[''پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے، جس سے خاوند و بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے۔'']

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ ط ﴾ [الاعراف: ۱۱۶]

[''انہوں نے لوگوں کی نظر پر جادو کیا اور ان پر ہیبت غالب کر دی۔'']

پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى O ﴾ [طٰهٰ: ۶۶]

[''موسیٰ کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے دوڑ بھاگ رہی ہیں۔'']

لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا جس کا کچھ نہ کچھ اثر رسول اللہ ﷺ پر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے جادو کا اثر زائل فرما دیا۔ اس واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری میں دیکھ سکتے ہیں۔

[عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: ''جب رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تو آپ کی یہ حالت تھی کہ آپ خیال کرتے کہ میں یہ کام کر سکتا ہوں، لیکن کر نہیں سکتے تھے۔ پھر آپ نے ایک دن خوب دعا فرمائی۔

---

❶ صحیح بخاری / کتاب احادیث الأنبیاء / حدیث: ۳۳۷۱

اس کے بعد مجھ سے فرمایا: ''اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آج مجھے ایسی چیز بتائی ہے جس میں میری شفاء ہے، یعنی میرے پاس دو آدمی آئے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اس شخص کو کیا مرض ہے؟ دوسرے نے جواب دیا اس پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا اس پر کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: لبید بن اعصم یہودی نے۔ اس نے کہا: کس چیز میں کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ: کنگھی میں۔ آپ کے موئے مبارک اور نر کھجور کے خوشہ کے پوست میں۔ اس نے کہا یہ کہاں رکھا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا۔ زروان نامی کنویں میں ہے۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کنویں کے پاس تشریف لے گئے اور واپس آ کر آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''وہاں کی کھجوریں شیاطین کے سر کی مانند ہیں۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا آپ نے اس کو نکلوایا فرمایا نہیں۔ اللہ نے مجھے شفا دے دی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے لوگوں میں فساد پھیلے گا۔ اس کے بعد وہ کنواں بند کر دیا گیا۔'' ❶

رہی نظر تو اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: '' اَلْعَيْنُ حَقٌّ '' نظر حق ہے۔ ❷

٢٤ / ٦ / ١٤٢١ھ

س: ...... ① آسیب کیا ہے؟ اور آسیب زدہ کا علاج قرآن کی کن آیات اور کن احادیث مبارکہ سے کیا جاتا ہے؟ اور اس کے پڑھنے کا طریق کار کیا ہونا چاہیے؟

② کیا جنات آدمی کو لگ جاتے ہیں؟ نیز ان کے لگنے کا سبب کیا ہے؟

③ جنات کے آدمی کو لگ جانے کی صورت میں کون سی سورۃ اور آیات تلاوت کی جاتی ہیں جن سے وہ حاضر ہو جاتا ہے؟ اور ان کو بھگانے کے لیے کیا کچھ پڑھنا چاہیے؟

④ ''شرعی'' تعویذ کی حقیقت کیا ہے؟ کیا شرعی تعویذ لیا اور دیا جا سکتا ہے؟

⑤ بعض عامل جنات کو قید کر لیتے ہیں۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اگر واقعی ایسا ہے تو اس کا کیا طریقہ ہے؟

(سیف اللہ خالد، ضلع اوکاڑہ)

ج: ...... ① آسیب جنات کی تاثیر یا ان سے تأثر کو کہتے ہیں، علاج آیت الکرسی اور معوذتین کی تلاوت یا پھر سورۂ بقرہ کی تلاوت۔

② ہاں لگ جاتے ہیں۔ اسباب مختلف ہوتے ہیں۔

---

❶ کتاب بدء الخلق ، صحیح بخاری / باب صفة إبليس وجنوده

❷ صحیح بخاری / کتاب الطب / بابٌ اَلْعَيْنُ حَقٌّ

۳۔ نمبر:۱ میں درج شدہ آیات وسور کو کثرت سے پڑھتا رہے، ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔

۴۔ تعویذ خواہ قرآن وحدیث کے کلمات کا ہی کیوں نہ ہو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔

۵۔ یہ ان عاملوں سے پوچھیں مجھے اس کا علم نہیں۔

کتاب ''جادوگروں کا قلع قمع کرنے والی تلوار'' رحمکم اللہ العزیز الغفار کا مطالعہ فرمائیں۔

٢٤ / ٦ / ١٤٢١ھ

س:...... کیا جن قابو ہو جاتے ہیں؟ اگر ہو جاتے ہیں تو کیا ہم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ہر دو صورت دلیل لکھ دیں۔ بعض اوقات لوگ آتے ہیں کہ ہمارے بچے کو جن چمٹ گئے ہیں تو اس کا علاج کس طرح کریں، کیونکہ جن کے پاس جن ہیں وہ اس کے ذریعے کچھ کرتے ہیں اور جن نکالتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ایسے مریضوں کا علاج کس طرح کرنا چاہیے ہم اس جن کو کس طرح حاضر کریں اور اس سے پوچھیں یا علاج نہ کریں اور اس کو جنوں والے کے پاس بھیج دیں۔ اس کے بارے میں مکمل تفصیل تحریر فرما دیں؟ (قاسم بن سرور، فیصل آباد)

ج:...... جن اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَالْجَآنَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴾ [الحجر: ٢٧][''اور جنوں کو اس سے پہلے ہم آگ کی لپٹ سے پیدا کر چکے تھے۔''] ﴿ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ ﴾[الرحمٰن: ١٥][''اور جنوں کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا۔''] ابلیس لعین نے کہا تھا: ﴿ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ ﴾[''میں آدم سے بہتر ہوں، کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔''] [الاعراف: ١٢] ان میں سے بعض نیک اور مسلم اور بعض بد اور ظالم: ﴿ وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ط ﴾[الجن: ١١][''ہم میں سے کچھ نیک لوگ ہیں اور کچھ اس سے کم درجہ کے ہیں۔''] ﴿ وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ط ﴾ الخ[الجن: ١٤] [''ہم میں سے کچھ مسلمان اور کچھ بے انصاف ہیں۔''] ﴿ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ ط الخ ﴾[الاحقاف: ٢٩ تا ٣٢][''اور جب ہم جنوں کے ایک گروہ کو آپ کی طرف لائے، جو قرآن سن رہے تھے، جب وہ اس مقام پر پہنچے تو کہنے لگے۔ خاموش ہو جاؤ، پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ ڈرانے والے بن کر اپنی قوم کے پاس لوٹے۔ کہنے لگے: اے ہماری قوم! ہم نے

ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے وہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ حق اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے بچالے گا۔ اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں اسے عاجز نہیں کرسکتا۔"] ﴿ قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوٓا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ الخ ﴾ [الجن: ۱] [" کہیے مجھے وحی ہوئی کہ جنوں کے گروہ نے (قرآن) غور سے سنا، پھر کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے۔"] جن جنوں اور انسانوں کو بسا اوقات نفع و نقصان بھی پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝ ﴾ [الجن: ٦] ["اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں کے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے جنوں کے غرور کو بڑھا دیا تھا۔"] ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۝ ﴾ [الانعام: ۱۱۲] ["اسی طرح ہم نے شیطان سیرت انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا جو دھوکہ دینے کی غرض سے کچھ خوش آئند باتیں ایک دوسرے کو پھونکتے رہتے ہیں۔"] ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْإِنْسِ وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُمْ مِّنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ ط الخ ﴾ [الانعام: ۱۲۸] ["اے گروہ جن! تم نے بہت سے آدمیوں کو (اپنا تابع) بنا رکھا تھا اور انسانوں میں سے جنوں کے دوست کہیں گے، ہمارے رب ہم نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اٹھایا حتیٰ کہ وہ وقت آ گیا جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا۔ اللہ فرمائے گا: تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے۔"]

جن سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کے تابع تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَالشَّيَاطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَآخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ ﴾ [ص: ۳۷، ۳۸] ["اور شیطان بھی مسخر کر دیے جو سب معمار و غوطہ زن تھے اور کچھ دوسرے زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔"] نیز فرمایا: ﴿ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ ط الخ ﴾ [سبا: ۱۲] ["اور بعض جن اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے کوئی ہمارے حکم سے سرتابی کرتا تو ہم اسے بھڑکتی آگ کے عذاب کا ذائقہ چکھاتے جو سلیمان چاہتے وہی جن ان کے لیے بناتے۔"]

رسول اللہ ﷺ نے ایک جن کو پکڑنے کا ارادہ فرمایا، بلکہ اسے پکڑنے پر قادر ہوگئے تو آپ نے فرمایا: "مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعاء یاد آ گئی تو آپ نے اسے ردو دفع کر دیا۔" ❶ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک جن کو دو

❶ بخاری / کتاب التفسیر، سورۃ: ص

راتیں پکڑ کر چھوڑ دیتے رہے وہ ان کو آیۃ الکرسی بتا گیا۔ [1]

باقی جنوں کو قابو کرنے کا دعویٰ کرنے والوں کے دعویٰ کا مجھے علم نہیں کہاں تک حقیقت پر مبنی ہے، کوئی جنوں سے تعارف وواقفیت رکھنے والا ہی بتا سکتا ہے، اس فقیر إلی اللہ الغنی کا تو جنوں کے ساتھ کوئی تعارف نہیں۔ واللہ اعلم۔

۱۴۲۰/۱۱/۵ھ

س:...... نجومیوں کاہنوں کی حقیقت کیا ہے؟ بعض مسلمان بھائی کہتے ہیں کہ عیسائیوں کے نجومیوں کی باتیں مسلمان نجومیوں سے زیادہ سچ ثابت ہوئی ہیں۔ نعوذ باللہ۔ اس سے شک پڑتا ہے شاید وہ عیسائیت کی طرف مائل ہیں؟ (حافظ محمد فاروق)

ج:...... نجومی اور کاہن مسلم ہو خواہ غیر مسلم ان کے پاس جانا، ان کی تصدیق وتائید کرنا ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے مترادف ہے، جبکہ احادیث میں تصریح آئی ہے۔ [2] ۱۴۲۱/۳/۲ھ

س:...... حوضِ کوثر صرف محمد رسول اللہ ﷺ کا ہی ہوگا؟ یا دوسرے انبیاء علیہم السلام اجمعین کے بھی ہوں گے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:...... محمد رسول اللہ ﷺ کے حوضِ کوثر کا ذکر تو کتاب وسنت میں موجود ہے، جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ البتہ ہر نبی علیہ السلام کے حوض ہونے کا ذکر بھی بعض روایات میں موجود ہے مگر ان کی اسانید کمزور ہیں تفصیل کے لیے دیکھیں: فتح الباری (۴۶۷/۱۱)

[سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کا ایک حوض ہے اور انبیاء آپس میں فخر کریں گے کہ کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں، مجھے اُمید ہے کہ میرے حوض پر آنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔] [3]

۱۴۲۴/۱/۶ھ

س:...... ظہور مہدی کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:...... رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ ﴾ اس سے مراد امام مہدی ہی ہیں۔

[''اس وقت کیا ہوگا جب تم میں مسیح ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔''] [4] ۱۴۲۴/۱/۵ھ

---

[1] بخاری / کتاب الوکالۃ / باب اذا وکل رجلا فترك الوكيل شيئا ......الخ

[2] ابوداؤد/کتاب الکہانۃ و التطیر باب النهي عن اتيان الكهان

[3] صحيح جامع ترمذی/ابواب صفة القيامة/ باب صفة الحوض الصحيحة: ۱۵۸۹.

[4] بخاری / کتاب احادیث الانبیاء / باب نزول عیسٰی ابن مریم ، مسلم / کتاب الایمان / باب نزول عیسٰی ابن مریم

ظُهُوْرُ الْمَهْدِيِّ .... مہدی کا ظہور

قیامت سے پہلے رسول اکرم ﷺ کی اولاد میں سے ایک شخص عربوں پر حکومت کرے گا۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهُ اِسْمِيْ)) رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ)) [1] (صحيح)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ عرب کا بادشاہ ایک ایسا آدمی بنے گا جو میرے اہل بیت میں سے ہوگا اور اس کا نام میرے نام جیسا ہوگا۔'' اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

((عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ ((اَلْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مِنْ وُّلْدِ فَاطِمَةَ)) رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)) [2] (صحيح)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''مہدی میرے خاندان اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوگا۔'' اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

امام مہدی کا نام محمد ہوگا اور ان کے والد کا نام بھی رسول اکرم ﷺ کے والد جیسا (عبداللہ) ہوگا۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمًا قَالَ زَائِدَةُ لَطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَبْعَثَ رَجُلًا مِنِّيْ اَوْ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهٗ اِسْمِيْ وَاسْمُ اَبِيْهِ اِسْمُ اَبِيْ)) رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)) [3] (حسن)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہ جائے تب بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا لمبا کردے گا کہ میرے خاندان یا میرے اہل بیت سے ایک شخص کو خلیفہ بنائے گا جس کا نام میرے نام پر ہوگا اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔'' اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

خلیفہ وقت کی موت کے بعد نئے خلیفہ کی بیعت پر اختلاف ہوگا بالآخر امام مہدی (محمد بن عبداللہ) کی بیعت پر لوگ متفق ہوجائیں گے۔

---

[1] ابواب الفتن، باب ماجاء فی المھدی (۱۸۱۸/۲) [2] کتاب الفتن، باب المھدی (۳۶۰۳/۳)

[3] کتاب الفتن، باب المھدی (۳۶۰۱:۳)

امام موصوف کی بیعت مسجد حرام میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہوگی۔

امام مہدی کی بیعت کو بغاوت سمجھ کر کچلنے کے لیے آنے والا لشکر بیداء کے مقام پر دھنس جائے گا۔ امام مہدی کی یہ کرامت دیکھ کر عراق اور شام کے علماء فضلاء جوق در جوق امام صاحب کی بیعت کے لیے مکہ مکرمہ پہنچنا شروع ہو جائیں گے۔

((عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ: ((يَكُوْنُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيْفَةٍ فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ هَاشِمٍ فَيَأْتِيْ مَكَّةَ ، فَيَسْتَخْرِجُهُ النَّاسُ مِنْ بَيْتِهِ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ فَيُجَهَّزُ اِلَيْهِ جَيْشٌ مِنَ الشَّامِ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ ، فَيَأْتِيْهِ عَصَائِبُ الْعِرَاقِ وَاَبْدَالُ الشَّامِ)) رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ)) [1] (صحيح)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''ایک خلیفہ کی وفات پر لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا بنو ہاشم کا ایک آدمی (مدینہ سے) مکہ آئے گا لوگ اس کو گھر سے نکال کر (مسجد حرام میں) لے آئیں گے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کریں گے شام سے ایک لشکر مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے لیے آئے گا جب وہ بیداء کے مقام پر پہنچے گا تو اسے دھنسا دیا جائے گا اس کے بعد عراق اور شام سے علماء و فضلاء امام مہدی کے پاس (بیعت کے لیے) آئیں گے۔'' اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

بیعت لینے کے بعد امام مہدی اپنے ساتھیوں سمیت بیت اللہ شریف میں پناہ لیں گے۔

ابتداء میں امام موصوف کے ساتھیوں کی تعداد اور وسائل بہت کم ہوں گے اور وہ کسی فوج سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ خسف کے ذریعے ان کی مدد فرمائیں گے۔

((عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((سَيَعُوْذُ بِهٰذَا الْبَيْتِ يَعْنِي الْكَعْبَةَ قَوْمٌ لَّيْسَتْ لَهُمْ مَنْعَةٌ وَّلَا عَدَدٌ وَّلَا عُدَّةٌ يُبْعَثُ اِلَيْهِمْ جَيْشٌ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ)) رَوَاهُ مُسْلِمٌ)) [2]

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس گھر یعنی کعبۃ اللہ میں کچھ لوگ پناہ لیں گے جن کے پاس دشمن کا حملہ روکنے کی طاقت نہیں ہوگی نہ ان کی تعداد زیادہ ہوگی نہ ان کے

[1] مجمع الزوائد، کتاب الفتن، باب ماجاء فی المهدی (۱۲۳۹۹/۷)

[2] کتاب الفتن واشراط الساعة

پاس اسلحہ ہوگا ایک لشکر (انہیں ختم کرنے کے لیے) بھیجا جائے گا وہ بیداء کے مقام پر پہنچیں گے تو زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

بیداء کے مقام پر دھنسنے والے لشکر میں سے صرف ایک آدمی بچے گا جو واپس جا کر حکومت کو کامیاب بغاوت (یعنی انقلاب) کی خبر دے گا۔

((عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَيَؤُمَّنَّ هٰذَاالْبَيْتَ جَيْشٌ يَّغْزُوْنَهُ حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوْسَطِهِمْ وَيُنَادِيْ أَوَّلُهُمْ اٰخِرَهُمْ ثُمَّ يُخْسَفُ بِهِمْ فَلَا يَبْقٰى إِلَّا الشَّرِيْدَ الَّذِيْ يُخْبِرُ عَنْهُمْ)) رَوَاهُ مُسْلِمٌ)) [1]

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''ایک لشکر بیت اللہ پر حملہ کرنے کی نیت سے جب بیداء کے مقام پر پہنچے گا تو پہلے اس لشکر کا قلب (درمیانی حصہ...... زمین میں دھنسے گا تو آگے کا حصہ پچھلے حصے کو (مدد کے لیے) پکارے گا، لیکن سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے سوائے ایک قاصد کے وہی (واپس) جا کر لوگوں کو خبر دے گا۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

امام مہدی کی خلافت اور دیگر امور خلافت صرف ایک رات میں طے ہو جائیں گے۔

((عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْمَهْدِيُّ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ يُصْلِحُهُ اللّٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ)) رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)) [2] (حسن)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مہدی ہمارے اہل بیت میں سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی (خلافت کا) انتظام ایک ہی رات میں فرما دے گا۔'' اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

امام مہدی کا دور خلافت سات سال تک ہوگا۔

امام موصوف کشادہ پیشانی اور اونچی ناک والے ہوں گے۔

امام مہدی اپنے دور حکومت میں مکمل عدل و انصاف قائم کریں گے۔

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْمَهْدِيُّ مِنِّيْ ، أَجْلَى الْجَبْهَةِ ، أَقْنَى الْأَنْفِ ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا ، يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِيْنَ)) رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ)) [3] (حسن)

---

[1] كتاب الفتن واشراط الساعة [2] كتاب الفتن ، باب خروج المهدى: (٣٣٠٠/٢)

[3] كتاب الفتن ،باب المهدى: (٣٦٠٤/٣)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مہدی مجھ سے ہوگا اس کی پیشانی کشادہ اور ناک اونچی ہوگی زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم اور جور سے بھری ہوئی تھی وہ سات سال تک حکومت کرے گا۔'' اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

خلیفہ مہدی کے زمانے میں دولت کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ وہ عوام میں بلا حساب کتاب دولت تقسیم کریں گے۔

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : ((یَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ خَلِیْفَةٌ یَقْسِمُ الْمَالَ وَلَا یَعُدُّہٗ)) رَوَاہُ مُسْلِمٌ)) [1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال بغیر گنتی کے تقسیم کرے گا۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

امام مہدی (فجر کی) نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور امام مہدی کی امامت میں نماز ادا کریں گے۔

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ قَالَ فَیَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ ، فَیَقُوْلُ: اَمِیْرُھُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا ، فَیَقُوْلُ: لَا ، اِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَاءُ تَکْرِمَةَ اللّٰہِ ھٰذِہِ الْاُمَّةَ)) رَوَاہُ مُسْلِمٌ)) [2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے لڑتا رہے گا وہ گروہ قیامت تک (حق پر) غالب رہے گا جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام (آسمان سے) نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امیر عیسیٰ علیہ السلام سے گزارش کرے گا تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں عیسیٰ علیہ السلام جواب میں فرمائیں گے نہیں تم خود ہی آپس میں ایک دوسرے کے امام ہو یہ اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اعزاز ہے۔

س:...... کیا یہ باتیں صحیح ہیں کہ موجود نظام جمہوریت شرک ہے کفر ہے گناہ کبیرہ ہے اللہ کی نافرمانی ہے صریح گمراہی ہے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

---

[1] کتاب الفتن واشراط الساعۃ [2] کتاب الایمان، باب بیان نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

ج:......اگر کثرت و جمہوریت کو قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث پر مقدم سمجھا جائے تو یہ باتیں درست ہیں۔ ۵ / ۱ / ۱۴۲۴ھ

س:...... ہمارے کچھ بھائی کہتے ہیں کہ ہم جمہوریت کے ذریعے اسلام لائیں گے اور کچھ کفر کہتے ہیں آپ اس کی وضاحت فرمائیں۔ (عصمت اللہ حافظ آباد روڈ، گوجرانوالہ)

ج:......جس جمہوریت سے قرآن مجید کی کسی آیت یا رسول اللہ ﷺ کی احادیث ثابتہ سے کسی حدیث کا ردّ ہو وہ جموریت کفر ہے۔ ۸/۱۰/۱۴۲۱ھ

س:......علم غیب کی تعریف کیا ہے؟ اور اس تعریف کو قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت فرمائیں اور اس کا کیا مطلب ہے:﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًاۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ..... الخ ﴾ [سورۂ جن] کیا اس سے رسول کے لیے علم غیب ثابت ہوتا ہے؟ ورنہ اس کا جواب دیں؟ (محمد شیخ یٰسین)

ج:......علم غیب ہر چیز کو جاننے کا نام ہے۔ سورۂ لقمان کے آخر میں بیان شدہ پانچ چیزیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((فِیْ خَمْسٍ لَا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ [1]))[پانچ باتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔] اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ﴾[الأنعام:۵۹] [غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں جنہیں بجز اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔] خضر علیہ السلام نے فرمایا: ''کل مخلوقات کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کی بنسبت اتنا ہے جتنا چڑیا کی چونچ میں قطرہ سمندر کی بنسبت۔'' [2] سورۂ جن والی آیت سے مراد انبیاء ورسول علیہم السلام پر نازل شدہ وحی ہے جیسا کہ اس کے سیاق، سباق اور لحاق سے واضح ہے۔ ۱۴/۴/۱۴۲۳ھ

---

[1] احمد: ۵/۳۵۳۔ صحیح بخاری/ کتاب الاستسقاء /باب لا یدری متی یجیئ المطر الا اللّٰہ تعالیٰ۔

[2] تفسیر ابن کثیر۔ سورۂ کہف

غسل کا بیان

س:...... کیا بغیر وضوء قرآن پڑھنا، ذکر کرنا، دُرود پڑھنا جائز ہے؟

ج:...... ہاں دُرست ہے۔ جیسا کہ حدیث بیتوتہ اور ((يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهِ)) سے ثابت ہوتا ہے۔

[حدیث بیتوتہ:]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزاری۔ (وہ فرماتے ہیں کہ) میں تکیہ کے عرض (یعنی گوشہ) کی طرف لیٹ گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہلیہ نے (معمول کے مطابق) تکیہ کی لمبائی پر (سر رکھ کر) آرام فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہے اور جب آدھی رات ہوگئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد آپ بیدار ہوئے اور اپنے ہاتھوں سے اپنی نیند کو دور کرنے کے لیے آنکھیں ملنے لگے۔ پھر آپ نے سورۂ آلِ عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں، پھر ایک مشکیزہ کے پاس جو (چھت میں) لٹکا ہوا تھا۔ آپ کھڑے ہوگئے اور اس سے وضوء کیا خوب اچھی طرح۔ پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے بھی کھڑے ہوکر اسی طرح کیا جس طرح آپ نے وضوء کیا تھا، پھر جا کر میں بھی آپ کے پہلوئے مبارک میں کھڑا ہوگیا۔ [1]

[عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتے۔] [2] ١٤٢٣/٢/٧ھ

س:...... احکام و مسائل ص:٧٠، جلد اوّل میں آپ نے یہ روایت درج کی ہے:((لا يمس القرآن الا طاهر)) اس کی سند میں سلیمان بن داؤد راوی ہے اس کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((قال ابن معين لا يُعرف والحديث لا يصحُّ وقال مرة ليس بشيء وقال مرة شامي ضعيف وقال عثمان بن سعيد سليمان بن داؤد الخولاني يروى عن يحيىٰ بن حمزة ضعيف))

اور مذکورہ روایت یحییٰ بن حمزہ سے مروی ہے۔(ميزان الاعتدال)

تو اب اس روایت سے کیا استدلال جائز ہے؟ (ابوعکاشہ عبداللطیف)

---

[1] صحیح بخاری/کتاب الوضوء/باب قراءۃ القرآن بعد الحدث وغیرہ

[2] مسلم ، بحوالہ مشکوٰۃ/کتاب الطھارۃ/باب مخالطۃ الجنب و ما یباح لہ

:...... آپ نے میزان الاعتدال سلیمان بن داؤد الخولانی کے ترجمہ سے ان کے متعلق یحیٰ بن معین اور عثمان بن سعید کے اقوال نقل فرمائے ہیں جبکہ اسی میزان الاعتدال میں سلیمان بن داؤد الخولانی کے ترجمہ میں ان کے متعلق اور محدثین کے اقوال بھی موجود ہیں:

١۔قال أحمد: ......((أرجو أن يكون صحيحا ، وأخرجه فى مسنده عن الحكم بن موسى))

٢۔قال ابن عدى: ......((وليحيى بن حمزة عن سليمان بن داؤد الخولانى الدمشقى أحاديث كثيرة ، وأرجوأنه ليس كما قال يحيى بن معين ، و أحاديثه حسان مستقيمة ، وقول أحمد: إنه من أهل الجزيرة ، وإنه سليمان بن أبى داؤد ، وما ذكروه من أنه وجد فى أصل يحيى عن سليمان ابن ارقم ولكن الحكم لم يضبط خطأ فان الحكم قد ضبط ذٰلك سليمان ابن داؤد الخولانى ، ولكنه رجل مجهول۔ يعنى الخولانى۔

أقول: ...... إذا كان الخولانى عند ابن عدى رجلا مجهولا فكيف يكون حديثه عند ابن عدى نفسه حسنا مستقيما؟ وقد قال هو عينه حسب ما نقل عنه الذهبى۔ وأحاديثه حسان مستقيمة۔ وقد قال : وأرجو أنه ليس كما قال يحيى بن معين۔

والحل أن القول بأن أحاديثه حسان مستقيمة ، وأنه ليس كما قال يحيى بن معين۔ ليسا من أقوال ابن عدى ، وإنما هما من أقوال عثمان بن سعيد كما يبدو ذلك بالرجوع الكامل۔ وقد ظهر من ذلك أن الرجل ليس بضعيف عند عثمان بن سعيد أيضا ، بل هو عنده من رواة الحسان المستقيمة ، وليس عنده بمجهول ، ولا غير صحيح الحديث ، ولا بضعيف ، ولا ليس بشيء كما قال يحيى۔ فقول الذهبى : قال عثمان بن سعيد : سليمان بن داؤد الخولانى يروى عن يحيى بن حمزة ضعيف۔ كما ترى ۔ ثم صواب العبارة : يروى عنه يحيى بن حمزة۔

وفى الحل نظر ظاهر فإن ابن عدى قال فى الكامل : وقد روى عن سليمان بن داؤد غير يحيى بن حمزة ، وصدقة بن عبدالله كما ذكرته من الشاميين وأماحديث الصدقات فله أصل فى بعض رواة معمر عن الزهرى عن أبى بكر ابن عمرو بن حزم، فأفسد إسناده ، وحديث سليمان بن داود مجود الإسناد۔ اھ ،فلا يكون الخولانى

عند ابن عدی أیضاً رجلاً مجهولاً ، وإلا لم یکن حدیثه عند ابن عدی مجود الإسناد ، وکلام ابن عدی هذا حکاه صاحب تهذیب التهذیب بلفظ : وقال ابن عدی : للحدیث أصل فی بعض ماروا معمر عن الزهری لکنه أفسد إسناده ، ورواه سلیمان ابن داؤد هذا فجود الإسناد۔ ا هـ

قال ابن عدی فی الکامل : وهذا الذی ذکر عن أحمد بن حنبل مما قد ذکرته أن هذا سلیمان بن أبی داؤد من أهل الجزیرة ، وما ذکرت أنه وجد فی أصل یحیی بن حمزة عن سلیمان بن أرقم ، ولکن الحکم لم یضبطه جمیعا خطأ۔ والحکم بن موسی قد ضبط ذلك ، وسلیمان بن داؤد الخولانی صحیح کما ذکره الحکم ، وقد رواه عنه غیر یحیی بن حمزة إلا أنه مجهول۔ ا هـ فالضمیر المنصوب فی قوله : أنه مجهول۔ یعود علی قوله : غیر یحیی بن حمزة ۔ لا علی یحیی بن حمزة ، ولا علی سلیمان بن داؤد الخولانی ، فالذهبی۔ رحمه الله تعالیٰ۔ قد أخطأ فی فهم کلام ابن عدی فی موضعین الأول انه عزا قول : ولیحیی بن حمزة عن سلیمان بن داؤد الخولانی الدمشقی أحادیث کثیرة الخ إلی ابن عدی ، وانما هو لعثمان بن سعید الدارمی۔ والثانی أنه أعاد الضمیر المنصوب فی قوله : ولکنه رجل مجهول۔ علی سلیمان بن داؤد حیث قال بعده : یعنی الخولانی ، وانما یعود علی قوله : غیر یحیی بن حمزة۔ الذی أسقطه صاحب المیزان من البین۔ والله اعلم۔

هذا وقد قال صاحب تهذیب التهذیب : وقال البیهقی : وقد أثنی علی سلیمان بن داؤد أبو زرعة ، وأبو حاتم ، و عثمان بن سعید ، وجماعة من الحفاظ ، ورأوا هذا الحدیث الذی رواه فی الصدقات موصول الإسناد حسنا۔ ا هـ

وبعد التیاو التی قال الحافظ فی تهذیب التهذیب : أما سلیمان بن داؤد الخولانی فلا ریب فی أنه صدوق لکن الشبهة دخلت علی حدیث الصدقات من جهة أن الحکم بن موسی غلط فی أسم والد سلیمان ، فقال : سلیمان ابن داؤد۔ وإنما هوسلیمان بن أرقم ، فمن أخذبهذا ضعف الحدیث ولا سیما مع قول من قال : إنه قرأه کذلك فی

أصل يحيى بن حمزة .... وأما من صححه فأخذوه على ظاهره فى أنه سليمان بن داؤد...... الخ۔ وقد درست فى كلام ابن عدى أن قول من قال من أهل العلم : إن الحكم لم يضبطه۔ خطأ ، وأن الحكم بن موسى قد ضبط ذلك ، وسليمان بن داؤد الخولانى صحيح كما ذكره الحكم))

٣۔ وقال ابن حبان:...... ((سليمان بن داؤد الخولانى ثقة))

٤۔ وقال الدارقطنى:...... ((ليس به بأس))

تو دیکھئے جناب چار ائمہ محدثین امام احمد بن حنبل ، امام ابو احمد ابن عدی ، امام ابن حبان اور امام دار قطنی ۔ رحمہم اللہ اجمعین ۔ کے توثیقِ خولانی میں اقوال اسی میزان میں موجود ہیں جس میزان سے آپ نے تضعیف خولانی میں یحییٰ بن معین اور عثمان بن سعید دارمی کے قول نقل فرمائے ہیں۔ پھر میزان ہی میں ابن عدی کے حوالہ سے ابن معین کے قول کا رد موجود ہے اور ابن عدی کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ عثمان بن سعید دارمی ، یحییٰ بن حمزہ عن سلیمان بن داؤد خولانی کی احادیث کو حسان مستقیمہ قرار دیتے ہیں تو آپ کی ان سے نقل کردہ تضعیف بھی کافور ہوگئی تو اب جناب خود ہی انصاف فرمائیں جو کچھ آپ نے سلیمان بن داؤد خولانی کے متعلق لکھا وہ کس زمرہ میں آتا ہے؟

قال الألبانى فى إرواء الغليل:...... ١٢٢ حديث أبى بكر بن محمد بن عمرو بن حزم عن أبيه عن جده أن النبى ﷺ كتب إلى أهل اليمن كتابا۔ وفيه : لا يمس القران إلا طاهر۔رواه الأثرم ، والدار قطنى متصلاً ، واحتج به أحمد ، وهو لمالك فى المؤطا مرسلاً۔

صحيح روى من حديث عمرو بن حزم ، وحكيم بن جزام ، وابن عمر ، وعثمان بن أبى العاص۔

أما حديث عمرو بن حزم فهو ضعيف فيه سليمان بن أرقم وهو ضعيف جداً ، وقد أخطأ بعض الرواة فسماه سليمان بن داؤد وهوالخولانى ، وهو ثقة ، وبناء عليه توهم بعض العلماء صحته ، وإنما هو ضعيف من أجل ابن أرقم هذا ۔١هـ وقد رجع الألبانى عن قوله هذا حيث قال فى الإرواء نفسه : وبعد كتابة ما تقدم بزمن بعيد و جدت حديث عمرو بن حزم فى كتاب فوائد أبى شعيب من رواية أبى الحسن محمد أحمد الزعفرانى ، وهو من رواية سليمان بن داؤد الذى سبق ذكره ، ثم روى عن البغوى أنه قال : سمعت أحمد بن

حنبل ، وسئل عن هذا الحديث ، فقال : أرجو أن يكون صحيحا۔اھ (١٦١-١٥٨/١)

تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ والی حدیث بطریق سلیمان بن داؤد خولانی حسن صحیح ہے۔لہٰذا آپ کا قول ''تو اب اس روایت سے کیا استدلال جائز ہے؟'' بے وزن، بے قیمت اور بے بنیاد ہے۔ واللہ اعلم

۱۴۲۴/۱/۲۹ھ

س: ......محترم حافظ صاحب آپ نے اپنی تحریر میں فرمایا ہے کہ ''تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ والی حدیث بطریق سلیمان بن داؤد خولانی حسن صحیح ہے۔لہٰذا آپ کا قول......الخ۔

یہ روایت واقعی ہی حسن ہے۔لیکن مزید اس بارے میں کچھ اشکالات ہیں۔اُمید ہے آپ ضرور مزید توجہ فرمائیں گے اور بہتر حل پیش کریں گے۔ان شاءاللہ۔

۱ محمد ابراہیم شقرہ اپنی کتاب ''لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ'' ص:۲۳ میں فرماتے ہیں:

((وجوابنا على ذلك من وجهين اثنين : الأوّل : ان كلمة طاهر تعنى : المؤمن يدل على ذلك قوله ﷺ : ان المؤمن لا ينجس (رواه البخارى) فيكون المعنى لا يمس المصحف الا مؤمن والمراد : عدم تمكين المشرك من مسه ، فهو كحديث : نهى عن السفر بالقرآن الى أرض العدوّ ، من غير ضرورة۔

الثانى: ان النبى ﷺ كان يكتب الى الملوك الكفار و يضمن كتبه اليهم هذه الآيات من القرآن ولا شك انهم كانوا يمسون هذا الكتب اويمسها من يقرأ لهم من بطانتهم ممن هم على مثل دينهم))

آخر میں لکھتے ہیں:

((لا يمس القرآن الا طاهر مسلم الا لحاجة وضرورة فيجوز حينئذٍ لغير الطاهر المسلم مسه۔ ولا فرق بين أن يكون المسلم جنبا و بين ان يكون غير جنب وبين أن تكون المرأة حائضا او نفساء و بين أن تكون غير ذلك فلا يحظر عليهما مس المصحف فى الحالين لانها طاهران غير نجسين)) ص:۲۷

مزید فرماتے ہیں:

((لكن الدليل الصريح ، الصحيح ، الموضع للحق فى هذه المسألة هو مع من

يقول بإباحة المس ألاَ وَهو قوله ﷺ لعائشة۔ حين طمثت فی الحج اصنعی كل ما يصنعه الحاج غير أن لا تطو فی بالبيت ولا تصلی ، فأباح لها الرسول ﷺ كل أنواع القرب والعبادات ما عد الصلاة والطواف بالبيت لا ن الطواف صلوة غير أنه أبيح فيه للطائف أن يتكلم۔

وبوب الإمام البخاری فی صحيحه (٤٠٧/١) بابٌ تقضی الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت وذكراحدی روايات الحديث۔

قد نقل الحافظ ابن حجر فی فتح الباری :٤٠٧/١عن ابن رشيد تبعاً لإبن بطال۔ قوله فی مناسبة التبويب: ان مراده الاستدلال علی جواز قراء ة الحائض والجنب۔ بحديث عائشه رضی اللہ عنہا واستحسنه الحافظ، ص:٢٨، ٢٩۔))

ص:۴۰ میں فرماتے ہیں:

((وذكر البخاری عن ابن عباس أنه لم ير بالقرأة للجنب بأساً۔(مذكوره تمام حوالے "لا يمسه الا المطهرون" لمحمد ابراهيم شقره کے هيں۔)

محترم حافظ صاحب! آپ نے اپنی تحریر ص:۵،۶ میں شیخ البانی رحمہ اللہ کے حوالے سے بھی عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ والی روایت کی صحت نقل کی ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ روایت تو ثابت ہے لیکن یہاں لفظ ''طاہر'' سے مراد کیا ہے۔ بذات خود شیخ موصوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قلت : هذا الجواب مبنی علی حرمة مس المصحف من الجنب والمصنف لم يذكر دليلا عليه هٰهنا ولكنه أشار فی "فصل : ما يجب له الوضوء۔ أن الدليل هو قوله ﷺ "لا يمس القرآن الا طاهر " مع أنه صرح هناك بأن لفظة "طاهر " مشترك يحتمل معانی شتی وأنه لا بدمن حمله علی معنی معين من قرينة ثم حمله هو علی غير الجنب بغيرقرينة وقد رد دنا عليه هناك بما فيه كفاية ، وبينا المراد من الحديث هناك ، وأنه لا يدل علی تحريم مس القرآن مطلقاً ، فراجعه۔

والبراء ة الأصلية مع الذئن قالو ابجواز مس القرآن من المسلم الجنب ، وليس فی الباب نقل صحيح يجيز الخروج عنها۔ فتأمل ، تمام المنة للشيخ الالبانی

رحمه الله ص:١١٦))

اس کے علاوہ جتنے بھی دلائل فقہ السنہ میں جنبی کے لیے یا حائضہ کے لیے قرآن مجید نہ پڑھنے کے ہیں شیخ موصوف نے اپنی اس کتاب میں ان کا رد کیا ہے۔(انظر تمام المنة ص : ١١٦ تا ١١٩)

اب رہا مسئلہ کہ ''جنبی طاہر نہیں ہوتا'' تو" ان المؤمن لا ينجس " کامفہوم اور کیا ہے؟ والثانی:......کہ نماز پھر کیوں نہیں پڑھ سکتا اس لیے کہ اسے شرعاً نماز سے روکا گیا ہے جیسا کہ اوپر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت میں یہ بات ثابت ہے۔(ابوعکاشہ عبداللطیف)

ج:......مسئلے دو ہیں۔ ① جنبی و حائضہ کا قرآن پڑھنا۔ ② جنبی و حائضہ کا قرآن مجید کو ہاتھ لگانا اور چھونا۔

پہلے مسئلے میں درست اور صحیح بات یہی ہے کہ جنبی اور حائضہ قرآن پڑھ سکتے ہیں کیونکہ ان کے لیے قرأت قرآن کی ممانعت والی کوئی ایک بھی روایت پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔

اور دوسرے مسئلے میں صحیح اور درست قول ہے کہ جنبی اور حائضہ قرآن مجید کو ہاتھ نہیں لگا سکتے اور نہ ہی چھو سکتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((لا يمس القرآن إلا طاهر)) اور معلوم ہے کہ جنبی اور حائضہ طاہر نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ﴾ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ ﴾

رہا آپ کا اشکال تو اس کا جواب ''احکام و مسائل'' میں موجود ہے صفحہ ۹۷ اور ۹۸ کا ایک دفعہ پھر سے مطالعہ فرمالیں۔

باقی جو کلام آپ نے شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "تمام المنة " سے نقل فرمایا ہے تو اس کا جواب انہوں نے خود ہی "إرواء الغليل " میں لکھ دیا ہے وہ فرماتے ہیں:

((وعليه فالنفس تطمئن لصحة هذا الحديث لاسيما وقد احتج به إمام السنة أحمد بن حنبل كما سبق ، و صححه أيضا صاحبه الإ مام إسحاق بن راهويه ، فقد قال إسحاق المروزی فی مسائل الإمام أحمد (ص:٥):

قلت (يعني لأحمد) : هل يقرأ الرجل على غير وضوء؟ فقال : نعم ، ولكن لايقرأ في المصحف ما لم يتوضأ۔ قال إسحاق : كما قال لما صح قول النبی ﷺ: لا يمس القرآن إلا طاهر۔ وكذلك فعل أصحاب النبی ﷺ والتابعون))

(١٦١/١) ١٤٢٤/٣/٨ھ

س:......کیا آدمی بغیر وضو کے قرآن کو چھو سکتا ہے۔ (شاہد سلیم، لاہور)

ج:......اس کا جواب بعض اہل علم کے ہاں نفی میں ہے اور بعض کے ہاں اثبات میں بہتر یہی ہے کہ قرآن مجید کو باوضوء ہو کر چھوئے۔

[نبیؐ نے فرمایا: نہ چھوئے قرآن کو مگر پاک] ❶ ١٤٢٣/٦/٢٤ھ

س:......اگر کسی پانی میں نجاست، گندگی وغیرہ ہو اور وہ پانی بہہ کر چند کلومیٹر آگے جاتا ہے۔ پھر کیا اس نجاست یا گندگی والے پانی کو بندہ استعمال کر سکتا ہے حالانکہ نہ تو اس پانی کا رنگ تبدیل ہوا نہ کوئی بو نہ ذائقہ۔

(سجاد الرحمٰن شاکر)

ج:......حدیث قُلَّتَيْنِ اور حدیث اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لاَ يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ کی روشنی میں پانی دیکھ کر فیصلہ فرمالیں۔

[رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کیا ہم بضاعہ کے کنویں سے وضو کر سکتے ہیں یہ ایسا کنواں ہے جس میں بدبودار اشیاء پھینکی جاتی ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔] ❷

معلوم ہوا کہ کنویں کا پانی پاک ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب پانی کی مقدار قُلَّتَيْنِ (٢٢٧ کلوگرام) ہوتی ہے تو وہ نجاست کو نہیں اُٹھاتا۔ ❸

یعنی کسی نجاست کے گرنے سے اس کا وصف (رنگ بو یا ذائقہ) تبدیل نہیں ہوتا لیکن اگر اس سے کم مقدار والے ساکن پانی میں نجاست گر جائے تو اس سے وضو یا غسل نہ کرنا چاہیے خواہ اس کا وصف تبدیل ہو یا نہ ہو اور اگر ٢٢٧ کلوگرام سے زائد پانی ہو اور اس کا وصف بدل جائے تو ناپاک ہے ورنہ پاک ہے] ١٤٢٤/١/٩ھ

س:......جس شخص کو ہر وقت کا ابتلاء نہ ہو، پیشاب کرنے کے بعد تھوڑی دیر تک پیشاب کے قطرے بہتے ہوں اس کے بعد بند ہو جاتے ہوں، ایسا شخص عذر دور ہونے کے انتظار میں نماز میں تاخیر کرے یا اوّل وقت میں باجماعت نماز ادا کر لے اگرچہ وضو کے بعد قطرے آجائیں۔ جسے ہر وقت کا ابتلاء ہو کیا صرف وہی شخص سلسل کی حالت میں نماز ادا کر سکتا ہے؟ (وقار علی، لاہور)

---

❶ مؤطا امام مالك كتاب القرآن /باب الامر بالوضوء لمن مس القرآن ، حاكم ٣٩٥/١-٣٩٧

❷ ابو داؤد/الطهارة/باب ما جاء في بئر بضاعة، ترمذي/الطهارة/باب ما جاء ان الماء لا ينجسه شيء

❸ رواه احمدو ابو داؤد والترمذي والنسائي والدارمي و ابن ماجه /بحواله المشكوة /كتاب الطهارة /باب المياه /الفصل الثاني

ج:......نماز کا وقت شروع ہونے سے اتنی دیر پہلے پیشاب کر لے کہ نماز کا وقت شروع ہونے تک قطرے بند ہو جائیں۔
١٤٢٣/٨/٢٩ھ

س:......محترم مجھے پیشاب کے قطرے آنے کا نقص ہے، نماز میں میرے لیے کیا حکم ہے کیا بار بار وضو کرنا پڑے گا یا صرف ایک ہی وضو سے نماز پڑھتا رہوں اور پھر کپڑوں کے بارے میں کیا حکم ہے ممکن ہے قطرہ کپڑے سے بھی لگ جاتا ہو۔ (ظفر اقبال)

ج:......اگر وضوء کر لینے کے بعد اور قطرہ آنے سے پہلے اتنا وقفہ ہو جاتا ہے جس میں نماز پڑھی جا سکے تو قطرہ آنے پر وضوء دوبارہ کرنا ہوگا اور اگر وقفہ اس سے کم ہے تو پھر استحاضہ والا حکم ہے ایک وضوء کر کے ایک نماز پڑھ لے اور دوسری نماز کے لیے دوسرا وضوء بنا لے۔ وہلم جرا [بخاری / الوضوء / باب غسل الدم] بدن اور کپڑوں کو قطرہ سے بچانے کے لیے لنگوٹی استعمال کریں پہلی صورت میں بوقت نماز لنگوٹی اُتار کر استنجا کر کے وضوء بنا لیں اور نماز پڑھ لیں، پھر لنگوٹی باندھ لیں۔ وہلم جرا۔ اور دوسری صورت میں استحاضہ والا حکم ہے۔

[اگر کسی شخص کو مسلسل پیشاب کے قطرے آتے رہتے ہوں تو وہ ہر نماز کے لیے وضوء کر کے نماز پڑھ لے، ہر نماز کے لیے وضو کرنا اس کی طہارت ہے۔ لہٰذا وہ امامت بھی کروا سکتا ہے، اس کی مثال استحاضہ والی عورت ہے جیسا کہ فاطمہ بنت ابی حبیش کے بارے میں ہے کہ انہیں استحاضہ کی حالت تھی تو نبی ﷺ نے انہیں فرمایا: جب حیض کا خون ہو جو سیاہ ہوتا ہے اور پہچانا جاتا ہے تو نماز سے رُک جا۔ اور جب دوسرا ہو تو وضوء کر اور نماز ادا کرو وہ تو رگ ہے۔ [1] تو جس طرح مستحاضہ عورت کو خون آتا رہتا ہے تو اس حالت میں اسے حکم ہے کہ وہ وضو کر کے نماز پڑھ لے کیونکہ وضوء اس کی طہارت ہے اس طرح وہ آدمی جسے پیشاب کے قطرے آتے ہیں جب بھی وہ نماز ادا کرنے لگے تو وضو کر لے یہ اس کی طہارت ہے اور نماز ادا کر لے نماز نہ چھوڑے۔]
١٤٢٥/١١/٥ھ

س:......غسل یا وضو کے بعد تولیہ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......جائز ہے۔

[علامہ محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری تحفۃ الاحوذی میں فرماتے ہیں:

والقول الراجح عندی ، هو قول من قال بجواز التنشيف

---

[1] ابو داؤد / کتاب الطھارۃ۔ نسائی / کتاب الحیض والاستحاضہ

''میرے نزدیک راجح یہی ہے کہ تولیہ استعمال کرنا جائز ہے۔''] ١٤٢٤/١/٦ھ

س :......کیا کھڑے ہوکر جیسے آج کل عام گھروں میں (شاور) یعنی فوارے لگے ہوتے ہیں غسل کرنے کے لیے کھڑے ہوکر ننگے نہانا جائز ہے؟ کس حد تک جائز اور کس حد تک حرام ہے بیان فرمادیں؟ (ایک سائل)

ج :......اس مسئلہ کی خاطر آپ **صحیح بخاری / کتاب الغسل / باب من اغتسل عریانا وحده ..... الخ** دیکھ لیں ان شاء اللہ العزیز اطمینان ہو جائے گا۔

[ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل ننگے ہوکر اس طرح نہاتے تھے کہ ایک شخص دوسرے کو دیکھتا لیکن سیدنا موسیٰ علیہ السلام تنہا پردہ سے غسل فرماتے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ بخدا موسیٰ کو ہمارے ساتھ غسل کرنے میں صرف یہ چیز مانع ہے کہ آپ کے خصیے بڑھے ہوئے ہیں، ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے لگے اور آپ نے کپڑوں کو ایک پتھر پر رکھ دیا اتنے میں پتھر کپڑوں کو لے کر بھاگا اور موسیٰ علیہ السلام بھی اس کے پیچھے بڑی تیزی سے دوڑے، آپ کہتے جاتے تھے اے پتھر! میرا کپڑا دے، اے پتھر! میرا کپڑا دے۔ اس عرصہ میں بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو ننگا دیکھ لیا اور کہنے لگے اللہ کی قسم! موسیٰ کو کوئی بیماری نہیں اور موسیٰ علیہ السلام نے کپڑا لیا اور پتھر کو مارنے لگے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس پتھر پر چھ یا سات مار کے نشان باقی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک بار ایوب علیہ السلام ننگے غسل فرما رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں آپ پر گرنے لگیں ایوب علیہ السلام انہیں اپنے کپڑے میں سمیٹنے لگے، اتنے میں ان کے رب نے انہیں پکارا کہ اے ایوب! کیا میں نے تمہیں اس چیز سے بے نیاز نہیں کر دیا جسے تم دیکھ رہے ہو۔ ایوب علیہ السلام نے جواب دیا ہاں تیری بزرگی کی قسم! لیکن تیری برکت سے میرے لیے بے نیازی کیونکر ممکن ہے۔] [1] ١٤٢١/٥/١٢ھ

س :......غسل جنابت کے وقت اگر نماز والا وضو نہ کیا جائے تو کیا غسل ہو جائے گا؟ نیز غسل کے لیے فرائض یا شرائط بھی بیان فرمادیں۔ (عبدالغفور، شاہدرہ)

ج :......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا غسل نہیں ہوگا۔ پہلے استنجا، پھر نماز والا وضوء، پھر سر پر تین چلو ڈال کر دائیں جانب سے آغاز کی پابندی کرتے ہوئے سارے بدن پر پانی بہالے۔ ١٤٢١/٨/١٤ھ

س :......حائضہ عورت کسی مردہ عورت کو غسل دے سکتی ہے؟ (شاہد سلیم، لاہور)

---

[1] بخاری/ کتاب الغسل/باب من اغتسل عریانا وحده فی الخلوة ومن تستر والتستر أفضل

ج:......غسل دے سکتی ہے۔ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں ہوتے سر مبارک مسجد میں کھڑے ہو کر باہر کرتے ، میں آپ کا سر مبارک دھو دیا کرتی تھی درانحالیکہ میں حیض والی ہوتی۔ [1]

١٤٢٣/٦/٢٤ھ

س:......میت کو غسل کرانے والے کو غسل کرنا چاہیے یا نہیں؟ کیونکہ درج ذیل دو احادیث میں تضاد ہے:

((قال رسول الله ﷺ من غسل میتا فلیغتسل))

''جو میت کو غسل دے وہ خود غسل کرے۔'' [2]

((قال رسول الله ﷺ لیس علیکم فی غسل میتکم غسل اذا غسلتموہ فانه میتکم لیس بنجس فحسبکم ان تغلسوا ایدیکم))

''میت کو غسل دینے میں تم پر غسل نہیں ہے جب تم اسے غسل دو، پس بے شک وہ تمہاری میت ہے نجس نہیں ہے، پس تمہیں یہی کافی ہے تم ہاتھوں کو دھو لو۔'' [صحیح الجامع الصغیر للألبانی : ٩٥٢/٢]

(محمد حسین، کراچی)

ج:......آپ کی درج کردہ دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں۔ دوسری حدیث ((لیس علیکم ...... الخ)) قرینۂ و دلیل ہے کہ پہلی حدیث میں ((فلیغتسل)) امر ندب ہے امرِ وجوب نہیں۔ ١٤٢٢/١٠/١٧ھ

س:......ایک آدمی کو غسل جنابت کے ایک رکن کا پتہ نہ تھا، اس نے اپنے طریقے سے غسل کیا اور لاعلم رہا، تھوڑی دیر بعد اسے مسئلہ معلوم ہو گیا۔ کیا اس کے لیے ضروری ہے کہ غسل دھرائے یا لاعلمی کی وجہ سے معاف ہے؟

(فیصل اسلم)

ج:......لاعلمی کی وجہ سے معاف ہے آیندہ ایسا نہ کریں۔ دلیل ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی پلید جوتوں میں لاعلمی کی صورت میں نماز پڑھنے والی مرفوع حدیث۔

[ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ نے اپنے جوتوں کو اُتارا اور بائیں طرف رکھ دیا۔ پس جب لوگوں نے بھی دیکھا تو انہوں نے بھی جوتے اُتار دیے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو مکمل کیا تو فرمایا ''تمہیں کس چیز نے جوتے اُتارنے پر اُبھارا؟'' انہوں نے کہا: ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے اپنے جوتے اُتار دیے تو ہم نے بھی اُتار دیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] بخاری/ کتاب الحیض/باب مباشرۃ الحائض

[2] رواہ الترمذی وصححه ابن حزم نیل الاوطار ٩٠٧/١

''بے شک جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور خبر دی بے شک ان دونوں جوتوں میں نجاست ہے اور فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے پس وہ دیکھ لے اگر وہ اپنے جوتوں میں نجاست دیکھے یا گندگی تو اسے رگڑ کر صاف کر لے اور ان میں نماز پڑھ لے۔] ❶

١٤٢٤/٤/١٧ھ

س:......ایک آدمی بھول کر اپنے سر پر غسل جنابت کے دوران چار اوک پانی ڈال دیتا ہے، غسل کر لینے کے بعد اسے یاد آتا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ زیادہ دھولیا ہے۔ کیا اب اس پر غسل دھرانا ضروری ہے یا اس کی یہ بھول معاف ہے؟ (فیصل اسلم)

ج:......غسل درست ہے آیندہ ایسا نہ کرے۔

[نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری اُمت کی بھول چوک معاف ہے اور جو کام زبردستی کرائے جائیں وہ بھی معاف ہیں۔''] ❷

١٤٢٤/٤/١٧ھ

س:......ایک عالم نے مسئلہ بتایا کہ حدیث میں ہے کہ غسل جنابت میں وضو کے بعد سر پر تین اوک پانی ڈالنے سے پہلے ہاتھ گیلے کر کے اچھی طرح سر کے بالوں میں پھیرنے چاہئیں، کیا یہ درست ہے؟ (فیصل اسلم)

ج:......عالم صاحب کی بتائی ہوئی حدیث صحیح ہے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

[عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل شروع کرتے تو پہلے اپنے ہاتھ دھوتے، پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر اپنی شرم گاہ دھوتے، پھر وضوء کرتے، پھر پانی لے کر سر کے بالوں کو تر کرتے، پھر تین لپ پانی کے بھر کر سر پر ڈالتے، پھر اپنے سارے وجود کو دھوتے، پھر اپنے پاؤں دھوتے۔] ❸

١٤٢٤/٤/١٧ھ

س:......میرے ساتھ کچھ عرصہ سے یہ مسئلہ درپیش ہے کہ وضو اور غسل کے دوران یا بعد میں مجھے یاد نہیں رہتا کہ میں نے یہ عضو دھویا تھا کہ نہیں۔ وضو دہرانے سے میری کیفیت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ وضو اور غسل جنابت میں ایسی حالت میں میرے لیے کیا حکم ہے؟

2......غسل جنابت میں ایک عضو کو دھولیا ہے اس کے بعد دوسرے اعضاء کو دھوتے ہوئے اگر پہلا عضو خشک ہو جائے

---

❶ سنن أبي داؤد / كتاب الصلاة / باب الصلاة في النعل

❷ ابن ماجه / كتاب الطلاق / باب الطلاق المكره والناسي ـ مشكوٰة / كتاب المناقب / باب ثواب هذه الامة الفصل الثالث

❸ بخاري / كتاب الغسل / باب الوضوء قبل الغسل ـ مسلم واللفظ لمسلم

تو کیا کوئی حرج ہے؟

3.....سر پر تین اوک پانی ڈالنے کے بعد کیا غسل میں دوبارہ سر کو دھونا ضروری ہے؟

4..... جمعہ کے دن غسل میں صرف جسم پر سیدھا پانی بہالینا کافی ہے یا شریعت میں کوئی مخصوص طریقہ سے غسل ہے۔ اگر جمعہ کے غسل میں کوئی عضو خشک رہ جائے تو کیا کوئی حرج ہے؟ (فیصل اسلم)

ج:..... کسی حکیم وطبیب سے مقوی دماغ دوا پوچھ لیں اور استعمال کریں۔ کوشش کریں کہ وہم قریب نہ آنے پائے۔

2.....غسل کے منافی ہے۔

3.....اگر اچھی طرح تر کرلیا ہے کوئی حصہ خشک نہیں رہا تو دوبارہ سر دھونا ضروری نہیں۔

4..... جمعہ کا غسل جنابت کے غسل کی طرح ہے۔ بدن کا کوئی حصہ خشک رہ جائے تو غسل نہیں۔ واللہ اعلم

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جمعے والے دن غسل جنابت کی طرح غسل کیا، پھر پہلی گھڑی میں گیا تو گویا اس نے ایک اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کیا، اور جو اس کے بعد والی گھڑی میں گیا تو اس نے گویا ایک گائے قربان کی اور جو تیسری گھڑی میں گیا تو اس نے گویا سینگوں والا مینڈھا قربان کیا اور جو چوتھی گھڑی میں گیا تو اس نے گویا مرغی کا صدقہ کیا اور جو پانچویں گھڑی میں گیا تو اس نے گویا ایک انڈہ اللہ کی راہ میں صدقہ کیا، پس جب امام نکل آئے تو فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں۔] [1]

١٤٢٤/٤/١٧ھ

س:..... بچے کی پیدائش پر چالیس دن پورے کرنے ضروری ہیں یا پہلے بھی اگر عورت ٹھیک ہو جائے تو نماز روزہ شروع کردے، ایسا کرنا جائز ہے؟ بعض خواتین کو دیکھا گیا ہے کہ وہ نماز تو نہیں پڑھتیں مگر روزے رکھتی ہیں، تو کیا چالیس دن پورے کرنے کے بعد ہی عبادت شروع کی جائے؟

ج:..... جب خون بند ہو جائے غسل کر کے نماز پڑھی جائے خواہ دوسرے دن ہی بند ہو جائے۔ اگر نفاس کا خون بند نہیں ہوتا تو حدیث میں چالیس دن آئے ہیں۔ [ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نفاس والی عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چالیس (۴۰) دن بیٹھا کرتی تھیں۔ (نماز وغیرہ نہیں پڑھتی تھیں) [2]] اس کے بعد غسل کر کے نماز پڑھی جائے خواہ خون بند نہ ہو۔ تو ایسی صورت میں نفاس والی کا حکم استحاضہ والی کا حکم ہے

[1] صحیح بخاری/ کتاب الجمعة/باب فضل الجمعة۔ صحیح مسلم/ کتاب الجمعة/باب الطیب والسواك یوم الجمعة

[2] ابو داؤد/ الطھارة/باب ما جاء فی وقت النفساء۔ ترمذی/الطھارة/باب ما جاء فی کم تمکث النفساء۔ ابن ماجه /الطھارة/باب النفساء کم تجلس

[جس میں عورت ہر نماز کے لیے وضو کرتی ہے] واللہ اعلم ۱۴۲۳/۷/۱۰ھ

س:......ایک بندہ ہے اس کو احتلام ہو جاتا ہے اور اس کو علم نہیں ہوتا تو وہ نماز پڑھ لیتا ہے یعنی پانچ نمازیں جنبی حالت میں ہی ادا کر لیتا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

ج:......اہل علم کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں:

۱۔ دہرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ انسان اپنے علم کا مکلّف ہے اور صورت مسئولہ میں اسے علم ہی نہیں ہوا۔

۲۔ اس حالت میں جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں ان سب کو دہرائے۔ بہتر یہی ہے کہ دہرا لے۔ واللہ اعلم

۱......[((عَنْ زُبَيْرِ بْنِ الصَّلْتِ أَنَّهُ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ إِلَى الْجُرُفِ فَنَظَرَ فَإِذَا هُوَ قَدِ احْتَلَمَ وَصَلَّى وَلَمْ يَغْتَسِلْ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا أَرَانِيْ إِلَّا قَدِ احْتَلَمْتُ وَمَا شَعُرْتُ وَصَلَّيْتُ وَمَا اغْتَسَلْتُ قَالَ فَاغْتَسَلَ وَغَسَلَ مَا رَأَى فِي ثَوْبِهِ وَنَضَحَ مَالَمْ يَرَوَ أَذَّنَ أَوْ أَقَامَ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ارْتِفَاعِ الضُّحٰى مُتَمَكِّنًا))

''زبیر بن صلت سے روایت ہے کہ نکلا میں ساتھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے جرف تک تو دیکھا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے کو اور پایا نشان احتلام کا اور نماز پڑھ چکے تھے بغیر غسل کے۔ تب کہا قسم اللہ کی! نہیں دیکھتا ہوں میں اپنے آپ کو مگر مجھے احتلام ہوا اور خبر نہ ہوئی اور نماز پڑھ لی۔ کہا زبیر نے پس غسل کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور دھویا نشان جو دکھائی دیا کپڑے میں اور جو نہ دکھائی دیا اس پر پانی چھڑک دیا اور اذان کہی یا اقامت کہی پھر نماز پڑھی جب آفتاب بلند ہو گیا اطمینان سے۔ [1]

۲۔ ((عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ غَدَا إِلٰى أَرْضِهِ بِالْجُرُفِ فَوَجَدَ فِيْ ثَوْبِهِ احْتِلَامًا فَقَالَ لَقَدِ ابْتُلِيْتُ بِالْاِحْتِلَامِ مُنْذُ وُلِّيْتُ أَمْرَ النَّاسِ فَاغْتَسَلَ وَغَسَلَ مَا رَأَى فِيْ ثَوْبِهِ مِنَ الْاِحْتِلَامِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَ أَنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ))

''سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب صبح کو گئے اپنی زمین کو جو جُرف میں تھی پس دیکھا اپنے کپڑے میں نشان احتلام کا، پھر کہا میں مبتلا ہو گیا احتلام میں جب سے خلیفہ بنا، پھر غسل کیا اور دھویا جو نشان پایا اپنے کپڑے میں احتلام کا پھر نماز پڑھی جب آفتاب نکل آیا۔

۳۔ ((عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ صَلّٰى بِالنَّاسِ الصُّبْحَ ثُمَّ غَدَا إِلٰى

[1] الموطا لامام مالك /كتاب الصلوٰة، باب اعادة الجنب الصلوٰة وغسله اذا صلى ولم يذكر وغسله ثوبه

اَرْضِهٖ بِالْجُرُفِ فَوَجَدَ فِیْ ثَوْبِهٖ اِحْتِلَامًا فَقَالَ اِنَّا لَمَّا اَصَبْنَا الْوَدَكَ لَانَتِ الْعُرُوْقُ فَاغْتَسَلَ وَغَسَلَ الْاِحْتِلَامَ مِنْ ثَوْبِهٖ وَعَادَ لِصَلٰوتِهٖ))

''سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھائی لوگوں کو۔ پھر پھر گئے اپنی زمین کی طرف جو جرف میں تھی پس دیکھا اپنے کپڑے میں نشان احتلام کا تو کہا کہ جب سے ہم کھانے لگے چربی نرم ہو گئیں رگیں۔ پھر غسل کیا اور دھویا احتلام کے نشان کو اپنے کپڑے سے اور لوٹایا نماز کو۔]

س:......ایک آدمی کو رات کو احتلام ہو جاتا ہے اور اُسے معلوم نہیں ہوتا، وہ اُٹھتا ہے، وضو کرتا ہے، نمازِ تہجد ادا کرتا ہے۔ فرض نماز کے لیے مسجد میں چلا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے۔ نمازِ اشراق ادا کرتا ہے پھر اس کے بعد گھنٹہ دو گھنٹے بعد وہ اپنے کپڑوں پر نشان دیکھتا ہے تو اسے علم ہوتا ہے کہ اسے احتلام ہو گیا۔ کیا اب وہ پھر نمازِ تہجد اور فرض نماز اور اشراق کی نماز ادا کرے یا نہیں؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......دو قول ہیں بہتر ہے کہ وہ یہ نمازیں پھر سے ادا کر لے۔ ۱۴۲۱/۱۲/۲۴ھ

رفع حاجت کے آداب

س:......کیا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے اس کی بات نہ مانو آپ صرف بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔ [1] (محمد یونس شاکر)

ج:......ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے علم کی بات کر رہی ہیں اور حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے علم کی۔ دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ ۱۴۲۱/۱۲/۲۴ھ

[صحیح بخاری: ۱/۳۵ میں ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَتَی النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا))

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی کوڑا کرکٹ کی جگہ پر آئے اور آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔'']

س:......اگر آدمی کی جیب میں قرآن پاک ہو یا وظائف اور اذکار کی کتابیں، کیا وہ اسی حالت میں بیت الخلاء جا سکتا ہے؟ (حامد رشید)

ج:......نہیں جا سکتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' منقش تھا [انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنائی اور اس میں محمد رسول اللہ منقش کروایا۔ محمد ایک سطر، رسول ایک

---

[1] جامع ترمذی/ ابواب الطهارة/ باب النهی عن البول قائماً

سطر، اور لفظ اللہ ایک سطر تھی۔] ❶ اور آپ بیت الخلا جاتے وقت اس کو اُتار دیا کرتے تھے۔ نبی ﷺ جب بیت الخلاء داخل ہوتے تو انگوٹھی اُتار دیتے تھے۔] ❷ ۱۴۲۴/۴/۲۹ھ

وضو کا بیان

س:......جس نے وضو سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو نہیں کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ (محمد امجد میر پور)

ج:......حسن لغیرہ ہے۔[ابوداؤد در باب التسمیۃ علی الوضوء حدیث: ۱۰۱، اسے حافظ منذری وغیرہ نے شواہد کی بنا پر حسن کہا ہے۔ اگر بسم اللہ بھول گئی اور وضو کے دوران یاد آئی تو فوراً پڑھ لے۔ ورنہ وضو دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ بھول معاف ہے۔] ۱۴۲۱/۸/۱۴ھ

س:......وضوء نماز کے لیے ہو یا غسل جنابت کے لیے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ یا نہیں بسم اللہ پڑھیں یا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (محمد سلیم بٹ)

ج:......حدیث ہے:((لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیه)) ''اس کا کوئی وضوء نہیں جس نے اس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا۔'' یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔ بسم اللہ پڑھ لے کافی ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی پڑھ سکتا ہے کیونکہ یہ بھی اللہ کا نام ہی ہے۔ ❸ ۱۴۲۳/۱۱/۱۳ھ

س:......زید وضو کرتا ہے کوئی اعضاء ایک بار اور کوئی تین بار اور کوئی دو بار دھوتا ہے اور نہ داڑھی کا خلال کرتا ہے اور نہ ہی پیروں کی انگلیوں کا خلال کرتا ہے اور پوچھنے پر کہتا ہے کہ اس طرح بھی وضوء کرنا جائز ہے۔ کیا اس طرح اس کا وضوء ہو جائے گا؟ (قاری محمد یعقوب گجر)

ج:......وضوء میں کوئی عضو ایک بار کوئی دو بار اور کوئی تین بار دھونے سے وضوء ہو جائے گا۔ انسان گناہ گار بھی نہیں ہوگا کیونکہ فرض ایک ایک بار دھونا ہے۔ دو دو بار یا تین تین بار دھونا فرض نہیں، صرف فضیلت یا زیادہ فضیلت سے محرومی اور ترکِ سنت والی بات ہے۔ البتہ وضوء میں داڑھی کا خلال نہ کرنا نیز ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال نہ کرنا جرم و گناہ ہے کیونکہ داڑھی کا خلال اور ہاتھ پاؤں کی اُنگلیوں کا خلال فرائض وضوء میں شامل ہیں۔

---

❶ بخاری/کتاب اللباس۔ مسلم/کتاب اللباس والزینۃ۔ ترمذی/ابواب اللباس

❷ ترمذی/ابواب اللباس /باب ما جاء فی نقش الخاتم وقال الترمذی : ھذا حدیث حسن صحیح غریبٌ وقال المنذری الصواب عندی تصحیحه فان رواته ثقات اثبات، تحفة الاحوذی

❸ ابو داؤد/الطہارۃ/باب التسمیۃ علی الوضوء

[عبداللہ بن زید فرماتے ہیں: بلاشبہ نبی اکرم ﷺ نے وضوء کیا تو چہرے کو تین بار اور ہاتھوں کو دو دو بار دھویا اور سر کا مسح کیا۔ ❶

امام ترمذی فرماتے ہیں: اس حدیث کے علاوہ دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وضوء کرتے وقت بعض اعضاء کو ایک ایک بار اور بعض کو تین تین بار دھویا۔] ❷ ١٤٢٣/٨/٩ھ

س:...... وضوء میں کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لینا چاہیے یا کہ مسح راس والا پانی کافی ہے؟ (فیصل اسلم)

ج:...... مسح رأس والا پانی کانوں کے مسح کے لیے کافی ہے کانوں کے لیے نیا پانی لینے والی کوئی ایک بھی روایت صحیح نہیں۔

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کانوں کا تعلق سر سے ہے۔(دار قطنی: ١/ ٩٨) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کانوں کے مسح کے لیے نئے پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس حدیث کو شیخ البانیؒ نے صحیح کہا ہے۔(سلسلہ صحیحہ: ٣٦٠) کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لینے والی روایت کو حافظ ابن حجرؒ نے شاذ کہا ہے۔(بلوغ المرام، باب الوضوء)] ١٤٢٤/٤/١٧ھ

س:...... وضوشروع کرنے سے پہلے ہاتھ منہ اور پاؤں کا دھونا اور وضوء میں ترتیب کا خیال نہ رکھنا اور اعضاء وضوء تین سے زیادہ مرتبہ دھونا اور وضوء پندرہ بیس منٹ میں کرنا کیسا ہے؟ (محمد سلیم بٹ)

ج:...... وضوشروع کرنے سے پہلے ہاتھ منہ اور پاؤں کو دھونا کسی خاص ضرورت کے تحت ہو تو معاملہ دوسرا ہے، اسے وضو کا مسئلہ بنانا درست نہیں کیونکہ ایسا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) مثلاً عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی، عبداللہ بن عباس اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے وضوء میں ترتیب کا ذکر فرمایا ہے۔ اس لیے وضوء میں ترتیب کا خیال و اہتمام کرنا ہوگا۔ اعضاء وضوء کو تین تین دفعہ سے زیادہ دھونا ممنوع و گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں کے متعلق تین لفظ استعمال فرمائے ہیں: ((فَقَدْ أَسَاءَ وَتَعَدّٰی وَظَلَمَ)) کہ انہوں نے برا کیا، زیادتی کی اور ظلم کیا۔" ❸ وضوء کی تکمیل پر وقت کی تحدید اور تعیین کہیں نہیں آئی، نہ پندرہ منٹ کی، نہ بیس منٹ کی اور نہ ہی پانچ دس منٹ کی، ہاں احسان وضوء اور اسباغ

---

❶ مسلم/کتاب الطهارة/باب آخر في صفة الوضوء۔ ترمذی/ابواب الطهارة/ باب فیمن یتوضأ بعض وضوئه مرتین و بعضه ثلاثاً۔ صحیح ابی داؤد: ١٠٩

❷ ترمذی/الطهارة/باب ما جاء في تخليل اللحية، ترمذی الطهارة/باب في تخليل الاصابع ۔ ابن ماجه /الطهارة/باب تخليل الاصابع

❸ أبو داؤد/الطهارة/باب الوضوء ثلاثاً ثلاثاً

وضوء کی ترغیب احادیث میں موجود ہے۔ [رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں کہ جس کے سبب اللہ تعالیٰ گناہوں کو دور کرتا ہے اور درجات کو بلند کرتا ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مشقت (بیماری یا سردی) کے وقت کامل اور سنوار کر وضوء کرنا، کثرت سے مسجدوں کی طرف جانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا۔ [1] ١٤٢٣/٦/٢٥ھ

س:......کیا جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے؟ (عبدالغفور شاہدرہ)

ج:......جائز ہے۔ جامع ترمذی وغیرہ میں حدیث موجود ہے۔

[((عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ))

''مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وضوء کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔'' [2]

س:......ایک آدمی ظہر کی نماز کے لیے وضو کرتا ہے، وضو کر کے جرابیں پہن لیتا ہے، تقریباً دو گھنٹے تک اس کا وضو قائم رہتا ہے، اب وہ دوسرے دن کس وقت تک ان جرابوں پر مسح کر سکتا ہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......جرابیں پہننے کے بعد مقیم آدمی نے جس وقت پہلا مسح کیا دوسرے دن اس وقت تک مسح کر سکتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''مقیم ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کر لے۔'' [3] ١٤٢٤/١/٦ھ

س:......ایک آدمی نے بغیر وضوء کیے جرابیں پہن لیں، پھر مسح کر کے نماز پڑھتا رہا بعد میں اس کو یاد آیا۔ کیا وہ پڑھی نمازیں دھرائے؟ (قاسم بن سرور)

ج:......ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی نماز کے دوران رسول اللہ ﷺ کے جوتے اُتار دینے والی حدیث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں پڑھی ہوئی نمازیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

[ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے اپنے جوتے اُتار دیے اور انہیں اپنے بائیں جانب رکھ دیا، پس جب لوگوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے نکال پھینکے، پھر جب رسول اللہ ﷺ نے نماز ختم کی تو فرمایا کہ ''تمہیں اپنے جوتے نکال پھینکنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟'' انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو جوتے اُتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اپنے جوتے

---

[1] مسلم/الطهارة/باب فضل اسباغ الوضوء على المكاره

[2] جامع الترمذی/ ابو اب الطهارة/باب فی المسح علی الجوربين والنعلين

[3] مسلم/الطهارة/باب التوقيت فی المسح علی الخفين

اُتار پھینکے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور بتایا کہ ان میں نجاست یا قابل نفرت چیز ہے اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو دیکھ لے، اگر اس کے جوتوں میں کوئی نجاست یا تکلیف دہ چیز لگی ہے تو اسے صاف کر دے اور ان میں نماز پڑھ لے۔] [1] ۱۴۲۳/۷/۷ھ

س:...... جرابوں یا بوٹوں پر مسح کیا، پھر بعد میں اس نے جرابیں اُتار دیں، تو کیا وضوء دوبارہ کرے یا صرف پاؤں دھولے یا کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں اسی طرح نماز پڑھ سکتا ہے؟ (قاسم بن سرور)

ج:...... آپ نے تین قول ذکر کیے ہیں: ((ذهب إلى كل واحد منها ذاهبون وعمل بكل واحد منها عاملون)) شیخ البانی، حافظ ابن حزم اور شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے آپ کے تیسرے نمبر پر ذکر کردہ قول کو اختیار کیا اور ترجیح دی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ سر پر مسح کرنے کے بعد سر کے بال منڈا دے تو مسح دوبارہ نہیں کیا جاتا نہ ہی وضوء دہرایا جاتا ہے۔ تفصیل کے لیے علامہ جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ ''المسح علی الجوربین'' کے اواخر میں البانی صاحب کے اضافہ جات کا مطالعہ فرمالیں۔ ۱۴۲۳/۷/۷ھ

س:...... جوتوں کے اوپر مسح کیا جاسکتا ہے؟ پھٹی جرابوں کے اوپر مسح کیا جاسکتا ہے؟ (میاں سرفراز اوکاڑہ)

ج:...... درست ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ جمال الدین قاسمی کی کتاب ''المسح علی الجوربین بتحقیق واضافہ شیخ البانی رحمہ اللہ'' کا مطالعہ فرمالیں بہت فائدہ ہوگا۔ ان شاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ

[((عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ))

''مغیرہ بن شعبہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضوء کرتے وقت اپنی جرابوں پر مسح کیا اور جوتیوں پر۔'' [2]

جوتیوں پر مسح کا مطلب یہ ہے کہ عرب کی جوتی میں صرف تسمہ ہی لگا ہوا ہوتا تھا اور وہ جرابوں پر مسح کرنے میں مانع نہ تھا اور نبی اکرم ﷺ نے جرابوں والے پاؤں کو چپل نما پاپوشوں میں رکھے ہوئے ہی مسح فرمادیا اور جوتیوں کی بناوٹ ہی ایسی ہوتی تھی کہ پاؤں کے اوپر کا حصہ تقریباً سارا ننگا رہتا تھا اس لیے وہ جوتیاں یا ان کے تسمے مسح کرنے میں رکاوٹ کا باعث نہیں ہوتے تھے۔] ۱۴۲۲/۱۰/۲۳ھ

س:...... اِسْبَاغُ الْوُضُوْء سے کیا مراد ہے؟ مولانا عبداللہ مرحوم نے اپنی ایک تقریر میں بخاری کے حوالے سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ ''اسباغ الوضوء'' کا معنی [اعضاء وضوء کا صاف کرنا ہے] [3] یعنی

---

[1] ابو داؤد/الصلاۃ/باب الصلاۃ فی النعل

[2] جامع الترمذی/ابواب الطہارۃ/باب فی المسح علی الجوربین والنعلین۔ ابو داؤد/کتاب الطہارۃ/باب المسح علی الجوربین

[3] بخاری/کتاب الوضوء/باب اسباغ الوضوء

اگر پاؤں کی میل کچیل صاف نہ ہو تو چاہے سات مرتبہ دھونا پڑے دھولیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے: اسراف سے بچو خواہ تم جاری نہر پر ہو۔ قرآن وسنت کی رو سے واضح کریں؟ (ماسٹر عبدالرؤف)

ج:...... اسباغ وضوء کا مطلب وضوء مکمل کرنا پورا کرنا ہی ہے۔ جس جگہ کا دھونا فرض ہے وہ خشک نہ رہے۔ دو دفعہ دھونا تین دفعہ دھونا بھی اسباغ وضوء میں داخل ہے البتہ تین دفعہ سے زیادہ دھونا اسباغ وضوء میں شامل نہیں کیونکہ اسباغ وضوء مامور بہ ہے۔ ((اَسْبِغُو الْوُضُوْءَ)) جبکہ تین دفعہ سے زیادہ دھونا إساءۃ ، تعدی اور ظلم ہے۔ نسائی اور ابن ماجہ میں حدیث ہے:

((عَنْ عَمْرِ وبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ : جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُهُ عَنِ الْوُضُوءِ فَأَرَاهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ، ثُمَّ قَالَ : هٰكَذَا الْوُضُوءُ ، فَمَنْ زَادَ عَلَى هٰذَا فَقَدْ أَسَاءَ ، وَتَعَدّٰى وَ ظَلَمَ)) [ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، وضوء کی کیفیت دریافت کی تو آپ ﷺ نے اسے اعضاء کا تین تین بار دھونا دکھایا اور فرمایا اس طرح ہے (کامل) وضوء، پھر جو شخص اس پر (تین تین بار دھونے پر) زیادہ کرے پس تحقیق اس نے بُرا کیا اور زیادتی کی اور ظلم کیا۔] [1] باقی ((وإن كنت على نهر جار)) والی بوجہ ابن لہیعہ کمزور ہے۔ ۱۴۲۳/۱۲/۹ھ

نواقض وضوء

س:...... وضوء کر کے سگریٹ پینے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ (قاسم بن سرور)

ج:...... الاعتصام جلد :۵۴، شمارہ : ۳۵ مؤرخہ ۲۷ جمادی الثانیہ ص:۱۴۲۳/۱۲ کالم نمبر ۱، میں حافظ ثناء اللہ صاحب مدنی حفظہ اللہ لکھتے ہیں: ''میرے خیال میں الکحل والی دوائی کے استعمال کے بعد دوبارہ وضوء کرنا چاہیے کیونکہ مستی اور بے ہوشی ناقض وضوء ہے خواہ کسی نشہ آور چیز سے ہو نیند سے ہو یا مرض سے بے ہوشی ہونے پر وضوٹوٹ جائے گا ان اشیاء کے ناقض وضوء ہونے پر علما کا اتفاق ہے۔ (شرح مسلم نووی: ۴/۴۷) علامہ شوکانی نے ان اشیاء کو نیند پر قیاس کیا ہے۔ (السیل الجرار: ۱/۹۶) معلوم ہے کہ حقہ، سگریٹ، تمباکو اور نسوار وغیرہ بھی مسکرات میں شامل ہیں تو ان کا حکم بھی الکحل والا ہے یاد رہے تمام مسکرات حرام ہیں۔

س:...... جناب محترم حافظ صاحب میں آپ کی کتاب ''احکام ومسائل'' کا مطالعہ کر رہا تھا جس کے اندر ابوداؤد کی یہ حدیث درج تھی، آپ اس حدیث کی وضاحت کر دیں وہ حدیث یہ تھی:

[1] نسائی: ۱/۸۸۔ ابن ماجه: ٤٢٢۔ ابو داؤد: ١٣٥

''حضرت عطاء بن یسار نے بیان کیا کہ ایک شخص اپنا ازار لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ جا وضوء کر کے آ، وہ گیا اور دوبارہ وضوء کیا، لہٰذا ایک شخص کے پوچھنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو اپنا ازار لٹکا کر نماز پڑھے۔'' (رواہ ابوداؤد)

کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ نہیں؟ اور آپ نے (مسند احمد) کا حوالہ دیا ہے اس کے اندر حدیث ضعیف ہے۔ اس کی وضاحت کریں۔ (محمد حنیف سیالکوٹ)

ج:......ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ابوداؤد والی حدیث کی شرح میں صاحب تنقیح الرواۃ لکھتے ہیں:

((وفی إسنادہ أبو جعفر رجل من أھل المدینة لا یعرف اسمه والصحیح أن أبا جعفر ھذا ھوالمؤذن ، وھو مقبول حسن الترمذی حدیثه، وقال النووی فی ریاض الصالحین بعد إیرادہ لھذا الحدیث: رواہ أبو داؤد/ بإسناد صحیح علی شرط مسلم۔ وقال فی مجمع الزوائد بعد ذکر ھذا الحدیث: عزاہ صاحب الأطراف إلی النسائی۔ ولم أجدہ فی نسختی ، فلعله فی الکبری ، ثم قال : رواہ أحمد ، ورجاله رجال الصحیح فالحدیث صحیح من غیر تردد(١/ ١٣٧)واللہ أعلم))

٧/ ١٢/ ١٤٢٣ھ

س:......وضو کرنے کے بعد ایک والدہ اپنے بچے کا استنجا کراتی ہے آیا اس کا وضوء باقی رہے گا؟ اور ((مَنْ مَسَّ ذَکَرَہٗ)) کی کیا توضیح ہے؟ (قاری عبدالصمد بلوچ)

ج:......((مَنْ مَسَّ ذَکَرَہٗ)) میں تو یہ صورت شامل نہیں، باقی اس سلسلہ میں کوئی صریح نص تو مجھے معلوم نہیں۔ [جو اپنی شرم گاہ کو چھوئے وہ نماز نہ پڑھے حتی کہ وضو کر لے۔] [1]

٢/ ٢/ ١٤٢٤ھ

س:......ایک نمازی کو نماز میں ہوا خارج ہونے کی بیماری ہے۔ وقفہ وقفہ سے وضو ٹوٹتا ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ (حافظ محمد فاروق تبسم)

ج:......اگر وقفہ اتنی مدت ہے جس میں ایک نماز پوری پڑھ کر کچھ وقت بچ جاتا ہے تو نماز میں ہوا خارج ہونے کی صورت میں نیا وضوء بنا کر نماز دہرائے اور اگر وقفہ اتنا کم ہے کہ وہ اس میں چار رکعت والی ایک نماز بھی نہیں پڑھ سکتا مثلاً پانچ پانچ منٹ بعد ہوا خارج ہو جاتی ہے تو وہ ایک وضوء بنا کر ایک پوری نماز پڑھ لے اور دوسری نماز کے لیے دوسرا وضوء بنا لے۔ وعلی ھذا القیاس ہر نماز کے لیے نیا وضوء بنائے دلیل احادیث مستحاضہ۔ ٢/ ٣/ ١٤٢١ھ

[1] ابو داؤد/ کتاب الطهارة/باب الوضوء من مس الذکر۔ نسائی / کتاب الطهارة/باب الوضوء من مس الذکر۔ ابن ماجه / کتاب الطهارة/باب الوضوء من مس الذکر۔ ترمذی/ابواب الطهارة/باب الوضوء من مس الذکر

کتاب الصلاۃ ...... نماز کے مسائل

نمازی کا لباس:

س:...... ننگے سر آدمی جماعت کرواسکتا ہے یا نہیں؟ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ امام کے پاس کپڑا یا ٹوپی نہیں تو وہ کسی مقتدی سے ٹوپی یا کپڑا لے کر جماعت کراتا ہے؟ (محمد یونس نوشہرہ ورکاں ۱۰/ دسمبر ۲۰۰۰ء)

ج:...... کراسکتا ہے۔ ویسے رسول اللہ ﷺ سر پر پگڑی باندھا کرتے تھے، اس لیے مرد کو سر پر پگڑی خمار وغیرہ رکھنا چاہیے۔ نماز میں بھی اور نماز کے علاوہ بھی۔ عورت اگر ننگے سر نماز پڑھے تو ہوتی ہی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃَ حَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ)) [''اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز ننگے سر قبول نہیں فرماتا۔''] ❶

س:...... ننگے سر نماز پڑھنے کے بارے میں وضاحت فرمائیں؟ (محمد سلیم بٹ)

ج:...... رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃَ حَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ)) [''اللہ تعالیٰ نہیں قبول فرماتا بالغہ عورت کی نماز بغیر اوڑھنی کے۔''] ❷ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ننگے سر مرد کی نماز ہو جاتی ہے اس لیے کوئی مرد اگر کسی موقع پر ننگے سر نماز پڑھتا ہے تو اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اگر وہ ننگے سر نماز پڑھنے کو واجب یا سنت یا افضل قرار دیتا ہے تو اس سے اس کے اس دعویٰ کی دلیل طلب کی جا سکتی ہے۔

پگڑی یا خمار رسول اللہ ﷺ کے لباس میں شامل ہے۔ چنانچہ کسی حدیث میں آتا ہے: ''رسول اللہ ﷺ جب مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر سیاہ پگڑی تھی۔'' ❸ کسی حدیث میں آتا ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے وضوء کیا اور آپ نے اپنی پگڑی پر مسح کیا۔'' ❹ اس لیے انسان کو رسول اللہ ﷺ کے اس طریقہ کے پیش نظر عام حالات میں سر پر پگڑی یا خمار رکھنا چاہیے، پھر مقام غور ہے بھلا یہ کہیں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضوء کے وقت تو پگڑی یا خمار پر مسح فرمایا اور نماز پڑھتے وقت پگڑی یا خمار کو اُتار کر رکھ لیا؟ یا ویسے ہی آپ ﷺ نے سر پر پگڑی باندھی ہوئی تھی یا خمار تو آپ کے سر پر تھا مگر جب آپ نماز پڑھنے لگے تو پگڑی یا خمار کو اُتار کر ایک طرف کیا۔ ٹھیک ہے مرد کی نماز ننگے سر

❶ ابو داؤد/المجلد الاوّل /باب المرأۃ تصلی بغیر خمار ❷ ابو داؤد/الصلاۃ/باب المرأۃ تصلی بغیر خمار

❸ مسلم/ کتاب الحج/باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام۔ ترمذی/اللباس/باب العمامۃ السوداء۔ ابو داؤد/اللباس/باب فی العمائم

❹ بخاری/ الوضوء/ باب المسح علی الخفین۔ مسلم/الطہارۃ/باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ

ہو جاتی ہے رسول اللہ ﷺ نے بھی بسا اوقات ننگے سر نماز پڑھی ہے اس میں کوئی شک نہیں مگر ننگے سر نماز پڑھنے یا ننگے سر رہنے کو معمول اور عادت بنانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ ٢٥/٦/١٤٢٣ھ

س:......نماز پڑھتے ہوئے جوتا آگے رکھنے کا کیا حکم ہے؟ کیا جوتا آگے ہو تو نماز نہیں ہوتی؟ میں نے حدیث میں پڑھا ہے کہ نبی ﷺ نے نماز میں جوتی اُتاری اور پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی جوتیاں اُتار دیں۔ ❶ (محمد سلیم بٹ)

ج:......ابوداؤد میں حدیث ہے:

((عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلَا يَضَعْ نَعْلَيْهِ عَنْ يَمِيْنِهِ، وَلَا عَنْ يَسَارِهِ ، فَتَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِ غَيْرِهِ إِلَّا أَنْ لَا يَكُوْنَ عَنْ يَسَارِهِ أَحَدٌ ، وَلْيَضَعْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ [١/٢٤٨]))

[''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے جوتے دائیں طرف نہ رکھے اور نہ اپنے بائیں طرف رکھے، کیونکہ اس صورت میں وہ کسی دوسرے کے دائیں طرف ہوں گے۔ ہاں اگر اس کے بائیں طرف کوئی نہ ہو تو رکھ لے اور نمازی اپنے جوتے اپنے پاؤں کے درمیان رکھے۔'' ❷]

رہی یہ بات کہ ''جوتا آگے ہو تو نماز نہیں ہوتی'' تو اس کے بارے میں کوئی آیت یا حدیث مجھے معلوم نہیں۔

٨/١/١٤٢٤ھ

س:......مسبل الازار کی نماز کے متعلق بھی بیان کریں کہ اس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو جاتی ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ جب کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا کے متعلق حکم ہے کہ ((فَفِي النَّارِ)) کیا ناری کپڑا میں نماز ہو جاتی ہے۔ علماء حجاز کہتے ہیں کہ نماز ہو جاتی ہے لیکن کوئی صریح دلیل نہیں پیش کی۔ یہ فتویٰ الشیخ عبدالعزیز بن باز کا ہے۔ باقی آدمی گناہ گار ہے اور جو حدیث نماز کے مانع ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اس کو کہا کہ جا کر وضو کر جس نے تین بار وضو کیا، تو اس حدیث کو امام منذری نے ضعیف کہا ہے۔ اور علامہ مبارکپوری نے اس کو حسن کہا ہے اور امام نووی نے اس کو علی شرط المسلم کہا ہے۔ اور شیخ البانی نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔ وضاحت سے آگاہ کریں؟ (محمد بشیر الطیب)

ج:......یہ حدیث حسن ہے۔ ١/٨/١٤٢١ھ

[ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ایک مرتبہ ایک آدمی تہبند لٹکائے نماز پڑھتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا جا

❶ ابو داؤد/ کتاب الصلاة/باب الصلاة فی النعل ❷ ابو داؤد/ کتاب الصلاة/باب المصلی إذا خلع نعليه أين يضعهما

اور وضوء کر وہ گیا اور وضو کر کے آ گیا، آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ''جا اور وضو کر'' وہ پھر گیا اور وضوء کر کے آیا، اس پر ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اسے کس سبب سے وضوء کا حکم دیا ہے۔ فرمایا کہ ''یہ اپنا تہبند لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ جس کا ذکر بلند ہے تہبند لٹکا کر نماز پڑھنے والے کی نماز کو قبول نہیں کرتا۔''] [1]

مساجد کا بیان

س:...... مسجد پر دو سال پرانا قرض ہے جو کہ نہ تو اُتارا جا سکا ہے اور نہ ہی آئندہ اُتارنے کی کوئی بظاہر سبیل نظر آتی ہے۔ کیا زکوٰۃ کے پیسوں سے یہ قرض ادا کیا جا سکتا ہے؟ (عبدالغفار قمر، شاہین آباد)

ج:...... اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾

صدقہ وزکاۃ کے مصرف ہیں آٹھ: سورۂ توبہ کی آیت نمبر ساٹھ (٦٠) ان آٹھ مصارف میں مسجد نہیں آئی اس لیے صدقہ وزکاۃ مسجد پر صرف نہیں ہو سکتے۔ واللہ اعلم ١٤٢٤/٢/٢٨ھ

س:...... ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں استعمال ہو سکتی ہے یا مسجد کی چیزیں محلے میں کسی گھر کے لیے استعمال کر سکتے ہیں؟ جیسے مسجد کی گھڑی یا سیڑھی، پائپ وغیرہ۔ (محمد سلیم بٹ)

ج:...... مسجد کی انتظامیہ کی اجازت کے ساتھ درست ہے۔ ١٤٢٤/١/٨ھ

س:...... کیا اس مسجد میں نماز پڑھنا اور امامت کرانا جائز ہے جس کی جدار قبلہ کے آگے قبرستان ہے؟ مسجد کی جنوب مشرق میں ایک دربار ملحق مسجد ہے جس میں غیر اللہ کی پوجا کی جاتی ہے۔ اکثر حاضرین مسجد کا عقیدہ شرکیہ ہے نیز مسجد کی جدار قبلہ میں دو کھڑکیاں ہیں جن کو بوقت ضرورت کھولا جاتا ہے تو سامنے قبریں نظر آتی ہیں۔ (مدیر مکتب جامعہ اشاعۃ الاسلام، عارف والا)

ج:...... جس مسجد کی بنیاد وبناء اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور اس کی رضاو خوشنودی پر نہیں تھی اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ﴾

[التوبة: ٩/١٠٨]

---

[1] ابو داؤد/کتاب الصلوٰۃ/باب الاسبال فی الصلوٰۃ مرعاۃ المفاتیح، ص: ٤٧٧، ج: ٢۔ ذکرہ الهیثمی فی مجمع الزوائد: ج: ٥، ص: ١٤٥، وقال رواہ احمد و رجاله رجال الصحیح

[''آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اوّل دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔'']

تو سوال میں مذکور مسجد کی بنیاد وعمارت اگر اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور اس کی رضا پر ہے تو اس میں نماز درست ہے ورنہ اس میں نماز درست نہیں۔ واللہ اعلم

س:......اگر مسجد میں جماعت ہوگئی ہو یا پھر آدمی کو کوئی مجبوری ہو تو وہ گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے یا مسجد میں پڑھنا ضروری ہے، گھر یا مسجد میں نماز پڑھنے میں نیکی میں کوئی اضافہ ہوتا ہے یا کمی؟ آپ تفصیل سے بتائیں۔

(حافظ خالد محمود، رینالہ خورد)

ج:......مرض، خوف اور بارش ایسے عذروں کی بناء پر نماز گھر میں پڑھ سکتے ہیں ورنہ فرض نماز کے لیے مسجد میں جانا ضروری ہے۔

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، البتہ میں نے ارادہ کیا کہ میں لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر اذان کہلواؤں اور کسی شخص کو امامت کے لیے کہوں پھر ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو نماز (جماعت) میں حاضر نہیں ہوتے۔] [1]

جو شخص اذان سن کر مسجد میں جماعت کے لیے بغیر کسی عذر کے نہ پہنچے (اور گھر میں نماز پڑھ لے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسکی نماز قبول نہیں کی جاتی۔'' [2]

۱۴۲۳/۹/۷ھ

س:......مساجد میں یہ بات دیکھی گئی ہے کہ علماء کے لیے مسجد کے اوپر رہائش کا انتظام کیا گیا ہوتا ہے۔ کیا یہ چیز درست ہے؟ (عبدالصمد بلوچ، مسجد توحید ربانی، گوجرانوالہ)

ج:......مسجد کی دوکانوں یا مسجد کے طہارت خانوں کے اوپر رہائشی مکان تعمیر کرلیا جائے تو درست ہے۔ واللہ اعلم

۱۴۲۲/۳/۵ھ

س:......ہمارے علاقہ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کی دو مساجد ہیں، مساجد کے جوار میں مرکز الدعوۃ والارشاد کے خاصے ساتھی موجود ہیں۔ مرکز الدعوۃ کے ساتھی چاہتے ہیں کہ ان مساجد میں خاص نبوی منہج دعوت و جہاد پیش کیا جائے، لیکن ان مساجد کے منتظمین رکاوٹ ہیں جبکہ مرکز الدعوۃ والارشاد کے ساتھیوں کو بے عزت کرنے کے ساتھ ساتھ الزامات بے بنیاد بھی دیتے ہیں۔ ہر وقت اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں زیادہ

---

1. بخاری/الأذان /باب وجوب صلاۃ الجماعۃ۔ مسلم/ المساجد/باب فضل صلاۃ الجماعۃ
2. ابن ماجہ/المساجد/باب التغلیظ فی التخلف عن الجماعۃ۔ إرواء الغلیل للالبانی : ۳۳۷/۲

حالات خراب نہ ہو جائیں ، اس خدشہ کے پیش نظر مرکز الدعوۃ والارشاد کے ساتھی اپنی الگ مسجد کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں تا کہ حالات زیادہ خراب ہونے سے بچا جائے ۔ اس بنیاد پر بنائی گئی مسجد کی شرعی کیا حیثیت ہوگی؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں ۔ (عبدالمنان)

ج:......مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر مسجد الگ بنانا شرعاً درست نہیں ۔

س:......ایک دفعہ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں نمازِ ظہر پڑھنے کا موقع ملا ۔ مسجد کے تغیرات کو دیکھا تو دل بہت خوش ہوا لیکن جب صفوں کی طرف نظر پڑی تو پھر دل کو ضرور پریشانی ہوئی وہ اس طرح کہ یہ جو قالین صفوں میں بنا ہوا خوبصورت ڈالا گیا اس میں تصویریں بنی ہوئی ہیں ۔ یہاں پاؤں رکھے جاتے ہیں وہاں جانور کی خالص فوٹو ہے ، آپ بھی اس پر غور کرنا اسی طرح کا قالین سپر ایشیا کی مسجد میں ڈالا ہوا ہے ۔ وہاں پر تو میں نے مولانا محمد مالک بھنڈر صاحب کی توجہ اس طرف کرائی تھی ۔ (محمد بشیر الطیب ، الکویت)

ج:......آپ نے جامع مسجد چوک نیائیں کے ہال میں بچھے ہوئے قالین پر تصویروں کی طرف توجہ دلائی ، آپ سے پہلے بھی ایک دو دوستوں نے توجہ اس طرف مبذول کروائی تھی اور جماعت والوں کا پروگرام پہلے سے ہی تھا کہ اس نقش ونگار والے قالین کو نکال کر سادہ قالین بچھائیں گے ان شاء اللہ الحنان ۔ ادھر آپ کا مکتوب بھی پہنچ گیا تو اس بندۂ فقیر الی اللہ الغنی نے آپ کا مکتوب انتظامیہ والوں کو سنا دیا پہلے بھی وقتاً فوقتاً سناتا رہتا تھا کہ نقش ونگار والے کپڑے کی طرف رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ، پھر اس نقش کو دور کروا دیا ۔

تو اب کے آپ کا مکتوب کویت کے حوالہ سے جب سنایا تو انہوں نے موجودہ قالین مسجد سے نکال دیا ہے اور ڈب کی بنی ہوئی عام صفیں بچھا دی ہیں اور عہد کیا ہے کہ آئندہ نیا قالین بالکل سادہ ڈالیں گے جس میں بیل بوٹے ، نقش ونگار اور تصویریں وغیرہ ایسی کوئی شے نہیں ہوگی ۔ [مسجد آمنہ سپر ایشیا میں ایسی چٹائیوں کا انتظام ہو چکا ہے جو نقش ونگار ، بیل بوٹے اور تصویروں کے بغیر ہیں ۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ] ان شاء اللہ العزیز الحکیم ۱۴۲۱/۱/۸ھ

س:......کیا مسجد کا محراب بنانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے؟ اگر نہیں تو پھر کیا یہ بدعت ہے؟ (محمد یونس شاکر ، نوشہرہ ورکاں)

ج:......مساجد کی قبلہ والی دیوار میں مروج محراب قرآن مجید کی کسی آیت اور رسول اللہ ﷺ کی کسی صحیح حدیث میں وارد نہیں ہوا ۔ ۱۴۲۱/۷/۲۰ھ

س:......مسجد کے چندہ سے امام صاحب وخطیب صاحب کو تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (محمد سرور)

ج:...... مسجد کے چندے سے امام وخطیب کو تنخواہ دی جاسکتی ہے کیونکہ مسجد کا چندہ مسجد کی آبادی کے لیے ہی ہوتا ہے۔ ہاں اگر کوئی آدمی کہے کہ میرا پیسہ صرف مسجد کی عمارت وتعمیر پر ہی خرچ کرنا ہے تو اس کو مسجد کی تعمیر ہی میں خرچ کیا جائے گا۔ ١٤٢٤/٥/٥ھ

س:...... مسجد میں ایسی گھڑی لگانا جس کی آواز پورے گاؤں میں آتی ہو جائز ہے یا ناجائز ہے؟ (حافظ خالد محمود)

ج:...... گھنٹی یا ساز والی گھڑی لگانا درست نہیں کیونکہ ساز حرام ہے اور گھنٹی ممنوع ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِکَۃُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ أَوْ جَرَسٌ))

[''فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں کوئی کتا یا گھنٹی ہو۔'' [1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

گھنٹی (یا گھنگرو وغیرہ) شیطان کے باجے ہیں۔ [2]] ١٤٢٣/١١/٢٥ھ

س:...... ایک آدمی نمازِ فجر کی سنتیں گھر میں ادا کرتا ہے، پھر وہ مسجد میں چلا جاتا ہے، اور دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرتا ہے اس کے بعد اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، پھر وہ وضو کرتا ہے تو ابھی فجر کی جماعت کھڑی ہونے میں کچھ وقت باقی ہے، کیا وہ اس وقت میں دو رکعت تحیۃ الوضو ادا کرسکتا ہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:...... تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد دونوں نمازیں مستقل نہیں ہیں، دوسری کسی فرض یا غیر فرض نماز کے ضمن میں بھی ادا ہو جاتی ہیں مثلاً آپ کی ذکر کردہ صورت میں جب وہ فجر کے فرض ادا کرے گا تو اس میں تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد دونوں نمازیں بھی ادا ہو جائیں گی۔ بسا اوقات آدمی رکعات صرف دو پڑھتا ہے مگر وہ چار نمازوں کا کام دے جاتی ہیں مثلاً ایک شخص مسجد میں پہنچا فجر کی اذان ہو رہی ہے اس نے وضو بنایا، پھر فجر کی دو سنتیں ادا کی ہیں اس کے بعد دعائے استخارہ پڑھ لی ہے تو اس شخص نے دو رکعت سنت فجر ادا کی مگر اس کے ضمن میں تین نمازیں اور ادا ہوگئی ہیں ایک تحیۃ الوضوء، دوسری تحیۃ المسجد اور تیسری صلاۃِ استخارہ۔ تو اس طرح یہ دو رکعات چار نمازوں کا کام دے رہی ہیں۔ ١٤٢٣/٦/٢٣ھ

اوقاتِ نماز

س:...... ظہر کی نماز گرمیوں میں ٹھنڈی کر کے پڑھو۔ کیا ایسی کوئی حدیث ہے۔ (ظفر اقبال، ضلع نارووال)

ج:...... ہاں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈی کرنے کی حدیث موجود ہے۔

---

[1] صحیح مسلم/کتاب اللباس والزینة/ باب کراھة الکلب والجرس فی السفر [2] صحیح مسلم/حوالہ سابقہ

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب گرمی سخت ہو تو نمازِ ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔(مطلب یہ ہے کہ شدت کی گرمی میں سورج ڈھلتے ہی فوراً نہ پڑھو تھوڑی دیر کرلو)] ❶ ١٤٢٣/٦/٢٢ھ

س:......اگر آدمی کو نیند یا تھکاوٹ یا کوئی اور مجبوری ہو تو کیا وہ مغرب کی نماز کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ سکتا ہے؟ سفر کے علاوہ تفصیل سے جواب دیں۔ (حافظ خالد محمود رینالہ خورد)

ج:......جمع صوری کر سکتا ہے۔جمع تقدیم یا جمع تاخیر حضر میں نہیں کر سکتا۔ ١٤٢٣/٩/٧ھ

سفر میں دو نمازیں جمع کرنا:

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دورانِ سفر ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو جمع کرتے تھے۔ ❷

جمع تقدیم:......ظہر کے ساتھ عصر اور مغرب کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھنا۔

جمع تاخیر:......عصر کے ساتھ ظہر اور عشاء کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھنا۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر اگر رسول اللہ ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد سفر شروع کرتے تو ظہر اور عصر کو اس وقت جمع فرما لیتے اور اگر سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر کو مؤخر کر کے عصر کے ساتھ ادا فرماتے۔اسی طرح اگر سورج غروب ہونے کے بعد سفر شروع کرتے تو مغرب اور عشاء اسی وقت پڑھ لیتے اور اگر سورج غروب ہونے سے پہلے سفر شروع کرتے تو مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ پڑھتے۔ ❸

حضر میں دو نمازوں کو جمع کرنا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا حالانکہ وہاں (دشمن کا) خوف نہ تھا، نہ سفر کی حالت تھی (راوی) ابوزبیر کہتے ہیں میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا تھا؟ سعید نے جواب دیا: جس طرح تم نے مجھ سے دریافت کیا، اسی طرح میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا تو انہوں نے یہ جواب دیا تھا کہ آپ ﷺ اپنی اُمت کو دشواری میں نہیں رکھنا چاہتے تھے۔] ❹

س:......نمازیں جمع کرنے کا صحیح طریقہ بتائیں۔ (شاہد سلیم، لاہور)

❶ بخاری/مواقیت الصلاة /باب الابراد بالظهر فی شدة الحر۔ مسلم/المساجد /باب استحباب الابراد بالظهر

❷ بخاری/تقصیر الصلاة/باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء

❸ ابو داؤد/ابواب صلاة السفر /باب الجمع بین الصلاتین۔ ترمذی /الجمعة/باب فی الجمع بین الصلاتین

❹ مسلم/صلاة المسافرین/باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر

ج:……سفر میں جمع تقدیم اور جمع تاخیر دونوں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ البتہ حضر میں صرف جمع صوری ثابت ہے وہ بھی پوری زندگی میں ایک دفعہ۔ واللہ اعلم ١٤٢١/٦/٦ھ

س:……موسم خراب ہو، بارش ہو رہی ہو یا بارش ہونے کا امکان ہو تو کیا ایسی صورت میں نمازیں جمع کی جا سکتی ہیں یا نہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے کبھی بارش کی وجہ سے نمازیں جمع کی تھیں؟ (محمد یونس، ١٠/دسمبر ٢٠٠٠)

ج:…… بوجہ بارش نمازیں جمع کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں البتہ جمع صوری بارش میں اور بارش کے بغیر بھی کر سکتا ہے اور جمع تقدیم یا تاخیر حضر میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔

س:…… کیا مقیم آدمی کسی ضروری کام کی وجہ سے بعد والی نماز پہلے ادا کر سکتا ہے؟ آدمی کو علم ہے کہ مجھے اس کام میں کافی وقت لگے گا اور نمازوں کو جمع کر لے۔

٢……کیا بیمار آدمی نماز کو جمع کر سکتا ہے؟ (حامد رشید، لاہور)

ج:……مقیم آدمی بسا اوقات جمع صوری کر سکتا ہے۔ مقیم آدمی کے لیے جمع تقدیم وجمع تاخیر دونوں کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ ہاں مسافر کے لیے جمع تقدیم وجمع تاخیر دونوں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔

٢…… بیماری یا بارش کی وجہ سے جمع تقدیم اور جمع تاخیر رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ رہی جمع صوری تو وہ بغیر عذر بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ ١٤٢٤/٤/٨ھ

[حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں بغیر کسی خوف اور بارش کے ظہر اور عصر (اسی طرح) مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ایسا کرنے کا مقصد کیا تھا تو انہوں نے فرمایا تاکہ آپ اُمت کو حرج اور تکلیف میں نہ ڈالیں۔ [1]

عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں عصر کے بعد ہمیں خطبہ دینا شروع کیا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے چمکنے لگے کسی نے کہا کہ نماز (مغرب) کا وقت ہو چکا ہے، آپ نے فرمایا مجھے سنت نہ سکھاؤ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء ملا کر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ مجھے شبہ پیدا ہوا، میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے ان کی تصدیق کی۔

---

[1] مسلم/ کتاب صلاۃ المسافرین و قصرها /باب جواز جمع بین الصلوتین فی الحضر ۔ ترمذی/ کتاب الصلوٰۃ/باب ما جاء فی الجمع بین الصلوتین فی الحضر

[2] مسلم/ کتاب صلاۃ المسافرین /باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر

یعنی کہ ناگزیر قسم کے حالات میں حالت اقامت میں بھی دو نمازیں جمع کر کے پڑھی جاسکتی ہیں تاہم شدید ضرورت کے بغیر ایسا کرنا جائز نہیں ہے جیسے کاروباری لوگوں کا عام معمول ہے کہ وہ سستی یا کاروباری مصروفیت کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کر لیتے ہیں یہ صحیح نہیں۔ بلکہ سخت گناہ ہے ہر نماز کو اس کے وقت پر ہی پڑھنا ضروری ہے سوائے ناگزیر حالات کے۔

نبی کریم ﷺ بارش کے موقع پر مؤذن کو فرماتے کہ وہ کہے ((اَلَا صَلُّوْا فِيْ رِحَالِكُمْ)) ''خبردار! گھروں میں نماز پڑھو۔''] ❶

س:......ایک آدمی ظہر کی نماز عصر کی اذان کے بعد پڑھتا ہے تو کیا وہ چار رکعت ہی پڑھے گا یا دو رکعت اور ظہر اور عصر کی نماز مغرب کی نماز کے بعد پڑھے تو چار چار رکعت یا دو دو رکعت ہوگی؟ ایک آدمی کی عادت ہی اکٹھی نماز پڑھنے کی ہے تو کیا وہ پورے فرض نماز کی ادائیگی کرے گا یا دو دو اور تین تین مغرب پڑھے گا؟ (سہیل سلیم، یونان)

ج:......کام کی وجہ سے نماز کا وقت نکال دینا درست نہیں ﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴾ [النساء: ۱۰۳] [''یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔''] البتہ سفر میں بوجہ سفر ظہر اور عصر جمع کر سکتا ہے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء جمع کر سکتا ہے۔ تقدیم و تاخیر دونوں درست ہیں البتہ حضر میں نہ جمع تقدیم ثابت ہے اور نہ ہی جمع تاخیر۔ ہاں حضر میں کبھی کبھار جمع صوری سے کام لے سکتا ہے۔ حضر میں نماز کا وقت نکل جانے کے بعد حضر والی پوری نماز پڑھی جائے گی نہ کہ صرف فرض رکعات اور نہ ہی قصر صرف دو رکعات۔ پورے فرض، سنن و نوافل سمیت پڑھے جائیں گے کیونکہ یہ حضر ہے سفر نہیں۔ ۱۴۲۲/۶/۲۴ھ

س:......گزارش ہے کہ میں کالج کا طالب علم ہوں، پڑھائی کے دوران میری ظہر اور عصر کی اوّل وقت با جماعت نماز رہ جاتی ہے۔ اوّل وقت نماز ادا کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟ (فیصل اسلم)

ج:......مشکل نہیں، ہمت کریں تو بات بن جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۴۲۴/۱/۱۴ھ

س:......بھوک کی شدت کی صورت میں پہلے کھانا کھائے یا نماز پڑھے؟ جب وقت ہو جائے۔ (حامد رشید)

ج:......کھانا لا کر سامنے رکھ دیا گیا ہے تو کھانا پہلے کھائے۔

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رات کا کھانا تیار ہو اور نماز بھی کھڑی ہو جائے تو کھانا پہلے کھاؤ۔ ❷

---

❶ ابو داؤد/ کتاب الصلاۃ/ باب التخلف عن الجماعة فی اللیلة الباردة

❷ بخاری/ کتاب الاذان/ باب اذا حضر الطعام وأقیمت الصلاۃ۔ مسلم/ کتاب المساجد/ باب کراهیة الصلاۃ بحضرة الطعام۔ ترمذی/ ابواب الصلاۃ/ باب ما جاء إذا حضرت العشاء وأقیمت الصلاۃ/ فابدأ و ا بالعشاء]

نبی علیہ السلام نے فرمایا: کھانا جب سامنے رکھا جائے اور نماز کی جماعت بھی کھڑی ہو جائے تو پہلے کھانا تناول کرنا چاہیے۔] [1] ۱۴۲۴/۴/۲۹ھ

س:...... نیند کی شدت کی صورت میں آدمی پہلے نماز پڑھے یا نیند پوری کرے؟ چاہے فجر، ظہر، عصر، مغرب یا عشاء کی نماز ہو؟ (حامد رشید)

ج:...... منہ پر پانی کے چھینٹے لگا کر یا غسل وغیرہ کر کے نیند کھول کر فرض نماز ادا کر لے۔ اگر نماز نفل ہے تو سو جائے اُٹھ کر نفل پڑھ لے۔

[رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز میں اونگھے اسے چاہیے کہ لیٹ جائے یہاں تک کہ اس کی نیند پوری ہو جائے جو کوئی نیند میں نماز پڑھے گا تو اس کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ استغفار کر رہا ہے یا اپنے آپ کو بددعا دے رہا ہے۔" [2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص پر اللہ کی رحمت ہو جو رات کو اُٹھا پھر نماز پڑھی اور اپنی عورت کو جگایا پھر اس نے نماز پڑھی، پھر اگر عورت نہ جاگی تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اس عورت پر اللہ کی رحمت ہو جو رات کو اُٹھی پھر نماز پڑھی اور اپنے خاوند کو جگایا، پھر اس نے نماز پڑھی پھر اگر خاوند نہ جاگا تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔" [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر دو ستونوں کے درمیان لٹکی ہوئی رسی دیکھی تو پوچھا: "یہ کیا ہے؟" لوگوں نے کہا: یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے وہ نماز پڑھتی رہتی ہیں، پھر جب سست ہو جاتی ہیں یا تھک جاتی ہیں تو اس رسی کو پکڑ لیتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کو کھول ڈالو ہر شخص اپنی خوشی کے موافق نماز پڑھے، پھر جب سست ہو جائے یا تھک جائے تو آرام کرے۔"] [4] ۱۴۲۴/۴/۲۹ھ

س:...... کوئی پریشانی لگ جائے وقتی طور پر یا توجہ نہ ہو تو انسان پہلے اس پریشانی کو دور کرے یا نماز پڑھے؟ (حامد رشید)

ج:...... وقت نماز داخل ہو چکا ہے تو نماز پڑھے۔

[﴿ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴾[النساء: ۱۰۳] "بلاشبہ مومنوں پر نماز اس کے مقررہ اوقات کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔"

---

[1] مسلم/ كتاب المساجد/ باب كراهية الصلاة بحضرة الطعام

[2] بخاری/ الوضوء/ باب الوضوء من النوم۔ مسلم/ صلاة المسافرين/ باب امر من نعس فی صلاته

[3] ابو داؤد/ ابواب قيام الليل/ باب قيام الليل

[4] مسلم/ صلاة المسافرين/ باب امر من نعس فی صلاته بأن يرقد

جب رسول اللہ ﷺ کو کوئی کام مشکل اور غم میں ڈال دیتا تو آپ نماز پڑھا کرتے، فوراً نماز میں لگ جاتے۔ ❶

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی کی رات میں نے دیکھا کہ ہم سب سو گئے تھے مگر اللہ کے رسول ﷺ ساری رات نماز میں مشغول رہے، صبح تک نماز میں اور دعا میں لگے رہے۔ ❷

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سفر میں اپنے بھائی قثم رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملتی ہے تو آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ کر راستہ سے ایک طرف ہٹ کر اونٹ بٹھا کر نماز شروع کر دیتے ہیں اور بہت لمبی نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر اپنی سواری کی طرف جاتے ہیں اور آیت پڑھتے ہیں: ﴿ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴾[البقرۃ : ٤٥] ''صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو یہ بڑی چیز ہے مگر ڈر رکھنے والوں پر۔'' ❸

مصیبت اور پریشانی کی حالت میں صبر اور نماز کو اپنا شعار بنانے کا حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی یاد میں جس قدر طبیعت مصروف ہو اسی قدر دوسری پریشانیاں خود بخود کم ہو جاتی ہیں۔] ٢٩/٤/١٤٢٤ھ

اذان واقامت

س:...... اذان کہتے وقت کانوں میں اُنگلیاں رکھی جاتی ہیں کیا ہاتھ کھلے چھوڑ کر بھی اذان کہی جا سکتی ہے یا نہیں؟ (محمد یونس، شاکر)

ج:......وہ روایت جس میں رسول اللہ ﷺ کے بلال رضی اللہ عنہ کو کانوں میں اُنگلیاں رکھنے کا حکم وامر کا ذکر ہے ضعیف ہے البتہ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی راویت:

((رَأَيْتُ بِلَالًا يُؤَذِّنُ وَيَدُوْرُ ، وَيُتْبِعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَ اِصْبَعَاهُ فِي أُذُنَيْهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ قُبَّةٍ لَّهُ حَمْرَآءَ)) حدیث صحیح ہے۔ مسند احمد اور ترمذی میں موجود ہے۔

[میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ اذان کہتے اور پھرتے اور اپنے منہ کو دائیں اور بائیں موڑتے اور آپ کی اُنگلیاں آپ کے کانوں میں تھیں اور رسول اللہ ﷺ اپنے سرخ خیمہ میں تھے۔] ❹ ٢٤/١٢/١٤٢١ھ

س:......تہجد کی اذان ثابت ہے یا نہیں؟ (قاری محمد عبداللہ، لاہور)

---

❶ ابو داؤد/ کتاب الصلاۃ/باب وقت قیام النبیؐ من اللیل ـ مسند احمد

❷ احمد: ١٣٨/١ ❸ حاکم: ٢٦٩/٢، ٢٧٠

❹ جامع الترمذی/ابواب الصلاۃ/ باب ما جاء فی ادخال الاصبع الأذن عند الأذان

ج:...... رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں فجر کی دو اذانیں ہوتی تھیں، ایک طلوعِ فجر سے پہلے اور دوسری طلوعِ فجر کے بعد چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ الباری نے اپنی کتاب ''الجامع الصحیح'' میں دو ہی باب باندھے ہیں۔ پہلا باب ہے بَابُ الْاَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ اور دوسرا باب ہے۔بَابُ الْاَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ اور دو ہی حدیثیں بھی ذکر فرمائی ہیں پہلی حدیث ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ اَوْ اَحَدًا مِّنْكُمْ. اَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سَحُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ يُؤَذِّنُ اَوْ يُنَادِيْ بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ ، وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ...... الخ))

[آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر سحری کھانا ترک نہ کرے کیونکہ وہ رات کو اذان کہہ دیتا ہے تاکہ تہجد پڑھنے والا (آرام کے لیے) لوٹ جائے اور جو ابھی سویا ہوا ہے اسے بیدار کردے۔]

اور دوسری حدیث ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہم اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ))

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلال رات کو اذان دیتے ہیں اس لیے تم (روزہ کے لیے) کھاتے پیتے رہو تا آنکہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیں۔

نوٹ:...... رسول اللہ ﷺ کے عہد رسالت سے ہی سحری کی اذان کہنے کا دستور چلا آرہا ہے۔ جو لوگ اس اذان اول کی مخالفت کرتے ہیں ان کا مؤقف صحیح نہیں ہے۔ البتہ اسے اذانِ تہجد نہیں خیال کرنا چاہیے کیونکہ اس کا مقصد یوں بیان ہوا ہے کہ تہجد گزار گھر واپس چلا جائے اور سونے والا بیدار ہو کر نماز کی تیاری کرلے اور نہ ہی اسے اذانِ فجر سے بہت پہلے کہنا چاہیے۔]

س:...... فجر کی اذان سے پہلے جو اذان پڑھی جاتی ہے کیا یہ سارا سال پڑھنی چاہیے اور فجر کی اذان سے کتنی دیر پہلے پڑھنی چاہیے اور اس اذان کا مقصد کیا ہے؟ ہمارے ہاں اس مسئلہ پر تین گروہ ہیں:

ا...... یہ صرف رمضان المبارک کے مہینے میں اذان پڑھتے ہیں اور فجر کی اذان سے تقریباً ڈھائی گھنٹے پہلے اذان پڑھتے ہیں جب ان سے کہا جائے کہ فجر کی اذان سے اتنی دیر پہلے یہ اذان پڑھنا رسول اللہ ﷺ کے

طریقے سے ثابت نہیں تو کہتے ہیں کہ ہم یہ اذان اس لیے پڑھتے ہیں کہ یہ لوگ اُٹھ کر سحری کے لیے کھانا تیار کرلیں۔

۲...... یہ سارا سال اذان پڑھتے رہتے ہیں اور فجر کی اذن سے تقریباً پون گھنٹہ (۴۵ منٹ) پہلے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں اس اذان کا مقصد ہے جو لوگ قیام کر رہے ہیں ان کو لوٹایا جائے اور جو سو رہے ہیں ان کو جگایا جائے تاکہ فجر کی نماز کی تیاری کرسکیں۔

۳...... یہ کہتے ہیں کہ ۴۵ منٹ کا وقفہ بھی زیادہ ہے صرف اتنا وقفہ ہونا چاہیے کہ ایک مؤذن اذان پوری کرلے تو دوسرا مؤذن اذان شروع کردے اور استدلال کرتے ہیں بخاری کی اس روایت سے ''قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بلال اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما دونوں کی اذان میں اتنا ہی فرق ہوتا کہ ایک اترتا اور دوسرا چڑھتا۔

ان تینوں گروہوں میں سے حق پر کون ہے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:...... اس اذان کے رمضان کے ساتھ مخصوص ہونے کی کوئی دلیل نہیں، یہ رات والی اذان فجر کی اذان سے تھوڑی دیر پہلے کہی جاتی تھی۔ منٹوں، گھنٹوں میں اس وقفے کی تعیین کہیں وارد نہیں ہوئی۔ اس اذان کا مقصد ہے قیام کرنے والوں کو لوٹایا جائے اور سوئے ہوؤں کو جگایا جائے۔ [1] ۱۴۲۲/۱۱/۱۴ھ

س:...... کیا اذان سے پہلے اور بعد میں دُرود شریف مشروع ہے؟ (ابوسفیان)

ج:...... اذان کے بعد دُرود مشروع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ)) البتہ ایک گروہ کا خاص الفاظ اور خاص انداز میں اذان کے بعد دُرود پڑھنا کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔

۱۴۲۲/۳/۱۰ھ

[حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن کی آواز سنو تو مؤذن کو جواب دو اور جب اذان ختم ہوجائے تو پھر مجھ پر دُرود بھیجو۔ پس تحقیق جو مجھ پر ایک بار دُرود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔] [2]

س:...... ہماری مسجد میں اوقات نماز کا نقشہ جو حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترتیب دیا ہے آویزاں ہے، مؤذن اسی نقشہ سے ٹائم دیکھ کر اذان کہتا ہے، فجر کی اذان فجر طلوع سے دس منٹ پہلے کہتا ہے، جب اسے کہا گیا کہ آپ جو اوقات نماز کے نقشے پر طلوع فجر ہے اس سے پہلے ہی اذان کہہ دیتے ہیں تو کہتا ہے یہ نقشہ تو

---

[1] بخاری / کتاب الاذان [2] مسلم/الصلاۃ/باب استحباب القول مثل قول المؤذن

بدعت ہے۔ کیا جان بوجھ کر طلوع فجر سے دس منٹ پہلے فجر کی اذان کہنا صحیح ہے؟ نیز حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اوقات نماز کا نقشہ ترتیب دیا ہے کیا اس پر طلوع فجر کا وقت صحیح درج ہے یا اس سے پہلے ہی طلوع فجر ہو جاتی ہے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج: ...... فجر کی اذان ہو یا ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور جمعہ کی۔ وقت سے پہلے نہیں کہہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ﴾[النساء: ۱۰۳][''بلاشبہ مومنوں پر نماز اس کے مقررہ اوقات کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔''] پھر رسول اللہ ﷺ نے حدیث وسنت میں پانچوں نمازوں کے اوقات کی ابتداء اور انتہا کو متعین فرمایا ہے تو اگر وقت سے پہلے اذان کہنا درست ہو تو اوقات کی ابتداء متعین کرنے سے فائدہ؟ حافظ صاحب محدث گوندلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تیار کردہ نقشہ میں اوقات نماز درست ہیں۔ ۱۴۲۳/۶/۲۳ھ

س: ...... بندہ بھول کر غلطی سے صبح کی اذان ایک گھنٹہ قبل کہہ دیتا ہے اور کسی نمازی کو بھی پتہ نہیں لگتا کہ اذان گھنٹہ پہلے ہوئی ہے اور اسی حساب سے جماعت گھنٹہ قبل ہی کروا دی جاتی ہے اور سب نمازی نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور امام صاحب مسجد میں ہیں کہ اذانیں ہوتی ہیں امام صاحب کو اب پتہ چلتا ہے کہ اذان بھی اور جماعت بھی گھنٹہ قبل ہوگئی ہے۔ (قاری محمد یعقوب گجر، ۲۸ ستمبر ۲۰۰۲ء)

ج: ...... ایسی صورت میں نماز دوبارہ پڑھیں کیونکہ قبل از وقت نماز نہیں ہوتی۔ ۱۴۲۳/۸/۹ھ

س: ...... نقشہ اوقات نماز جو حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کا تحریر کردہ ہے اس میں صبح صادق کا ٹائم ساڑھے چار ہے اور بندہ صبح کی اذان چار بج کر پچیس منٹ پر یعنی پانچ منٹ قبل دیتا ہے روزانہ ہی ایسا کرتا ہے اس میں کوئی حرج ہے یا زیادہ گناہ ہے یا کہ کوئی گناہ نہیں؟ (قاری محمد یعقوب گجر)

ج: ...... اذان فجر کی ہو یا کسی اور نماز کی قبل از وقت نہیں کہی جا سکتی۔ پھر فجر و مغرب کی اذانوں میں تو زیادہ پابندی کی ضرورت ہے کیونکہ کسی نے روزہ رکھنا اور کسی نے روزہ کھولنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَکُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الۡخَیۡطُ الۡاَبۡیَضُ مِنَ الۡخَیۡطِ الۡاَسۡوَدِ مِنَ الۡفَجۡرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیۡلِ..... الایة ﴾ [البقرہ: ۱۸۷]

[''اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ واضح ہو جائے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے فجر کے وقت پھر رات تک اپنے روزے کو پورا کرو۔''] ۱۴۲۳/۸/۹ھ

س:......مؤذن بہت ضعیف ہو چکا ہے کھڑا ہو کر اذان دینا اس کے لیے مشکل ہے۔ کیا بیٹھ کر لاؤڈ سپیکر کے سامنے اذان اور اقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ (طارق سعید)

ج:......کہہ سکتا ہے۔ اذان و اقامت میں قیام نماز میں قیام سے زیادہ اہم تو نہیں؟ ١٦/٢/١٤٢٣ھ

س:......ایک حدیث میں ہے: ''نہ کوئی اذان دے مگر وہ جو باوضو ہو۔'' [1] یہ حدیث صحیح ہے یا حسن یا ضعیف ہے؟ (محمد صارم بن سیف اللہ)

ج:......ترمذی والی سند میں تین نقص ہیں: ولید بن مسلم کی تدلیس، معاویہ بن یحییٰ صدفی کا ضعف اور زہری ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف و کمزور ہے۔ قابل احتجاج و استدلال نہیں۔ ٢٤/٤/١٤٢٤ھ

س:......کیا اذان وضو کے بغیر دی جا سکتی ہے؟ (محمد صارم سیف)

ج:......ہاں! وضوء کے بغیر اذان دی جا سکتی ہے کیونکہ اذان کے لیے وضوء کا ضروری ہونا قرآن مجید کی کسی آیت کریمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صحیح حدیث میں نہیں آیا۔ پھر دیکھیں قرآن مجید کی تلاوت بغیر وضوء درست ہے تو اذان بلا وضوء کیوں نہیں دی جا سکتی؟ ٢٥/٣/١٤٢٤ھ

س:......اگر کوئی مؤذن صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم بھول کر یا جان بوجھ کر نہ کہے تو اس سے اذان میں کیا خرابی آئے گی؟ (عبدالستار، نارووال)

ج:......بس خرابی یہی ہے کہ ''الصلاۃ خیر من النوم'' کلمہ اذان سے رہ گیا ہے۔ ٢١/٢/١٤٢٤ھ

سترہ کا بیان

س:......نمازی کے آگے بیٹھا ہوا آدمی جسے نمازی نے سترہ بنا رکھا ہے اگر اُٹھ کر چلا جائے تو کیا نمازی سترے کے حصول کے لیے آگے یا دائیں بائیں چل سکتا ہے؟ اور اگر چل سکتا ہے تو کتنی صفوں تک چل سکتا ہے؟ نیز کیا سترہ واجب ہے یا مستحب؟ (محمد ہاشم بن نذیر احمد، فیصل آباد)

ج:......نہیں چل سکتا۔ مستحب ہے۔

[عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف تھے اور دروازہ بھی بند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (حالتِ نماز میں) چلے حتی کہ دروازہ کھول کر پھر اپنی جگہ واپس لوٹ گئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

[1] ترمذی/ أبواب الصلاۃ/باب ما جاء فی کراهية الأذان بغير وضوء

دروازہ قبلہ کی طرف تھا۔ ❶

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا اس زمانہ میں، میں بالغ ہونے والا ہی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منٰی میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، لیکن دیوار آپ کے سامنے نہ تھی میں صف کے بعض حصہ سے گزر کر سواری سے اُترا اور میں نے گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ اور صف میں داخل ہو گیا۔ پس کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ مستحب ہے۔] ❷ ۱۴۲۳/۱۲/۷ھ

س:...... نمازی سترہ مسجد میں رکھے یا یہ قید صرف صحرا میں ہے؟ ایک عالم دین سے سنا ہے (یہ بھی بخاری شریف پڑھاتے ہیں) کہ سترہ مسجد کے اندر رکھنے کی ضرورت نہیں۔ قرآن و حدیث میں کوئی دلیل نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں سترہ رکھا ہو تمام حدیثیں بغیر مسجد کے ہیں؟ (محبوب الٰہی، فیروز وٹواں)

ج:...... مسجد میں دیوار اور ستون سترہ کا کام دے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کے قریب ہو کر نماز پڑھتے۔ [یزید بن ابی عبید نے بیان کیا کہا کہ میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ساتھ (مسجد نبوی میں) حاضر ہوا کرتا تھا۔ سلمہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس ستون کو سامنے رکھ کر نماز پڑھتے جہاں قرآن شریف رکھا رہتا تھا۔ میں نے ان سے کہا: اے ابومسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اسی ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر اسی ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق آتا ہے: ((يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ))[انس بن مالک سے ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ کو دیکھا کہ وہ مغرب (کی اذان) کے وقت ستونوں کی طرف لپکتے۔] ❸ پھر غور فرمائیں صحراء، بیوت اور مساجد وغیرہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے والے گناہ سے بچنے کا طریقہ گزرنے کی صورت میں کیا ہے؟ بات کی سمجھ آ جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۴۲۴/۳/۱۰ھ

س:...... سترہ کے بغیر نماز پڑھنا سنت کے خلاف ہے یا نہیں؟ اور کیا مسجد میں بھی سترہ کا اہتمام کرنا سنت ہے؟ (ظفر اقبال، ضلع نارووال)

ج:...... ہاں! مسجد یا غیر مسجد میں سترہ کے بغیر نماز پڑھنا سنت کے خلاف ہے۔ یاد رہے کہ مسجد کی دیوار اور مسجد

❶ أبو داؤد/ كتاب الصلاة/باب العمل في الصلاة ـ نسائي /كتاب الافتتاح/باب المشي أمام القبلة ـ ترمذي/ أبواب الصلاة/باب ما يجوز من المشي والعمل في صلاة التطوع

❷ بخاري/كتاب الصلاة/باب سترة الامام سترة من خلفه

❸ صحيح بخاري/كتاب الصلاة/باب الصلاة الى الاسطوانه

کے ستون بھی سترہ کا کام دیتے ہیں۔ امام بخاری بَابُ قَدْرُ کَمْ یَنْبَغِیْ اَنْ یَکُوْنَ بَیْنَ الْمُصَلّٰی وَالسُّتْرَۃِ [''نمازی اور سترہ میں کتنا فاصلہ ہونا چاہیے''] میں حدیث لائے ہیں:

((عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : کَانَ بَیْنَ مُصَلّٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ، وَبَیْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاۃِ))

[''نبی کریم ﷺ کے سجدہ کرنے کی جگہ اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے گزر سکنے کے فاصلہ کے برابر جگہ تھی۔'']

دوسری حدیث لائے ہیں: ((عَنْ سَلَمَۃَ قَالَ : کَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا کَادَتِ الشَّاۃُ تَجُوْزُھَا[''مسجد کی دیوار اور منبر کے درمیان بکری کے گزر سکنے کے فاصلہ کے برابر جگہ تھی۔''] اور **بَابُ الصَّلَاۃِ إِلَی الْاُسْطُوَانَۃِ** میں حدیث لائے ہیں: نَا یَزِیْدُ بْنُ عُبَیْدٍ قَالَ : کُنْتُ آتِیْ مَعَ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ ، فَیُصَلِّیْ عِنْدَ الْاُسْطُوَانَۃِ الَّتِیْ عِنْدَ الْمُصْحَفِ ، فَقُلْتُ : یَا اَبَا مُسْلِمٍ اَرَاکَ تَتَحَرَّی الصَّلَاۃَ عِنْدَ ھٰذِہِ الْاُسْطُوَانَۃِ ، قَالَ : فَإِنِّیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَتَحَرَّی الصَّلَاۃَ عِنْدَھَا[''یزید بن ابی عبید نے بیان کیا کہا کہ میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ساتھ (مسجد نبوی میں) حاضر ہوا کرتا تھا۔ سلمہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس ستون کو سامنے رکھ کر نماز پڑھتے جہاں قرآن شریف رکھا رہتا تھا۔ میں نے ان سے کہا: اے ابومسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اسی ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ خاص طور پر اسی ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔''] دوسری حدیث لائے ہیں: عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ : لَقَدْ أَدْرَکْتُ کِبَارَ أَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ یَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِیَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ، وَزَادَ شُعْبَۃُ عَنْ عَمْرٍو و عَنْ أَنَسٍ حَتّٰی یَخْرُجَ النَّبِیُّ ﷺ))[''انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ کو دیکھا کہ وہ مغرب کے وقت ستونوں کی طرف لپکتے۔'']

پھر غور فرمائیں نمازی کے سامنے اور آگے سے گزرنا جرم و گناہ ہے اور اس جرم اور گناہ سے بچنے کے لیے شریعت میں طریقہ یہی ہے کہ نمازی کے آگے سے نہ گزرے یا پھر سترہ کے آگے سے گزرے، سترہ اور نمازی کے درمیان سے نہ گزرے شریعت نے اس جرم و گناہ سے بچنے کے اس طریقہ کو عام رکھا ہے کہیں بھی اس کو غیر مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں فرمایا۔

۱۴۲۳/۶/۲۲ھ

س:......مسجد میں نماز پڑھتے وقت نمازی اپنے آگے سترہ رکھے یا نہ؟ (محمد حسین عبدالصمد)

ج:......مرور بین یدی المصلی کے گناہ ہونے کو بیان کرنے والے دلائل میں مسجد یا غیر مسجد کی تخصیص نہیں۔اسی طرح مصلی کے سامنے سترہ سے قبلہ والی جانب سے گزرنے کے گناہ نہ ہونے کو بیان کرنے والے دلائل میں بھی مسجد یا غیر مسجد کی تخصیص نہیں۔تو ان دلائل کا تقاضا ہے کہ نمازی مسجد کی قبلہ والی دیوار یا مسجد کے کسی ستون کے قریب ہو کر نماز پڑھے ورنہ کسی چیز کو سترہ بنائے۔ ۱۷/۱۰/۱۴۲۲ھ

س:......اگر نمازی کھلے میدان میں ہو یا صحراء میں تو گزرنے والا نمازی کے نماز ختم ہونے کا انتظار کرے اور آپ نے فرمایا تھا کہ کئی میلوں سے بھی نہیں گزر سکتا۔ (سہیل سلیم، یونان)

ج:......نمازی کے آگے سے گزرنا درست نہیں، خواہ کئی میلوں کا فاصلہ ہو۔اس کی دلیل نمازی کے آگے سترہ کے بغیر گزرنے سے منع والی تمام احادیث ہیں کیونکہ ان میں سترہ کی بات ہے فاصلہ کی تحدید کی بات نہیں۔ سترہ والی احادیث صحیح مسلم میں دیکھ لیں۔

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کچھ رکھ لیوے تو نماز پڑھے اور پرواہ نہ کرے جو چیز چاہے سامنے سے گزر جائے۔''

رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن باہر نکلتے تو اپنے سامنے برچھا گاڑنے کا حکم فرماتے، پھر اس کی آڑ میں نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے اور یہ امر سفر میں کرتے اسی وجہ سے امیروں نے اس کو مقرر کر لیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی کو قبلہ کی طرف کر کے اس کی طرف نماز پڑھتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے سامنے سے کسی کو نہ نکلنے دے، بلکہ اس کو روکے، جہاں تک ہو سکے اگر وہ نہ مانے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جانے جو گناہ اس پر ہے البتہ اگر چالیس سال تک کھڑا رہے تو یہ بہتر ہو سامنے گزرنے سے۔''

رسول اللہ ﷺ جس جگہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے اس میں اور قبلہ کی دیوار میں اتنی جگہ رہتی کہ ایک بکری نکل جائے۔

یہ تمام احادیث صحیح مسلم/کتاب الصلاۃ /باب سترۃ المصلی /باب منع المار بین یدی المصلی /باب دنو المصلی من السترۃ میں ہیں۔

عطاء فرماتے ہیں کہ پالان کے پچھلے حصہ کی لکڑی ایک ہاتھ یا اس سے کچھ زیادہ لمبی ہوتی ہے۔[ابو داؤد/ الصلاة/ باب ما یستر المصلی، حدیث: ۶۸۶ اسے ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔]] ۱۴۲۲/۶/۲۴ھ

نماز سے متعلقہ دیگر احکام

س:...... میرے ایک دوست کو کسی نے کہا کہ ایک حدیث سے مکمل نماز ثابت کرو۔ اس نے ابوداؤد والی ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی۔ اس نے کہا کہ ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے جن دس صحابہ کو نماز سکھلائی ان میں سے کسی ایک اور ابوحمید ساعدی کے حالات زندگی بیان کرو۔ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی بیان کرو۔ (محمد سلیم بٹ)

ج:...... یہ بات کہ ''ایک حدیث سے مکمل نماز ثابت کرو'' ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ ''ایک آیت سے مکمل نماز ثابت کرو'' یا ''قرآن مجید سے مکمل نماز ثابت کرو'' کیونکہ مکمل نماز تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک نہ تو قرآن مجید میں ہے نہ ہی کسی ایک آیت میں اور نہ ہی کسی ایک حدیث میں۔ بلکہ قرآن مجید کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے اخذ کی گئی ہے۔ نماز کی کوئی چیز کسی آیت یا حدیث سے اور نماز کی کوئی دوسری چیز کسی دوسری آیت یا حدیث سے وہلم جرا۔ رہی ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ والی آپ کے دوست کی پیش کردہ حدیث تو اس میں بھی نماز کے سارے مسائل مذکور نہیں ہیں۔ اس لیے آپ کے دوست کو چاہیے تھا کہ وہ اس سوال کے جواب میں فرماتے یہ سوال ہی سرے سے بے بنیاد و بے دلیل ہے نہ نقل میں اس کی بنیاد و دلیل ہے اور نہ ہی عقل میں۔ باقی ابوحمید ساعدی، مالک بن حویرث، ابومحذورہ اور دیگر کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات اس موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں میں دیکھ لیں کہ یہ مختصر مکتوب ان چیزوں کا متحمل نہیں۔

[یہ ابوحمید عبدالرحمٰن سعد انصاری خزرجی ساعدی کے بیٹے ہیں ان کی کنیت زیادہ مشہور ہے۔ ان سے ایک جماعت نے روایت حدیث کی ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخر دورِ خلافت میں انہوں نے انتقال کیا۔

جن دس صحابہ کو ابوحمید ساعدی نے نماز سکھلائی ان میں سے ایک ابوقتادہ ہیں، نام حارث ہے، ربعی کے بیٹے انصار میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص شہسوار ہیں۔ ۵۴ھ میں بمقام مدینہ انتقال فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ صحیح نہیں بلکہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بمقام کوفہ انتقال ہوا۔ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام محاربات میں شریک رہے۔ حالانکہ ان کی عمر ۷۰ ستر سال تھی یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی کنیت نام پر غالب ہے۔ ربعی میں را مکسور، باء

موحدة ساکن اور عین مہملہ پر کسرہ ہے۔

مالک بن حویرث:

نام مالک، حویرث کے بیٹے اور لیث گھرانے کے شخص ہیں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیس روز قیام پذیر رہے اور پھر بصرہ میں سکونت اختیار کر لی ان سے ان کے صاحبزادے عبداللہ اور ابوقلابہ وغیرہ نے روایت کی۔ ۹۴ھ میں بمقام بصرہ انتقال کیا۔

ابومحذورہ:

یہ ابومحذورہ ہیں۔ ان کا نام سمرہ ہے۔ معبرہ کے بیٹے ہیں، معبرہ میں میم مکسور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا نام اوس بن معیر ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے مکہ میں مؤذن تھے۔ ۵۹ھ میں انتقال کیا۔ انہوں نے ہجرت نہیں کی اور وفات تک مکہ میں مقیم رہے۔] ١٤٢٣/٧/١٥ھ

س: ......تکبیر تحریمہ فرض، واجب یا سنت ہے؟ کیا فرض واجب یا سنت کی قید و تعریف میں کوئی حدیث یا آیت وارد ہوئی ہے، اگر ہوئی ہے تو درج فرمائیں ورنہ یہ قیدیں کیسی ہیں؟ (عبدالصمد بن موج علی)

ج: ......خود رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ کہا کرتے تھے۔ [''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا، آپ نے نماز کی پہلی تکبیر کہی اور اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اُٹھائے۔''] [1] رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ)) [''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نماز کی تحریم (دنیاوی اُمور کو حرام کرنے والی) تکبیر (اللہ اکبر کہنا) ہے اور اس کی تحلیل (دنیاوی اُمور کو حلال کرنے والی) تسلیم (نماز سے سلام پھیرنا) ہے۔''] [2] رسول اللہ ﷺ نے مسیئ الصلاۃ کو تکبیر تحریمہ کہنے کا حکم دیا تھا۔ [ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، رسول اللہ ﷺ مسجد کے کونے میں تشریف فرما تھے، اس شخص نے نماز پڑھی (اور رکوع، سجود، قومے اور جلسے کی رعایت نہ کی اور جلدی جلدی نماز پڑھ کر) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا، آپ نے فرمایا: ''وعلیکم السلام واپس جا پھر نماز پڑھ، اس لیے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' وہ گیا، پھر نماز پڑھی (جس طرح پہلے بے قاعدہ پڑھی تھی) پھر آیا اور

---

[1] بخاری/الاذان /باب الی این یرفع یدیه

[2] ابو داؤد/کتاب الطهارة/ باب فرض الوضوء/ابن ماجه /کتاب الطهارة/باب مفتاح الصلاة۔ ترمذی/ابواب الصلاة/باب ما جاء فی تحریم الصلاة و تحلیلها

سلام کیا، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: وعلیکم السلام جا پھر نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس شخص نے تیسری یا چوتھی بار (بے قاعدہ) نماز پڑھنے کے بعد کہا کہ آپ مجھے سکھا دیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو نماز کے ارادے سے اُٹھے تو پہلے خوب اچھی طرح وضو کر، پھر قبلہ رُخ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ، پھر قرآن مجید میں سے جو تیرے لیے آسان ہو پڑھ، پھر رکوع کر یہاں تک کہ اطمینان سے رکوع کر، پھر سر اُٹھا یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جا، پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اطمینان سے اپنا سر اُٹھا اور بیٹھ جا، پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ کر، پھر اپنا سر اُٹھا اور سیدھا کھڑا ہو جا، پھر اس طرح اپنی نماز پوری کر۔] [1] اس مضمون کی مزید احادیث فتح الباری اور تحفۃ الأحوذی میں دیکھ سکتے ہیں۔ فرض، واجب اور سنت کی تعریف میں کوئی آیت یا حدیث مجھے نہیں ملی۔

۱۴۲۳/۱۲/۱۶ھ

س: ......تعوذ و بسم اللہ کو با آواز بلند نہ پڑھنے سے نماز میں کوئی خلل واقع ہوگا یا نہیں؟ کتاب و سنت سے واضح فرمائیں۔ (عبدالصمد بلوچ)

ج: ......نہیں! کوئی خلل واقع نہیں ہوگا کیونکہ تعوذ کا نماز میں جہراً پڑھنا تو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہی نہیں اور بسملہ کے متعلق دونوں قسم کی احادیث ملتی ہیں سراً پڑھنے والی بھی اور جہراً پڑھنے والی بھی۔ تفصیل کے لیے تحفۃ الأحوذی اور مرعاۃ المفاتیح کا مطالعہ فرمائیں۔

[انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی، وہ بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھتے تھے۔ [2]

نعیم مجمر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، وہ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی، پھر سورۂ فاتحہ پڑھی۔ (یعنی جہر سے)] [3]

۱۴۲۳/۱۲/۱۶ھ

س: ......امام و مقتدی کا جہری نمازوں میں سبحانك اللهم یا اس کے علاوہ افتتاحی دعا کو سراً پڑھنا کس حدیث سے ثابت ہے؟ (عبدالصمد بن موج علی)

ج: ......ذکر کے متعلق اصول قرآن مجید میں سورۃ الأعراف آیت ۲۰۵ میں ہے اور دعاء کے متعلق وہی ذکر والا اصول ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ [الأعراف: ۵۵]

---

[1] بخاری/الاذان/باب امر النبیّ الذی لا یتم رکوعه بالاعادۃ ـ مسلم/الصلاۃ/ باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعة

[2] مسلم/الصلاۃ/باب حجة من قال لا یجهر بالبسملة [3] نسائی/ابن خزیمه / بحواله بلوغ المرام

[''اپنے پروردگار کو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے پکارو یقیناً وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'']

ہاں جن ادعیہ کا جہر کتاب وسنت سے ثابت ہے وہ جہراً ہی ہوں گی۔ ١٤٢٣/١٢/١٦ھ

س:......احناف کے نزدیک نماز کی نیت زبان سے فرض ہے یا غیر فرض؟ (حافظ محمد فاروق تبسم)

ج:......یہ احناف سے پوچھیں، ہمیں تو اتنا معلوم ہے کہ زبان سے نیت کرنا نہ لغت ہے نہ شریعت۔ کیونکہ نیت کی تعریف کی گئی ہے۔

((الارادة المتوجهة نحو الفعل لا بتغاء مرضاة الله و امتثال حكمه)) (فتح الباری)

[''اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لیے کسی کام کی طرف توجہ کا مرکوز ہونا'']

اور معلوم ہے کہ ارادہ دل کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ زبان کے ساتھ۔ ١٤٢١/٣/٢ھ

س:......ایک آدمی کو جوڑوں کا درد ہے، جب وہ بیٹھ کر اُٹھتا ہے تو بہت تکلیف ہوتی ہے، اس کے منہ سے خود بخود نکل جاتا ہے یا اللہ رحم فرما! اب اس کی یہ عادت بن چکی ہے کہ جب بھی بیٹھ کر اُٹھتا ہے اس کے منہ سے یہ لفظ نکل جاتے ہیں، اسی طرح بعض دفعہ نماز کی حالت میں بھی اس سے یہی کلمہ ادا ہو جاتا ہے کیا اس کی نماز صحیح ادا ہو جائے گی؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......سہواً نکلے تو درست ہے۔ ویسے عمداً بھی کسی وقت یہ کلمہ نکل جائے تو یہ کلام الناس میں شامل نہیں۔

١٤٢٤/٤/٣٠ھ

س:......نماز میں اگر کوئی بات یاد آ جائے مثلاً کسی سے ملنا، کسی سے لین دین کرنا، کسی سے کوئی ضروری بات پوچھنا، تو کیا ان باتوں کو ذہن نشین کرے یا نماز کی طرف توجہ کرے؟ (حامد رشید)

ج:......نہیں! ان کے پیچھے نہ پڑے، توجہ نماز کی طرف مبذول کر لے۔

[((قَالَ مَا الْاِحسَانُ ، قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ يَرَاكَ))

''آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اپنے رب کی عبادت اس انداز سے کرے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر ایسے نہیں تو پھر یہ (تصور کر) کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔] [1] ١٤٢٤/٤/٢٩ھ

س:......نماز میں کوئی فرض چیز سہواً رہ گئی تو بعض فقہاء کے نزدیک ناقص رکعت کی جگہ مزید رکعت پڑھ لے، جبکہ محدث روپڑی کہتے ہیں کہ جس رکعت سے فرض ترک ہوا ہے وہاں سے تمام نماز دوبارہ پڑھے بعد والی نماز

[1] بخاری/ الإیمان / باب سوال جبریل النبیؐ عن الایمان والاسلام والاحسان و علم الساعة

کالعدم متصور ہوگی۔ اس بارے میں راجح مذہب کیا ہے؟ (وقار احمد، لاہور)

ج:...... ہمارے شیخ مفخم واستاذ مکرم حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ درست وصحیح ہے۔ ١٤٢٣/٨/٢٩ھ

[مولانا عبداللہ محدث روپڑی فرماتے ہیں:

دو سجدوں میں سے ایک سجدہ رہ جائے تو جس رکعت میں رہا ہے وہاں سے نماز شروع کرے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ ایک سجدہ پہلے ہو چکا ہے ایک اور کرکے اس کے بعد کی رکعتیں پڑھ لے، پھر اخیر میں التحیات کے بعد سلام سے پہلے یا بعد سجدہ سہو کرے کیونکہ دونوں سجدے رکن ہیں ایک چھوٹنے سے نماز نہیں ہوتی۔] [1]

س:......تلاوت کے وقت نبی ﷺ کا نام نماز یا غیر نماز میں آئے تو کیا حکم ہے؟ (قاسم بن سرور)

ج:......رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ......))
[رسوا ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے، رسوا ہو وہ آدمی جس نے رمضان کا پورا مہینہ پایا اور وہ اپنے گناہ نہ بخشوا سکا، رسوا ہو وہ آدمی جس کے سامنے اس کے ماں باپ بڑھاپے کی عمر کو پہنچیں اور وہ ان کی خدمت کرکے جنت میں داخل نہ ہوا۔] [2] الحدیث۔ نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:
((اَلْبَخِيْلُ الَّذِيْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ))[''جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ دُرود نہ پڑھے تو وہ بخیل ہے۔''] [3] قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح غریب) اہل علم جانتے ہیں کلمہ فاء تعقیب بلا مہلہ کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کا تقاضا ہے کہ فوراً ''اللھم صلی علیه'' یا ''صلی الله علیه'' کہہ لے۔ ١٤٢٤/٧/٧ھ

س:......قرآن پڑھتے ہوئے نبی ﷺ کا نام آتا ہے کیا وہاں دُرود پڑھنا چاہیے؟ جب حالت نماز میں ہوں اور جب حالت نماز میں نہ ہوں۔ دونوں حالتوں کے بارے میں بتائیں۔ (محمد صارم بن سیف اللہ)

ج:......دُرود والی احادیث کا عموم دلالت کرتا ہے کہ دونوں حالتوں میں درست ہے۔ ١٤٢٤/٤/٢٤ھ

س:......کیا ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ اور بسم اللہ سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ جواب مدلل دیں۔ (محمد عثمان)

---

[1] تنظیم اھلحدیث، جلد: ١٨/ش: ١٩، بحوالہ فتاوی علمائے حدیث، باب الرکوع والسجود
[2] صحیح سنن الترمذی للألبانی الجزء الثالث، رقم الحدیث: ٢٨١
[3] صحیح سنن ترمذی للألبانی رقم الحدیث: ٢٨١١

ج:......قرآن مجید میں ہے: ﴿ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴾ حافظ ابن حجر نے کچھ احادیث جمع فرمائی ہیں۔ لکھتے ہیں: ((وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلَاةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ زَادَ مُسْلِمٌ: لَا يَذْكُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ أَوَّلِ قِرَاءَةٍ، وَلَا فِيْ آخِرِهَا۔ وَفِيْ أُخْرٰى لِابْنِ خُزَيْمَةَ: كَانُوْا يُسِرُّوْنَ۔ وَعَلٰى هٰذَا يُحْمَلُ النَّفْيُ فِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ خِلَافًا لِمَنْ أَعَلَّهَا۔ وَعَنْ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ: آمِيْنَ. وَيَقُوْلُ كُلَّمَا سَجَدَ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الْجُلُوْسِ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ۔ ثُمَّ يَقُوْلُ إِذَا سَلَّمَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ إِنِّيْ لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ))

[''اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما الحمد للّٰہ ربّ العالمین سے نماز شروع کیا کرتے تھے۔[متفق علیہ] مسلم میں اتنا زیادہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شروع یا اخیر میں نہیں پڑھتے تھے اور احمد اور نسائی اور ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ بسم اللہ بلند آواز سے نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اور ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے اور اس پر مسلم کی نفی کو محمول کیا جائے گا۔ بخلاف ان لوگوں کے جو اس کو معلول کہتے ہیں۔ اور نعیم مجمر سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اس نے بسم اللہ پڑھی پھر الحمد پڑھی، جب ولا الضالین پر پہنچے تو آمین کہی اور جب بھی سجدہ کرتے یا بیٹھنے سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے، پھر جب سلام پھیرتے تو کہتے مجھے اللہ کی قسم! میری نماز بالکل رسول اللہ ﷺ کی نماز جیسی ہے۔ اسے نسائی اور ابن خزیمہ نے روایت کیا۔] [1] ١٠ / ١ / ١٤٢٤ھ

س:......نماز کی حالت میں شروع سے لے کر آخر تک یعنی اللہ اکبر سے لے کر سلام پھیرنے تک نمازی کو کہاں نگاہ رکھنی چاہیے؟ (محمد عثمان، چک چٹھہ)

ج:...... چند احادیث نقل کی جاتی ہیں، جن سے نماز میں نگاہ کی جگہ کا پتہ چلتا ہے۔ ((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

[1] بلوغ المرام / کتاب الصلاۃ / باب صفة الصلاة

يَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ اَبصَارَهُمْ عِندَ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ اِلَى السَّمَاءِ ، اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَلْحَظُ فِي الصَّلَاةِ يَمِينًا وَشِمَالاً وَلَا يَلْوِیْ عُنُقَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ. وَعَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم : اُقْتُلُوا الْاَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ ، وَاَبُو دَاوٗدَ ، وَالتِرْمَذِیُّ ، وَلِلنَّسَائِیُّ مَعْنَاهُ. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّیْ تَطَوُّعًا وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ ، فَجِئْتُ ، فَاسْتَفْتَحْتُ فَمَشٰی ،فَفَتَحَ لِیْ ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مُصَلَّاهُ وَذَكَرَتْ اَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوداوٗدَ ، وَالتِّرْمَذِیُّ ، وَرَوَی النَّسَائِیُّ نَحْوَهٗ ❶ نماز کسوف میں دیوار میں جنت و دوزخ دیکھنے والی حدیث کو بھی پیش نظر رکھیں۔

[عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا نماز میں ادھر اُدھر دیکھنے سے پس فرمایا کہ وہ اچک لینا ہے۔ اس کو شیطان بندے کی نماز سے۔ [روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ باز رہیں لوگ اٹھانے نگاہ اپنی کے سے وقت دعا کے نماز میں طرف آسمان کی یا اچکی جاویں گی آنکھیں ان کی۔ [روایت کیا اس کو مسلم نے۔]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آنکھوں سے دیکھتے نماز میں دائیں اور بائیں اور نہ پھیرتے تھے گردن اپنی پیچھے پیٹھ اپنی کے۔ [روایت کیا اس کو نسائی اور ترمذی نے۔]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مارو دو کالوں کو نماز میں مراد دو کالوں سے سانپ اور بچھو ہیں۔ (روایت کیا اس کو احمد نے اور ابو داؤد اور ترمذی نے اور نسائی نے معنی اس کے)]

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے نماز پڑھتے نفل اور دروازہ ان پر بند ہوتا پس میں آتی اور کھلواتی حضرت چلتے اور کھول دیتے میرے لیے پھر پھرتے جگہ نماز اپنی کی طرف اور ذکر کیا عائشہ نے یہ کہ دروازہ جانب قبلہ کے تھا۔ [روایت کیا اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے اور روایت کیا نسائی نے مانند اس کے۔]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گرہن ہوا آپ نے با جماعت دو رکعتیں نماز پڑھی آپ نے سورہ بقرہ تلاوت کرنے کی مقدار کے قریب لمبا قیام کیا، پھر لمبا رکوع کیا، پھر سر اٹھا کر لمبا قیام کیا، پھر پہلے رکوع سے کم لمبا رکوع کیا، پھر دو سجدے کیے، پھر کھڑے ہو کر لمبا قیام کیا، پھر دو رکوع کیے، پھر دو

❶ مشكاة المصابيح / كتاب الصلاة / باب مالا يجوز من العمل في الصلاة وما يباح عنه

سجدے کر کے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیرا، پھر خطبہ دیا، جس میں اللہ کی تعریف اور ثناء کی اور فرمایا۔ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے ان کو گرہن نہیں لگتا۔ جب تم گرہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو۔ تکبیر کہو، نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔ (دورانِ نماز) دیوار میں میں نے جنت دیکھی، اگر میں اس میں سے ایک انگور کا خوشہ لے لیتا، تو تم رہتی دنیا تک اس میں سے کھاتے اور میں نے دوزخ دیکھی۔ اس سے بڑھ کر ہولناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا اور میں نے جہنم میں زیادہ تعداد عورتوں کی دیکھی، کیونکہ وہ خاوند کا کفران نعمت کرتی ہیں، اگر تو ایک مدت تک ان کے ساتھ نیکی کرتا رہے، پھر ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرے، تو کہتی ہیں کہ میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔] ❶

س:...... مسجد میں باجماعت نماز ادا کی جا رہی تھی، کسی بچے نے مسجد کا دروازہ بند کر دیا، باہر سے آدمی آکر دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، ایک نمازی نماز توڑ کر دروازہ کھول دیتا ہے اور پھر نماز میں شامل ہو جاتا ہے، جب اس نے یہ کام کیا تو یہ نماز کی آخری رکعت تھی، کیا وہ امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دے یا پہلے والی نماز پھر لوٹائے؟

(محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:...... اس صورت میں پہلے والی نماز پھر لوٹائے، کیونکہ نماز کو اس نے جان بوجھ کر توڑا ہے اور نماز فرض ہے۔

[((عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ بَيْنَمَا هُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَاَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ يُصَلِّيْ بِهِمْ فَفَجَاَهُمُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَنَظَرَ اِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوْفٌ فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَظَنَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُرِيْدُ اَنْ يَخْرُجَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يَفْتَتِنُوْا فِيْ صَلٰوتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم حِيْنَ رَاَوْهُ وَاَرْخَى السِّتْرَ وَتُوُفِّيَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ صلی اللہ علیہ وسلم))

"مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ پیر کے روز مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے پردہ ہٹائے ہوئے دکھائی دیئے۔ آپؐ نے دیکھا کہ صحابہؓ صف باندھے کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ کھل کر مسکرا دیئے۔ ابوبکرؓ الٹے پاؤں پیچھے ہٹے۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائیں گے اور مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس درجہ خوش ہوئے کہ نماز ہی توڑ ڈالنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

❶ بخاری / الکسوف / باب صلاۃ الکسوف جماعۃ ، مسلم / الکسوف / باب ماعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاۃ الکسوف من امر الجنۃ والنار

نے ہاتھ کے اشارہ سے ہدایت کی کہ نماز پوری کرو۔ پھر آپ ﷺ نے پردہ ڈال دیا اور حجرے میں تشریف لے گئے۔ پھر اس دن آپ نے انتقال فرمایا۔'' ❶

((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ تَطَوُّعًا وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ فَجِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ فَمَشٰى فَفَتَحَ لِيْ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى مُصَلَّاهُ وَذَكَرَتْ اَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ.)) [رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَرَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ]

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نفل نماز پڑھ رہے تھے اور دروازہ ان پر بند تھا، پس میں آئی اور دروازہ کھلوایا، آپ چلے اور کھول دیا، میرے لیے پھر پھرے جگہ نماز اپنی کی طرف اور ذکر کیا عائشہ نے یہ کہ دروازہ جانب قبلہ کے تھا۔'' [روایت کیا اس کو ابوداود اور ترمذی نے اور روایت کیا نسائی نے مانند اس کے۔''] ❷

۲۴ / ۱۲ / ۱۴۲۱ھ

س:...... آدمی کی زبان صاف نہ ہو لکنت ہو اور وہ اسی طرح نماز، قرآن پڑھتا ہے اس کے ثواب میں کمی تو نہیں آئے گی؟

(حامد رشید، لاہور)

ج:...... نہیں۔ اسے پورا اجر وثواب ملے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

[عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ قرآن کریم پڑھنے میں ماہر ہے تو وہ (قیامت والے دن) بزرگ نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اس کے پڑھنے میں اسے مشقت ہوتی ہے، اس کے لیے دگنا اجر ہے۔] ❸

۲۹ / ۸ / ۱۴۲۳ھ

س:...... اس تحریر کا ترجمہ درکار ہے۔

((ثم لا يخفى عليك ان العلامة حيات السندى قال فى رسالة فتح الغفور فى ثبوت زياده تحت السرة نظر بل هى غلط منشاهٔ السهو فان راجعت الى نسخة صحيحة من المصنف فرأيت فيها هذا الحديث بهذا السند بهذه الالفاظ الا انه ليس فيها تحت السرة ...... قلت الانصاف ان هذه الزيادة وان كانت صحيحة لوجودها فى اكثر النسخ من المصنف لكنها مخالفة الروايات الثقات فكانت

---

❶ كتاب العمل فى الصلوٰة باب من رَجَعَ القهقرى فى صلوٰته أو تقدَّمَ بامْرٍ ينزل به رواه سهل بن سَعْدٍ عن النبىﷺ، صحيح بخارى

❷ مشكوٰة / باب ما لا يجوز من العمل فى الصلوة وما يباح منه كتاب الصلاة

❸ صحيح بخارى / كتاب التفسير تفسير سورة عبس، صحيح مسلم / كتاب المسافرين / باب الماهر بالقرآن والذى يتتعتع فيه

غیر محفوظ)) [آثار السنن ، ص : ۹۰] (طاہر ندیم)

ج :...... پھر نہ مخفی رہے تجھ پہ کہ علامہ محمد حیات سندھی نے رسالہ فتح الغفور میں کہا کہ زیادت ''تحت السرہ'' کے ثبوت میں نظر ہے بلکہ یہ غلط ہے، جس کا منشا سہو ہے، کیونکہ میں نے مصنف کے ایک صحیح نسخہ کی طرف مراجعت کی تو میں نے اس میں اس حدیث کو دیکھا اسی سند کے ساتھ اور انہی الفاظ کے ساتھ، مگر اس میں ''تحت السرہ'' کے لفظ نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں انصاف یہ ہے کہ یہ زیادت اگر چہ صحیح ہے بوجہ مصنف کے اکثر نسخوں میں موجود ہونے کے لیکن وہ ثقہ راویوں کی روایات کے خلاف ہے۔ لہٰذا وہ غیر محفوظ اور شاذ ہے۔ ۷ / ۱ / ۱٤۲۱ھ

س :...... ایک نمازی جماعت میں اس وقت شامل ہوتا ہے جب ایک رکعت پڑھی گئی ہے، وہ تین رکعتیں امام کے ساتھ پڑھتا ہے، ابھی تشہد ہی میں ہوتے ہیں، اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، وہ وضو کرنے جاتا ہے تو آنے سے پہلے نماز مکمل ہو چکی ہے، اب وہ نماز کس طرح ادا کرے گا؟

ایک نمازی رکوع بھول جاتا ہے اور ایک نمازی ایک سجدہ کرتا ہے اور دوسرا سجدہ بھول جاتا ہے کیا سجدہ سہو سے ان کی نماز پوری ہو جائے گی؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج :...... سلام پھیرنے سے پہلے پہلے کسی وقت بھی وضوء ٹوٹ جائے تو نماز ابتداء سے پڑھی جائے گی، بناء والی کوئی ایک روایت بھی ثابت نہیں۔

جس رکعت کا رکوع یا سجدہ بھول کر رہ گیا ہے وہ رکعت دوبارہ پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کرے۔

[ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کی نماز قبول نہیں ہوتی یہاں تک کہ رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ سیدھی کرے۔ [1]

جب رکوع اور سجدہ میں اطمینان نہ ہو گا تو نماز نہ ہو گی اور جب رکوع اور سجدہ ہی نہ ہو تو بالاولی نماز نہ ہو گی۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور تین رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیا اور گھر تشریف لے گئے۔ ایک صحابی خرباق رضی اللہ عنہ اٹھ کر آپ کے پاس گئے اور آپ کے سہو کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے لوگوں کے پاس پہنچے اور خرباق رضی اللہ عنہ کے قول کی تصدیق چاہی، لوگوں نے کہا خرباق سچ کہتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت پڑھی، پھر سلام پھیرا اور پھر دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا۔] [2] ۱٤ / ۱۱ / ۱٤۲۲ھ

---

[1] ابو داؤد / الصلاة / باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود ، ترمذى / الصلاة / باب من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود

[2] صحيح مسلم / المساجد / باب السهو في الصلاة

س:...... ایک آدمی نے مغرب کی نماز پڑھنی ہے، اس نے مسجد میں آ کر نفل نماز شروع کر دی۔ دورانِ نماز اس کو یاد آیا کہ میں نے مغرب کی نماز پڑھنی ہے۔ کیا وہ اسی جگہ سے فرض کی نیت کر سکتا ہے یا نماز توڑ دے، اگر اسی جگہ سے شروع کرے تو پچھلی نماز کو جو اس نے پڑھی ہے شمار کرے یا نہ؟ (قاسم بن سرور)

ج:...... دونوں صورتیں درست ہیں، کیونکہ نفل نفل ہیں، انہیں چھوڑ بھی سکتا ہے۔ اور نیت نماز میں تبدیل بھی کی جا سکتی ہے اور عمل ختم ہونے سے پہلے کسی وقت بھی نیت کی جا سکتی ہے ((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ)) [1] آیا ہے۔ ہاں جن اعمال میں نیت کی ابتداء و آغاز عمل میں ہونے کی تصریح موجود ہے ان میں نیت ابتداء و آغاز عمل میں ہی ہوگی۔

[عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں رات کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑا ہوا آپ نے میرا ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے سے پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر اکیلے آدمی نے نماز شروع کی، پھر دوسرا آ کر اس کے ساتھ آ ملا تو پہلا نمازی امامت کی نیت کر کے نماز جاری رکھے گا۔ [2] اسی طرح امام بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ نماز شروع کرتے وقت امامت کی نیت نہ ہو، پھر کچھ لوگ آ جائیں اور وہ ان کی امامت کرنے لگے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟'' ہم نے عرض کیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''پھر میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ ایک دن آپ پھر تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس حلوے کا تحفہ آیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بھی دکھاؤ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میں نے تو روزہ رکھا ہوا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھا لیا۔ [3] اس سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ کی نیت دن کو بھی کی جا سکتی ہے بشرطیکہ طلوع فجر کے بعد سے روزہ کی نیت کرنے تک کچھ کھایا پیا نہ ہو اور نہ کسی اور ایسی چیز کو استعمال کیا ہو جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور فرضی روزہ کی نیت رات کو کرنا لازمی ہے۔]

٧ / ٧ / ١٤٢٣ھ

س:...... ایک شخص نے چند سالوں سے باقاعدگی سے نماز (پانچوں وقت کی) ادا کرنی شروع کی۔ اسی طرح

[1] صحیح بخاری/بدء الوحی/باب کیف کان بدء الوحی۔ صحیح مسلم/الامارة/باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنية

[2] بخاری/الأذان/باب اذا قام الرجل عن یسار الامام وحوّله الامام الی یمینه تمت صلاته، مسلم/صلاة المسافرین باب الدعاء فی صلاة اللیل

[3] مسلم/الصیام/باب جواز صوم النافلة بنية من النهار

رمضان کے روزے رکھنے شروع کیے۔ اب اسے یاد نہیں یا وہ یہ شمار نہیں کرسکتا کہ اس نے زندگی کے کتنے دن و سال نماز ادا نہیں کی اور رمضان کے روزے کتنے سال نہیں رکھے؟ سوال یہ ہے کہ کیا وہ شخص اپنی زندگی کی تمام قضاء نمازیں اور روزے ادا کرسکتا ہے۔ اگر کرسکتا ہے تو برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں کہ وہ کس طرح تمام زندگی کی قضاء نماز و روزے ادا کرے؟ (جاوید احمد)

ج:...... جب سے اس نے نماز شروع کی اس وقت سے وہ مسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا: ﴿ قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ﴾[الانفال: ۳۸]['' آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آ جائیں تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں، سب معاف کر دیے جائیں گے۔'']

رسول اللہ ﷺ کا صحیح مسلم میں فرمان ہے: ((اَلإِسْلاَمُ یَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهُ)) [1]['' اسلام ماقبل کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''] اس لیے اسے قضاء کی ضرورت نہیں۔ ہاں آیندہ کے لیے ارکانِ اسلام کی پابندی کرے جو رہ جائے وہ بعد میں ادا کرلے۔ واللہ اعلم۔

جس نے اسلام قبول کرکے نیکی کا راستہ اپنا لیا اس سے ان کے گناہوں کی باز پرس نہیں ہوگی، جو اس نے جاہلیت میں کیے ہوں گے اور جس نے اسلام لاکر بھی برائی نہ چھوڑی اس سے اگلے پچھلے سب عملوں کا مؤاخذہ ہوگا۔] [2]

۲۸ / ۲ / ۱۴۲۱ھ

نماز باجماعت

س:...... بڑی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا زیادہ ثواب ہے یا چھوٹی مسجد میں یا دونوں کا ثواب برابر ہے؟ (حامد رشید، لاہور)

ج:...... جماعت کے اندر آدمیوں کی تعداد جس قدر زیادہ ہوگی اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا۔

[((عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ صلاۃ الرجل مع الرجل ازکی من صلاته وحدهٗ وصلاته مع الرجلین ازکی من صلاته مع الرجل وما کان اکثر فهو احب إلی اللّٰه عزوجل))

'' ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ '' دو آدمیوں کی نماز ایک آدمی کی

---

[1] مسلم ، کتاب الایمان ، باب کون الاسلام یهدم ماقبله وکذا الهجرة والحج

[2] صحیح بخاری ، کتاب استتابة المرتدین وصحیح مسلم ، کتاب الایمان ، باب هل یواخذ باعمال الجاهلیة

نماز سے بہتر ہے اور تین آدمیوں کی نماز دو آدمیوں کی نماز سے بہتر ہے اور جتنے نمازی زیادہ ہوتے ہیں وہ نماز اللہ کو اتنی ہی پیاری ہے۔''] [1] ۸ / ۴ / ۱۴۲۴ھ

س:...... ہمارے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جو آدمی پانچوں نمازیں با جماعت اہتمام کے ساتھ ادا کرتا ہو وہ کبھی کسی مجبوری سے جماعت سے رہ جائے تو اس کے لیے دوسری جماعت کروانا جائز ہے ورنہ دوسری جماعت ہر ایک کیلیے کروانا جائز نہیں۔ کیا یہ موقف درست ہے اور دوسری جماعت کے لیے اقامت کہنی چاہیے یا نہیں؟ (ظفر اقبال)

ج:...... نہیں! کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴾ [ ]...... اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ [البقرہ : ۲/ ۴۳] میں حکم جماعت پانچوں نمازیں باقاعدہ اہتمام کے ساتھ باجماعت پڑھنے والوں کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ اسی حکم میں سب نمازی شامل ہیں، خواہ باقاعدہ باجماعت پڑھنے والے ہوں، خواہ بے قاعدہ، خواہ اہتمام کے ساتھ باجماعت پڑھنے والے ہوں، خواہ بغیر اہتمام کے باجماعت پڑھنے والے، خواہ بلا جماعت پڑھنے والے۔ ہاں دوسری جماعت کے لیے بھی اقامت کہنی چاہیے۔ ۵ / ۱۱ / ۱۴۲۵ھ

س:...... ایک مسجد میں پہلی جماعت کے بعد دوسری جماعت کرواسکتا ہے یا نہیں؟ (شاہد سلیم، لاہور)

ج:...... ہاں! کرواسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۴۳] [''اور رکوع کرنے والے کے ساتھ رکوع کرو۔''] پہلی جماعت ہو چکی ہے اب دوسری جماعت نہ کرائے تو آیت مذکورہ بالا پر عمل کیسے ہوگا؟

[ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو چکے تو ایک آدمی آیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کون ہے جو اس سے (ثواب کے حصول کی) تجارت کرے؟'' ایک آدمی کھڑا ہوا، اس نے (دوبارہ) اس کے ساتھ نماز پڑھی۔ [2]

صحیح بخاری میں تعلیقاً اور ابو یعلی میں موصولا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو جماعت ہو چکی تھی، انہوں نے

---

[1] رواہ ابو داوٗد والنسائی وصححہ ابن حبان بحوالہ بلوغ المرام / باب صلوۃ الجماعۃ والامامۃ / کتاب الصلوٰۃ النسائی / کتاب الامامۃ / الجماعۃ اذا کانو اثنتین ، ابو داؤد / کتاب الصلاۃ / باب فی فضل صلاۃ الجماعۃ

[2] جامع ترمذی / ابواب الصلاۃ / باب ما جاء فی الجماعۃ فی مسجد قد صلی فیہ مرۃ ، ابو داوٗد / کتاب الصلاۃ / باب فی الجمع فی المسجد مرتین

اذان اور اقامت کہی اور جماعت کرائی۔] ٢٤ / ٦ / ١٤٢٣ھ

س:......کیا میں بریلوی کی مسجد میں اذان سے پہلے جماعت کرواسکتا ہوں، اس صورت میں میری نماز ہو جائے گی ، جبکہ اسی گاؤں میں اہلحدیث کی مسجد میں اذان ہو چکی ہوتی ہے؟ (محمد یوسف ڈوگر)

ج:......جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر نہیں غیر تقویٰ ، غیر اخلاص پر ہے اس میں نماز و قیام درست نہیں، خواہ وہ مسجد اہلحدیث ہی کی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ط ﴾[التوبة: ١٠٨]["(اے نبی ﷺ!) آپ اس (مسجد ضرار) میں کبھی بھی (نماز کے لیے) کھڑے نہ ہونا وہ مسجد جس کی پہلے دن سے تقویٰ پر بنیاد رکھی گئی تھی، زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔"] واللہ اعلم۔ ١ / ٧ / ١٤٢٣ھ

س:......ایک نمازی باجماعت نماز میں امام کے ٹھیک پیچھے کھڑا ہوتا ہے، اس نمازی کو صف کے دائیں طرف کھڑے ہونے کا یا بائیں طرف کھڑے ہونے کا ثواب ملے گا؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......اس کو ٹھیک پیچھے کھڑا ہونے کا ثواب ملے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ٤ / ١ / ١٤٢٤ھ

س:...... جماعت میں برابر والے کے ٹخنے سے ٹخنہ ملائیں تو پاؤں اندر کی طرف مڑ جاتے ہیں اور پاؤں کی انگلیوں کے سرے قبلہ رخ نہیں رہتے۔ پاؤں پچھلی جانب سے ملانا شروع کریں پھر بھی پاؤں اندر کی طرف موڑنا پڑتا ہے۔ پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا چاہیے۔ ٹخنہ خواہ نہ ملے صرف پاؤں ملا لیا جائے یا ٹخنے سے ٹخنہ ضرور ملائیں۔ اگرچہ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف سے ہٹ جائیں۔ اس حالت میں طویل قیام بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ محدث روپڑی لکھتے ہیں: "رہی یہ بات کہ ٹخنے سے مراد ٹخنہ ہی ہے یا قدم ہے۔ تو صحیح یہی ہے کہ قدم مراد ہے، کیونکہ جب تک پاؤں ٹیڑھا نہ کیا جائے، ٹخنہ سے ٹخنہ نہیں مل سکتا۔" [1] ابو محمد عبدالجبار خطیب مسجد اہل حدیث رنگون برما کے جواب میں آخری پیراگراف ملاحظہ ہو۔ (وقار احمد، لاہور)

ج:......ہمارے شیخ مکرم واستاذ مکرم حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمہ اللہ کا فتویٰ درست و صحیح ہے۔ [رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگو! اپنی صفیں درست کرلو۔ لوگو! اپنی صفیں برابر کرلو۔ سنو! اگر تم نے صفیں سیدھی نہ کیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف اور پھوٹ ڈال دے گا۔" پھر تو یہ حالت ہوگئی کہ ہر شخص اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ٹخنہ، گھٹنے سے گھٹنہ اور کندھے سے کندھا چپکا دیتا تھا۔ [2]

---

[1] فتاویٰ اہلحدیث اشاعت ٢٠ / اگست ١٩٦٤ء جلد اول، ص: ٦١٦

[2] ابو داؤد / ابواب الصفوف / باب تسوية الصفوف

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صفوں کو سیدھا کیا کرو، کیونکہ میں تمہیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔ (یہ آپ کا معجزہ تھا۔) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص اپنا کندھا دوسرے کے کندھے سے اور اپنا قدم دوسرے کے قدم سے ملا دیتا تھا۔] [1]

۲۹ / ۸ / ۱۴۲۳ھ

س:...... مرد اور عورت دونوں اکٹھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (فیصل صغیر ورک)

ج:...... اکٹھے مل کر دائیں بائیں کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے، البتہ آگے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھ سکتے ہیں۔ بایں طور کہ دونوں کے درمیان فاصلہ ہو۔

[انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ان کی نانی ملیکہ نے رسول اللہ ﷺ کو کھانا تیار کر کے کھانے کے لیے بلایا۔ آپؐ نے کھانے کے بعد فرمایا کہ آؤ تمہیں نماز پڑھا دوں۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنے گھر سے ایک بوریا اٹھایا جو کثرت استعمال سے کالا ہو چکا تھا میں نے اس پر پانی چھڑکا پھر رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے (اسی بوریے پر) کھڑے ہوئے اور میں اور ایک یتیم آپؐ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور بوڑھی عورت (انس رضی اللہ عنہ کی نانی ملیکہ) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی اور واپس گھر تشریف لے گئے۔] [2]

۴ / ۱۲ / ۱۴۲۳ھ

س:...... کیا اکیلے آدمی کی نماز صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونے میں ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتی تو درج ذیل حدیث کا کیا مطلب ہے؟ ((اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ یَلِیْهِ فَمَا کَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْیَکُنْ فِی الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ)) [3] [''پہلے اول صف کو پورا کرو، پھر اس کو پورا کرو جو اس کے بعد ہے اور جو کمی ہے وہ آخری صف میں ہونی چاہیے۔''] [4] اس حدیث کی رُو سے اکیلے آدمی کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا ایک نقص ہے، جس کی اجازت حضور ﷺ نے مذکورہ حدیث میں خود دی ہے۔ اس حدیث کے لحاظ سے بھی اکیلے آدمی کی نماز ہو گی یا نہیں؟

ج:...... نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا صَلَاةَ لِمَنْ صَلّٰی خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ)) اور ایک روایت میں ہے: ((مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ فَلْیُعِدْ صَلَاتَهٗ)) [5] [جو اکیلا صف کے

---

[1] بخاری / الأذان / باب إلذاق المنكب بالمنكب والقدم بالقدم فی الصف

[2] بخاری / الأذان / باب الصلاة علی الحصیر وباب المرأة وحدها تكون صفا، مسلم / المساجد / باب جواز الجماعة فی النافلة

[3] بحواله عن أنس أبو داؤد صفحه نمبر: ۲۵۲ [4] ابو داؤد / ابواب الصفوف / باب تسویة الصفوف

[5] ابو داؤد / كتاب الصلاة / باب الرجل یصلی وحده خلف الصف

پیچھے نماز پڑھے پس وہ نماز کو لوٹائے ۔] جو حدیث آپ نے پیش فرمائی اس میں صرف اتنی بات ہے کہ صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو جائے باقی اس کی نماز اکیلے ہونے کی صورت میں ہو جائے گی یا نہیں ہو گی ۔ دونوں صورتوں کا آپ کی اس حدیث میں ذکر نہیں ۔ ہاں دوسری حدیث میں ذکر آ گیا کہ صف کے پیچھے اکیلے کی نماز نہیں وہ نماز دہرائے ۔ ٤ / ١٢ / ١٤٢٣ھ

س:......نماز با جماعت پڑھتے ہوئے کسی کا وضوٹوٹ جاتا ہے اور وہ صف سے نکل جاتا ہے ایک صورت میں نمازی امام کی طرف مل جاتے ہیں اور صف کے آخر میں ایک آدمی کی جگہ بچ جاتی ہے ۔ یا پھر پچھلی صف سے ایک آدمی چل کر پہلی صف کو مکمل کر دیتا ہے ۔ (حافظ محمد یونس)

ج:......آپ نے اس سوال میں دو صورتیں ذکر فرمائی ہیں ۔ ان دونوں سے دوسری صورت بہتر ہے ۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:((أتموا الصف المقدم ثم الذی یلیه ، فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر)) [1] [’’ پہلے اول صف کو پورا کرو، پھر اس کو جو پہلی کے بعد ہے اور جو کمی ہے وہ آخری صف میں ہو ۔‘‘] ٦ / ١ / ١٤٢١ھ

س:١:......آپ بتائیں کہ پہلی صف مکمل ہو چکی ہے ۔ بعد میں ایک آدمی آئے ۔ وہ اکیلا صف میں کھڑا ہو جائے یا پہلی صف میں سے کوئی آدمی کھینچ لے ۔ آپ مزید یہ بتائیں کہ اگر آدمی پچھلی صف میں اکیلا کھڑا ہوا اور نماز ختم ہونے تک کوئی آدمی بھی ساتھ نہیں ملا ۔ آیا وہ سلام پھیر دے یا کھڑا ہو کر پہلی چار یا تین یا دو رکعت نماز پھر ادا کرے ۔ اگر وہ کھڑا ہو کر پہلی جتنی بھی رکعتیں ادا کرتا ہے، اس کو جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں ۔ بندہ کھینچنے والی حدیث مبارکہ صحیح ہے یا ضعیف ہے؟

٢:......اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور رکوع پر پہنچ جائے ۔ بعد میں آنے والا آدمی بھی رکوع میں شامل ہو جائے ۔ آیا اس کی رکعت مکمل ہو جائے گی یا نہیں ۔ اس نے تو سورۃ الفاتحہ بھی نہیں پڑھی؟ (علی احمد ولد مولوی عبدالرشید، گوجرانوالہ)

ج:١:......مشکاۃ / کتاب الصلاۃ / باب تسویة الصف الفصل الثانی میں بحوالہ ابوداؤد ہے:((وعنه قال: قال رسول اللہ ﷺ : أَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ یَلِیْهِ ، فَمَا کَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْیَکُنْ فِی الصَّفِ الْمُؤَخَّرِ ١ / ٣٤٢))

آپ ﷺ کے مذکور بالا حکم کا تقاضا ہے کہ پہلی صف مکمل ہو چکنے کے بعد آنے والا اکیلا ہی صف کے پیچھے

[1] أبو داؤد / أبواب الصفوف / باب تسویة الصفوف

کھڑا ہو جائے پہلے والی صف سے آدمی نہ کھینچے۔ رہی آدمی کھینچنے والی روایت تو وہ ثابت نہیں کیونکہ اس کی سند میں سری بن ابراہیم نامی راوی ہے جو انتہائی کمزور ہے۔ دیکھیں سبل السلام (۲/۲۸)

جتنی رکعات اس نے صف کے پیچھے اکیلے پڑھیں انہیں دہرا لے چنانچہ مسند احمد، سنن ابی داؤد اور سنن ترمذی میں ہے: ((وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ: رَآیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا يُصَلِّيْ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ فَأَمَرَهٗ اَنْ يُعِيْدَ الصَّلَاةَ)) [مشکاۃ: ۱/ ۳۴۵]

باقی جتنا عمل اس نے کیا اس کا اجر اسے ملے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ط ﴾[الکہف: ۱۸/ ۳۰]["ہم کسی نیک عمل کرنے والے کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔"]

۲:......نہیں! کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)) [1]

۱۴۲۱/۱۲/۳ھ

س:......مسئلہ درپیش ہے کہ کیا نماز کی جماعت کروانا فرض اور واجب ہے کہ نہیں۔ آپ کا مؤقف ہے کہ جماعت فرض اور واجب ہے۔ لیکن میں نے نیل الاوطار اور مرعاۃ کو دیکھا ہے تو انہوں نے فیصلہ یہی دیا ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔ نیل الاوطار میں اس باب کے تحت چند دلائل بھی نقل کیے ہیں۔ وہ میں لکھتا ہوں ان کے جوابات دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) ((وَمِنْ اَدِلَّتِهِمْ عَلٰى عَدَمِ الْوُجُوْبِ حَدِيْثُ اِذَا صَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا ثُمَّ اَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَاِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ)) [2]

["جماعت کے عدم وجوب پر ان کے دلائل سے ایک یہ حدیث ہے جب تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو پھر تم مسجد میں جماعت پا لو تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لو، پس بے شک وہ (دوسری) تمہارے لیے نفل ہو گی۔"]

(۲) ((قَالَ اِنَّ اَعْظَمَ النَّاسِ اَجْرًا فِی الصَّلَاةِ اَبْعَدُهُمْ فَاَبْعَدُهُمْ مَمْشًى وَالَّذِيْ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِنَ الَّذِيْ يُصَلِّيْهَا ثُمَّ يَنَامُ)) [3]

["حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سب سے زیادہ نماز

[1] صحیح بخاری/ باب وجوب القراءۃ .... الخ

[2] جامع ترمذی / أبواب الصلاۃ / باب ماجاء فی الرجل یصلی وحدہ ثم یدرك الجماعة

[3] صحیح بخاری / کتاب الأذان / باب فضل صلاۃ الفجر فی جماعة

کا ثواب اس شخص کو ملتا ہے جو (مسجد تک) دور سے چل کر آتا ہے پھر (درجہ بدرجہ) وہ جو سب سے زیادہ مسافت طے کر کے آتا ہے اور جو شخص منتظر رہے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اس کا ثواب اس شخص سے زیادہ ہے جو جلدی سے (پہلے ہی) نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔"]

(۳) ((قَالَ اَمَرَ جَمَاعَةً مِنَ الْوَافِدِينَ عَلَيْهِ بِالصَّلٰوةِ وَلَمْ يَأْمُرْهُمْ بِفِعْلِهَا فِيْ جَمَاعَةٍ)) [اس کا حوالہ نہیں لکھا۔]

(۴) اکیلا نماز پڑھنا اس کا ایک درجہ ہے اور جماعت کے ساتھ ۲۵ یا ۲۷ درجہ ثواب ہے۔ [1]

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے سنن الهدیٰ سے شمار کیا ہے اور صاحب معارف القرآن نے وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ کے تحت لکھا ہے کہ سنن الهدیٰ سے سب فقہاء سنت مؤکدہ مراد لیتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی اگر کوئی دلیل ہو تو اس کا بھی حوالہ عنایت فرمائیں۔ (خاور رشید)

ج:...... نماز باجماعت پڑھنا فرض و واجب ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴾ [البقرة: ٤٣] ["اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔"] نیز قرآن مجید میں جگہ جگہ اقامت صلاۃ کا امر و حکم وارد ہوا ہے اور اقامت صلاۃ کے متعدد معانی سے ایک معنی باجماعت نماز پڑھنا بھی ہے تو اس معنی کو پیش نظر رکھا جائے تو بھی نماز باجماعت پڑھنا فرض و واجب بنتا ہے کیونکہ امر و حکم حقیقۃً وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ کما هو الأصح من الأقوال۔

امام بخاری ...... رحمہ اللہ الباری ...... اپنی کتاب جامع صحیح میں باب منعقد فرماتے ہیں: ((بَابُ وُجُوبِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ. وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ مَنَعَتْهُ اُمُّهُ عَنِ الْعِشَآءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَمْ يُطِعْهَا)) ["حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا اگر کسی شخص کی ماں اس کو محبت کی راہ سے عشاء کی نماز میں جانے سے روکے تو اس کا کہا نہ مانے۔"] نیچے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ لِيُحْطَبَ)) ["رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر نماز کے لیے اذان کہوں پھر کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کا امام بنے اور خود میں ان لوگوں کے پاس جاؤں (جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے) پھر انہیں ان کے گھروں سمیت جلا دوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ان میں کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ (مسجد میں) موٹی

[1] صحیح بخاری/ کتاب الأذان / باب فضل صلاة الجماعة

ہڈی یا دو عمدہ گوشت والی ہڈیاں پائے گا، تو عشاء کی نماز میں ضرور حاضر ہو۔''] [1] نقل فرمائی ہے، جس سے انہوں نے نماز با جماعت کا فرض اور واجب ہونا ثابت فرمایا ہے اہل علم نے اور بھی کئی ایک احادیث صحیحہ مرفوعہ سے نماز با جماعت کے فرض وواجب ہونے پر استدلال کیا ہے۔

آپ نے عدم وجوب کے پانچ دلائل نقل فرمائے، مگر ان سے نفس الأمر اور واقع میں عدم وجوب نکلتا نہیں۔ چنانچہ صاحب منتقی نے باب قائم کیا ہے: ((بَابُ وُجُوبِهَا وَالْحَثِّ عَلَيْهَا)) پھر وجوب جماعت پر دلالت کرنے والی احادیث ذکر کرتے ہیں اور آپ کے پیش کردہ عدم وجوب والے بعض دلائل نقل فرما کر لکھتے ہیں:

((قَالَ الْمُصَنِّفُ رَحِمَهُ اللّٰهُ بَعْدَ أَنْ سَاقَ حَدِيثَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَا لَفْظُهُ: وَهٰذَا الْحَدِيثُ يَرُدُّ عَلٰى مَنْ اَبْطَلَ صَلَاةَ الْمُنْفَرِدِ لِغَيْرِ عُذْرٍ ، وَجَعَلَ الْجَمَاعَةَ شَرْطًا لِاَنَّ الْمُفَاضَلَةَ بَيْنَهُمَا تَسْتَدْعِيْ صِحَّتَهُمَا وَحَمْلُ النَّصِّ عَلَى الْمُنْفَرِدِ لِعُذْرٍ لَا يَصِحُّ لِاَنَّ الْاَحَادِيْثَ قَدْ دَلَّتْ عَلٰى اَنَّ اَجْرَهُ لَا يَنْقُصُ عَمَّا يَفْعَلُهُ لَوْلَا الْعُذْرُ الخ)) [مع نیل الاوطار: ۱۲۹/۳] تو آپ کی نقل کردہ احادیث میں جماعت کے صحت صلاۃ کے لیے شرط ہونے کی نفی ہے جماعت کے فرض وواجب ہونے کی نفی نہیں، یوں سمجھ لیں جماعت کا نماز کے ساتھ تعلق اذان واقامت والا ہے، وضوء وطہارت والا نہیں۔ جیسے بلا عذر اذان واقامت ترک کرنے والے مجرم وگناہ گار ہیں گو نماز ان کی ہو جائے گی بالکل اسی طرح جماعت ترک کرنے والے بھی مجرم وگناہ گار ہیں گو نماز ان کی بھی ہو جائے گی۔ یہ جواب آپ کی پیش کردہ تمام روایات میں جاری ہوتا ہے۔

۱...... اس روایت میں لفظ آئے ہیں: ((اِذَا صَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا)) ان کو آپ نے اکیلے نماز پڑھنے پر محمول کر لیا ہے مگر اس کی کوئی دلیل آپ نے بیان نہیں فرمائی، تو ان کے بلا جماعت نماز پڑھنے کی دلیل درکار ہے۔

۲...... اس روایت میں لفظ آئے ہیں: ((مِنَ الَّذِيْ يُصَلِّيْهَا ثُمَّ يَنَامُ)) جن کو آپ نے بلا جماعت پڑھنے پر محمول کر لیا ہے، مگر اس کی کوئی دلیل آپ نے پیش نہیں فرمائی۔ تو اس کی بھی دلیل مطلوب ہے۔

۳...... صاحب نیل کی یہ بات تو ویسے ہی بے بنیاد ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ہے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((اَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِيْ ، فَاَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا ، فَلَمَّا رَاٰى شَوْقَنَا اِلٰى اَهْلِيْنَا قَالَ: اِرْجِعُوْا فَكُوْنُوْا فِيْهِمْ ، وَعَلِّمُوْهُمْ وَصَلُّوْا ، فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ باب مَنْ قَالَ: لِيُؤَذِّنْ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ وَّاحِدٌ)) میں اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیس راتیں

[1] صحيح البخاري/ كتاب الأذان/ باب وجوب صلاة الجماعة/ رقم الحديث: ٦٤٤.

آپ کے پاس ہمارا قیام رہا آپ انتہائی رحم دل اور بڑے ملنسار تھے، جب آپ نے دیکھا کہ ہمارا اشتیاق گھر والوں کی طرف ہے تو ارشاد فرمایا کہ ''اپنے گھر لوٹ جاؤ اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہو انہیں دین کی تعلیم دو اور نماز پڑھا کرو۔ اذان کا وقت آئے تو تم میں کوئی اذان کہہ دے اور تم میں سے جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

۴......اس روایت اور آپ کی پیشکردہ دیگر روایات کے متعلق زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ روایات جماعت کے افضل ہونے پر ظاہراً یا مفہوماً دلالت کرتی ہیں اور معلوم ہے کہ ظاہر اور مفہوم نص اور منطوق کے سامنے پیش نہیں ہو سکتے۔ مقصد یہ ہے کہ جماعت کے فرض و واجب ہونے کے دلائل فرض و واجب ہونے پر نصاً اور منطوقاً دلالت کرتے ہیں۔

اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾[ق : ۲۹][''اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں۔''] مفہوماً تھوڑے ظلم پر دلالت کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ [النساء : ۴۰][''بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتے۔''] اور اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا ﴾[یونس : ۴۴][''یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا۔''] دونوں منطوقاً تھوڑے ظلم کی بھی نفی کرتے ہیں تو آج تک کسی مسلم نے ﴿ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ کے مفہوم کو ملحوظ رکھتے ہوئے تھوڑے ظلم کا عقیدہ رکھا؟ نہیں ہرگز نہیں۔

۵......عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پیش کرتے وقت آپ نے کئی ایک چیزوں کو نظر انداز فرما دیا ہے ترتیب وار پڑھیں:

۱......عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مسجد میں نماز پڑھنے سے متعلق ہے باجماعت نماز پڑھنے سے متعلق نہیں، جیسے کہ روایت کے الفاظ نصاً اور ظاہراً اس پر دلالت کر رہے ہیں۔

۲......سنن ہدیٰ کے متعلق آپ نے صاحب معارف القرآن کے قول ''سنن ہدیٰ سے سب فقہاء سنت مؤکدہ مراد لیتے ہیں'' کو ملحوظ رکھا، جبکہ یہ اصطلاح فقط فقہائے حنفیہ کی ہے قرآن وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عبارات میں یہ معنی نہیں چلتا لہٰذا آپ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی اس روایت میں وارد لفظ ''سنن الہدیٰ'' کو فقہائے حنفیہ کی اصطلاح پر محمول کر کے زبردست خطا کی ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾[النساء : ۲۶][''اور تمہیں تم سے پہلے کے (نیک) لوگوں کی راہ پر چلائے۔'']

آیا ان سنن میں فرائض شامل نہیں؟ پھر فرائض کی طرف اللہ تعالیٰ نے راہنمائی نہیں کی؟ غور فرمائیں۔

صحیح بخاری / باب الصَّلاۃِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ((قَالَ: صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً)) ❶ [''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: ''مغرب سے پہلے دو رکعتیں ادا کرو۔'' تیسری بار فرمایا: ''جس کا دل چاہے۔'' یہ اس لیے فرمایا کہ کہیں لوگ اسے سنت نہ بنالیں۔''] آیا اس مقام پر یہ اصطلاحی معنی بھلا بنتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں!

اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ مکروہ کا فقہاء کی اصطلاح میں معنی وہ کام جس کا نہ کرنا کرنے سے بہتر ہو اور اس کا کرنا گناہ نہ ہو، جبکہ قرآن وسنت میں یہ معنی نہیں چلتا۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴾ ''ان سب کاموں کی برائی تیرے رب کے نزدیک مکروہ ہے۔'' [بنی اسرائیل: ۳۸] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((كَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ ، وَاِضَاعَةَ الْمَالِ ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ)) ''بے شک اللہ نے مکروہ جانا قیل وقال، مال کو ضائع کرنا اور زیادہ سوال۔'' ❷ تو غور فرمائیں ادھر مکروہ کا اصطلاحی معنی بھلا چلتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ حافظ ابن قیم ...... رحمہ اللہ تعالیٰ ...... نے اپنی مایۂ ناز کتاب اعلام الموقعین میں اہل علم کی ان اخطاء کا تذکرہ فرمایا جو قرآن وسنت کے الفاظ کو اصطلاحی معانی پر محمول کرنے کی بناء پر سرزد ہوئی ہیں۔ آپ بھی اس بحث کا مطالعہ فرمائیں بہت فائدہ ہوگا۔ ان شاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

۳ ...... پھر عبداللہ بن مسعود ...... رضی اللہ عنہ ...... کی اس حدیث میں یہ لفظ بھی موجود ہیں: ((إِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى ، وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ)) ❸ [''بے شک اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدایت کے طریقے مقرر فرمائے ہیں اور بے شک وہ ہدایت کے طریقوں سے ہیں۔ اگر تم نماز اپنے اپنے گھروں میں پڑھو گے جیسے (جماعت سے) پیچھے رہنے والا یہ شخص اپنے گھر میں پڑھ لیتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے اور اگر نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔''] دیکھئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ترک کو ضلالت قرار دے رہے ہیں، جبکہ ضلالت معصیت اور ترک فرض کا نام ہے یا فعل حرام کا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الأحزاب: ۳۶] [''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

---

❶ بخاری / التهجد / باب الصلاة قبل المغرب ، مسلم / صلاة المسافرين / باب بين كل اذانين صلاة

❷ بخاری / کتاب الزکاة / باب قول الله لا يسألون الناس إلحافا ❸ مسلم / المساجد / باب صلاة الجماعة من سنن الهدىٰ

((وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ وَغَوٰى)) اور معلوم ہی ہے کہ اصطلاحی سنت کا ترک ضلالت نہیں تو ثابت ہوا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی اس حدیث کو اگر نماز باجماعت پر محمول کیا جائے جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو اس سے جماعت کا فرض و واجب ہونا ہی ثابت ہوگا، کیونکہ اس میں ترک جماعت کو (آپ کی شرح کے مطابق) ضلالت وگمراہی قرار دیا گیا ہے، جبکہ اصطلاحی سنت کا ترک ضلالت وگمراہی نہیں۔ ان ضلالت والے لفظ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فقہائے حنفیہ سنن ہدی سے جو معنی مراد لیتے ہیں وہ اس حدیث میں نہیں چلتا۔

تو خلاصہ کلام یہی ہوا کہ نماز باجماعت پڑھنا فرض اور واجب ہے اور نماز میں جماعت کا فرض و واجب ہونا قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ نیز قرآن وسنت میں اس کا کوئی معارض نہیں پھر شوکانی رحمہ اللہ کا فیصلہ: ((وَقَدْ تَقَرَّرَ اَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الْاَحَادِيْثِ...... اِلٰى قَوْلِهٖ : اِلَّا مَحْرُوْمٌ مَشْئُوْمٌ)) نیز صاحب مرعاۃ کا فیصلہ: ((وَاَقْرَبُ الْاَقْوَالِ عِنْدِيْ أَنَّ صَلَاةَ الْجَمَاعَةِ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ قَرِيْبَةٌ مِّنَ الْوَاجِبِ ، وَبِهٰذَا تَجْتَمِعُ الْاَحَادِيْثُ الْمُشْعِرَةُ بِالْوُجُوْبِ ، وَالْاَحَادِيْثُ الْمُقْتَضِيَةُ لِعَدَمِ الْوُجُوْبِ)) [1] دونوں ہی درست نہیں۔ واللہ اعلم۔

٢١ / ٧ / ١٤٢٢ھ

س:...... اکثر مسجدوں میں نمازی کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرتے ہیں۔ مقتدیوں کو کب نماز کے لیے کھڑا ہونا چاہیے۔ تکبیر سے پہلے یا امام کے مصلے پر کھڑا ہونے کے وقت یا تکبیر کے درمیان میں۔ ایک آدمی صبح کی نماز سے دس منٹ پہلے آتا ہے وہ مسجد میں چکر لگاتا رہتا ہے۔ کوئی سورت ساتھ ساتھ پڑھتا جاتا ہے، لیکن بیٹھتا نہیں جب تکبیر ہوتی ہے تو ساتھ نماز پڑھتا ہے۔ کیا وہ آدمی دو نفل تحیۃ المسجد کے پڑھ کر بیٹھ سکتا ہے یا اس کا اس طرح چلنا پھرنا اور ساتھ تلاوت کرنا درست ہے؟ (محمد سلیم بٹ)

ج:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ)) [2] [''جب نماز کی اقامت ہو جائے تو کھڑے نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم مجھے دیکھ لو۔''] ایک روایت میں یہ لفظ بھی آئے ہیں: ((قَدْ خَرَجْتُ)) اس سے ثابت ہوا کہ مقتدی صرف اقامت سن کر کھڑے نہیں ہو سکتے اور صرف امام کو نماز پڑھانے کی خاطر آتے دیکھ کر بھی کھڑے نہیں ہو سکتے۔ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں تو پھر کھڑے ہوں اقامت بھی سن لیں اور امام کو نماز پڑھانے کی خاطر آتے دیکھ بھی لیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَجْلِسَ))

---

[1] مرعاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح / كتاب الصلاة / باب الجماعة وفضلها

[2] بخاری / كتاب الأذان / بابٌ متى يقوم الناس اذا راوا الامام عند الاقامة

[''جب تم مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھا کرو۔''] [1] اس کا تقاضا ہے کہ وہ اس وقت بھی بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے یا پھر جماعت کھڑی ہونے تک کھڑا رہے۔ ۱۴۲۴/۱/۸ھ

س:...... با جماعت نماز میں امام کا تکبیرات کو با آواز بلند کہنا اور مقتدی وا کیلے فرد کا نماز پڑھتے ہوئے آہستہ آواز سے تکبیرات کہنا کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے؟

۲......اگر با جماعت نماز میں امام تکبیرات آہستہ اور مقتدی با آواز بلند کہہ دے تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟

(عبدالصمد بلوچ بن موج علی)

ج (۱)......اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں: ﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ ﴾[الاعراف:۲۰۵] [''اور اپنے پروردگار کو صبح وشام اپنے دل میں عاجزی اور ڈر سے یاد کرو اور زبان سے بھی ہلکی آواز سے یاد کرو اور غافلوں میں نہ ہو جاؤ۔''] اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر سرًّا کرنے کا حکم دیا ہے، ذکر میں اللہ اکبر بھی شامل ہے، یہ خطاب امام، مقتدی اور منفرد کو بھی متناول ہے۔ ہاں جن اذکار کا جہر کتاب وسنت سے ثابت ہے وہ جہرًا ہوں گے۔ امام کا تکبیر جہراً کہنا ثابت ہے۔ صحیح بخاری میں ہے: ((عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ ، فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ أَخَذَ بِيَدِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ ، فَقَالَ: قَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ [2] [''مطرف بن عبداللہ بن شخیر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں اور عمران بن حصین نے علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ جب بھی سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے اسی طرح جب سر اُٹھاتے تو تکبیر کہتے جب دو رکعات کے بعد اُٹھتے تو تکبیر کہتے جب نماز ختم ہوئی تو عمران بن حصین نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ علی رضی اللہ عنہ نے آج محمد ﷺ کی نماز یاد دلا دی یا یہ کہا کہ اس شخص نے ہم کو آنحضرت ﷺ کی نماز کی طرح آج نماز پڑھائی۔''] الحدیث ، وفی رِوَايَةٍ: فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ ، وَكُلَّمَا وَضَعَ (۱/۱۰۸) [3] [''اور ایک روایت

---

[1] بخاری / کتاب المساجد / باب اذا دخل المسجد فلیرکع رکعتین ، مسلم / صلاۃ المسافرین / باب استحباب تحیة المسجد برکعتین

[2] بخاری/کتاب الاذان/باب اتمام التکبیر فی السجود

[3] بخاری/کتاب الاذان/باب اتمام التکبیر فی الرکوع

میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ جب سر اُٹھاتے اور جب سر جھکاتے اس وقت تکبیر کہتے۔'']وَعَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ ، فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً ، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّهُ أَحْمَقُ۔ فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ۔ (۱۰۸/۱)))[''عکرمہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے مکہ میں ایک بوڑھے کے پیچھے (ظہر کی) نماز پڑھی۔ انہوں نے (تمام نماز میں) بائیس (۲۲) تکبیریں کہیں اس پر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا یہ بوڑھا بالکل بے عقل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہاری ماں تمہیں روئے یہ تو ابوالقاسم ﷺ کی سنت ہے۔'']

۲......درست ہوگی، کیونکہ نماز تو انہوں نے پڑھی ہے اور کتاب وسنت میں کہیں یہ نہیں آیا کہ ایسا کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔

۱۶ / ۱۲ / ۱۴۲۳ ھ

س:......کیا ہر رکعت میں تعوذ پڑھنا چاہیے یا صرف پہلی رکعت میں؟ (ظفر اقبال، نارووال)

ج:...... نبی کریم ﷺ دعاء استفتاح کے بعد یہ پڑھتے :((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ)) ''اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جو سننے والا جاننے والا ہے مردود شیطان سے، اس کے خطرے سے، اس کی پھونکوں سے اور اس کے وسوسے سے۔'' [1]

س:......جہری نمازوں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اونچی پڑھنا چاہیے یا آہستہ۔ ہر دو صورت یہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے وضاحت سے لکھیں؟ (قاسم بن سرور)

ج:......دونوں طرح درست ہے۔ البتہ سراً پڑھنا افضل و بہتر ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: ''تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی۔''

[حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی وہ بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔] [2]

[نعیم المجمر رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز پڑھی تو انہوں نے پہلے بسم اللہ تلاوت فرمائی، پھر بعد ازاں اُم القرآن (سورہ فاتحہ) پڑھی، تا آنکہ آپ و لا الضآلین پر پہنچ گئے اور آمین کہی۔ راوی کا بیان ہے کہ جب سجدہ کیا اور جب بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوئے تو اللہ اکبر کہا پھر سلام پھیر کر فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یقیناً میں تم سے نماز کی ادائیگی میں رسول اللہ ﷺ

[1] ابو داؤد / کتاب الصلاۃ / بابُ مَنْ رَأَى الإِسْتِفْتَاحِ بِسُبْحَانَكَ [2] مسلم / الصلاۃ / باب حجۃ من قال لا یجھر بالبسملۃ

کے بہت مشابہ ہوں۔[نسائی ابن خزیمہ]

یہ حدیث بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آمین کے جہر پر دلالت کرتی ہے اکثر اوقات جہری نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھی گئی ہے اور کبھی اونچی آواز میں بھی۔] ٥ / ١١ / ١٤٢٥ ھ

س:......قرأت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (نماز کی حالت میں) بلند آواز سے پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ (ابوعکاشہ عبداللطیف)

ج:...... دونوں طرح درست ہے، کیونکہ دونوں کے دلائل موجود ہیں، کبھی جھراً اور کبھی سراً پڑھ لے تا کہ دونوں قسم کے دلائل پر عمل ہو جائے۔ ٢٩ / ١ / ١٤٢٤ ھ

س:...... جناب میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں بریلوی امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں، جبکہ اہلحدیثوں کی مسجد کافی دور ہے۔ کیا میری نماز ہو جائے گی۔ بریلوی امام کے پیچھے آمین اور رفع الیدین کر سکتے ہیں؟ (محمد یوسف ڈوگر)

ج:......امام مسلم ہو کافر یا مشرک نہ ہو اس کی اقتداء میں نماز درست ہے خواہ اہل حدیث ہو، خواہ دیوبندی، خواہ بریلوی خواہ کوئی اور۔ امام مسلم نہ ہو کافر یا مشرک ہو اس کی اقتداء میں نماز درست نہیں۔ خواہ اہل حدیث ہو، خواہ دیوبندی، خواہ، بریلوی خواہ کوئی اور۔ مقتدی آمین بالجہر کہے اور رفع الیدین بھی کرے، خواہ امام یہ دونوں کام نہ کرتا ہو، کیونکہ ترک سنت میں اقتداء واتباع نہیں۔ مثلاً امام اگر تشہد میں انگلی نہ اٹھائے تو مقتدی اٹھائے گا، امام اگر بوقت تکبیر تحریمہ رفع الیدین نہ کرے تو مقتدی کرے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے: ((اِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ))[''امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔''] کی تفصیل فرمادی ہے۔ ((فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا ، وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا)) [''جب امام الله اکبر کہے تم بھی الله اکبر کہو۔ جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ۔ جب وہ سجدہ کرے، تو تم بھی سجدہ کرو۔ جب وہ سر اٹھائے، تو تم بھی اٹھاؤ۔''] [الحدیث] نیز غور فرمائیں حنفی مقتدی اہل حدیث امام کے پیچھے آمین بالجہر کیوں نہیں کہتا؟ اور رفع الیدین کیوں نہیں کرتا؟ ادھر ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ)) کا تقاضا کیا ہے؟ ((فتفکروا یا أولی الألباب)) ١ / ٧ / ١٤٢٣ ھ

س:......اگر مسجد میں کوئی آدمی نہ ہو تو آدمی جماعت کا ثواب لینا چاہے تو اکیلا جماعت کر سکتا ہے؟ (محمد یوسف ڈوگر)

ج:......صحراء میں تو اکیلے آدمی کے اذان، اقامت کہہ کر نماز پڑھنے کی حدیث نسائی وغیرہ میں موجود ہے۔

[عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا پروردگار بکریاں چرانے والے سے

---

1 بخاری / اذان / باب إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ ، مسلم / الصلاۃ / باب ائتمام المأموم بالإمام

تعجب کرتا ہے کہ جو پہاڑ کی چوٹی پر رہ کر اذان دیتا اور نماز پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے بندے کو دیکھو جو نماز کے لیے اذان دیتا اور اقامت کہتا ہے اور مجھ سے ڈرتا ہے۔ میں نے اس کو بخش دیا اور جنت میں اس کو داخل کر دیا۔''] ❶ مسجد میں اکیلے آدمی کے اس طرح کرنے کے متعلق کوئی آیت یا حدیث مجھے معلوم نہیں۔

[سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص جنگل میں ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وضو کرے اگر پانی موجود نہ ہو تو تیمم کرے، اگر اقامت کہہ کر نماز پڑھے تو اس کے دونوں فرشتے ﴿ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴾ بھی اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اگر اذان و اقامت کے بعد نماز پڑھے تو اس کے پیچھے اس قدر کثیر تعداد میں اللہ کے لشکر نماز پڑھتے ہیں کہ ان کے دونوں کناروں کو دیکھا نہیں جا سکتا۔''] ❷

۱ / ۷ / ۱۴۲۳ھ

س:...... مسجد میں ایک شخص اور اہل محلہ کے درمیان بار بار معاہدہ وعہد ہوا کہ وہ شخص اہل محلہ کا امام (مسجد) ہے۔ فریقین کے مابین مسجد ہی میں مکرر طور پر عہد ہوا۔ مگر بعد ازاں بلاوجہ شرعی امام صاحب وعدے سے پھر گیا، جبکہ اہل محلہ قائم رہے۔ کیا ایسا شخص مستقل طور پر امام نماز بنایا جا سکتا ہے؟ جبکہ اس شخص کا ''عادی عہد توڑ'' ہونا واضح اور پختہ امر ہے۔ دوسری طرف حدیث میں وعدہ خلافی آیت منافق بیان ہوئی اور مشکوٰۃ کی حدیث نمبر (۷۴۷) کی رو سے محض قبلہ کی طرف تھوکنے والے شخص کو بحکم رسول امامت سے معزول کر دیا گیا تھا؟

ج:...... ''عہد توڑ'' شخص مستقل امام نہیں بن سکتا۔ کبھی کبھار نماز پڑھائے تو اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنا درست ہے اور اگر ایسا امام صاحب قوت ہے تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھتے جائیں اور علیحدگی میں خفیہ طور پر اس کو وعظ و نصیحت فرماتے جائیں۔ واللہ اعلم

س:...... میں صغیرہ گناہ کرتا ہوں اگر کہیں مجھے نماز پڑھانی پڑ جائے تو کیا نمازیوں کی نماز ہو جائے گی؟

ج:...... اتفاقاً کبھی کبھار آپ جماعت کرائیں تو آپ کی اقتداء میں نماز درست ہے۔ البتہ آپ جیسے کو مستقل امام بنانا درست نہیں۔ ابوداؤد میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز میں قبلہ کی جانب تھوکتے دیکھا تو اس کو امامت سے معزول فرما دیا۔'' ❸

۹ / ۲ / ۱۴۲۴ھ

س:...... ہمارے گاؤں میں جو امام مسجد ہے۔ اس کو بطور وراثت مسجد کی چابیاں دی گئی ہیں۔ حقیقت میں وہ

---

❶ ابو داؤد / کتاب الصلاۃ / باب الاذان فی السفر، نسائی / الأذان / باب الأذان لمن یصلی وحدہ

❷ مختصر الترغیب والترھیب، رقم الحدیث: ۱۰۸

❸ ابوداؤد / المجلد الاول / کتاب الصلوٰۃ / باب فی کراھیۃ البذاق فی المسجد

امامت کا حقدار نہیں ہے۔ کیونکہ اسے ناظرہ قرآن بھی نہیں آتا، چند ایک سورتیں غلط یاد کی ہوئی ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: امامت کا حقدار اَقْرَأُھُمْ قُرْاٰناً وہ چند ایک مسائل کو جانتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے: داڑھی رکھنا سنت ہے اور خود کٹواتا ہے۔ اور اس کا فتویٰ ہے کہ نبی ﷺ داڑھی کٹواتے تھے۔ اس طرح وہ رفع الیدین تو صحیح کرتا ہے، مگر دوسری بدعات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔ مثلاً ختم شریف، قل، ساتواں، چالیسواں وغیرہ۔ وامام قوم وھم له کارھون. مقتدیوں کی اکثریت اسے ناپسند سمجھتی ہے۔ لیکن چودھریوں کے بل بوتے پر وہ امامت کروا رہا ہے۔ کیا ہماری نماز اس کے پیچھے ہو جائے گی یا نہیں؟

ج:...... نماز ہو جائے گی۔ آپ کی نظر میں جو خطائیں ان سے سرزد ہو رہی ہیں احسن طریق سے ان کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے ترک کرنے کا انہیں علیحدگی وخلوت میں وعظ فرماتے رہیں، کیونکہ مقصد اصلاح ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ ٢ / ١١ / ١٤٢٥ھ

س:...... ایک آدمی سگریٹ نوشی کا عادی ہو اور پھر مسجد میں نماز کے لیے آتا ہو کیا اس کی نماز جائز ہے اور وہ آدمی نسوار کا عادی ہے اور وہ مسجد کا مؤذن بھی ہے اور وہ امامت کا فریضہ بھی ادا کرتا ہے۔ کیا ان دونوں چیزوں کا عادی یا اُن میں سے ایک کا عادی امام ہو اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ (محمد سلیم، گوجرانوالہ)

ج:...... سگریٹ، نسوار اور تمبا کو نشہ آور اشیاء میں شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ)) [1] ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔'' ابوداؤد کی ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دورانِ نماز قبلہ کی جانب تھوکنے کی بناء پر نماز کی امامت سے معزول فرما دیا تھا۔ [2] لہٰذا سگریٹ نوش اور نسوار، تمبا کو خور انسان مستقل امام نہیں بن سکتا۔ کبھی کبھار نماز پڑھائے تو اس کی اقتداء میں نماز ہو جاتی ہے، جیسا کہ اُمراء جور کی اقتداء میں نماز والی احادیث سے پتہ چلتا ہے۔ [رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد کچھ امراء ہوں گے، جو نماز کو تاخیر سے پڑھیں گے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''ہم ایسے حالات میں کیا کریں؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز بروقت پڑھ لیا کریں۔ اگر ان کی جماعت ملے تو اس میں بھی شامل ہو جائیں یہ تمہارے نفل ہو جائیں گے۔''] [3] واللہ اعلم۔ ١٦ / ٣ / ١٤٢٤ھ

س:...... آپ کی کتاب ''احکام ومسائل جلد اول'' سامنے موجود ہے۔ اس کے صفحہ نمبر ١٥٩ میں عورت کی امامت

---

[1] صحيح مسلم / كتاب الأشربة /باب بيان أن كل مسكر خمر وأن كل خمر حرام

[2] ابو داؤد / كتاب الصلاة / باب فى كراهية البزاق فى المسجد

[3] مسلم / المساجد / باب كراهية تاخير الصلاة عن وقتها المختار

کا مسئلہ پڑھ کر الجھن کا شکار ہوں۔ آپ نے ام ورقہ والی روایت کو بوجہ لیلیٰ اور عبدالرحمٰن بن خلاد کی جہالت ضعیف قرار دیا ہے۔ جبکہ سند میں ''لیلیٰ'' نامی راوی نہیں ہے۔ بلکہ سند یوں ہے:((حدثنا الحسن بن حماد الحضرمی ثنا محمد بن الفضیل عن الولید بن جمیع عن عبدالرحمٰن بن خلاد عن أم ورقة بنت عبدالله بن الحارث الخ))[سنن ابی داؤد مع عون ۲۳۰/۱] نیز صاحب عون المعبود رقم طراز ہیں:((وقال ابن القطان فی کتابه الولید بن جمیع وعبدالرحمٰن بن خلاد لا یعرف حالهما قلت ذکرهما ابن حبان فی الثقات واخرج عبدالرزاق فی مصنفه اخبرنا ابراهیم بن محمد عن داؤد بن الحصین عن عکرمة عن ابن عباس قاله تؤم المرأة النساء تقوم فی وسطهن انتهی۔)) [عون المعبود مع سنن أبی داؤد ۲۳۱/۱]

حافظ ابن حجر **تلخیص الحبیر** ۴۲/۲ میں یہ روایت ذکر کرتے ہیں:

۵۹۷ حدیث عائشة أنها أمت نساء ، فقامت وسطهن ، الخ

۵۹۸ حدیث أم سلمة أنها أمت نساء فقامت وسطهن ، الخ

تو اب نتیجتاً مسئلہ کیا ثابت ہوگا۔ مذکورہ حوالوں کی طرف رجوع فرما کر کتاب وسنت کی روشنی میں حل بتا کر عنداللہ ماجور ہوں۔ کہ کیا مسئلہ امامت للنساء ثابت ہے یا نہیں؟

(ابوعکاشہ)

ج:......آپ نے سنن ابی داؤد مع عون المعبود ۲۳۰/۱ سے جو سند نقل فرمائی ہے اس میں تو واقعی لیلیٰ نامی کوئی راوی نہیں، مگر سنن ابی داؤد مع عون المعبود ۲۳۰/۱ میں ہی آپ والی سند سے پہلے مذکور سند میں لیلیٰ نامی راوی موجود ہے۔ چنانچہ وہ سند اس طرح ہے:((حدثنا عثمان بن أبی شیبة ، ثنا وکیع بن الجراح ثنا الولید بن عبدالله بن جمیع ، حدثتنی جدتی وعبدالرحمٰن بن خلاد الأنصاری عن ام ورقة بنت نوفل أن النبی ﷺ)) [الحدیث] ولید بن جمیع کے قول ''جدتی'' سے مراد لیلیٰ ہی ہے۔ آپ نے ابوداؤد کے جس باب اور جس صفحہ میں حدثنا الحسن بن حماد الحضرمی الخ والی دوسرے نمبر پر مذکور سند دیکھی پڑھی آخر اسی باب اور اسی صفحہ میں پہلے نمبر پر مذکور سند حدثنا عثمان بن ابی شیبة...... الخ والی بھی تو آپ نے دیکھی پڑھی ہے اس کے بعد آپ کا لکھنا ''سند میں لیلیٰ نامی راوی نہیں ہے۔'' کیا بنتا ہے آپ خود ہی غور فرمالیں۔ پھر آپ والی سند میں '' عن أم ورقة بنت عبدالله بن

الحارث " کے بعد لفظ ہیں:((بهذا الحديث ، والأول أتم قال: وكان رسول الله ﷺ الخ)) جو آپ نے نقل نہیں فرمائے اور جو دلالت کر رہے ہیں کہ امام صاحب پہلے ایک دفعہ یہ حدیث بیان فرما چکے ہیں تبھی تو فرما رہے((بهذا الحديث والأول أتم)) اس کام کا نام بھی خود ہی تجویز فرمالیں۔

ابن حبان کا یہ اصول ہے کہ جس راوی کے ثقہ یا ضعیف ہونے کا ان کو علم نہ ہو وہ اس راوی کو ثقہ گردانتے، اس راوی کو ثقات میں درج فرماتے، اس راوی کی حدیث کو صحیح سمجھتے اور صحیح میں وارد فرماتے ہیں۔ یہ اصول انہوں نے خود اپنی کتاب صحیح ابن حبان اور کتاب الثقات میں بصراحت و وضاحت بیان فرمایا ہے، لہٰذا صرف ابن حبان کا کسی راوی کو ثقہ کہنا یا کتاب الثقات میں درج کرنا، اس راوی کی ثقاہت کے اثبات میں ناکافی ہے، بلکہ اس کے مجہول الحال ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ آپ ثقات ابن حبان اور تقریب التہذیب کے تقابلی مطالعہ سے اس کی بہت سی مثالوں کا مشاہدہ فرما سکتے ہیں۔ اسی عبدالرحمٰن بن خلاد کو لے لیجئے! ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر فرمایا، جبکہ تقریب میں لکھا ہے:((عبدالرحمٰن بن خلاد الأنصاری مجهول الحال من الرابعة))

رہیں عبداللہ بن عباس، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہم کی روایات جو آپ نے درج فرمائی ہیں۔ تو وہ موقوف ہیں مرفوع نہیں اور معلوم ہے کہ موقوف روایت دین میں حجت و دلیل نہیں الا یہ کہ حکماً مرفوع ہو اور اس مقام پر آپ کی پیش کردہ موقوفات کا حکماً مرفوع ہونا محل نظر ہے کیونکہ یہ مسئلہ مسارح اجتہاد میں شامل ہے۔ ٢٩ / ١ / ١٤٢٤ھ

س :...... اُم ورقہ والی روایت جو امامت عورت کے بارے میں ہے۔ جس میں دو راوی مجہول الحال ہیں۔ اس روایت کو اکثر لوگوں نے عورت کی امامت کے بارے میں دلیل بنایا ہے۔ جیسا کہ ''نمازِ نبوی'' (سید شفیق الرحمٰن تخریج و تنقیح حافظ زبیر علی زئی) میں اس روایت کو صحیح کہا گیا ہے۔ جو ابن خزیمہ کے حوالے سے ہے۔ نیز صحیح ابن خزیمہ ٨٩/٣ (مطبوعة المكتب الإسلامي) میں یہ روایت موجود ہے۔ اور اس کے بارے لکھا ہے۔١٦٧٦ ـ اسناده حسن، كما بينته في صحيح أبي داؤد (٦٠٥، ٦٠٦)

محترم حافظ صاحب! اب سوال یہ ہے کہ کیا آثار صحابہ اور موقوف روایات کی بنیاد پر یہ روایت حسن درجہ کو پہنچتی ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر تشفی فرمائیں۔ نیز کیا عورت کو امامت کروانی چاہیے یا نہیں؟ (ابو عکاشہ عبداللطیف)

ج :...... صحیح ابن خزیمہ والی سند میں بھی دو مجہول الحال راوی لیلیٰ بنت مالک اور عبدالرحمان ابن خلاد موجود ہیں۔ باقی شیخ البانی رحمہ اللہ وغیرہ کے اس کی سند کو حسن کہنے کی بنیاد لیلیٰ کی عبدالرحمٰن کی متابعت یا عبدالرحمٰن کی لیلیٰ کی

متابعت ہے، جس کا جواب یہ بندۂ فقیر الی اللہ الغنی احکام و مسائل میں لکھ چکا ہے، صفحہ ۱۵۹ نکالیں اور پڑھیں: ''اس کی سند میں لیلیٰ اور عبدالرحمٰن بن خلاد دونوں مجہول ہیں۔ ایک مجہول کی دوسرا مجہول متابعت کرے تو دونوں میں سے کسی کا عادل وثقہ ہونا تو ثابت نہیں ہوتا۔''

موقوف روایات کی بنیاد پر کوئی بھی مرفوع ضعیف روایت حسن درجہ کو نہیں پہنچتی۔ ہاں موقوف روایت بسا اوقات حکماً مرفوع ہوتی ہے وہ تب جب اس میں بیان شدہ بات نہ اجتہادی ہو اور نہ ہی پہلی امتوں سے ماثور ہو۔

۸ / ۳ / ۱٤۲٤ھ

س:......فقہ حنفی سے تعلق رکھنے والے بریلوی عالم یا مولوی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ اور کیا یہ جائز ہے؟

(ماسٹر ارشاد احمد، پرانی چیچاوطنی)

ج:......انسان مسلم ہو، کافر یا مشرک نہ ہو تو اس کی اقتداء میں نماز درست ہے، خواہ دیوبندی ہو، خواہ بریلوی۔ انسان مسلم نہیں کافر ہے یا مشرک تو اس کی اقتداء میں نماز درست نہیں، خواہ وہ اہل حدیث ہی ہو۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾[ھود: ۱٦][''اور جو عمل کرتے ہیں وہ محض بے سود ہوں گے۔''] نیز فرمان ہے: ﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾[الانعام: ۸۸] [''اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو ان کا سب کیا کرایا ضائع ہو جاتا۔''] نیز فرمان ہے: ﴿ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ﴾[البقرۃ: ۲۱۷][''ضائع ہو گئے ان کے عمل دنیا اور آخرت میں۔'']

س:......سورۃ الغاشیۃ کے آخر میں جو آیت ختم ہوتی ہے تو آدمی کچھ الفاظ پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ تفصیل سے بتائیں؟

(حافظ خالد محمود، رینالہ خورد)

ج:......مقتدی آہستہ آواز کے ساتھ یہ الفاظ پڑھ سکتا ہے کیونکہ یہ الفاظ دعاء ہیں اور دعاء کی نماز میں اجازت ہے۔

[آیات کی تلاوت کے بعد امام یا منفرد یا مقتدی ان کا جواب دے تو صحیح ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ جب آپ تسبیح والی آیت پڑھتے تو تسبیح کرتے، جب سوال والی آیت تلاوت کرتے تو سوال کرتے اور جب تعوذ والی آیت پڑھتے تو اللہ کی پناہ پکڑتے۔ [1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ ﴿ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ﴾[القیامۃ: ٤۰]تلاوت فرماتے تو

[1] مسلم / صلاۃ المسافرین / باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل

سُبْحَانَکَ فَبَلٰی کہتے اور جب ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی ﴾ کہتے تو ﴿ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ﴾ کہتے۔ [ابوداؤد/الصلاۃ/باب مقدار الرکوع والسجود] ابن عباس رضی اللہ عنہ جب ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی ﴾ پڑھتے تو ﴿ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ﴾ کہتے۔[ابو داؤد / الصلاۃ / باب الدعاء فی الصلاۃ] ۷ / ۹ / ۱۴۲۳ھ

س:......بعض موقعوں پر مقتدی قرآن کی آیات کا جواب دیتے ہیں۔ کیا جہری نماز میں امام کے پیچھے مقتدیوں کو جواب دینا چاہیے یا نہیں؟ (محمد ابراہیم محمدی، سیالکوٹ)

ج:......مقتدی قرآن مجید کی آیات کا جواب جہراً نہیں دے سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: ﴿ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا ﴾ [الاعراف ۷/۲۰۴] ''[اسی کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو۔'']

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا))[ابو داؤد ، مسلم] [''اور جب (امام) پڑھے تو تم خاموش رہا کرو۔'']

لہٰذا مقتدی جیسے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ جہراً نہیں پڑھ سکتے ، ویسے ہی آیات کا جواب جہراً نہیں دے سکتے۔

۲۷ / ۲ / ۱۴۲۲ھ

س:......نماز مغرب باجماعت ہو رہی تھی امام صاحب نماز کی تیسری اور آخری رکعت میں تشہد کے لیے بیٹھے تھے، ایک مقتدی نے یہ سمجھتے ہوئے لقمہ دیا کہ یہ نماز کی دوسری رکعت ہے اور امام بھول گیا ہے، پھر دوسرے مقتدی نے بھی لقمہ دیا کہ امام بھول گیا ہے۔ اسے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونا چاہیے، ابھی امام کھڑا ہونے کی کوشش میں تھا کہ ایک مقتدی نے پنجابی زبان میں کہا بیٹھے رہو یہ نماز کی تیسری رکعت ہی ہے اتنی دیر میں امام کھڑا ہو جاتا ہے، پھر ایک رکعت پڑھ کر سہو کے دو سجدے کرتا ہے اور سلام پھیر دیتا ہے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ امام تیسری رکعت میں صحیح بیٹھا تھا، وہ نماز کی تیسری رکعت ہی تھی، وہ دونوں مقتدی بھول گئے تھے، جنہوں نے لقمہ دیا تھا، یعنی نماز کی تیسری رکعت کو دوسری رکعت سمجھا تھا، پھر اس نمازی سے جس نے پنجابی زبان میں کہا تھا، بیٹھے رہو پوچھا گیا آپ نے ایسے لقمہ کیوں دیا وہ کہتا ہے کہ اگر میں بھی سبحان اللہ کہتا تو امام کو کس طرح معلوم ہوتا کہ وہ صحیح نماز ادا کر رہے ہیں، امام نے یہی سمجھنا تھا کہ میں بھول گیا ہوں تب ہی مقتدی لقمہ دے رہے ہیں کیا اس نمازی کی نماز جس نے پنجابی زبان میں لقمہ دیا ہے نماز صحیح ہو گی یا نماز دہرانی پڑے گی؟ اگر اس طرح کا واقعہ ہو جائے یعنی امام کی بجائے مقتدی بھول جائیں اور لقمہ دیں اور باقی مقتدیوں کو یقین ہو کہ امام صحیح نماز ادا کر رہا ہے تو وہ امام کو مطلع کرنے کے لیے کس طرح کا لقمہ دیں؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:......امام اور تمام مقتدیوں کی نماز صحیح اور درست ہے۔ البتہ پنجابی زبان میں ''بیٹھے رہو یہ نماز کی تیسری ہی رکعت ہے'' کہنے والا نماز دہرائے، کیونکہ نماز میں عمداً کلام الناس منع ہے۔ [زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں باتیں کرتے تھے، پھر قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ آیت نازل ہوئی تو ہمیں چپ چاپ رہنے کا حکم ہوا اور بات کرنا منع ہو گیا۔] ❶ جس سے نماز نہیں ہوتی، خواہ کلام الناس عربی ہی میں کیوں نہ ہو۔ مثلاً اگر وہ کہتا ہے: ((كُنْ جَالِسًا لَا تَقُمْ إِنَّمَا هٰذِهِ الرَّكْعَةُ ثَالِثَةٌ)) تو بھی وہ نماز دہراتا۔ قرآن مجید کی تلاوت کے علاوہ نماز میں لقمہ کا طریقہ ''سبحان اللہ'' تسبیح ہی ہے۔ [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب نماز میں کوئی بات درپیش ہو تو مقتدی سبحان اللہ کہیں اور تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔] ❷ رہا مسئلہ پتہ چلنے نہ چلنے والا معاملہ تو اس کا اعتبار نہیں۔ ویسے عام طور پر پتہ چل ہی جاتا ہے۔ صورت مسئولہ ہی لے لیں کچھ لوگوں نے سبحان اللہ کہا تو امام صاحب کھڑا ہونے لگ گئے اب یہ پنجابی بولنے والا اگر سبحان اللہ ہی کہتا تو امام صاحب کو پتہ یہی چلنا تھا کہ یہ صاحب مجھے کھڑا ہونے سے روک رہے ہیں، کیونکہ کھڑا کرنے کے لیے تو پہلا سبحان اللہ ہی کافی تھا، اس تیسرے کو سبحان اللہ کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ۱۴۲۴/۴/۳۰ھ

س:......مقتدی اور امام دونوں کو سمع اللہ لمن حمدہ کہنا چاہیے یا صرف امام کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہیں؟

(ظفر اقبال، ضلع نارووال)

ج:......تینوں نمازی، امام، مقتدی اور منفرد...... دونوں چیزیں...... سمع اللہ اور ربنا ولک الحمد...... کہیں...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہتے۔ ❸ اور معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی امام ہوتے، کبھی مقتدی اور کبھی اکیلے نماز پڑھتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مندرجہ بالا بیان آپ کی ان تینوں حالتوں کو متناول و شامل ہے۔ رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ((إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ)) ❹ [''جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔''] تو اس سے جس طرح امام و منفرد کے ربنا لک الحمد کہنے کی نفی نہیں نکلتی بالکل اسی طرح اس سے مقتدی کے سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کی نفی بھی نہیں نکلتی۔

---

❶ بخاری / العمل فی الصلاۃ / باب ماینھی من الکلام فی الصلاۃ، مسلم / المساجد / باب تحریم الکلام فی الصلاۃ

❷ بخاری / العمل فی الصلاۃ / باب التصفیق للنساء، مسلم / الصلاۃ / باب تسبیح الرجال وتصفیق النساء اذا نابھما شئ فی الصلاۃ

❸ بخاری / کتاب الأذان / باب التکبیر اذا قام من السجود

❹ مسلم / الصلاۃ / باب النھی عن مبادرۃ الامام بالتکبیر وغیرہ۔

اس کو سمجھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کا فرمان: ((اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوا آمِيْنَ)) [1] [''جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین کہےتو تم آمین کہو۔''] سامنے رکھیں، آیا اس سے مقتدی کے غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین کہنے کی نفی نکلتی ہے؟ نہیں ہر گز نہیں۔

س: ...... کیا با جماعت نماز ادا کرتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت، امام کے علاوہ مقتدی کو بھی سمع اللہ لمن حمدہٗ کہنا چاہیے؟ اگر کہنا چاہیے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ (محمد یونس، شاکر)

ج: ...... تینوں نمازی ...... امام، مقتدی اور منفرد ...... دونوں چیزیں ...... سمع اللہ اور ربنا لک الحمد ...... کہیں صحیح بخاری میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہٗ ربنا لک الحمد کہتے۔ [2] یہ عموم تینوں نمازیوں اور نمازی کی تینوں حالتوں کو شامل ہے۔ ۲۴ / ۱۲ / ۱۴۲۱ھ

س: ...... جب امام سلام پھیرتا ہے تو کچھ مقتدی اپنی دعا مکمل کر کے امام کے کچھ دیر بعد سلام پھیرتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ جب امام ایک طرف سلام پھیرتا ہے تو بعد میں ملنے والے نمازی کھڑے ہو کر بقیہ نماز ادا کرنا شروع کر دیتے ہیں کیا یہ درست ہے یا دونوں طرف امام سلام پھیر لے تو پھر مقتدی کھڑے ہوں، کیونکہ امام کی اقتداء دونوں سلاموں کے بعد ختم ہوتی ہے۔؟ (محمد سلیم بٹ)

ج: ...... دونوں چیزیں صحیح اور درست ہیں۔ البتہ دوسری چیز میں بہتر یہ ہے کہ امام دونوں طرف سلام پھیر لے تو مقتدی بقیہ نماز ادا کرنے کے لیے بعد میں کھڑا ہو۔ ۸ / ۱ / ۱۴۲۴ھ

س: ...... ایک آدمی امام کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے، امام جلدی جلدی نماز ادا کرتا ہے، امام رکوع کرتا ہے تو مقتدی بھی رکوع کرتا ہے، رکوع سے فارغ ہونے کے بعد امام سجدہ میں چلا جاتا ہے۔ مقتدی ابھی سجدہ کے لیے جھکتا ہی ہے کہ امام سجدہ سے فارغ ہو جاتا ہے، یعنی مقتدی نے امام کے ساتھ سجدہ نہیں کیا۔ امام کے بعد سجدہ کیا ہے کیا اس مقتدی کی نماز ہو گئی یا نہیں؟ (محمد یونس شاکر)

ج: ...... رکوع، سجود اور تکبیر وغیرہ میں اقتداء کا حکم ہے۔ [رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امام سے پہل نہ کرو، جب وہ تکبیر کہے اس کے بعد تم تکبیر کہو اور جب امام ولا الضآلین کہے تو تم اس کے بعد آمین کہو اور جب امام رکوع کرے تم اس کے بعد رکوع کرو اور جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔''] [3] اور ارکان کو اطمینان و سکون کے ساتھ ادا کرنے کا بھی حکم ہے۔ دونوں حکموں کی تعمیل

---

[1] مسلم / الصلاة / باب النهي عن مبادرة الامام بالتكبير وغيره۔

[2] صحيح بخاری / كتاب الأذان / باب ما يقول الإمام ومن خلفه اذا رفع رأسه من الركوع

[3] مسلم / الصلاة / باب النهي عن مبادرة الإمام بالتكبير وغيره

ضروری ہے، البتہ تعدیل ارکان نہ ہونے کی صورت میں نماز نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:
((اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ)) [ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا رسول اللہ ﷺ مسجد کے کونے میں تشریف فرما تھے۔ اس شخص نے نماز پڑھی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا آپؐ نے فرمایا وعلیکم السلام واپس جا پھر نماز پڑھ اس لیے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ گیا پھر نماز پڑھی پھر آیا اور سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: وعلیکم السلام! جا پھر نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس شخص نے تیسری یا چوتھی بار نماز پڑھنے کے بعد کہا، آپ مجھے سکھا دیں۔ تو آپ نے فرمایا: جب تو نماز کے ارادے سے اٹھے تو پہلے خوب اچھی طرح وضو کر۔ پھر قبلہ رخ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ، پھر قرآنِ مجید میں سے جو تیرے لیے آسان ہو پڑھ، پھر رکوع کر یہاں تک کہ اطمینان سے رکوع کر، پھر سر اٹھا، یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جا، پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ کر، پھر اپنا سر اٹھا اور سیدھا کھڑا ہو جا، پھر اس طرح اپنی تمام نماز پوری کر۔] [1] تو جس کی نماز ہی نہیں اس کی اقتداء کیسی؟ ٢٣ / ٦ / ١٤٢٣ھ

س: ...... انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو۔ اور جب وہ بیٹھ کر پڑھے، تم بھی سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ [2] کیا اب بھی اس حدیث پر عمل ہے یا یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے، اگر یہ حدیث منسوخ ہے تو کس حدیث سے منسوخ ہوئی ہے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج: ...... یہ حدیث محکم ہے منسوخ نہیں۔ ١٤ / ١١ / ١٤٢٢ھ

س: ...... انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو ...... اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تم بھی سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ (بخاری) [3] کیا اب بھی اس حدیث پر عمل ہے یا یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے؟ آپ نے اس سوال کے جواب میں لکھا تھا یہ حدیث محکم ہے منسوخ نہیں، جبکہ مسلم شریف میں باب باندھا گیا ہے کہ ...... امام بیٹھ کر نماز پڑھائے اور مقتدی کھڑا ہو سکتا ہو تو کھڑا ہو کر نماز پڑھے، کیونکہ مقتدی قادرِ قیام کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، آگے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے ایام میں

---

[1] بخاری / الاذان / باب امر النبیؐ الذی لا یتم رکوعہ بالاعادۃ ، مسلم / الصلاۃ / باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ

[2] بخاری / کتابُ الأذان / باب إِنَّما جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤتَمَّ بِهِ

[3] بخاری /الأذان / باب إنما جعل الامام لیؤتم بہ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امامت کرائی، ایک دن آپ ﷺ نے تکلیف میں تخفیف پائی تو آپ ﷺ دو صحابہؓ کے کندھوں پر ہاتھ ٹیکتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے، جب ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کی آمد محسوس کی تو پیچھے ہٹنا چاہا، آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹو۔ آپ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں طرف بیٹھ گئے اور بیٹھ کر نماز ادا کی اور ابوبکر کھڑے تھے۔ ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرتے یہ ظہر کی نماز تھی۔ ❶

(محمد یونس شاکر)

ج:......رسول اللہ ﷺ کی حدیث......((وَاِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ))[''اور جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم تمام بیٹھ کر نماز پڑھو۔''] محکم ہے منسوخ نہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نبی کریم ﷺ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا واقعہ ناسخ نہیں۔ دو امام ایک کھڑا اور ایک بیٹھا والی صورت پر محمول ہے کہ ایسی صورت میں صف والے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں گے۔ امام ایک ہے اور بیٹھ کر نماز پڑھا رہا ہے تو صف والے بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں گے۔((فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ)) ۲۳ / ۶ / ۱۴۲۳ھ

س:......کیا مستقل امام کسی عارضہ کی وجہ سے بیٹھ کر جماعت کرواسکتا ہے، جبکہ دوسرا آدمی صحیح جو جماعت کے اہل ہے، موجود ہو تو پھر کیا کیا جائے؟ (عنایت اللہ امین، قصور)

ج:......مستقل امام راتب بیماری یا کسی اور عارضہ کی بناء پر کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو تین طریقے ہیں، جس پر بھی وہ عمل کر لے درست ہے:

۱......امام راتب کسی آدمی کو عارضی طور پر امام بنادے، خود اس کے پیچھے نماز پڑھ لے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی آخری بیماری کے دنوں میں ابوبکر صدیق...... رضی اللہ عنہ......کو نماز کا امام بنایا اور خود ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔

۲......امام راتب بیٹھ کر نماز پڑھائے اور ایک آدمی کو اپنی دائیں جانب کھڑا کر لے دائیں جانب والا امام راتب کا مقتدی اور پیچھے والے دائیں جانب والے کے مقتدی ہوں گے، اس صورت میں امام راتب بیٹھ کر اور دائیں جانب والا اور پیچھے والے غیر معذور کھڑے ہو کر نماز پڑھیں گے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیماری کے دنوں میں اس طرح عمل فرمایا تھا۔

۳......امام راتب صاحب اکیلے ہی آگے مصلی پر بیٹھ کر نماز پڑھائیں، پیچھے مقتدی بھی صف میں بیٹھ کر نماز پڑھیں،

❶ مسلم / الصلاة / باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر

چنانچہ حدیث میں ذکر ہے رسول اللہ ﷺ سواری سے گرنے کی وجہ سے کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اشارہ کر کے انہیں بٹھا دیا، نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: ((اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤتَمَّ بِهٖ فَاِذَا صَلّٰی قَائِمًا فَصَلُّوْا قِیَامًا ، وَاِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ)) [1] [''امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ وہ جب کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔''] واللہ اعلم۔ ١٣ / ٥ / ١٤٢١ھ

س: ......امام بخاری وغیرہ قیام میں قرأت کے اختتام پر، رکوع سے پہلے، امام کے سکتہ کرنے کے قائل ہیں، تاکہ مقتدی اس سکتہ میں سورۂ فاتحہ پڑھ لیں۔ مولانا ارشاد الحق اثری نے بھی توضیح الکلام فی وجوب القراءۃ خلف الامام حصہ دوم میں ص: ۱۲۲ سے ص: ۱۴۴ تک قرأۃ ختم کرنے کے بعد رکوع سے پہلے امام کا سکتہ کرنا اور صحابہ وتابعین کا اس سکتے میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ثابت کیا ہے۔ حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو احمد شاکر نے تعلیق علی الترمذی (۲/۳۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔ امام بخاری نے جزء القراءۃ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تصدیق کی کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد اور فراغت قرأت کے بعد سکتات کرتے تھے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح دو سکتے کرتے تھے۔ [کتاب القرأت بیہقی ص: ٨٦]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے امام کے دو سکتے ہوتے ہیں۔ انہیں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے لیے غنیمت جانو۔

[جزء القراءۃ للبخاری]

مولانا ارشاد الحق اثری فرماتے ہیں کہ قرأت سے فراغت کے بعد سکتہ کرنا سنت ہے۔

امام کو قرأت سے فراغت کے بعد اس قدر سکتہ کرنا چاہیے یا نہیں کہ مقتدی اس سکتے میں سورۂ فاتحہ پڑھ لیں۔ محققین اہلحدیث علماء کا اس بارے میں کیا مذہب ہے۔ حضرت ابو سلمہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی: ''جس نماز میں فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ خداج ہے۔'' تو بعض نے کہا کہ جب امام قرأت کر رہا ہو تو کیسے پڑھیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت ابو سلمہ نے جواب دیا: امام دو سکتے کرتا ہے انہیں

---

[1] صحیح مسلم / کتاب الصلوٰۃ/ باب اِئْتِمَامِ الْمَاْمُوْمِ بِالْاِمَامِ

غنیمت جانو۔ایک تکبیر تحریمہ کے بعداور دوسرا غیر المغضوب علیھم و لا الضآلین کے بعد۔ ❶

(وقار علی، لاہور)

ج:......کچھ محققین اہلحدیث علماء کی رائے تو آپ نے خود ہی اپنے اس سوالنامہ میں درج فرمادی ہے۔باقی اس بندۂ فقیر إلی اللہ الغنی کو جو سمجھ آئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((لَا صَلَاۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ)) ❷ [''جس شخص نے (نماز میں) سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔''] آپ کا یہ فرمان اپنے عموم کے پیش نظر مقتدی کو بھی شامل ہے رہا مقتدی کا امام کے پیچھے فاتحہ کی قراءت کرنے کا وقت تو اس کی تعیین وتحدید کتاب وسنت میں کہیں وارد نہیں ہوئی، اس لیے مقتدی کو اختیار ہے چاہے تو سورۂ فاتحہ امام کی قراءت سے پہلے پڑھ لے چاہے تو امام کی قراءت کے بعد پڑھ لے چاہے تو امام کے سکتات میں پڑھ لے اور چاہے تو امام کی قراءت کے ساتھ ساتھ پڑھ لے۔مقتدی کے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی یہ چاروں صورتیں درست ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((لَا صَلَاۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ)) باقی سکتات والی جتنی مرفوع روایات ہیں ان میں سے کسی ایک صحیح یا حسن روایت میں یہ چیز نہیں آئی کہ رسول اللہ ﷺ یہ سکتات یا کوئی ایک ہی سکتہ اس لیے کرتے تھے کہ مقتدی اس میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرلیں تو رسول اللہ ﷺ کے سکتات یا کسی ایک ہی سکتے کا مقتدی کے سورۂ فاتحہ کو پڑھانے کے لیے یا مقتدی کے سورۂ فاتحہ پڑھ لینے کے لیے ہونا یا کرنا ثابت نہیں۔ ۲۹ / ۸ / ۱٤۲۳ھ

س:......کیا سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کی بجائے امام کے ساتھ ساتھ پڑھنے سے نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ نیز فاتحہ کے صحیح طریقے سے پڑھنے کا مسنون طریقہ بتائیں؟ (ماسٹر سیف اللہ خالد)

ج:......مقتدی سورۂ فاتحہ امام کے سورۂ فاتحہ پڑھنے سے پہلے پڑھ لے، امام کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ پڑھ لے۔یا امام کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد تینوں طرح درست ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((لَا صَلَاۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ)) ❸

[''جس شخص نے (نماز میں) سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔'']

❶ کتاب القرأت للبیھقی، ص: ۲۰، ص: ۸٦، جزء القرأۃ، ص: ۲۹

❷ بخاری / الأذان / باب وجوب القراء ۃ للإمام والمأموم فی الصلوات کلھا، مسلم / الصلاۃ / باب وجوب قراء ۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ

❸ بخاری / الأذان / باب وجوب القراء ۃ للإمام والمأموم فی الصلوات کلھا، مسلم / الصلاۃ / باب وجوب قراء ۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص بھی نماز میں ہو اکیلا ہو یا جماعت کے ساتھ، امام ہو یا مقتدی، مقیم ہو یا مسافر، فرض پڑھ رہا ہو یا نوافل، امام سورۂ فاتحہ پڑھ رہا ہو یا کوئی اور سورت بلند آواز سے پڑھ رہا ہو یا آہستہ اگر اسے سورۂ فاتحہ آتی ہو، پھر بھی نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔] ۷ / ۲ / ۱۴۲۳ھ

س:...... کوئی آدمی امام کے ساتھ نماز میں اس وقت ملے جب امام آدھی فاتحہ پڑھ چکا ہو تو آیا مسبوق فاتحہ سنے گا یا اپنی پڑھے گا، اگر پڑھے گا تو درمیان سے یا شروع سے؟ (عبدالصمد بن موج علی)

ج:...... امام کی قراءت سنے گا بھی اور سورۂ فاتحہ آغاز سے لے کر آخر تک پڑھے گا بھی۔ خود سرًا پڑھنے اور دوسرے کی آواز سننے میں کوئی منافاۃ ومنازعہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾[الاعراف: ۲۰۴]['' اور جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو تم اس کی طرف ہی کان لگائے رہو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''] رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)) [1] ['' جس آدمی نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں۔''] ۱۶ / ۱۲ / ۱۴۲۳ھ

س:...... اگر ایک آدمی حالت قیام میں جماعت سے ملا ہے اور امام رکوع میں چلا گیا ہے اور مقتدی (جو امام کو حالت قیام میں ملا ہے) مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ پر پہنچا ہے۔ کیا اب وہ سورۂ فاتحہ مکمل کر کے رکوع کرے یا اسی طرح سورۂ فاتحہ کو چھوڑ کر رکوع میں مل جائے نیز یہ بھی بتائیں کہ اُس کی وہ رکعت شمار ہوگی یا نہیں؟ (محمد ابراہیم محمدی)

ج:...... صورت مسئولہ میں مقتدی پر لازم ہے کہ وہ رکوع جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا)) [2] "جب امام رکوع کرے تو تم رکوع کرو۔'' اگر مقتدی اس صورت میں کھڑا سورۂ فاتحہ پڑھتا رہے تو رسول اللہ ﷺ کے مذکورہ بالا فرمان کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔

اس صورت میں چونکہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی گئی اس لیے وہ رکعت نہیں ہوگی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)) [3]

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہوئے اس وقت آپ

---

[1] بخاری / الاذان / باب وجوب القراءۃ للإمام والمأموم فی الصلوات کلها، مسلم / الصلاۃ / باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ

[2] صحیح بخاری / کتاب الأذان / بابٌ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ

[3] صحیح بخاری / کتاب الأذان / باب وجوب القراءۃ للامام والمأموم فی الصّلوات کلها فی الحضر والسفر وما یجهر فیها وما یخافتُ

رکوع میں تھے۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا اور اسی حالت میں چل کر صف میں پہنچے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تیرا شوق زیادہ کرے، آئندہ ایسا نہ کرنا۔''

(بخاری ، صفة الصلوٰة (الأذان) باب إذا ركع دون الصف ، حديث:٧٨٣) بعض لوگ اس حدیث سے یہ نکتہ نکالتے ہیں کہ اگر نمازی حالت رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو تو وہ اسے رکعت شمار کرے گا، کیونکہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے رکعت نہیں دہرائی نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیام ضروری ہے نہ فاتحہ۔

یہ مؤقف محل نظر ہے کیونکہ (الف) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رکعت لوٹانے کا حکم دیا تھا یا نہیں؟ یا انہوں نے از خود رکعت کو لوٹایا تھا یا نہیں؟ اس کے متعلق حدیث خاموش ہے۔ اس ضمن میں جو کچھ بھی کہا جاتا ہے وہ محض ظن واحتمال کی بنیاد پر کہا جاتا ہے۔ (ب) اس کے برعکس ایسے صریح دلائل موجود ہیں جو (ہر صاحب استطاعت کے لیے) قیام اور فاتحہ دونوں کو لازم قرار دیتے ہیں۔ اور (ج) قاعدہ یہ ہے کہ جب احتمال اور صراحت آمنے سامنے آ جائیں تو احتمال کو چھوڑ دیا جائے گا اور صراحت پر عمل کیا جائے گا۔ (د) سیدھی سی بات ہے کہ اس حدیث شریف کا مرکزی نکتہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فعل ہے کہ پہلے وہ حالت رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہوئے، پھر اسی کیفیت میں آگے بڑھتے ہوئے صف میں داخل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسی فعل سے روکا تھا۔ جماعت میں شامل ہونے کا شوق بجا، مگر اس شوق کی تکمیل کا یہ طریقہ بہر حال مستحسن نہ تھا۔ (ھ) لہٰذا اس حدیث کو اس کے اصل نکتے سے ہٹا کر قیام اور فاتحہ سے خالی رکعت کے جواز پر لانا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

اس سلسلہ میں ایک استدلال یہ بھی سامنے آیا ہے وہ یہ کہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا موقعہ ومحل چونکہ قیام ہے، لہٰذا صرف وہی نمازی سورۂ فاتحہ پڑھے گا، جس نے امام کو حالت قیام میں پایا اور جس نے اسے حالت رکوع میں پایا اس کے حق میں سورۂ فاتحہ کی قراءت ساقط ہو جائے گی، کیونکہ اس کے لیے اس کی قراءت کا موقعہ ومحل باقی نہیں رہا۔ یہ استدلال بھی محل نظر ہے، نقل وعقل دونوں اس کا انکار کرتے ہیں۔ مثلاً:

(ا)......امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری (کتاب الاذان) میں ایک باب (٩٥) یوں قائم کیا ہے: ((بَابُ وُجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ وَمَا يُجْهَرُ فِيهَا وَمَا يُخَافَتُ)) یعنی ''نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ہر نمازی پر واجب ہے، خواہ امام ہو یا مقتدی، مقیم ہو یا مسافر، نماز سری ہو یا جہری۔''

(۲)......رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ((لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ))[متفق علیه] یعنی ''جس نے (نماز میں) سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز ہی نہیں۔'' اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ رہ جائے تو ساری نماز نہیں ہوتی، کیونکہ سورۂ فاتحہ پڑھنا نماز کا رکن ہے اور رکن کسی بھی مقام سے رہ جائے، نماز ناقص ہو جاتی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تین بار فرمایا: ((مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ، ثَلَاثًا ، غَيْرُ تَمَامٍ)) [1] یعنی ''جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز ناقص و نامکمل ہے۔'' (بالکل اسی طرح جیسے ایک حاملہ اونٹنی وقت سے کچھ ماہ قبل اپنا ناقص الخلقت بچہ گرادے تو وہ کسی کام کا نہیں ہوتا، اسی کو عربی میں ((خِدَاجٌ)) کہتے ہیں۔) اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی کم از کم وہ رکعت تو ناقص ہوگی اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ کسی شخص کی ایک رکعت تو ناقص ہو اور باقی نماز مکمل ہو۔

(۳)......حدیث ((لَا صَلَاةَ)) میں ((لَا)) نفی جنس کا ہے، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس رکعت میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی گئی وہ رکعت نماز کی جنس سے نہیں ہے۔ (لہٰذا نماز ناقص ہوئی۔)

(۴)......ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ((لَا تُجْزِئُ صَلٰوةٌ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ))[صحیح ابن حبان ، سنن دار قطنی] اس حدیث میں ((لَا تُجْزِئُ)) کا معنی ہے ((لَا تَكْفِي وَلَا تَصِحُّ)) یعنی جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز صحیح ہوگی نہ اسے کفایت کرے گی۔ اب جس رکعت میں فاتحہ نہیں پڑھی گئی کم از کم وہ رکعت تو صحیح نہ رہی۔ اس لیے اسے صحیح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ رکعت سورۂ فاتحہ سمیت دوبارہ پڑھی جائے۔

(۵)......حدیث قدسی ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نماز کو (نصف نصف) تقسیم کر دیا ہے......'' حدیث کے مطابق یہاں نماز سے مراد سورۂ فاتحہ ہے، جس کا نصف اول، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، بزرگی، بڑائی اور توحید عبادت پر مشتمل ہے، جبکہ نصف ثانی بندے کی دعاؤں پر مشتمل ہے۔ جب بندہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھ رہا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کی قبولیت کا اعلان فرماتے ہیں۔ لیکن جو نمازی ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی وہ رکعت اللہ کے اس انعام عظیم سے محروم رہتی ہے۔

(۶)......تندرست اور صاحب استطاعت آدمی کے لیے نماز میں قیام کرنا ضروری ہے، جس طرح رکوع یا سجدے کے بغیر نماز نہیں ہوتی، اسی طرح قیام یا فاتحہ کے بغیر بھی اس کی نماز نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ کہنا قرین انصاف نہیں

[1] مسلم / الصلاة / باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة حديث: ١٤

ہے کہ ''جس نے امام کو حالت رکوع میں پایا اس کے حق میں سورۂ فاتحہ کی قراءت ساقط ہو جائے گی، کیونکہ اس کے لیے اس کی قراءت کرنے کا موقعہ و محل باقی نہیں رہا۔'' اس کے برعکس یوں کہنا چاہیے: ''چونکہ اس شخص کی نماز سے دو اہم رکن (قیام اور فاتحہ) رہ گئے ہیں۔ لہٰذا اسے یہ رکعت دوبارہ پڑھنی چاہیے۔''

(۷)..... حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ((لَا تَعُدْ)) کے جو الفاظ ہیں، ان میں تین وجوہ ممکن ہیں۔ ایک تو وہی جو اکثر محدثین نے بیان کی ہے۔ ((لَا تَعُدْ)) یعنی ''آئندہ ایسا نہ کرنا'' دوسری ((لَا تُعِدْ)) یعنی ''تو رکعت نہ دہرا (تیری نماز درست ہے۔)'' تیسری ((لَا تَعْدُ)) یعنی ''دوڑ کر نہ آیا کر۔''

اب قاعدہ یہ ہے کہ ((اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ)) یعنی ''جس دلیل میں کئی احتمال ہوں اسے کسی خاص مسئلے کی دلیل بنانا درست نہیں ہے۔'' لہٰذا ٹھوس دلائل کو نظر انداز کرتے ہوئے متعدد معانی کا احتمال رکھنے والے لفظ ((لَا تَعُدْ)) سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۸)..... معروف ارشادِ نبوی ہے: ((صَلِّ مَا اَدْرَکْتَ وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ)) [1] یعنی ''جو نماز تو امام کے ساتھ پالے اسے اس کے ساتھ پڑھ اور جو تجھ سے سبقت لے گئی اس کی قضا دے۔'' تو جو شخص ایک رکعت کا قیام نہیں پا سکا، ظاہر بات ہے کہ قیام اس سے سبقت لے گیا ہے۔ لہٰذا وہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: ((وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ)) کا شرعاً مامور ہے اور اس حکم کی تعمیل کا اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ ہی نہیں ہے کہ وہ اس رکعت کو دوبارہ پڑھے، جس سے اس کا قیام اور فاتحہ رہ گئی ہے۔

(۹)..... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان یہ بھی ہے: ((مَنْ وَجَدَنِیْ قَائِمًا اَوْ رَاکِعًا اَوْ سَاجِدًا فَلْیَکُنْ مَعِیَ عَلَی الْحَالِ الَّتِیْ اَنَا عَلَیْهَا)) [2] یعنی ''جو شخص مجھے قیام، رکوع یا سجدے کی حالت میں پائے وہ اسی حالت میں میرے ساتھ شامل ہو جائے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ کسی مقتدی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ امام کی مخالفت کرے۔ یعنی امام تو رکوع کر رہا ہو اور مقتدی قیام کر رہا ہو۔

(۱۰)..... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ﴾ [الحشر: ۷] یعنی ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہیں دیں لے لو۔'' جبکہ آپ کا یہ بھی فرمان ہے: ((صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ)) [بخاری] یعنی ''اس طرح نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔'' اور یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ

---

[1] مسلم / المساجد / باب استحباب اتیان الصلاۃ بوقارٍ وسکینۃ، ح: ۶۰۲

[2] فتح الباری، الاذان / ۲۶۹/۲ / ط: السلفیۃ / بحوالہ سنن سعید بن منصور رحمہ اللہ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۳/۱

آپ ﷺ نے کبھی ایسی نماز نہیں پڑھی اور نہ امت کو سکھائی ہے، جس کی کسی رکعت میں قیام اور سورۂ فاتحہ نہ ہوں۔ قیام اور سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہ ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

س: ......اس تحریر کا ترجمہ درکار ہے۔

((عن محمود عن ابی نعیم انه سمع عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال هل تقرء ون فی الصلوة معی قلنا نعم قال فلا تفعلوا الا بفاتحة الکتاب واخرجه من طریق الولید بن مسلم حدثنی غیر واحد منهم سعید ابن عبدالعزیز عن مکحول بهذا رواته کلهم ثقات۔)) [آثار السنن ، ص: ۹۸] (طاہر ندیم)

ج: ......محمود سے ابونعیم سے کہ اس نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے سنا نبی کریم ﷺ سے آپ نے پوچھا: ''کیا تم نماز میں میرے ساتھ پڑھتے ہو؟ ہم نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: پس نہ کرو، مگر فاتحۃ الکتاب اس کو دارقطنی نے ولید ابن مسلم کے طریق سے نکالا۔ اس نے کہا مجھے کئی اک نے حدیث سنائی ان سے سعید بن عبدالعزیز ہیں۔ مکحول سے اس کے ساتھ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ۷ / ۱ / ۱۴۲۱ھ

س: ......آپ کی کتاب احکام ومسائل کے صفحہ نمبر: ۱۴۷ میں آپ نے لکھا ہے کہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت جو دو سکتوں کے بارے میں ہے، روایت ضعیف ومعلول ہے، کیونکہ اس کی سند میں حسن بصری ہیں، ان کے متعلق تقریب میں لکھا ہے: ((وکان یرسل کثیرا ویدلس))(۶۹) یہ کثرت سے ارسال اور تدلیس کیا کرتے تھے اور اس مقام پر انہوں نے سماع کی تصریح نہیں فرمائی، لیکن امام بخاری نے حسن عن سمرہ کی حدیث سے حجت لی ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ: ((قد احتج البخاری بالحسن عن سمره)) [المستدرک جز ۲، ص: ۳۵] امام علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ ((سماع الحسن عن سمرة صحیح)) [ترمذی کتاب الصلاة / باب ما جاء فی الصلاة الوسطی انها العصر جزء اول ، ص: ۶۰] امام ترمذی فرماتے ہیں: ((وسماع الحسن عن سمرة صحیح)) [ترمذی / کتاب البیوع جزء اول ص: ۳۸۵] امام بیہقی فرماتے ہیں حسن عن سمرہ کی حدیث کے متعلق۔ ((هذا اِسنادهٗ صحیح)) [بیهقی کتاب البیوع / باب بیع اللحم بالحیوان جزء ۵ ، ص: ۲۹۶] امام حاکم عن سمرہ کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ ((هذا حدیث صحیح الاسناد))[حاکم کتاب البیوع باب نهی عن بیع الشاة باللحم] امام ذہبی امام حاکم کی موافقت کرتے ہیں۔ حبیب بن الشہید فرماتے ہیں: ((امر نی ابن

سیرین ان اسأل الحسن ممن سمع حدیث العقیقة فسألته فقال من سمرة بن جندب)) [صحیح بخاری / کتاب العقیقة / باب اماطة الاذی عن الصبی فی العقیقة جزء ۷ ، ص: ۱۰۹ ، ۱۱۰] امام حاکم فرماتے ہیں:((وحدیث سمرة لا یتوهم متوهم ان الحسن لم یسمع من سمرة فانه قد سمع منه))[المستدرك جزء اول ، ص: ۲۱۵] امام ابوداؤد فرماتے ہیں:((ودلت هذه الصحیفة علی ان الحسن سمع من سمرة))[ابو داؤد کتاب الصلاة ، جزء اول ، ص: ۱٤۷] مندرجہ بالا حوالہ جات سے اور امام حسن بصری کے قول سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے حضرت سمرہ بن جندب سے سنا ہے، مگر آپ نے ان کی حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ برائے مہربانی مجھے ان کے بارے میں دلائل کی روشنی میں بتائیں کیا واقعی یہ ضعیف ہیں اور ان کی حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا؟ (سجاد الرحمٰن شاکر بن حاجی محمد اکرم، ایبٹ آباد)

ج:......''احکام و مسائل'' میں سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی سکتتین والی روایت کے ضعیف اور معلول قرار دینے میں حسن کے سمرہ سے سماع نہ ہونے کو بنیاد نہیں بنایا گیا، بلکہ تدلیس حسن کو بنیاد بنایا گیا ہے، چنانچہ اُحکام و مسائل میں لکھا ہے: ''اس کی سند میں حسن بصری رحمہ اللہ ہیں، ان کے متعلق تقریب میں لکھا ہے((وکان یرسل کثیرا ویدلس))[٦٩] ''یہ کثرت سے ارسال اور تدلیس کیا کرتے تھے۔'' اور اس مقام پر انہوں نے سماع کی تصریح نہیں فرمائی۔ اس اجمال کی تفصیل معلوم کرنا چاہتے ہوں تو ارواء الغلیل (۲۸٤/۲ ۔ ۲۸۸ / ۵۰۵) اور سلسلة ضعیفه (۲٥/۲ ۔ ۲٦ / ٥٤٧) دیکھ لیں۔

اگر آپ تھوڑی سی زحمت گوارا فرماتے اور ارواء الغلیل اور سلسلہ ضعیفہ کے محولہ بالا مقامات دیکھتے اور انہیں خوب سمجھتے تو آپ کو یہ طویل مکتوب لکھنے کی چنداں ضرورت نہ پڑتی۔ چلو کوئی بات نہیں یہ بندۂ فقیر إلی اللہ الغنی ہی إرواء الغلیل کا محولہ بالا مقام نقل کیے دیتا ہے۔ آپ غور فرمالیں۔

((علی أن الحسن البصری مع جلالة قدره کان یدلس ، فلو فرض أنه سمع من سمرة غیر حدیث العقیقة فلا یحمل روایته لهذا الحدیث أو غیره علی الاتصال إلا إذا صرح بالسماع ، وهذا مفقود فی هذا الحدیث ، بل فی بعض الروایات عنه مایشیر إلی الانقطاع فإنه قال فیها: قال سمرة۔ وهی روایة إسماعیل ولذلك فالحدیث لا یحتج به ، وقد قال أبوبکر الجصاص فی أحکام القران (۳/ ٥۰): إنه

حدیث غیر ثابت)) (۲/ ۲۸۸)

تدبر سے کام لیں، جن محدثین کے اسماء گرامی آپ نے اپنے مکتوب میں درج فرمائے، انہوں نے یا ان سے کسی ایک نے تدلیس حسن کا جواب کیا دیا؟ ۱۴۲۳/۱۲/۱۵ھ

س:......فرض نماز کی پہلی ۲ رکعتوں میں فاتحہ اور سورہ ملانا ضروری ہے۔ باقی ۲ رکعتوں میں فاتحہ کے بعد سورہ ملانا ضروری ہے یا نہیں؟ (طارق سعید)

ج:......امام اور اکیلا نمازی فرض ونفل نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت یا اس کا حصہ ملائے۔ ظہر وعصر کے فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں رعایت ہے۔ ملائے خواہ نہ ملائے۔ رہا مقتدی تو وہ جن رکعات میں امام قراءت جہراً کرتا ہے، ان رکعات میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے ساتھ کوئی اور سورت یا اس کا حصہ نہ ملائے۔ جن رکعات میں امام قراءت سراً کرتا ہے ان میں مقتدی کی حیثیت امام واکیلے نمازی والی ہے، جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اس سلسلہ میں تمام احادیث کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔

[عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ام القرآن سورۂ فاتحہ نہ پڑھی، اس کی نماز ہی نہیں ہوتی اور معمر نے اتنا زیادہ کیا پس زائد۔'' [1]

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی ایک سورت پڑھتے۔ اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھار ہمیں ایک آدھ آیت (بلند آواز سے پڑھ کر) سنا دیتے تھے۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی آخری دونوں رکعتوں میں پندرہ آیات کے برابر قراءت فرماتے۔ [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (اپنے دل میں کہتا تھا) کہ قرآن کا پڑھنا مجھ پر دشوار کیوں (ہو رہا) ہے، پھر میں نے جان لیا کہ تمہارے پڑھنے کی وجہ سے دشوار ہوا۔ پس جب میں پکار کر پڑھوں (جہری نماز میں) تو قرآن سے سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہ پڑھو۔ [4] دار قطنی نے اسے حسن اور بیہقی نے صحیح کہا ہے۔ ۱۴۲۳/۲/۱۶ھ

س:......کیا امام صاحب تلاوت کرتے ہوئے ہر آیت پر وقف کریں گے؟ (محمد سلیم بٹ)

---

[1] مسلم / الصلوٰۃ / باب وجوب قراءۃ الفاتحہ فی کل رکعۃ

[2] صحیح بخاری / الاذان / باب یقرا فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب ، صحیح مسلم / الصلاۃ / باب القراءۃ فی الظھر والعصر

[3] مسلم / الصلاۃ / باب القراءۃ فی الظھر والعصر

[4] ابو داؤد / الصلوٰۃ / باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ

[ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ قرآن مجید کی ہر آیت پر توقف فرماتے۔] ❶

۱۴۲۳/۱۱/۱۳ھ

س:......امام کے پیچھے مقتدی کی سورۂ فاتحہ پڑھنے کی دلیل پیش کریں؟ (محمد سلیم بٹ)

ج:......امام کے پیچھے مقتدی کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی دلیل نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے:((لَا صَلَاۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ)) ❷ [''نہیں نماز اس کی جو سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا۔'']

رہی یہ بات کہ اس حدیث میں ''خلف الامام'' کا لفظ نہیں آیا تو یہ کوئی ضروری نہیں، دیکھئے حدیث:((لَا تُقْبَلُ صَلَاۃُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰی یَتَوَضَّأَ)) ❸ [''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کا وضوٹوٹ جائے جب تک وہ وضو نہ کرے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔''] میں بھی ''خلف الامام'' کا لفظ نہیں آیا جبکہ وہ مقتدی کے امام کے پیچھے پڑھی جانے والی نماز کے لیے بھی وضوء کے ضروری ہونے پر دلالت کر رہی ہے کیونکہ بات نماز کی ہے اور امام کے پیچھے وہ نماز ہی پڑھتا ہے بالکل اسی طرح حدیث:((لَا صَلَاۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ)) میں بھی نماز کی بات ہے اور امام کے پیچھے بھی مقتدی نماز ہی پڑھتا ہے لہٰذا اس کے لیے بھی سورۂ فاتحہ پڑھنا لازمی وضروری ہے۔

۱۴۲۳/۱۱/۱۳ھ

س:(۱)......دو نمازی جماعت سے نماز ادا کر رہے ہیں ایک امام ہے اور دوسرا مقتدی جب یہ نماز کے آخری تشہد میں بیٹھتے ہیں تو ایک آدمی اور آ جاتا ہے، اب وہ ان کے ساتھ ہی بیٹھ جائے یا مقتدی کو اُٹھا کر پیچھے کر لے؟

(۲) ایک آدمی اس وقت جماعت میں شامل ہوتا ہے جب امام سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، اب یہ نمازی اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کرتے ہوئے جماعت میں شامل ہوگا یا صرف اللہ اکبر کہہ کر جماعت میں شامل ہو جائے؟

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے......وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے اور سجدہ بھی اشارے سے کرتا ہے، کیا مقتدی بھی اشارے سے سجدہ کریں؟

(۴) ایک آدمی نمازِ جمعہ میں بعد میں شامل ہوتا ہے اور انتہائی کوشش کے باوجود بھی اس کو اگلی صف میں جگہ نہیں ملی، اب وہ اکیلے کھڑا ہو کر پچھلی صف میں دونوں رکعتیں ادا کرتا ہے، حدیث کی رو سے اسے نماز لوٹانی پڑے گی،

---

❶ ابو داؤد/الحروف والقراءات و ابواب الوتر/ باب استحباب الترتیل

❷ صحیح بخاری/جلد اوّل/باب وجوب القراءۃ

❸ بخاری/الوضوء/باب لا تقبل صلاۃ بغیر طهور ـ مسلم/الطهارۃ/باب وجوب الطهارۃ للصلاۃ

اب وہ جمعۃ المبارک کی دو رکعت پڑھے یا ظہر کی چار رکعت؟

(۵) ایک آدمی دو یا تین فرض نمازیں پڑھتا ہے اور پھر چار پانچ دن تک نماز چھوڑ دیتا ہے اور یہی اس کا معمول ہے ، اور محض کاہلی سستی اور عدم اہتمام کے سوا اس کے پاس کوئی عذر بھی نہیں تو کیا اسے کافر قرار دیا جائے گا؟ کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہ سکتی ہے؟ اگر یہ آدمی فوت ہو جائے تو اس کا نمازِ جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

(۶) امام نے دوسری رکعت کے تشہد میں بیٹھنا تھا مگر بھول کر کھڑا ہو گیا، جب امام سیدھا کھڑا ہو گیا تو مقتدیوں نے لقمہ دیا، اب امام کھڑا رہے یا بیٹھ جائے؟

(۷) کیا نمازِ جنازہ میں دعاء استفتاح یعنی اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ ..... یا اس کے علاوہ کوئی دوسری دعا پڑھنی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے؟

(۸) کیا صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ امام تکبیر اونچی آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ آواز سے تکبیر کہیں۔ بحوالہ تحریر فرمائیے؟

(۹) ایک نمازی ایک طرف سلام پھیر لیتا ہے، ابھی دوسری طرف سلام نہیں پھیرتا تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے کیا اس کی نماز مکمل ہوگئی؟

ج: (۱) مقتدی کو اُٹھا کر یا اُٹھائے بغیر پیچھے کر لے، اگر یہ نہ ہو سکے تو امام کو آگے کر دے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تیسرے آدمی آنے پر مقتدی کو پیچھے کر دیا تھا۔ [1]

(۲) تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین کرے گا، پھر سجدہ جانے کی تکبیر کہے گا، رفع الیدین نہیں کرے گا کیونکہ حدیث میں ہے: ((وَکَانَ لَا یَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی السُّجُوْدِ)) [2]

(۳) رسول اللہ ﷺ نے بیماری کے دنوں میں جماعت و امامت کے لیے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا تھا اس لیے پہلے نمبر پر تو کوشش کی جائے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا امام بنایا جائے اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے والے معذور کو ہی امام بنانا ہے تو کرسی کی بجائے زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھے، پھر دو امام بھی بنائے جا سکتے ہیں ایک بیٹھا معذور دوسرا کھڑا، اس بیٹھے معذور کے مقتدی اس صورت میں صف والے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں گے جیسا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کی دائیں جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور صف والوں نے بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھی تھی جبکہ رسول اللہ ﷺ اس دفعہ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے۔ [3] باقی ''امام

---

[1] مسلم/جلد دوم/ص: ۳۱۷

[2] بخاری/کتاب الاذان/باب رفع الیدین فی التکبیر الاولیٰ مع الافتتاح سواءً

[3] بخاری/الجماعۃ و لامامۃ/باب الرجل یاتم بالامام و یاتم الناس بالماموم ۔ مسلم/الصلاۃ/باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر

اشارے سے نماز پڑھے تو تم بھی اشارے سے نماز پڑھو'' پر دلالت کرنے والی کوئی آیت یا حدیث مجھے معلوم نہیں۔

(۴) حدیث میں آیا ہے: ((مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ فَلْيُعِدْ صَلَاتَهٗ)) ❶ [''جو صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھے وہ نماز لوٹائے۔''] لفظ اعادہ کا تقاضا ہے کہ وہ جمعہ کی دو رکعت ہی پڑھے دہرائے۔

(۵) جتنی مدت اس نے نماز کلیتہً چھوڑ دی اتنی مدت کافر، پھر جب نماز شروع کر دے مسلم۔ پھر نماز کلیتہً چھوڑ دے گا کافر۔ وہلم جراً۔ نماز کلیتہً چھوڑنے کی حالت میں فوت ہو تو کافر فوت ہوا اس کے احکام کافر والے ہوں گے۔ ایسا ہی اگر وہ نماز پڑھنے والی مدت میں فوت ہوا تو اس کے احکام مسلم والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ ﴾ [البقرة : ۲۱۷] [''اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے اور اسی حالت میں مر جائے کہ وہ کافر ہی ہو تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی لوگ دوزخ والے ہیں۔ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''] باقی نکاح قائم ہے بشرطیکہ نماز کچھ عرصہ چھوڑنے کے بعد نمازی بن جائے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہلے نکاح کے ساتھ ہی بھیج دیا تھا۔ ❷

(۶) کھڑا رہے کیونکہ تیسری رکعت کے فرض قیام میں پہنچ گیا ہے بعد میں سلام پھیرنے سے قبل سہو کے دو سجدے کر لے، پھر سلام پھیر لے جیسا کہ عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہوا ہے۔ ❸ [رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو ظہر کی نماز پڑھائی پس پہلی دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے (یعنی قعدے میں سہواً نہ بیٹھے) پس لوگ بھی نبی ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ جب نماز پڑھ چکے اور آخری قعدے میں سلام پھیرنے کا وقت آیا اور لوگ سلام پھیرنے کے منتظر ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے تکبیر کہی جبکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا۔]

(۷) نہیں!

(۸) قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ﴾ [الأعراف : ۲۰۵] [''اور اپنے رب کو یاد کیجئے دل میں عاجزی، خوف اور زبان سے بھی ہلکی آواز سے

---

❶ ابو داؤد/ابواب الصفوف/باب الرجل يصلى وحده خلف الصف

❷ رواه احمد والأربعة الا النسائى وصححه أحمد و الحاكم بحواله بلوغ المرام /باب الكفاءة والخيار / كتاب النكاح

❸ بخاری/الاذان/باب من لم ير التشهد الاول واجبا ـ مسلم/المساجد /باب السهو فى الصلاة

صبح وشام اوران لوگوں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔''] تو جہاں اور جن کے لیے ذکر جہراً ثابت ہے وہاں وہ ذکر جہراً کریں گے باقی ہر جگہ تمام لوگ ذکر سراً کریں گے تو امام کا تکبیر کہنا ثابت ہے۔اس لیے امام تکبیر جہراً کہے گا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((وَإِذُ اكَبَّرَ فَكَبِّرُوا)) اور مقتدی کا جہراً تکبیر کہنا ثابت نہیں۔لہٰذا وہ آیت:﴿ وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ﴾ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے سراً تکبیر کہے گا۔

(۹) ہاں! اس کی نماز مکمل ہو گئی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ)) نیز رسول اللہ ﷺ بسا اوقات ایک ہی سلام کہہ لیا کرتے تھے جیسا کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے۔[ارواء الغليل ، حديث : ۳۲۷ کے تحت اس کی تخریج ہے۔] مزید تفصیل کے لیے ''صفة صلاة النبی ﷺ'' کا مطالعہ فرمائیں۔ ۱۴۲۴/۱/۵ھ

س:......اگر امام تیسری رکعت میں ہے تو اوپر سے کوئی آدمی آتا ہے، جماعت میں شامل ہوتا ہے تو اس کی وہ پہلی رکعت ہو گی یا تیسری؟ (ذوہیب امجد فاروقی، ضلع چکوال)

ج:......امام تیسری رکعت میں ہے کوئی آدمی آکر نماز با جماعت میں شامل ہوتا ہے تو بعد میں شامل ہونے والے اس مقتدی کی وہ رکعت پہلی ہو گی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا ، وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا)) [1] [رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی اقامت ہو جائے تو تم اس کی طرف بھاگ کر مت آؤ بلکہ چل کر سکون و وقار کے ساتھ آؤ، پس جتنی نماز کو پالو پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے پورا کر لو۔ ابوداؤد نے زہری کے پانچ شاگردوں کی یونس کے علاوہ روایت میں فَاَتِمُّوْا کا لفظ آنا بیان کیا اور زہری سے فقط ابن عیینہ کی روایت میں فَاقْضُوْا کا لفظ آنا بتایا ہے، پھر دو روایتوں سے مزید اس کی تائید کی ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آئی ہیں کہ اَتِمُّوْا کا لفظ ہے، پھر ابن مسعود اور ابو قتادہ اور انس رضی اللہ عنہم کی روایات میں بھی یہی لفظ ثابت کیا ہے۔] بعض روایات میں وارد لفظ ((فَاقْضُوْا)) بھی أَتِمُّوْا کے معنی میں ہے۔قرآن مجید میں ہے:﴿ فَإِذَا قَضَيْتَ الصَّلَاةَ ﴾ پھر دیکھیں تکبیر تحریمہ کے بعد پہلی رکعت آتی ہے۔إلا بدليل ، ولا دليل ههنا

حدیث کے لفظ فَاَتِمُّوْا میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسبوق کو امام کے ساتھ جو نماز ملی ہے وہ اس کی پہلی رکعت ہے کیونکہ اتمام کا لفظ باقی کو پورا کرنے پر بولا جاتا ہے۔جناب علی، ابو الدرداء رضی اللہ عنہما، شافعی، احمد اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ اجمعین کا یہی مذہب ہے۔] ۱۴۲۳/۱۰/۲۸ھ

---

[1] ابو داؤد/ كتاب الصلاة/باب السعي الى الصلاة

س:......ایک نمازی جماعت میں اس وقت شامل ہوتا ہے جب دو رکعتیں پڑھی جا چکی ہیں اب وہ جو نماز امام کے ساتھ پڑھے گا وہ پہلی رکعتیں شمار کرے یا پچھلی؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......پہلی رکعتیں شمار کرے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((وَمَا فَاتَكُمْ فَاتِمُّوا)) [''اور جو فوت ہو جائے اسے بعد میں پورا کر لو۔''] اور ظاہر ہے اتمام ابتداء سے ہوتا ہے نہ کہ انتہاء سے جن روایات میں ''فَاقْضُوا'' کے لفظ وارد ہوئے ہیں وہ اتمام کے معنی میں ہیں لہٰذا دونوں روایتوں میں کوئی منافاۃ نہیں۔ دیکھئے قرآن مجید میں ہے: ﴿ فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ ﴾ اور ﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ ﴾ پھر تکبیر تحریمہ کے بعد پہلی رکعت ہوتی ہے نہ کہ دوسری، تیسری یا چوتھی۔ وذلك ظاهر لا يخفى على أحد من المصلين

۱۴۲۱/۱۲/۱۴ھ

س:......اگر کوئی شخص جماعت کے ساتھ شامل ہوا دوسری یا تیسری رکعت میں۔ وہ اس کی پہلی رکعت شمار ہو گی یا دوسری یا تیسری۔ اسی طرح جنازہ میں اگر کوئی دوسری تکبیر کے ساتھ ملے تو کیا کرے؟ (عبدالرحمٰن)

ج:......نماز کی جماعت میں دوسری یا تیسری یا چوتھی رکعت میں شامل ہونے والا ان رکعات کو پہلی رکعت شمار کرے اور جو رکعات امام کے سلام کے بعد اُٹھ کر پڑھے گا ان کو آخری رکعات شمار کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا ، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا)) (۱) لفظ اتمام بتا رہا ہے کہ جس رکعت میں مقتدی آ کر شامل ہوا وہ اس کی پہلی رکعت ہے اور جو سلام امام کے بعد اُٹھ کر پڑھے گا وہ اس کی آخری رکعات ہیں، بعض روایات میں ((فَاقْضُوا)) کا لفظ بھی وارد ہوا ہے وہ بھی اتمام کے معنی میں ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ ﴾ الآیہ۔ نیز فرمایا: ﴿ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ ﴾ الآیہ۔ نمازِ جنازہ میں بھی حکم یہی ہے جس تکبیر میں کوئی شامل ہو گا وہ اس کی پہلی تکبیر ہو گی اور سلامِ امام کے بعد جو تکبیریں ہوں گی وہ آخری ہوں گی۔ ❷

س:......مغرب کی نماز پڑھنی ہو اور عشاء کی جماعت کھڑی ہو جائے تو مغرب کی نماز کس طرح پڑھی جائے گی؟

(میاں سرفراز، اوکاڑہ)

ج:......اس صورت میں مغرب کی نماز عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھ لے، باقی ایک رکعت زائد کے ساتھ دوسری رکعت بھی ملا لے تین فرض اور دو نفل ہو جائیں گے۔ دلیل مسافر کے ذمہ دو رکعت نماز ہے مقیم کی اقتداء میں

---

❶ مسلم/المساجد/باب استحباب اتيان الصلاة بوقار و سكينة

❷ بخاری/كتاب الاذان/باب لا يسعىٰ الى الصلاة و لياتها بالسّكينة والوقار

دو زائد پڑھتا ہے، اگر نمازِ ظہر یا عصر یا عشاء ہو جبکہ مسئولہ صورت میں بوجہ اقتداء صرف ایک رکعت زائد پڑھی گئی ہے، اُٹھ کر پڑھی ہوئی رکعت کو بھی اگر شمار کر لیا جائے تو زائد رکعات دو ہی بنتی ہیں جن کے بوجہ اقتداء پڑھنے کی اصل موجود ہے۔ ۱۴۲۲/۱۰/۲۳ھ

س:......جس کی مغرب کی نماز رہ جائے اور جب مسجد میں پہنچے تو عشاء کی جماعت کھڑی ہو تو کیا کرے؟ (قاسم بن سرور)

ج:...... جماعت میں شامل ہو جائے نیت صلاۃِ مغرب کی کرے، امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے ایک رکعت اُٹھ کر پڑھ لے، تین فرض اور دو نفل ہو جائیں گے۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔ دیکھئے مسافر کی مقیم کی اقتداء دو رکعات بوجہ اقتداء زائد پڑھتا ہے جو شرعاً درست ہے تو اس صورت مسئولہ میں تو نمازی نے بوجہ اقتداء صرف ایک رکعت پڑھی ہے جو بطریق اولیٰ درست ہے۔ ۱۴۲۳/۷/۷ھ

س:......امام مقیم ہے اور مقتدی مسافر ہے۔ظہر کی نماز ہے اور چاروں رکعات پڑھی جا چکی ہیں۔صرف تشہد باقی ہے اور اس حال میں مسافر آ کر ملتا ہے تو کیا وہ پوری نماز پڑھے گا یا قصر کرے گا؟ (محمد ہاشم نذیر احمد، فیصل آباد)

ج:...... یہ مدرک جماعت نہیں۔اس لیے بوجہ اقتدائے مسافر بالمقیم پوری نہیں پڑھے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلاَةِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلاَةَ)) [1] ''جس نے نماز کی ایک رکعت پالی اس نے نماز پالی۔'' ۱۴۲۳/۱۲/۷ھ

س:......رکوع میں شامل ہونے سے رکعت ہو جاتی ہے یا نہیں۔ دونوں طرف احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔وضاحت فرمائیں؟ (کلیم انور، مانسہرہ)

ج:......رکوع میں شامل ہونے سے رکعت نہیں ہوتی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((لَا صَلاَةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ))[''جس شخص نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں۔''][رواہ البخاری] [2] باقی مدرک رکوع کے مدرکِ رکعت ہونے کے سلسلہ میں جس قدر مرفوع روایات پیش کی جاتی ہیں، ان میں سے جو اس مطلوب پر دلالت کرتی ہیں وہ تو صحیح نہیں کمزور ہیں اور ان میں سے جو صحیح ہیں وہ اس

---

[1] بخاری / کتاب مواقیت الصلاۃ / باب من ادرك من الصلاۃ رکعة ، مسلم / کتاب المساجد / باب من ادرك رکعة من الصلاۃ ، ترمذی / ابواب الصلاۃ / باب فیمن یدرك من الجمعة رکعة

[2] بخاری / الأذان / باب وجوب القراءۃ للامام والمأموم فی الصلوات کلها

مطلوب پر دلالت نہیں کرتیں۔ خلاصہ پیش کر دیا ہے تفصیل کے لیے جزء القراءۃ للإمام البخاری / کتاب القراءۃ للبیهقی / تحقیق الکلام اور خیر الکلام وغیرھا کا مطالعہ فرمائیں۔

٤ / ٢ / ١٤٢٣ھ

س:......اگر کوئی شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور وہ بھی رکوع میں امام کے ساتھ مل جائے تو کیا اس شخص کی یہ رکعت شمار کی جائے گی؟ رکوع میں مل کر اس کو رکعت شمار کرنے والے یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز کے لیے آؤ اور امام رکوع میں ہو تو رکوع کرو اور اگر سجدے میں ہو تو سجدے میں مل جاؤ۔ جس سجدے کے ساتھ رکوع نہ ہو، اس کو مت شمار کرو۔ [بیهقی] (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:......صحیح احادیث تو مدرک رکوع کے مدرکِ رکعت ہونے پر دلالت نہیں کرتیں اور جو روایت مرفوعہ مدرکِ رکوع کے مدرکِ رکعت ہونے پر دلالت کرتی ہیں، وہ ثابت نہیں، جو روایت آپ نے بحوالہ بیهقی نقل فرمائی وہ بھی کمزور ہے، تو درست بات یہی ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت نہیں۔

[رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جب تم نماز کے لیے آؤ تو جو کچھ امام کے ساتھ پاؤ پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے (امام کے سلام پھیرنے کے بعد) پورا کرلو۔ ❶

خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا، اس کی وہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس حدیث میں جو رہ گیا ہے، اس کے پورا کرنے کا حکم ہے اور جو آدمی رکوع میں ملا ہے، اس سے قیام وقراءت رہ گئے ہیں اور یہی قول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت کا ہے۔ [فتح الباری]

٢٤ / ١٢ / ١٤٢١ھ

مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے؟

شیخ البانی رحمہ اللہ نے إرواء الغلیل ، ج:٢ / ص:٣٦٠ پر رقم:٤٩٦ میں، منار السبیل کے صفحہ:١١٩ سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث دو لفظوں کے ساتھ نقل فرمائی ہے: ((ومن أدرك رکعة فقد أدرك الصلاۃ))((من أدرك الرکوع فقد أدرك الرکعة)) اب ظاہر بات ہے کہ دوسرے لفظ مطلوب ''مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے'' پر دلالت تو کرتے ہیں، مگر یہ لفظ بے اصل ہیں۔ چنانچہ شیخ البانی ہی لکھتے ہیں: ((وأما

❶ صحیح بخاری / کتاب الأذان / باب ما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا

اللفظ الآخر الذی ذکرہ المؤلف وعزاہ لأبی داود فلا أعلم له أصلا ، لا عند أبی داود ولا عند غیرہ))[إرواء الغلیل : ۲/۲٦٦] رہے پہلے لفظ تو اُولا وہ اس سیاق میں ثابت ہی نہیں ۔ کیونکہ اس کی سند میں یحییٰ بن أبي سلیمان المدني ہیں ۔ جس کی وجہ سے حدیث ضعیف ہے ۔ چنانچہ شیخ البانی رحمہ اللہ امام حاکم کا فیصلہ ((صحیح الإسناد ویحیی بن أبی سلیمان من ثقات المصریین)) نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ((قلت: ووافقه الذهبی والصواب ما أشار إلیه البیهقی أنه ضعیف لأن یحیی هذا لم یوثقه غیر ابن حبان والحاکم ، بل قال البخاری: منکر الحدیث وقال أبو حاتم: مضطرب الحدیث " لیس بالقوی ، یکتب حدیثه))[إرواء الغلیل ۲/۲٦] تو شیخ صاحب نے اعتراف فرمایا ہے کہ یہ حدیث اس سیاق کے ساتھ ضعیف ہے، مگر وہ اس سے قبل اس کو صحیح قرار دے چکے ہیں ۔ بدلیل تعدد طرق حالانکہ تعدد طرق سے حدیث کا صحیح یا حسن بن جانا کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ۔ بلکہ بسا اوقات تعدد طرق سے حدیث کے ضعف میں اضافہ ہو جاتا ہے ۔ جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں تو اس مقام پر تعدد طرق اس حدیث کو حسن نہیں بناتا ۔ چہ جائیکہ اس کو صحیح بنائے ، کیونکہ جو طرق شیخ صاحب نے اس مقام پر ذکر فرمائے ہیں ، ان میں سے کچھ تو موقوف ہیں ، اور کچھ مرفوع جو موقوف ہیں وہ تو مقوی مرفوع نہیں ، کیونکہ اصول میں وضاحت سے لکھا گیا ہے کہ کسی عالم کا قول یا عمل حدیث کے موافق آ جائے تو وہ حدیث کے ثابت ہونے کی دلیل نہیں ۔ اس طرح کسی عالم کا قول یا عمل حدیث کے خلاف آ جائے تو وہ حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں ۔ لہٰذا آثار موقوفہ سے حدیث کو تقویت پہنچانے والی بات تو کافور ہوگئی ۔ رہے مرفوع طرق تو ان میں ایک کے متعلق تو خود شیخ صاحب نے صراحت فرما دی ہے کہ وہ شاہد بننے کے قابل نہیں ، باقی دو مرفوع طریق رہ جاتے ہیں ۔ جن سے تقویت کی اُمید وابستہ کی جا سکتی ہے ۔ ان دو میں سے بھی ایک کے متعلق خود شیخ صاحب لکھتے ہیں :((ولم یذکر أحد منهم هذه اللفظة " قبل أن یقیم الإمام صلبه " ولعل هذا من کلام الزهری فأدخله یحیی بن حمید فی الحدیث ولم یبینه)) پھر اس یحییٰ کو دارقطنی نے ضعیف بھی کہا ہے تو اس سے بھی تقویت حاصل نہ ہو سکی باقی صرف ایک مرفوع طریق رہ گیا ۔ عبدالعزیز بن رفیع والا جس کے متعلق شیخ صاحب فرماتے ہیں :((وهو شاهد قوی فإن رجاله کلهم ثقات)) مگر یہ واقع میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث کا شاہد ہے ہی نہیں ، کیونکہ **شاهد** اور **ماله شاهد** کا ایک چیز پر دلالت کرنا ضروری ہے ، جبکہ اس مقام پر صورتِ حال اس طرح نہیں ، کیونکہ شاہد بزعمہ کے الفاظ ہیں :((إذا جئتم والإمام راکع فارکعوا وإن کان ساجدا فاسجدوا ولا تعتدوا بالسجود إذا لم یکن معه

الرکوع)) اس سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ سجدہ کے ساتھ جب رکوع نہ ہو تو سجدہ ناقابل اعتداد ہے، اس شاہد بزعمہ میں یہ بالکل نہیں ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے نہ منطوقا اور نہ ہی مفہوما، تو شیخ صاحب کا عبدالعزیز بن رفیع والے اس طریق کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کا شاہد بنانا درست نہیں، چند منٹ کے لیے ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ شاہد ہے مگر شیخ صاحب کا اس کو قوی قرار دینا صحیح نہیں۔ کیونکہ قوی ہونے کی انہوں نے جو دلیل پیش فرمائی ہے وہ یہ ہے: ((فإن رجاله کلهم ثقات)) حالانکہ اس کے تمام رجال ثقات نہیں، کیونکہ عبدالعزیز بن رفیع اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان " رجل " کا واسطہ ہے۔ جس کا صحابی ہونا ثابت نہیں تو لامحالہ وہ تابعی ہیں۔ کیونکہ تابعی بسا اوقات تبع تابعی سے بھی روایت کر لیتا ہے۔ جیسے صحابی بسا اوقات تابعی سے روایت کر لیتے ہیں تو بہر حال یہ " رجل " تابعی ہو خواہ تبع تابعی مجہول ہے تو شیخ صاحب کا ((رجاله کلهم ثقات)) کہنا صحیح نہیں ہے۔ چند منٹ کے لیے ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ " رجل " تابعی ہو خواہ تبع تابعی ہے ثقہ تو یہ روایت " رجل " کے تابعی ہونے کی صورت میں اعم اغلب کے تحت مرسل اور تبع تابعی ہونے کی صورت میں اعم اغلب کے تحت معضل ٹھہری اور مرسل و معضل دونوں ضعیف ہیں۔ لہٰذا شیخ صاحب کا اس کو قوی کہنا درست نہیں۔ اگر یہ کہا جائے اعم اغلب کے تحت عبدالعزیز بن رفیع والی مرسل اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی موصول ضعیف دونوں مل کر حسن لغیرہ کے درجہ کو پہنچ جاتی ہیں، تو جواب میں ہم عرض کریں گے، بر سبیل تنزل اگر ہم اس بات کو تسلیم کر لیں تو بھی یہ حسن لغیرہ بنے گی نہ کہ حسن لذاتہ۔ نہ صحیح لغیرہ اور نہ ہی صحیح لذاتہ جبکہ شیخ صاحب اس کو صحیح لکھ رہے ہیں، تو بہر حال شیخ صاحب کا یہ فیصلہ افراط سے خالی نہیں۔ اگر کہا جائے کہ حسن لغیرہ تو آپ بھی تسلیم کر گئے ہیں گو بر سبیل تنزل ہی سہی اور حسن لغیرہ سے بھی تو احکام ثابت ہو جاتے ہیں تو شیخ صاحب کا بیان کردہ مسئلہ تو درست ٹھہرا تو ہم جوابا عرض کریں گے نہیں ہرگز نہیں۔ تفصیل ثانیا کے بعد دیکھیں۔

ثانیاً آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ عبدالعزیز بن رفیع والی روایت مدرک رکوع مدرک رکعت ہونے پر دلالت نہیں کرتی اس سے تو صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ سجدہ و سجود کے قابل اعتداد ہونے کے لیے رکوع ضروری ہے، رکوع کے بغیر سجود کا کوئی اعتداد و شمار نہیں۔ اب یہ بھی یاد رکھیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ((فاسجدوا ولا تعدوها شیئا ، ومن أدرك ركعة فقد أدرك الصلاة)) کی بھی مدرکِ رکوع کے مدرکِ رکعت ہونے پر دلالت نہیں ہے نہ منطوقاً اور نہ مفہوماً اس کا مدلول تو صرف اور صرف یہ ہے، جس نے رکعت پالی، اس نے نماز پالی۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے رکعت سے کم کو پایا اس نے نماز کو نہیں پایا اور مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت سے کم پانے

والا ہے۔ جیسے سجدے کو پانے والا لہٰذا اس کو نماز پانے والا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ دیکھئے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں اور ان کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت نہیں۔ چنانچہ ان کے الفاظ ہیں: ((لا یجزئك إلا أن تدرك الإمام قائما)) ان لفظوں کے متعلق شیخ صاحب خود لکھتے ہیں: ((فقد ثبت هذا عن أبی هريرة رضي الله عنه لتصريح ابن إسحاق بالحديث فزالت شبهة تدليسه)) [إرواء الغليل ٢/ ٢٦٥] اگر کوئی صاحب فرمائیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی اس مرفوع حدیث میں لفظ " ركعة " سے مراد رکوع ہے تو ہم جواباً گزارش کریں گے رکعت بمعنی رکوع مجاز ہے حقیقت نہیں۔ ((والأصل أن يحمل اللفظ على الحقيقة ، ولا قرينة ههنا تمنع أن يحمل اللفظ على حقيقية وكون لفظ " ركعة " ههنا بعد قوله صلى الله عليه وسلم " فاسجدوا " ليس من القرينة فى شيء لضعف دلالة الاقتران فهذا الحديث يدل بالمنطوق على أن مدرك السجده ليس بمدرك للركعة وأن مدرك الركعة مدرك للصلاة ويدل بالمفهوم أن مدرك مادون الركعة كمدرك الركوع مثلا ليس بمدرك للصلاة)) باقی رہی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث ((إن ذلك من السنة)) تو وہ صف کے پیچھے دور رکوع کر کے صف میں شامل ہونے کے متعلق ہے۔ مدرکِ رکوع کے مدرکِ رکعت ہونے کے متعلق نہیں۔ جیسا کہ شیخ صاحب کی إرواء الغليل میں تقریر سے واضح ہے۔ لہٰذا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو مدرک رکعت ہونے کی دلیل بنانا درست نہیں۔

آمین بالجہر

س: ...... کیا مقتدی فاتحہ کے ختم ہونے کے فوراً بعد آمین کہیں؟ یا امام کے ساتھ کہیں؟ یا امام کی آمین سن کر کہیں؟

(ماسٹر سیف اللہ خالد)

ج: ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''جب امام وقاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔'' [1] [اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس مقتدی نے ابھی سورۂ فاتحہ شروع یا ختم نہیں کی وہ بھی آمین کہنے میں دوسروں کے ساتھ شریک ہوگا۔ بعد میں وہ اپنی فاتحہ مکمل کر کے دوبارہ آہستہ آمین کہے گا۔] اور ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''جب امام وقاری" ولا الضآلين " کہے تو تم آمین کہو۔'' [2] دونوں فرمانوں کے ملانے سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ امام و مقتدی دونوں ہی آمین اکٹھے کہیں۔

٧ / ٢ / ١٤٢٣ھ

---

[1] بخاری / الاذان / باب جهر الامام بالتأمين، مسلم الصلاة / باب التسميع والتحميد والتأمين

[2] مسلم / بحواله مشكوٰة / كتاب الصلاة / باب القراءة فى الصلاة / الفصل الاوّل

س:......درج ذیل عبارت کا ترجمہ درکار ہے:

((فان قلت روی فی بعض الاخبار عن وائل انه قال فجهر بآمين قلت هذا من جهة بعض الرواة كانه نقله بالمعنى والصواب رفع بها صوته كما فی اكثر الروايات))(آثار السنن ص:۱۲۵)

ج:......''پس اگر تو کہے بعض خبروں میں وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ اس نے کہا تو آپ نے آمین جہراً کہی تو میں کہوں گا یہ بعض راویوں کی جانب سے ہے، گویا اس نے بالمعنی نقل کیا اور درست یہ ہے کہ آپ نے آمین کے ساتھ اپنی آواز کو بلند واونچا کیا جیسے اکثر روایات میں ہے۔'' ۷ / ۱ / ۱۴۲۱ھ

س:......مقتدیوں کا امام کے پیچھے چھ رکعتوں میں آمین با آواز بلند کہنا اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہنا کس حدیث میں آیا ہے، وضاحت فرمائیں؟ (عبدالصمد بلوچ)

ج:......ترمذی میں حدیث ہے: ((عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ، وَقَالَ آمِيْنَ ، وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ))[''وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے پڑھا'' غير المغضوب عليهم ط ولا الضآلّين ''پھر آپ ﷺ نے بلند آواز سے آمین کہی۔ ❶ ترمذی نے حسن جبکہ ابن حجر اور دار قطنی نے صحیح کہا ہے۔''] اور معلوم ہے کہ سماع وسننا جہری چیز کا ہی ہوتا ہے اور صحیح سنن ابن ماجہ میں ہے: ((عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ مَّا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ ، وَالتَّأْمِيْنِ))[''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس قدر یہودی سلام اور آمین سے چڑتے ہیں۔ اتنا کسی اور چیز سے نہیں چڑتے۔'' پس تم کثرت سے آمین کہنا۔ اسے امام ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔''] نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((إِذَا اَمَّنَ الْقَارِئُ فَاَمِّنُوْا))[''جب قاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔''] تو ان تینوں حدیثوں کو ملانے سے مقتدیوں کا امام کے پیچھے چھ رکعتوں میں آمین بآواز بلند کہنا ثابت ہوا۔ باقی گیارہ رکعات میں ذکر ودعاء میں اصول قرآنی پر عمل کرتے ہوئے آمین سراً وخفیۃً ہوگی۔ ۱۶ / ۱۲ / ۱۴۲۳ھ

---

❶ ترمذی / الصلاۃ / باب ماجاء فی التامین ، ابو داؤد / الصلاۃ / باب التامین وراء الامام

❷ ابن ماجه / اقامة الصلاة / باب الجهر بآمين

❸ بخاری / كتاب الدعوات / باب التأمين

رفع الیدین

س:...... ۱: آیا رفع الیدین سنت ہے سنت کی تعریف اور رفع الیدین کے لیے لفظ سنت قرآن حدیث میں کہاں آیا ہے۔ وضاحت فرمائیں؟

۲: ایسی صحیح احادیث جن میں ذکر ہو کہ نبی ﷺ اپنی وفات تک رفع الیدین کرتے رہے ہیں، باحوالہ نقل فرمائیں۔؟ (عبدالصمد بلوچ)

ج:...... ۱: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ رفع الیدین کیا کرتے تھے، قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾[الأعراف : ۱۵۸]["اور تم اسی کی پیروی کرو، تاکہ راہِ راست پاؤ۔"]

نیز قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾[الاحزاب : ۲۱] ["تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔"] رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((صَلُّوا كَمَا رَاَيْتُمُونِی اُصَلِّیْ)) [1] ["تم اس طرح نماز پڑھو، جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔"] باقی سنت کی تعریف قرآن وحدیث سے مجھے تو کہیں نہیں ملی۔

۲: اس کی دلیل وہی ہے جو شروع نماز میں تا وفات رفع الیدین کرنے کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم

۱۶ / ۱۲ / ۱۴۲۳ھ

س:...... ۱: رفع الیدین کرنا سنت ہے۔ مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ سنت ہے؟

۲: رفع الیدین کے بغیر نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۳: رفع الیدین نبی ﷺ نے آخری نمازوں میں کی ہے؟

۴: رفع الیدین کے متعلق کتاب وسنت کی روشنی میں کتنی حدیثیں آتی ہیں؟

۵: رفع الیدن سجدہ سے سر اٹھاتے وقت نبی پاک ﷺ نے کی ہے یا نہیں؟

۶: رفع الیدین علماء کہتے ہیں ۱۰ نیکیاں ملتی ہیں۔ ثبوت ہے یا نہیں؟

۷: رفع الیدین کو حنفی علماء گھوڑے کی دم............... کہتے ہیں۔ آپ تشریح فرمائیں؟

۸: رفع الیدین کم لوگ کرتے ہیں بہت لوگ نہیں کرتے ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

[1] بخاری / کتاب الأذان / باب الأذان للمسافرین اذا کانوا جماعة

۹۔ رفع الیدین امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابوحنیفہؒ ان چاروں اماموں نے رفع الیدین کی ہے؟ آپ وضاحت فرمائیں۔

۱۰۔ رفع الیدین خلفاء راشدین آیا کرتے تھے؟ آپ ارشاد فرمائیں۔ آپ وضاحت سے جدا جدا ثبوت دیں؟

(محمد بشیر)

ج: ...... ۱۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے، جب رکوع جاتے تو رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے۔ سجدہ میں آپ رفع الیدین نہیں کیا کرتے تھے۔ [1] اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہی ہے رسول اللہ ﷺ جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو رفع الیدین کرتے۔ [2] شروع نمازِ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کی جو حیثیت ہے رکوع والے رفع الیدین کی بھی وہی حیثیت ہے۔

۲۔ رفع الیدین کے بغیر نماز رسول اللہ ﷺ والی نماز نہیں ہوتی۔

۳۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالہ سے لکھا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور معلوم ہے آخری نماز میں رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا اور رکوع سے سر بھی اٹھایا تو رسول اللہ ﷺ نے رفع الیدین بھی کیا۔ پھر ان سے پوچھیں شروع نماز والا رفع الیدین اور وتروں کی تیسری رکعت والا رفع الیدین آخری نماز میں آپ ﷺ نے کیا ہے؟ دلیل پیش کریں ورنہ انہیں بھی چھوڑ دیں۔

۴۔ رفع الیدین کرنے کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ البتہ ان کی تعداد کتاب وسنت میں کہیں نہیں آئی۔ ہاں صاحب نیل الفرقدین رحمہ اللہ نے لکھا ہے رفع الیدین کرنے کی بارہ احادیث صحیح ہیں۔ [3]

۵۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ سجود میں رفع الیدین نہیں کیا کرتے تھے۔ [4]

۶۔ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ﴾[الأنعام: ۱۶۰][''جو کوئی اللہ کے

---

[1] صحیح بخاری/ الاذان/ باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولی مع الافتتاح سواء ، صحیح مسلم / الصلاۃ / باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین

[2] صحیح بخاری / کتاب الاذان / باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین

[3] نیل الفرقدین فی مسئلۃ رفع الیدین ص: ۵۳ للأستاذ مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری

[4] صحیح بخاری / کتاب الأذان / باب استحباب رفع الیدین حذوالمنکبین مع تکبیرۃ الاحرام والرکوع وفی الرفع من الرکوع وانہ لا یفعلہ إذا رفع من السجود

ہاں نیکی لے کر آئے گا، اسے اس کا دس گنا ثواب ملے گا۔''] تو چار رکعت والی نماز میں دس دفعہ رفع الیدین ہے تو یہ کل ایک سو نیکی بنتی ہے تو جو صرف پہلی دفعہ رفع الیدین کرتے ہیں، پھر نہیں کرتے وہ صرف چار رکعات والی ایک ہی نماز میں نوے نیکیوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کی نماز بھی نبی کریم ﷺ والی نماز نہیں۔

۷۔ حنفی علماء کرام سے وہ دلیل طلب کریں، جس میں رسول اللہ ﷺ نے رکوع والے رفع الیدین کو گھوڑے یا سرکش گھوڑے کی دم قرار دیا ہو؟ نیز ان سے پوچھیں وتروں کی تیسری رکعت والا رفع الیدین گھوڑے یا سرکش گھوڑے کی دم ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو پھر وہ یہ کیوں کرتے ہیں؟ اگر نہیں تو دلیل پیش کریں۔

۸۔ نمبر ۲ میں لکھ چکا ہوں ''رفع الیدین کے بغیر نماز رسول اللہ ﷺ والی نماز نہیں۔''

۹۔ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ اجمعین دین میں حجت و دلیل نہیں رسول اللہ ﷺ کا قول و عمل اور آپ ﷺ کی تقریر و تصویب حجت و دلیل ہے اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

۱۰۔ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین بھی دینی امور میں حجت و دلیل نہیں دیکھئے اصول فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے شرعی دلائل چار ہیں۔ (۱) کتاب اللہ تعالیٰ۔ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ۔ (۳) اجماع مجتہدین امت رحمہم اللہ اجمعین۔ (۴) قیاس صحیح۔ غور فرمائیں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کو اصول فقہ والوں نے شرعی دلائل میں شامل نہیں فرمایا۔

۹ / ۳ / ۱٤۲٤ھ

س:...... رفع الیدین عشرہ مبشرہ سے ثابت ہے۔ کیا ایسی کتاب ہے جس میں ترتیب وار دس کی دس احادیث موجود ہوں؟ (حافظ محمد فاروق تبسم، اچھرہ لاہور)

ج:...... اصولی بات ہے کسی عمل یا قول کے رسول اللہ ﷺ سے اثبات کے لیے کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا اس کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کر دینا کافی ہے، خواہ وہ صحابی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے ہو، خواہ ان سے نہ ہو، ان کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی اور صحابی رضی اللہ عنہ ہو۔ دیکھئے تین وتروں کی تیسری رکعت میں بوقت قنوت رفع الیدین عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے؟ نہیں! اس کے باوجود کچھ لوگ کیے جا رہے ہیں تو رکوع والے رفع الیدین کی بابت عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے ثبوت کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟

رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع الیدین کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہم کی احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں۔ ۲۸ / ٤ / ۱٤۲۱ھ

س:......خلفاء راشدین سے رفع الیدین کے بارے میں روایت صحیحہ نقل فرمائیں؟ (محمد سلیم بٹ)

ج:......امام بخاری رحمہ اللہ اپنے رسالہ جزء رفع الیدین میں فرماتے ہیں:(((۲۹) حتی لقد حدثنی مسدد قال: نایزید بن زریع عن سعید عن قتادة عن الحسن قال: کان أصحاب النبی ﷺ کأنما أیدیهم المراوح یرفعونها إذا رکعوا ، وإذا رفعو رء وسهم. (۱)(۳۰) حدثنا موسی بن إسماعیل ثنا أبوهلال عن حمید بن هلال قال: أصحاب النبی ﷺ إذا صلوا کان أیدیهم حیال آذانهم کأنها المراوح قال البخاری: فلم یستثن الحسن ، وحمید بن هلال أحدا من أصحاب النبی ﷺ دون أحدا))[ا ه]

تو اصحاب النبی ﷺ میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے متعلق الگ الگ آثار بھی موجود ہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر مخصوص کتب اور مطولات میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ویسے اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ رفع الیدین رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے منسوخ نہیں۔

[ا:......حسن نے فرمایا: ''تھے اصحاب النبی ﷺ اٹھاتے اپنے ہاتھوں کو گویا کہ ہاتھ پنکھے ہیں وہ اٹھاتے ہاتھوں کو جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے۔''

۲:......حمید بن ہلال نے فرمایا کہ: ''اصحاب النبی ﷺ جب نماز پڑھتے، تو ان کے ہاتھ کانوں کے برابر ہوتے، گویا کہ ہاتھ پنکھے ہیں۔''

امام بخاری فرماتے ہیں کہ: ''حسن اور حمید بن ہلال نے کسی صحابی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔''] ۱۵ / ۷ / ۱۴۲۳ھ

س:......رفع الیدین کے ثبوت پر قولی حدیث پیش کریں؟ (طارق ندیم اوکاڑوی)

ج:......رسول اللہ ﷺ کی سنت و حدیث دلیل و حجت ہے، خواہ قولی ہو، خواہ فعلی و عملی، خواہ تصویبی و تقریری۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾[الاعراف: ۱۵۸][''اور اس کی اتباع کرو، اُمید ہے کہ تم ہدایت پا لو گے۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾[الاحزاب: ۲۱][''تمہارے لیے اللہ کے رسول (ﷺ) بہترین نمونہ ہیں، جو بھی اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہو۔''] اصول فقہ حنفی کی تمام کتب میں رسول اللہ ﷺ کی فعلی و عملی سنت و حدیث کو بھی حجت و دلیل قرار دیا

گیا ہے، پھر فقہ حنفی کی تمام کتب میں رسول اللہ ﷺ کی فعلی و عملی احادیث کو بھی احکام و مسائل کے حجج و دلائل میں پیش کیا جاتا ہے، تو آپ کے سوال میں ''قولی حدیث'' پیش کرنے کا مطالبہ چہ معنی دارد؟ آیا سائل کے نزدیک فعلی و عملی اور تصویبی و تقریری سنت و حدیث دلیل نہیں؟

پھر حنفی لوگ وتروں کی تیسری رکعت میں ''رفع الیدین'' کرتے ہیں، آیا انہیں اس رفع الیدین کی کوئی قولی صحیح حدیث مل گئی ہے؟ نہیں تو اس کو بھی چھوڑ دیں۔ کیونکہ رکوع والے رفع الیدین میں فعلی و عملی احادیث و سنن موجود ہونے کے باوجود وہ یہ رفع الیدین نہیں کر رہے کہ انہیں اس بارہ میں قولی حدیث و سنت نہیں ملی۔ لہٰذا وتروں کی تیسری رکعت والا رفع الیدین بھی چھوڑ دیں۔ کیونکہ اس بارہ میں تو رسول اللہ ﷺ کی نہ قولی حدیث ہے، نہ فعلی و عملی اور نہ ہی تصویبی و تقریری۔ اس سلسلہ میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ رسول اللہ ﷺ سے پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتیں۔ غور فرمائیں رکوع والا رفع الیدین نہ کرنا اور وتروں کی تیسری رکعت والا رفع الیدین کرنا۔ جبکہ صورتِ حال مذکورہ بالا ہو۔ آیا عدل اور انصاف ہے؟ ٢٢ / ٣ / ١٤٢٣ھ

س:...... اس عبارت کا ترجمہ درکار ہے: ((الثابت عن ابن عمر بالاسانید الصحیحة هو انّه کان یرفع عند الافتتاح ، وعند الرفع من الرکوع وعند الرکوع حسبما رواه مرفوعا))
[التعلیق الممجد، ص: ٨٩] یہ لفظ نہ جانے حسبما ہے یا جسما ہے؟ (طاہر ندیم)

ج:...... ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو کچھ صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہے وہ یہی ہے کہ وہ شروع نماز میں، رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے مرفوعا بیان فرمایا ہے۔ یہ لفظ '' حسبما '' ہے '' جسما '' نہیں۔ ٧ / ١ / ١٤٢١ھ

س:...... کیا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی بھی موقع پر رفع الیدین نہ کرنا ثابت ہے؟

(محمد شکیل، فورٹ عباس)

ج:...... امام بخاری رحمہ اللہ الباری نے اپنے رسالہ رفع الیدین میں حمید بن ہلال اور حسن رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ نقل فرمایا اور لکھا ہے کہ انہوں نے کسی ایک صحابی کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ ١٢ / ١٠ / ١٤٢١ھ

س:...... بدائع حدیث کی کون سی کتاب ہے اس کے اندر ایک حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے رفع الیدین کیا تو ہم نے بھی کیا۔ انہوں نے ترک کر دیا تو ہم نے بھی

ترک کردیا۔'' رفع الیدین نہ کرنے والے جو بھی دلائل دیتے ہیں میں نے تقریباً سب کی تحقیق کی وہ تو ضعیف تھے۔ (لیکن بدائع کتاب نہ مل سکی۔) (زوہیب امجد فاروقی، ضلع چکوال)

ج :...... بدائع الصنائع فقہ حنفی کی کتاب ہے۔ باقی جناب کی درج کردہ روایت ''رسول اللہ ﷺ نے رفع الیدین کیا تو ہم نے بھی کیا انہوں نے ترک کردیا تو ہم نے بھی ترک کردیا۔'' پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔ واللہ اعلم۔ ۲۸ / ۱۰ / ۱۴۲۳ھ

س :...... ظہر کی جماعت کھڑی ہے، ایک رکعت گزر چکی ہے تو ایک آدمی آ کر ساتھ ملتا ہے، اب امام تو اگلی ایک رکعت پڑھ کر قعدہ کرے گا اور پھر تیسری رکعت کے لیے رفع الیدین کرے گا، تو کیا وہ مسبوق جس کی ایک رکعت رہ گئی تھی، وہ بھی امام کے ساتھ رفع الیدین کرے گا یا پھر وہ اس وقت کرے گا جب امام کی چوتھی رکعت اور اِس مذکورہ مسبوق کی تیسری رکعت ہوگی؟ تو اب اگر وہ امام کے ساتھ اس کی اقتداء کرتے ہوئے رفع الیدین کرتا ہے، تو اس کی ابھی دوسری رکعت ہے اور رسول اللہ ﷺ تو تیسری رکعت میں کیا کرتے تھے۔ اور اگر وہ رفع الیدین امام کے ساتھ نہیں کرتا ہے تو اقتداءِ امام کا کیا مطلب؟؟ ذرا وضاحت سے جواب ارشاد فرمائیں۔ (محمد ہاشم بن نذیر احمد، فیصل آباد)

ج :...... مسبوق اپنی دو رکعت پڑھ کر جب تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگا تو رفع الیدین کرے گا، کیونکہ حدیث ہے: ''رسول اللہ ﷺ جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو رفع الیدین کرتے۔'' [1] یہ اپنے عموم سے مسبوق کو بھی متناول ہے۔ اقتداء جن امور میں ہے، ان کی وضاحت وصراحت حدیث میں مذکور ہے، ان میں کہیں بھی ((اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ فَارْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ)) نہیں آیا۔ دیکھئے مسبوق ایک رکعت گزر جانے پر دوسری رکعت کے آغاز میں شامل ہو تو وہ رفع الیدین کرے گا، جبکہ امام اس مقام پر رفع الیدین نہیں کرتا، آخر کیوں؟ صرف اس لیے کہ حدیث: ((اِذَا افْتَتَحَ الصَّلاَۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ)) عام ہے اس صورت کو بھی شامل ہے۔

۷ / ۱۲ / ۱۴۲۳ھ

س :...... اکثر لوگ رفع الیدین میں سستی کرتے ہیں، کندھوں سے نیچے تک ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح ہاتھ باندھنے میں بھی سستی کرتے ہیں پہلے سینے پر اور بعد میں ناف پر لے جاتے ہیں۔ (محمد سلیم بٹ)

ج :...... کندھوں کے برابر رفع الیدین کرنے کی حدیث موجود ہے۔ [2] اور کانوں کی کونپلوں تک رفع الیدین

---

[1] بخاری / کتاب الاذان / باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین

[2] بخاری / الاذان / باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولی مع الافتتاح سواء ، مسلم / الصلاۃ / باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبیرۃ الاحرام و الرکوع

کرنے کی بھی حدیث موجود ہے۔ [1] لہٰذا کندھوں کے برابر یا کانوں کی کونپلوں تک رفع الیدین کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں سستی و کاہلی سے کام نہ لیا جائے۔ صحیح ابن خزیمہ وغیرہ میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ سینے پر ہاتھ باندھا کرتے تھے۔'' [2] اس لیے کوتاہی کرتے ہوئے شروع نماز میں سینے پر ہاتھ باندھ کر بعد میں سینے سے نیچے لے جانا درست نہیں۔

٢٥ / ٦ / ١٤٢٣ھ

رکوع کے بعد

س:......کیا رکوع کے بعد ہاتھ دوبارہ باندھنے چاہئیں یا کہ کھلے چھوڑے جائیں؟ سید بدیع الدین شاہ راشدیؒ صاحب نے اس پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ ایک حدیث ہے کہ نماز کے چار فرائض (حالتیں) ہیں۔ قیام، رکوع، سجدہ اور تشہد۔ اگر ہم ہاتھ چھوڑ دیں تو یہ پانچویں حالت ہو جائے گی۔ ایک اور حدیث ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ: ''حضور ﷺ نے رکوع کے بعد اتنی لمبی دعا کی کہ ہم بھول گئے کہ آپ ﷺ نے رکوع کیا ہے یا نہیں؟'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رکوع کے بعد ہاتھ باندھ لیے تھے، اسی لیے انہیں یاد نہ رہا کہ رکوع کیا ہے یا نہیں۔ اگر ہاتھ چھوڑے ہوتے تو پتہ چل جاتا ہے کہ رکوع کر چکے ہیں۔ کیا ان سے ہاتھ باندھنے کا جواز ملتا ہے؟ (محمد ابراہیم)

ج:......رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں جو عام روایت پیش کی جاتی ہے اس سے خاص قیام قبل الرکوع مراد ہے۔ جیسا کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مسند امام احمد والی مفصل روایت سے واضح ہے۔ سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا جواب ان کے بڑے بھائی سید محب اللہ شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی ہی میں دے دیا تھا۔ پانچویں حالت نہیں بنتی یہ قیام ہی میں شامل ہے۔ پھر نماز کے چار فرائض (حالتیں) ہیں۔ قیام، رکوع، سجدہ اور تشہد۔ کوئی آیت نہیں اور نہ ہی کوئی حدیث ہے جس کو بنیاد بنایا جا سکے۔

پھر آپ لکھتے ہیں: ''ہم بھول گئے کہ آپ نے رکوع کیا ہے یا نہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ قول کس کتاب میں ہے؟ حوالہ دیں میرے علم میں نہیں۔

١٣ / ١٠ / ١٤٢١ھ

---

[1] مسلم / الصلاة / باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الاحرام والركوع وفي الرفع من الركوع وأنه لا يفعله اذا رفع من السجود

[2] ابن خزيمة: ١/ ٢٤٣، مسند أحمد: ٥/ ٢٢٦

س:...... ہمارے ایک دوست نے کہا کہ رکوع کے بعد قومہ قیام ہے۔ اس لیے رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے چاہئیں؟ آپ وضاحت فرمائیں۔ (محمد سلیم بٹ)

ج:...... قومہ قیام ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، مگر جس قیام میں رسول اللہ ﷺ ہاتھ باندھتے تھے، وہ قیام قبل الرکوع ہے۔ مسند احمد میں ہے: ((عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ : اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: لَاَنْظُرَنَّ كَيْفَ يُصَلِّيْ قَالَ: فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ، فَكَبَّرَ ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ قَالَ: ثُمَّ اَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِيْنِهِ قَالَ: فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ)) [1] [''وائل بن حجر حضرمی سے ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو دیکھوں گا کیسے پڑھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کیا، اللہ اکبر کہا اور کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائے، پھر بائیں ہاتھ کو دائیں سے پکڑا، پھر جب رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھایا۔'']

ہاتھوں کو چھوڑنا نہ باندھنا اصل ہے، رکوع سے پہلے ہاتھ باندھنے کی دلیل آ گئی ہے۔ اس لیے ہم رکوع سے پہلے ہاتھ باندھتے ہیں۔ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کی دلیل نہیں آئی۔ اس لیے ہم رکوع کے بعد ہاتھ نہیں باندھتے۔

۱۳ / ۱۱ / ۱۴۲۳ھ

س:...... آپ کا ایک رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے بارے میں فتویٰ پڑھا اور دوست احباب کو بھی دکھایا۔ آپ نے حدیث ((اِذَا كَانَ قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ قَبَضَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ)) [2] کے عموم میں تخصیص تو ثابت کر دی، مگر دوست کہتے ہیں نماز میں ہاتھوں کی صرف چار حالتیں احادیث سے ثابت ہیں:

(۱) قیام اول میں سینے پر ہاتھ باندھنا۔ (۲) رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنا یا پکڑنا۔ (۳) سجدہ میں ہاتھوں کو کندھوں یا چہرے کے برابر زمین پر رکھنا۔ (۴) جلسہ اور تشہد میں ہاتھوں کو گھٹنوں یا ران پر رکھنا۔

ان چاروں کے علاوہ اور کوئی حالت نہیں ملی، تو قیام ثانی میں ہاتھوں کو لٹکانے یا چھوڑنے کی کیا دلیل؟

محترم شیخ! اس مسئلہ میں جو عمل سنت سے قریب تر ہو، مع دلیل لکھ بھیجیں آپ کا شاکر رہوں گا۔

(فیضان کمال)

ج:...... رکوع کے بعد قیام میں ہاتھ چھوڑنے نہ باندھنے کی دلیل ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس قیام میں ہاتھ

---

[1] الحدیث: ۳۱۶/۴ [2] النسائی / کتاب الافتتاح / باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰۃ

باندھنے کا ثبوت نہ ہونا۔ دیکھئے نمازِ جنازہ کے اندر میت کے لیے دعاء رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر دعا بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ اب کوئی شخص اگر کہے کہ نمازِ جنازہ سے سلام پھیرنے کے بعد اور دفن سے قبل بھی دعا کرنا چاہئے اور کرے۔ اور دلیل یہ پیش کرے کہ نمازِ جنازہ میں دعاء اور قبر پر دعا ان دو کے علاوہ کوئی حالت نہیں ملی، تو آیا اس کی یہ دلیل صحیح ہوگی؟ نہیں! ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ نہ ملنا دلیل ہے کہ اس مقام پر دعا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ اسی لیے ہم لوگ اس موقع پر دعا نہیں کرتے۔

تو آپ کے ذکر کردہ چار مقاموں پر ہاتھوں کی کیفیت خاص ثابت ہے۔ لہٰذا ان مقاموں میں اس کیفیت خاص کی پابندی کی جائے گی اور رکوع کے بعد والے قیام میں وضع باندھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ لہٰذا ارسال اور چھوڑنے پر عمل کیا جائے گا۔ عام حالات میں چلتے پھرتے، نماز کے علاوہ کھڑے بیٹھے ہم خاص کیفیت وضع والی اختیار نہیں کرتے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت نہیں تو بس اس مقام پر وضع کا ثابت نہ ہونا ارسال کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم۔ ١٢ / ٥ / ١٤٢٤ھ

سجدہ کا بیان

س:...... عرض یہ ہے کہ مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت عاصم بن کلیب عن ابیہ سے مروی ہے: ((دمقت النبی ﷺ فرفع یدیه فی الصلاة حین کبر وفیه ثم اشار بسبابته ثم سجد فکانت یداه حذو اذنیه)) اس کی سند میں کچھ خرابیاں ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں سفیان ثوری مدلس ہے اور عن سے بیان کرتا ہے اور عبدالرزاق اس کو سفیان سے روایت کرنے میں شاذ ہے۔ جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "تمام المنة" میں مفصل بحث کر کے یہ ثابت کیا ہے تو یہ چیز آپ کے گوش گزار کرتا ہوں کہ آپ ہمیں اپنے علم سے مستفید کرتے ہوئے، ان چیزوں کا مفصل جواب لکھ کر بھیج دیں۔

(ثناء اللہ صدیقی، مرکز طیبہ مریدکے)

ج:...... آپ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی بین السجدتین رفع سبابہ والی حدیث بالاختصار لکھ کر فرماتے ہیں: ''اس کی سند میں کچھ خرابیاں ہیں، ایک یہ کہ اس میں سفیان ثوری مدلس ہے اور عن سے بیان کرتا ہے اور عبدالرزاق اس کو سفیان سے روایت کرنے میں شاذ ہے۔ جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے تمام المنه میں مفصل بحث کر کے یہ ثابت کیا ہے۔'' آپ کا کلام ختم ہوا۔ اولاً آپ نے لفظ ''کچھ خرابیاں'' استعمال فرمایا اور بعد میں خرابیاں

صرف دو بیان فرمائی ہیں۔اُردو میں اس کی گنجائش ہے۔

ثانیاً آپ نے یہ خرابیاں تمام المنہ کے ذمہ ڈالیں جبکہ تمام المنہ میں نہ تو سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تدلیس دریں روایت کا تذکرہ ملتا ہے اور نہ ہی عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ کے شذوذ کا۔

جو کچھ شیخ ربانی محدث البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تمام المنہ میں رقم فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے ان ہی کی زبانی اے متعلم حقانی:((الذی أراه...... والله أعلم...... أن الثوری بری ء من هذا الخطأ ، وأن العهدة فيه علی عبدالرزاق ، وذلك لسببين الأول أن عبدالرزاق وإن كان ثقة حافظا فقد تكلم فيه بعضهم ، ولعل ذلك الخ والآخر أنه خالفه عبدالله بن الوليد الخ))

اصول ہے:((وزيادة راويهما مقبولة مالم تقع منافية لما هو أوثق)) اس اصول کی رُو سے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی رفع سبابہ بین السجدتین والی حدیث مقبول ہے۔صحیح یا حسن۔امام ربانی محدث البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبدالرزاق سے اس مقام پر خطا سرزد ہونے کے بزعم خود جو دو سبب ذکر فرمائے ہیں۔ان دو سببوں سے خطا ثابت نہیں ہوتی۔شیخ البانی رحمہ اللہ کی ہی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ((ومسح علی جوربية)) الخ کے الفاظ پر بحث پڑھ لیں آپ کی تسلی ہو جائے گی۔ان شاء اللہ تعالیٰ ١٦ / ٣ / ١٤٢٢ھ

س:......مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: سجدہ میں [1] اعتدال رکھو۔ (پشت ہموار رکھو۔) اور کوئی اپنے ہاتھ زمین پر کتے کی طرح نہ پھیلائے۔

اس حدیث کے تحت حاشیہ میں لکھا ہے۔

سجدہ کی صحیح کیفیت: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں اپنے بازوؤں کو زمین پر نہ لگائے، جیسا کہ کتا زمین پر اپنے بازو بچھالیتا ہے۔البتہ عورت اس حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ ابوداؤد نے مراسیل میں زید بن ابی حبیب سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عورتوں کو نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: اپنے بازوؤں کو زمین پر لگاؤ اور اس مسئلہ میں عورت مرد کی طرح نہیں ہے۔حوالے کے لیے دیکھیں: [2]

محمد عاصم صاحب نے تو بالکل واضح لکھا ہے:

''حنفیہ شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک عورت کے لیے سجدہ میں اپنے پیٹ کو رانوں سے ملانا مسنون ہے۔''

---

[1] بخاری / الاذان / باب لا یفترش ذراعیه فی السجود حدیث: ٨٢٢۔ مسلم / الصلاۃ / باب الاعتدال فی السجود ، حدیث: ٤٩٣]

[2] مشکوٰۃ المصابیح ، جلد اوّل ، ص: ٥٨٥، مترجم و محشی ،استاذ الاساتذہ محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

حوالے کے لیے دیکھیں:[فقه السنّه ، حصه أول ، ص: ۱۸٦، حاشیه نمبر : ۲بحواله الفقه علی مذاهب الاربعة ، ج: ۱ ، ص: ۲٦۲] مطبوعہ اُردو پریس لاہور۔ ۱۹٦۰ء

اشکال :اشکال یہ ہے کہ مشکوٰۃ میں جواوپرتشریح بیان ہوئی ہے کیا احادیث صحیحہ کے حوالہ سے وہ واقعتاً درست ہے اور سجدے کی اس کیفیت کو صحیح اور مسنون کیفیت کہا جا سکتا ہے۔نماز میں عورت اور مرد کے سجدے میں کیفیت کے حوالے سے اہلحدیث علماء کا کیا موقف ہے؟ اس موقف کے حوالے سے اس تشریح کی مناسبت اور موافقت یا مطابقت کیا ہے اور کس طرح سے ہے؟ از راہ کرم اپنی قیمتی معلومات سے راہنمائی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (محمد یوسف نعیم،کراچی)

ج:......افتراش کلب در نماز مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ممنوع ہے۔محشی مشکاۃ کا لکھنا ''البتہ عورت اس حکم سے مستثنٰی ہے، کیونکہ ابوداؤد نے مراسیل میں زید بن ابی حبیب سے روایت کیا ہے۔'' الخ درست نہیں۔ کیونکہ مرسل روایت ضعیف ہوتی ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ یہ تابعی یزید بن ابی حبیب ہیں نہ کہ زید بن ابی حبیب پھر ''عورت کے لیے سجدہ میں اپنے پیٹ کو رانوں سے ملانے کے مسنون'' ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ اس سلسلہ میں جس قدر روایات پیش کی جاتی ہیں۔سب ضعیف وکمزور ہیں۔

[ا:...... نبی ﷺ کے فرمان سے جو سوال میں درج ہے واضح ہوتا ہے کہ نمازی (مرد ہو یا عورت) کو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر دونوں کہنیاں (یعنی بازو) زمین سے اٹھا کر رکھنے چاہیے نیز پیٹ بھی رانوں سے جدا رہے اور سینہ بھی زمین سے اونچا ہو۔میری معزز مسلمان بہنو! اپنے پیارے رسول ﷺ کے ارشاد کے مطابق نماز پڑھو۔آپ مسلمان مردوں اور عورتوں کو یکساں فرماتے ہیں۔سجدے میں اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ اور اپنی دونوں کہنیاں بلند کر۔ [1]

بعض لوگ یہ فضول عذر پیش کرتے ہیں کہ اس طرح سجدے میں بی بی کی چھاتی زمین سے بلند ہو جاتی ہیں جو بے پردگی کی علامت ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کے لیے اوڑھنی کو لازم قرار دیا ہے۔یہ اوڑھنی دورانِ سجدہ بھی پردہ کا تقاضا پورا کرتی ہے۔پھر آج کی کوئی خاتون صحابیات کے مقام کو نہیں پا سکتی۔جب انہوں نے ہمیشہ سنت کے مطابق نماز ادا کی ہے۔تو آج کی خاتون کو بھی اسی راہ پر چلنا چاہیے۔] ۲٦ / ۱۲ / ۱٤۲۲ھ

س:......دونوں سجدوں کے درمیان دونوں پاؤں کھڑے ہوں، انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب ہو، دونوں ایڑیوں

---

[1] مسلم / الصلاۃ / باب الاعتدال فی السجود

پر بیٹھنا کیا یہ مسنون طریقہ ہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......ہاں! بین السجدتین بیٹھنے کا یہ طریقہ بھی مسنون ہے۔ [1] ٦ / ١ / ١٤٢٤ھ

س:......رکوع یا سجدہ میں نبیؐ یہ دعا پڑھتے تھے: ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ)) [2] ''اے ہمارے پروردگار اللہ تو پاک ہے ہم تیری تعریف بیان کرتے ہیں یا الٰہی مجھے بخش دے۔'' یہ دعا کتنی مرتبہ پڑھی جائے؟

ج:......اس تسبیح ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ)) کی تعداد والی کوئی آیت یا حدیث مجھے معلوم نہیں۔

٢٥ / ٦ / ١٤٢٣ھ

س:......رکوع وسجود میں قرآن مجید کی کوئی دعا یہ آیت پڑھی جا سکتی ہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......نہیں! کیونکہ رکوع وسجود میں قرآن پڑھنا منع ہے۔

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! میں رکوع اور سجدے میں قرآن حکیم پڑھنے سے منع کیا گیا ہوں۔ پس تم رکوع میں اپنے رب کی عظمت بیان کرو اور سجدے میں خوب دعا مانگو۔ تمہاری دعا قبولیت کے لائق ہوگی۔

٦ / ١ / ١٤٢٤ھ

س:......رکوع اور سجدہ میں صرف ایک دعا ہی پڑھ سکتے ہیں یا دو تین اکٹھی بھی پڑھ سکتے ہیں؟ (ظفر اقبال)

ج:......رکوع اور سجدہ کے اذکار وادعیہ سے کوئی ایک ذکر ودعاء پڑھ لے فریضہ ادا ہو جائے گا، اگر دو یا تین یا زیادہ اذکار وادعیہ اکٹھے پڑھ لے تو بھی گنجائش ہے، بہتر ہے کہ اذکار وادعیہ جو ثابت ہیں، انہیں مختلف اوقات میں بدل بدل کر پڑھتا رہے، تاکہ تمام ثابت شدہ اذکار وادعیہ عمل میں آتے رہیں۔

٥ / ١١ / ١٤٢٥ھ

س:......سجدہ میں پڑھی جانے والی ادعیہ مختلف الفاظ میں کئی اسناد سے مروی ہیں، تو سوال یہ ہے کہ کیا تمام ادعیہ مأثورہ ایک ہی سجدہ میں پڑھی جا سکتی ہیں یا ایک سجدہ میں ایک ہی دعا بار بار پڑھی جائے گی؟

(محمد ہاشم یزمانی)

ج:......ان ادعیہ کو ایک ہی سجدہ میں جمع کرنا، سب کو پڑھنا، رسول اللہ ﷺ سے تو ثابت نہیں۔ البتہ بعض اہل

---

[1] مسلم / المساجد / باب جواز الاقعاء علی العقبین

[2] بخاری / الاذان / باب الدعاء فی الرکوع ، مسلم / الصلاۃ / باب ما یقال فی الرکوع

[3] مسلم الصلاۃ / باب النہی عن قراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود

علم نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان: ((وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ الخ)) [1] [''اور سجدہ کے اندر دعا میں کوشش کرو۔''] کے پیش نظر اس کی اجازت دی ہے، بہتر ہے ان ادعیہ کو سجدوں میں بدل بدل کر پڑھتا رہے۔

۲۹ / ۷ / ۱۴۲۳ھ

س: ...... ۱ رکوع میں ایک سے زائد مسنون دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

۲ نماز میں سجدہ میں ایک سے زائد مسنون دعائیں اور تسبیح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

۳ رکوع و سجود میں تسبیحات کی طرح کوئی ایک ہی دعا، مثلاً: ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ)) کو صرف ایک ہی بار پڑھنا چاہیے یا بار بار (کئی بار) بھی پڑھا جاسکتا ہے؟

(محمد صدیق، ضلع ایبٹ آباد)

ج: ...... ۱ درست ہے عموم ادلہ اس پر دال ہے۔

۲ جائز ہے ادلہ کے عموم سے ماخوذ ہے۔

۳ '' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ''اور'' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ''کم از کم تین مرتبہ ہیں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: ((وَذٰلِكَ أَدْنَاهُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ)) رکوع و سجود میں ایک ایک مرتبہ پڑھ لے کافی ہے۔ زیادہ دفعہ بھی پڑھ سکتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے: ((يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ الخ))

[ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی رکوع کرے اور اپنے رکوع میں تین مرتبہ '' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ '' کہے اور جب سجدہ کرے تو تین مرتبہ '' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى '' کہے تو اس کا رکوع پورا ہوگیا اور یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ [2] صحیح حدیث ہے اسے امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ مزید تفصیل القول المقبول، ص: ۳۹۶ پر دیکھیں۔]

حذیفہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں فرماتے: '' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ. '' [3]

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے رکوع میں اکثر کہتے تھے: ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ)) ''اے ہمارے پروردگار اللہ! تو پاک ہے، ہم تیری تعریف بیان کرتے ہیں، یا الٰہی مجھے بخش دے۔'' [4]

---

[1] مسلم / كتاب الصلاة / باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود ، ابو داوٗد / كتاب الصلاة / باب ما يقول في ركوعه وسجوده ، النسائي / الافتتاح / باب الامر بالاجتهاد في الدعاء في السجود]

[2] ترمذی / ابواب الصلاة / باب ماجاء في التسبيح في الركوع والسجود ، ابو داوٗد: ۸۸۶، ابن ماجه: ۸۹۰

[3] مسلم / صلاة المسافرين / باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل

[4] بخاری / الاذان / باب الدعاء في الركوع ، مسلم / الصلاة / باب مايقال في الركوع والسجود

نبی کریم ﷺ رکوع میں تین بار پڑھتے تھے: " سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ " اللہ پاک ہے، اس کی تعریف کے ساتھ۔ ❶

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز سے عمر بن عبدالعزیز کی نماز جس قدر مشابہت و مطابقت رکھتی تھی، کسی دوسرے کی نہیں۔ ہم نے ان کے (عمر بن عبدالعزیز کے) رکوع اور سجود کا اندازہ لگایا تو وہ دونوں دس تسبیحات کے برابر تھے۔[نسائی، ابو داود]

حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سجدے میں پڑھتے: " سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰی " میرا بلند پروردگار پاک ہے۔ ❷

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں یہ کہتے تھے: " سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ " فرشتوں اور روح کا رب نہایت پاک ہے۔ ١١ / ٤ / ١٤٢٤ھ

س:...... ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ)) ❹[ابو داؤد، ترمذی] اس کی سند حبیب بن ابی ثابت کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ تاہم اسے حاکم و ذہبی نے صحیح کہا ہے۔[بحوالہ صلوٰۃ الرسول ﷺ صادق سیالکوٹی رحمۃ اللہ] تخریج حافظ زبیر علی زئی۔ کیا یہ روایت صحیح ہے، اگر صحیح نہیں تو پھر کون سی دعاء رسول اللہ ﷺ نماز میں جلسے کی حالت میں پڑھتے تھے؟

(محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:......رسول اللہ ﷺ دو سجدوں کے درمیان ((رَبِّ اغْفِرْلِيْ ، رَبِّ اغْفِرْلِيْ)) پڑھتے۔ ❺

٢٠ / ٧ / ١٤٢١ھ

س:......نماز میں دعا بین السجدتین کی اسنادی حیثیت کیا ہے؟

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْفَعْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ))

" اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور میرے نقصان پورے کر اور مجھے بلندی عطا فرما، مجھے

---

❶ ابو داؤد / الصلوٰۃ / باب مقدار الرکوع والسجود

❷ مسلم / صلاۃ المسافرین / باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل

❸ مسلم / الصلاۃ / باب ما یقال فی الرکوع والسجود

❹ ابو داؤد / ابواب الرکوع والسجود / باب ما یقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ

❺ ابو داؤد / الصلاۃ / باب الدعاء بین السجدتین، ترمذی / الصلاۃ / باب ما یقول بین السجدتین اسے حاکم، ذہبی، نووی اور شیخ البانی رحمہم اللہ اجمعین نے صحیح کہا ہے۔

ہدایت دے، مجھے عافیت سے رکھ اور مجھے روزی عطا کر۔'' [1]

ج:...... شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صفۃ الصلاۃ میں اس دعاء کو نقل کرنے کے بعد تعلیق میں لکھا ہے: ((ابو داوٗد والترمذی و ابن ماجۃ والحاکم وصححہ ووافقہ الذھبی))

س:...... نماز میں رکوع کی تسبیح " سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ " اگر بھول کر سجدہ میں پڑھی جائے اور سجدہ کی تسبیح " سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی " اگر رکوع میں پڑھی جائے تو کیا نماز صحیح ادا ہو جائے گی؟ (محمد یونس شاکر)

ج:...... ہاں! نماز صحیح ادا ہو جائے گی، البتہ اولیٰ و بہتر کے خلاف ہے، جان بوجھ کر ایسا کرنا درست نہیں۔

[رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے رکوع میں تین بار " سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ " کہا اس کا رکوع پورا ہو گیا، مگر یہ کم از کم تعداد ہے اور جس نے سجدہ میں تین بار " سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی " کہا اس کا سجدہ پورا ہو گیا، مگر یہ کم از کم تعداد ہے۔'' [ابو داوٗد ، ابن ماجہ]]

س:...... سجدہ میں جاتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کا کیا حکم ہے؟ (قاسم بن سرور)

ج:...... صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: ((وَلَا یَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی السُّجُوْدِ)) ''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں رفع الیدین نہ کرتے تھے۔'' [2] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں میں رفع الیدین نہیں کیا کرتے تھے۔ ۱۴۲۳/۷/۷ھ

س:...... کیا سجدے میں پڑ کر آدمی اُردو، پنجابی میں دعا کرے یا عربی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی پڑھ سکتا ہے، اور قرآنی دعائیں بھی پڑھ سکتا ہے؟ (حامد رشید، لاہور)

ج:...... سجدۂ نماز میں عربی کے علاوہ کسی بھی زبان میں دعاء بھی نہیں کر سکتا۔ دُرود کا مقام نماز میں پہلا اور دوسرا قعدہ ہے۔ سجدہ و رکوع میں قرآن پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔

[خبردار! میں رکوع اور سجدے میں قرآنِ حکیم پڑھنے سے روکا گیا ہوں۔ پس تم رکوع میں اپنے رب کی عظمت بیان کرو اور سجدے میں خوب دعا مانگو، تمہاری دعا قبولیت کے لائق ہوگی۔] [3] ۱۴۲۴/۴/۲۹ھ

---

[1] ابو داود / الصلاۃ / باب الدعاء بین السجدتین ، ترمذی / الصلاۃ / باب ما یقول بین السجدتین ، السنن الکبریٰ للبیھقی / باب ما یقول بین السجدتین مذکورہ دعاء کے مکمل الفاظ کسی ایک جگہ نہیں ہیں۔ تینوں روایات کے مجموعے سے یہ ثابت ہیں۔

[2] بخاری / الأذان / باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع ، مسلم / الصلاۃ / باب استحباب رفع الیدین حذوا المنکبین مع تکبیرۃ الاحرام والرکوع وفی الرفع من الرکوع وأنہ لا یفعلہ اذا رفع من السجود

[3] مسلم / الصلاۃ / باب النھی عن قراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود

تشہد کا بیان

س:......تورک کرنے کا صحیح طریقہ بتائیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب بیمار ہوئے تو اس وقت تورک کرتے تھے؟ (شاہد سلیم، لاہور)

ج:......تورک کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نمازی آخری قعدہ میں اپنے دائیں قدم کو کھڑا کر لے اور بائیں قدم کو دائیں پنڈلی کے نیچے سے نکال کر زمین پر بیٹھ جائے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ: ''نبی ﷺ جب بیمار ہو گئے تو اس وقت تورک کرتے تھے۔'' ان لوگوں سے ان کے اس دعویٰ کی دلیل طلب فرمائیں، مجھے تو کوئی ایسی بات معلوم نہیں۔ ٦ / ٦ / ١٤٢١ھ

س:......ایک دن نمازِ فجر کی جماعت میں تشہد میں ایک شخص کے دائیں جانب والے شخص نے بایاں پاؤں دائیں جانب نکالا اور بائیں جانب والے شخص نے بھی بایاں پاؤں دائیں جانب نکالا، یعنی تورک کیا۔ سلام پھیرنے کے بعد درمیان والے شخص نے دائیں بائیں جانب والے دونوں شخصوں کو کہا کہ تم دونوں نے مجھے آہ وزار کر دیا ہے۔ پاؤں اُس وقت نکالنا چاہیے جس وقت آدمی اکیلا نماز پڑھے کیا اُس شخص نے جو کچھ کہا ہے، قرآن وحدیث کے مطابق ہے؟ (محمد امین گرجاکھ، گوجرانوالہ)

ج:......صحیح بخاری / كتاب الأذان / باب سنة الجلوس في التشهد میں ہے ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ: ((فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى ، وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْأُخْرٰى ، وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهِ))[''دو رکعتوں میں بیٹھتے تو بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے، جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو بایاں پاؤں آگے کرتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے، پھر اپنی نشست گاہ کے بل بیٹھ جاتے۔'']

تورک کا اکیلے یا امام کے ساتھ خاص ہونا کسی آیت یا ثابت حدیث میں وارد نہیں ہوا، پھر درمیانے قعدہ میں افتراش بھی اسی حدیث میں مذکور ہے، اگر تورک کو غیر مقتدی کے ساتھ خاص کیا جائے، تو افتراش بھی غیر مقتدی کے ساتھ خاص ہوگا۔ واللازم کما تری

باقی اذیت پہنچانا دوسروں کو آہ وزار کرنا درست نہیں، نہ تورک میں اور نہ ہی افتراش میں۔

س:.....تشہد میں بائیں بازو کو تان کر رکھنا اور دائیں میں خم رکھنا کیسا ہے؟ مندرجہ بالا سوالات کا جواب دیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ (محمد ہاشم یزمانی)

ج:.....بحوالہ ابی داؤد اور دارمی مشکاۃ میں ہے: ((عن وائل بن حجر عن رسول اللہ ﷺ قَالَ: ثُمَّ جَلَسَ ، فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى))[الحديث، باب التشهد / الفصل الثانی] [1] [''وائل رضی اللہ عنہ نے کہا پھر آپؐ بیٹھ گئے تو بایاں پاؤں بچھالیا اور بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھا اور دائیں کہنی کو دائیں ران سے اٹھا کر رکھا۔''] ۱۴۲۳/۷/۲۹ھ

س:.....نماز میں تشہد اولیٰ میں دُرود شریف واجب ہے، یا غیر واجب۔ جو امام یا مقتدی قصداً پہلے تشہد میں دُرود نہ پڑھے تو نماز ہو جائے گی؟ (محمد یوسف ڈوگر)

ج:.....اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: ﴿ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ سلام تشہد ہے اور صلاۃ درود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا حکم دیا ہے۔ کتاب وسنت سے پہلے قعدہ میں دُرود کا نہ پڑھنا ثابت نہیں۔ آیت کریمہ اور احادیث کا تقاضا یہی ہے کہ تشہد سلام کے ساتھ صلاۃ دُرود بھی ہو۔ دیکھئے نماز کے علاوہ مختصر سلام کے ساتھ بھی صلاۃ ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ۱۴۲۳/۷/۱ھ

س:..... ہمارے ہاں ایک مولانا ہیں، جن سے میں نے نماز کے تشہد میں دُرود پڑھنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے اور دوسرے تشہد میں یعنی دونوں تشہد میں دُرود پڑھنا لازمی ہے۔ اور اس کا حوالہ انہوں نے نسائی جلد اول کے باب نو رکعات وتر کیسے پڑھتے ہیں وہاں سے دکھلایا۔ میں نے عملاً ایسا کرنا شروع کر دیا، مگر چند ایام کے بعد دوسرے مولانا نے فرمایا کہ پہلے تشہد میں تو دُرود نہیں پڑھنا چاہیے، دلیل کے مطالبے پر انہوں نے مسند احمد کا حوالہ دیا اور وہ حدیث والا صفحہ فوٹو کاپی مجھے دے دیا۔ اب مجھے نہیں علم کہ وہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف۔ اس حدیث میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تشہد کو بیان کیا ہے۔

آپ برائے مہربانی فرما کر بتائیں کہ آیا یہ حدیث درست ہے یا صحیح ہے، یا پھر ضعیف ہے اور اس مسئلہ کا صحیح حل لکھ کر جلد از جلد روانہ کریں۔ میں مسند احمد کا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث کی فوٹو کاپی والا صفحہ بھی آپ کو بھیج رہا ہوں۔ آپ اس کی صحت کے متعلق بھی ضرور تحریر فرمائیں۔

---

[1] ابو داود / کتاب الصلاۃ / باب کیف الجلوس فی التشهد

((عن عبدالله بن مسعود ، قال: عَلَّمني رسولُ الله ﷺ التَشهُّد في وسَطِ الصلاةِ وفي آخرها۔ فكُنَّا نَحفَظُ عن عبدالله حين أخبرنا أن رسول الله ﷺ علَّمه إيَّاه ، قال: فكان يقول إذا جَلَسَ في وَسَطِ الصَّلاةِ وفي آخِرِهَا عَلى وَرِكه اليُسرى:" اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلاَمُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ، وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ، اَلسَّلاَمُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ " قال: ثم إن كَانَ فِيْ وَسْطِ الصلاة نَهَضَ ، حين يَفْرُغ مِنْ تَشَهُّدِهِ ، وَإِنْ كَانَ فِيْ آخِرِها، دَعَا بعد تَشهُّدِهِ بِمَا شَاءَ اللّٰه أن يَدْعُو، ثم يُسَلِّمُ))[صحيح ، وهذا إسناده حسن من أجل ابن إسحاق ۔ وهو محمد ۔ وقد صرح بالتحديث ، فانتفت شبهة تدليسه ، وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين۔ يعقوب: هو ابن ابراهيم بن سعد بن ابراهيم بن عبدالرحمن بن عوف وأخرجه ابن خزيمة (٧٠٢) و (٧٠٨) والطحاوي في شرح معاني الآثار: ٢٦٢/١ من طريق ابن اسحاق ، بهذا الإسناد وقد سلف برقم (٣٦٦٢) من طريق الأعمش ، عن شقيق ، عن ابن مسعود]

(محمد اسلم قاضی بن محمد انور قاضی، سیالکوٹ)

ج:.....آپ نے مسند امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث کی فوٹو کاپی ارسال فرمائی۔ تو اس میں یہ الفاظ آئے ہیں:((فَكُنَّا نَحفَظُ عَنْ عَبدِ اللّٰهِ حِيْنَ أَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ إِيَّاهُ)) اہل علم جانتے ہیں کہ یہ اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ کا کلام ہے، اس کے بعد الفاظ ہیں:((قَالَ: فَكَانَ يَقُوْلُ اِذَا جَلَسَ الخ)) تو اس عبارت میں کان، یقول اور جلس والی ضمیریں اگر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹائی جائیں تو سند متصل بنے گی، روایت صحیح ہوگی، مگر موقوف ہونے کی بناء پر دین میں حجت و دلیل نہیں بن سکتی۔ اور اگر یہ ضمیریں رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹائی جائیں تو روایت مرفوع ہوگی، مگر اسود بن یزید نخعی تابعی رحمہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ سے بیان کرنے کی بناء پر مرسل ہوگی اور مرسل روایت صحیح قول کے مطابق حجت نہیں ہوتی، ضعیف و کمزور ہوتی ہے۔ تو دونوں صورتوں میں یہ روایت درمیانے قعدے میں دُرود نہ پڑھنے کی دلیل نہیں بنتی۔

صحیح ابن خزیمہ کی بطریق عبدالأعلیٰ اسی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ مندرجہ بالا دو تفسیروں میں سے پہلی تفسیر

درست ہے اور یہ روایت موقوف ہے۔ چنانچہ صحیح ابن خزیمہ کی بطریق عبدالاعلیٰ روایت کے الفاظ ہیں: ((عَنْ أَبِيْهِ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَهُ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ: كُنَّا نَحْفَظُهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ كَمَا نَحْفَظُ حُرُوْفَ الْقُرْآنِ الْوَاوَ وَالْأَلِفَ ، فَإِذَا جَلَسَ عَلَى وَرِكِهِ الْيُسْرَى قَالَ: اَلتَّحِيَّاتُ الخ))[١ / ٣٤٨ / ٧٠٢]

پھر اس روایت کو درمیانے قعدے میں دُرود نہ پڑھنے کی دلیل بنایا جائے، تو یہ آخری قعدے میں دُرود نہ پڑھنے کی بھی دلیل بنے گی، کیونکہ اس کے آخر میں یہ عبارت بھی موجود ہے: ((وَإِنْ كَانَ فِيْ آخِرِهَا دَعَابَعْدَ تَشَهُّدِهِ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّدْعُوَ ثُمَّ يُسَلِّمُ)) واللہ اعلم۔

[احادیث میں دُرود کی بڑی فضیلت وارد ہے۔ نماز میں اس کا پڑھنا واجب ہے یا سنت؟ جمہور علمائے کرام اسے سنت سمجھتے ہیں۔ اور امام شافعی اور بہت سے علماء واجب۔ ان کے نزدیک پہلے تشہد میں بھی دُرود پڑھنے کی وہی حیثیت ہے، جو آخری تشہد میں پڑھنے کی ہے۔ تاہم اس سے یہ واضح ہے کہ پہلے تشہد میں دُرود پڑھنا یقیناً مستحب عمل ہے۔ اس کے لیے مختصر دلائل ملاحظہ فرمائیں۔ ایک دلیل یہ ہے کہ مسند احمد میں صحیح سند سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ پر سلام کس طرح پڑھنا ہے؟ یہ تو ہم نے جان لیا (کہ ہم تشہد میں ((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ)) پڑھتے ہیں۔) لیکن جب ہم نماز میں ہوں تو آپؐ پر درود کس طرح پڑھیں؟ تو آپؐ نے درودِ ابراہیمی کی تلقین فرمائی۔ [الفتح الربانی ، ج: ٤ ، ص: ٢٠ ، ٢١] مسند احمد کے علاوہ یہ روایت صحیح ابن حبان، سنن کبریٰ، بیہقی، مستدرک حاکم، ابن خزیمہ میں بھی ہے۔ اس میں صراحت ہے کہ جس طرح سلام نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ یعنی تشہد میں اسی طرح یہ سوال بھی نماز کے اندر درود پڑھنے سے متعلق تھا؛ نبی ﷺ نے درود ابراہیمی پڑھنے کا حکم فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سلام کے ساتھ درود بھی پڑھنا چاہیے۔ اور اس کا مقام تشہد ہے۔ اور حدیث میں یہ عام ہے، اسے پہلے یا دوسرے تشہد کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا ہے۔ جس سے یہ استدلال کرنا صحیح ہے کہ (پہلے اور دوسرے) دونوں تشہد میں جہاں سلام پڑھا جاتا ہے۔ وہاں درود بھی پڑھا جائے۔ اور جن روایات میں تشہد اول کا بغیر درود کے ذکر ہے، انہیں سورۃ احزاب کی آیت: ﴿ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا ﴾ کے نزول سے پہلے محمول کیا جائے گا۔

لیکن اس آیت کے نزول یعنی ۵ ہجری کے بعد جب نبی ﷺ نے صحابہ کے استفسار پر درود کے الفاظ بھی بیان فرما دیئے تو اب نماز میں سلام کے ساتھ صلوٰۃ (درود شریف) کا پڑھنا بھی ضروری ہو گیا۔ چاہے وہ پہلا تشہد ہو

یا دوسرا۔ اس کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ نبی ﷺ (بعض دفعہ) رات کو ۹ رکعات ادا فرماتے، آٹھویں رکعت میں تشہد بیٹھتے تو اس میں اپنے رب سے دعا کرتے اور اس کے پیغمبر پر درود پڑھتے، پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت پوری کر کے تشہد میں بیٹھتے تو اپنے رب سے دعا کرتے اور اس کے پیغمبر پر درود پڑھتے اور پھر دعا کرتے، پھر سلام پھیر دیتے۔ ❶ اس میں بالکل صراحت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی رات کی نماز میں پہلے اور آخری دونوں تشہد میں درود پڑھا ہے۔ یہ اگرچہ نفلی نماز کا واقعہ ہے۔ لیکن مذکورہ عمومی دلائل کی آپ ؐ کے اس عمل سے تائید ہو جاتی ہے۔ اس لیے اسے صرف نفلی نماز تک محدود کر دینا صحیح نہیں ہوگا۔ ❷

اگر کوئی شخص تشہد کے بعد دعا کرنا چاہے تو بھی جائز ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم دو رکعت پر بیٹھو تو التحیات کے بعد جو دعا زیادہ پسند ہو وہ کرو۔'' ❸

اور دعا سے پہلے درود پڑھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا ایک آدمی نماز میں دعا کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے جلدی کی نماز میں پہلے اللہ کی تعریف کرو، پھر نبی ﷺ پر درود بھیجو، پھر دعا کرو۔'' ❹

لہٰذا درمیانی تشہد میں تشہد کے بعد درود اور دعا بھی کی جا سکتی ہے۔ [نمازِ نبویؐ ۱۹۲، ۱۹۳، ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن حفظہ اللہ]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں نے ...... تشہد میں ...... آپ ﷺ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو جان لیا، مگر آپ ﷺ یہ بتائیں کہ ہم آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو آپ ﷺ نے پہلے یا دوسرے تشہد کی قید کے بغیر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ '' اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ....'' [الحدیث] کہا کرو۔ پس اس حدیث میں پہلے تشہد میں بھی آپ ﷺ پر درود پڑھنے کی مشروعیت پر دلیل موجود ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے، انہوں نے کتاب الام میں اس کی صراحت کی ہے۔ اور امام نووی رحمہ اللہ نے مجموعہ (۳/۴۶۰) میں لکھا ہے کہ شافعیہ کے یہاں یہی صحیح ہے۔ اور روضہ (۱/۲۶۳) میں اسی کو اظہر قرار دیا ہے، اور ابن رجب نے طبقات

---

❶ السنن الکبریٰ، للبیہقی، ج: ۲، ص: ۷۰۴، طبع جدید سنن نسائی مع التعلیقات السلفیہ، کتاب قیام اللیل، ج: ۱، ص: ۲۰۲، مزید ملاحظہ ہو: صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ للالبانی، ص: ۱۴۵

❷ تفسیر احسن البیان، سورۃ الاحزاب آیت ۵۶ کا حاشیہ

❸ نسائی / کتاب التطبیق / باب کیف التشہد الاول، حدیث: ۱۱۶۳

❹ ابو داؤد / ابواب الوتر / باب الدعاء حدیث: ۱۴۸۱ اسے حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

الحنابلہ (۱/۲۸۰) میں اسے وزیر ابن ہبیرہ حنبلی کا مذہب مختار بتایا ہے، اور ابن رجب نے خود بھی اس سے اپنی رضا کا اظہار کیا ہے۔ تشہد میں نبی ﷺ پر درود پڑھنے کے بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں، مگر ان میں سے کسی ایک حدیث میں بھی درود کے دوسرے تشہد کے ساتھ خاص ہونے کا ذکر نہیں، بلکہ ساری حدیثیں عام ہیں۔ جو دونوں تشہد کو شامل ہیں۔ پہلے تشہد میں درود پڑھنے سے روکنے والوں کے پاس کوئی ایسی صحیح دلیل نہیں ہے۔ جو حجت بن سکے، اسی طرح جو لوگ تشہد اول میں نبی ﷺ پر درود پڑھتے وقت " اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ " سے زیادہ کچھ کہنا مکروہ سمجھتے ہیں ان کے پاس بھی سنت رسول ﷺ سے کوئی دلیل نہیں، بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ جس نے صرف " **اللھم صل علی محمد** " کہنے پر اکتفا کیا اس نے نبی ﷺ کے فرمان سابق ((قُوْلُوْا: اللھمّ صلی علی محمد وعلی آل محمد...... الخ)) کی بجا آوری نہیں کی۔ [1]

۱۴۲۲/۱/۲۴ھ

س:...... قال العلامة ابو الطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی فی عون المعبود ذهب الشافعی إلی أن الصلوٰة فی القعدة الأخیرة فرض والجمهور علی أنها سنة۔ والمعتمد عندنا الوجوب۔ وفی الحدیث قولوا استدل بذلك علی وجوب الصلاة علیه ﷺ بعد التشهد۔ [کتاب الصلوٰة عون المعبود / باب الصلوٰة علی النبی ﷺ بعد التشهد]

وقال الشیخ عبیدالله المبارکفوری فی مرعاة بعد ذکر دلائل الفریقین والأحوط عندی وجوبها۔ [مرعاة المفاتیح ج: ۳ کتاب الصلوٰة / باب الصلوٰة علی النبی ﷺ]

وقال الامام محمد بن علی بن محمد بن عبدالله الشوکانی فی نیل الأوطار بعد ذکر دلائل الفریقین والحاصل أنه لم یثبت عندی من الأدلة ما یدل علی مطلوب القائلین بالوجوب۔ [نیل الأوطار / باب ماجاء فی الصلاة علی رسول الله ﷺ]

أیها الشیخ بیّن لی فی هذه المسئلة بیانا واضحاً بالدلیل من الکتاب والسنة هل الصلوٰة علی النبی ﷺ بعد التشهد واجب أم لا؟ والأجر عندالله۔))

(محمد مالك، جامعة محمدیة)

ج:...... فقد سألتنی: هل الصلاة علی النبی ﷺ بعد التشهد واجبة أو لا؟ فالجواب بتوفیق الله الوهاب الذی بیده أزمة الصواب أن الصلاة علی النبی ﷺ بعد التشهد

[1] صفة صلاة النبی اردو محمد ناصر الدین البانی، ص: ۲۲۹

واجبة ، والدليل على ذلك قوله تعالى فى سورة الأحزاب: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ وَمَا أخرجه ابن خزيمة فى صحيحه من حديث فضالة بن عبيد الأنصارى: أن رسول الله ﷺ رآى رجلا يصلى لم يحمد الله ، ولم يمجده ، ولم يصل على النبى ﷺ ، وانصرف ، فقال رسول الله ﷺ: عجل هذا۔ فدعاه ، وقال له ولغيره: إذا صلى احدكم فليبدأ بتمجيد ربه والثناء عليه ، وليصل على النبى ﷺ ثم يدعو بما شاء۔ (۱/ ۳۵۱) ومن حديث أبى مسعود عقبة بن عمر والأنصارى: قال: أقبل رجل ، حتى جلس بين يدى رسول الله ﷺ ونحن عنده ، فقال: يا رسول الله أما السلام فقد عرفناه ، فكيف نصلى عليك إذا نحن صلينا فى صلاتنا صلّى الله عليك؟ قال: فصمت حتى أحببنا أن الرجل لم يسأله ، ثم قال: إذا أنتم صليتم على فقولوا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ الحديث (۱/ ۳۵۲) وقد وقع فى بعض الروايات الصحيحة لهذا الحديث: أمرنا الله أن نصلى عليك يا رسول اللهِ فكيف نصلى عليك الخ))

۱۸ / ٦ / ۱٤۲۳ھ

س:......تشہد میں شہادت کی اُنگلی کو کس وقت حرکت دی جائے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر یا جیسے ہی التحیات شروع کریں۔ (حافظ محمد فاروق تبسم)

ج:......تشہد بیٹھتے التحیات شروع کرتے ہی اُنگلی اُٹھالے کیونکہ حدیث میں آیا ہے: ((إِذَا جَلَسَ لِلتَّشَهُّدِ رَفَعَ اِصْبَعَهُ السبابة)) [1] [''جب آپ تشہد کے لیے بیٹھتے تو شہادت کی اُنگلی اُٹھاتے۔''] اور نحو ذلك من الألفاظ، إِلَّا اللّٰهُ پر اُنگلی اُٹھانے کی کوئی آیت یا صحیح حدیث مجھے معلوم نہیں۔ ۱٤۲۱/۳/۲ھ

س:......سری نماز میں جہری اور جہری نماز میں سری قراءت کرنے سے سجدہ سہو ہے یا نہیں؟ (قاسم بن سرور)

ج:......نہیں! ظہر عصر کی نمازیں سری ہیں اور حدیث میں آتا ہے: ((يُسْمِعُنَا الآيَةَ اَحْيَانًا))

[ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ اور کوئی ایک سورت پڑھتے اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھار ہمیں ایک آدھ آیت (بلند آواز سے پڑھ کر) سنا دیتے تھے۔ [2]

---

[1] مسلم/المساجد/باب صفة الجلوس فى الصلاة

[2] صحیح بخاری / الاذان / باب یقرا فی الاخریین بفاتحة الکتاب ، صحیح مسلم / الصلاة / باب القراءة فی الظهر والعصر

س:......کیا ہر فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے گی؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:......فرض نماز کے بعد دعاء رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے قولاً بھی اور عملاً بھی۔ البتہ فرض نماز کے بعد دعاء میں ہاتھ اٹھانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ اس موضوع پر مولانا محمد صفدر صاحب عثمانی حفظہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ کا مطالعہ مفید رہے گا۔ رہی آپ کی درج کردہ نماز ادھوری والی روایت تو وہ کمزور ہے ایسے ہی ((الدعاء مخ العبادۃ)) والی روایت بھی کمزور ہے۔ باقی حدیث ((إِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ)) [1] اور حدیث ''نماز کے بعد دعاء قبول ہوتی ہے۔'' صحیح حدیثیں ہیں اور ان کے مضمون میں کوئی نزاع نہیں، کیونکہ دعاء عبادت ہے اور فرض نماز کے بعد قبولیتِ دعاء کا وقت بھی ہے۔ جو چیز فرض نماز کے بعد ثابت نہیں، وہ ہاتھ اٹھانا ہے نہ کہ دعاء کرنا۔ واللہ اعلم۔ ۲۰ / ۷ / ۱۴۲۱ھ

س:......فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (امین اللہ محمدی)

ج:......فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ البتہ فرض نماز کے بعد دعاء رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے قولاً بھی اور عملاً بھی۔ ۲۳ / ٤ / ۱٤۲٤ھ

نماز کے بعد مسنون اذکار

[۱] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا تمام ہونا تکبیر (اللہ اکبر کی آواز) سے پہچان لیتا تھا۔ [2]

یعنی نبی ﷺ فرض نماز کا سلام پھیر کر اونچی آواز سے اللہ اکبر کہتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام اور مقتدیوں کو نماز سے فارغ ہوتے ہی ایک بار بلند آواز سے ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ)) کہنا چاہیے۔

[۲] حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب اپنی نماز ختم کرتے تو (تین بار) فرماتے:

((اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ)) پھر (یہ) پڑھتے:

((اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ))

''یا الٰہی تو ((اَلسَّلَامُ)) ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے، اے ذوالجلال والاکرام! تو بڑا ہی بابرکت ہے۔'' [3]

---

[1] احمد ، ترمذی ، نسائی ، ابن ماجہ / کتاب الدعاء باب فضل الدعاء

[2] بخاری ، صفۃ الصلوٰۃ (الاذان) باب الذکر بعد الصلاۃ ، حدیث: ۸٤۱ ، ۸٤۲ ومسلم / المساجد / باب الذکر بعد الصلاۃ ، حدیث: ۵۸۳

تنبیہ: دعائے رسول ﷺ میں اضافہ:

جس طرح دعائے اذان میں لوگوں نے اضافہ کر رکھا ہے، اسی طرح اس دعا میں بھی لوگوں نے زیادتی کی ہوئی ہے۔ وہ زیادتی ملاحظہ ہو: ((اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ)) رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہیں۔ آگے: ((وَإِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَأَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ)) کا اضافہ کر رکھا ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ شروع اور اخیر میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ اور درمیان میں خود اپنی طرف سے دعائیہ جملے بڑھا کر حدیث رسول ﷺ میں زیادتی کی ہوئی ہے۔ معاذ اللہ! کیا آپ یہ جملے بھول گئے تھے یا دعا ناقص چھوڑ گئے تھے، جس کی تکمیل امتیوں نے کی ہے؟ اگر کوئی کہے کہ ان بڑھائے ہوئے جملوں میں کیا خرابی ہے، ان کا ترجمہ بہت اچھا ہے، آخر دعا ہی ہے اور اللہ ہی کے آگے ہے؟ گزارش ہے کہ انسان اپنی مادری یا عربی زبان وغیرہ میں جو دعا چاہے اپنے مالک سے کرے، جو نسے جملے چاہے دعا میں استعمال کرے، کوئی حرج نہیں۔ مگر حدیث رسول ﷺ میں اپنی طرف سے الفاظ یا جملے زیادہ کرنے ناجائز ہیں۔ ایسا کرنے سے دین کی اصل صورت قائم نہیں رہتی۔

۳ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔'' میں نے کہا میں بھی آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: (جب تو مجھ سے محبت رکھتا ہے، تو میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ) ہر (فرض) نماز کے بعد یہ (دعا) پڑھنا نہ چھوڑنا:

((رَبِّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ))

''اے میرے رب! ذکر کرنے، شکر کرنے اور اچھی عبادت کرنے میں میری مدد کر۔'' [1]

۴ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد کہتے تھے: ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ))

''اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور تیری روکی ہوئی چیز کوئی عطا کرنے والا نہیں اور دولت مند کو (اس کی) دولت تیرے

---

[1] نسائی (السنن الکبریٰ) کتاب صفۃ الصلاۃ/ باب نوع آخر من الدعاء ح: ۱۲۲۶۔ أبو داؤد / أبواب الوتر/ باب فی الاستغفار، ابوداؤد کی روایت میں (رَبِّ) کی بجائے (اَللّٰهُمَّ) کے الفاظ ہیں۔

عذاب سے نہیں بچا سکتی۔'' ❶

۵ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے:

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ، وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ))

''اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ گناہوں سے رکنا اور عبادت پر قدرت پانا، صرف اللہ کی توفیق سے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں اور ہم (صرف) اسی کی عبادت کرتے ہیں ہر نعمت کا مالک وہی ہے اور سارا فضل اسی کی ملکیت ہے۔ (یعنی فضل اور نعمتیں صرف اسی کی طرف سے ہیں،) اسی کے لیے اچھی تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود (حقیقی) نہیں، ہم (صرف) اسی کی عبادت کرتے ہیں اگر چہ کافر برا منائیں۔'' ❷

۶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان کلمات کے ساتھ اللہ کی پناہ پکڑتے تھے۔ (یعنی انہیں پڑھتے تھے):

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ))

''اے اللہ! میں بزدلی اور کنجوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور اس بات سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ مجھے رذیل عمر (زیادہ بڑھاپے) کی طرف پھیر دیا جائے اور اسی طرح میں دنیاوی فتنوں اور عذابِ قبر سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' ❸

۷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں جو ہر (فرض) نماز کے بعد یہ پڑھے:

---

❶ بخاری/ صفة الصلاة (الأذان) باب الذکر بعد الصلاة۔ مسلم / المساجد/ باب استحباب الذکر بعد الصلاة.

❷ مسلم / المساجد / باب استحباب الذکر بعد الصلاة ، حدیث : ۵۹۲

❸ بخاری الدعوات/ باب الاستعاذة من أرذل العمر و من فتنة الدنیا و من فتنة النار.

((سُبْحَانَ اللّٰهِ)) ۳۳ بار ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ)) ۳۳ بار ((اَللّٰهُ أَكْبَرُ)) ۳۳ بار اور ایک بار ((لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ))

''اللہ (ہر عیب سے) پاک ہے۔ ساری تعریف اللہ کی ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے ساری بادشاہت اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔''

اس کے گناہ بخشے جائیں گے اگر چہ دریا کی جھاگ کے مانند ہوں۔ ❶

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص فرض نماز کے بعد ((سُبْحَانَ اللّٰهِ)) ۳۳ بار ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ)) ۳۳ بار ((اَللّٰهُ أَكْبَرُ)) ۳۴ بار کہے گا وہ نامراد نہیں ہوگا۔ ❷

۸ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر (فرض) نماز کے بعد معوذات پڑھا کروں۔ ❸

معوذات (اللہ کی پناہ میں دینے والی سورتیں) یہ ان سورتوں کو کہتے ہیں جن کے شروع میں ((قُلْ أَعُوْذُ)) کا لفظ ہے، انہیں معوذتین بھی کہا جاتا ہے، یعنی قرآنِ پاک کی آخری دو سورتیں جو حسب ذیل ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ ﴾

[الفلق: ۱۱۳/۱-۶]

''اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔''

''کہو میں پناہ (حفاظت) مانگتا ہوں صبح کے رب کی۔ ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔ اور اندھیری رات کے شر سے جب کہ وہ چھا جائے۔ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے (یعنی جادو، ٹونا کرنے، کرانے والوں کے شر سے۔) اور حاسد کے شر سے جبکہ وہ حسد کرے۔''

❶ مسلم / المساجد / باب استحباب الذكر بعد الصلاة ، حديث: ۵۹۷

❷ مسلم ، ايضاً ، حديث: ۵۹۶

❸ ابو داؤد / ابواب الوتر / باب في الاستغفار ، حديث: ۱۵۲۳، اسے امام حاکم (۲۵۳/۱) ذہبی، ابن خزیمہ اور ابن حبان (حدیث: ۲۳۴۷) نے صحیح کہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿1﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿2﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ﴿3﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿4﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿5﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿6﴾ ﴾

[الناس: ۱۱۴/ ۱ - ۶]

''اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔''

''کہو میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے مالک کی۔ لوگوں کے (اصل) معبود کی۔ اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے۔ جو لوگوں کے سینوں (دلوں) میں وسوسے (اور برے خیالات) ڈالتا ہے۔ خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔''

۹ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے تو اس کو بہشت میں داخل ہونے سے سوائے موت کے کوئی چیز نہیں روکتی۔'' [1]

مطلب یہ ہے کہ آیۃ الکرسی پڑھنے والا موت کے بعد سیدھا جنت میں جائے گا۔

آیۃ الکرسی

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَ لَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾ [البقرۃ: ۲/ ۲۵۵]

''اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے۔ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ وہ اونگھتا ہے، نہ سوتا ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کون اس کے پاس (کسی کی) سفارش کر سکتا ہے؟ وہ جانتا ہے، جو کچھ ان سے پہلے گزرا اور جو کچھ ان کے بعد ہوگا اور لوگ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے (معلوم نہیں کر سکتے) مگر جتنا وہ چاہتا ہے۔ (اتنا علم جسے چاہے دے دیتا ہے۔) اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے اور ان دونوں کی حفاظت اس

[1] نسائی، فی عمل الیوم واللیلۃ ۱۰۰ اسے ابن حبان اور منذری نے صحیح کہا ہے۔

کو تھکاتی نہیں، وہ بلند و بالا، بڑی عظمتوں والا ہے۔''

[''اللہ جو ساری کائنات کی حفاظت کرسکتا ہے کیا وہ ایک انسان یا اس کی کار کی حفاظت نہیں کرسکتا؟ یقیناً کرسکتا ہے، پھر وہ اپنی حفاظت کے لیے جائز اسباب کی بجائے شرکیہ اسباب کیوں اختیار کرتا ہے؟ اس مقصد کے لیے مختلف کڑے اور انگوٹھیاں کیوں پہنتا ہے؟ دھاگے کیوں باندھتا ہے؟ اپنی گاڑی پر جوتے یا چیتھڑے کیوں لٹکاتا ہے؟ او، اللہ کے بندو! آیت الکرسی پڑھو، حفاظت میں رہو، یقیناً اللہ کی حفاظت ہی بہترین حفاظت ہے، جس کا کوئی توڑ نہیں۔'']

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص رات کو سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ لیتا ہے، تو اللہ کی طرف سے اس کے لیے محافظ مقرر کردیا جاتا ہے اور طلوع فجر تک شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔'' [1]

۱۰ ((اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيَ الَّذِيْ جَعَلْتَهٗ لِيْ عِصْمَةً وَأَصْلِحْ لِيْ دُنْيَایَ الَّتِيْ جَعَلْتَ فِيْهَا مَعَاشِيْ ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ ، وَأَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ نِقْمَتِكَ ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْكَ ، لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَآدَّ لِمَا قَضَيْتَ ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ))

''اے اللہ! میرے لیے میرا وہ دین سنوار دے، جس کو تو نے میری حفاظت کا سبب بنایا ہے اور میری دنیا (بھی) سنوار دے، جس میں تو نے میری روزی پیدا کی ہے۔ اے اللہ! میں تیری خوشنودی کے ساتھ تیرے غصہ سے اور تیری معافی کے ساتھ تیرے عذاب سے اور تیرے (کرم کے) ساتھ تیری سزا سے پناہ مانگتا ہوں جو چیز تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جو چیز تو روکے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی دولت مند کو اس کی دولت تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔'' [2]

س :...... الف: صحیح مسلم، باب صلوٰۃ الکسوف میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ: ((ثم (ای بعد الخطبة) رفع یدیه فقال: اللهم هل بلغت)) اور ابونعیم کی روایت عن ثابت البنانی: ((قال ذکر انس ابن مالك وسبعین رجلا من انصار الحدیث وفیه فما رایت رسول الله ﷺ کلما صلی الفداۃ رفع یدیه یدعو علیهم ......))[حلیة الاولیاء للحافظ ابو نعیم الاصبهانی ۱۲۳/۱

---

[1] نسائی / فی عمل الیوم واللیلة (۹۵۹) ابن خزیمہ (حدیث: ۲٤۲٤) نے اسے صحیح کہا۔

[2] نسائی / ۷۳/۳، (حدیث: ۱۳٤۵) اسے ابن حبان (۵۴۱) اور ابن خزیمہ (۷۴۵) نے صحیح کہا ہے۔

۔۱۲۲] وقال: محب الله شاه راشدی: هذا حدیث حسن سے علامہ محبّ اللہ شاہ راشدیؒ مستدل ہیں کہ نماز کے بعد انفرادی واجتماعی دعا مشروع ومجوز ہے۔آپ تبصرہ ووضاحت فرمائیں؟

ج:......صحیح مسلم کی اس صلاۃ کسوف کے بعد خطبہ میں ہاتھ اٹھانے والی حدیث سے فرض نمازوں کے بعد دعاء میں ہاتھ اٹھانے پر استدلال درست نہیں۔اُولاتو اس لیے کہ وہ نماز گرہن کے متعلق ہے اور نماز گرہن میں کئی چیزیں ایسی ہیں، جو دوسری نمازوں میں نہیں۔ثانیاً اس لیے کہ یہ ہاتھ اٹھانا خطبہ میں ہے نہ کہ دعاء میں چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہی ((اَللّٰھم ھل بلغت)) اس بات پر دلالت کر رہے ہیں۔ثالثاً اس استدلال کا تقاضا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد خطبہ بھی دیا جائے اور اس خطبہ میں ہاتھ اٹھا کر ((اللّٰھم ھل بلغت)) بھی کہا جائے،مگر یہ استدلال کرنے والے بھی ایسا نہیں کرتے،آخر کیوں؟

آپ کی پیش کردہ حلیہ والی روایت کے متعلق مولانا محمد صفدر صاحب عثمانی حفظہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب ''فرض نمازوں کے بعد دعاء میں ہاتھ اٹھانے کی تحقیق'' کے صفحہ نمبر:۳۳ اور نمبر۳۴ میں لکھتے ہیں:''اس روایت کو تقریب البغیہ ترتیب احادیث الحلیہ صفحہ۲/ ۳۴۷ میں دیکھا تو اس پر باب یوں باندھا ہے'' قصة بئر معونة ''اور نمبر۲ کے تحت حاشیہ میں تخریج میں'' أخرجه البخاری نمبر: ۴۰۹۰، ومسلم (۴٦۸۱) واللفظ للبخاری'' لکھا ہے۔نیز ملاحظہ ہو ابن ھشام جلد نمبر۲، صفحہ: ۱٦۹ تا ۱۷۹۔ زاد المعاد صفحہ ۲/ ۱۰۹۔ بخاری ۲/ ۵٦۸۔ ۵٦۹۔ ۵۸۵ اور الرحیق المختوم صفحہ ۳۹۸ وغیرہ۔''

مزید لکھتے ہیں:''یہ واقعہ ان ۷۰ قراء کے قتل پر پیش آیا،جن کو بعض لوگوں نے دھوکہ سے لے جا کر راستہ میں شہید کر دیا اور آنحضرت ﷺ نے ان قاتلوں میں سے بعض کے نام لے کر ان پر نماز کے اندر رکوع کے بعد ہاتھ اٹھا کر بد دعاء کی تھی۔نیز ہاتھ اٹھانے کی صراحت مسند احمد ۳/ ۱۳۷ اور سنن کبریٰ،بیہقی ۲/ ۲۱۱ میں ہے،لہٰذا اس کا نماز کے بعد ہاتھ اٹھانے سے کوئی تعلق نہیں۔'' ۲۲ / ۱ / ۱۴۲۴ھ

س:......مسجد کے خطیب صاحب جمعہ کے روز اجتماعی دعا کرواتے ہیں۔لہٰذا میں بھی ان کی معیت میں دعا کرتا ہوں،جبکہ بعض لوگ جب ہم دعا میں مشغول ہوتے ہیں،اپنی جگہ سے سرک جاتے ہیں اور بقیہ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔میں اس صورتِ حال سے پریشان ہوں۔لہٰذا میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں اور یہ بتائیں کہ اجتماعی دعا کن کن مواقع پر کرنی چاہیے اور کیسے کرنی چاہیے۔ (فلک شیر احمد جھاموالہ،ضلع گوجرانوالہ علی پور)

ج:......فرض نماز کے بعد دعاء تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے قولاً بھی اور عملاً بھی۔ البتہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ دیکھئے نماز میں تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک کئی دعائیں آتی ہیں، پڑھی جاتی ہیں، مگر ان میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے، آخر کیوں؟ اسی طرح مسجد میں داخل ہوتے، نکلتے وقت دعاء، گھر میں داخل ہوتے نکلتے وقت دعا اور بیت الخلاء میں داخل ہوتے نکلتے وقت دعاء میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے، آخر کیوں؟ الغرض جن دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، ان میں ہاتھ اٹھائے جائیں اور جن میں ہاتھ اٹھانا رسول اللہ ﷺ سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا ان میں ہاتھ نہ اٹھائے جائیں۔ تفصیل کسی دعاؤں کی کتاب میں دیکھ لیں۔ واللہ اعلم۔ ١٤٢١/٤/٦ھ

س:......ایک مسجد کے اندر نمازیوں نے یہ معمول بنا رکھا ہے کہ ہر نماز کے وقت کوئی نہ کوئی مقتدی امام سے کہتا ہے امام صاحب دعا کرائیں کیا ایسے مقام پر دعا کروانا جائز ہے یا نہیں؟ (محمد ابراہیم محمدی، سیالکوٹ)

ج:......معمول بنانا درست نہیں، کبھی کبھار اتفاقاً کوئی مطالبہ کرے تو ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں، پھر اس کی فرض نماز کے بعد یا قبل کے ساتھ بھی کوئی تخصیص نہیں ان دو اوقات کے علاوہ مطالبہ ہو تو اس وقت بھی آپ ہاتھ اٹھا کر دعاء کر سکتے ہیں۔ ١٤٢٢/٢/٢٧ھ

س:......نماز میں اور نماز کے علاوہ ایسے ایسے شیطانی وسوسے آتے ہیں، جن سے انسان گمراہ ہو سکتا ہے اور اپنے ایمان کا خطرہ محسوس کرتا ہے کہ میں شاید منافق ہو گیا ہوں، حالانکہ کیا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس صورت میں نماز کے علاوہ اور نماز میں کیا پڑھے؟ (حامد رشید)

ج:......معوذات ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت پڑھے۔

[عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذات (سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس) پڑھا کروں۔] [1] [نبی اکرم ﷺ جب رات کو سوتے تو معوذات پڑھتے۔"] [2] ١٤٢٤/٤/٢٩ھ

س:......کیا ﴿ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ [الصّٰفّٰت: ١٨٠ تا ١٨١] نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھنا ثابت ہے؟ (ماسٹر عبدالرؤف)

---

[1] ابو داؤد / ابواب الوتر / باب في الاستغفار

[2] بخاری/ کتاب الدعوات /باب التعوذ والقراءة عند المنام

ج:......حافظ ابن کثیر نے بحوالہ طبرانی نقل فرمایا ہے:((عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَالَ دُبُرَ كُلِّ صَلاَةٍ: ﴿ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ. وَسَلاَمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. ﴾ [''پاک ہے تیرا رب عزت والا اور غلبہ والا اس سے جو وہ وصف بیان کرتے ہیں اور رسولوں پر سلامتی ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''] ثَلاَثَ مَرَّاتٍ فَقَدِ اكْتَالَ بِالْجَرِيْبِ الْاَوْفٰى مِنَ الْاَجْرِ)) [1] [''جو شخص ہر فرض نماز کے بعد تین مرتبہ ان تینوں آیتوں کی تلاوت کرے اسے بھرپور اجر پورے پیمانے سے ناپ کر ملے گا۔''] مگر اس کی سند کا حال مجھے فی الحال معلوم نہیں۔

نماز کی سنتوں کا بیان

س:......جمعرات کو نماز مغرب میں سورۂ کافرون، سورۂ اخلاص والی حدیث کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے اور وہ مغرب کی نماز میں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ (حافظ خالد محمود، رینالہ خورد)

ج:...... یہ دو سورتیں رسول اللہ ﷺ نمازِ مغرب کے بعد والی دو سنتوں [2] اور فجر کی سنتوں میں پڑھا کرتے تھے۔ [آپ ﷺ فجر کی سنتوں کی پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھتے۔] [3] جمعرات کو مغرب کے فرضوں میں ان کا پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ معلول ہے۔

۸ / ۹ / ۱۴۲۳ھ

س:......نماز کی قضاء کے وقت صرف فرض پڑھے یا ساتھ سنتیں بھی ادا کی جائیں؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......فرض بھی پڑھے اور سنتیں بھی پڑھے۔ رسول اللہ ﷺ کی ظہر کے بعد والی سنتیں رہ گئی تھیں، تو آپ نے انہیں عصر کے بعد پڑھ لیا تھا۔ [4]

۲۳ / ٦ / ۱۴۲۳ھ

س:......اگر کوئی ذمہ دار جو بارہ ۱۲ سنتیں ہیں ان کو واجب قرار دیتا ہے، کیا اس کی نافرمانی کرنی صحیح ہے؟

(شاہد سلیم، لاہور)

---

[1] صحیح ترمذی للألبانی / ابواب الصلاۃ / باب ما یقول اذا سلم

[2] نسائی / کتاب الافتتاح / باب القراءۃ فی الرکعتین بعد المغرب

[3] مسلم / صلاۃ المسافرین / باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر

[4] بخاری / مواقیت الصلاۃ / باب ما یصلّی بعد العصر من الفوائت ونحوها

ج:......اس ذمہ دار شخصیت سے یہ کہہ سکتا ہے کہ بارہ سنتیں ہیں، فرض واجب نہیں۔ البتہ ان سنتوں کی ادائیگی میں سستی وکوتاہی نہ کرے، کیونکہ روزِ قیامت فرض نماز کے علاوہ نفل نماز سے فرض نماز کی کمی کوتاہی پوری کی جائے گی۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد [1] میں مذکور ہے۔

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے فرض نمازوں کے علاوہ روزانہ بارہ رکعتیں تطوع پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔''] [2]

چار رکعت ظہر سے پہلے، دو رکعت اس کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد، اور دو رکعت نمازِ فجر سے پہلے۔

٢٤ / ٦ / ١٤٢٣ھ

س:......ایک آدمی نے ظہر کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو کچھ نمازی اور آ گئے انہوں نے باجماعت نماز شروع کی، اب یہ پہلے والا نمازی اس جماعت کے ہوتے ہوئے، ان کے قریب ہی اپنی نمازِ ظہر کی باقی سنتیں ادا کر سکتا ہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......کر سکتا ہے کیونکہ یہ اگر جماعت میں شامل ہو تو یہ جماعت والی نماز اس کے لیے نفل ہے، کیونکہ فرض وہ پہلے باجماعت ادا کر چکا ہے۔ چنانچہ قیام اللیل کے متعلق آتا ہے: ((وَالنَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ وَحْدَهُ، وَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ)) أَوْ كَمَا قَالَ))

[''عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا، سب لوگ متفرق اور منتشر تھے، کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا اور کچھ کسی کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے اس پر عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں، تو زیادہ اچھا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے یہی ارادہ کر کے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا امام بنایا۔''] [3]

٢٣ / ٦ / ١٤٢٣ھ

س:......صبح کی اذان کے بعد سنتوں سے پہلے یا بعد میں نفل وغیرہ پڑھ سکتے ہیں؟ (محمد سرور)

ج:......فجر کی اذان کے بعد فجر کی سنتیں، مسجد کی دو رکعتیں، طواف کی دو رکعتیں اور فوت شدہ وتر یا فرض نماز پڑھ

---

[1] كتاب الصلاة / باب قول النبيّ كل صلاة لا يتمها صاحبها تتم من تطوعه، ترمذی / صلاة باب ماجاء أن اول مايحاسب به العبد يوم القيامة الصلاة

[2] مسلم / صلاة المسافرين / باب السنن الرابتة / قبل الفرائض وبعد هن وبيان عددهن

[3] ترمذی / الصلاة / باب ماجاء فيمن صلى في يوم وليلة اثنتي عشرة ركعة من السنة

[4] بخاری / صلاة التراويح / باب فضل من قام رمضان

سکتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ ان چیزوں پر دلالت کرتی ہیں۔ اور یہ نمازیں منع والی احادیث سے مستثنیٰ اور مخصوص ہیں۔ ٥ / ٥ / ١٤٢٤ھ

س: ......عصر کی نماز کے بعد نفل نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر آدمی نفل نماز پڑھ سکتا ہے تو دلائل سے ثابت کریں؟

(حافظ امین اللہ محمدی، چک چٹھہ)

ج: ......صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ [1] اسی طرح سبب والی نماز بھی عصر کے بعد پڑھ سکتے ہیں۔ مثلاً دخول مسجد کی دو رکعت اور طواف کی دو رکعت۔ عصر کے بعد منع والی احادیث سے یہ نمازیں مستثنیٰ ہیں۔ ٢٣ / ٤ / ١٤٢٤ھ

س: ......((نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ)) [2] [''عصر کے بعد نماز منع ہے سورج غروب ہونے تک اور صبح کے بعد نماز منع ہے سورج طلوع ہونے تک۔''] سوال یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ مسجد میں ان اوقات میں آئے تو کیا کرے یعنی رکعتیں پڑھ لے یا کھڑا رہے؟ اور جس بندے کا یہ روزانہ کا معمول ہو کہ وہ ان اوقات میں درس و تدریس کے لیے مسجد میں جاتا ہے۔ فجر اور عصر کی نماز کے بعد تو وہ اپنا معمول چھوڑ دے یا وہ ان منہی عنہ اوقات میں رکعتیں ادا کر لے بیٹھنے سے قبل؟ (عبداللہ بن ناصر، پتوکی)

ج: ......کچھ نمازیں نہی والی احادیث سے مستثنیٰ ہیں۔ دیکھئے **صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلاۃ باب مایصلی بعد العصر من الفوائت ونحوها** الخ اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ فرض نمازیں نمازِ جنازہ اور اسباب والی نفل نمازیں نہی والی احادیث سے مخصوص و مستثنیٰ ہیں، مسجد کی دو رکعت اور طواف کی دو رکعت بھی ان مخصوص اور مستثنیٰ نمازوں میں شامل ہیں۔ ٢٤ / ١١ / ١٤٢٥ھ

س: ......آپ کہتے ہیں کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز ادا کرنی چاہیے، جبکہ بخاری شریف میں حدیث ہے...... حمران بن ابان سے سنا وہ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا تم ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے، ہم نے آپ ﷺ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا، بلکہ آپ نے اس سے منع کیا۔ یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے سے۔ [بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ] (محمد یونس شاکر)

ج: ......انہوں نے نہیں دیکھا یہ ان کا علم ہے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو یہ دو رکعتیں

---

[1] بخاری / کتاب مواقیت الصلاۃ / باب مایصلی بعد العصر من الفوائت ونحوها

[2] مختصر صحیح مسلم / باب النہی عن الصلاۃ بعد العصر وبعد الصبح عن ابی ہریرہ

پڑھتے دیکھا یہ ان کا علم ہے۔ دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ رہا آپ کا عصر کے بعد نفل نماز پڑھنے سے منع فرمانا تو وہ درست ہے، لیکن اس منع والی حدیث سے جو نمازیں آپ نے عصر کے بعد پڑھیں یا ان کے پڑھنے کی اجازت دی وہ اس حدیث سے مستثنیٰ ہیں منع نہیں۔ تفصیل کے لیے اس فقیر إلی اللہ الغنی کے رسالہ ''تعداد رکعات'' کا مطالعہ فرمائیں۔ ۱۴۲۴/۴/۳۰ھ

س: ......عصر کے بعد نوافل پڑھنا کیسا ہے؟ یعنی سببی بھی نہ ہوں۔ مطلقاً نفلی نماز کا حکم بالتفصیل ذکر فرمائیں؟

(محمد ہاشم یزمانی، جامعہ سلفیہ فیصل آباد)

ج: ......صحیح بخاری، باب مایصلی بعد العصر الخ میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔'' تو ان دو رکعات، قضاء فوائت اور سببی نماز کے علاوہ نماز نفل عصر کے بعد ممنوع ہے۔ واللہ اعلم۔

[سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عصر کے بعد نماز نہ پڑھو، مگر یہ کہ سورج بلند ہو۔''] [1] اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عصر کے بعد نماز کی ممانعت مطلق نہیں ہے۔ ۱۴۲۴/۳/۲۱ھ

س: ......کیا اس دور میں بھی عصر کے بعد دو رکعات پڑھی جاسکتی ہیں اور ان دو رکعات کی ابتدا کب ہوئی۔ کیا یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا والی روایت قابل احتجاج ہے یا نہیں؟

(شاہد محمود)

ج: ......ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صحیح بخاری والی حدیث ((رَکْعَتَانِ لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَدَعُھُمَا سِرًّا وَّلَا عَلَانِیَةً رَکْعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ ، وَرَکْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ)) [2] [''دو رکعتوں کو رسول اللہ ﷺ نے کبھی ترک نہیں کیا۔ پوشیدہ ہو یا عام لوگوں کے سامنے صبح کی نماز سے پہلے دو رکعات اور عصر کی نماز کے بعد دو رکعات۔''] کے پیش نظر یہ بندۂ فقیر إلی اللہ الغنی کہتا ہے، آج بھی عصر کے بعد یہ دو رکعات پڑھی جاسکتی ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے یہ ثابت ہیں اور آپ کا خاصہ بھی نہیں۔

رہا یہ مسئلہ کہ ان دو رکعات کی ابتداء کب ہوئی؟ تو یہ تسلیم کر لینے سے کہ ان کی ابتداء مشغولیت والے واقعہ کے بعد ہوئی۔ آج ان دو رکعات کے پڑھنے کے اثبات کی نفی نہیں ہوتی۔

تو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عصر کے بعد والی جن دو رکعات کے متعلق فرما رہی ہیں: ((لَمْ یَکُنْ

---

[1] ابو داود / الصلاۃ / باب من رخص فیھما اذا کانت الشمس مرتفعۃ

[2] صحیح بخاری / کتاب مواقیت الصلاۃ / باب مایصلی بعد العصر من الفوائت ونحوھا

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ یَدَعُهُمَا سِرًّا وَّلَا عَلَانِیَةً)) اور جن دو رکعات کو وہ خود بھی پڑھا کرتی تھیں وہ دو رکعات اور ہیں۔ اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا مسند احمد وغیرہ والی حدیث میں عصر کے بعد والی جن دو رکعات کو بیان فرماتی ہیں۔ وہ دو رکعات اور ہیں۔ [اور کریب نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعات پڑھیں۔ پھر فرمایا کہ بنو عبدالقیس کے وفد سے گفتگو کی وجہ سے ظہر کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا تھا۔] ❶ ام سلمہ رضی اللہ عنہا والی مذکورہ بالا روایت کو قابل احتجاج تسلیم کیا جائے خواہ نہ۔ پھر تسلیم کی صورت میں ان قضاء دو رکعات کو رسول اللہ ﷺ کا خاصہ قرار دیا جائے، خواہ نہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ((رَکْعَتَانِ لَمْ یَکُنْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ یَدَعُهُمَا سِرًّا وَّلَا عَلَانِیَةً رَکْعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَرَکْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ)) سے ثابت شدہ عصر کے بعد والی دو رکعات پر کوئی زد نہیں پڑتی وہ ثابت ہی ثابت ہیں۔ اور خاصہ بھی نہیں عامہ ہی عامہ ہیں۔

ہاں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ابوداؤد والی روایت بوجہ تدلیس ابن اسحاق کمزور ہے۔ ((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یُصَلِّی بَعْدَ الْعَصْرِ ، وَیَنْهٰی عَنْهَا)) ❷ [" بے شک رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد دو رکعات پڑھتے اور اس سے منع کرتے تھے۔"]

س: ......ظہر اور عصر کی پچھلی دو رکعات میں صرف فاتحہ پڑھنی چاہیے یا اور بھی کوئی سورت ملانی چاہیے؟

(عبدالرحمٰن)

ج: ......ظہر اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت یا چند آیات کو ملانا افضل و بہتر ہے۔

[ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے تھے، تو ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے، اور کبھی ہمیں کوئی آیت سنا بھی دیتے تھے۔ پہلی رکعت بھی لمبی کرتے تھے اور آخری دونوں رکعتوں میں صرف فاتحۃ الکتاب پڑھتے تھے۔ ❸

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ظہر اور عصر میں نبی ﷺ کی قراءت کا اندازہ لگایا کرتے تھے، ہم نے اندازہ لگایا کہ آپ ﷺ ظہر کی پہلی دونوں رکعتوں میں اتنا قیام فرماتے، جتنی دیر میں سورہ الم السجدۃ کی

---

❶ بخاری تعلیقاً / کتاب مواقیت الصلاۃ

❷ ابو داؤد ابواب التطوع ورکعات السنة باب من رخص فیهما اذا کانت الشمس مرتفعة ضعیف سنن ابی داؤد۔ محمد ناصر الدین الألبانی

❸ بخاری ، مسلم ومشکوٰۃ الصلاۃ/باب القراءۃ فی الصلاۃ ۸۲۸/۱۲

تلاوت کی جا سکے اور آخری دونوں رکعتوں میں پہلی دونوں سے نصف کے برابر اور عصر کی پہلی دونوں رکعتوں میں ظہر کی آخری دونوں رکعتوں کے برابر اور عصر کی آخری دونوں رکعتوں میں عصر کی پہلی دو رکعتوں سے نصف۔ ❶

س:...... کیا نفلی نماز جو کہ اکٹھی چار رکعت پڑھی جائے۔ اس کی صرف پہلی دو رکعتوں میں قرات کی جائے یا چاروں رکعتوں میں قراءت کی جائے؟ (محمد یٰسین ولد محمد رمضان، ضلع قصور)

ج:...... چاروں میں قراءت کی جائے گی۔

[عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ اَمَرَنَا نَبِیُّنَا ﷺ اَنْ نَقْرَءَ الْفَاتِحَۃَ وَمَا تَیَسَّرَ

''ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نماز میں فاتحہ اور جو کچھ میسر ہو قرآن میں سے پڑھیں۔'' ❷

((عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ اُنَادِیَ اَنَّہٗ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِقِرَاءَ ۃِ فَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَمَا زَادَ))

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں پکار کر کہوں کہ قراءت کے بغیر نماز نہیں (گو) فاتحۃ الکتاب اور کچھ زائد کی قراءت ہو۔'' ❸

((عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ فِیْ کُلِّ صَلَاۃٍ یُقْرَأُ ، فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ أَسْمَعْنَاکُمْ ، وَمَا أَخْفٰی مِنَّا أَخْفَیْنَا مِنْکُمْ وَإِنْ لَمْ تَزِدْ عَلٰی أُمِّ الْقُرْآنِ أَجْزَأَتْ وَإِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ))

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ہر نماز میں قرآنِ مجید کی تلاوت کی جائے گی۔ جن میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں قرآن سنایا تھا، ہم بھی تمہیں ان میں سنائیں گے اور جن نمازوں میں آپ ﷺ نے آہستہ قراءت کی ہم بھی ان میں آہستہ ہی قراءت کریں گے اور اگر سورۂ فاتحہ ہی پڑھو، تب بھی کافی ہے، لیکن اگر زیادہ پڑھ لو تو اور بہتر ہے۔'' ❹

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَامَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَمْ یَقْرَأْ فِیْھِمَا اِلَّا بِفَاتِحَۃِ

---

❶ مسلم ، مشکوٰۃ ؍الصلاۃ ؍باب القراءۃ فی الصلاۃ ۸۲۹/۱۲

❷ صحیح ابو داؤد / کتاب الصلاۃ / باب من ترك القراءۃ فی صلاتہ

❸ صحیح ابو داؤد / کتاب الصلاۃ باب من ترك القراءۃ فی صلاتہ

❹ مسلم / کتاب الصلاۃ / باب وجوب قراء ۃ الفاتحۃ فی کل رکعت وإنہ إذا لم یحسن الفاتحۃ ولا أمکنہ تعلمھا قرأما تیسر لہ من غیرھا، البخاری / کتاب الأذان / باب القراءۃ فی الفجر ، ابو داؤد / الصلاۃ / القراءۃ فی الظھر

الْكِتَابِ))

''نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور ان میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھی۔'' ❶

((لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَصَاعِدًا)) ''نہیں نماز اس شخص کی جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے یا اس سے زیادہ۔'' ❷

یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سورۂ فاتحہ سے زائد قراءت فرض نہیں، بلکہ مستحب ہے۔ ❸

۱۴۲۴/۴/۲۱ھ

س:...... ①چار رکعت نماز اکٹھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ یا دو، دو کر کے ادا کریں؟ نیز نوافل میں زیادہ ثواب کس صورت کے پڑھنے سے ملتا ہے؟

② کیا کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر نماز ادا کرنے کا ثواب برابر ملتا ہے؟

③ وتر پڑھنے کا درست اور مکمل طریقہ واضح فرما دیں؟ دعائے قنوت کے وقت دعا کی طرح ہاتھ اٹھائے جائیں یا باندھے جائیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟ (جاوید احمد)

ج:...... ① نفل نماز چار چار رکعت اور دو دو رکعت دونوں طرح پڑھنا درست ہے۔ خواہ نفل نماز رات کی ہو، خواہ دن کی کیونکہ دونوں طرح رات اور دن میں پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، البتہ دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى)) ❹

② نفل نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے کی بنسبت نصف ہے۔ ❺ البتہ رسول اللہ ﷺ کو بیٹھ کر پڑھنے میں بھی اجر وثواب پورا ملتا تھا، جیسا کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث میں بصراحت بیان ہوا ہے۔

[''عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ سے کسی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بیٹھے ہوئے نماز پڑھنا آدھی نماز کے برابر ہے تو میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو پایا کہ آپ ﷺ بیٹھے نماز پڑھ رہے ہیں اور میں نے

---

❶ رواه ابن خزيمة بحواله تحفة الأحوذى / ابواب الصلاة باب ماجاء فى تحريم الصلاة وتحليلها عون المعبود ، كتاب الصلاة / باب من ترك القراءة فى صلاته بفاتحة الكتاب

❷ مسلم / كتاب الصلاة / باب وجوب قراءة الفاتحة فى كل ركعة وانه اذا لم يحسن الفاتحة ولا أمكنه تعلمها قرأ ما تيسر له من غيرها

❸ عون المعبود / كتاب الصلاة / باب من ترك القراءة فى صلاته بفاتحة الكتاب

❹ سلسلة الأحاديث الصحيحة ۷۹/۳ ❺ بخارى كتاب تقصير الصلاة / باب صلاة القاعد

آپ کے سر پر ہاتھ رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ہے اے عبداللہ! میں نے کہا کہ مجھے پہنچا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں بیٹھ کر نماز پڑھنا، آدھی نماز کے برابر ہے اور آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں سچ ہے، مگر میں تم لوگوں کے برابر نہیں ہوں۔''] ❶

۳۔ تین وتر پڑھنے کے دو طریقے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں:

۱۔ تین وتر ایک سلام سے پڑھے جائیں۔ دوسری رکعت پہ تشہد نہ بیٹھا جائے۔ مستدرک حاکم میں ہے: ((يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يَقْعُدُ إِلَّا فِي آخِرِ هِنَّ)) رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے صرف ان کے آخر ہی میں بیٹھتے۔

۲۔ تین وتر دو سلام کے ساتھ پڑھے جائیں۔ دو رکعت پر التحیات، درود اور دعائیں پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے اور ایک رکعت الگ سے ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائے۔ صحیح مسلم میں ہے، رسول اللہ ﷺ رات کے وقت گیارہ رکعات پڑھتے، ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے تو واضح ہے، آخر میں ایک رکعت رہ جائے گی جو الگ سلام سے پڑھی جائے گی۔ ❷ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک رات میں اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرا تو اس رات رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت پڑھیں، پھر دو رکعت اس طرح چھ دفعہ انہوں نے ذکر فرمایا، پھر وہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے وتر پڑھا جبکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی فرماتے ہیں اس رات آپ ﷺ نے تیرہ رکعات پڑھی تھیں، تو لامحالہ ایک وتر آپ نے ایک الگ سلام کے ساتھ پڑھا تھا۔ ❸

دعائے قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، البتہ قنوت نازلہ میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر حدیث میں ملتا ہے۔

س: ......ظہر کے فرضوں کے بعد چار رکعت اور عشاء کے فرضوں کے بعد چار رکعت نماز کی دلیل پیش فرمائیں؟

(محمد بشیر بورے پیارے)

ج: ......ظہر کے فرضوں کے بعد چار رکعات کی حدیث ابوداؤد میں موجود ہے۔ عشاء کے فرضوں کے بعد چار رکعات کی حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے۔

[ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ظہر (کے فرضوں) سے پہلے چار

---

❶ مسلم / كتاب صلوٰة المسافرين / باب جواز النافلة قائما و قاعدا او فصل بعض الركعة قائما وبعضها قاعداً

❷ مسلم / صلاة المسافرين / باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ فى الليل

❸ بخاری / كتاب الوضوء / باب قراءة القرآن بعد الحدث وغيره ، كتاب الأذان / اذا قام الرجل عن يسار الامام فحوّله الامام الى يمينه لم تفسد صلاتهما

رکعتوں کی اور ظہر کے بعد چار رکعتوں کی حفاظت کرے گا۔ (یعنی انہیں ہمیشہ پڑھے گا) تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرما دے گا۔ [1]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے پاس گزاری۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات میں ان ہی کے گھر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز مسجد میں پڑھی، پھر گھر تشریف لائے اور چار رکعت پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ [2] ٢٥ / ١٠ / ١٤٢٣ھ

س: ......صبح کی جماعت کروانے کے لیے کیا امام کو پہلے دو سنت ادا کرنا ضروری ہے یا وہ بھی جماعت کے بعد سنت ادا کر سکتا ہے۔ جبکہ جماعت کا وقت بھی اوپر ہو رہا ہو؟ (ظفر اقبال، نارووال)

ج: ......ہاں درست ہے، مگر بہتر یہی ہے کہ امام صاحب جماعت کروانے سے پہلے سنتیں پڑھ لیں، کیونکہ ان کو امامت والا امتیاز حاصل ہے، مقتدیوں کو کہہ سکتے ہیں مجھے سنتیں پڑھ لینے دو۔

٢٠ / ١٢ / ١٤٢٢ھ

س: ......ایک آدمی کی نماز تہجد رہ جاتی ہے، جب فجر کی اذان ہوتی ہے تو اس کی آنکھ کھلتی ہے، فجر کی اذان کے آدھا گھنٹہ بعد فجر کی جماعت ہوتی ہے کیا اس وقت وہ آدمی اپنی نماز تہجد ادا کر سکتا ہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج: ......نہیں وہ سورج طلوع ہونے کے بعد زوالِ آفتاب سے قبل بارہ رکعات پڑھے۔ [3] ٦ / ١ / ١٤٢٤ھ

نمازِ سفر

س: ......(١) ایک شخص کسی مدرسہ میں استاد ہے، رہائش سمیت تمام سہولیات میسر ہیں۔

(٢) ایک خطیب اور امام مسجد میں عرصہ آٹھ سال سے مقرر ہے، رہائش بھی مسجد کے مکان میں ہے، جبکہ اس کا اصلی گھر کسی اور جگہ ہے۔

(٣) ایک غیر ملکی طالبِ علم کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آیا ہے، آٹھ سال سے زیر تعلیم ہے۔

(٤) ایک شخص کو حکومت نے کسی عہدے پر مقرر کیا ہے وہ عرصہ پانچ سال سے وہاں ذمہ داری ادا کر رہا ہے۔

(٥) ایک تاجر گھر سے باہر کسی دوسرے شہر میں تجارت کر رہا ہے کئی سالوں سے وہاں مشغول ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد / ابواب صلاۃ السفر / باب الاربع قبل الظهر وبعدها، سنن ترمذی أیضاً

[2] بخاری کتاب العلم / باب السمر فی العلم

[3] ترمذی / ابواب الصلاۃ / باب اذا نام عن صلاته بالليل صلى بالنهار

(۶) ایک شخص دوسرے ملک میں کام کرتا ہے وہ پانچ سال بعد گھر آتا ہے۔

(۷) ایک استاد یا طالب علم بمع اہل وعیال کسی مدرسہ یا کالج میں رہ رہا ہے ایک یا دو ماہ کے بعد گھر جاتا ہے۔

یہ لوگ اپنی ملازمت، تجارت، تعلیم وتعلم اور مسئولیت والی جگہ پر نمازِ قصر ادا کریں یا پوری پڑھیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (محمد اسلم برق، بہاولپور)

ج:......آپ کے سوال لکھنے میں تو سات ہیں، مگر دو باتوں کو خوب سمجھ لینے سے ان ساتوں سوالوں کے جواب واضح ہوجاتے ہیں وہ دو باتیں یہ ہیں: (۱) مسافت سفر۔ (۲) مدت قصر۔ اس لیے نیچے ان دو چیزوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے بتوفیق اللہ تبارک وتعالیٰ وعونہ۔

❋ مسافت قصر تین فرسخ ہے۔ سید سابق رحمہ اللہ تعالیٰ فقہ السنۃ میں لکھتے ہیں: ((روی احمد ، ومسلم و أبو داود ، والبیهقی عن یحیی بن یزید قال: سألت أنس بن مالك عن قصر الصلاة ، فقال أنس: كان النبی ﷺ إذا خرج مسیرة ثلاثة أمیال أوفراسخ یصلی ركعتین۔ قال الحافظ ابن حجر فی الفتح: وهو أصح حدیث ورد فی بیان ذلك ، وأصرحه۔ والتردد بین الأمیال والفراسخ یدفعه ما ذكره أبو سعید الخدری قال: كان رسول الله ﷺ إذا سافر فرسخا یقصر الصلاة: رواه سعید بن منصور ، وذكره الحافظ فی التلخیص وأقره بسكوته عنه))[(۲۸٤/۱) ۱]

[''احمد مسلم ابوداؤد اور بیہقی نے یحییٰ بن یزید سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں میں نے اُنس بن مالک سے نمازِ قصر کے متعلق سوال کیا۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب نبی ﷺ تین میل یا تین فرسخ کی مسافت پر نکلتے تو دو رکعت پڑھتے۔ [1]

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں اس کی وضاحت میں صحیح ترین روایت یہی ہے رہا میل اور فرسخ کا تردد تو یہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس صحیح حدیث سے ختم ہوجائے گا۔ وہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ ایک فرسخ (۳ میل) کے سفر پر نکلتے تو نماز قصر کرتے۔ [2] اس روایت کو سعید بن منصور نے اور حافظ ابن حجر نے التلخیص الحبیر میں ذکر کیا ہے اور اس پر اپنے سکوت سے صحت کی تصدیق کی ہے۔

---

[1] مسلم / صلاۃ المسافرین / باب صلاۃ المسافرین وقصرها۔ سنن ابی داؤد ، حدیث: ۱۲۰۱

[2] مصنف ابن ابی شیبة : ٢٤٤]

اس سے آگے استاذ محترم حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری نے شیخ البانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے وضاحت کی ہے کہ ایک فرسخ (تین میل) والی روایت صحیح نہیں ہے۔]

قال الشيخ الألباني رحمه الله تعالى: لقد اغتر المؤلف بسكوت الحافظ عليه ، وسبقه إلى ذلك الصنعاني فى سبل السلام ، والشوكاني فى السيل الجرار (۳۰۷/۱) وأما فى نيل الأوطار فقد شك فى صحته فقال عقبه (۱۷٦/۳): أورده الحافظ فى التلخيص ولم يتكلم عليه ، فإن صح كان الفرسخ هو المتيقن ، ولا يقصر فيمادونه إذا كان يسمى سفراً لغة أو شرعا

وأقول: أنى له الصحة ، وفيه أبوهارون العبدى ، قال الحافظ فى التقريب: متروك ، ومنهم من كذبه۔ وقد خرجت الحديث فى الإرواء (۱۵/۳) من رواية جمع من المصنفين عنه فليرجع إليه من شاء

وفي ذلك ما يؤكده أنه لا يجوز الاغترار بسكوت الحافظ عن الحديث ، وأن ذلك لا يعني ثبوته عنده ، حتى ولو كان ذلك فى الفتح على أنه أنظف مصنفاته من الأحاديث الضعيفة ، ولعله من أجل ذلك لم يورد هذا الحديث فيه ، والله أعلم۔ اھ [تمام المنة: ۳۱۹]

وقال فى الإرواء: وأما حديث أنس فهو من رواية يحيى بن يزيد الهنائى قال: سألت أنس بن مالك عن قصر الصلاة ،فقال: كان رسول الله ﷺ إذا خرج مسيرة ثلاثة أميال أو ثلاثة فراسخ (شعبة الشاك) صلى ركعتين۔ أخرجه مسلم (۱٤٥/۲) وأبو عوانة (۳٤٦/۲) وأبو داؤد (۱۲۰۱) وابن أبى شيبة (۱۰۸/۲ / ۱-۲) والبيهقى (۱٤٦/۳) أحمد (۱۲۹/۳) وزاد بعد قوله: عن قصر الصلاة۔ قال: كنت أخرج إلى الكوفة فأصلى ركعتين حتى أرجع۔ وهى رواية للبيهقى، وإسنادها صحيح۔ اھ

ثم ذكر حديث أبى سعيد الخدرى الذى فى إسناده أبو هارون العبدى المتروك، ثم قال: فالعمدة على حديث أنسٍ ، وقد قال الحافظ فى الفتح (٤٦۷/۲): وهو أصح حديث ورد فى بيان ذلك وأصرحه، وقد حمله من خالفه على أن المرادبه المسافة التى يبتدأ منها القصر ، لاغاية السفر ، ولا يخفى بعد هذا الحمل مع أن البيهقى (قلت: وكذا أحمد)

ذكر في روايته من هذا الوجه أن يحيى بن يزيد رواه عن انس قال: سألت أنسا عن قصر الصلاة ، وكنت أخرجه إلى الكوفة ، يعني من البصرة فأصلي ركعتين حتى أرجع ، فقال أنس: فذكر الحديث۔

فظهر أنه سأله عن جواز القصر في السفر لاعن الموضع الذي يبتدأ القصر منه۔ ثم ان الصحيح في ذلك أنه لا يتقيد بمسافة ، بل بمجاوزة البلد الذي يخرج منها۔ ورده القرطبي بأنه مشكوك فيه فلا يحتج به ، فإن كان المراد به أنه لا يحتج به في التحديد بثلاثة أميال فمسلم لكن لا يمتنع أن يحتج به في التحديد بثلاثة فراسخ فإن الثلاثة أميال مندرجة فيه ، فيؤخذ بالأكثر احتياطا۔ الخ (١٤/٣ - ١٥)

يقول النور فوري: لاريب أن الشرع يأمرنا بطرح الشك ، والأخذ باليقين وودع مايريب إلى مالا يريب قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَـٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا ﴾[بني اسرائيل: ٣٦][''جس بات کی تجھے خبر نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔''] ولا ريب أن شك شعبة في حديث أنس رضي الله عنه إنما هو في ثلاثة أميال ، لافي ثلاثة فراسخ ، فالمتيقن في الحديث هو أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كان إذا خرج مسيرة ثلاثة فراسخ صلى ركعتين۔

تو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی صحیح مسلم اور دیگر کتب والی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت ہوا کہ مسافت قصر تین فرسخ ہے تو تین فرسخ سے کم مسافت والے سفر میں نماز قصر کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ رہے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کچھ آثار تو وہ حجت و دلیل نہیں۔ کیونکہ موقوفات دین میں حجت و دلیل نہیں، اگر کوئی صاحب فرمائیں کہ یہ آثار حکماً مرفوع ہیں تو ان کی یہ بات درست نہیں، کیونکہ اس مقام پر اجتہاد کو دخل ہے۔ نیز وہ آثار ایک دوسرے سے متعارض ہیں۔ دو بنیادی باتوں سے پہلی بات مسافت قصر والی مکمل ہوئی۔ دوسری بات مدت قصر والی مندرجہ ذیل ہے:

۲۔ مسافر آدمی دوران سفر کسی مقام پر چار روز یا چار روز سے کم مدت اقامت کا ارادہ بنا کر ٹھہرے تو قصر کرے اور اگر کسی مقام پر چار روز سے زائد مدت اقامت کا ارادہ بنا کر ٹھہرے تو اس مقام پر پہنچتے ہی نماز پوری پڑھے۔ قصر نہ کرے، کیونکہ دورانِ سفر چار روز سے زائد مدت اقامت کا ارادہ بنا کر ٹھہرنے کی صورت میں نماز قصر کرنا

رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ چار ذوالحجہ صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ مکہ معظّمہ پہنچے رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ ہم نے آٹھ تاریخ کو مکہ معظّمہ سے منیٰ روانہ ہونا ہے، تو یہ چار دن کا عرصہ رسول اللہ ﷺ ارادہ بنا کر مکہ مکرمہ میں ٹھہرے اور نماز قصر کرتے رہے۔ رہے آپ کے دیگر اسفار تو ان میں آپ کی کسی مقام پر مدت اقامت ارادۂ اقامت بنا کر تھی۔

کسی نص سے ثابت نہیں ظواہر بھی اس چیز پر دلالت نہیں کرتے۔ بعض اہل علم نے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، مگر وہ کوئی ایک بھی پتے کی بات بیان نہ فرما سکے۔

رہی مسافر کے تر ددوالی صورت کہ آج واپس چلا جاتا ہوں، کل واپس چلا جاؤں گا تو اس صورت میں عام علماء کرام یہی فرماتے ہیں کہ مدت مقرر نہیں چاہے مہینہ ٹھہرا رہے۔ چاہے سال قصر کرتا رہے، مگر رسول اللہ ﷺ کا ایسی صورت میں بیس دن سے زیادہ ٹھہرنا ثابت نہیں۔ اب تر ددوالی صورت میں رسول اللہ ﷺ بیس دن سے زیادہ کسی مقام پر ٹھہرتے تو قصر کرتے یا پوری پڑھتے، اس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں۔ اس لیے تر ددوالی صورت میں بھی مسافر کو اگر کسی مقام پر بیس دن سے زیادہ عرصہ ٹھہرنا پڑے تو بیس دن کے بعد نماز پوری پڑھے، قصر نہ کرے۔

باقی آیت کریمہ: ﴿ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ط ﴾[النساء: ١٠١][''جب تم سفر پر جا رہے ہو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں، اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔''] کے عموم واطلاق کو پیش نظر رکھ کر مسافت قصر اور مدت قصر کو ختم کرنا درست نہیں۔

اولا یہ آیت کریمہ صلاۃ خوف اور قصر ہیئت وکیفیت کے متعلق ہے، قصر کمیت وعدد کے متعلق نہیں۔ صاحب أضواء البیان لکھتے ہیں: ((قال بعض العلماء: المراد بالقصر فی قوله: أن تقصرو۔ فی هذه الآية قصر كيفيتها لا كميتها ، ومعنى قصر كيفيتها: أن يجوز فيها من الأمور مالا يجوز فی صلاة الأمن۔ كأن يصلی بعضهم مع الإمام ركعة واحدة ويقف الإمام حتى يأتی البعض الآخر فيصلی معهم الركعة الأخرى ، وكصلاتهم ايماء رجالا وركبانا وغير متوجهين إلى القبلة ، فكلّ هذا من قصر كيفيتها ، ويدل على أن المراد هو هذا القصر من كيفيتها قوله تعالىٰ بعده يليه مبينا له: وإذا كنت فيهم فأقمت لهم الصلاة الخ۔))

اس کے بعد صاحب اضواء البیان فرماتے ہیں:((وعلى هذا التفسير الذى دل له القرآن فشرط الخوف فى قوله: إن خفتم أن يفتنكم الذين كفروا معتبر أى وإن لم تخافوا منهم أن يفتنوكم فلا تقصروا من كيفيتها ، بل صلوها على أكمل الهيئات كما صرح به فى قوله: فإذا اطمأننتم فأقيموا الصلاة ، وصرح باشتراط الخوف أيضا لقصر كيفيتها بأن يصليها الماشى والراكب بقوله: فإن خفتم فرجالا أو ركبانا۔ ثم قال: فإذا أمنتم فاذكرو الله كما علمكم۔ الآية يعنى فإذا أمنتم فأقيموا صلاتكم كما أمرتم بركوعها وسجودها ، وقيامها وقعودها على أكمل هيئة وأتمها ، وخير ما يبين القرآن القرآن ، ويدل على أن المراد بالقصر فى هذه الآية القصر من كيفيتها كما ذكرنا أن البخارى صدر باب صلاة الخوف......الخ)) اس کے بعد لکھتے ہیں:((ويؤيده أيضا أن قصر عددها لا يشترط فيه الخوف الخ)) پھر اس کے بعد فرماتے ہیں:((وأصرح من ذلك دلالة على هذا ماروا‌ه الإمام أحمد حدثنا وكيع و سفيان و عبدالرحمٰن بن أبى ليلى عن عمر رضي الله عنه قال: صلاة السفر ركعتان ، وصلاة الأضحى ركعتان ، وصلاة الفطر ركعتان ، وصلاة الجمعة ركعتان تمام غير قصر على لسان محمد صلى الله عليه وسلم الخ)) اس کے بعد لکھتے ہیں:((فاعلم أن ابن كثير بعد أن ساق الحديث عن عمر ، وابن عباس ، وعائشة قال مانصه:

وإذا كان كذلك فيكون المراد بقوله: فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلاة۔ قصر الكيفية كما فى صلاة الخوف ، ولهذا قال: إن خفتم أن يفتنكم الذين كفروا۔ الآية ، ولهذا قال بعدها: وإذا كنت فيهم فأقمت لهم الصلاة۔ الآية فبين المقصود من القصر ههنا ، وذكر صفته وكيفيته۔ اهـ محل الغرض منه بلفظه وهو واضح جدا فيما ذكرنا وهو اختيار ابن جرير۔ وعلى هذا القول فالآية فى صلاة الخوف ، وقصر الصلاة فى السفر عليه مأخوذ من السنة ، لامن القرآن۔ اهـ))[١/٣٩٩ - ٤٠٥]

ثانیاً اس آیت کریمہ سے مراد قصر کمیت وعدد ہی ہے، جیسا کہ ایک گروہ کی تفسیر ہے صاحب أضواء البیان ہی لکھتے ہیں:((إن المراد بالقصر فى قوله: أن تقصروا هو قصر الصلاة فى السفر الخ)) اس تفسیر کے دلائل بیان فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:((فهذا الحديث الثابت فى صحيح مسلم وغيره يدل على

أن يعلى بن أمية ، وعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما كانا يعتقدان أن معنى الآية قصر الرباعية فى السفر ، وأن النبى صلی اللہ علیہ وسلم أقر عمر على فهمه لذلك ، وهو دليل قوى ، ولكنه معارض بما تقدم عن عمر من أنه قال: وصلاة السفر ركعتان تمام غير قصر على لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، ويؤيده حديث عائشة ، وحديث ابن عباس المتقدمان ، وظاهر الآيات المتقدمة الدالة على أن المراد بقوله: أن تقصروا من الصلاة۔ قصر الكيفية فى صلاة الخوف كما قدمنا۔ والله أعلم۔ ا ھ))[۱ / ٤٠٦ ـ ٤٠٧]

مگراس کے عموم واطلاق کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے ساتھ تخصیص وتقیید ہوچکی ہے، چنانچہ مسافت قصر اور مدت قصر کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پہلے بیان ہو چکا ہے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول عموم و اطلاق کی تخصیص وتقیید کرتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی عموم واطلاق کی تخصیص وتقیید کرتا ہے۔ دیکھئے:((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِی هٰذَا ، ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) [1] [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' جوشخص میرے وضوء کی طرح وضوء کرے، پھر دو رکعتیں پڑھے اور توجہ نماز کی طرف رکھے، تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔''] کے عموم واطلاق کے پیش نظر کوئی شخص عیدوالے دن عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے یا بعد دو رکعت نماز پڑھے، تو ہم اس کو نہیں پڑھنے دیں گے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل عیدوالے دن عیدگاہ میں صرف نماز عید پڑھنا ہے۔ پہلے یا بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہیں پڑھی۔ [2]

پھر دیکھئے میت کے لیے دعاء کی نصوص کے عموم واطلاق کے پیش نظر کوئی شخص یا کچھ اشخاص نماز جنازہ سے سلام پھر جانے کے بعد اسی مقام پر بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر میت کے لیے دعاء کریں تو ہم کیوں روکتے ہیں۔ اسی لیے کہ ایسا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ لہٰذا ان کا عموم واطلاق سے استدلال درست نہیں۔ وعلی ہذا القیاس اس کی آپ کو بہت سی مثالیں ملیں گی۔

تو تین فرسخ سے کم مسافت میں حالت سفر میں نماز قصر کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، پھر ارادہ بنا کر اقامت کی صورت میں چار دن سے زائد اور تردد والی صورت میں بیس دن سے زائد قصر کرنا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، لہٰذا تین فرسخ سے کم مسافت والے سفر میں اور دونوں صورتوں میں مندرجہ بالا مدت سے زیادہ مدت نماز قصر نہ کرنا چاہیے۔ آیت کریمہ: ﴿ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ ﴾ الخ کے عموم واطلاق سے استدلال

---

[1] مسلم / الطهارة / باب صفة الوضوء وكماله

[2] بخارى / العيدين / باب الخطبة بعد الصيد ، مسلم / صلاة العيدين / باب ترك الصلاة قبل العيد وبعدها فى المصلى

درست نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کے عمل کے ساتھ اس آیت کریمہ کے عموم و اطلاق کی تخصیص و تقیید ہو چکی ہے۔

واللہ اعلم۔ ۲۴ / ۵ / ۱۴۲۱ھ

س:...... میں نے آپ کا ایک مکتوبہ پڑھا جو ''۱۴۲۱/۵/۲۴ھ'' کو مسافت قصر اور مدت قصر کے بارے میں رقم کیا گیا تھا۔ مضمون تشفی بخش تھا، لیکن اس میں سے ایک بات سمجھ میں نہیں آ سکی، اس لیے کہ فقہ السنہ میں لکھا ہے کہ: ((وحمل هذه الآثار على أنّ رسول الله ﷺ واصحابه لم يُجمِعُوا الاقامة البتة بل كانو يقولون: اليوم نخرج غدا نخرج وفي هذا نظر لا يَخفٰى فان رسول الله ﷺ فتح مكة وهي كما هي وأقام فيها يؤسس قواعد الاسلام ويهدم قواعد الشرك ويمهد امرما حولها من العرب ومعلوم قطعا ان هذا يحتاج الى اقامة ايام ولا يتاتى في يوم واحد ولا يومين۔ الخ)) [1] [''امام احمد فرماتے ہیں جب کسی نے چار روز اقامت کی نیت کر لی، وہ نماز پوری پڑھے گا اور اگر اس سے کم کی نیت کی تو قصر کرے گا۔ انہوں نے ان تمام روایات کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نے اقامت کی بالکل نیت نہ کی تھی، بلکہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم آج نکلیں گے، کل نکلیں گے۔ یہ بات محل نظر ہے جو کہ مخفی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح فرمایا وہ جس طرح کا تھا ویسے ہی تھا۔ آپ ﷺ وہاں اسلام کی بنیادیں قائم کرنے اور شرک کی بنیادیں گرانے، نیز اردگرد کے عرب کے لیے آپ راستہ ہموار کرنے کو بیٹھے تھے۔ یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اس میں کئی دن ٹھہرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ کام ایک یا دو دن میں نہیں ہو سکتا۔] مندرجہ بالا عبارت کے مطالعہ سے مجھے اس مسئلہ میں کافی تشویش پیدا ہو گئی ہے۔ لہٰذا شفقت فرماتے ہوئے اس بات کی وضاحت کر کے مشکور فرمائیں۔ اور ان دلائل کا محاکمہ کریں۔ (ابوبکر عرفان جاوید بن محمد اسلم، حویلی لکھا)

ج:...... آپ نے فقہ السنۃ سے جو عبارت نقل فرمائی وہ محض خطابت و شعر پر مبنی ہے نہ اس میں کوئی آیت لکھی گئی، نہ ہی حدیث اور نہ ہی عقل و واقع کی کوئی بات۔ دیکھیں آپ نے احادیث میں پڑھا ہے جب رسول اللہ ﷺ کوئی علاقہ فتح فرماتے، تو وہاں تین دن قیام کرتے۔ [2] اب فتح مکہ والے واقعہ کو آپ کے اس اصول سے مستثنیٰ بنانے کی کیا دلیل ہے؟ باقی انیس دن قیام والی روایات میں ارادہ بنا کر قیام کا کہیں ذکر نہیں۔ رہی

---

[1] فقه السنة / السيد سابق/ كتاب الصلاة ، صلاة المسافر

[2] ابو داؤد / المجلد الثاني / كتاب الجهاد / باب في الامام يقيم عند الظهور على العدو لعرصتهم

تأسیس قواعد اسلام اور تہدیم قواعد شرک والی بات تو آپ غور فرمائیں نبوت سے لے کر فتح مکہ تک تقریباً بائیس سال کا عرصہ بنتا ہے آیا اس عرصہ میں آپ نے تاسیس وتہدیم کا مذکور کام نہ کیا؟ کیوں نہیں! ضرور کیا۔ سوچیے بدر، اُحد، خندق، حدیبیہ اور خیبر کے مغازی کس لیے تھے؟ تو فتح مکہ کے موقع پر انیس دن قیام والی روایات میں سے کوئی ایک روایت بھی اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ مکہ مکرمہ پہنچتے ہی یا پہنچنے سے قبل ہی آپ نے وہاں انیس دن قیام کا ارادہ بنالیا تھا۔((من ادعى فعليه البيان والبرهان))

لہٰذا بات بالکل واضح ہے کہ دوران سفر چار دن سے زائد عرصہ ارادہ بنا کر قیام کی صورت میں رسول اللہ ﷺ سے قصر ثابت نہیں۔ ثبوت ارادہ کے بغیر قیام کی صورت میں بیس دن سے زیادہ قصر کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ واللہ اعلم۔ ١١ / ٣ / ١٤٢٢ھ

س:......عرض یہ ہے کہ ہم کئی ساتھی ہر روز ملازمت کے سلسلہ میں مختلف شہروں (لاہور، شاہ کوٹ، مریدکے، گجرات وغیرہ) سے گوجرانوالہ آتے ہیں۔ صبح کی نماز گھر پر جبکہ ظہر اور بعض اوقات عصر کی نماز دفتر میں ہی ادا کرنا پڑتی ہے۔ مغرب کی نماز دورانِ سفر ادا ہوتی ہے۔ دورانِ سفر والی نماز تو ہم قصر کر لیتے ہیں۔ معاملہ مقام ملازمت والی نماز ظہر کا ہے، یا پھر کبھی کبھار عصر کی نماز۔ بعض ساتھی فرماتے ہیں کہ یہ بھی قصر کر لیا کرو، فضیلت ہے۔ لیکن کچھ کا خیال ہے کہ کسی معروف عالم سے پوچھ لیا جائے۔ اس میں بہتری ہے۔

ہم آپ کی خدمت میں مذکورہ معاملہ پیش کرتے ہیں اور گزارش کرتے ہیں کہ کتاب وسنت کی روشنی میں تفصیل سے ہماری رہنمائی فرمادیں۔ اللہ آپ کو اجر دے گا۔ ان شاء اللہ۔

☆ ظہر کی نماز مکمل یا قصر فضیلت کس میں ہے؟ اگر دفتر میں پڑھنا پڑے۔

(محمد اشرف وڑائچ، سپرنٹنڈنٹ بورڈ آف ایجوکیشن، گوجرانوالہ)

ج:......صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دورانِ سفر کسی مقام پر ارادہ بنا کر ٹھہرے تو آپ سے چار دن سے زیادہ مدت نماز قصر کرنا ثابت نہیں اور تردد کی صورت میں بیس دن سے زیادہ نماز قصر کرنا ثابت نہیں۔ لہٰذا آپ لوگوں نے مقام ملازمت پر ارادہ بنا کر چار دن یا چار دن سے کم ٹھہرنا ہے، تو آپ نماز قصر پڑھیں اور اگر آپ نے مقام ملازمت پر ارادہ بنا کر چار دن سے زیادہ ٹھہرنا ہے تو مقام ملازمت پر پہنچتے ہی نماز پوری پڑھیں قصر نہ کریں۔ اور اگر مقام ملازمت پر پہنچ گئے ہیں، مگر تردد ہے آج جاتا ہوں، کل جاتا ہوں تو اس تردد کی صورت میں آپ زیادہ سے زیادہ بیس دن نماز قصر پڑھ

سکتے ہیں۔ بیس دن کے بعد نماز پوری پڑھیں، قصر نہ کریں۔

رہا آپ کا سوال کہ دورانِ سفر قصر افضل ہے یا اتمام؟ تو قصر افضل ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے کسی ایک سفر میں بھی اتمام ثابت نہیں۔ ((وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ)) [1] [اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے۔''] واللہ اعلم۔ ۱۴۲۲/۱۱/۵ھ

س:...... کیا اگر کوئی ڈرائیور جو اپنے گاؤں سے یا اپنے گاؤں سے دور کسی شہر سے گاڑی لے کر دوسرے شہر کی طرف جاتا ہے اور یہ اس کی زندگی کا عام معمول بن چکا ہے تو اپنے گاؤں سے دور شہر میں پھر وہاں سے دوسرے شہر میں جا کر دوگانہ یعنی دو رکعت نماز پڑھے گا یا پوری نماز؟ نیز دورانِ سفر کتنی رکعت پڑھے گا؟

(عبدالستار ولد عبدالرحمٰن)

ج:...... دورانِ سفر قصر اور اپنے گھر میں پوری پڑھے گا۔

[جس شخص کا کام ہمیشہ سفر کا متقاضی ہو، جیسے ملاح اور جو لوگ جانوروں پر لوگوں کو سواری کراتے ہیں، تو ان کو قصر کی اور روزہ چھوڑنے کی رخصت دی جائے گی۔ کیونکہ وہ حقیقتاً مسافر ہے اور گاڑیوں کے ڈرائیور حضرات بھی اس حکم میں ہوں گے۔ [2] ۱۴۲۴/۲/۲۱ھ

س:...... مسافر سفر کی حالت میں کتنے دن قصر کر سکتا ہے؟ (ملک محمد یعقوب)

ج:...... آدمی ۲۳ کلومیٹر یا اس سے زیادہ مسافت والا سفر کرنا چاہتا ہے۔ شہر یا گاؤں کے مکانوں سے باہر نکل گیا ہے تو قصر شروع ہے۔ [جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب آدمی آبادی کو چھوڑ دے اور شہر سے نکل جائے تو قصر نماز شروع ہو جائے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نبی ﷺ نے اپنے سفر میں مدینہ سے نکل جانے سے قبل قصر نہیں کیا۔''

''نبی ﷺ نے ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور ذی الحلیفہ میں دو رکعت۔''] [2] دورانِ سفر کسی مقام پر چار روز سے زیادہ عرصہ ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس مقام پر پہنچتے ہی اتمام کرے قصر نہ کرے۔ کیونکہ ارادہ بنا کر کسی مقام پر دورانِ سفر ٹھہرنے کی صورت میں چار دن سے زیادہ قصر کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ رہی ارادہ نہ بنانے والی صورت متردد ہے۔ آج جاتا ہوں، کل جاتا ہوں تو اس صورت میں بیس دن سے زیادہ قصر نہیں

---

1. مسلم / الجمعة / باب تخفيف الصلاة والخطبة [فقه السنة / كتاب الصلاة
2. فقه السنة / كتاب الصلاة / صحيح بخارى ، حديث نمبر : ١٠٨٩

کر سکتا۔ کیونکہ تردد والی صورت میں بیس دن سے زیادہ قصر کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ واللہ اعلم

۹ / ۱۰ / ۱۴۲۲ھ

س:......لڑکا شادی کے بعد علیحدہ ہو جائے اور اپنے والدین کو ملنے جائے تو کیا وہ قصر نماز پڑھ سکتا ہے؟

(قاسم بن سرور)

ج:......مسافر ہے تو قصر پڑھ سکتا ہے، مگر یہ کہ اس نے چار دن سے زیادہ قیام کا ارادہ بنالیا ہو، تو پھر وہاں پہنچتے ہی پوری پڑھے۔ تردد کی صورت ہو تو انیس بیس دن تک قصر کر سکتا ہے۔ ۱۰ / ۳ / ۱۴۲۲ھ

س:......آج کے دور میں جب دنوں کے فاصلے کم ہو کر گھنٹوں میں ہو گئے ہیں تو ایسے میں قصر نماز کب اور کن حالات میں واجب ہوتی ہے؟ نیز قصر نماز کی حقیقت کیا ہے؟ (جاوید احمد)

ج:......آج کا دور اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا۔ اس لیے یہ دور والی بات بے معنی ہے۔ اسلام کے احکام قیامت تک کے لیے ہیں۔ انسان تیس کلومیٹر یا اس سے زیادہ مسافت والا سفر کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اپنے شہر یا قصبہ یا دیہات کے مکانوں سے باہر نکل جائے تو نماز قصر کر سکتا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکل کر مدینہ سے مکہ تک کا سفر کیا۔ آپؐ واپسی مدینہ تک دو دو رکعتیں ہی ادا فرماتے رہے۔[متفق علیه واللفظ للبخاری]اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آدمی اپنے گھر سے سفر کی نیت سے نکل پڑے تو وہ مسافر کی تعریف میں آ جاتا ہے، حدود شہر سے نکلنے کے بعد نماز قصر کر سکتا ہے۔ اس اصول میں حالات کی کوئی تخصیص نہیں۔ ۲۸ / ۲ / ۱۴۲۱ھ

س:......تین میل یا تین فرسخ پر قصر کرنی چاہیے لیکن بلوغ المرام میں مترجم عبدالتواب صدیقی نے لکھا ہے کہ چار برید پر قصر کرنی چاہیے۔ یہ چار برید کیا ہوتے ہیں اور لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ چار برید سے کم سفر پر قصر نہ کرو۔ (محمد سلیم بٹ)

ج:......تین میل والی روایت کمزور ہے اور تین میل یا تین فرسخ والی حدیث صحیح مسلم [1] کی ہے۔ البتہ اس میں تین میل میں شعبہ کو شک ہے۔ لہٰذا تین فرسخ ہی یقینی اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ ایک برید بارہ میل کا ہوتا ہے۔ چار برید والی روایت موقوف ہے، مرفوع نہیں۔ آپ نے لکھا ہے: ''اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ چار برید سے کم سفر پر قصر نہ کرو۔'' [اسے دارقطنی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ

[1] کتاب الصلاۃ / صلاۃ المسافرین

یہ موقوف ہے۔ ابن خزیمہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ اس روایت کا راوی عبدالوہاب بن مجاہد متروک الحدیث ہے اور امام ثوری نے تو اسے کذاب تک کہا ہے۔ اور ازدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس سے روایت کرنا حلال نہیں۔ مزید براں یہ کہ اس کا اپنے باپ سے سماع ہی ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف اور منقطع ہے اور نا قابل استدلال ہے۔] مجھے تو اس کا علم نہیں، حوالہ درکار ہے بلوغ المرام کی شرح یا بلوغ المرام کے حاشیہ کا حوالہ نا کافی ہے۔ اصل کتاب کا حوالہ لکھیں۔ ٨ / ١ / ١٤٢٤ھ

س:...... اگر بندہ سفر میں ہے تو اس کو سفر میں ظہر اور عصر کی اذان ہوتی ہے، وہ یہ دونوں نمازیں ادا نہیں کرسکتا۔ کسی مجبوری کی وجہ سے تو وہ جب گھر پہنچے گا تو کیا وہ سفر کی دو دو رکعت نماز ادا کرے گا یا وہ پوری نماز پڑھے گا؟

(سجاد الرحمن شاکر)

ج:...... پوری پڑھے گا، کیونکہ وہ دورانِ سفر نہیں اور قصر دورانِ سفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ ﴾[النساء: ١٠١][''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تمہارے لیے نماز مختصر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''] ١٥ / ١٢ / ١٤٢٣ھ

س:...... سواری پر بندہ فرضی نماز ادا کرسکتا ہے جیسے ٹرین یا بحری جہاز وغیرہ یا نہیں؟ (قاری عبدالصمد)

ج:...... کشتی اور جہاز کے علاوہ دوسری سواریوں پر فرض نماز ادا نہیں کرسکتا دلائل کے لیے فقہ السنہ دیکھ لیں۔

٢ / ٢ / ١٤٢٤ھ

[الصلاة فی السفینة و القاطرة و الطائرة

((تصح الصلاة فی السفینة والقاطرة والطائرة بدون کراهة حسبما تیسر للمصلی ، فعن ابن عمر رضی الله عنه قال سئل النبی صلی الله علیه وسلم عن الصلاة فی السفینة؟ قال صل فیها قائما إلا أن تخاف الغرق" رواه الدار قطنی۔ والحاکم علی شرط الشیخین۔ وعن عبدالله بن أبی عتبة : قال: صحبت جابر بن عبدالله و ابا سعید الخدری وابا هریرة رضی الله عنهم فی السفینة فصلوا قیاما فی جماعة ، امهم بعضهم وهم یقدرون علی الجد رواه سعید بن منصور))

---

❶ بلوغ المرام شارح مولانا صفی الرحمن، جلد اول، ص: ٣٩٨

کشتی ٹرین اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا بیان

''کشتی، ٹرین اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھنی بغیر کراہت درست ہے جیسے نمازی کے لیے آسان ہو (یعنی بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر)

پس ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی میں نماز ادا کرنے سے متعلق سوال کیا گیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غرق ہونے کا خطرہ نہ ہو تو اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ۔'' اسے دارقطنی اور حاکم نے شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے۔

اور عبداللہ بن ابی عتبہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے جابر بن عبداللہ ابو سعید الخدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کشتی میں سفر کیا وہ باجماعت کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے انہیں میں سے کوئی آدمی ان کی جماعت کرواتا حالانکہ وہ کنارے پر پہنچنے کی قدرت رکھتے تھے۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔''

س: ......نماز کے بارے اگر آپ ایک درس لکھ دیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ (عبدالخالق مجاہد)

ج: ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((اَلَّذِیْ تَفُوْتُہٗ صَلَاۃُ الْعَصْرِ فَکَأَنَّمَا وُتِرَ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ)) [1] [''جس شخص سے نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کا سب گھر بار مال واسباب لٹ گیا۔''] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ ﴾ الآیہ۔[البقرہ: ۲۳۸] [''اپنی سب نمازوں کی حفاظت کرو۔''] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ﴾ [مریم: ۵۹] [''پھر ان کے بعد ان کی نالائق اولاد ان کی جانشین بنی جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے وہ عنقریب دوزخ کے انجام سے دوچار ہوں گے۔''] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ﴾ [الماعون: ۴۔۵] [''پھر ایسے نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں۔''] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴾ [المؤمنون: ۹] [''اور جو اپنی نمازوں پر محافظت کرتے ہیں۔''] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْھَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ فِرْعَوْنَ وَھَامَانَ وَ قَارُوْنَ وَأُبَیِّ بْنِ خَلَفٍ)) [2] [''جو نماز کی حفاظت نہ کرے گا وہ قیامت کے دن قارون،

---

[1] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلاۃ /باب من فاتتہ العصر
[2] مشکوۃ/کتاب الصلاۃ/الفصل الثالث

فرعون وھامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔'']

۱۴۲۱/۴/۲۳ھ

س:......آپ نے پاؤں کی انگلیوں میں خنصر کے ساتھ خلال کے بارے میں فرمایا تھا کیا یہ حدیث ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے؟ اس سلسلے میں گزارش ہے کہ تقدمۃ الجرح والتعدیل: ۳۱ میں امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اور انہی کے طریق سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ ۷۶/۱، ۷۷ میں یہ حدیث ذکر کی ہے اس میں اللیث بن سعد رضی اللہ عنہ اور عمرو بن الحارث نے اس کی متابعت کر رکھی ہے اسے امام مالک رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے۔

اور امام ابن القطان رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(التلخیص الحبیر :۹۴/۱(۱۰۰) النکت الظراف: ۳۷۶/۸) علامہ البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔(صحیح ابی داؤد ، صحیح ابن ماجه ، الروض وغیرہ) لہٰذا آپ اپنی تحقیق سے آگاہ کریں۔ (ابوالحسن مبشر ربانی، سکیم موڑ، لاہور)

ج:......جناب کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔ تخلیل بالخنصر کے سلسلہ میں جن حوالہ جات کی طرف آپ نے توجہ دلائی ان سے بعض کی طرف مراجعت کی تو انہیں درست پایا چنانچہ اس فقیر الی اللہ الغنی نے مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو آج سے صحیح تسلیم کرلیا ہے اور اپنی پہلی تحقیق (تضعیف بوجہ ابن لہیعہ) سے رجوع کرلیا ہے۔ دل کی گہرائیوں سے آپ کے علم وعمل میں اضافہ وبرکت کی دعائیں نکلیں۔

(اللهم زد عبدك الرباني علماً نافعاً ، وعملاً متقبلاً وعمراً مباركاً ، ورزقاً كثيراً طيباً ، ووفقنا وإياه لما تحب و ترضى)

کئی دنوں سے ارادہ بنا رہا تھا کہ ضربِ حدیدی (جو رفع الیدین کے موضوع پر آپ کی بہترین کتاب ہے) میں ایک بات کی طرف توجہ دلاؤں کہ آپ کا یہ مکتوب موصول ہوگیا تو فرصت کو غنیمت جان کر لکھ رہا ہوں محسوس نہ فرمائیں۔

آپ ضرب حدیدی کے صفحہ ۳۷ پر لکھتے ہیں:((وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ أَيْضًا رَفَعَ يَدَيْهِ)) ''جب سجدوں سے سر اُٹھائے (دو رکعتوں میں تشہد کے بعد) تو رفع الیدین کرے اس لیے کہ ''السجود'' کا لفظ دو سے زائد سجدوں پر دلالت کرتا ہے۔''

عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ ''السجود'' کو سجدہ کی جمع سمجھ لیا گیا ہے جبکہ ''السجود'' سجدہ کی جمع نہیں البتہ ساجد کی جمع ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴾[الحج: ۲۶] [''اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے

والوں کے لیے صاف وستھرا رکھنا۔''] مگر اس حدیث میں جمع مقصود نہیں۔ واللہ اعلم۔ ۱۴۲۲/۱/۲۸ھ

س:......وقال الشافعي و أبو يوسف لا باس بالتطوع نصف النهار يوم الجمعة خاصة و حجتهم حديث أبي هريرة أن رسول الله ﷺ نهى عن الصلاة حتى تزول الشمس الا يوم الجمعة۔ [1]

ج:......''اور کہا شافعی اور ابو یوسف رحمہما اللہ نے کوئی حرج نہیں خاص جمعہ کے دن نصف النہار کے وقت نفل پڑھنے میں اور ان کی دلیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا تھا حتی کہ سورج ڈھل جائے مگر جمعہ کے روز۔''

[حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد، ج:۱ میں جمعۃ المبارک کے ۳۳ خصائل وفضائل بیان فرمائے ہیں اور گیارہویں فضیلت یہ ہے کہ زوال شمس نصف النہار کے وقت جمعہ کے دن نماز مکروہ نہیں ہے اور دلیل میں یہ حدیث پیش کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کو نہائے اور جس قدر پاکی حاصل ہو سکے کرے پھر تیل یا اپنے گھر سے خوشبو لگائے اور مسجد کو جائے دو آدمیوں کے درمیان راستہ نہ بنائے پھر اپنے مقدر کی نماز پڑھے پھر دورانِ خطبہ خاموش رہے تو اس کے گزشتہ جمعہ سے لے کر اس جمعہ تک کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔'' [2]

یہاں نماز سے مانع نصف النہار کو نہیں بلکہ امام کے نکلنے کو نماز سے مانع قرار دیا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا نصف النہار کے وقت جمعہ کے دن نماز پڑھنی مکروہ نہیں ہے۔] ۱۴۲۱/۱۰/۹ھ

س:......نمازِ عید کے بعد اجتماعی دعا کرنا سنت سے ثابت ہے۔ جبکہ حیض ونفاس والیوں کو بھی دعا میں شریک ہونے کا حکم ہے اور کیا مسجد میں نماز عید پڑھنے کی صورت میں مسجد میں تحیۃ المسجد پڑھے جائیں گے یا ویسے ہی بیٹھ جائیں؟ صحیح احادیث کی روشنی میں جواب دیویں۔ شکریہ۔ (ظفر اقبال، نارووال)

ج:......آپ لکھتے ہیں ''جبکہ حیض ونفاس والیوں کو بھی دعا میں شریک ہونے کا حکم ہے'' تو دعاء کو تو جناب خود ہی تسلیم فرما رہے ہیں البتہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ اُٹھانا اس دعاء میں بھی ثابت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان: ((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ)) آپ کی پیش کردہ صورت کو بھی متناول وشامل ہے لہٰذا دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے یا کھڑا رہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ ۱۴۱۳/۶/۲۳ھ

---

[1] أخرجه الشافعي: ۵۲/۱ و ابراهيم بن محمد شيخ الشافعي و اسحاق بن عبدالله ابن أبي فروة متروكان

[2] بخاري/الجمعة/باب الدهن للجمعة حديث: ۸۸۳

وتر، قیام رمضان، قیام اللیل اور تہجد

س:......ایک سلام سے تین وتر پڑھے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ (محمد یوسف، چھل کلاں)

ج:......تین وتر پڑھنے کے دو طریقے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔

① دو رکعت پڑھ کر التحیات، دُرود اور دعائیں پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے اور ایک رکعت الگ سلام کے ساتھ پڑھے۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ عشاء سے فراغت کے بعد اور فجر سے پہلے پہلے گیارہ رکعات نماز پڑھتے۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے۔ [1] صحیح بخاری میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر وتر۔ یہ تیرہ رکعات تھیں۔'' [2]

② مستدرک حاکم میں ہے رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے صرف آخر میں بیٹھتے۔ حافظ ذہبی نے بھی تلخیص میں امام حاکم کی تائید کی ہے اور اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ تین وتر کا تیسرا طریقہ مغرب کی نماز کی طرح والا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ واللہ اعلم۔

۱ / ۹ / ۱۴۲۳ھ

س:......تین وتر بغیر تشہد یعنی اکٹھے پڑھنا سنت ہے یا نہیں۔ اور کیا تین وتر اکٹھے پڑھنے والی روایت ضعیف ہے؟ (ظفر اقبال، نارووال)

ج:......تین وتر اکٹھے بغیر تشہد کے پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ مستدرک حاکم میں ہے: رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے: ((لَا یَقْعُدُ إِلَّا فِیْ آخِرِھِنَّ)) یہ حدیث ضعیف نہیں۔ یہ تین وتر کو ایک سلام سے پڑھنے کا طریقہ ہے۔ تین وتروں کو دو سلام کے ساتھ پڑھنا بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

[عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک رکعت وتر پڑھتے (آخری) دو رکعتوں اور ایک رکعت کے درمیان (سلام پھیر کر) بات چیت بھی کرتے۔ [ابن أبی شیبة ۲ / ۲۹۱ وابن ماجة، حدیث نمبر: ۱۱۷۷] ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی دو اور ایک رکعت میں سلام سے فصل کرتے۔ [3]]

۱۹ / ۱۱ / ۱۴۲۱ھ

---

[1] مسلم / صلاۃ المسافرین / باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل

[2] بخاری / کتاب الوضوء / باب قراءۃ القرآن بعد الحدث وغیرہ، مسلم / صلاۃ المسافرین / باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ

[3] ابن حبان، حدیث: ٦٧٨

س:...... تین وتر ایک تشہد کے ساتھ ہیں۔ اگر کوئی ۲ رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور ایک رکعت علیحدہ پڑھے۔ کیا یہ طریقہ بھی درست ہے، اس کی دلیل دیں؟ (ماسٹر رشید احمد، سوہاوہ ڈھلواں)

ج:...... تین وتر پڑھنے کے دو طریقے ہیں۔

۱۔ دو رکعت کے بعد تشہد، درود اور دعائیں پڑھ کر سلام پھیر دے اور ایک رکعت الگ سلام کے ساتھ پڑھے۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نمازِ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد فجر طلوع ہونے تک کے وقفہ میں گیارہ رکعت پڑھتے۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے۔ [1] بخاری میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما لیلة البیتوتة والی حدیث میں آپ ﷺ کی نماز بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے دو رکعت پڑھیں۔ پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر آپ ﷺ نے وتر پڑھا۔ [2] اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرہ رکعات پڑھیں۔ [3]

۲۔ مستدرک حاکم میں ہے رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے۔ ((لَا يَقْعُدُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ)) ''نہ بیٹھتے مگر ان کے آخر میں۔'' تو یہ دونوں طریقے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ تیسرا طریقہ: تین وتروں میں دو رکعت پر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے بغیر اٹھ کھڑا ہو جس طرح مغرب کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ واللہ اعلم۔ ۲۹ / ۱۰ / ۱۴۲۰ھ

س:...... وتر کی تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت رفع الیدین کریں گے یا نہیں؟ (محمد ہاشم یزمانی)

ج:...... ہاں! کریں گے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ جب دوسری رکعت سے اٹھتے تو رفع الیدین کرتے۔ [4]

۲۹ / ۷ / ۱۴۲۳ھ

س:...... ایک آدمی عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر تہجد کی نماز کی چھ رکعتیں عشاء کے بعد پڑھتا ہے، پھر پچھلی رات بقیہ نماز کی پانچ رکعت یا سات رکعت یا نو رکعت ادا کرتا ہے۔ سارا سال اسی طریقہ سے نمازِ تہجد ادا کرتا ہے۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے۔ اگر کسی وجہ سے اس کی پچھلی رات کی نماز رہ جائے تو پھر صبح کتنی رکعت نماز ادا کرے؟

(محمد یونس شاکر)

---

[1] مسلم / صلاة المسافرين / باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى ﷺ فى الليل حديث: ٧٣٦

[2] بخاری / كتاب الوضوء / باب قراءة القرآن بعد الحدث وغيره

[3] بخاری / كتاب الأذان / باب إذا قام الرجل عن يسار الامام فحوله الامام الى يمينه لم تفسد صلاتهما

[4] صحيح بخاری / الأذان / باب رفع اليدين اذا قام من الركعتين

ج:...... یہ طریقہ صحیح ہے۔ البتہ بہتر اور افضل یہ ہے کہ وہ متعدد طریقے اپنائے، جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کسی وجہ (مرض وغیرہ) سے رہ جاتی تو آپ ﷺ طلوع آفتاب کے بعد اور زوال آفتاب سے قبل بارہ رکعات ادا فرماتے۔ ❶

س:...... وتر فرض ہے یا سنت؟ اگر کوئی وتر نہیں پڑھ سکا تو کیا کرے؟ (حافظ محمد فاروق تبسم)

ج:...... وتر فرض نہیں۔ صلاۃ تطوع میں شامل ہے۔ دلیل یہ ہے کہ فرض نماز رسول اللہ ﷺ سواری پہ نہیں پڑھتے تھے، جبکہ نماز وتر رسول اللہ ﷺ سواری پر پڑھ لیا کرتے تھے۔ ❷

نیند یا نسیان کی وجہ سے وتر نہیں پڑھ سکا، تو جب جاگے یا اسے یاد آئے اسی وقت وتر پڑھ لے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((مَنْ نَامَ عَنْ صَلَاةٍ ، أَوْ نَسِيَهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا أَوِ اسْتَيْقَظَ)) ایک روایت میں :((مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ الخ)) کے لفظ بھی آئے ہیں۔ ❸

ہاں نیند یا مرض کی وجہ سے وتر سمیت پورا قیام اللیل ہی رہ گیا ہے تو سورج طلوع ہونے کے بعد زوال سے پہلے پہلے بارہ رکعات نماز پڑھ لے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔ ❹ ۲ / ۳ / ۱۴۲۱ھ

س:...... ایک آدمی کا معمول ہے کہ وہ ایک وتر پڑھتا ہے، کسی وجہ سے وہ وتر نہیں پڑھ سکا، اب وہ دن کو کتنی نماز پڑھے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:...... اگر صلاۃ اللیل مع وتر رہ گئی ہے تو سورج طلوع ہونے کے بعد زوال شمس سے پہلے پہلے بارہ رکعات ادا کرے۔ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ ❺ اور اگر صرف وتر رہ گیا ہے تو جب نیند سے اٹھے پہلے وتر پڑھے، پھر نمازِ فجر۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((مَنْ نَامَ عَنْ صَلَاةٍ أَوْ نَسِيَهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا أَوِ اسْتَيْقَظَ)) ❻ [''جو نماز سے سو جائے یا بھول جائے، پس پڑھے جب یاد آئے یا بیدار ہو۔''] أو كما قال ﷺ)) ۶ / ۱ / ۱۴۲۴ھ

س:...... کیا قنوت وتر رکوع کے بعد اور پہلے دونوں طرح درست ہے یا بعد از رکوع بدعت یا غلط ہے؟ (حافظ آفتاب احمد)

---

❶ صحیح مسلم / صلاۃ المسافرین / باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنہ او مرض

❷ ترمذی / ابواب صلوٰۃ الوتر / باب ماجاء فی الوتر علی الراحلۃ ❸ ابو داؤد / کتاب الصلوٰۃ / باب فی الدعاء بعد الوتر

❹ مسلم / صلاۃ المسافرین / باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنہ او مرض

❺ ترمذی / ابواب الصلاۃ / باب اذا نام عن صلاتہ باللیل صلی بالنہار

❻ ابو داؤد / الصلاۃ / باب فیمن نام عن الصلوٰۃ او نسیہا

ج:...... ہاں دونوں طرح درست ہے۔ قنوت وتر قبل از رکوع کی دلیل ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ نسائی اور ابن ماجہ میں ہے: ((عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَكْعَاتٍ وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ)) [1] [''رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے اور دعاءِ قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔''] اور قنوت وتر بعد از رکوع کی دلیل ہے۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما والی حدیث چنانچہ مستدرک حاکم میں ہے: ((إذا رفعت رأسي ولم يبق إلا السجود)) امام بیہقی نے اسی روایت کو بواسطہ حاکم اپنی سنن کبریٰ میں روایت فرمایا ہے۔ صاحب نیل الاوطار لکھتے ہیں: ((ففي بعض طرق الحديث عند البيهقي التصريح بكونه بعد الركوع ، وقال: تفرد بذلك أبوبكر بن شيبة الحزامي ، وقد روى عنه البخاري في صحيحه ، وذكره ابن حبان في الثقات ، فلا يضر تفرده)) [2]

اگر کوئی صاحب فرمائیں محدث دوران شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ إرواء الغليل میں لکھتے ہیں: ((قوله في رواية الحاكم: إذا رفعت رأسي ولم يبق إلا السجود۔ في ثبوته نظر كما سبق بيانه في آخر الحديث (٤٢٦)))

تو ان کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ محدث دوران شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ ہی حدیث نمبر: ۴۲۶ کی تخریج وتشریح کے آخر میں فرماتے ہیں: ((ينبغي أن يتأمل قوله في هذا الطريق: إذا رفعت رأسي ولم يبق إلا السجود۔ فقد رأيت في الجزء الثاني من فوائد أبي بكر أحمد بن الحسين بن مهران الأصبهاني تخريج الحاكم له قال: ثنا محمد بن يونس المقرى قال: ثنا الفضل بن محمد البيهقي الخ۔ قلت: فذكره بسنده ولفظ ابن مندة وفيه الزيادة ، وابن يونس المقرى ترجمه الخطيب في تاريخه (٣/٤٤٦) ووثقه ، ولهذا مالت نفسي إلى ترجيح هذا اللفظ بعد ثبوت هذه المتابعة۔ والله أعلم۔ اهـ))

((قلت: إن الشيخ ناصر الدين الألباني رحمه الله تعالىٰ رحمة واسعة قد نسي في قوله: في ثبوته نظر الخ۔ قوله قبل: ولهذا مالت نفسي إلى ترجيح هذا اللفظ بعد ثبوت هذه المتابعة۔ ولم نجد له عزما ، فسبحان من لا يضل ولا ينسى۔ والله أعلم))

اگر کوئی صاحب فرمائیں کہ محدث وقت شیخ البانی ...... رحمہ اللہ ...... نے لکھا ہے: ((فإن قوله: أن أقول إذا

---

[1] نسائی / كتاب قيام الليل / باب كيف الوتر بثلاث، ابن ماجه / اقامة الصلاة / باب ماجاء في القنوت قبل الركوع وبعده

[2] نيل الأوطار / ابواب صلوٰة التطوع / باب وقت صلاة الوتر والقراءة فيها والقنوت

فرغت من قراء تی فی الوتر۔ ظاهر قبل الركوع)) تو ان کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ محدث وقت شیخ البانی ...... رحمۃ اللہ علیہ ...... نے ہی اس کے بعد لکھا ہے: ((لكن رواه الحاكم (۳/ ۱۷۲) وعنه البيهقي (۳/ ۳۸ - ۳۹) من طريقين آخرين عن الفضل بن محمد ابن المسيب الشعراني به بلفظ: إذا رفعت رأسي ولم يبق إلا السجود)) إلى آخر ما نقلنا عنه قبل۔ ۱۹ / ٤ / ۱٤۲۱ھ

س:...... وتر میں قنوت قبل از رکوع بہتر ہے یا بعد از رکوع؟ ہمارے قاری صاحب نے بتایا کہ قبل از رکوع افضل ہے۔ ایک عالم کہتا ہے کہ بعد از رکوع کرنا چاہیے اور حدیث مستدرک پیش کی ہے کہ نبی ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کو سکھلایا تھا کہ بعد از رکوع قنوت کرنا۔ کیا یہ مستدرک کی حدیث صحیح ہے؟ (محمد امجد، میر پور)

ج:...... قنوت وتر بعد از رکوع بہتر ہے، کیونکہ اس کا رسول اللہ ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا جیسا کہ مستدرک کی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ [1] ۱۱/ ۱۱/ ۱٤۲۳ھ

س:...... قنوت وتر کی جو دعا ہے وہ رکوع سے قبل ہے یا بعد میں؟ میں نے اس کے بارے میں کافی تحقیق کی ہے، علماء کرام سے بھی پوچھا ہے، بعض کہتے ہیں رکوع سے قبل پڑھنی چاہیے، اور بعض کہتے ہیں رکوع کے بعد پڑھنی چاہیے، اور بعض کہتے ہیں رکوع سے قبل اور بعد دونوں طرح جائز ہے۔ بعض علماء کرام کا مؤقف بہت زیادہ سخت ہے کہ رکوع کے بعد میں آنے والی تمام احادیث اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت نہیں ہیں جبکہ ایک حدیث آتی ہے۔ جس کے الفاظ ہیں: ((اذا رفعت رأسي ولم يبق إلا السجود)) (مستدرك حاكم، جلد: ۳، ص: ۱۲۲۔ سنن الكبرىٰ للبيهقي ص: ۳۸/ ۳۹، قال الالباني والاسناد حسن رجاله ثقات) وہ بھی بتائیں تاکہ ہم صحیح سنت کے مطابق اس پر عمل کرسکیں؟ (محمد اسد اللہ)

ج:...... دعاء قنوت وتر قبل از رکوع و بعد از رکوع دونوں طرح درست ہے کیونکہ قبل از رکوع والی حدیث بھی موجود ہے اور بعد از رکوع والی حدیث بھی موجود ہے جیسا کہ دونوں حدیثیں آپ کے علم میں ہیں۔ واللہ اعلم

۲/ ۱/ ۱٤۲۱ھ

س:...... وتر ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ دعا رکوع سے پہلے یا بعد میں ہونی چاہیے؟ (محمد شکیل، فورٹ عباس)

ج:...... تین وتر ادا کرنے کے دو طریقے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں:

1. دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے، اور ایک رکعت الگ پڑھے۔

---

[1] إرواء الغليل للألباني / الجزء الثاني: ۱٦۸، ۱٦۹

۳: تین رکعات اکٹھی پڑھے، درمیان میں تشہد کے لیے نہ بیٹھے۔

پہلے طریقے کی دلیل صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ عشاء سے فراغت کے بعد فجر تک کے وقت میں گیارہ رکعات پڑھتے، ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر پڑھتے۔ [1]

دوسرے طریقے کی دلیل مستدرک حاکم کی حدیث ہے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے، درمیان میں نہیں بیٹھتے تھے۔

قنوت وتر رکوع سے پہلے درست ہے۔ [2] اور رکوع کے بعد بھی درست ہے۔ جیسا کہ مستدرک حاکم میں ہے۔ [3]

۱۴۲۱/۱۰/۱۲ھ

س:...... آیا قنوتِ نازلہ رکوع سے قبل یا بعد میں دونوں طرح کی جا سکتی ہے؟ یا صرف رکوع کے بعد کی جائے گی؟ سنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رکوع سے قبل کرتے تھے تا کہ رکعت لمبی ہو جائے اور بعد میں جماعت میں شریک ہونے والے جماعت میں مل جائیں اور رکعت پا لیں۔ کیا یہ عمل عثمان رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے؟ (نیل الاوطار)

(حافظ آفتاب)

ج:...... قنوت نازلہ رسول اللہ ﷺ عام طور پر رکوع کے بعد کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے بھی قنوت فرمایا کرتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو قنوت وتر پر محمول کرنے کی کوئی قوی دلیل مجھے معلوم نہیں۔

نیل الأوطار کی جس عبارت کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا وہ اس طرح ہے: ((وَقَدْرَوٰی مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقْنُتُ بَعْدَ الرَّكْعَةِ ، وَأَبُوْ بَكْرٍ، وَعُمَرُ ، حَتّٰى كَانَ عُثْمَانُ فَقَنَتَ قَبْلَ الرَّكْعَةِ لِيُدْرِكَ النَّاسَ۔ قَالَ الْعِرَاقِيُّ: "إِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ"))

[''بے شک رسول اللہ ﷺ رکوع کے بعد قنوت کیا کرتے تھے اور بعد میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما لیکن عثمان رضی اللہ عنہ نے رکوع سے پہلے قنوت کی تا کہ لوگوں کو پا لیں۔''] [4]

۱۴۲۱/۴/۱۹ھ

---

[1] مسلم/صلاۃ المسافرین/باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

[2] نسائی/ابن ماجہ/اقامۃ الصلاۃ/باب ما جاء فی القنوت قبل الرکوع و بعدہ ۔ اسے ابن ترکمانی اور ابن السکن نے صحیح کہا ہے۔

[3] ارواء الغلیل ، ص: ۱۵۹، ج: ۲۴۲۔ الجزء الثانی

[4] نیل الأوطار/ابواب الصلاۃ التطوع/باب وقت صلاۃ الوتر والقرأۃ فیہا والقنوت

س:...... عام پر امن حالات میں نمازِ فجر میں دعائے قنوت (نازلہ نہیں، عام دعائے قنوت) پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ شافعیہ اس کے ترک پر سجدہ سہو کے قائل ہیں اور محدث عبداللہ روپڑی کے نزدیک کبھی پڑھ لے اور کبھی ترک کردے؟ نبی ﷺ صبح کی نماز میں اور وتر میں دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے (سنن کبریٰ للبیھقی جلد: ۲) محدث روپڑی لکھتے ہیں: ''صبح کی نماز میں رسول اللہ ﷺ سے ترک بھی ثابت ہے، اس لیے نمازِ فجر میں ہمیشگی سے مراد کثرت ہوگی۔'' (وقار علی، لاہور)

ج:...... ہمارے شیخ مفخم واستاذ مکرم حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ درست وصحیح ہے۔

[براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نمازِ فجر اور مغرب میں قنوت فرماتے تھے۔ [1] ابو مالک اشجعی فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا ابا جان! آپ نے رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے کوفہ میں تقریباً پانچ سال کے عرصہ تک نمازیں پڑھی ہیں کیا وہ قنوت کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: بیٹا بدعت ہے۔ [2]

۱۴۲۳/۸/۲۹ھ

س:...... قنوت وتر اور قنوت نازلہ میں کیا فرق ہے؟ نیز اگر قنوتِ وتر میں قنوتِ نازلہ کے الفاظ پڑھے جائیں تو کیا کوئی حرج ہے یا نہیں؟ (حافظ آفتاب احمد)

ج:...... قنوت وتر وتر کے ساتھ مخصوص ہے، خواہ قنوت نازلہ خواہ غیر نازلہ اور قنوتِ نازلہ کسی پیش آمدہ حادثہ کے موقعہ پر کی جاتی ہے خواہ نمازِ وتر میں ہو خواہ فرض نماز میں۔ وتروں کے ساتھ مخصوص نہیں، فرض نمازوں میں بھی کرسکتے ہیں، اس طرح قنوت وتر اور قنوتِ نازلہ میں عموم وخصوص من وجہ والا فرق ہے۔ قنوتِ نازلہ والے الفاظ قنوتِ وتر میں پڑھ لیے جائیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ قنوتِ وتر کو قنوتِ نازلہ بنانا یا وتروں میں قنوتِ نازلہ پڑھنا درست ہے۔ کیونکہ فرض نمازیں جن میں اکثر کے نزدیک عام حالات میں قنوت نہیں قنوتِ نازلہ ان میں بھی درست ہے تو وتروں میں قنوتِ نازلہ بطریقِ اولیٰ درست ہے کیونکہ وتروں میں تو عام حالات میں بھی قنوت ہے۔

۱۴۲۱/۴/۱۹ھ

س:...... جزء رفع الیدین میں ہے حدثنا مسدد ثنا یحییٰ بن سعید عن جعفر حدثنی ابو عثمان قال کنا نحن و عمر یؤم الناس ثم یقنت بنا عند الرکوع یرفع یدیه حتی یبدو کفاه (روایت، ص:

---

[1] مسلم/ المساجد/باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات۔ ترمذی/ابواب الصلاۃ/باب ما جاء فی القنوت فی صلاۃ الفجر

[2] نسائی/الافتتاح/باب ترک القنوت۔ ترمذی/الصلاۃ/باب فی ترک القنوت

۹۷، ۹۸ اور ۹۹ میں حضرت عبداللہ وتر کی آخری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھتے، ثم یرفع یدیه فیقنت قبل الرکوع پوچھنا یہ ہے کہ ان روایات میں یرفع یدیه رفع الیدین والی ہے یا دعا مانگنے کی طرح ہاتھ اُٹھانے والی دونوں میں وضاحت فرمادیں؟ کیونکہ کتاب کا نام جزء رفع الیدین ہے۔ اور اس سے پہلی روایت میں جنت البقیع والا واقعہ ہے جس میں آپ ﷺ نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی تھی۔ (محمد سلیم بٹ)

ج:...... امام بخاری رحمہ اللہ الباری کے رسالہ ''جزء رفع الیدین'' سے آپ نے دو روایات نقل کی ہیں۔ معلوم ہو کہ وہ دونوں موقوف ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تک مرفوع نہیں۔ پھر ان میں سے دوسری روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی بھی ضعیف و کمزور ہے کیونکہ اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم نامی راوی ضعیف و کمزور ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول ((وهذه الأحاديث كلها صحيحة)) سے یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت مستثنیٰ ہے چنانچہ سید بدیع الدین صاحب راشدی رحمہ اللہ تعالیٰ تعلیق میں لکھتے ہیں: ((سوى الأخر كما تقدم)) باقی اس مقام پر رفع الیدین کونسا مراد ہے تو اس بارہ میں مولانا ارشاد الحق صاحب اثری **حفظه الله تبارك و تعالىٰ و عافاه معافاة كاملة عاجلة لا تغادر مرضا** "**جلاء العینین**" کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: ((قال الكاشميرى : لى تردد فى أثر الفاروق بأن الرفع هل كان مثل الرفع عند التحريمة ، أو مثل الرفع للدعاء؟ وبعض الألفاظ يومى إلى الثاني۔ كما فى معارف السنن للبنورى (ج:۲، ص:۴۶۲))) ۱۵/۷/۱۴۲۳ھ

س:...... اگر نماز وتر میں کوئی آدمی جان بوجھ کر یا بھول کر دعائے قنوت نہ پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(عبدالستار، نارووال)

ج:...... وتر درست ہے۔ ۲۱/۲/۱۴۲۴ھ

س:...... کیا آدمی عمداً قنوت وتر چھوڑ سکتا ہے اور کیا روزانہ پڑھنا ضروری ہے؟ (محمد ہاشم یزمانی)

ج:...... قنوت وتر پر مواظبت و مدادمت کی کوئی دلیل مجھے معلوم نہیں۔ ۲۹/۷/۱۴۲۳ھ

س:...... قنوت پڑھتے ہوئے واحد کا صیغہ پڑھیں گے یا جمع کا؟ (محمد بشیر، بورے والا)

ج:...... جماعت کی صورت میں قنوت کے اندر جمع کے صیغے استعمال کرنا درست ہے۔ ۱۵/۱۰/۱۴۲۳ھ

س:...... کیا ساری رات نفل پڑھنا درست ہے؟ (محمد سلیم بٹ)

ج:...... رسول اللہ ﷺ کی نماز زیادہ سے زیادہ پندرہ رکعات ہے۔ لیلۃ القدر میں تو پوری رات کا قیام

درست ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)) [1] [''جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر کا قیام کیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''] اور لیلۃ القدر کے ادراک کی خاطر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتکاف بھی فرمایا ہے۔ باقی راتوں میں رسول اللہ ﷺ کچھ حصہ قیام اور کچھ حصہ آرام فرماتے۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہما کو بھی اسی چیز کی تلقین فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوٗدَ ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ ، وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ ، وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا)) [2] [''عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور اللہ تعالیٰ کو سب روزوں سے محبوب روزہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ آپ آدھی رات سوتے تھے اور تہائی حصہ قیام کرتے اور پھر چھٹا حصہ سو جاتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔''] ایک روایت میں ''أحب'' کی جگہ '' أفضل '' کا لفظ آیا ہے اور ایک روایت میں ((لَا أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ)) کے لفظ بھی موجود ہیں اور ایک روایت میں ہے: ((وَكَانَ لَا يَفِرُّ إِذَا لَا قٰى)) [''داؤد علیہ السلام جب دشمن سے ٹکراتے تو فرار نہیں ہوتے تھے۔''] [بخاری] اگر وقت زیادہ لگانا چاہتا ہے تو قیام اللیل میں قراءت زیادہ کر لے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، رکعات کی تعداد پندرہ سے نہ بڑھائے کیونکہ اس نماز کی رکعات پندرہ سے زائد رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ نیز قنوت و قیام میں طوالت والی نماز کو رسول اللہ ﷺ نے افضل زیادہ فضیلت والی قرار دیا ہے۔ [''رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سی نماز بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: لمبے قیام والی۔''] واللہ اعلم

س:...... رمضان یا غیر رمضان میں ایک رات میں زیادہ سے زیادہ کتنے نوافل پڑھ سکتے ہیں؟ ہمارے شیخ کے مطابق رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ (۱۱) رکعات نوافل ادا کر سکتے ہیں؟ (میاں سرفراز، اوکاڑہ)

ج:...... رسول اللہ ﷺ کی صلاۃ اللیل زیادہ سے زیادہ پندرہ رکعات ہے، اس میں رمضان یا غیر رمضان کی کوئی تخصیص نہیں۔ رہی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث: ((مَا كَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ ، وَلَا

---

[1] بخاری/ کتاب فضل لیلۃ القدر / باب فضل لیلۃ القدر
[2] بخاری/ کتاب التہجد/ باب من نام عند السحر
[3] مسلم/ صلاۃ المسافرین/ باب صلاۃ اللیل و عدد رکعات النبیؐ فی اللیل ۔ ترمذی / ابواب الصلاۃ/ باب ما جاء فی طول القیام فی الصلاۃ

فِيْ غَيْرِهِ عَلٰى إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً)) [1] [''رمضان ہوتا یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔''] تو اس میں انہوں نے افتتاحی دو رکعتوں اور وتر کے بعد والی دو رکعتوں کل چار رکعات کو شمار نہیں فرمایا جبکہ یہ چار رکعات دوسری احادیث سے ثابت ہیں اور صحیح مسلم میں موجود ہیں۔ تو ان کے فرمان ((مَا كَانَ يَزِيْدُ)) کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ دو افتتاحی رکعات اور وتر کے بعد والی دو رکعات نکال کر گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ چنانچہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اسی حدیث میں رکعات کی تفصیل ((يصلي أربعا...... ثم يصلي أربعا...... ثم يوتر)) سے واضح ہے کیونکہ اس میں انہوں نے افتتاحی دو رکعات اور وتر کے بعد والی دو رکعات کو ذکر نہیں فرمایا۔

١٤٢٢/١٠/٢٣هـ

س:...... نمازِ تراویح ادا کرنے کے بعد صبح تک آدمی نوافل ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ وتر پڑھنے کے بعد یا وتر پڑھنے کے بغیر؟ (ظفر اقبال، نارووال)

ج:...... احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز (صلاۃ اللیل) زیادہ سے زیادہ پندرہ رکعات ہے، اگر کسی نے نمازِ تراویح وتر سمیت گیارہ رکعات پڑھی ہے تو اس کے بعد طلوع فجر سے پہلے چار رکعات تک نماز پڑھ سکتا ہے وتر پہلی رات پڑھ لیے ہیں تو پچھلی رات وتر نہ پڑھے، پہلی رات والے وتر ہی کافی ہیں۔ رمضان یا غیر رمضان میں صرف تین وتر پڑھ کر سوگیا ہے درمیانی یا پچھلی رات جاگ اٹھا ہے، اب نماز پڑھنا چاہتا ہے تو بارہ رکعات تک نماز پڑھ سکتا ہے۔ مشکاۃ میں ہے: ((وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : إِنَّ هٰذَا السَّهَرَ جُهْدٌ وَ ثِقَلٌ ، فَإِذَا أَوْتَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ ، فَإِنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ ، وَإِلَّا كَانَتَا لَهُ)) [2]

١٤٢١/١١/١٩هـ

س:...... کچھ آدمی نمازِ تراویح آٹھ (۸) رکعتیں ادا کرنے کے بعد وتر چھوڑ دیتے ہیں اور پھر تین بجے کے قریب آکر مسجد میں پھر تہجد اور وتر پڑھتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اگر کوئی آدمی تراویح پڑھ کر وتر نہیں پڑھتا، بعد میں اگر رکعتیں پڑھنا چاہتا ہے تو کتنی پڑھے گا مع وتر؟ صحیح حدیث کے ساتھ بتائیں اور کتاب کا حوالہ بھی دیں۔

---

[1] صحيح بخاري/ التهجد/ باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان وغيره ـ صحيح مسلم/صلاة المسافرين / باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ

[2] رواه الدارمي /باب الوتر : ٤٠١/١

نمبر۲:......ایک آدمی پہلے وقت میں وتر پڑھ لیتا ہے، تین چار بجے پھر جاگتا ہے، وہ آدمی کہتا ہے میں کچھ پھر رکعتیں پڑھ لوں، کیا وہ ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر لے گا یا وتر کیسے توڑے گا؟ حدیث میں ہے وتروں کے بعد کوئی نماز نہیں۔

نمبر۳:......ایک آدمی نے ایک دن وتر نہیں پڑھا، دوسرے دن وتروں کی قضا دے گا یا نہیں؟

(صدر جامع مسجد اہل حدیث، گوجرہ)

ج:......صحیح بخاری کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیام اللیل میں تیرہ رکعات مع وتر پڑھتے تھے اور صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ وتر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ [1] تو قیام اللیل میں رسول اللہ ﷺ کی کل رکعات پندرہ ہیں۔ رمضان و غیر رمضان میں قیام اللیل میں پندرہ رکعات سے زائد نماز رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ اور بیہقی والی روایت کہ ''آپ ﷺ بیس رکعات پڑھتے تھے'' ثابت نہیں کیونکہ اس کی سند میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان نامی راوی جو بالاتفاق ضعیف ہے بلکہ كذبه شعبة۔''

جو پہلی رات آٹھ رکعات پڑھتا ہے وہ درمیانی یا پچھلی رات فجر سے پہلے سات رکعات پڑھ سکتا ہے بایں صورت کہ دو رکعت پڑھے پھر تین وتر پڑھے، پھر دو رکعت پڑھے۔

نمبر۲:......کسی نے وتر پہلی رات پڑھ لیے ہیں تو درمیانی یا پچھلی رات فجر سے پہلے پندرہ تک باقی رکعات پڑھ سکتا ہے اگر پہلی رات وتر ایک رکعت پڑھی ہے تو بعد میں چودہ رکعات پڑھ سکتا ہے اور اگر وتر تین رکعات پڑھی ہیں تو پھر بارہ رکعات اور اگر وتر پانچ رکعات پڑھی ہیں تو پھر دس رکعات پڑھ سکتا ہے۔ وعلي هذا القياس هلم جرا

مشكاة / باب الوتر / فصل ثالث ، حديث: ۱۲۸۶ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ هٰذَا السَّهَرَ جُهْدٌ وَثِقْلٌ ، فَإِذَا أَوْتَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ ، فَإِنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ ، وَإِلَّا كَانَتَا لَهُ))

[''بے شک رات کی بیداری مشکل اور بھاری ہے جس وقت ایک تمہارا وتر پڑھ لے دو رکعتیں پڑھے، اگر رات کو اُٹھ کھڑا ہو تو بہتر ہے ورنہ یہ دونوں رکعتیں اس کے لیے کافی ہوں گی۔'']

وتر توڑنے والی روایت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، پہلی رات وتر پڑھ لیے ہیں تو بعد میں وتر نہ پڑھے جائیں باقی ماندہ نماز پڑھ لی جائے جیسا کہ تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

---

[1] مسلم/صلاة المسافرين/باب صلوٰة الليل و عدد ركعات النبى ﷺ

باقی آپ کا فرمان ''وتروں کے بعد کوئی نماز نہیں'' کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے البتہ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا)) ❶ [''رات کو اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ۔''] تو وتر پہلے پڑھنے والی صورت بھی اس حدیث کے منافی نہیں کیونکہ وتر طاق رکعات کو کہا جاتا ہے تو تین وتر مثلاً پہلے پڑھے اور بارہ رکعات بعد میں پڑھے تو کل پندرہ رکعات بنتی ہیں اور پندرہ رکعات بھی وتر ہی ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک یا تین رکعت آخر میں پڑھے تو افضل ہے۔

نمبر۳:......اگر قیام اللیل کسی کا معمول ہے تو نیند یا بیماری کی وجہ سے قیام اللیل نہیں کر سکا تو وہ سورج طلوع ہونے کے بعد کے وقت بارہ رکعات پڑھ لے۔ صحیح مسلم میں ہے: ((إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوۃُ مِنَ اللَّیْلِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ غَیْرِہٖ صَلّٰی مِنَ النَّھَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً)) ❷ اور اگر صرف تین وتر کی بات ہے تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان: ((مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِہٖ أَوْ نَسِیَهٗ فَلْیُصَلِّ إِذَا ذَکَرَہٗ)) (ابوداود) [''جو شخص وتر پڑھے بغیر سو جائے یا بھول جائے تو اسے جب یاد آئے وہ وتر پڑھ لے۔''] ❸ پر عمل کرے۔ واللہ اعلم۔

س:......آٹھ رکعات تراویح مسنون ہے۔ کیا اس سے زائد رکعات (بطور عام نوافل) بعد از مسنون تراویح پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ (محمد صدیق، ضلع ایبٹ آباد)

ج:......وقت زیادہ لگانا چاہتا ہے تو قیام و تلاوت کو لمبا کر لے۔ رسول اللہ ﷺ کا عمل بھی ہے اور آپ کا فرمان بھی ہے: ((طُوْلُ الْقُنُوْتِ)) ❹ [جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کونسی نماز بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''لمبے قیام والی۔''] خطبہ مسنونہ میں ہے: ((وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ)) ❺ [''اور سب سے بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔'']

حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نفلی نماز میں شریک ہوا۔ آپ نے سورۂ بقرہ شروع کی۔ میں نے سوچا آپ سو آیات پڑھ کر رکوع میں جائیں گے، مگر آپ ﷺ پڑھتے چلے گئے میں نے خیال کیا کہ سورۂ بقرہ کو دو رکعتوں میں تقسیم کریں گے لیکن آپ ﷺ پڑھتے رہے، آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ ختم کر کے

---

❶ مسلم/باب صلاۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ والوتر رکعة من آخر اللیل

❷ صحیح مسلم/کتاب صلوٰۃ المسافرین/باب صلاۃ اللیل و عدد رکعات النبی ﷺ

❸ أبو داؤد/ أبواب الوتر/ باب فی الدعاء بعد الوتر

❹ مسلم/کتاب صلوٰۃ المسافرین/باب صلاۃ اللیل و عدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل ۔ ترمذی/ابواب الصلاۃ/باب ما جاء فی طول القیام فی الصلاۃ

❺ مسلم/کتاب الجمعة/باب رفع الصوت فی الخطبة و ما یقول فیها

سورۂ نساء شروع کر لی، پھر اسے ختم کر کے سورہ آل عمران کو پڑھنا شروع کر دیا اس کو بھی ختم کر ڈالا۔ آپ نہایت آہستگی سے پڑھتے جاتے تھے جب ایسی آیت کی تلاوت کرتے جس میں سبحان اللہ کہنے کا حکم ہوتا تو سبحان اللہ کہتے اگر کچھ مانگنے کا ذکر ہوتا تو سوال کرتے، اگر پناہ کا ذکر ہوتا تو اعوذ باللہ پڑھتے، آل عمران ختم کر کے آپ ﷺ نے رکوع کیا۔ [1]

س:...... رمضان میں حافظ صاحب تراویح پڑھاتے ہیں تو خطیب صاحب تراویح با جماعت ادا نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم پچھلی رات قیام کرتے ہیں۔ تراویح با جماعت پڑھنا افضل ہے یا علیحدہ علیحدہ؟ (محمد سلیم بٹ)

ج:...... نمازِ تراویح، تہجد، صلاۃ اللیل، قیام اللیل، قیام رمضان، قیام لیلۃ القدر، صلاۃ وتر اور دیگر نوافل لیل میں تین فضیلتیں ہیں: پہلی فضیلت جگہ کی فضیلت ہے کہ ان کو گھر میں ادا کرنا مسجد میں ادا کرنے کی نسبت افضل ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ((إِنَّ أَفْضَلَ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ)) [2] [''تم اپنے گھروں میں نماز پڑھتے رہو کیونکہ بہتر نماز آدمی کی وہی ہوتی ہے جو اس کے گھر میں ہو مگر فرض نماز (مسجد میں پڑھنا ضروری ہے۔)''] دوسری فضیلت وقت کی فضیلت ہے کہ ان کو پچھلی رات ادا کرنا پہلی رات ادا کرنے کی بنسبت افضل ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ((يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ)) [3] [''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا پروردگار بلند برکت والا ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر اُترتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے وہ کہتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں، کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔''] ٹھیک ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو تو ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما پر جمع فرمایا مگر خود پچھلی رات قیام کرتے اور فرماتے: ((وَالَّتِيْ يَنَامُوْنَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ يَقُوْمُوْنَ)) [4] [عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا سب لوگ متفرق اور منتشر تھے، کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا اور کچھ کسی کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے، اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے یہی ارادہ کر کے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا

---

[1] مسلم/ کتاب صلاۃ المسافرین/باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل

[2] بخاری/الاذان/باب صلاۃ اللیل۔ مسلم/صلاۃ المسافرین/باب استحباب صلاۃ النافلۃفی بیتہ و جوازھا فی المسجد

[3] بخاری/ کتاب التہجد/ باب الدعاء والصلاۃ من آخر اللیل

[4] بخاری/صلاۃ التراویح/باب فضل من قام رمضان ۔ مسلم/صلاۃ المسافرین /باب الترغیب فی قیام رمضان و ھو التراویح

امام بنا دیا، پھر ایک رات جو میں ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے اور (رات کا) وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں اس حصہ سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں، آپ کی مراد رات کے آخری حصہ (کی فضیلت) سے تھی کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع میں ہی پڑھ لیتے تھے۔] اور تیسری فضیلت جماعت کی فضیلت ہے کہ ان کو با جماعت ادا کرنا اکیلے ادا کرنے کی بنسبت افضل ہے کیونکہ با جماعت نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس یا پچیس درجے افضل ہے۔ اگر کوئی بھائی یا بہن ان نمازوں میں تینوں فضیلتیں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ ان نمازوں کو پچھلی رات با جماعت گھر میں ادا کرے تو یہ تینوں فضیلتیں حاصل ہو جائیں گی۔ ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔ ۱۴۲۳/۱۱/۱۳ھ

س:......نمازِ تراویح گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:......گھر میں پڑھنا افضل ہے ہاں نمازِ تراویح با جماعت پڑھنا بے جماعت پڑھنے سے افضل ہے اور پچھلی رات پڑھنا پہلی رات پڑھنے سے افضل ہے اگر کوئی نمازِ تراویح پچھلی رات گھر پر با جماعت پڑھے تو اسے تینوں فضیلتیں حاصل ہوں گی۔

س:......ایک آدمی اعتکاف بیٹھا ہوا ہے، تین دن با جماعت نمازِ تراویح ادا کرتا ہے، تین دنوں کے بعد فرض پڑھنے کے بعد اپنے خیمے میں چلا جاتا ہے۔ اگر خیمے میں جانے کی وجہ پوچھیں تو جواب دیتا ہے کہ آپ ﷺ نے صرف تین دن نمازِ تراویح جماعت کے ساتھ ادا کی ہے، لہٰذا تین دن میں نے بھی با جماعت ادا کر لی ہیں۔ اور باقی دنوں میں آخری رات یعنی سحری کے وقت نمازِ تراویح اکیلا پڑھتا ہوں۔

قرآن وحدیث سے وضاحت فرمائیں کہ ان کا یہ فعل ٹھیک ہے کہ نمازِ تراویح کی جماعت چھوڑ کر صبح اکیلا پڑھنا؟ (قاری سید عبدالغفار شکیل، قلعہ دیدار سنگھ)

ج:......قیام رمضان کے سلسلہ میں غیر معتکف کے لیے تین فضیلتیں ہیں:

۱۔ گھر میں قیام کی فضیلت رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((إِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ)) [1] [''آدمی کی نماز گھر میں افضل ہے سوائے فرض نماز کے۔'']

۲۔ با جماعت پڑھنے کی فضیلت ابوداود، ترمذی کی ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے: ((إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا

[1] بخاری/کتاب الأذان/باب صلاة الليل ـ مسلم/صلاة المسافرين/باب استحباب صلاة النافلة في بيته

صَلّٰی مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهٗ قِیَامُ لَیْلَةٍ)) [1] [''جو شخص امام کے ساتھ قیام کرتا ہے اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔'']

☆ پچھلی رات و آخری حصہ رات میں قیام کی فضیلت رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی كُلَّ لَیْلَةٍ إِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الآخِرُ یَقُوْلُ مَنْ یَدْعُوْنِیْ)) [2]
[''ہمارا پروردگار ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو آواز دیتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اسے قبول کروں، کوئی ہے جو مجھ سے مانگے میں اسے دوں، کوئی ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اسے معاف کروں۔'']

یہ تینوں فضیلتیں اس غیر معتکف کو حاصل ہوتی ہیں جو قیام رات کے آخری حصہ میں گھر میں با جماعت ادا کرے اس کے علاوہ کوئی ایک فضیلت حاصل کر رہا ہے اور کوئی دو۔

رہا معتکف تو اس نے مسجد میں رہنا ہوتا ہے، گھر جا ہی نہیں سکتا، **الا لحاجة الانسان** اس لیے اس کے لیے افضل یہ ہے کہ قیام رات کے آخری حصہ میں با جماعت ادا کرلے، اگر وہ رات کے آخری حصہ میں بغیر جماعت قیام کرتا ہے تو وہ جماعت والی فضیلت سے محروم اور اگر وہ پہلے با جماعت قیام کرتا ہے تو پھر وہ رات کے آخری حصہ میں قیام کی فضیلت سے محروم۔

تو ثابت ہوا ہے کہ معتکف کا جواب ''آپ نے صرف تین دن نمازِ تراویح با جماعت ادا کی'' درست نہیں۔

۱۴۲۱/۱/۵ھ

س:.....بعض مساجد میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کا ثواب حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بیس پچیس منٹ میں نمازِ تراویح سے فارغ ہو جاتے ہیں، پھر وعظ و تقریر کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، پھر مسجد کی بتیاں (روشنی) بجھا کر بڑی گریہ و زاری کے ساتھ چیخیں مار مار کر رونے کے انداز میں دعا کرتے ہیں، لیلۃ القدر کا ثواب حاصل کرنے کا یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر یہ طریقہ ثابت نہیں تو کیا یہ بدعت ہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:.....لیلۃ القدر کے قیام و ثواب کا یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ ۱۴۲۴/۱/۶ھ

---

[1] ابو داؤد/ابواب شهر رمضان /باب في قيام شهر رمضان ۔ ترمذی/ الصوم /باب ما جاء في قيام شهر رمضان

[2] بخاری/ کتاب التهجد/باب الدعاء والصلاة من آخر الليل

س :......نمبرا......ایک آدمی رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی تمام طاق راتوں میں نمازِ تراویح پڑھ کر سو گیا تو کیا اس نے لیلۃ القدر کو پالیا، یعنی لیلۃ القدر کا ثواب پالیا یا نہیں؟

نمبر۲:......کیا لیلۃ القدر کو پانے کے لیے، اس کا ثواب حاصل کرنے کے لیے تمام رات جاگنا شرط ہے؟

نمبر۳:......ایک حدیث ہے کہ جس نے رمضان المبارک کا قیام کیا ثواب کی نیت سے اس کے تمام گناہ اگلے اور پچھلے معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اس حدیث میں قیام سے کیا مراد ہے؟ (انسپکٹر عبدالغفور، شاہدرہ اسٹیشن، لاہور)

ج :......نہیں! ہاں اس نے لیلۃ القدر کے کچھ حصہ کا قیام کر لیا یا کچھ حصہ پالیا، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ)) [1] [''جس نے لیلۃ القدر کا قیام کیا۔''] پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴾ [القدر: ۳] [''شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔''] ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ ، وَأَحْيَا لَيْلَهُ ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ)) [2] [''رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کے لیے کمر بستہ ہو جاتے، شب بیداری فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار رکھتے تھے۔'']

نمبر۲:......جواب نمبرا پڑھ لیں اس میں اس کا جواب بھی آ چکا ہے وہی دیکھ لیں۔

نمبر۳:......صلاۃ اللیل ہی مراد ہے۔

س :......مستورات کی فرائض کے ساتھ نفلی نماز مسجد میں امام کے ساتھ ثابت ہے یا نہیں؟ (ملک محمد یعقوب)

ج :......صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسوف کی نماز با جماعت میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے مردوں اور عورتوں دونوں نے شرکت کی۔

[اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی وہ نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے کہا: لوگوں کا کیا حال ہے؟ یعنی وہ پریشان کیوں ہیں؟ انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا، یعنی دیکھو سورج کو گرہن لگا ہوا ہے، اتنے میں لوگ (نمازِ کسوف کے لیے) کھڑے ہوئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا (یہ گرہن) کیا کوئی (عذاب یا قیامت کی) علامت ہے؟ انہوں نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں۔ پھر میں بھی نماز کے لیے کھڑی ہوگئی حتیٰ کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی تو میں نے اپنے سر پر پانی ڈالنا شروع کر دیا،

---

1. صحيح بخاري/كتاب فضل ليلة القدر/باب فضل ليلة القدر
2. صحيح بخاري/كتاب فضل ليلة القدر /باب العمل في العشر الأواخر من رمضان

جب نماز ختم ہو چکی تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: ''جو چیزیں اب تک مجھے نہ دکھائی گئی تھیں ان کو میں نے اپنی اس جگہ سے دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی اور میری طرف یہ وحی بھیجی گئی کہ قبروں میں تمہاری آزمائش ہو گی جیسے مسیح دجال یا اس کے قریب قریب فتنہ سے آزمائے جاؤ گے اور پوچھا جائے گا کہ تجھے اس شخص یعنی رسول اللہ ﷺ سے کیا واقفیت ہے؟ ایمان دار یا یقین رکھنے والا کہے گا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے پاس کھلی نشانیاں اور ہدایت لے کر آئے تھے۔ ہم نے ان کا کہا مانا اور ان کی پیروی کی یہ محمد ﷺ ہیں تین بار ایسا ہی کہے گا۔ چنانچہ اس سے کہا جائے گا کہ تو مزے سے سو جا بے شک ہم نے جان لیا کہ تو محمد ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اور منافق یا شک کرنے والا کہے گا میں کچھ نہیں جانتا ہاں لوگوں کو جو کہتے سنا میں بھی وہی کہنے لگا۔ [1]

ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (رمضان المبارک کے) روزے رکھے۔ (شروع میں) آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ مہینے میں سے کچھ بھی قیام نہ کیا، یہاں تک کہ ۲۳ ویں رات کو آپ ﷺ نے قیام رمضان کیا، پھر آپ ﷺ نے ۲۴ ویں رات چھوڑ کر ۲۵ ویں رات کو، پھر ۲۶ ویں رات کو چھوڑ کر ۲۷ ویں شب کو اہل خانہ اور اپنی عورتوں کو اور سب لوگوں کو جمع کر کے قیام کیا اور فرمایا: جو شخص امام کے ساتھ قیام (رمضان) کرتا ہے اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔ [2]

۱۴۲۲/۱۰/۹ھ

س: ......وتر آخری نماز ہونی چاہیے یا وتروں کے بعد بھی نفل پڑھ سکتے ہیں؟ سنا ہے کہ وتروں کے بعد دو نفل رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہیں؟ تراویح اور وتر کے بعد نفلوں کا کیا حکم ہے؟ (ظفر اقبال)

ج: ......افضل ہے وتر آخر میں پڑھے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((اِجۡعَلُوۡا آخِرَ صَلَاتِكُمۡ بِاللَّيۡلِ وِتۡرًا)) [3] [''رات کو اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ۔''] صحیح مسلم [4] میں ہے رسول اللہ ﷺ وتروں کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے، یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ نہیں ہے۔ سنن دارمی میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ هٰذَا السَّهَرَ جُهۡدٌ وَ ثِقَلٌ فَإِذَا أَوۡتَرَ أَحَدُكُمۡ فَلۡيَرۡكَعۡ رَكۡعَتَيۡنِ ، فَإِنۡ قَامَ مِنَ اللَّيۡلِ ، وَإِلَّا كَانَتَا لَهُ)) [5] [''رات کی بیداری مشکل اور بھاری ہے جس وقت تم میں سے کوئی ایک وتر پڑھ لے تو دو رکعتیں پڑھے، اگر رات کو اُٹھ کھڑا ہوا تو بہتر ہے ورنہ یہ دونوں رکعتیں اس کے لیے کافی ہوں گی۔''] ہاں نفل

[1] صحیح بخاری/ کتاب الکسوف/ باب صلاة النساء مع الرجال في الكسوف

[2] ابو داؤد/ابواب شهر رمضان /باب في قيام شهر رمضان ـ ترمذی/الصوم/باب ما جاء في قيام شهر رمضان

[3] مسلم/صلاة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة من آخر الليل

[4] مسلم/صلاة المسافرين/باب صلاة الليل و عدد ركعات النبي ﷺ

[5] مشكوٰة/باب الوتر/الفصل الثالث

نماز بیٹھ کر پڑھنے سے کھڑے ہو کر پڑھنے کے برابر ثواب ملنا رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے۔ [1] دوسرا کوئی نفل نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھے گا تو کھڑے ہو کر پڑھنے کی بنسبت نصف اجر وثواب ملے گا۔ [2] رسول اللہ ﷺ کی کل صلاۃ اللیل پندرہ رکعات ہے۔ گیارہ رکعات تو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث: ((مَا کَانَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہِ عَلٰی إِحْدٰی عَشَرَۃَ رَکْعَۃً یُصَلِّیْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَطُوْلِہِنَّ)) [3] اور دو ہلکی پھلکی رکعتیں صلاۃ اللیل کے افتتاح وآغاز میں اور دو وتروں کے بعد دیکھیں صحیح مسلم۔ تو یہ کل پندرہ رکعات بنتی ہیں، یہ تمام رکعات پہلی رات پڑھ لے یا درمیانی رات پڑھ لے یا ان سے کچھ پہلی رات، درمیان رات اور کچھ آخر (رات پڑھ لے یا ان سے کچھ پہلی رات) اور کچھ آخر رات پڑھ لے، صلاۃ اللیل میں پندرہ رکعات پڑھنے کی یہ پانچوں صورتیں درست ہیں۔ صلاۃ اللیل میں پندرہ سے کم رکعات پڑھنا بھی درست ہے۔ البتہ صلاۃ اللیل میں پندرہ رکعات سے زائد رکعات رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ ۵/۱۱/۱۴۲۵ھ

س: ...... میں نے ایک عالم سے کہا کہ موطا میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے گیارہ رکعات تراویح ثابت ہیں۔ اس نے مجھے کہا کہ گیارہ والی روایت مضطرب ہے میں اناڑی تھا خاموش ہو گیا۔ میں اب آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ مجھے مضطرب کی تعریف عربی میں اور ترجمہ اُردو میں لکھ کر بھیجیں۔ مطلوب حدیث کے اطلاقات واضح کریں اور اس گیارہ والی روایت کے سارے طرق لکھ کر وضاحت فرمائیں کہ یہ مضطرب نہیں ہے۔ مزید کوئی مضطرب حدیث بھی لکھ بھیجیں تا کہ دونوں کا فرق واضح ہو سکے۔ (اللہ دتہ، کامرہ اٹک)

ج: ...... عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعات پڑھانے کے حکم والی موطا امام مالک رحمہ اللہ کی روایت پر تفصیلی بات چیت اس بندۂ فقیر الی اللہ الغنی کی کتاب ''تعداد تراویح'' میں دیکھ لیں۔ ان شاء اللہ العزیز اس سلسلہ میں آپ کے شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے۔ بفضل اللہ وتوفیقہ۔ میرے پاس تعداد تراویح کا کوئی نسخہ نہیں کہیں سے حاصل کر لیں اور پڑھیں۔ ۱۳/۱/۱۴۲۳ھ

[تعدادِ تراویح استادِ محترم حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری کی کتاب ہے جو مولانا غلام سرور صاحب گجراتی کے رسالہ ''بیس رکعات تراویح کا شرعی ثبوت'' کے جواب میں لکھی گئی۔ اس رسالہ میں مولانا غلام سرور صاحب نے

[1] ابن ماجہ/اقامۃ الصلوٰۃ / باب صلاۃ القاعدہ علی النصف من صلاۃ القائم

[2] مشکوٰۃ /باب القصد فی العمل / الفصل الثالث [3] صحیح بخاری/ التہجد /باب قیام النبی ﷺ رمضان وغیرہ

موطا امام مالک کی گیارہ رکعات والی روایت کو مضطرب کہا ہے۔ استادِ محترم نے اسی بات کی تحقیق کی جو کہ قارئین کے افادہ کے لیے درج کی جا رہی ہے:

گیارہ رکعات والی روایت پر کلام کی تحقیق

حضرت المؤلف فرماتے ہیں:

''اب رہی وہ روایت جو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں (موطا امام مالک رباب قیام رمضان) سو یاد رہے کہ اس اثر کے ناقل صرف اور صرف محمد بن یوسف ہیں اور محمد بن یوسف کے پانچ شاگرد ہیں اور ان پانچوں کے بیان باہم مختلف ہیں جیسا کہ درج ذیل نقشہ سے صاف ظاہر ہے:

سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ

⇩

محمد بن یوسف

۱۔(امام مالک)	۲۔(یحییٰ بن سعید)	۳۔(عبدالعزیز بن محمد)	۴۔(ابن اسحاق)	۵۔(داؤد بن قیس وغیرہ)
حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں۔ بحوالہ مؤطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ	حضرت عمر نے ابی ابن کعب اور تمیم پر لوگوں کو جمع کیا، پس وہ دونوں گیارہ رکعت پڑھتے تھے (اس میں حضرت عمر کے حکم کا ذکر نہیں) بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ	ہم حضرت عمر کے زمانہ میں بماہ رمضان گیارہ رکعت پڑھتے تھے (اس میں نہ حکم کا ذکر ہے نہ ابی بن کعب و تمیم داری کا) بحوالہ سنن سعید بن منصور	ہم حضرت عمر کے زمانہ میں بماہ رمضان تیرہ رکعت پڑھتے تھے (اس میں بھی حکم اور ابی بن کعب و تمیم کا ذکر نہیں اور گیارہ کی بجائے تیرہ کا ذکر ہے) بحوالہ قیام اللیل	حضرت عمر نے رمضان میں لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری کی اقتدا میں اکیس رکعت پر جمع کیا۔ (اس میں گیارہ کی بجائے اکیس کا ذکر ہے) بحوالہ مصنف عبدالرزاق

''پس اُصولِ حدیث کی رو سے یہ روایت مضطرب ہے اور اس حالت میں جب تک کہ کسی ایک بیان کو اُصول کے مطابق ترجیح نہ دی جائے یا تمام بیانات میں تطبیق نہ دی جائے اس وقت تک اس روایت کو کسی مدعا کے ثبوت میں پیش کرنا درست نہیں۔'' (ص:۲۲،۲۳)

اولاً: ......صرف اور صرف محمد بن یوسف کے اس اثر کا ناقل ہونا کوئی وجہ ضعف نہیں۔ دیکھئے بخاری شریف کی پہلی حدیث: ((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ)) کے ناقل صرف اور صرف حضرت علقمہ ہیں حالانکہ حدیث انما الاعمال بالنیات باتفاق جمیع محدثین صحیح ہے، پھر محمد بن یوسف سے متعلق صاحب رسالہ ہی لکھتے ہیں:

''محمد بن یوسف ثقہ ثبت، تقریب، ص:۳۲۸۔'' (ص:۹)

لہٰذا صاحب رسالہ کا قول ''اس اثر کے ناقل صرف اور صرف محمد بن یوسف ہیں۔'' حقیقت حال کا بیان ہے تضعیف اثر نہیں۔

وثانیاً: ......یحییٰ بن سعید قطان کا بیان ''حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما پر لوگوں کو جمع کیا، پس وہ دونوں گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔'' امام مالک کے بیان ''حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔'' کے خلاف و منافی نہیں بلکہ یحییٰ بن سعید کا بیان بتا رہا ہے کہ حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری کا عمل گیارہ رکعات تھا اور امام مالک کا بیان واضح کر رہا ہے کہ حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا تو ان میں موافقت ہے مخالفت اور منافات نہیں، یہ درست کہ یحییٰ بن سعید کے بیان میں حضرت عمر کے حکم کا ذکر نہیں مگر ان کے بیان میں حضرت عمر کے حکم کی نفی بھی تو نہیں ہے۔

نیز عبدالعزیز بن محمد کا بیان ''ہم حضرت عمر کے زمانہ میں بماہِ رمضان گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔'' امام مالک اور یحییٰ ابن سعید کے مذکورہ بالا بیانات کے خلاف و منافی نہیں کیونکہ اس میں نہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گیارہ رکعات کا حکم دینے کی نفی ہے اور نہ ہی حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری کے گیارہ رکعات پڑھانے کی نفی ہے۔ باقی اس میں حکم اور ابی بن کعب و تمیم داری کا ذکر نہ ہونے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دینے اور حضرت ابی بن کعب و تمیم داری کے گیارہ رکعات پڑھانے کی نفی نہیں ہوتی، ہاں اس میں یہ ضرور بتایا گیا ہے کہ ہم لوگ حضرت عمر کے زمانہ میں بماہِ رمضان گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ ادھر امام مالک کے بیان کے مطابق حضرت عمر کا حکم بھی گیارہ رکعات ہی تھا اور یحییٰ بن سعید کے بیان کے موافق حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری کا عمل بھی گیارہ رکعات ہی تھا۔

پھر محمد بن اسحاق کا بیان ''ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بماہِ رمضان تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔'' بھی امام مالک، یحییٰ بن سعید اور عبدالعزیز بن محمد کے بیانات مذکور کے خلاف ومنافی نہیں بشرطیکہ صاحب آثار السنن کی توجیہ ''تیرہ رکعات میں بعد از عشاء والی دو رکعات شامل ہیں۔'' کو تسلیم کرلیا جائے باقی اس میں حکم اور ابی بن کعب وتمیم داری کا ذکر نہ ہونا ان کے بیانات سے مخالفت ومنافات نہیں، کما تقدم. ہاں اگر صاحب آثار السنن کی توجیہ اور اس قسم کی کسی اور توجیہ کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر محمد بن اسحاق کا بیان عبدالعزیز بن محمد کے بیان کے منافی ہوگا کیونکہ اس میں ہے کہ ہم گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور اس میں ہے کہ تیرہ رکعات پڑھتے تھے، البتہ محمد بن اسحاق کا بیان اس صورت میں بھی امام مالک اور یحییٰ بن سعید کے بیانات کے خلاف ومنافی نہیں کیونکہ امام مالک کے بیان میں گیارہ کے حکم اور یحییٰ بن سعید کے بیان میں ابی بن کعب وتمیم داری کے گیارہ رکعات پڑھنے کا تذکرہ ہے اور محمد بن اسحٰق کے بیان میں ان دونوں چیزوں (حضرت عمر کے گیارہ کا حکم دینے اور ابی بن کعب وتمیم داری کے گیارہ پڑھنے) کی نفی نہیں کی گئی کیونکہ عدم ذکر کو نفی نہیں کہا جاسکتا۔

رہا داؤد بن قیس کا بیان ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری کی اقتداء میں اکیس رکعات پر جمع کیا۔'' تو وہ واقعی امام مالک اور یحییٰ بن سعید کے بیانات کے خلاف ومنافی ہے بشرطیکہ وہ مقبول ہو البتہ وہ عبدالعزیز بن محمد اور محمد بن اسحاق کے بیانات کے خلاف ومنافی نہیں تو پتہ چلا کہ صاحب رسالہ کا فرمان ''اور ان پانچوں کے بیان باہم مختلف ہیں'' محل نظر ہے۔ فتدبر

وثانیاً: ((قال العلامة الزرقانی فی شرح المؤطا : وقوله : ان مالكا انفرد به ليس كما قال فقد رواه سعيد بن منصور من وجه آخر عن محمد بن يوسف فقال : احدى عشرة كما قال مالك اھ (ج:۱، ص:۲۳۹) وقال الحافظ فی الفتح : لم يقع فی هذه الرواية عدد الركعات التی كان يصلی بها ابی بن كعب و قد اختلف فی ذالك ففی المؤطا عن محمد ابن يوسف عن السائب بن يزيد انها احدى عشرة و رواه سعيد بن منصور من وجه آخر الخ (ج:٤،ص:۲۵۳) وقال صاحب آثار السنن : ما قاله ابن عبدالبر من وهم مالك فغلط جدالان مالكا قد تابعه عبدالعزيز بن محمد عند سعيد بن منصور فی سننه و يحيی بن سعيد القطان عن ابی بكر بن ابی شيبة فی مصنفه كلاهما عن محمد بن يوسف و قالا

احدی عشرة کما رواه مالك عن محمد بن یوسف ، واخرج محمد بن نصر المروزی فی قیام اللیل من طریق محمد بن اسحاق حدثنی محمد بن یوسف عن جده السائب بن یزید قال : کنا نصلی فی زمن عمر فی رمضان ثلاث عشرة رکعة۔ انتهی قلت : هٰذا قریب مما رواه مالك عن محمدبن یوسف ای مع الرکعتین بعد العشاء ا ه (التعلیق الحسن ، ص:۲۰۳)

''ترجمہ:......ثانیا......علامہ زرقانی نے مؤطا کی شرح میں فرمایا: اس کا قول کہ مالک اس روایت میں اکیلے ہیں، صحیح نہیں کیونکہ سعید بن منصور نے ایک دوسری سند کے ساتھ محمد بن یوسف سے بیان کیا اور فرمایا: ''گیارہ رکعتیں'' جس طرح مالک نے فرمایا: اھ (ج:۱،ص:۲۳۹) اور حافظ نے فتح میں فرمایا اس روایت میں ان رکعات کی تعداد مذکور نہیں جو ابی بن کعب پڑھاتے تھے، اور اس کے متعلق اختلاف ہے۔ چنانچہ مؤطا میں محمد بن یوسف نے سائب بن یزید سے بیان کیا ہے کہ وہ گیارہ رکعتیں تھیں اور سعید بن منصور نے اسے ایک اور سند کے ساتھ بیان کیا ہے......الخ۔ (ج:۴،ص:۲۵۳) اور صاحب آثار السنن نے فرمایا: ابن عبدالبر نے جو مالک کا وہم بتایا ہے، بہت ہی غلط ہے کیونکہ مالک کی متابعت سنن سعید بن منصور میں عبدالعزیز بن محمد نے کی ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یحییٰ بن سعید بن قطان نے کی ہے، دونوں نے محمد بن یوسف سے بیان کیا ہے اور گیارہ رکعتیں ذکر کی ہیں جس طرح مالک نے محمد بن یوسف سے بیان کیا اور محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل میں محمد بن اسحاق کے طریق سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں مجھے محمد بن یوسف نے اپنے دادا سائب بن یزید سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے انتہی میں کہتا ہوں یہ اس روایت کے قریب ہے جو مالک نے محمد بن یوسف سے بیان کی یعنی عشاء کے بعد کی دو رکعتیں ملا کر ۔(التعلیق الحسن،ص:۲۰۳)''

تو منقولہ عبارات دلالت کر رہی ہیں کہ یحییٰ بن سعید اور عبدالعزیز بن محمد نے امام مالک کی متابعت کی ہے اور متابعت موافقت کا نام ہے نہ کہ مخالفت کا۔ چنانچہ شرح نخبہ میں لکھا ہے:

((وما تقدم ذکره من الفرد النسبی ان وجد بعد ظن کونه فردا قد وافقه غیره فهو المتابع)) (ص:٤٤)

''اور جس فرد نسبی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اسے فرد سمجھنے کے بعد اگر کوئی دوسرا راوی مل جائے جس نے اس کی موافقت کی ہو تو وہ متابع ہے۔''

نیز ایک توجیہ کے مطابق محمد بن اسحاق بھی امام مالک رحمہ اللہ کی متابعت کرتا ہے جیسا کہ صاحب آثار السنن کے کلام سے مترشح ہو رہا ہے:

((وثالثاً: قال الحافظ ابن الصلاح : المضطرب من الحديث هو الذى تختلف الرواية فيه فير ويه بعضهم على وجه و بعضهم على وجه آخر مخالف له ، وانما نسميه مضطر باذا تساوت الروايتان اما اذا ترجحت احد هما بحيث لا تقاومها الاخرى بان يكون راويها احفظ اكثر صحبة للمروى عنه وغير ذالك من وجوه الترجيحات المعتمدة فالحكم للراجحة ولا يطلق عليه حينئذ وصف المضطرب ولا له حكمه اھ (علوم الحديث ،ص:٨٤) وفى التدريب شرح التقريب: (النوع التاسع عشر المضطرب هو الذى يروى على اوجه مختلفة) من راو واحد مرتين او اكثراو من راويين او رواة (متقاربة) و عبارة ابن الصلاح متساوية و عبارة ابن جماعة متقاومة بالواو والميم اى ولا مرجح (فان رجحت احدى الروايتين) اوالروايات (بحفظ راويها) مثلاً(اوكثرة صحبته المروى عنه او غير ذالك) من وجوه الترجيحات (فالحكم للراجحة ولا يكون) الحديث (مضطربا) لا الرواية الراجحة كما هو ظاهر ولا المرجوحة بل هى شاذة او منكرة كما تقدم اھ (ص:١٦٩) وفى شرح النخبة : و ان كانت المخالفة بابداله اى الراوى ولا مرجح لا حدى الروايتين على الاخرى فهذا هو المضطرب وهو يقع فى الاسناد غالبا وقد يقع فى المتن لكن قل ان يحكم المحدث على الحديث بالا ضطراب بالنسبة الى اختلاف فى المتن دون الاسناد اھ وفى حاشيته : قوله : ولا مرجح ...... الخ فان ترجحت بان يكون راويها احفظ او اكثر صحبة للمروى عنه سيما اذا كان ولده او قريبه او مولاه او بلديه او غير ذالك من وجوه الترجيح المعتمدة ككونه حين التحمل بالغا

اوسماعه من لفظ شيخه فالحكم للراجح ولا يكون الحديث حينئذ مضطر با وكذا امكن الجمع بحيث يمكن أن يكون المتكلم معبر ا باللفظين فاكثر عن معنى واحد او يحمل كل منهما على حالة لا تنافى الاخرى شرح الشرح۔ ا ه (ص:٦٩)وفى شرح النخبة ايضا: فان خولف بارجح منه لمزيد ضبط او كثرة عدد او غير ذالك من وجوه الترجيحات فالراجح يقال له المحفوظ و مقابله وهو المرجوح يقال له الشاذ وهذا هو المعتمد فى تعريف الشاذ بحسب الاصطلاح و ان وقعت المخالفة مع الضعف فالراجح يقال له المعروف و مقابله يقال له المنكر ا ه مقتصراً (ص:٤٢،٤٣) وفى شرح النخبة ايضاً۔ وان كانت المعارضة بمثله فلا يخلو اما ان يمكن الجمع بين مدلوليهما بغير تعسف او لا فان امكن الجمع فهو النوع المسمى بمختلف الحديث ا ه (ص:٤٧)))

''ترجمہ:......ثالثاً......حافظ ابن صلاح نے فرمایا: مضطرب حدیث وہ ہے جس میں روایت مختلف ہو جائے چنانچہ کوئی اسے ایک طرح روایت کرے اور کوئی دوسرے طریقہ پر جو پہلے کے مخالف ہو۔ ہم اسے مضطرب کا نام صرف اس وقت دیں گے جب دونوں روایتیں (قوت میں) برابر ہوں لیکن جب ان دونوں میں سے ایک کو ایسی ترجیح حاصل ہو جائے کہ دوسری اس کے بالمقابل نہ رکھی جا سکتی ہو اس وجہ سے کہ اس کا راوی حافظے میں زیادہ ہو یا جس سے روایت کر رہا ہے اس کی صحبت اسے زیادہ میسر رہی ہو یا اس کے علاوہ ترجیح کی صورتوں میں سے کوئی صورت موجود ہو تو راجح روایت کے حق میں فیصلہ ہوگا اور مضطرب نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی اس کا حکم مضطرب والا ہوگا (علوم الحدیث،ص:۸۴) اور تقریب کی شرح تدریب میں ہے: انیسویں قسم مضطرب ہے جو ایک ہی راوی سے دو یا زیادہ مرتبہ یا دو راویوں سے یا زیادہ راویوں سے ایسی مختلف وجوہ کے ساتھ روایت کی جائے جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہوں، ابن صلاح کی عبارت یہ ہے کہ وہ وجوہ ایک دوسری کے برابر ہوں اور ابن جماعہ کی عبارت یہ ہے کہ وہ ایک دوسری کے برابر کی مدمقابل ہوں۔ اوران وجوہ کے درمیان ترجیح دینے والی کوئی چیز موجود نہ ہو۔ اگر ان دو روایات یا زیادہ روایات میں سے کسی ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے مثلاً اس کے راوی کے حافظہ کی وجہ سے یا مروی عنہ کے ساتھ اس کی صحبت کی وجہ سے یا ترجیح کے

اسباب میں سے کسی سبب کی وجہ سے تو فیصلہ راجح روایت کے حق میں ہوگا اور وہ حدیث مضطرب نہیں ہوگی۔ نہ راجح روایت مضطرب ہوگی جیسا کہ ظاہر ہے اور نہ ہی مرجوح روایت کیونکہ وہ اس صورت میں شاذ یا منکر ہوگی جیسا کہ گزر چکا۔ انتہی (ص:۱۶۹) اور شرح نخبہ میں ہے: ''اور اگر مخالفت راوی کے بدل دینے کے ساتھ ہو اور دونوں روایتوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دینے والی کوئی چیز بھی موجود نہ ہو تو اس کا نام مضطرب ہے اور یہ اکثر سند میں ہوتی ہے اور کبھی کبھی متن میں بھی واقع ہوتی ہے لیکن ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ محدث حدیث پر اضطراب کا حکم سند کے بغیر صرف متن کے اختلاف کی وجہ سے لگائے۔ انتہی اور اس کے حاشیہ میں ہے: قولہ: ''ولا مرجح'' تو اگر ایک روایت راجح ہو جائے اس وجہ سے کہ اس کا راوی زیادہ حافظ ہو یا مروی عنہ کے ساتھ زیادہ رہا ہو بالخصوص جب وہ اس کا لڑکا یا رشتہ دار یا غلام یا اس کے شہر میں رہنے والا ہو۔''

یا اس کے علاوہ ترجیح کی صورتوں میں سے کوئی قابل اعتماد صورت ہو مثلاً اس کا راوی حدیث حاصل کرنے کے وقت بالغ ہو یا اس نے خود شیخ کے لفظ سنے ہوں تو اس قسم کی ترجیح حاصل ہو جانے کی صورت میں راجح روایت کے حق میں فیصلہ ہوگا اور اس وقت حدیث مضطرب نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر تطبیق ممکن ہو اس طرح کہ متکلم نے ایک ہی معنی کو دو یا زیادہ لفظوں کے ساتھ تعبیر کر دیا ہو یا دونوں میں سے ہر ایک لفظ کو کسی ایک حالت پر محمول کر دیا جائے جو دوسری حالت کے منافی نہ ہو۔ شرح نخبہ ہی میں ہے: ''پس اگر ایک روایت کی مخالفت ایسی روایت کے ساتھ کی جائے جو ضبط کی زیادتی یا تعداد کی کثرت کی وجہ سے یا ترجیح کی وجوہ میں سے کسی وجہ سے راجح ہے تو راجح کو محفوظ کہا جائے گا اور اس کی مقابل کو جو مرجوح ہے۔ شاذ کہا جائے گا۔ اصطلاح کے اعتبار سے شاذ کی یہی تعریف قابل اعتماد ہے اور اگر مخالفت ضعف کے ساتھ واقع ہو تو راجح کو معروف اور اس کی مقابل کو منکر کہا جائے گا انتہی۔ بقدر ضرورت (ص:۴۲، ۴۳) اور شرح نخبہ ہی میں ہے: اگر مخالفت ہم مثل روایت کے ساتھ ہو تو یا تو دونوں کے مفہوم میں بلا تکلف تطبیق ممکن ہوگی یا نہیں، ممکن ہو تو اس قسم کا نام ''مختلف الحدیث'' ہے۔ انتہی (ص:۴۷)

((وحاصل هذه العبارات أن الحديث اذا روى على أوجه مختلفة فان أمكن الجمع من غير تعسف فهو مختلف الحديث او ترجح أحدها بطريق من طرق

الترجيح المعتبرة فالراجح محفوظ او معروف والمرجوح شاذ ا و منكر و ان لم يمكن الجمع ولا الترجيح فالحديث مضطرب فالاختلاف الذى يمكن رفعه بالجمع او الترجيح ليس باضطراب فى عرف اصول الحديث))

''ترجمہ:......ان عبارات سے حاصل یہ ہوا کہ ایک حدیث جب مختلف وجوہ پر روایت کی جائے تو اگر تکلف کے بغیر تطبیق ممکن ہو تو وہ مختلف الحدیث ہے یا ترجیح کی معتبر وجوہ میں سے کسی وجہ کے ساتھ ایک روایت کو ترجیح حاصل ہو جائے تو راجح کا نام محفوظ یا معروف اور مرجوح کا نام شاذ ہے یا منکر۔ اور اگر نہ ہی تطبیق ممکن ہو اور نہ ترجیح تو وہ حدیث مضطرب ہے تو وہ اختلاف جسے تطبیق یا ترجیح کے ساتھ ختم کیا جا سکتا ہے اصول حدیث کی رو سے مضطرب نہیں ہے۔

پس کتب اصول حدیث کی مندرجہ بالا عبارات شہادت دے رہی ہیں کہ اگر مختلف بیانات میں ترجیح یا تطبیق کی کوئی معقول ومقبول صورت نکل آئے تو روایت کو اصطلاحاً مضطرب نہیں کہا جائے گا اور اس مقام پر ترجیح اور تطبیق کی صورت موجود ہے لہٰذا مصنف صاحب کا فرمان: ''پس اصول حدیث کی رو سے یہ روایت مضطرب ہے'' درست نہیں ہاں جامع ترمذی کے بعض مقامات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ترجیح اور تطبیق کی موجودگی میں بھی روایت کو مضطرب کہا جا سکتا ہے تو پھر حضرت المؤلف کا بیان ''یہ روایت مضطرب ہے...... الخ'' درست ہوگا۔

و رابعاً:......اگر امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کی گیارہ رکعات والی روایت کو مضطرب قرار دیا جائے تو پھر داود بن قیس کی اکیس رکعات والی روایت کو بھی مضطرب قرار دینا پڑے گا کیونکہ محمد بن یوسف کے باہم مختلف بیانات والے پانچ شاگردوں میں داؤد بن قیس بھی شامل ہیں۔ چنانچہ حضرت المؤلف کے پیش کردہ نقشہ سے صاف صاف ظاہر ہے تو جیسے صاحب رسالہ کے خیال میں بوجہ اضطراب امام مالک وغیرہ کی گیارہ رکعات والی روایت کو کسی مدعا کے ثبوت میں پیش کرنا درست نہیں ویسے ہی بوجہ اضطراب داؤد بن قیس کی اکیس رکعات والی روایت کو بھی کسی مدعا کے ثبوت میں پیش کرنا درست نہیں حالانکہ حضرت المؤلف نے اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش فرمودہ دلائل میں سے سب سے پہلے داؤد بن قیس والی روایت کو پیش فرمایا ہے اگر کہا جائے کہ صاحب رسالہ نے تو داؤد بن قیس کی روایت کو بعد از ترجیح یا تطبیق دلیل بنایا ہے تو پھر امام مالک وغیرہ کی گیارہ رکعات والی روایت سے استدلال کرنے والے بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے بھی آخر گیارہ رکعات والی روایت کو ترجیح یا تطبیق کے بعد ہی دلیل بنایا ہے رہی یہ بات کہ کونسی ترجیح یا تطبیق درست ہے تو اس پر کلام ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

وخامساً : ...... جس طریقہ سے حضرت المؤلف نے گیارہ رکعت والی روایت کو مضطرب بنایا اگر اس طریقہ کو اختیار کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی بیس رکعات والی روایت بھی مضطرب ہے کیونکہ حضرت سائب بن یزید کے تین شاگردوں محمد بن یوسف، یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبدالرحمٰن کے بیانات باہم مختلف ہیں جیسا کہ درج ذیل نقشہ سے صاف ظاہر ہے:

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ

۱۔(محمد بن یوسف)	۲۔(یزید بن خصیفہ)	۳۔(حارث بن عبدالرحمٰن)
ان کے پانچوں شاگردوں کے مذکورہ بیانات کو ذہن میں رکھیں جن کو حضرت المؤلف باہم مختلف قرار دے چکے ہیں نیز ایک نقشہ دے کر انہوں نے ان کے اختلاف کی صورت کو واضح کیا ہے۔	۱۔ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے (مالک اور محمد بن جعفر) ۲۔لوگ حضرت عمر کے زمانہ میں بیس رکعات پڑھتے تھے۔(ابن ابی ذئب) (پہلے بیان میں اپنے عمل کا ذکر ہے لوگوں کے عمل کا ذکر نہیں، دوسرے بیان میں اس کا عکس نیز پہلے بیان میں وتر کا ذکر ہے دوسرے میں وتر کا ذکر نہیں، پھر ان دونوں بیانوں میں حکم کا ذکر نہیں اور نہ ہی ابی بن کعب وتمیم کا نیز گیارہ، تیرہ اور اکیس کی بجائے بیس کا ذکر ہے)	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قیام تیئیس رکعات تھا۔(اس میں بھی نہ حکم کا ذکر ہے نہ ہی ابی بن کعب وتمیم کا پھر گیارہ، تیرہ، بیس اور اکیس کی بجائے تیئیس کا ذکر ہے)

پس اصول حدیث کی رو سے یہ روایت مضطرب ہے اور اس حالت میں جب تک کہ کسی ایک بیان کو اصول کے مطابق ترجیح نہ دی جائے یا تمام بیانات میں تطبیق نہ دی جائے اس وقت تک اس روایت کو کسی مدعا کے ثبوت میں پیش کرنا درست نہیں جب کہ عالم یہ ہے کہ حضرت المؤلف بطرق ثلاثہ اس روایت کو اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش فرما چکے ہیں رہی ترجیح وتطبیق والی بات تو اس پر کلام آ رہا ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ

اب اگر ترجیح کی راہ اختیار کی جائے تو محمد بن یوسف کی گیارہ رکعات والی روایت کو ترجیح ہوگی جیسا کہ تینوں بزرگوں کی روایات کی اسناد پر کلام سے ظاہر ہے مگر اس میں یہ نقص ہے کہ ترجیح کی راہ تب اختیار کی جاتی ہے جب رواۃ کے بیانات میں مخالفت ومنافات ہو اور وہ اس مقام پر ہے ہی نہیں جیسا کہ تدبر وتامل کرنے سے ظاہر ہے۔

ہاں صاحب رسالہ کے اندازِ فکر کو پیش نظر رکھا جائے تو پھر حضرت سائب بن یزید کے تینوں شاگردوں کے بیانات باہم مختلف ہیں۔

نیز یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبدالرحمٰن کے بیانات میں نہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کا ذکر ہے اور نہ ہی ان کے عمل کا بلکہ ان میں تو یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ لوگوں کے بیس رکعات پڑھنے کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم تھا یا نہیں تو ان بزرگوں کے بیانات میں سے بیس رکعات کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں۔

ترجیح و تطبیق کی تحقیق

حضرت المؤلف تحریر فرماتے ہیں:

''حافظ ابن عبدالبر مالکی المتوفی ۴۶۳ھ نے دونوں صورتیں اختیار کی ہیں، گیارہ اور اکیس میں اکیس کو ترجیح (قوت) دی اور گیارہ کو مرجوح (کمزور) قرار دیا اور اس کے ساتھ تطبیق کی یہ صورت بھی لکھی ہے کہ پہلے گیارہ کا حکم دیا ہو، پھر قیام میں تخفیف کے لیے گیارہ کی بجائے اکیس رکعتیں کر دی گئی ہوں اور زرقانی مالکی نے اسی تطبیق کو پسند کیا اور کہا کہ امام بیہقی نے بھی مختلف روایتوں کو اسی طرح جمع کیا ہے (زرقانی شرح مؤطا جلد:۱،ص:۲۱۵) اور دیگر ائمہ حدیث نے بھی اسی تطبیق کو پسند کیا، خصوصاً حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اور علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں تطبیق کی صورت اختیار کی۔'' اھ (ص:۲۴)

((أولًا:...... قال الزرقانی فی شرح المؤطا (ان یقوما للناس بإحدی عشرة رکعة) قال الباجی : لعل عمر اخذ ذالك من صلاة النبی ﷺ ففی حدیث عائشة انها سئلت عن صلاته فی رمضان فقالت: ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة۔ وقال ابن عبدالبر: روی غیر مالك فی هذا الحدیث احدی وعشرون و هو الصحیح ولا اعلم احدا قال فیه احدی عشرة الا ما لکا و یحتمل ان یکون ذالك اولا ثم خفف عنهم طول القیام ونقلهم الی احدی و عشرین الا ان الاغلب عندی ان قوله : احدی عشرة وهم۔ انتهی ولا وهم مع ان الجمع بالاحتمال الذی ذکره قریب و به جمع البیهقی ایضا وقوله : ان مالکا انفرد به لیس کما قال فقد رواه سعید بن منصور من وجه آخر عن

محمد بن يوسف فقال احدى عشرة كما قال مالك۔ اھ (ج:١، ص:٢٣٩)
وقال صاحب آثار السنن: ما قاله ابن عبدالبر من وهم مالك فغلط جدا لِان مالكا قد تابعه عبدالعزيز بن محمد الى آخر ما نقلنا قبل من التعليق الحسن ،
وقال على القارى فى المرقاة : (باحدى عشرة ركعة) اى فى اول الامر كما قال ابن عبدالبر هٰذِهِ الرواية وهم والذى صح انهم كانو يقومون على عهد عمر بعشرين ركعة واعترض بان سند تلك صحيح ايضا ويجاب بانه لعلهم فى بعض الليالى قصدوا التشبيهه به صلى الله عليه وسلم فانه صحح عنه انه صلى بهم ثمانى ركعات والوتر و ان كان الذى استقر عليه امرهم العشرين و رواية ثلاث و عشرين حسب راويها الثلاثة الوتر فانه جاء انهم كانو يوترون بثلاث وهذا يدل على ان الوتر ثلاث على ما تقرر عليه آخر الامر وانه غير داخل فى صلاة الليل ۔اھ (ج:٣، ص:١٩٢) وقال صاحب تحفة الاحوذى بعد نقل رد الزرقانى والنيموى لقول ابن عبدالبر: ان الاغلب عندى ان قوله احدى عشرة وهم۔ ما نصه: فلما ثبت ان الا مام مالكا لم ينفرد بقوله: احدى عشرة۔ بل تابعه عليه عبدالعزيز بن محمد وهو ثقه ويحيى بن سعيد القطان امام الجرح والتعديل قال الحافظ فى التقريب : ثقه متقن حافظ امام ظهر لك حق الظهور ان قول ابن عبدالبر: ان الاغلب عندى ان قوله احدى عشرة.وهم ليس بصحيح ، بل لو تدبرت ظهر لك ان الامر على خلاف ما قال ابن عبدالبر اعنى ان الاغلب ان قول غير مالك فى هذا الاثر احدى و عشرون كما فى رواية عبدالرزاق وهم فانه قد انفردهو باخراج هذا الاثر بهذا اللفظ ولم يخرجه به احد غيره فيما اعلم و عبدالرزاق و ان كان ثقة حافظ لكنه قد عمى فى اٰخر عمره فتغير كما صرح به الحافظ فى التقريب و اما الامام مالك فقال الحافظ فى التقريب: امام دار الهجرة راس المتقين و كبير المتثبتين حتى قال البخارى: اصح الاسانيد كلها مالك عن نافع عن ابن عمر۔ انتهى و مع هذا لم ينفردهو باخراج هذا الاثر

بلفظ احدی عشرۃ بل اخرجه ایضا بهذا اللفظ۔ سعید بن منصور و ابن ابی شیبة کما عرفت فالحاصل ان لفظ احدی عشرۃ فی اثر عمر بن الخطاب المذکور صحیح ثابت محفوظ و لفظ احدی و عشرون فی هذا الاثر غیر محفوظ و الاغلب انه وهم۔ ا ھ(ج:۲،ص:۷٤) وقال الحافظ فی تهذیب التهذیب : وقال ابن المدینی سمعت ابن مهدی یقول : کان وهیب لا یعدل بما لك احدا۔ وقال ایضا: وکان ابن مهدی لا یقدم علی مالك احدا۔ وقال ایضا وقال النسائی : ما عندی بعد التابعین انبل من مالك ولا اجل منه ولا اوثق ولا آمن علی الحدیث منه...... الخ(جلد: ۱۰، ص:۷،۸،۹)

''ترجمہ:......اولاً......زرقانی نے مؤطا کی شرح میں فرمایا:'' ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعة'' باجی رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تعداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے لی ہو۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں نماز پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اور ابن عبدالبر نے فرمایا کہ مالک کے علاوہ دوسرے راویوں نے اس حدیث میں اکیس رکعتیں روایت کیں اور یہی صحیح ہے اور مجھے مالک کے علاوہ کوئی شخص معلوم نہیں جس نے گیارہ رکعات روایت کی ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ پہلے گیارہ ہی ہوں، پھر لوگوں سے لمبے قیام میں تخفیف کر دی گئی اور انہیں اکیس رکعتوں کی طرف منتقل کر دیا ہو۔ مگر میرے نزدیک زیادہ غالب یہی ہے کہ گیارہ رکعت وہم ہے انتہی۔ اور جب اس احتمال کے ساتھ تطبیق بالکل آسان ہے جو ابن عبدالبر نے بیان کیا تو یہ لفظ وہم نہیں ہے اور بیہقی نے بھی یہی تطبیق دی ہے اور اس نے جو یہ کہا کہ مالک اس میں اکیلے ہیں تو یہ بات اس طرح نہیں جس طرح انہوں نے فرمائی کیونکہ سعید بن منصور نے ایک دوسری سند کے ساتھ محمد بن یوسف سے روایت کی ہے اور فرمایا: ''گیارہ رکعتیں'' جس طرح مالک نے فرمایا۔ اھ(ج:۱، ص:۲۳۹) اور صاحب آثار السنن نے فرمایا کہ ابن عبدالبر نے جو مالک کا وہم قرار دیا ہے بالکل غلط ہے کیونکہ مالک کی متابعت عبدالعزیز بن محمد نے کی ہے۔ آخر عبارت تک جو اس سے پہلے ہم نے التعلیق الحسن سے نقل کی ہے اور علی قاری نے مرقاۃ میں فرمایا: (باحدی عشرۃ رکعة) یعنی شروع

شروع میں (گیارہ رکعتیں تھیں) جیسا کہ ابن عبدالبر نے کہا کہ یہ روایت وہم ہے اور ثابت یہی ہے کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیس رکعتیں قیام کرتے تھے اور یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ سند تو اس (گیارہ) کی بھی صحیح ہے جواب یہ دیا جائے گا کہ شاید انہوں نے بعض راتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشبیہ کا ارادہ کیا ہو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو آٹھ رکعت اور وتر پڑھائے۔ اگر چہ ان کا معاملہ بیس پر آ ٹھہرا۔ اور تیئس رکعت والی روایت میں راوی نے تین وتر بھی شمار کر لیے کیونکہ آیا ہے کہ لوگ تین وتر پڑھتے تھے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آخر میں معاملہ اسی بات پر آ ٹھہرا کہ وتر تین ہیں اور وہ صلاۃ اللیل میں داخل نہیں۔ انتہی۔ ج:۳، ص:۱۹۲ اور صاحب تحفۃ الاحوذی نے ابن عبدالبر کے قول (میرے نزدیک زیادہ غالب یہ ہے کہ مالک کا قول گیارہ رکعت وہم ہے) پر زرقانی اور نیموی کا رد نقل کرنے کے بعد فرمایا: صاحب تحفہ کی بلفظہ عبارت کا ترجمہ۔ تو جب ثابت ہو گیا کہ مالک اپنے قول گیارہ رکعت میں اکیلے نہیں بلکہ اس لفظ پر ان کی متابعت عبدالعزیز نے کی ہے اور وہ ثقہ ہیں اور جرح و تعدیل کے امام یحییٰ بن سعید قطان نے بھی متابعت کی ہے جن کے متعلق حافظ نے تقریب میں فرمایا: ثقہ متقن حافظ، امام'' تو تمہارے لیے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ابن عبدالبر کا قول ''کہ میرے نزدیک زیادہ غالب یہ ہے کہ مالک کا قول گیارہ رکعت وہم ہے۔'' صحیح نہیں بلکہ اگر تم تدبر کرو گے تو تمہیں ظاہر ہو جائے گا کہ اصل معاملہ اس بات کے برعکس ہے جو ابن عبدالبر نے کہی ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اس اثر میں مالک کے غیر کا قول اکیس رکعت جیسا کہ عبدالرزاق کی روایت میں ہے وہم ہے کیونکہ اس اثر کو ان لفظوں کے ساتھ روایت کرنے میں صرف عبدالرزاق اکیلا ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے اس کے علاوہ کسی نے اسے ان لفظوں میں روایت نہیں کیا۔ اور عبدالرزاق اگر چہ ثقہ اور حافظ ہیں، مگر آخر عمر میں نابینا ہو گئے تو متغیر ہو گئے۔ جیسا کہ حافظ نے تقریب میں اس کی تصریح کی ہے، رہے امام مالک تو حافظ نے تقریب میں فرمایا: دارالہجرت کے امام متقنین کے رئیس اور متثبتین کے سردار ہیں یہاں تک کہ بخاری نے فرمایا کہ تمام سندوں سے زیادہ صحیح سند ''**مالك عن نافع عن ابن عمر**'' ہے۔ انتہی۔ علاوہ ازیں مالک اس اثر کو گیارہ کے لفظ کے ساتھ روایت کرنے میں اکیلے نہیں بلکہ سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے اس اثر کو ان لفظوں میں روایت کیا ہے: ''جیسا کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے تو حاصل یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اثر

مذکور میں گیارہ کا لفظ صحیح ثابت محفوظ ہے اور اکیس کا لفظ غیر محفوظ ہے اور زیادہ غالب یہ ہے وہ وہم ہے۔ اھ (ج:۲،ص:۴۷۷) اور حافظ نے تہذیب التہذیب میں فرمایا: ''اور ابن مدینی نے کہا میں نے ابن مہدی سے سنا ہے کہ وھیب مالکؒ کے برابر کسی کو قرار نہیں دیتے تھے اور یہ بھی کہا کہ ابن مہدی مالک پر کسی کو مقدم نہیں کرتے تھے۔ اور یہ بھی فرمایا: ''اور نسائی نے کہا میرے نزدیک تابعین کے بعد مالک سے زیادہ کوئی شخص نہ باشرف ہے نہ زیادہ جلیل القدر نہ زیادہ ثقہ اور نہ ان سے کوئی شخص حدیث میں زیادہ امین ہے.........الخ (جلد:۱۰،ص:۷،۸،۹)''

حضرت المؤلف نے حافظ ابن عبدالبر کے اکیس رکعات والی روایت کو راجح اور امام مالک وغیرہ کی گیارہ رکعات والی روایت کو مرجوح قرار دینے کو تو شرح زرقانی سے نقل فرمایا مگر شارح زرقانی کی تنقید وتردید بر قول ابن عبدالبر در ترجیح کو رسالہ میں ذکر کرنا تو درکنار انہوں نے اس کی طرف ادنیٰ اشارہ کرنے کو گوارا تک نہیں فرمایا حالانکہ جس مقام سے وہ حافظ ابن عبدالبر کی ترجیح کو نقل فرما رہے ہیں اسی مقام پر علامہ زرقانی کی تنقید وتردید بھی موجود ہے جیسا کہ شرح زرقانی کی مندرجہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے۔

محمد بن یوسف کا شاگرد داؤد بن قیس اکیس رکعات کہنے میں متفرد ہے اور اپنے سے اوثق رواۃ کی مخالفت بھی کر رہا ہے تو اُصول حدیث کی رو سے اس کی روایت مرجوح ہوگی اور ''اصول حدیث کو پیش نظر رکھنا ہر ذی علم پر لازم ہے۔'' اگر کہا جائے کہ حافظ عبدالرزاق کی کتاب مصنف سے پتہ چلتا ہے کہ داؤد بن قیس کا متابع بھی موجود ہے کیونکہ وہاں لفظ ہیں: ((داؤد بن قیس وغیرہ)) تو جواباً عرض ہے کہ یہ غیرہ مبہم اور مجہول ہے۔ لا یدری من ھو اس لیے اس متابعت کا کوئی اعتبار نہیں۔ دیکھیے حضرت المؤلف نے بھی اس غیرہ کو درخور اعتناء نہیں سمجھا ورنہ وہ فرماتے: ''محمد بن یوسف کے کم از کم چھ شاگرد ہیں۔'' الخ تو ان کے بیان ''اور محمد بن یوسف کے پانچ شاگرد ہیں اور ان پانچوں کے......الخ۔'' سے واضح ہے کہ اس غیرہ کا ان کو بھی کوئی اتہ پتہ نہیں، پھر داؤد بن قیس کے بیان کہ محمد بن یوسف کے چار شاگردوں کے بیانات کے مخالف ہونے کا حضرت المؤلف کو بھی اعتراف اور اقرار ہے جیسا کہ ان کے دیئے ہوئے نقشہ سے صاف صاف ظاہر ہے۔

و ثانیا:...... پہلے تو محمد بن یوسف کے پانچ شاگردوں کے بیانات میں ترجیح پر بات ہو رہی تھی جو اس نتیجہ پر پہنچی کہ امام مالک، یحییٰ بن سعید اور عبدالعزیز بن محمد کا بیان ''گیارہ رکعات'' راجح اور داؤد بن قیس کا بیان ''اکیس رکعات'' مرجوح ہے رہی حضرت سائب بن یزید کے تین شاگردوں محمد بن یوسف، یزید بن خصیفہ اور حارثہ بن

عبدالرحمٰن کے بیانات میں ترجیح تو اس مقام پر محمد بن یوسف کا بیان راجح ہے کیونکہ وہ یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبدالرحمٰن سے اوثق ہے اس لیے کہ حضرت المؤلف نے بذات خود محمد بن یوسف کی توثیق میں ”ثقة ثبت“ دو لفظ نقل فرمائے ہیں اور یزید بن خصیفہ کی توثیق میں ”ثقة“ صرف ایک ہی لفظ نقل فرمایا ہے اور شرح نخبہ میں ہے:

((ومن المهم أيضا معرفة مراتب التعديل وارفعها الوصف ايضا بما دل على المبالغة فيه واصرح ذالك التعبير بأفعل كاوثق الناس او اثبت الناس واليه المنتهى في التثبت ثم ما تاكد بصفة من الصفات الدالة على التعديل او صفتين كثقة ثقة او ثبت ثبت او ثقة حافظ او عدل ضابط او نحو ذالك ...... الخ))

”اور اہم باتوں میں سے تعدیل کے مراتب کی پہچان بھی ہے، ان میں سب سے پہلے بلند مرتبہ یہ ہے کہ ایسے لفظ سے تعریف کی جائے جو اس وصف میں مبالغہ پر دلالت کرے اور اس میں سب سے زیادہ صریح وہ ہے جو افعل (تفضیل) کے لفظوں کے ساتھ بیان کی جائے مثلاً **أوثق الناس** ، **اثبت الناس** ، **إليه المنتهى في التثبت** ، پھر جس کی تاکید کسی صفت سے کی جائے جو تعدیل پر دلالت کرنے والی ہو یا دو صفتوں کے ساتھ مؤکد ہو مثلاً **ثقه ثقة يا ثبت ثبت يا ثقة حافظ يا عدل ضابط** یا اس جیسے الفاظ...... الخ“

اور تدریب شرح تقریب میں لکھا ہے:

((فالفاظ التعديل مراتب) ذكر ها المصنف كابن الصلاح تبعا لا بن ابى حاتم اربعة وجعلها الذهبى والعراقى خمسة و شيخ الاسلام ستة (اعلاها) بحسب ما ذكره المصنف (ثقة او متقن او ثبت او حجة او عدل حافظ او) عدل (ضابط) و اما المرتبة التى زادها الذهبى والعراقى فانها اعلىٰ من هذه وهو ما كرر فيه احد الالفاظ المذكورة اما بعينه كثقة ثقة اولا كثقة ثبت او ثقة حجة او ثقة حافظ والرتبة التى زادها شيخ الاسلام اعلى من مرتبة التكرير وهى الوصف بافعل كاوثق الناس واثبت الناس او نحوه كاليه المنتهى فى التثبت قلت ، ومنه لا احد اثبت منه ومن مثل فلان؟ وفلان لا يسأل عنه ولم ارمن ذكر هذه الثلاثة وهى الفاظهم فالمرتبة التى ذكرها المصنف اعلى هى ثالثة فى

الحقيقة''اھ(ص: ۲۳۰))

''پس تعدیل کے الفاظ کے چند مرتبے ہیں) مصنف نے ابن صلاح کی طرح ابن ابی حاتم کی پیروی میں چار مرتبے ذکر کیے ہیں اور ذہبی اور عراقی نے یہ مراتب پانچ بنائے ہیں اور شیخ الاسلام نے چھ بنائے ہیں (ان میں سب سے بلند) مصنف کے ذکر کے اعتبار سے (ثقہ یا متقن یا ثبت یا حجۃ یا عدل حافظ یا) عدل (ضابط) ہے۔ اور ذہبی اور عراقی نے جو مرتبہ زیادہ کیا ہے وہ اس مرتبہ سے بلند ہے اور وہ ہے جس میں مذکورہ الفاظ بعینہ مکرر لائے جائیں یا کوئی دو لفظ مکرر لائے جائیں مثلاً ثقۃ ثقۃ یا ثقۃ ثبت یا ثقۃ حجۃ یا ثقۃ حافظ اور جو مرتبہ شیخ الاسلام نے زیادہ کیا ہے وہ تکریر کے مرتبہ سے بھی بلند ہے اور وہ ہے جس میں افعل (تفضیل) کے ساتھ وصف بیان کیا جائے۔ مثلاً اُوثق الناس، اُثبت الناس یا اس جیسے الفاظ مثلاً الیہ المنتہیٰ فی التثبت۔ میں کہتا ہوں اسی مرتبے سے یہ لفظ بھی ہیں ''اس سے زیادہ پختہ کوئی نہیں۔'' اور ''فلاں کی مثل کون ہے'' اور ''فلاں کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا'' اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے یہ تین لفظ ذکر کیے ہوں حالانکہ تعدیل کے الفاظ میں یہ لفظ بھی آتے ہیں تو وہ مرتبہ جو مصنف نے اعلیٰ قرار دیا ہے درحقیقت وہ تیسرا ہے۔'' اھ (ص:۲۳۰)

تو محمد بن یوسف اور یزید بن خصیفہ کے بارے میں حضرت المؤلف کے نقل کردہ الفاظ توثیق کے لحاظ سے محمد بن یوسف تعدیل کے دوسرے مرتبہ میں اور یزید بن خصیفہ توثیق کے تیسرے مرتبہ میں ہیں لہٰذا محمد بن یوسف یزید بن خصیفہ سے اوثق ہیں تو ترجیح محمد بن یوسف کی روایت کو ہوگی نہ کہ یزید بن خصیفہ کی روایت کو اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ درجہ ثقاہت میں یہ دونوں بزرگ برابر ہیں تو بھی کثرت صحبت اور رشتہ داری کی بناء پر ترجیح محمد بن یوسف کی روایت کو دی جائے گی۔ اور کثرت صحبت اور رشتہ داری کا وجوہ ترجیح میں شامل ہونا پہلے باحوالہ بیان ہو چکا ہے۔

رہے حارث بن عبدالرحمان تو محمد بن یوسف کا ان سے اوثق ہونا ظاہر بات ہے کیونکہ محمد بن یوسف تو ثقہ ثبت ہیں اور حارث بن عبدالرحمٰن صدوق یھم۔ رہا حارث بن عبدالرحمٰن کا رجال مسلم سے ہونا تو وہ اتنے سے تو محمد بن یوسف کے برابر بھی نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ وہ محمد بن یوسف سے اوثق بنیں کیونکہ کسی راوی کا دوسرے درجہ کا ثقہ ہونا مسلم کی شرط نہیں ہے جبکہ عالم یہ ہے کہ حارث بن عبدالرحمٰن تو مسلم کے رجال سے ہیں اور محمد بن یوسف بخاری اور مسلم دونوں کے رجال سے ہیں، پھر محمد بن یوسف میں ترجیح کی دو اور وجہیں کثرت صحبت اور حضرت سائب سے رشتہ داری بھی موجود ہیں نیز حارث بن عبدالرحمٰن کی روایت کی سند محمد بن یوسف کی روایت کی سند کے ہم پلہ نہیں

کیونکہ محمد بن یوسف سے بیان کرنے والے تو رأس المتقنین، کبیر المتثبتین اور اوثق الناس بعد التابعین حضرت الامام مالک، امام الجرح والتعدیل ثقہ متقن اور حافظ یحییٰ بن سعید القطان اور ثقہ عبدالعزیز بن محمد ہیں، اُدھر حارث بن عبدالرحمٰن سے بیان کرنے والے اسلمی صاحب ہیں جن کا حال پہلے لکھا جا چکا ہے تو ان وجوہ ترجیح کی بناء پر محمد بن یوسف کی روایت راجح اور حارث بن عبدالرحمٰن کی روایت مرجوح ٹھہرے گی۔

باقی یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبدالرحمٰن کے ایک دوسرے کا متابع ہونے سے بھی وہ دونوں محمد بن یوسف کے درجہ ثقاہت کو نہیں پہنچ سکتے جیسا کہ مراتب تعدیل وتوثیق، محمد بن یوسف کے مرتبہ ثقاہت، ثقہ، ثبت، یزید بن خصیفہ کے درجہ ثقاہت ثقہ اور حارث بن عبدالرحمٰن کے مقام عدالت صدوق یھم پر تدبر کرنے سے واضح ہے، چلو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یزید اور حارث دونوں مل کر درجہ ثقاہت میں محمد بن یوسف کے برابر ہیں لیکن ترجیح کی دو اور وجہوں کثرت صحبت اور رشتہ داری سے محمد بن یوسف تو بہرہ ور ہیں اور یزید و حارث دونوں ان دو وجوہ سے محروم ہیں یہ بھی تسلیم کہ کثرت صحبت میں بھی یہ دونوں محمد بن یوسف کے برابر ہیں مگر مروی عنہ سے رشتہ داری والی وجہ ترجیح سے تو یہ دونوں بہرحال محروم ہیں نیز یزید و حارث سے نیچے کے سب راوی محمد بن یوسف سے نیچے کے سب راویوں کے ہم پلہ نہیں ہیں کما تقدم تو اصول حدیث کے لحاظ سے محمد بن یوسف کی روایت راجح اور یزید و حارث کی روایت مرجوح ہے اور بقول حضرت المؤلف ''اصول حدیث کو پیش نظر رکھنا ہر ذی علم پر لازم ہے۔'' پھر محمد بن یوسف کی روایت راجح ہونے کی اور وجوہ بھی ہیں جیسا کہ ترجیح کی پچاس سے زائد وجوہ پر غور وفکر کرنے سے ظاہر ہے۔

و ثالثاً:......حنفیہ کے نزدیک ترجیح تطبیق سے مقدم ہے لہٰذا ترجیح کی کسی صورت مقبولہ کے ہوتے ہوئے ان کے ہاں تطبیق کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا چنانچہ صاحب فیض الباری تحریر فرماتے ہیں:

((واعلم ان الحدیثین اذا لا ح بینهما تعارض فحکمه عندنا ان یحمل اولا علی النسخ فیجعل احدهما نا سخا والاخر منسوخا ثم یتنزل الی الترجیح فان لم یظهر وجه ترجیح احدهما علی الاخر یصار الی التطبیق فان امکن فبها والا فالی التساقط هذا هو الترتیب عند التعارض عندنا کما فی التحریر و عند الشافعیة یبدأ اولا بالتطبیق ثم بالنسخ ثم بالترجیح ثم بالتساقط قلت: وما اختاره الشافعیة رأی حسن فی بادئ النظر و ما یظهر بعد التعمق هو ان ما ذهبنا الیه اولی لان الترتیب بین التطبیق والتساقط ظاهرفان التساقط انما هو عند تعذ ر التطبیق وما

دام امکن الجمع لا معنی للتساقط و کذا تقدیم الترجیح علی التطبیق ایضا واضح فان الاخذ بالراجح مما جبل علیه الانسان فھو مودع فی فطرته الاتری انك اذا سمعت رجلا افتاك فی مسألة بجواب ثم تسمع رجلاً افضل منه یجیب بغیر جوابه تاخذ بما اجاب به الافضل بدون تامل ولا ترکن الی قول المفضول اصلا وهذا هو الاخذ بالراجح من حیث لا ندریه ا ھ(المقدمة ، ص:۵۲)))

''اور جان لو کہ جب دو حدیثوں کے درمیان تعارض سامنے آئے تو اس کا حکم ہمارے نزدیک یہ ہے کہ پہلے اسے نسخ پر محمول کیا جائے چنانچہ ایک کو ناسخ بنا دیا جائے اور دوسری کو منسوخ پھر نسخ سے اتر کر ترجیح کی طرف رخ کیا جائے اگر ایک حدیث کی دوسری پر ترجیح کی وجہ ظاہر نہ ہو تو تطبیق کی راہ اختیار کی جائے اگر ممکن ہو تو بہتر ورنہ دونوں کو ساقط سمجھا جائے ، تعارض کی صورت میں ہمارے نزدیک یہی ترتیب ہے جیسا کہ التحریر میں ہے اور شافعیہ کے نزدیک پہلے تطبیق سے ابتدا کی جائے گی پھر نسخ پھر ترجیح اور پھر تساقط۔ میں کہتا ہوں شافعیہ نے جو طریقہ اختیار کیا ہے بادی النظر میں اچھی رائے ہے لیکن گہری نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری رائے اولیٰ ہے کیونکہ تطبیق اور تساقط کے درمیان ترتیب ظاہر ہے کیونکہ تساقط ہوتا ہی اسی وقت ہے جب تطبیق ناممکن ہو جب تک تطبیق ممکن ہو تساقط کا کوئی مطلب نہیں۔ اسی طرح تطبیق پر ترجیح کا مقدم ہونا بھی واضح ہے کیونکہ راجح بات کو اخذ کرنا ایسی چیز ہے جس پر انسان پیدا کیا گیا ہے چنانچہ یہ اس کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ جب آپ کو کوئی آدمی کسی مسئلہ میں کوئی فتویٰ دے پھر آپ کو کسی ایسے آدمی سے جو پہلے سے افضل ہو اس مسئلہ میں پہلے شخص کے فتویٰ کے علاوہ کوئی فتویٰ سُنیں تو آپ بلا تامل اس فتویٰ کو اخذ کریں گے جو افضل نے دیا ہے اور مفضول کے قول کی طرف مائل نہیں ہوں گے اور یہی چیز راجح کو اخذ کرنا ہے جو ہم نہ جانتے ہوئے بھی کرتے ہیں۔ (مقدمہ،ص:۵۲)''

((اقول: ان شئت ان تعرف ما علی کلام صاحب الفیض هذا وغیره فارجع الی انتقادات شیخنا بارك الله تعالیٰ فی علمه و عمله ورزقه و عمره علی الفیض المسماة بارشاد القاری و سوف تطبع ان شاء الله تعالیٰ و انما المقصود ھھنا بیان ان الترجیح مقدم علی التطبیق عند الحنفیة))

''ترجمہ:...... میں کہتا ہوں کہ اگر آپ صاحب فیض کے اس کلام اور دوسرے کلام پر جو اعتراض اور خرابیاں لازم آتی ہیں جاننا چاہیں تو ہمارے شیخ (**بارك الله في علمه و عمله و رزقه و عمره**) نے فیض الباری پر جو انتقادات ارشاد القاری کے نام سے لکھے ہیں ان کا مطالعہ فرمائیں ان شاء اللہ وہ طبع ہو جائیں گے۔ یہاں مقصد صرف یہ بیان کرنا ہے کہ حنفیہ کے ہاں ترجیح تطبیق پر مقدم ہے۔''

تو اس اصول کے اعتبار سے عند الحنفیہ اس مقام پر تطبیق کی طرف رجوع کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس جگہ ترجیح کی صورت موجود ہے لیکن حضرت المؤلف نے چونکہ تطبیق کا بھی تذکرہ فرمایا ہے اس لیے ان کی پیش فرمودہ تطبیق کا جائزہ لینا بھی فائدہ سے خالی نہیں۔

ورابعاً:......حضرت المؤلف نے جو تطبیق نقل فرمائی وہ یہ ہے کہ پہلے گیارہ کا حکم دیا ہو پھر قیام میں تخفیف کے لیے گیارہ کی بجائے اکیس رکعتیں کردی گئی ہوں'' مگر بندہ کو گیارہ کا حکم پہلے ہونے اور بعد میں اکیس کر دینے کی کوئی دلیل نہیں ملی نہ تو حضرت المؤلف کے کلام میں اور نہ ہی حافظ بیہقی، حافظ ابن حجر، علامہ زرقانی، علامہ شوکانی، علامہ عینی، علامہ شوق صاحب نیموی صاحب آثار السنن، علامہ باجی مالکی اور دیگر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تحریرات میں بلکہ بندہ نے اپنی ناقص یادداشت کے مطابق گیارہ کا حکم پہلے ہونے اور بعد میں اکیس کر دینے کی آج تک کوئی دلیل نہ کہیں پڑھی اور نہ کسی سے سنی لہٰذا حضرت المؤلف کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ برائے مہربانی اس مذکورہ تطبیق کی کوئی دلیل بیان فرمائیں۔

وخامساً:......حضرت المؤلف کی عبارت بتلا رہی ہے کہ مذکورہ تطبیق احتمال پر مبنی ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں'' اس کے ساتھ تطبیق کے لیے گیارہ کی بجائے اکیس رکعتیں کر دی گئی ہوں'' تو ان کے الفاظ ''حکم دیا ہو'' اور ''کر دی گئی ہوں'' پر غور کرنے سے مذکورہ تطبیق کا مبنی بر احتمال ہونا خود بخود واضح ہو جاتا ہے پھر حافظ ابن عبدالبر کے الفاظ ((وَیحتمل ان یکون ذالك اولا ثم خفف عنهم طول القیام و نقلهم الی احدی و عشرین......الخ)) ''احتمال ہے کہ یہ پہلے ہو پھر ان سے لمبے قیام میں تخفیف کر دی ہو اور انہیں اکیس رکعات کی طرف منتقل کر دیا ہو'' علامہ زرقانی کے الفاظ ((وهم مع ان الجمع بالاحتمال الذی ذکره قریب)) ''اور وہم بالکل نہیں کیونکہ مذکورہ احتمال کے ساتھ تطبیق ممکن ہے۔'' اور علامہ عینی کے شیخ مکرم کے الفاظ ((لعل هذا کان من فعل عمرا ولا ثم نقلهم الی ثلاث و عشرین)) ''شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل پہلے ہو پھر آپ نے انہیں تیئیس کی طرف منتقل کر دیا ہو'' بھی حضرت المؤلف وغیرہ کی نقل کردہ تطبیق کے احتمالی ہونے پر

دلالت کر رہے ہیں۔

وسادساً:......اگر احتمالی تطبیق ہی کو اختیار کرنا ہے تو پھر احتمالی تطبیقات اور بھی ہیں ان سے کسی کو اختیار کیا جا سکتا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

((والجمع بين هذه الروايات ممكن باختلاف الاحوال و يحتمل ان ذالك الاختلاف بحسب تطويل القراءة و تخفيفها فحيث يطيل القراءة تقل الركعات وبالعكس و بذالك جزم الداؤدى وغيره والعدد الاول (اى احدى عشرة) موافق لحديث عائشه المذكور بعد هذا الحديث فى الباب والثانى(اى ثلاث عشرة) قريب منه والاختلاف فيمازاد عن العشرين راجع الى الاختلاف فى الوتر و كانه كان تارة يوتر بواحدة تارة بثلاث)) (اھ فتح البارى ج:٤،ص:٢٥٣)

''ترجمہ:......اوران روایات میں مختلف احوال کا لحاظ رکھتے ہوئے تطبیق ممکن ہے اور احتمال ہے کہ یہ اختلاف قراءت کو طویل اور کم کرنے کے اعتبار سے ہو تو جب قراءت لمبی ہو تو رکعات کم ہوں اور اس کے برعکس قراءت ہلکی ہو تو رکعات زیادہ ہوں۔ داؤدی وغیرہ نے اسی کو یقین کے ساتھ بیان کیا ہے اور پہلی تعداد (گیارہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے موافق ہے جو اس حدیث کے بعد باب میں ذکر ہوئی ہے اور دوسری (تیرہ) اس سے قریب ہے اور بیس سے زائد کا اختلاف، وتر کے مختلف ہونے کی وجہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی ایک وتر پڑھا جاتا تھا کبھی تین۔ انتہی (فتح الباری، ج:۴، ص:۲۵۳)

((اقول : ويؤيد ما جزم به الداؤدى و غيره ما ذكره صاحب آثار السنن فى باب التراويح باكثر من ثمان ركعات عن داؤد بن الحصين انه سمع الاعرج يقول : ما ادركت الناس الاوهم يلعنون الكفرة فى رمضان قال و كان القارى يقرأ سورة البقرة فى ثمان ركعات فاذا قام بها فى اثنتى عشرة ركعة رأى الناس انه قد خفف رواه مالك و اسناده صحيح۔ اھ(ص:٢٠٣)))

''ترجمہ:......میں کہتا ہوں داؤدی وغیرہ نے جو بات یقین سے کہی ہے اس کی تائید اس اثر سے بھی ہوتی ہے جو صاحب آثار السنن نے آٹھ رکعت سے زیادہ تراویح کے باب میں داؤد بن حصین سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اعرج سے سنا وہ فرماتے تھے میں نے لوگوں کو اسی حال پر پایا کہ وہ رمضان

میں کافروں پر لعنت کرتے تھے فرمایا کہ قاری سورۂ بقرہ آٹھ رکعتوں میں پڑھتا تھا تو جب وہ اسے بارہ رکعتوں میں پڑھتا تو لوگ سمجھتے کہ اس نے تخفیف کر دی ہے اسے مالک نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔(اھ ص:۲۰۳)

((وقال المحدث المبارکفوری: قد جمع البیهقی وغیره بین روایتی السائب المختلفتین المذکورین بانهم کانو یقومون باحدی عشرة رکعة ثم کانوا یقومون بعشرین یوترون بثلاث قلت: فیه انه لقائل ان یقول بانهم کانوا یقومون اولا بعشرین رکعة ثم کانوا یقومون باحدی عشرة رکعة وهذا هوا لظاهر لان هذا کان موافقا لما هو الثابت عن رسول الله ﷺ وذاك کان مخالفا له فتفکر۔ اھ(تحفة الاحوذی ج:۲،ص:۷٦)))

''ترجمہ:...... اور محدث مبارک پوری نے فرمایا: ''بیہقی وغیرہ نے سائب کی مذکورہ دونوں مختلف روایتوں کے درمیان اس طرح تطبیق دی ہے کہ وہ پہلے گیارہ رکعت قیام کرتے تھے، پھر بیس رکعت قیام کرتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے، میں کہتا ہوں اس میں یہ ہے کہ کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ پہلے بیس رکعت قیام کرتے رہے، پھر گیارہ رکعت قیام کرنے لگے اور ظاہر یہی بات ہے کیونکہ یہ اس تعداد کے مطابق ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور وہ اس کے مخالف ہے۔فتفکر اھ(تحفۃ الاحوذی، ج:۲،ص:۷٦)

((اقول : ویؤیده ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه قد ارشدهم الی الافضل فی وقت القیام بقوله : والتی ینامون عنها افضل من التی یقومون یرید آخر اللیل و کان الناس یقومون اوله الافضل فی کیفیة القیام بجمعه ایاهم علی قارئ واحد ویظهر ذالك من قوله : لو جمعت هؤلاء علی قارئ واحد لکان امثل۔ فلم یکن رضی الله تعالی عنه لیرشد هم فی کمیة القیام الا الی الافضل ایضا ولذالك کان أمرأبی بن کعب و تمیما الداری ان یقوما للناس باحدی عشره رکعة و کان القارئ یقرأ بالمئین و کانوا یعتمدون علی العصی من طول القیام و ما کانوا ینصرفون الا فی فروع الفجر و انما کان هذا العدد فی القیام افضل لثبوته عن النبی

ﷺ و من المعلوم ان خير الهدى هدى محمد ﷺ وقد قال ﷺ للثلاثة الذين تقالوا عبادته : انتم الذين قلتم كذا و كذا اما والله انى لا خشاكم لله و اتقاكم له ...... الخ۔ وهو يدل على ان ما وافق سنة النبى ﷺ وطريقته ولو كان قليلا افضل مماخالفها ولو كان كثيرا فالقيام باحدى عشرة و ثلاث عشرة و ان كان قليلا فى بادى الرأى افضل من القيام بثلاث و عشرين وست و ثلاثين و ان كان كثيرا فى بادى الرأى لموافقة الاول سنة النبى ﷺ و مخالفة الثانى اياها و قد ثبت ان طول القيام والقرأة افضل من اكثرة الركوع والسجود فى صلاة التطوع وهو مذهب ابى حنيفة و ابى يوسف و محمد وهو قول الشافعى قال الطحاوى فى شرح معانى الاثار: وممن قال بهذا القول الاخر فى اطالة القيام وانه افضل من كثرة الركوع والسجود محمد بن الحسن۔ حدثنى بذالك ابن ابى عمران عن محمد بن سماعة عن محمد بن الحسن وهو قول ابى حنيفة وابى يوسف و محمد رحمهم الله تعالىٰ (ج:۱، ص:۳۲۱)))

''ترجمہ:...... میں کہتا ہوں ،اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیام کے وقت میں بھی لوگوں کی راہنمائی افضل وقت کی طرف فرمائی یہ کہہ کر کہ جس وقت میں لوگ سو جاتے ہیں وہ اس سے افضل ہے جس میں قیام کرتے ہیں ،یعنی رات کا آخری حصہ اور لوگ رات کے شروع حصہ میں قیام کرتے تھے اور قیام کی کیفیت میں بھی افضل کی طرف رہنمائی کی کہ انہیں ایک قاری پر جمع کر دیا اور یہ بات ان کے اس قول سے ظاہر ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری پر جمع کر دوں تو افضل ہو تو قیام کی تعداد میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی رہنمائی افضل کی طرف ہی کر سکتے تھے۔اسی لیے انہوں نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت قیام کروائیں اور قاری سو سو آیات کی سورتیں پڑھتا اور لوگ طویل قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لے کر کھڑے ہوتے ،اور فجر کے قریب جا کر ہی فارغ ہوتے تھے اور قیام میں یہ تعداد اس لیے افضل ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے اور معلوم ہے کہ سب طریقوں سے بہتر محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور آپ ﷺ نے ان تینوں آدمیوں کو فرمایا جنہوں نے آپ کی عبادت کو کم سمجھا تھا کہ کیا تم وہ لوگ ہو جنہوں نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں

یاد رکھو! اللہ کی قسم! یقیناً میں تم سب سے زیادہ اللہ کی خشیت رکھنے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ کا تقویٰ رکھنے والا ہوں ...... الخ۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جو عمل آپ کی سنت اور طریقے کے مطابق ہو خواہ کم ہی ہو اس عمل سے افضل ہے جو آپ کی سنت اور طریقے کے مخالف ہو خواہ وہ زیادہ ہی ہو تو گیارہ یا تیرہ رکعت قیام اگرچہ بظاہر نظر کم ہے تئیس اور چھتیس رکعت قیام سے افضل ہے اگرچہ ظاہر دیکھنے میں وہ زیادہ ہی ہے کیونکہ پہلی تعداد نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق ہے اور دوسری اس کے مخالف ہے اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نفل نماز میں قیام اور قراءت کا طویل ہونا رکوع وسجود کی کثرت سے افضل ہے۔ یہ ابو حنیفہ، ابو یوسف اور محمد کا مذہب ہے اور شافعی کا قول بھی یہی ہے، طحاوی نے شرح معانی الاثار میں فرمایا: ''جو لوگ اس آخری قول یعنی قیام طویل کرنے اور کثرت رکوع وسجود سے اس کے افضل ہونے کے قائل ہیں ان میں محمد بن حسن بھی شامل ہیں۔ مجھے یہ بات ابن ابی عمران نے محمد بن سماعہ سے بیان کی، انہوں نے محمد بن حسن سے اور یہی قول ابو حنیفہ، ابو یوسف اور محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ (ج:۱،ص:۳۲۱)

((وقال الحافظ في الفتح : وروى محمد بن نصر من طريق داؤد بن قيس قال : ادركت الناس في امارة ابان بن عثمان و عمر بن عبدالعزيز يعني بالمدينة يقومون بست و ثلاثين ركعة و يوترون بثلاث و قال مالك هو الامر القديم عندنا وعن الزعفراني عن الشافعي رايت الناس يقومون بالمدينة بتسع و ثلاثين و بمكة بثلاث و عشرين و ليس في شئ من ذالك ضيق و عنه قال : ان اطالو القيام واقلوا السجود فحسن و ان اكثر و السجود و اخفو القراء ة فحسن والاول احب الي۔ اھ (ج: ٤، ص: ٢٥٣)))

''ترجمہ:...... اور حافظ نے فتح الباری میں فرمایا: ''اور محمد بن نصر نے داؤد بن قیس کے طریق سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کی (مدینہ میں) امارت کے زمانہ میں پایا کہ وہ چھتیس رکعت قیام کرتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے اور مالک نے فرمایا کہ یہ ہمارے ہاں قدیم دستور ہے اور زعفرانی نے شافعی سے بیان کیا کہ میں نے لوگوں کو مدینہ میں دیکھا کہ انتالیس رکعت قیام کرتے تھے اور مکہ میں تئیس رکعت اور ان میں سے کسی میں بھی

مضائقہ نہیں اور شافعی سے ہی راویت ہے کہ انہوں نے فرمایا: اگر قیام طویل کر دیں اور سجدہ کی تعداد کم کر دیں تو اچھا ہے اور سجود زیادہ کریں اور قراءت ہلکی کر دیں تو بھی اچھا ہے اور پہلی بات مجھے زیادہ محبوب ہے۔اھ (ج:۴،ص:۲۵۳)

((فظهران القيام باحدى عشرة او ثلاث عشرة اذا اطيل القيام والقراء ة فيها افضل عند الا ما مين الها مين ابى حنيفة والشافعى ايضا من القيام بثلاث و عشرين و تسع و ثلاثين واحدى و اربعين اذا خفف القرائة والقيام فيها والعمل فى بلاد نا اليوم ان الذين يصلون احدى عشرة او ثلاث عشرة تكون قراء تهم مساوية لقراء ة الذين يصلون ثلاثا وعشرين الا نادرا وكذا يكون قيام الاولين اطول من قيام الآخرين غالباً فيكون عمل الاولين فى قيام رمضان افضل عند ابى حنيفة والشافعى ايضاً من عمل الاخرين فيه فتدبرثم التطبيق الذى حكاه صاحب الرسالة عن ابن عبدالبر وغيره قد بنى على تخفيف القيام والقراء ة فى ثلاث و عشرين او احدى و عشرين كمايظهر ذالك من عبارة ابن عبدالبر نفسه و من ترجمتها الاردوية التى ذكرها المصنف و يظهر ذالك من كلام الباجى ايضا حيث قال :فامرهم اولا بتطويل القراء ة لانه افضل ثم ضعف الناس فامرهم بثلاث و عشرين فخفف من طول القراء ة واستدرك بعض الفضيلة بزيادة الركعات وقال ايضا : وكان الامر على ذالك الى يوم الحرة فثقل عليهم القيام فنقصوا من القرأة وزاد وا لركعات فجعلت ستاوثلاثين غير الشفع والوتر وذكر ابن حبيب انها كانت اولا احدى عشرة كانوا يطيلون القراء ة فثقل عليهم فخففوا القراء ة وزادوا فى عدد الركعات فكانو يصلون عشرين ركعة غير الشفع والوتر بقراء ة متوسطة ثم خففوا القراء ة وجعلوا الركعات ستاو ثلاثين غير الشفع والوتر، ومضى الامر على ذالك وروى محمد بن نصر عن داؤد بن قيس قال : ادركت الناس فى امارة ابان بن عثمان و عمر بن عبدالعزيز يعنى بالمدينة يقومون بست و ثلاثين ركعة ويوترون بثلاث و قال مالك هو الامر القديم عندنا۔ا ھ (شرح

المؤطا للزرقانی ، ج:۱ ، ص:۲۳۹)

’’ترجمہ:......اس سے ظاہر ہوا کہ گیارہ یا تیرہ رکعت قیام جب کہ ان میں قیام اور قراءت طویل کیے جائیں دونوں جلیل القدر ائمہ ابوحنیفہ اور شافعی کے نزدیک بھی تئیس، انتالیس اور اکتالیس رکعت قیام سے افضل ہے جب کہ ان میں قیام اور قراءت ہلکے ہوں، ہمارے علاقے میں آج کل عملی صورت یہی ہے کہ جو لوگ گیارہ یا تیرہ رکعت پڑھتے ہیں ان کی قراءت تئیس رکعت پڑھنے والوں کی قراءت کے برابر ہی ہوتی ہے الا نادراً اسی طرح اول الذکر لوگوں کا قیام آخر الذکر حضرات کے قیام سے عموماً لمبا ہوتا ہے تو پہلے لوگوں کا عمل قیام رمضان میں دوسرے حضرات کے قیام سے ابوحنیفہ اور شافعی کے نزدیک بھی افضل ہوگا۔ فتدبر

پھر وہ تطبیق جو صاحب رسالہ نے ابن عبدالبر وغیرہ سے بیان کی اس کی بناء تئیس یا اکتالیس رکعتوں میں قیام اور قراءت کی تخفیف پر ہے جیسا کہ یہ بات خود ابن عبدالبر کی عبارت اور اس کے اس اُردو ترجمہ سے ظاہر ہے جو مصنف نے کیا ہے اور یہی بات باجی کے اس کلام سے بھی ظاہر ہو رہی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: ’’تو آپ نے پہلے انہیں قراءت طویل کرنے کا حکم دیا کیونکہ یہ افضل ہے پھر لوگ کمزور ہو گئے تو انہیں تئیس کا حکم دیا اور طول قراءت میں تخفیف کر دی اور اس سے فضیلت میں جو کمی آئی تھی اس کا کچھ حصہ رکعتیں زیادہ کر کے پورا کر دیا۔‘‘ اور یہ بھی فرمایا کہ ’’یوم حرہ تک معاملہ اسی طریقے پر رہا پس لوگوں پر قیام بھاری ہو گیا تو انہوں نے قراءت کم کر دی اور رکعات زیادہ کر دیں، چنانچہ رکعات کی تعداد جفت اور وتر کے علاوہ چھتیس کر دی گئی اور ابن حبیب نے ذکر کیا کہ تراویح پہلے گیارہ تھیں لوگ ان میں قراءت لمبی کرتے تھے تو یہ ان پر بھاری ہو گئی تو انہوں نے قراءت ہلکی کر دی اور رکعتوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا، چنانچہ وہ جفت اور وتر کے بغیر درمیانی قرأت کے ساتھ بیس رکعت پڑھتے تھے، پھر انہوں نے قرأت میں تخفیف کر دی اور رکعات جفت اور وتر کے بغیر چھتیس کر دیں اور معاملہ اسی پر چل نکلا‘‘ اور محمد بن نصر نے داؤد بن قیس سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو (مدینہ میں) ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں پایا کہ وہ چھتیس رکعت قیام کرتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے اور مالک نے فرمایا ہمارے ہاں یہی امر قدیم ہے۔ اھ (شرح موطا للزرقانی ج:۱، ص:۲۳۹)

((فيكون عمر رضى الله تعالىٰ عنه على رأى هؤلا إمرهم اولا بالأفضل ثم نقلهم الى غير الافضل و شان عمر رضى الله تعالىٰ عنه اجل و ارفع من هذا كما يحصل من ارشاده اياهم الى القيام فى آخر الليل وجمعه اياهم على قارئ واحد و انما راعى الافضل فيهما فلم يكن ليراعى الافضل فى وقت القيام وكيفه و يدعها فى كمه ، ثم لا دليل لا مر عمر رضى الله تعالىٰ عنه اياهم بثلاث و عشرين كما تقدم نعم قد ثبت ان عمر رضى الله تعالىٰ عنه امرا بيا و تميما رضى الله تعالىٰ عنهما ان يقوما للناس باحدى عشرةفتامل

ثم قول الباجى :واستدرك بعض الفضيلة بزيادة الركعات ظاهر فى ان فى زيادة الركعات استدرا كالبعض فضيلة طول القيام والقرأة لا كل فضيلته۔ فالتطبيقات التى ذكرها العلماء ههنا ثلاث الاول ما ذكره ابن عبدالبر والبيهقى وغيرهما والثانى ما ذهب اليه الداودى وغيره والثالث انهم كانوا يصلون احدى عشرة تارة و تارة ثلاث عشرة و تارة عشرين و قد اشار اليه الحافظ بقوله : والجمع بين هذه الروايات ممكن باختلاف الاحوال۔ وههنا تطبيق رابع قد ذكره صاحب تحفة الاحوذى ولا يذهب عليك ان معنى التطبيق والجمع والتوفيق فى الثانى والثالث اشد وازيد من الاول و الرابع فتفكر))

”ترجمہ:......تو ان لوگوں کی رائے کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پہلے افضل کا حکم دیا ہوگا پھر انہیں غیر افضل کی طرف منتقل کر دیا ہوگا حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان اس بات سے نہایت بلند ہے۔ جیسا کہ آپ کے ان کی رات کے آخر حصہ میں قیام کی طرف رہنمائی اور انہیں ایک قاری پر جمع کرنے سے بالکل ظاہر ہو رہا ہے اور آپ نے ان دونوں چیزوں میں افضل کا خیال رکھا تو یہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قیام کے وقت اور کیفیت میں تو افضل کا خیال رکھیں اور کمیت (تعداد) میں اس کا خیال چھوڑ دیں، پھر اس بات کی بھی کوئی دلیل نہیں کہ آپ نے لوگوں کو تیئیس رکعت کا حکم دیا جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ہاں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت قیام کروائیں۔ فتامل

پھر با جی کے اس قول ''فضیلت کی کچھ کمی رکعتیں زیادہ کر کے پوری کی'' سے ظاہر ہے کہ رکعتیں زیادہ کرنے سے قیام اور قراءت کے طویل ہونے کی فضیلت کی کچھ کمی پوری ہو سکتی ہے تو علماء نے اس مقام پر جو تطبیقیں ذکر کی ہیں تین ہیں۔ پہلی وہ جو ابن عبدالبر اور بیہقی وغیرہ نے ذکر کی، دوسری وہ جس کی طرف داؤدی وغیرہ گئے ہیں، تیسری یہ کہ کبھی لوگ گیارہ پڑھتے تھے کبھی تیرہ اور کبھی بیس۔ اس تطبیق کی طرف حافظ نے یہ کہہ کر اشارہ کیا کہ ان روایات کے درمیان احوال کے اختلاف کا لحاظ کرتے ہوئے تطبیق ممکن ہے اور اس مقام پر ایک چوتھی تطبیق بھی ہے جو صاحب تحفۃ الاحوذی نے ذکر کی ہے، پھر آپ سے مخفی نہیں رہنا چاہیے کہ تطبیق اور جمع کا مفہوم دوسری اور تیسری تطبیق میں پہلی اور چوتھی تطبیق کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ پس فکر کر''

و سابعاً: ......اگر کوئی صاحب فرمائیں مانا کہ ابوحنیفہ کے نزدیک ترجیح تطبیق سے مقدم ہے مگر آپ کے نزدیک تو تطبیق ترجیح سے مقدم ہے تو جواباً عرض ہے کہ یہ درست ہے لیکن محدث مبارک پوری اور علامہ داؤدی وغیرہ کی پیش کردہ تطبیقات بھی تو آخر تطبیقات ہی ہیں انہیں بھی اختیار کیا جا سکتا ہے، البتہ اتنی بات یاد رہے کہ یہ ترجیح و تطبیق والی ساری گفتگو حضرت المؤلف کے اندازِ فکر کو پیش نظر رکھنے پر مبنی ہے۔ ورنہ بندہ کے نزدیک تو محمد بن یوسف کے بیان ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب و تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا'' اور یزید و حارث کے بیانات میں تعارض تو سرے سے ہے ہی نہیں کیونکہ یزید اور حارث کے بیانات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گیارہ کا حکم دینے کی نفی نہیں کی گئی، ان میں تو صرف لوگوں کے عمل کا ذکر ہے کہ وہ بیس رکعات پڑھتے تھے یا ہم بیس رکعات پڑھتے تھے یا قیام بیس رکعات تھا تو لوگوں کا بیس رکعات پڑھنا خواہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گیارہ کا حکم دینے سے پہلے ہو خواہ گیارہ کا حکم دینے کے بعد کسی صورت میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گیارہ کا حکم دینے سے متعارض نہیں ہے تو جب حضرت سائب بن یزید کے اصحاب ثلاثہ کے بیانات میں تعارض ہی نہیں تو اس مقام پر نہ تطبیق کی ضرورت ہے، اور نہ ترجیح کی، اگر کوئی صاحب فرمائیں کہ لوگوں کا گیارہ کے حکم سے پہلے بیس رکعات پڑھنا تو واقعی گیارہ کے حکم سے متعارض نہیں مگر گیارہ کے حکم کے بعد لوگوں کا بیس رکعات پڑھنا گیارہ کے حکم سے کیونکر متعارض نہیں تو جواباً گزارش ہے کہ وہ اس لیے متعارض نہیں کہ لوگوں کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گیارہ کا حکم دینے کے بعد بیس رکعات پڑھنے سے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گیارہ کا حکم دینے کی نفی نہیں ہوتی نہ مطابقت نہ ہی تضمناً اور نہ ہی التزاماً زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم گیارہ رکعات سے بڑھ کر از خود بیس رکعات پڑھیں اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے حکم ہی پر اکتفا کرتے ہوئے انہیں بیس پڑھنے سے منع نہ فرمایا، پھر اس لیے بھی کہ بیس رکعات قیام رمضان بھی آخر نفلی عبادت ہی ہے گو رتبہ میں گیارہ رکعات قیام رمضان کے بوجوہ برابر نہیں مگر یہ بھی تب لازم آتا ہے جب کہ لوگوں کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم گیارہ رکعات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بیس رکعات پڑھنا ثابت ہو اور ظاہر ہے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں نیز یاد رہے کہ بیس رکعات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع نہ فرمانے کا کسی روایت میں صراحتاً ذکر نہ ہونے سے ان کا بیس رکعات سے منع نہ فرمانا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے منع فرمانا ثابت ہوتا ہے۔ بہرحال لوگوں کا بیس رکعت پڑھنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گیارہ کا حکم دینے سے پہلے ہو یا بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گیارہ کا حکم دینے سے متعارض نہیں لہٰذا اس مقام پر نہ تطبیق کی ضرورت ہے نہ ہی ترجیح کی، رہا یہ سوال کہ کئی علماء کرام نے تطبیق یا ترجیح کی راہ اختیار فرمائی ہے تو وہ ان بزرگوں کی تحقیق ہے، بندہ نے اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ فتدبر

وثامناً:...... حضرت المؤلف نے علامہ شوکانی کے تطبیق کو اختیار کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے سو وہ تطبیق وہی ہے جس کا حافظ ابن حجر کے کلام میں ذکر ہو چکا ہے البتہ مناسب ہے کہ اس مسئلہ کے بارہ میں علامہ شوکانی کی تحقیق بھی نقل کر دی جائے چنانچہ لکھتے ہیں:

((قال الحافظ: والجمع بين هذه الروايات ...... إلى أن قال : هذا حاصل ما ذكره فى الفتح من الاختلاف فى ذالك و اما العددا الثابت عنه ﷺ فى صلاته فى رمضان فأخرج البخارى وغيره عن عائشة انها قالت : ما كان النبى ﷺ يزيد فى رمضان ولافى غير ہ على احدى عشرة ركعة۔ واخرج ابن حبان فى صحيحه من حديث جابر انه ﷺ صلى بهم ثمان ركعات ثم اوتر۔ واخرج البيهقى عن ابن عباس كان يصلى فى شهر رمضان فى غير جماعة عشرين ركعة والوتر۔ زاد سليم الرازى فى كتاب الترغيب له ويوتربثلاث۔ قال البيهقى : تفردبه ابوشيبة ابراهيم بن عثمان وهو ضعيف۔ واما مقدار القراء ة فى كل ركعة فلم يرد به دليل والحاصل ان الذى دلت عليه احاديث الباب و ما يشابهها هو مشروعية القيام فى رمضان والصلاة فيه جماعة وفرادى فقصر الصلاة المسماة بالتراويح على عدد معين و تخصيصها بقراء ة مخصوصة لم يرد به سنة۔" ١ھ(نيل الاوطار ، ج:٣، ص:٥٣)

''حافظ نے فرمایا: اور ان روایتوں کے درمیان تطبیق ...... یہاں تک کہ شوکانی نے کہا کہ یہ اس اختلاف

کا خلاصہ ہے جو فتح الباری میں اس مسئلہ میں ذکر کیا ہے، رہی وہ تعداد جو آنحضرت ﷺ سے رمضان کی نماز میں ثابت ہے تو بخاری وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں آٹھ رکعتیں پڑھائیں، پھر وتر پڑھایا اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ ماہِ رمضان میں جماعت کے بغیر بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔ سلیم رازی نے اپنی کتاب ''الترغیب'' میں یہ لفظ زیادہ کیے ہیں کہ اور تین وتر پڑھتے تھے۔'' بیہقی نے فرمایا: اس میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ رہ گئی ہر رکعت میں قراءت کی مقدار تو اس کے بارے میں کوئی دلیل نہیں آئی۔ حاصل یہ ہے کہ باب کی احادیث اور اس کی ہم مثل دوسری احادیث سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ رمضان کے قیام اور اسے اکیلے اکیلے یا با جماعت ادا کرنے کی مشروعیت ہے تو اس نماز کو جس کا نام تراویح ہے کسی معین عدد پر بند کر دینا اور کسی مخصوص قراءت کے ساتھ خاص کر دینا کسی حدیث میں نہیں آیا۔'' اھ (نیل الاوطار، ج:۳، ص:۵۳)

((اقول : لم یرد الشوکانی بقوله : فقصر الصلاة المسماة بالتراویح علی عدد معین الخ ان العدد المعین فی صلاة رمضان لم یثبت عن النبی ﷺ کما یزعمه بعض الناس الیوم والدلیل علی عدم ارادته ذالك ما قال قبل : واما العدد الثابت عنه ﷺ فی صلاته فی رمضان الخ۔ وانما اراد بقوله : فقصر الصلاة المسماة بالتراویح الخ ۔ ما اشار الیه بقوله قبل و اما فعلها علی الصفة التی یفعلونها الان من ملازمة عدد مخصوص و قراء ة مخصوصة فی کل لیلة فسیاتی الکلام علیه ۔ ا ه (نیل الاوطار ج:۳، ص:۵۲)والکلام الموعود اتیانه قبل هو قوله فقصر الصلاة الخ

فائدة: قال الشوکانی فی النیل فی شرح قول صاحب المنتقی : ولما لك فی المؤطا عن یزید بن رومان قال : کان الناس فی زمن عمر یقومون فی رمضان بثلاث و عشرین رکعة۔ ما نصه بلفظه : قوله : (بثلاث وعشرین رکعة) قال ابن اسحاق : وهذا اثبت ما سمعت فی ذالك ۔ ووهم فی ضوء النهار فقال : ان

فی سنده باشیبة ولیس الامر کذالك الخ(ج:۳، ص:۵۳)

اقول : وقد تقدم فی کلام الحافظ والعینی ما یدل علی ان قول ابن اسحاق : وهذا اثبت ما سمعت فی ذالك ـ فی حق روایة محمد ابن یوسف عن السائب بن یزید قال : کنا نصلی فی زمن عمر فی رمضان ثلاث عشرة رکعة۔ ولیس قوله المذکور فی حق روایة یزید بن رومان قال : کان الناس فی زمن عمر یقومون فی رمضان بثلاث و عشرین رکعة۔ کما توهمه الشوکانی ، فوهم صاحب ضوء النهار فی قوله : ان فی سند روایة یزید بن رومان ابا شیبة۔ ووهم صاحب اللیل فی جعل قول ابن اسحاق: وهذا اثبت ما سمعت فی ذالك۔ فی حق روایة یزید بن رومان ولیس الامر کذالك فتفکر))

''ترجمہ:...... میں کہتا ہوں ،شوکانی کا مقصد اپنے قول ''تراویح کوکسی معین عدد پر بند کرنا الخ'' سے یہ نہیں کہ رمضان کی نماز میں معین عدد نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں جیسا کہ آج کل بعض لوگوں کا خیال ہے اوران کا مقصد یہ نہ ہونے کی دلیل وہ قول ہے جوانہوں نے اس سے پہلے فرمایا کہ ''رہی وہ تعداد جوآنحضرت ﷺ سے رمضان کی نماز میں ثابت ہے الخ'' بلکہ ان کا مقصد نماز کوعدد معین پر بند نہ کرنے سے وہ ہے جس کی طرف اس عبارت سے پہلے اس قول کے ساتھ اشارہ کیا''لیکن اب نماز کو اس طریقے سے ادا کرنا جس طرح آج کل کرتے ہیں کہ ہر رات خاص تعداد اور خاص قراءت کی پابندی کرتے تھے تو اس پر کلام عنقریب آئے گا۔اھ(نیل الاوطار، ج:۳،ص:۵۲)

اس عبارت میں جس کلام کے آنے کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ہے جس میں کہا ہے کہ تراویح کوکسی عدد معین پر بند کرنا۔الخ

فائدہ:......شوکانی نے نیل الاوطار میں صاحب المنتقی کے قول :((وما لك فی الموطا عن یزید بن رومان قال کان الناس فی زمن عمر یقومون فی رمضان بثلاث و عشرین رکعة)) کی شرح میں فرمایا......قولہ((بثلاث وعشرین رکعة))ابن اسحاق نے کہا یہ سب سے زیادہ پختہ روایت ہے جو میں نے اس مسئلہ میں سنی اورضوء النہار میں مصنف کووہم ہوا پس کہا ہے کہ اس کی سند میں ابوشیبہ ہے حالانکہ بات اس طرح نہیں ہے۔الخ۔(ج:۳،ص:۵۳)

میں کہتا ہوں حافظ اور عینی کے کلام میں اس بات کی دلیلیں گزر چکی ہیں کہ ابن اسحاق کا قول ''کہ یہ سب سے زیادہ پختہ روایت ہے جو میں نے اس مسئلہ میں سنی'' محمد بن یوسف کی سائب بن یزید سے اس روایت کے بارہ میں ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ ہم عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ اور ان کا یہ قول یزید بن رومان کی روایت کے بارے میں نہیں ہے کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تئیس رکعت قیام کرتے تھے جیسا کہ شوکانی کو وہم ہوا ہے تو صاحب ضوء النہار کو اپنے اس قول میں وہم ہوا ہے کہ یزید بن رومان کی روایت میں ابوشیبہ ہے اور صاحب نیل کو یہ وہم ہوا ہے کہ انہوں نے ابن اسحاق کا قول ((هذا اثبت ما سمعت الخ)) یزید بن رومان کی روایت کے حق میں قرار دے دیا ہے حالانکہ اصل معاملہ یہ نہیں ہے۔ پس غور کر

حضرت المؤلف تحریر فرماتے ہیں:

''بہر حال یہ روایت (گیارہ والی) ترجیح یا تطبیق کے بغیر قابل استدلال نہیں ہے اور ترجیح یا تطبیق کے بعد جمہور امت کے مدعا پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اس لیے کہ ترجیح کے بعد گیارہ کا ثبوت ہی نہیں ہو گا اور تطبیق کے بعد یہ ثابت ہو گا کہ عہد فاروقی میں چندروز اس پر عمل ہوا اس کے بعد عہد فاروقی ہی میں اس پر عمل موقوف ہو گیا اور جب سے موقوف ہوا اس وقت سے تیرھویں صدی کے اواخر تک پھر کبھی اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔'' (ص:۲۴)

اولاً: ...... صاحب رسالہ کا بیان ''اور ترجیح یا تطبیق کے بعد ...... الخ'' حافظ ابن عبدالبر مالکی کی بیان کردہ ترجیح اور تطبیق پر مبنی ہے جن کا حال پہلے تفصیلاً گزر چکا ہے تو جب مصنف صاحب کے اس فرمان کی بنیاد ہی انتہائی غلط اور احتمالی ہے تو پھر ان کا یہ فرمان کیونکر درست اور غیر احتمالی ہو سکتا ہے۔ فتدبر

و ثانیاً: ...... پہلے آثار بحوالہ بیان ہو چکے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب و تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بماہ رمضان گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم رضی اللہ عنہما پر لوگوں کو جمع کیا پس وہ دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے، پھر پہلے یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے امر اور لوگوں کے عمل گیارہ رکعات کو بدلنے کی کوئی دلیل نہیں، لہٰذا حضرت المؤلف کا دعویٰ ''عہدِ فاروقی میں چندروز اس پر عمل ہوا اس کے بعد عہدِ فاروقی ہی میں اس پر عمل موقوف ہو گیا'' بے دلیل ہے۔

و ثالثاً : ......حضرت المؤلف کا فرمان: ''اس وقت سے تیرھویں صدی کے اواخر تک پھر کبھی اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔'' بھی مبنی بر حقیقت اور صادر از انصاف نہیں جیسا کہ امام مالک اور ابوبکر بن العربی کے گیارہ رکعات اور محمد بن اسحاق کے تیرہ رکعات اختیار کرنے سے یہ ظاہر ہے نیز تیئیس رکعات، انتالیس رکعات اور اکتالیس رکعات پڑھنے والے گیارہ رکعات پڑھتے رہے ہیں کیونکہ کم عدد زیادہ عدد کے اندر شامل ہوتا ہے چنانچہ قاضی شمس الدین صاحب مدظلہ نے اپنے بعض رسائل میں بیس پڑھنے والوں کے آٹھ رکعات سنت نبویہ کے عامل ہونے کی تصریح فرمائی ہے تو جب سے گیارہ رکعات پر عمل شروع ہوا اس وقت سے لے کر آج تک ان پر عمل موقوف ہوا نہ رہتی دنیا تک موقوف ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر جب گیارہ اور تیرہ رکعات پر رسول اللہ ﷺ کے عمل کی مہر ثبت ہے تو تیرہویں صدی تو تیرھویں صدی ہے خواہ قیامت تک کے لوگ ان پر عمل درآمد نہ کریں، ان گیارہ اور تیرہ رکعات کی سنیت کو کوئی طاقت ختم کر سکی نہ کر سکے گی اور بیس رکعات کے سنت نبویہ ہونے کی کسی طاقت نے آج تک ثابت کیا نہ کر سکے گی۔ رہا بیس رکعات کے خلفائے راشدین کی سنت ہونے کا دعویٰ تو اس کے دلائل کا حال بھی پچھلے صفحات میں لکھا جا چکا ہے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

و رابعاً : ......اگر حضرت المؤلف کے اندازِ فکر کو اپنایا جائے تو پھر ہم بھی یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ ''بہر حال یہ روایت داؤد بن قیس اکیس رکعات والی ترجیح یا تطبیق کے بغیر قابل استدلال نہیں ہے اور ترجیح یا تطبیق کے بعد گیارہ رکعات یا تیرہ رکعات پڑھنے والوں کے مدعا پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اس لیے کہ ترجیح کے بعد اکیس کا ثبوت ہی نہیں ہوگا اور تطبیق کے بعد یہ ثابت ہوگا کہ عہدِ فاروقی میں چند روز اس پر عمل ہوا اس کے بعد عہدِ فاروقی ہی میں اکیس پر عمل موقوف ہو گیا اور لوگ بحسب امر فاروقی گیارہ رکعات پڑھتے رہے، پھر صاحب رسالہ ہی کے اندازِ فکر کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبدالرحمٰن کی روایت کو بھی حضرت داؤد بن قیس کی روایت پر قیاس فرمالیں۔ فتامل

حضرت المؤلف لکھتے ہیں:

''یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تراویح قائم کرنے کا ذکر کیا ہے وہاں گیارہ کا ذکر بھول سے بھی نہیں کیا، فرماتے ہیں:

((فلما جمعهم عمر علی ابی بن کعب کان یصلی بهم عشرین رکعة ویوتر بثلاث" فتاویٰ ابن تیمیه ۱ھ، ص: ۲۴))

''ترجمہ:...... پس جب عمر نے انہیں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع فرما دیا تو وہ انہیں بیس رکعات اور تین وتر پڑھاتے تھے۔''

اولاً:...... صاحب رسالہ کے کلام میں مذکور ترجیح یا تطبیق کو شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تراویح قائم کرنے کے بیان میں گیارہ رکعات کے ذکر نہ کرنے کی وجہ بنانا اور بتانا بے دلیل ہے اور جو قول فتاوی ابن تیمیہ سے نقل کیا گیا ہے اس کی دلیل نہیں جیسا کہ اس پر غور وفکر کرنے سے ظاہر ہے جب صورت حال یہ ہے تو پھر اوپر منقول قول صاحب رسالہ کے بیان ''یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام...... الخ'' میں مذکور حصر وقصر کی دلیل کیونکر بن سکتا ہے۔

وثانیاً:...... شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس مقام پر گیارہ رکعات کا ذکر نہ فرمانے سے نفس الامر اور واقع میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دینے، حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کے گیارہ رکعات پڑھنے اور لوگوں کو عہدِ فاروقی میں گیارہ اور تیرہ رکعات ادا کرنے کی نفی نہیں ہوتی نیز جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم ابی بن کعب و تمیم کا عمل گیارہ رکعات اور لوگوں کا عہدِ فاروقی میں عمل گیارہ اور تیرہ رکعات صحیح آثار سے ثابت ہے تو محض شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول ((فلما جمعهم)) کو لے کر ان صحیح آثار کو رد کرنا کوئی انصاف نہیں۔

وثالثاً:...... پھر شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ((فلما جمعهم ...... الخ)) **بظاہرہ** حضرت المؤلف کی نقل کردہ تطبیق کی تردید کر رہا ہے۔ **فتدبر**

ورابعاً:...... چونکہ بات شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی چل نکلی ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر ان کی تحقیق بھی سپردِ قلم کر دی جائے شاید اس ہی سے کسی کا بھلا ہو جائے چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقاۃ شرح مشکاۃ میں لکھتے ہیں:

((قال ابن تيمية الحنبلي: اعلم انه لم يوقت رسول الله ﷺ في التراويح عددا معينا بل لا يزيد في رمضان ولا في غيره على ثلاث عشرة ركعة لكن كان يطيل الركعات ، فلما جمعهم عمر على ابى كان يصلي بهم عشرين ركعة ثم يوتر بثلاث و كان يخفف القراء ة بقدر ما زاد من الركعات لان ذالك اخف على المامومين من تطويل الركعة الواحدة ثم كان طائفة من السلف يقومون

باربعين ركعة يوترون بثلاث وآخرون بست و ثلاثين و اوتر و ابثلاث و هذا كله حسن سائغ ومن ظن ان قيام رمضان فيه عدد معين موقت عن النبی ﷺ لا يزيد ولا ينقص فقد اخطأ۔ اھ (ج:٣، ص:١٩٣)))

’’ترجمہ:......ابن تیمیہ حنبلی نے فرمایا: ’’جان لے کہ رسول اللہ ﷺ نے تراویح میں کوئی معین عدد مقرر نہیں فرمایا بلکہ رمضان اور غیر رمضان میں تیرہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔‘‘ لیکن رکعات کو طویل کرتے تھے، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ابی رضی اللہ عنہ پر جمع کر دیا تو وہ انہیں بیس رکعات پڑھاتے تھے پھر تین وتر پڑھاتے اور قراءت اتنی ہلکی کر لیتے جتنی رکعات بڑھائی تھیں کیونکہ یہ چیز مقتدیوں کے لیے ایک رکعت لمبی کرنے سے زیادہ آسان تھی۔ پھر سلف میں سے کچھ لوگ چالیس رکعت قیام اور تین وتر پڑھتے تھے اور کچھ دوسرے حضرات چھتیس رکعت قیام اور تین وتر ادا کرتے تھے اور یہ سب صورتیں اچھی اور جائز ہیں اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ قیام رمضان میں کوئی تعداد معین ہے جو نبی کریم ﷺ نے مقرر فرمائی ہے اور جسے انسان نہ کم کر سکتا ہے نہ زیادہ تو اس شخص نے خطا کی۔ انتھی (ج:۳،ص:۱۹۳)‘‘

((اقول : ان الحافظ ابن تيمية رحمه الله تعالىٰ لم ينف في كلامه هذا ثبوت العدد المعين في التراويح عن النبی ﷺ كما توهمه بعض الناس اليوم ، بل قد اثبت فيه العدد المعين فيها عنه ﷺ حيث قال : لا يزيد في رمضان ولا في غيره على ثلاث عشرة ركعة۔ وانما نفى فيه توقيف العدد المعين فيها عن النبی ﷺ وهذا هو المراد بقول السيوطي: ولو ثبت عددها بالنص لم تجز الزيادة عليه و اهل المدينة والصدر الاول كانوا اورع من ذالك ، وبقول الشوكاني الماضي : فقصر الصلاة المسماة بالتراويح على عدد معين...... الخ))

’’میں کہتا ہوں، حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے اس کلام میں آنحضرت ﷺ سے تراویح میں معین عدد کے ثبوت کی نفی نہیں فرمائی جیسا کہ آج کل بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے۔ بلکہ خود آنحضرت ﷺ سے تراویح میں معین عدد یہ کہہ کر ثابت فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان میں تیرہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ نفی صرف اس بات کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کوئی معین عدد مقرر فرما دیا ہو یہی مطلب

سیوطی کے اس قول کا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: ''اگر نص کے ساتھ (صاف لفظوں میں) اس کی تعداد ثابت ہوتی تو اس سے زیادتی کرنا کبھی جائز نہ ہوتا اور اہل مدینہ اور صدر اول کے لوگ اس سے زیادہ نہ بچنے والے تھے۔'' اور شوکانی کے گزشتہ قول ''اس نماز کو جس کا نام تراویح ہے کسی معین عدد پر بند کرنا......الخ'' کا مطب بھی یہی ہے۔''

س:......کیا آٹھ تراویح پڑھنا کوئی اس کو درست کہتا ہے کہ نبی ﷺ سے آٹھ ہی ثابت ہیں۔ حنفیوں میں سے کوئی اس کی تصدیق کرتا ہے؟ (محمد شکیل، فورٹ عباس)

ج:......صلاۃ اللیل / قیام اللیل / تہجد / صلاۃ الوتر اور تراویح قیام رمضان اور صلاۃ رمضان ایک ہی نماز کے متعدد نام ہیں۔ افتتاحی دو رکعات اور وتر کے بعد والی دو رکعات نکال کر رسول اللہ ﷺ رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ مولانا انور شاہ صاحب کشمیری محدث حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ''العرف الشذی'' میں موجود ہے:

((لا مناص من تسليم أن تراويحه عليه السلام كانت ثماني ركعات ولم يثبت في رواية من الروايات أنه عليه السلام صلى التهجد والتراويح على حدة في رمضان))

[''اور یہ بات تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تراویح آٹھ رکعات تھیں اور روایات میں سے کسی ایک روایت میں ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں تراویح اور تہجد الگ الگ پڑھی ہو۔''] [1]

س:......مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں تراویح (۲۰) بیس رکعات پڑھی جاتی ہے، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

(محمد سلیم بٹ)

ج:......مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ یا دیگر کسی مقام کے قراء، علماء اور خلفاء دین میں دلیل نہیں۔ قرآنِ مجید میں ہے:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾

[الأعراف: ۳] [''جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اسی کی پیروی کرو اس کے علاوہ دوسرے سر پرستوں کی پیروی نہ کرو، تھوڑی ہی تم نصیحت مانتے ہو۔''] نیز قرآنِ مجید میں ہے:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾

[النساء: ۵۹] [''پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں جھگڑا ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی

[1] العرف الشذی علی ترمذی، ص: ۱۶۶، الجلد الاول، مطبوعہ کراچی

طرف پھیر دو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔''] تو رسول اللہ ﷺ قیام اللیل اور قیام رمضان میں ابتدائی دو رکعتیں اور وتر کے بعد والی دو رکعتیں نکال کر گیارہ رکعات سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ((مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً)) [1] [''رمضان اور غیر رمضان میں رسول اللہ ﷺ رات کی نماز (بالعموم) گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔''] ١٣ / ١١ / ١٤٢٣ھ

س:......تراویح میں تکمیل قرآن پر مٹھائیاں تقسیم کرنا اور وعظ وتقریر کرنا کیسا ہے؟ (ملک محمد یعقوب)

ج:......صلاۃ اللیل، قیام اللیل، صلاۃ الوتر، صلاۃ التراویح، قیام رمضان اور صلاۃ التہجد میں ایک ماہ میں قرآنِ مجید ختم کرنے کی رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی ہے اور کم از کم تین راتوں میں۔ اس نماز میں قرآن مجید ختم کرنے کی نبی کریم ﷺ سے اجازت ملتی ہے۔ [2] [عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایک ماہ میں قرآنِ پاک ختم کر لیا کرو۔'' انہوں نے عرض کی میں اس سے زیادہ تلاوت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ؐ نے فرمایا: ''تو بیس دن میں ختم کر لیا کرو۔'' انہوں نے کہا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ؐ نے فرمایا: ''سات دن میں ختم کر لیا کرو۔'' انہوں نے کہا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ؐ نے فرمایا: ''سات دن میں ختم کر لیا کرو۔'' اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ پھر آپ ؐ نے انہیں قرآن پاک تین دن میں ختم کرنے کی اجازت دے دی اور فرمایا: ''قرآنِ پاک سے اس شخص کو کچھ سمجھ حاصل نہیں ہو سکتی، جو تین دن سے کم مدت میں قرآن پاک ختم کرتا ہے۔'' [3]] ہر سال رمضان المبارک میں راتوں میں رسول اللہ ﷺ جبریل علیہ السلام کے ہمراہ ایک دفعہ قرآنِ مجید کا دور فرمایا کرتے تھے اور وفات والے سال دو دفعہ دور فرمایا۔ [4] باقی اس نماز میں قرآنِ مجید ختم ہونے کے موقع پر مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا نیز وعظ، تقریر اور جلسہ منعقد کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ نیز نماز کے علاوہ قرآنِ مجید ختم کرنے کے موقع پر یہ چیزیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ ٩ / ١٠ / ١٤٢٢ھ

---

1. بخاری / التہجد / باب قیام النبیؐ باللیل فی رمضان وغیرہ ، مسلم / صلاۃ المسافرین / باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبیؐ فی اللیل
2. بخاری / الصوم / باب صوم یوم و افطار یوم و فضائل القرآن باب فی کم یقرأ القرآن ، ومسلم / الصیام / باب النہی عن صوم الدھر
3. ترمذی / القراء ات ، ابو داؤد / ابواب قراءۃ القرآن / باب فی کم یقرأ القرآن
4. بخاری / کتاب فضائل القرآن باب کان جبریل یعرض القرآن علی النبی ﷺ

نمازِ جمعہ

س:...... میں نے امام محمد بن عبدالوہاب کی کتاب "نصیحة المسلمین" میں مندرجہ ذیل حدیث پڑھی:

"عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک دن کہا جبکہ ایک شخص نے اٹھ کر بہت باتیں کیں۔ پس عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر یہ شخص اپنی بات میں اعتدال اختیار کرتا تو اس کے لیے بہتر تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا میں یہ سمجھتا ہوں یا یہ فرمایا کہ مجھے حکم ملا ہے کہ مختصر بات کروں، کیونکہ اختصار ہی بہتر ہوتا ہے۔" (یعنی حاجت سے زائد بات کرنا فضول ہے۔) [ابو داؤد]

اس حدیث کے بارے میں فرمائیں اور یہ بھی ضرور بتائیں کہ جمعہ کی تقریر کتنی دیر کی ہونی چاہیے؟ اور عام درس کتنی دیر کا ہو؟ (میاں سرفراز اسلم، اوکاڑہ)

ج:...... آپ کی پیش کردہ ابو داؤد والی حدیث کتاب الأدب باب ماجاء فی التشدق فی الکلام میں موجود ہے اور حسن درجے کی ہے۔ [1] خطبہ و درس کی تحدید کتاب وسنت میں وارد نہیں ہوئی۔

س:...... جمعہ کے روز زوال ہوتا ہے یا نہیں؟ (عبدالرحمٰن)

ج:...... جمعہ کے روز بھی زوال ہوتا ہے، البتہ جمعہ کے روز جمعہ پڑھنے والے جس وقت بھی مسجد میں پہنچیں۔ اس وقت سے لے کر خطبہ شروع ہونے تک جتنی ان کے مقدر میں ہو نماز پڑھ سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صحیح بخاری میں ہے: ((لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَيَتَطَهَّرُ مَااسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ ، أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى)) [2] ["جو شخص جمعہ کو نہائے اور جس قدر پاکی حاصل ہو سکے کرے، پھر تیل یا اپنے گھر سے خوشبو لگائے اور مسجد کو جائے دو آدمیوں کے درمیان راستہ نہ بنائے، پھر اپنے مقدر کی نماز پڑھے، پھر دورانِ خطبہ خاموش رہے، تو اس کے گزشتہ جمعہ سے لے کر اس جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔"] اور صحیح مسلم میں ہے: ((مَنِ اغْتَسَلَ ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ ، فَصَلَّى مَا قُدِّرَ لَهُ ، ثُمَّ أَنْصَتَ حَتَّى يَفْرَغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ، ثُمَّ يُصَلِّيَ مَعَهُ غُفِرَلَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ)) [3] ["جو شخص غسل کر کے جمعہ کے لیے

---

[1] صحیح سنن ابی داؤد۔ محمد ناصر الدین ألبانی [2] بخاری / الجمعة / باب الدهن للجمعة

[3] مسلم / الجمعة / باب فضل من استمع وانصت فی الخطبة

آتا ہے اور خطبہ شروع ہونے تک جس قدر ہو سکے، نوافل ادا کرتا ہے، پھر خطبہ جمعہ شروع سے آخر تک خاموشی سے سنتا ہے، تو اس کے گزشتہ جمعہ سے لے کر اس جمعہ تک اور مزید ۳ دن کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔'']

س:...... جمعہ کی نماز کا اول وقت کیا ہے؟ (عبدالغفور، شاہدرہ)

ج:...... اکثر اہل علم کے ہاں نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے۔ زوال شمس سے لے کر ایک مثل تک تو ظاہر ہے، اول وقت زوال آفتاب سے متصل وقت ہی ہے باقی وہ نصف تک ہے یا چوتھائی تک یا تہائی تک اس کا مجھے علم نہیں۔ ۱۴۲۱/۴/۹ھ

س:...... جس شخص کا جمعہ رہ جائے وہ کیا کرے؟ کیا وہ دو رکعتیں ہی ادا کرے گا یا چار رکعت؟

ہمارے علاقے میں علماء کے مطابق وہ دو رکعتیں ہی ادا کرے گا۔ اس بارے میں وہ مندرجہ ذیل حدیث کو پیش کرتے ہیں کہ:

''ایک شخص نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جس کا جمعہ رہ جائے تو وہ کیا کرے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ دو رکعتیں ہی پڑھے، کیونکہ یہ ابن عبداللہ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔'' [تاریخ اصبہان]

وہ کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ سید بدیع الدین شاہ راشدی کے مطابق یہ حدیث ثابت ہے اور اس پر ہی عمل کیا جائے۔ جبکہ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اس حدیث کے دو راویوں کا ہمیں ترجمہ نہیں ملتا۔ اس لیے ہمارے نزدیک وہ حدیث قابل عمل ہے جس میں ہے کہ جس کا جمعہ رہ جائے وہ ظہر کی چار رکعتیں ادا کرے، اس کو نور الدین ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے لہٰذا اس پر عمل کرنا چاہیے۔

جبکہ پہلا گروہ پھر اعتراض کرتا ہے کہ امام ہیثمی کو وہم ہو گیا ہے کہ انہوں نے ضعیف سند کو حسن کہہ دیا۔

محترم! آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی کریں تاکہ ہم صحیح سنت کے مطابق عمل کر سکیں۔ (ابو طلحہ محمد سجاد احمد سلفی، اوکاڑہ)

ج:...... عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے مرفوعاً بیان فرمایا ہے: ((مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَدْ أَدْرَكَهَا ، وَلْيُضِفْ إِلَيْهَا أُخْرٰى)) [''جس نے جمعہ کے دن ایک رکعت پالی، تو اس نے جمعہ کو پالیا وہ اس کے ساتھ پچھلی رکعت ملا لے۔''] اور ایک روایت میں ہے: ((مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً فَلْيَصِلْ إِلَيْهَا أُخْرٰى)) [''جو جمعہ سے ایک رکعت پالے تو اس کے ساتھ دوسری

ملا لے۔''

اس مرفوع حدیث کا مفہوم ہے کہ جس نے امام کے ساتھ جمعہ کی نماز سے ایک رکعت سے کم کو پایا اس نے جمعہ نہیں پایا وہ دوسری رکعت نہیں ملائے گا۔ تو ظاہر ہے، پھر وہ ظہر ہی کی چار رکعات پڑھے گا۔

دیکھئے دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں اور ایک روایت میں ((فی کل یوم ولیلة)) ''ہر دن رات میں۔'' معلوم ہے جمعہ کے روز پانچویں نماز نمازِ جمعہ ہی ہے۔ اب ایک شخص کا جمعہ رہ گیا ہے، وہ جمعہ نہیں پڑھ سکا تو پانچویں نماز پھر ظہر ہی بنے گی۔ جمعہ تو اس نے پڑھا ہی نہیں اور ظہر بھی نہ پڑھے تو اس کی نمازیں بروز جمعہ پانچ کیسے اور کیونکر بنیں گی؟ غور فرمائیں۔ واللہ اعلم۔

[شیخ اَلبانی" ارواء الغلیل ، ص:۸۹ ج:۳ " میں فرماتے ہیں:((فالحدیث عندی صحیح مرفوعاً))

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز کی ایک رکعت پالی، اس نے نماز پالی۔''

امام ترمذی فرماتے ہیں: ''یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض اہل علم صحابہ کرام اور بعد والے حضرات کے نزدیک اسی پر عمل ہے کہ جو نماز جمعہ کی ایک رکعت پالیتا ہے وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ملا لے، جو تشہد میں ملتا ہے، وہ چار رکعت پڑھے، یہ سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ علیہم کا قول ہے۔] [1] ۲۴ / ۵ / ۱۴۲۴ھ

س:...... اگر کوئی آدمی جمعہ کی نماز جماعت سے نہ پڑھ سکے تو کیا وہ اکیلا جمعہ کی نماز پڑھے گا یا ظہر کی؟

(عبدالغفور، شاہدرہ)

ج:...... اس صورت میں ظہر کی نماز ادا کی جائے گی، اگر اس صورت میں جمعہ ہی پڑھے تو جمعہ نہ پڑھ سکنے کا کیا معنیٰ؟ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جس نے ایک رکعت پالی، اس نے نماز پالی۔'' تو اس کا تقاضا ہے کہ کم از کم ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ لے، تو نمازِ جمعہ ورنہ نمازِ جمعہ نہیں اور معلوم ہے ہر دن رات میں پانچ نمازیں ہیں، جب پانچویں نماز جمعہ نہ بن سکی تو ظہر ہی پانچویں ہوگی۔ واللہ اعلم۔ ۹ / ۴ / ۱۴۲۱ھ

س:...... نماز جمعہ یا کسی بھی جہری نماز میں امام جب: ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴾ اور اسی طرح دیگر سورتیں تلاوت کرتا ہے، تو مقتدی بھی جواب دیتے ہیں کیا مقتدی کا آیت سن کر جواب دینا، کسی حدیث سے ثابت ہے؟

(محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:...... مجھے اس کا علم نہیں۔ البتہ آیت ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴾ میں حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مقتدی

---

[1] بخاری / کتاب مواقیت الصلاۃ / باب من ادرک من الصلاۃ رکعة ، مسلم / کتاب المساجد / باب من ادرک رکعة من الصلاۃ ، جامع ترمذی / باب فیمن یدرک من الجمعة رکعة

سراً "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْأَعْلٰی" کہہ لے تو درست ہے۔ ۱۰/ دسمبر ۲۰۰۰ء

س:......از عبدالمنان نور پوری بطرف عالم حقانی جناب مبشر احمد صاحب ربانی۔

جہاد ٹائمز جلد۲ شمارہ نمبر۲۲، ۲۱ تا ۲۷ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ والے پرچہ میں بسلسلہ تفہیم دین "نماز جمعہ کی کل رکعتیں" عنوان کے تحت جناب لکھتے ہیں: "صحیح البخاری کتاب الجمعہ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اس وقت آئے، جب امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو رکعت پڑھنے کے بغیر نہ بیٹھے۔"

صحیح البخاری کتاب الجمعہ میں یہ الفاظ: ((جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، فَقَالَ: أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ۔ فَقَالَ: لَا۔ قَالَ: قُمْ ، فَارْكَعْ)) اور ((دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ ، فَقَالَ: أَصَلَّيْتَ۔ قَالَ: لَا۔ قَالَ: قُمْ ، فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ)) تو ملے ہیں، مگر آپ کے ذکر کردہ الفاظ نہیں ملے۔ برائے مہربانی صحیح بخاری یا کسی اور کتاب سے ان الفاظ کا حوالہ بیان فرمادیں۔

ج:......از ابوالحسن مبشر احمد ربانی بطرف حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری۔

جہاد ٹائمز میں فروگزاشت میری غفلت کا نتیجہ ہے۔ لکھتے وقت اصل کی طرف مراجعت نہ کر سکا۔ یہ دراصل صحیح البخاری کی حدیث ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ((اذا دخل احدکم المسجد فلا یجلس حتی یصلی رکعتین)) [رقم: ۱۱۶۳] جو دوسرے مقام پر یوں ہے: ((اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس)) [رقم: ٤٤٤] سے التباس کی وجہ سے ہوا ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ صحیح البخاری (۱۶٦) میں یوں بھی مروی ہیں: ((اذا جاء احدکم والامام یخطب أو قد خرج فلیصل رکعتین)) اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہی کی معافی کا درخواستگار ہوں۔ آپ سے بھی دعا کی اپیل ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا: "برائے مہربانی صحیح بخاری یا کسی اور کتاب سے ان الفاظ کا حوالہ بیان فرمادیں۔"

تو عرض یہ ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بایں الفاظ: ((اذا جاء احدکم المسجد والامام یخطب فلیصل رکعتین قبل ان یجلس)) [صحیح ابن خزیمہ (۱۸۳۱)] اور [تقریب البغیۃ بترتیب احادیث الحلیۃ للهیثمیؒ (۹۳٤) ۳٤۳/۱] میں اور ((اذا جاء احدکم یوم الجمعۃ والامام یخطب فلیصل رکعتین خفیفتین ثم لیجلس)) دارقطنی (۱۵۹۵) میں اور ((اذا جاء احدکم ولم یکن صلی فلیصل رکعتین ثم لیجلس۔ وذاك یوم الجمعۃ)) کتاب معجم شیوخ ابن الاعرابی (۲۰۰) میں موجود ہیں

اور موٴخر الذکر کی سند میں صباح المزنی اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ موجود ہیں۔

۲ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ ۲۱ / ۱۲ / ۱۴۲۱ھ

س:......بعض لوگوں نے کہا ہے کہ عورت کے لیے جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اگر عیدگاہ بھی دور ہو اور انتظام بھی نہ ہوسکتا ہو اس صورت میں عیدین کی نماز عورت مسجد میں یا گھر میں پڑھ سکتی ہے کہ نہیں؟

(سید عبدالخالق، آزاد کشمیر)

ج:...... ہر چھوٹا بڑا عالم جانتا ہے کہ عورتیں عید کی نماز رسول اللہ ﷺ کے دور میں عیدگاہ میں رسول اللہ ﷺ کی امامت میں ادا کیا کرتی تھیں۔ [1] اس لیے رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو اپنانا ہر اہل حدیث اور ہر اہل سنت کا کام ہے۔ ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾[الاحزاب: ۳۳ / ۲۱] ''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) میں عمدہ نمونہ ہے۔''

عورت کے لیے جمعہ پڑھنا درست ہے، البتہ جمعہ عورت پر واجب وفرض نہیں۔ [2] ۸ / ۱۱ / ۱۴۲۱ھ

س:......مسنون خطبہ میں الفاظ مندرجہ:((وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ)) کے لیے مولانا بہاری نے الاعتصام مجریہ 28/06/2002 میں یوں حوالے دیے ہیں: (۱) کنز العمال (۱۳/۲۴۳) بحوالہ ابن عساکر عن ابن عباس۔ (۲) المطالب العالیہ (۱/۱۷۳) عن ابی ہریرۃ وابن عباس۔ (۳) البیان والتعریف (۲/۲۸۷) بحوالہ جامع کبیر عن ابن عباس۔ ان کتب میں بلا اسناد روایات ہیں۔ جبکہ (۱) دلائل النبوۃ بیہقی (۲/۲۲۴) عن ابن عباس۔ (۲) معرفۃ الصحابہ ابونعیم اصفہانی (۳/۵۴۲) عن ابن عباسؓ۔ (۳) المسند المستخرج علی صحیح مسلم ابونعیم اصفہانی (۲/۴۵۶) عن ابن عباس۔ ان کتب میں مع الاسناد روایات ہیں۔ کیا یہ احادیث صحیح نہیں؟ اور مذکورہ الفاظ خطبہ نبویؐ میں ثابت ہیں؟ (محمد صدیق تلیاں، ضلع ایبٹ آباد)

ج:......آپ نے یہ باتیں الاعتصام ۲۸ جون ۲۰۰۲ء سے نقل فرمائی ہیں، پھر آپ کو اعتراف ہے کہ ان میں کچھ روایات بلا اسناد ہیں اور کچھ کے متعلق آپ کا دعویٰ ہے کہ وہ مع الاسناد ہیں نیز آپ نے مع الاسناد والی روایات کے متعلق ہمارے مفتی شیخ الحدیث والتفسیر مولانا حافظ ثناء اللہ صاحب مدنی حفظہ اللہ تعالیٰ کا بیان اسی پرچہ میں پڑھا۔ ''آپ کے حسب ہدایت میسر مراجع کی طرف رجوع کیا تو اعتماد واستناد کے قابل کوئی ایسی

---

[1] بخاری / الحیض / باب شهود الحائض العیدین ودعوة المسلمین ، مسلم / صلاة العیدین / باب ذکر اباحة خروج النساء فی العیدین الی المصلی

[2] ابو داؤد / ابواب الجمعة / باب الجمعة للمملوك والمرأة

چیز نہیں مل سکی، جس کی بنیاد پر کہا جا سکے کہ یہ الفاظ خطبۂ نبویہ میں ثابت ہیں۔'' مفتی صاحب کا یہ بیان پڑھ لینے کے بعد مجھے مکتوب لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی، کیونکہ مفتی صاحب کے مندرجہ بالا بیان سے واضح ہے کہ جن روایات کو آپ اور بہاری صاحب مع الاسناد بتاتے ہیں، ان کی اسانید بھی کمزور ہیں۔ معتمد اور مستند نہیں۔

۲۲ / ۱ / ۱۴۲۴ھ

س: ......خطبہ جمعہ، خطبہ نکاح کے الفاظ صحیح احادیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔ کیا خطبہ میں درود ابراہیمی پڑھ سکتے ہیں۔ کیا ((نُؤمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ)) کے الفاظ ثابت ہیں؟ (عنایت اللہ امین، ضلع قصور)

ج: ......خطبہ، خطبہ کے الفاظ، خطبہ میں درود اور خطبہ کے مواقع کے متعلق محدث وقت فقیہ دوراں شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان کتاب خطبۃ الحاجۃ کا مطالعہ فرمائیں، بہت فائدہ ہوگا۔ ان شاء اللہ الحنان۔

۱۳ / ۵ / ۱۴۲۱ھ

خطبہ رحمۃ للعالمین ﷺ

((إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران: ۱۰۲]

﴿ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا o ﴾ [النساء: ۱]

﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا o يُّصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا o ﴾ [الأحزاب: ۷۰، ۷۱]

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرُّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔)) [1]

---

[1] مسلم / كتاب الجمعة باب رفع الصوت في الخطبة ومايقول فيها ، النسائي / كتاب الجمعة باب كيفية الخطبة / كتاب العيدين باب كيف الخطبة ، الترمذي / كتاب النكاح / باب ماجاء في خطبة النكاح ، ابوداؤد / كتاب النكاح باب في خطبة النكاح ، سنن دارمي / كتاب النكاح / باب في خطبة النكاح

ترجمہ:......"بلاشبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں، جسے اللہ راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اپنے در سے دھتکار دے اس کے لیے کوئی رہبر نہیں ہو سکتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔"

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ اور (پھر) اس جان سے اس کی بیوی کو بنایا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انہیں (زمین پر) پھیلایا۔ اللہ سے ڈرتے رہو، جس کے ذریعے (جس کے نام پر) تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں (کو قطع کرنے) سے ڈرو۔ (بچو) بے شک اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔"

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ایسی بات کہو، جو محکم (سیدھی اور سچی) ہو۔ اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔"

"حمد و صلوٰۃ کے بعد یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو (اللہ کے دین میں) اپنی طرف سے نکالے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔"

تنبیہات:

- صحیح مسلم، سنن نسائی اور مسند احمد میں ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی حدیث میں خطبہ کا آغاز ((إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ)) سے ہے، لہٰذا ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ)) کی بجائے ((إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ)) کہنا چاہیے۔
- یہاں ((نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ)) کے الفاظ صحیح احادیث میں موجود نہیں ہیں۔
- احادیث صحیحہ میں ((نَشْهَدُ)) (جمع کا صیغہ) نہیں بلکہ ((أَشْهَدُ)) (واحد کا صیغہ) ہے۔
- یہ خطبہ نکاح، جمعہ اور عام وعظ و ارشاد یا درس و تدریس کے موقع پر پڑھا جاتا ہے۔ اسے خطبہ حاجت کہتے ہیں، اسے پڑھ کر آدمی اپنی حاجت و ضرورت بیان کرے۔

س:...... جب جمعۃ المبارک کے خطبہ کے اندر اچھی آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو تو سبحان اللہ اونچی آواز میں کہنا کیسا ہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......درست نہیں، کیونکہ دورانِ خطبہ سامعین کو استماع وانصات کا حکم ہے۔ ٦ / ١ / ١٤٢٤ھ

س:......کمزوری یا بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر خطبہ جمعہ دیا جا سکتا ہے؟ (محمد سلیم بٹ)

ج:......خطیب میں کھڑا ہونے کی استطاعت نہیں تو خطبہ جمعہ بیٹھ کر بھی دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ دیکھئے نماز میں قیام فرض ہے، مگر قیام کی استطاعت نہیں، تو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ١٥ / ٧ / ١٤٢٣ھ

نماز عیدین

س:......عید الفطر کی نماز کا کیا وقت ہے؟ (حافظ خالد محمود)

ج:......امام بخاری نے تعلیقا اور امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے موصولا حدیث روایت فرمائی ہے: ((خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ صَاحِبُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ النَّاسِ فِي يَوْمِ عِيْدِ فِطْرٍ أَوْ أَضْحٰى ، فَأَنْكَرَ إِبْطَاءَ الإِمَامِ ، وَقَالَ: إِنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ فَرَغْنَا سَاعَتَنَا هٰذِهِ ، وَذٰلِكَ حِيْنَ التَّسْبِيْحِ۔)) [1] [''عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ عید الفطر کے روز نماز کے لیے گئے۔ امام نے نماز میں تاخیر کر دی تو وہ فرمانے لگے: ''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم اس وقت نماز سے فارغ ہو چکے ہوتے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ چاشت کا وقت تھا۔''] تو ثابت ہوا کہ سورج طلوع ہو جائے اور کراہت والا وقت گزر جائے، سورج اچھی طرح روشن ہو جائے، چمکنے لگے تو عید کا وقت شروع ہو جاتا ہے، پوری کوشش کرے کہ عید کی نماز جلدی پڑھ لی جائے۔ عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث سے پتہ چل رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید کی نماز جلدی پڑھا کرتے تھے، تاخیر سے نہیں پڑھتے تھے۔ واللہ اعلم۔ ٢٥ / ١١ / ١٤٢٣ھ

س:......اس عید پر ہمارے مولوی صاحب نے اعلان کیا عید $8\frac{1}{2}$ بجے پڑھی جائے گی۔ $8\frac{1}{2}$ بجے تو کہنے لگے۔ پانچ منٹ بعد جماعت کھڑی ہوگی، جبکہ 98% لوگ آ چکے تھے۔ ایک آدمی کہنے لگا کہ جناب آپ ہر عید پر وقت مقرر کرتے ہیں اور لیٹ کرتے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب غصہ میں آئے اور فوراً نماز کھڑی کر دی۔ نہ صفیں سیدھی کروائیں اور جلدی جلدی مختصر سورتیں پڑھ کر بغیر خطبہ دیے دعا کر کے چلے گئے۔ کیا یہ طریقہ درست ہے۔ پھر کہنے لگے کہ امام کسی کا پابند نہیں۔ امام مناسب سمجھے جماعت کھڑی کر دے۔ مقتدی کے مشورہ کا ماننا، امام پر ضروری نہیں۔ اور میں جماعت لیٹ اس لیے کرتا ہوں کہ جو رہ جائیں گے وہ بعد میں پھر جماعت کرائیں گے، اس لیے لیٹ کرتا ہوں تاکہ بعد میں ایسا نہ ہو کیا یہ درست ہے؟ نماز عید کا صحیح وقت کونسا

---

[1] ابو داود / الجمعة / باب وقت الخروج الى العيد

ہے؟ حدیث سے ثابت فرمائیں؟ (ظفر اقبال، نارووال)

ج:......سورج کا رنگ سفید ہو جائے کراہت کا وقت گزر جائے تو نماز عید کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ عشاء کے متعلق رسول اللہ ﷺ دیکھتے لوگ جمع ہو گئے ہیں تو نماز جلدی پڑھ لیتے اور دیکھتے لوگ تاخیر کر رہے ہیں تو نماز تاخیر سے پڑھ لیتے۔ [1] اس چیز کو عیدین میں بھی ملحوظ خاطر رکھا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۰ / ۱۲ / ۱٤۲۲ھ

س:......نماز عید کا مکمل طریقہ کیا ہے؟ (محمد شکیل، فورٹ عباس)

ج:......نماز عید عام نماز کی طرح دو رکعت نماز ہے۔ صرف اتنی چیز ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے۔ [2]

اور پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ الأعلیٰ اور دوسری رکعت میں ﴿ هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴾ پڑھا کرتے تھے۔

اور کبھی پہلی رکعت میں ﴿ قٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴾ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ [3]

تفصیل کے لیے دیکھیں: '' كتاب القول السديد فی تكبيرات العيد از مولانا عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری صاحب تحفة الاحوذی'' ۱۲ / ۱۰ / ۱٤۲۱ھ

س:......عیدین کی نماز میں زوائد تکبیریں یعنی پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کیا یہ صحیح حدیث سے ثابت ہیں؟ اگر ثابت ہیں تو حدیث باحوالہ تحریر فرمائیے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......ہاں ثابت ہیں۔

[((عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى فِي الْأُوْلٰى سَبْعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَفِي الثَّانِيَةِ خَمْسًا))

''رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہتے اور دوسری رکعت میں پانچ۔''] [4]

---

[1] مسلم / المساجد / باب استحباب التبكير بالصبح

[2] ابو داود / كتاب الصلوٰة / باب التكبير فی العيدين

[3] مسلم / صلاة العيدين / باب ما يقرأ فی صلاة العيدين

[4] ابو داود / المجلد الاول / كتاب الصلوٰة / باب التكبير فی العيدين] اسے امام احمد اور علی بن مدینی نے صحیح کہا ہے۔

س:......نماز عیدین کی تکبیرات کے دوران مقتدی کیا پڑھے گا؟ (محمد حسین عبدالصمد)

ج:......نماز عیدین کی تکبیرات کے دوران ذکر ودعاء کے سلسلہ میں کوئی مرفوع حدیث مجھے معلوم نہیں نہ امام کے لیے۔نہ مقتدی کے لیے اور نہ ہی منفرد کے لیے۔ ١٤٢٢/١٠/١٧ھ

س:......عید کی نماز سے پہلے یا بعد عید گاہ میں نوافل پڑھنے منع ہیں۔دوسری حدیث ہے کہ تم میں سے جب بھی کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کر لے۔ایک جگہ عید کی نماز مسجد میں ادا کی جاتی ہے تو آنے والے تحیۃ المسجد ادا کریں یا نہ کریں؟ (محمد یونس،نوشہرہ ورکاں)

ج:......رسول اللہ ﷺ کا فرمان: ((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَّجْلِسَ)) [''جب تم میں سے کوئی ایک مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت (نفل تحیۃ المسجد کے طور پر) پڑھ لے۔'' [1] آپ کی پیش کردہ صورت کو بھی شامل ہے۔عید کی نماز رسول اللہ ﷺ مسجد میں نہیں۔عید گاہ میں پڑھا کرتے تھے۔اس صورت میں یہ سوال وارد ہی نہیں ہوتا۔عید گاہ میں رسول اللہ ﷺ نماز عید سے پہلے اور بعد کچھ نہیں پڑھتے تھے۔تحیۃ المسجد کی نفی نہیں۔

س:......اگر بلا عذر یا باعذر عید کی نماز مسجد میں پڑھی جائے تو تحیۃ المسجد (دو رکعتیں) نماز عید سے پہلے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (ماسٹر عبدالرؤف)

ج:......بے عذر یا باعذر عید کی نماز مسجد میں پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، البتہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان وحکم: ((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ)) [2] [''جب تم مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھا کرو۔''] ثابت اور صحیح بخاری میں موجود ہے۔

١٤٢٣/١٢/٢٩ھ

س:......یہ کتاب الآثار سے تحریر ترجمہ کے لیے عرض ہے:(ص: ٤١)

((عن ام عطية رضي الله عنها قالت كان يرخص للنساء في الخروج في العيدين الفطر والاضحى قال محمد لا يعجبنا خروجهن في ذلك الا العجوز الكبيرة وهو قول ابى حنيفة.))

---

[1] بخاری / کتاب المساجد (الصلوٰة) باب اذا دخل المسجد فلیرکع رکعتین ، صحیح مسلم / صلاۃ المسافرین / باب استحباب تحیة المسجد برکعتین

[2] بخاری / کتاب الصلاۃ / باب اذا دخل المسجد فلیرکع رکعتین ، مسلم / صلاۃ المسافرین / باب استحباب تحیة المسجد برکعتین

ج:...... ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو عیدین عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں نکلنے کی رخصت و اجازت دیا کرتے تھے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہمیں ان کا عیدین میں نکلنا اچھا نہیں لگتا، مگر انتہائی بوڑھی عورت جا سکتی ہے۔ اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

((أقول: من أنتم؟ تقولون: لا یعجبنا خروجھن فی العیدین۔ وقد أمرھن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم بالخروج فی العیدین ولم یستثن منھن العجوز الکبیرۃ ولا الشابۃ الصغیرۃ ، ولا الکھلۃ الوطیرۃ۔ فمن أنتم؟ وما قیمۃ رأیکم وقولکم فی جنب أمر رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی اطاعتہ اطاعۃ اللّٰہ تعالیٰ وعصیانہ وعصیان اللّٰہ تعالیٰ جل وعلا؟)) ۷ / ۱۰ / ۱۴۲۲ھ

س:...... کیا عورت عورتوں کو علیحدہ نماز عید پڑھا سکتی ہے اور خطبہ بھی دے سکتی ہے یا اسے بھی مردوں کی طرح عید گاہ میں آ کر مرد اور امام کے پیچھے نماز پڑھنا ضروری ہے۔ کیا عید کی نماز سے پیچھے رہ جانے والے دوبارہ عید کی نماز با جماعت کروا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا عید کی نماز سے رہ جانے والا اکیلا ہی پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ہمارے گاؤں کے قریب ایک گاؤں میں مولوی صاحب نے عید کی نماز پہلے مردوں کو پڑھائی اور پھر علیحدہ جا کر عورتوں کو پڑھائی اور علیحدہ علیحدہ خطبہ بھی دیا۔ کیا یہ صحیح ہے؟ (ظفر اقبال)

ج:...... عورتوں کا عید کی نماز مردوں سے الگ پڑھنا کتاب و سنت سے ثابت نہیں، البتہ اتنی بات ثابت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ آپ عورتوں کو عید کا خطبہ نہیں سنا سکے تو آپ نے عورتوں کو عید کے موقع پر پھر بعد میں الگ وعظ فرمایا۔ [1] جن سے عید کی نماز رہ جائے وہ با جماعت پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: ﴿ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴾ یہ آیت اپنے اطلاق و عموم سے نماز عید کو بھی شامل ہے۔ ۲۰ / ۱۲ / ۱۴۲۲ھ

س:...... کیا نماز عیدین کے بعد امام اور مقتدیوں کا ہاتھ اُٹھا کر اجتماعی دعا کرنا مسنون ہے، اگر یہ مسنون نہیں تو اس حدیث کی وضاحت کر دیجئے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حکم دیا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لے جائیں ہم عید فطر اور عید قربان میں کنواری جوان لڑکیوں کو اور حیض والیوں کو۔ سو حیض والیاں جدا رہیں نماز کی جگہ سے اور حاضر ہوں اس کارِ نیک میں اور مسلمانوں کی دعا میں، اگر امام اور مقتدی اجتماعی دعا نہیں کریں گے، تو پھر وہ کونسی دعائیں ہیں جن میں حیض والی عورتیں شامل ہوں گی؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

---

[1] بخاری / کتاب العیدین / باب موعظۃ الامام النساء یوم العید

ج:......اس موقع پر دعاء ثابت ہے، البتہ ہاتھ اٹھانا اس موقع پر رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ چنانچہ آپ نے بذاتِ خود ام عطیہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کا ترجمہ نقل فرمایا: ''سو حیض والیاں جدار ہیں نماز کی جگہ سے اور حاضر ہوں اس کارِ نیک میں اور مسلمانوں کی دعا میں۔'' ❶ تو محترم! رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''اور مسلمانوں کی دعاء میں۔'' جیسا کہ آپ نے ترجمہ نقل فرمایا: ''اور مسلمانوں کی دعاء میں ہاتھ اٹھانے میں۔'' رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں۔ غور فرمائیں دونوں میں فرق ہے، بہت فائدہ ہوگا۔ ان شاء اللہ الحنان۔

٢٤ / ١٢ / ١٤٢١ھ

نمازِ تسبیح

س:......کیا نمازِ تسبیح ثابت ہے یا نہیں؟ (محمد حسین، کراچی)

ج:...... حافظ ابن حجر عسقلانی الأجوبۃ عن أحادیث المصابیح میں حدیث صلاۃ تسابیح کے متعلق لکھتے ہیں: ((فأما حديث ابن عباس فجاء عنه من طرق أقواها ما أخرجه أبو داؤد ، وابن ماجه ، وابن خزيمة ، وغيرهم من طريق الحكم بن أبان عن عكرمة عنه ، وله طرق أخرى عن ابن عباس من رواية عطاء ، وأبي الجوزاء ، وغيرهما عنه۔

وقال مسلم فيما رواه الخليلي في الإرشاد بسنده عنه: لايروى في هذا الحديث إسناده أحسن من هذا. وقال أبوبكر بن أبي داؤد عن أبيه: ليس في صلاة التسبيح حديث صحيح غيره.

وقال ابن حجر في آخر مبحث حكم حديث صلاة التسبيح من الأجوبة: وقد وقع فيه مثال ما تناقض فيه المتأولان في التصحيح والتضعيف ، وهما الحاكم ، وابن الجوزي۔ فإن الحاكم مشهور بالتساهل في التصحيح ، وابن الجوزي مشهور بالتساهل في دعوى الوضع ۔ كل منهما حكم على هذا الحديث ، فصرح الحاكم بأنه صحيح ، وابن الجوزي بأنه موضوع ، والحق أنه في درجة الحسن لكثرة طرقه التي يتقوى بها الطريق الأولى۔ والله أعلم۔))

وقال المحدث الألباني في التعليق على المشكاة: أبو داؤد رقم (١٢٩٧) وابن ماجه (١٣٨٧) بإسناد ضعيف فيه موسى بن عبدالعزيز ثنا الحكم بن أبان ، وكلاهما

❶ بخاری / الحیض / باب شهود الحائض العیدین ودعوة المسلمین ، مسلم / صلاة العیدین / باب ذکر اباحة خروج النساء فی العیدین الی المصلیٰ

ضعيف من قبل الحفظ ، وأشار الحاكم (١/٣١٨) ثم الذهبى إلى تقويته ، وهو حق ، فإن للحديث طرقا وشواهد كثيرة يقطع الواقف عليها بأن للحديث أصلا أصيلا خلافا لمن حكم عليه بالوضع ، أو قال: إنه باطل۔ وقد جمع طرقه الخطيب البغدادى فى جزء ، وهو مخطوط فى المكتبة الظاهرية بدمشق ، وقد حقق القول عليه العلامة أبو الحسنات اللكنوى فى: الآثار المرفوعة فى الأخبار الموضوعة (ص:٣٥٣/ ٣٧٤) فليراجعه من شاء البسط ، فإنه يغنى عن كل ماكتب فى هذا الموضوع ، وقد أشار المؤلف إلى تقويته أيضا بذكره طريق أبى رافع عقبه ، وانظر أجوبة الحافظ ابن حجر حول هذا الحديث ، وأحاديث أخرى مبسوطة فى آخر هذا الكتاب۔ ا ھ

[خلاصہ یہ ہے کہ نمازِ تسبیح احادیث سے ثابت ہے اور وہ احادیث قابل حجت ہیں۔]

١٧ / ١٠ / ١٤٢٢ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

١ :...... ((قال الشيخ الألبانى رحمه الله تعالىٰ فى تعليق المشكاة: وأشار الحاكم (١/٣١٨) ثم الذهبى إلى تقويته ، وهو حق - إلى قوله: وقد أشار المؤلف إلى تقويته أيضا بذكره طريق أبى رافع عقبه وانظر أجوبة الحافظ ابن حجر حول هذا الحديث ، وأحاديث أخرى مبسوطة فى آخر الكتاب۔ ا ھ (١/٤١٩)

وقال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى فى تلك الأجوبة بعد أن أشبع الكلام على حديث صلاة التسبيح وطرقه الموصولة والمرسلة: والحق أنه فى درجة الحسن لكثرة طرقه التى يقوى بها الطريق الأولى۔ والله أعلم۔ ا ھ (٣/١٧٨٢)

وقد قال فى بيان الطريق الأول: وقال مسلم فيما رواه الخليلى فى الإرشاد بسنده عنه: لايروى فى هذا الحديث إسناد أحسن من هذا۔ وقال أبوبكر بن أبى داؤد عن أبيه ليس فى صلاة التسبيح حديث صحيح غيره۔ ا ھ (٣/١٧١٨١)))

٢ :...... ((قال الدار قطنى فى سننه: حدثنا أحمد بن محمد بن أبى بكر الواسطى ، ثنا عبيدالله بن سعد ، حدثنى عمى، ثنا ابن أخى الزهرى عن عمه ، أخبرنى سالم: أن

عبداللّٰہ قال: کان رسول اللّٰہ ﷺ إذا قام إلی الصلاۃ رفع یدیه حتی إذا کانتا۔ الحدیث ، وفی آخرہ: ویرفعهما فی کل رکعة وتکبیرۃ یکبرها قبل الرکوع حتی ینقضی صلاته۔ ا ھ (۲۸۹/۱) فهذہ الجملة: ویرفعهما الخ تفید أن رسول اللّٰہ ﷺ کان یرفع یدیه فی تکبیرات العید لأنها قبل الرکوع وکان رسول اللّٰہ ﷺ یرفع یدیه فی کل تکبیرۃ یکبرها قبل الرکوع۔ واللّٰہ أعلم۔))

۱۴۲۳/۶/۸ھ

س:......نماز تسبیح کا کیا طریقہ ہے کیا یہ درست ہے؟ (محمد شکیل، فورٹ عباس)

ج:......نماز تسبیح چار رکعات ہیں۔ قیام، فاتحہ اور دیگر قراءت کے بعد پندرہ تسبیحات، باقی ہر جگہ معروف وظیفہ کے بعد دس دس تسبیحات ہیں۔ ایک رکعت میں ۷۵ اور چار رکعات میں ۳۰۰ تسبیحات ہیں۔ تسبیح یہ ہے:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ)) [1] یہ درست ہے۔

۱۴۲۱/۱۰/۱۲ھ

نماز استخارہ

س:......دعا استخارہ کس وقت کرنی چاہیے؟ ہر وقت کر سکتا ہے یا صرف رات کو سونے سے پہلے کریں؟

(حامد رشید، لاہور)

ج:......دن کے وقت بھی کر سکتا ہے، رات کے ساتھ مخصوص نہیں۔

[جب کسی کو کوئی بھی (جائز) امر درپیش ہو اور وہ اس میں متردد ہو کہ اسے کروں یا نہ کروں یا جب کسی کام کا ارادہ کرے تو اس موقع پر استخارہ کرنا سنت ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ دو رکعت نفل خشوع و خضوع اور حضورِ قلب سے پڑھے۔ رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ بڑے اطمینان سے کرے، پھر فارغ ہو کر یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ ، وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ

[1] ابو داود / ابواب التطوع / باب صلاۃ التسبیح ، ابن ماجة / اقامة الصلاۃ / باب ماجاء فی صلاۃ التسبیح ، امام ابن خزیمہ اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْلِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهٖ))

''یا الٰہی تحقیق میں (اس کام میں) تجھ سے تیرے علم کی مدد سے خیر مانگتا ہوں اور (حصول خیر کے لیے) تجھ سے تیری قدرت کے ذریعے قدرت مانگتا ہوں اور میں تجھ سے تیرا فضل عظیم مانگتا ہوں۔ بے شک تو (ہر چیز پر) قادر ہے اور میں (کسی چیز پر) قادر نہیں تو (ہر کام کے انجام کو) جانتا ہے اور میں (کچھ) نہیں جانتا اور تو تمام غیبوں کا جاننے والا ہے۔ الٰہی! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (جس کا میں ارادہ رکھتا ہوں) میرے دین، میری زندگی اور میرے انجام کار کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر کر اور آسان کر، پھر اس میں میرے لیے برکت پیدا فرما اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے میرے دین، میری زندگی اور میرے انجام کار کے لحاظ سے برا ہے، تو اس (کام) کو مجھ سے اور مجھے اس سے پھیر دے اور میرے لیے بھلائی مہیا کر، جہاں (کہیں بھی) ہو۔ پھر مجھے اس کے ساتھ راضی کر دے۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: ''پھر اپنی حاجت بیان کرو۔''] [1] ٨ / ٤ / ١٤٢٤ھ

س: ...... ① استخارہ سے مراد کیا ہے؟ اور اس کو کتنے دن کرنا چاہیے یا صرف ایک دفعہ کرنا ہی کافی ہے؟ طریقہ تحریر فرما دیں؟

② دعائے حاجات کے بارے میں کیا حکم ہے، اس کا طریقہ کیا ہے؟ (عتیق الرحمٰن عبداللہ)

ج: ...... ① استخارہ کا لفظی معنی ہے خیر طلب کرنا۔ دعائے استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی دو رکعت نفل پڑھ کر دعائے استخارہ کرے۔ دعائے استخارہ دعاؤں والی کتب مثلاً حصن المسلم اور پیارے رسول ﷺ کی پیاری دعائیں میں درج ہے۔ وہاں سے دیکھ کر یاد کر لیں۔ ایک دفعہ استخارہ کرنا کافی ہے۔ [2]

② دعائے حاجت جب حاجت ہو کر لے اس کا خاص طریقہ مجھے کسی صحیح حدیث سے معلوم نہیں۔ [سنن ترمذی / ابواب صلوٰۃ الوتر / باب ماجاء فی صلوۃ الحاجۃ اور ابن ماجہ کتاب إقامة الصلوٰۃ / باب ماجاء فی صلوٰۃ الحاجۃ ، میں صلوٰۃ حاجت اور دعائے حاجت والی روایت موضوع ہے۔ اس میں فائد بن عبدالرحمٰن، ابوالورقاء راوی ہے، جو موضوع روایات بیان کرتا ہے۔ محدث ابن جوزی نے فائد کی یہ روایت اپنی کتاب ''الموضوعات ، ج:۲ ، ص:۱۴۰ '' میں ذکر کی ہے۔] ٤ / ٨ / ١٤٢١ھ

[1] بخاری / کتاب التهجد / باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی [2] بخاری / التهجد / باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی

نماز اشراق

س:......اشراق کی نماز با قاعدگی سے پڑھیں یا کبھی کبھی اور رکعتیں کتنی ہیں؟ (عبدالرؤف، گجرات)

ج:...... با قاعدہ اور ہمیشہ پڑھنا افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ))[''اللہ کو وہ عمل محبوب ہے جو ہمیشہ کیا جائے، اگر چہ وہ تھوڑا ہو۔'' [1]

۔اشراق کی رکعتیں دو، چار یا آٹھ ہیں۔[ابو داؤد / التطوع / ترمذی /الوتر] جب سورج طلوع ہو کر ایک نیزے کے برابر بلند ہو جائے تو وہ نماز اشراق کا وقت ہوتا ہے۔]

[1] متفق علیه ، بحواله مشکوٰة کتاب الصلاة / باب القصد فی العمل ، مسلم / صلاة المسافرين / باب استحباب ، صلاة الضُحى وإن أقلها ركعتان

کتاب الجنائز ...... جنازے کے مسائل

س: ...... ایک آدمی جنابت کی حالت میں سو جاتا ہے اور اگر وہ اسی حالت میں فوت ہو جائے تو جبکہ غسل دینے والوں کو نہیں پتہ یہ جنابت کی حالت میں ہے، اس کے متعلق کیا اللہ کا فیصلہ ہوگا، رات کو سونے سے پہلے اس نے دعائیں پڑھیں، گناہوں کی معافی مانگی؟ (حامد رشید، لاہور)

ج: ...... ہر میت کو غسل دیا جاتا ہے، اگر فوت ہونے والا حالت جنابت میں غسل کیے بغیر فوت ہو گیا ہے تو جو غسل اس کو دیا جائے گا، اس سے غسل جنابت بھی ادا ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ لہٰذا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اور جو اس سے اس سلسلہ میں کوتاہی سرزد ہوئی تو جنازے میں اس کے لیے استغفار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز الحکیم۔ ۲۹ / ۸ / ۱۴۲۳ھ

غسل میت کا شرعی طریقہ

میت کو غسل دینے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے انسان میت کی شرمگاہ کو دھوئے، پھر اسے غسل دینا شروع کرے اور پہلے اسے وضوء کرائے، لیکن اس کے منہ اور ناک میں پانی نہ ڈالے، بلکہ کپڑے کو پانی سے تر کر کے اس کے منہ اور ناک کو صاف کر دے، پھر باقی جسم کو ایسے پانی سے دھوئے، جس میں بیری کے پتے ملے ہوئے ہوں۔ آخری بار جسم پر پانی بہاتے ہوئے اس میں کافور بھی شامل کر لیا جائے جو کہ ایک معروف خوشبو ہے۔

اگر میت کے جسم پر زیادہ میل ہو تو اسے زیادہ بار غسل دیا جائے، کیونکہ نبی کریم علیہ السلام نے ان خواتین سے فرمایا تھا جو آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں۔

((اِغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ)) [1]

''اسے تین بار یا پانچ بار یا سات بار غسل دو اور اگر ضرورت محسوس کرو تو اس سے زیادہ بار بھی غسل دے سکتی ہو۔''

غسل کے بعد میت کے جسم سے پانی کو صاف کر دیا جائے اور اسے کفن پہنا دیا جائے۔

---

[1] صحیح البخاری / الجنائز / باب یجعل الکافور فی الأخیرة ، صحیح مسلم / الجنائز / باب فی غسل المیت

عورت کا کفن

س:......عورت میت کو کفن دیتے وقت کتنے کپڑے مسنون ہیں؟ (قاسم بن سرور)

ج:......سنن أبي داود میں ہے:((أَنَّ لَيْلَى بِنْتَ قَانِفٍ الثَّقَفِيَّةَ قَالَتْ: " كُنْتُ فِيمَنْ غَسَّلَ أُمَّ كُلْثُومٍ ابْنَةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ وَفَاتِهَا ، فَكَانَ أَوَّلُ مَا أَعْطَانَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْحِقَاءَ ، ثُمَّ الدِّرْعَ ، ثُمَّ الْخِمَارَ ثُمَّ الْمِلْحَفَةَ ، ثُمَّ أُدْرِجَتْ بَعْدُ فِي الثَّوْبِ الْآخِرِ. قَالَتْ: وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ عِنْدَ الْبَابِ مَعَهُ كَفَنُهَا يُنَاوِلُنَاهَا ثَوْبًا ثَوْبًا۔" [۳/۱۷۱ مع عون المعبود] قَالَ صَاحِبُ الْعَوْنِ بَعْدَ مَا نَقَلَ أَقْوَالَ أَهْلِ الْعِلْمِ: فَالْحَدِيثُ سَنَدُهُ حَسَنٌ صَالِحٌ لِلِاحْتِجَاجِ ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

وَقال الحافظ في الفتح: وروى الجوزقي من طريق إبراهيم بن حبيب بن الشهيد عن هشام عن حفصة عن أم عطية قالت: فَكَفَّنَّاهَا فِي خَمْسَةِ أَثْوَابٍ ، وَخَمَّرْنَاهَا كَمَا يُخَمَّرُ الْحَيُّ ، وهٰذه الزيادة صحيحة الإسناد۔ ا ھ))(۳/ ۱۳۳)

[''لیلیٰ بنت قانف ثقفیہ نے کہا کہ میں ان عورتوں میں شامل تھی، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات کے بعد غسل دیا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جو پہلی چیز عطا فرمائی، وہ ازار تھا، پھر قمیص، پھر اوڑھنی، پھر لحاف، پھر اس کے بعد انہیں ایک اور کپڑے میں لپیٹا گیا، لیلیٰ نے کہا کہ ان کا کفن لے کر رسول اللہ ﷺ دروازے کے پاس بیٹھے تھے اور ایک ایک کر کے یہ کپڑے ہمیں دیتے تھے۔'' [1]

''ہم نے نبی ﷺ کی بیٹی کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا۔ اور سر کو ڈھانپا، جس طرح زندہ کو ڈھانپا جاتا ہے۔'']

۷ / ۷ / ۱۴۲۳ھ

س:......کیا رمضان میں فوت ہونے والا ہر کلمہ گو جنتی ہے، اگر چہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو۔ جہنم کے دروازے بند ہوتے ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟ (محمد شکیل، فورٹ عباس)

ج:......کلمہ گو اگر مسلم و مؤمن ہے تو جنتی ہے، خواہ رمضان المبارک میں فوت ہو، خواہ کسی اور ماہ میں۔ کلمہ گو اگر کافر یا مشرک ہے تو جہنمی ہے، خواہ رمضان المبارک میں مرے، خواہ کسی اور ماہ میں۔

جہنم کے دروازے رمضان المبارک میں بند رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ رمضان میں مرنے والے کافر یا مشرک

---

[1] ابو داؤد / کتاب الجنائز / باب فی کفن المرأۃ

جہنمی ہی نہیں رہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوٰهُ النَّارُ ط ﴾ [المائدة : ٥ / ٧٢] [''یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔'']

نیز فرمان ہے: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ط ﴾ [الاعراف : ٧ / ٥٠] [''اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کے لیے بندش کردی ہے۔'']

دیکھیں ابوجہل بھی تو رمضان المبارک میں ہی مرا تھا۔ رمضان المبارک میں جہنم کے دروازے بھی بند تھے، اس کے باوجود ابوجہل جہنمی ہی ہے۔ ١٢ / ١٠ / ١٤٢١ھ

س: ...... جو جنت البقیع میں دفن ہو، اس کی کیا فضیلت ہے، کیا وہ جنتی ہے؟ (محمد افراہیم)

ج: ...... جو فضیلت بھی ہو، وہ اہل ایمان کے ساتھ ہی مخصوص ہے، ورنہ اہل نفاق اور اہل کفر بھی تو مقبرۃ البقیع میں مدفون ہیں۔ پھر مقبرۃ البقیع کا نام جنت البقیع کسی حدیث یا کسی آیت میں وارد نہیں ہوا۔ [''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مدینہ منورہ میں فوت ہوگا میں اس کی شفاعت کروں گا۔''] ❶ ١٣ / ١٠ / ١٤٢١ھ

س: ...... جمعہ کی شب یا جمعہ کے دن یا رمضان المبارک میں فوت ہونے والے آدمی کی کیا فضیلت ہے؟ (ظفر اقبال، ضلع نارووال)

ج: ...... صاحب مشکاۃ لکھتے ہیں: ((وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ [''عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں کوئی مسلمان فوت ہوتا، جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات، مگر بچائے گا اس کو اللہ تعالیٰ قبر کے فتنہ سے۔''] رواه أحمد ، والترمذی ، وقال: هذا حديثٌ غريب ، وليس إسناده بمتصل)) ❷

شیخ البانی ...... رحمہ اللہ ...... تعلیق مشکاۃ میں لکھتے ہیں: ((لکن رواه الطبرانی موصولا كما فی الفيض، وله طريق أخرى فی المسند (٢/ ١٧٦ ـ ٢٢٠) وإسناده حسن أو صحيح بما قبله اهـ والله أعلم۔)) رمضان میں فوت ہونے والے کی فضیلت میں مجھے فی الحال کوئی حدیث معلوم نہیں۔

❶ ترمذی/ابواب المناقب/باب ما جاء فی فضل المدينة۔ ابن ماجه / كتاب المناسك/باب فضل المدينة

❷ كتاب الصلاة باب الجمعة الفصل الثالث

س:......مشرکوں اور مؤمنوں کی جو اولاد بھی بلوغت کو پہنچنے سے پہلے وفات پا جائے ان کا کیا حکم ہے، کیا وہ جنتی ہیں؟ (خاور رشید، لاہور)

ج:......مؤمنوں کے وہ بچے جو قبل از بلوغت و تکلیف فوت ہو گئے، جنت میں جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور کفار کے وہ بچے جو قبل از بلوغت و تکلیف فوت ہو گئے، آخر میں ان کا امتحان ہو گا، جو پاس ہو گئے جنت میں جائیں گے اور جو فیل ہو گئے، جہنم و دوزخ میں جائیں گے۔ ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔ اس مسئلہ پر تفصیل دیکھنا چاہتے ہیں تو فتح الباری سے کتاب الجنائز کے دو باب نمبر ا: " **باب ما قِیْل فی اولاد المسلمین** " اور نمبر ۲: " **باب ماقیل فی أولاد المشرکین** " پڑھ لیں۔

[ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ "جس کے تین نابالغ بچے مر جائیں، تو یہ بچے اس کے لیے دوزخ سے روک بن جائیں گے یا یہ کہا کہ وہ جنت میں داخل ہو گا۔"

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "جس مسلمان کے بھی تین نابالغ بچے مر جائیں، تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے جوان بچوں پر کرے گا ان کو بہشت میں لے جائے گا۔"

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ: "جب ابراہیم (نبی علیہ السلام کے صاحبزادے) کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "بہشت میں ان کے لیے ایک دودھ پلانے والی ہے۔" [1]

نبی کریم ﷺ سے مشرکوں کے نابالغ بچوں کے بارے میں پوچھا گیا، آپؐ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے جب انہیں پیدا کیا تھا، اسی وقت وہ خوب جانتا تھا کہ یہ کیا عمل کریں گے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہر بچہ کی پیدائش فطرت پر ہوتی ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ بالکل اس طرح جیسے جانور کے بچے صحیح سالم ہوتے ہیں۔ کیا تم نے (پیدائشی طور پر) کوئی ان کے جسم کا حصہ کٹا ہوا دیکھا ہے۔"

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز (فجر) پڑھنے کے بعد (عموماً) ہماری طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور پوچھتے کہ "آج رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرے۔" راوی نے کہا کہ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو اسے وہ بیان کر دیتا اور آپ اس کی تعبیر اللہ کو جو منظور ہوتی، بیان فرماتے۔ ایک دن آپ نے معمول کے مطابق ہم سے دریافت فرمایا: "کیا آج رات کسی نے تم میں کوئی خواب دیکھا ہے؟" ہم نے عرض کی

---

[1] صحیح بخاری / کتاب الجنائز / باب ما قیل فی اولاد المسلمین

کہ کسی نے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: ''لیکن میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے۔ کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرے ہاتھ تھام لیے اور وہ مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ (اور وہاں سے عالم بالا کی مجھ کو سیر کرائی۔) وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص تو بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکس تھا، جسے وہ بیٹھنے والے کے جبڑے میں ڈال کر اس کے سر کے پیچھے تک چیر دیتا تھا، پھر دوسرے جبڑے کے ساتھ بھی اسی طرح کرتا تھا، اس دوران میں اس کا پہلا جبڑا صحیح اور اپنی اصلی حالت پر آ جاتا اور پھر پہلے کی طرح وہ اسے دوبارہ چیرتا۔'' میں نے پوچھا کہ: ''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' میرے ساتھ کے دونوں آدمیوں نے کہا کہ آگے چلو، چنانچہ ہم آگے بڑھے، تو ایک ایسے شخص کے پاس آئے، جو سر کے بل لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص ایک بڑا سا پتھر لیے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ اس پتھر سے وہ لیٹے ہوئے شخص کے سر کو کچل دیتا تھا، جب وہ اس کے سر پر پتھر مارتا، تو سر پر لگ کر وہ پتھر دور چلا جاتا اور وہ اسے جا کر اٹھا لاتا، ابھی پتھر لے کر واپس بھی نہیں آتا تھا کہ سر دوبارہ درست ہو جاتا، بالکل ویسا ہی جیسا پہلے تھا۔ واپس آ کر وہ پھر اسے مارتا۔ میں نے پوچھا کہ: ''یہ کون لوگ ہیں؟'' ان دونوں نے جواب دیا کہ ابھی اور آگے چلو۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک تنور جیسے گڑھے کی طرف چلے، جس کے اوپر کا حصہ تو تنگ تھا، لیکن نیچے سے خوب فراخ۔ نیچے آگ بڑھک رہی تھی۔ جب آگ کے شعلے بڑھک کر اوپر کو اٹھتے تو اس میں جلنے والے لوگ بھی اوپر اٹھ آتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ اب وہ باہر نکل جائیں گے، لیکن جب شعلے دب جاتے تو وہ لوگ بھی نیچے چلے جاتے، اس تنور میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں۔ میں نے اس موقع پر بھی پوچھا کہ: ''یہ کیا ہے؟'' لیکن اس مرتبہ بھی جواب یہی ملا کہ ابھی اور آگے چلو۔ ہم آگے چلے۔ اب ہم خون کی ایک نہر کے اوپر تھے۔ نہر کے اندر ایک شخص کھڑا تھا اور اس کے بیچ میں ایک شخص تھا، جس کے سامنے پتھر رکھا ہوا تھا، نہر کا آدمی جب باہر نکلنا چاہتا تو پتھر والا شخص اس کے منہ پر اتنی زور سے پتھر مارتا کہ وہ اپنی پہلی جگہ پر چلا جاتا اور اسی طرح جب بھی وہ نکلنے کی کوشش کرتا، وہ شخص اس کے منہ پر پتھر اتنی ہی زور سے پھر مارتا کہ وہ اپنی اصلی جگہ پر نہر میں چلا جاتا۔ میں نے پوچھا: ''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا کہ ابھی اور آگے چلو۔ چنانچہ ہم اور آگے بڑھے اور ہرے بھرے باغ میں آئے، جس میں بہت بڑا درخت تھا، اس درخت کی جڑ میں ایک بڑی عمر والے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ درخت سے قریب ہی ایک شخص اپنے آگے آگ سلگا رہا تھا۔ میرے دونوں ساتھی مجھے لے کر اس درخت پر چڑھے اس طرح وہ مجھے ایک ایسے گھر میں اندر لے گئے کہ اس سے زیادہ حسین وخوبصورت اور بابرکت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس گھر میں بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے تھے۔ میرے ساتھی مجھے اس گھر سے نکال کر، پھر ایک اور

درخت پر چڑھا کر مجھے ایک اور دوسرے گھر میں لے گئے، جو نہایت خوبصورت اور بہتر تھا، اس میں بھی بہت سے بوڑھے اور جوان تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم لوگوں نے مجھے رات بھر سیر کرائی۔ کیا جو کچھ میں نے دیکھا اس کی تفصیل بھی کچھ بتلاؤ گے؟ انہوں نے کہا: ''ہاں! وہ جو تم نے دیکھا تھا، اس آدمی کا جبڑا لوہے کے آنکس سے پھاڑا جارہا تھا، تو وہ جھوٹا آدمی تھا، جو جھوٹی باتیں بیان کیا کرتا تھا۔ اس سے وہ جھوٹی باتیں دوسرے لوگ سنتے، اس طرح ایک جھوٹی بات دور دور تک پھیل جایا کرتی تھی، اسے قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ جس شخص کو تم نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جارہا تھا، تو وہ ایک ایسا انسان تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا، لیکن وہ رات کو پڑا سوتا رہتا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا، اسے بھی یہ عذاب قیامت تک ہوتا رہے گا اور جنہیں تم نے تنور میں دیکھا تو وہ زنا کار تھے۔ اور جس کو تم نے نہر میں دیکھا وہ سود خور تھا۔ اور وہ بزرگ جو درخت کی جڑ میں بیٹھے ہوئے تھے، وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے اردگرد والے بچے، لوگوں کی نابالغ اولاد تھی۔ (صحیح بخاری، کتاب التعبیر میں ان لفظوں کا اضافہ ہے کہ کیا مشرکوں کی اولاد کے لیے بھی یہی حکم ہے؟ فرمایا: ہاں! اولاد مشرکین کے لیے بھی۔) اور جو شخص آگ جلا رہا تھا، وہ دوزخ کا داروغہ تھا اور وہ گھر جس میں تم پہلے داخل ہوئے، جنت میں عام مومنوں کا گھر تھا اور یہ گھر جس میں تم اب کھڑے ہو یہ شہداء کا گھر ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میرے ساتھ میکائیل ہیں۔ اب اپنا سر اٹھاؤ۔ میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر بادل کی طرح کوئی چیز ہے۔ میرے ساتھیوں نے کہا یہ تمہارا مکان ہے۔ میں نے کہا: پھر مجھے اپنے مکان میں جانے دو۔ انہوں نے کہا ابھی تمہاری عمر باقی ہے، جو تم نے پوری نہیں کی، اگر آپ وہ پوری کر لیتے، تو اپنے مکان میں آ جاتے۔''[1]

مشرکین کی اولاد کے بارہ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے درج ذیل اقوال بیان کیے ہیں:

1. وہ اللہ کے اختیار میں ہے، چاہے تو جنت میں رکھے یا دوزخ میں ڈالے۔
2. وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ دوزخ میں رہیں گے۔
3. وہ جنت اور دوزخ کے درمیان مقام اعراف پر ہوں گے۔
4. اہل جنت کے خادم ہوں گے۔
5. وہ مٹی ہو جائیں گے۔
6. آخرت میں ان کا امتحان ہوگا، جو پاس ہو گئے، جنت میں جائیں گے اور جو فیل ہو گئے، جہنم و دوزخ میں

[1] صحیح بخاری / کتاب الجنائز / باب ماقیل فی اولاد المشرکین

جائیں گے۔

﴿۷﴾ جنت میں ہوں گے۔] ۲۷ / ۱ / ۱۴۲۲ھ

نمازِ جنازہ

س:......رسول اکرم ﷺ کی نماز جنازہ آیا پڑھی گئی، حوالہ مطلوب ہے؟ (ابوبکر حازمی، امریکہ)

ج:......رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

[''آپ کی چارپائی قبر کے کنارے رکھ دی گئی۔ دس دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اندر داخل ہوتے اور فرداً فرداً نماز پڑھتے۔ کوئی امام نہ ہوتا۔ سب سے پہلے آپ کے خانوادے نے نماز پڑھی، پھر مہاجرین نے، پھر انصار نے، پھر بچوں نے، پھر عورتوں نے۔''] [1] ۱۲ / ۷ / ۱۴۲۲ھ

س:......بے نماز کا جنازہ پڑھنا یا پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ (عصمت اللہ، گوجرانوالہ)

ج:......رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا۔ بیمار کی بیمار پرسی کرنا۔ جنازوں کے پیچھے چلنا (ان میں شرکت کرنا۔) دعوت کا قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔'' [2]

[براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سات چیزوں کے کرنے کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا۔ آپ نے ہمیں حکم فرمایا: ''مریض کی مزاج پرسی کرنے کا۔ جنازوں کے پیچھے چلنے کا۔ چھینک کا جواب دینے کا۔ قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کرنے کا۔ مظلوم کی مدد کرنے کا۔ دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کو پھیلانے کا۔'' اور ہمیں منع فرمایا: ''سونے کی انگوٹھیاں پہننے سے۔ چاندی کے برتنوں میں (کھانے) پینے سے۔ سرخ ریشمی گدوں کے استعمال سے۔ اور قسی (ایسے کپڑے جو ریشم اور سوت ملا کر بنائے جائیں۔) کے کپڑے پہننے سے حریر استبرق اور دیباج کے استعمال سے۔'' (یہ تینوں ریشمی کپڑوں کی قسمیں ہیں۔) [3]

---

[1] موطا امام مالك / كتاب الجنائز / باب ماجاء في دفن الميت، طبقات ابن سعد : ۲ / ۲۸۸، ۲۹۲

[2] صحيح بخارى / كتاب الجنائز / باب الامر باتباع الجنائز، صحيح مسلم / كتاب السلام / باب من حق المسلم على المسلم ردالسلام

[3] صحيح بخارى / كتاب الجنائز / باب الامر باتباع الجنائز، صحيح مسلم / كتاب اللباس / باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال والنسآء

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جنازہ مسلمان کا حق ہے، اور اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''اگر وہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔'' [التوبۃ: ۱۱]

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ جولوگ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، وہ اسلامی معاشرے کا ایک فرد بن جاتے ہیں اور نماز جنازہ بھی مسلمان کا حق ہے۔] ۸ / ۱۰ / ۱۴۲۱ھ

س:......نماز جنازہ میں ثناء پڑھنا کیسا ہے؟ کیونکہ مولانا محمد صدیق سرگودھا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں۔ صرف سورۂ فاتحہ سے ہی شروع کرنا چاہیے۔ اور پھر علماء حجاز کا بھی یہ فتویٰ ہے، حالانکہ ہمارے ہاں حنفی تو صرف ثناء کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ہم اہلحدیث ثناء اور سورۂ فاتحہ کے قائل ہیں۔ (محمد بشیر الطیب)

ج:......مولانا محمد صدیق صاحب سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات درست ہے۔

[''جنازہ کی نماز میں پہلی تکبیر کے بعد دعا ثناء پڑھنے کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے سنا، جس نے دعا کرنے کے پہلے نہ اللہ تعالیٰ کی ثناء کی تھی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تھا، پس آپ نے فرمایا کہ ''اس نے جلدی کی'' روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے۔ اس حدیث سے نماز جنازہ میں دعا ثناء کا پڑھنا ثابت ہے۔ موطا، ص:۷۶ امام مالک میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ جنازہ کی نماز کیوں کر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں جنازہ کے ساتھ لوگوں کے یہاں سے چلتا ہوں، پس جب جنازہ رکھا جاتا ہے، تو اللہ اکبر کہتا ہوں اور اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں، پھر کہتا ہوں: ((اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ الخ)) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے بھی نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد دعا ثناء پڑھنے کا ثبوت ہوتا ہے۔ اور اس کا ثبوت اس سے بھی کہ نماز جنازہ نماز ہے، پس جیسے تمام نمازوں میں دعا ثناء پڑھی جاتی ہے، نماز جنازہ میں بھی پڑھنا چاہیے۔''] [1] ۱ / ۸ / ۱۴۲۱ھ

س:......نماز جنازہ میں امام جب اونچی آواز میں دعائیں کرتا ہے، مقتدی پیچھے آمین، آمین کہتے ہیں۔ کیا یہ مسنون طریقہ ہے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:......نہیں! مقتدی دعائیں پڑھیں۔ وہ بھی آہستہ بلا آواز۔

---

[1] کتاب الجنائز، ص: ۵۲، مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب، مبارکپوری

س:......کیا نمازِ جنازہ میں آمین آمین کہنا ثابت ہے؟ (محمد بشیر، بورے پیارے)

ج:......نمازِ جنازہ میں دعاؤں کے بعد مقتدیوں کا بلند آواز سے آمین کہنا کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔

۲۵ / ۱۰ / ۱۴۲۳ھ

س:......نمازِ جنازہ کی صفوں کی کوئی حد مقرر ہے کہ اتنی ہونی چاہئیں۔ مثلاً تین، پانچ، سات؟

(میاں عبدالمنعم ظہیر، آف پتوکی)

ج:......نہیں! شریعت میں نمازِ جنازہ کی صفوں کی کوئی حد مقرر نہیں۔ واللہ اعلم۔ ۱۹ / ۹ / ۱۴۲۳ھ

س:......مندرجہ ذیل تمام دعائیں ایک جنازہ میں پڑھ سکتے ہیں یا ایک جنازہ میں صرف ایک دعا ہی پڑھ سکتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَأُنْثَانَا وَشَاھِدِنَا وَغَآئِبِنَا اَللّٰھُمَّ مَنْ أَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَأَحْیِهٖ عَلَی الْاِیْمَانِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِسْلَامِ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ)) [1]

"اے اللہ! ہمارے زندہ اور مردے کو، چھوٹے اور بڑے کو، مرد اور عورت کو، حاضر اور غائب کو بخش دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے اسے ایمان پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو تو فوت کرے اسے اسلام پر فوت کر۔ اے اللہ! ہمیں اس (میت) کے اجر سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد ہمیں کسی آزمائش میں نہ ڈال۔"

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَکْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَھْلًا خَیْرًا مِّنْ أَھْلِهٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (وَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ))) [2]

"الٰہی! اسے معاف فرما، اس پر رحم فرما، اسے عافیت میں رکھ، اس سے درگزر فرما، اس کی بہترین مہمانی فرما، اس کی قبر فراخ فرما، اس کے (گناہ) پانی اولوں اور برف سے دھو ڈال۔ اسے گناہوں سے اس طرح صاف کردے جیسے تو سفید کپڑے کو میل سے صاف کرتا ہے، اسے اس کے (دنیا والے) گھر سے

[1] ابو داؤد / کتاب الجنائز / باب الدعاء للمیت

[2] مسلم / کتاب الجنائز / باب الدعاء للمیت فی الصلاۃ

بہتر گھر (دنیا کے) لوگوں سے بہتر لوگ اور اس کی بیوی سے بہتر جوڑا عطا فرما۔ اسے بہشت میں داخل فرما اور فتنہ قبر، عذاب قبر اور عذابِ جہنم سے بچا۔''

((اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جَوَارِكَ فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَھْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ اَللّٰھُمَّ فَاغْفِرْلَهُ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ)) [1]

''الٰہی! یہ فلاں بن فلاں تیرے ذمے اور تیری رحمت کے سائے میں ہے اسے فتنہ قبر، عذاب قبر اور آگ کے عذاب سے بچا تو (اپنے وعدے) وفا کرنے والا اور لائق تعریف ہے۔ الٰہی! اسے معاف کردے اور اس پر رحم فرما۔ بلاشبہ تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

((اَللّٰھُمَّ اِنَّهُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ كَانَ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ اَللّٰھُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِهِ وَاِنْ كَانَ مُسِیْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْ سَیِّاٰتِهِ ، اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ ......)) [2]

''اے اللہ! یہ تیرا غلام اور تیرے غلام کا بیٹا ہے۔ یہ اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں۔ اور تو مجھ سے زیادہ اس کو جانتا ہے، اگر وہ نیک تھا تو اس کی نیکی میں اضافہ کردے اور اگر گنہگار ہو تو اس کے گناہوں کو معاف کردے اور اس کے اجر سے ہم کو محروم نہ کرنا اور نہ تو اس کے بعد ہم کو فتنے میں ڈالنا۔'' (محمد صدیق، ایبٹ آباد)

ج: ......کوئی ایک دعاء پڑھ لے کافی ہے، جنازہ ہو جائے گا۔ کئی دعاؤں کو جمع کرنے کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی فعلی و عملی حدیث تو مجھے سردست معلوم نہیں۔ آپ ﷺ کے قول: ((فَأَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ)) [3] [''پس میت کے لیے خلوص سے دعا کرو۔''] اور دیگر ادلہ سے جواز نکلتا ہے۔ ١١ / ٤ / ١٤٢٤ھ

س: ...... جنازہ کی دعا میں بعض جگہ مذکر کی ضمیریں ہیں اور بعض جگہ مؤنث، اگر میت مذکر ہو تو کون سی ضمیر پڑھیں اور اگر مؤنث ہو تو کون سی ضمیر پڑھیں؟ (محمد صدیق، ضلع ایبٹ آباد)

ج: ......تمام ضمیریں مذکر، تمام ضمیریں مؤنث اور کچھ ضمائر مذکر، کچھ مؤنث تینوں صورتیں درست ہیں۔

[((فللرجل المتبع للسنة أنه یدعو بھٰذه الألفاظ الواردة فی ھٰذه الأحادیث سواء كان

---

[1] ابو داؤد / كتاب الجنائز / باب الدعاء للمیت [2] المؤطا / كتاب الجنائز / باب ما یقول المصلی علی الجنازة

[3] ابو داؤد / كتاب الجنائز / باب الدعاء للمیت ، ابن ماجه ، ابن حبان

الميت ذكرا او انثى ولا يحول الضمائر المذكرة إلى صيغة التانيث اذا كان الميت أنثى لأن مرجعها الميت وهو يقال على الذكر والأنثى))

''سنت کی پیروی کرنے والے آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہی دعا پڑھے جو اُحادیث میں آئی ہے۔ میت مذکر ہو یا مؤنث اور مذکر کی ضمیریں مؤنث کی طرف نہ تبدیل کرے، جب میت عورت ہو کیونکہ ضمیروں کا مرجع میت ہے اور وہ مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔''] [1]

١١ / ٤ / ١٤٢٤ھ

س:...... بچے کی نماز جنازہ کے لیے کوئی دعا ثابت ہے یا صَغِيْرَنَا کے لفظ کو دیکھتے ہوئے عام آدمی والی دعا ہی بچہ کے جنازہ میں پڑھی جائے گی؟ (عبدالستار، ضلع نارووال)

ج:...... ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا)) والی دعاء درست ہے۔ [2]

٢١ / ٢ / ١٤٢٤ھ

س:...... نماز جنازہ میں ۳ صفیں بنانے والی حدیث صحیح یا ضعیف؟ (محمد حسین عبدالصمد)

ج:...... شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ احکام الجنائز میں لکھتے ہیں: ((عن أبي أمامة قال: صلى رسول الله ﷺ على جنازة ومعه سبعة نفر ، فجعل ثلاثة صفا ، واثنين صفا ، واثنين صفا۔ رواه الطبراني في الكبير قال الهيثمي في المجمع (٣/٤٣٢) وفيه ابن لهيعة وفيه كلام قلت: (القائل هو الالباني) وذلك من قبل حفظه لا تهمة له في نفسه فحديثه في الشواهد لا بأس به ، ولذلك أو ردته مستشهدابه على الحديث الآتي ، وهو: الثاني: عن مالك بن هبيرة قال: قال رسول الله ﷺ: ما من مسلم يموت ، فيصلي عليه ثلاثة صفوف من المسلمين إلا أو جب (وفي لفظ: إلا غفرله) قال: يعني مرثد بن عبدالله اليزني): فكان مالك إذا استقل أهل الجنازة جزأهم ثلاثة صفوف للحديث۔ (أخرجه أبو داؤد (٢/ ٦٣) والسياق له ، والترمذي (٢/١٤٣) ، وابن ماجه (١/٤٥٤) ، والحاكم (١/٣٦٢ ، ٣٦٣) ، والبيهقي (٤/٣٠) ، وأحمد (٤/٧٩) واللفظ الآخرله ، وكذا في رواية البيهقي والحاكم ، وقال: صحيح على شرط مسلم ، ووافقه الذهبي وقال الترمذي وتبعه النووي في المجموع (٥/٢١٢): حديث حسن۔ وأقره الحافظ في الفتح (٤/١٤٥) وفيه عندهم جميعا محمد بن إسحاق وهو

[1] عون المعبود / كتاب الجنائز / باب الدعاء للميت

[2] ابن ماجه ، حديث: ١٤٩٨

حسن الحديث إذا صرح بالتحديث ، ولكنه هنا قد عنعن ، فلا أدری وجه تحسينهم للحديث ، فكيف التصحيح؟ (۹۹ ، ۱۰۰))[ریاض الصالحین کی تحقیق وتخریج میں حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اس حدیث پر ضعیف کا حکم لگایا ہے۔] ۱۷ / ۱۰ / ۱۴۲۲ھ

س:......نماز جنازہ کی تکبیرات میں رفع الیدین کا کیا ثبوت ہے؟ (قاسم بن سرور)

ج:......تکبیرات نماز جنازہ میں رفع الیدین کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:((وقد روی مرفوعا اخرجه الطبرانی فی الأوسط من وجه آخر عن نافع عن ابن عمر بإسناد ضعيف))[۱۹۰/۳] اس پر تعلیق میں شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
((وأخرجه الدار قطنی فی العلل بإسناد جيد عن ابن عمر مرفوعا وصوب وقفه لأنه لم يرفعه سوی عمر بن شبة۔ والأظهر عدم الالتفات إلى هذه العلة لأن عمر المذكور ثقة ، فيقبل رفعه لأن ذلك زيادة من ثقة وهی مقبولة على الراجح عند أئمة الحديث ، ويكون ذلك دليلا على شرعية رفع اليدين فی تكبيرات الجنازة۔ والله أعلم))

۷ / ۷ / ۱۴۲۳ھ

س:......آپ کی کتاب ''احکام ومسائل'' پڑھتے ہوئے ''امام کا کئی بار نماز جنازہ کی امامت کروانا'' پڑھا۔ جبکہ اس حدیث کے متعلق (جس سے استدلال کیا گیا ہے۔) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ **لا يصح** فرمارہے ہیں۔ حوالہ فتح الباری جزء ثالث۔ (محمد یٰسین ولد محمد رمضان، ضلع قصور)

ج:......اس فقیر إلی اللہ الغنی نے احکام ومسائل میں جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:
((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ يَوْمَ أُحُدٍ بِحَمْزَةَ ، فَسُجِّیَ بِبُرْدَةٍ ، ثُمَّ صَلّٰی عَلَيْهِ فَكَبَّرَ تِسْعَ تَكْبِيْرَاتٍ ، ثُمَّ أُتِیَ بِالْقَتْلٰی يَصُفُّوْنَ وَيُصَلِّیْ عَلَيْهِمْ ، وَعَلَيْهِ مَعَهُمْ)) [1]
[''عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حکم دیا تو انہیں ایک چادر کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا، پھر آپ نے ان پر جنازہ پڑھا اور ان پر نو تکبیریں کہیں، پھر دوسرے مقتول لائے گئے، وہ صفوں میں رکھے جاتے تھے اور آپ ان کا جنازہ پڑھتے تھے اور ان کے ساتھ حمزہ کا جنازہ بھی پڑھتے تھے۔ اسے طحاوی نے '' **معانی الآثار** (۲۹۰/۱) ''میں روایت کیا ہے اور اس کی

[1] احکام الجنائز وبدعها ، ص: ۸۲

اسناد حسن ہے۔ اس کے تمام راوی معروف وثقہ ہیں اور ابن اسحاق نے تحدیث کی تصریح کی ہے۔'']

اور جس روایت کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے '' لا یصح '' فرمایا وہ روایت اور ہے۔ چنانچہ حافظ صاحب موصوف لکھتے ہیں: ((وَمَا رُوِیَ أَنَّهُ صَلّٰی عَلَیْهِمْ ، وَکَبَّرَ عَلٰی حَمْزَةَ سَبْعِیْنَ تَکْبِیْرَةً لَا یَصِحُّ))
[اور جو مروی ہے کہ آپ نے ان پر نماز پڑھی اور حمزہ پر ستر ۷۰ تکبیریں کہیں وہ صحیح نہیں۔]

۲۱ / ٤ / ۱٤۲٤ھ

س:...... جنازے کو دیکھ کر کھڑا ہونے کا کیا حکم ہے؟ (قاسم بن سرور)

ج:...... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں: ((وقال ابن حزم: قعوده ﷺ بعد أمره بالقیام یدل علی أن الأمر للندب ولا یجوز أن یکون نسخا لأن النسخ لا یکون إلا بنهی ، أو بترك نهی۔ ا ھ))[۳ / ۱۸۱]

[''ابن حزم نے فرمایا: نبی ﷺ کا کھڑا ہونے کا حکم دینے کے بعد بیٹھ جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حکم استحباب کے لیے ہے اور اس کا نسخ ہونا جائز نہیں۔ کیونکہ نسخ نہی سے ہوتا ہے یا ترک نہی سے۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم جنازہ دیکھو تو اس کی خاطر کھڑے ہو جاؤ، حتی کہ وہ تمہیں پیچھے چھوڑ جائے یا اسے زمین پر رکھا جائے۔'' [1]

علی رضی اللہ عنہ کے سامنے جنازہ کے رکھنے سے پہلے کھڑے رہنے کا ذکر ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تھے، مگر پھر بیٹھ گئے۔'' [2]

علی رضی اللہ عنہ کے فرمان کا یہ مطلب ہے کہ نبی مکرم ﷺ جب جنازہ دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے، پھر اس کے بعد کھڑے ہونا چھوڑ دیا تھا۔]

۷ / ۷ / ۱٤۲۳ھ

س:...... ایک آدمی نماز جنازہ میں اس وقت شامل ہوتا ہے، جب امام دو تکبیریں کہہ چکا ہے کیا یہ نمازی امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دے یا بعد میں دو تکبیریں کہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:...... نہیں! اپنی تکبیر پوری کرنے کے بعد سلام پھیرے گا۔ جیسا کہ دوسری نماز میں کرتا ہے، جو رکعات رہ جائیں پوری کر کے سلام پھیرتا ہے۔ امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرتا۔

۳۰ / ٤ / ۱٤۲٤ھ

---

[1] بخاری / کتاب الجنائز / باب القیام للجنازة ، مسلم / کتاب الجنائز / باب استحباب القیام للجنازة ، ترمذی / أبواب الجنائز / باب القیام للجنازة

[2] مسلم / الجنائز / باب استحباب القیام و جواز القعود ، ترمذی / الجنائز / باب الرخصة فی ترك القیام لها

س:......اگر ایک بندہ نماز جنازہ میں لیٹ شامل ہو، اس کی ایک دو تکبیرات رہ گئی ہیں وہ کیا کرے گا؟ کیا وہ امام کے ساتھ مل کر پہلی تکبیرات لوٹائے گا یا اسی کے ساتھ سلام پھیر دے گا؟ (سجاد الرحمٰن)

ج:......امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے، اس کی جتنی تکبیرات رہ گئی ہیں وہ پوری کر کے سلام پھیرے۔ جس طرح وہ رکوع وسجود والی نماز میں کرتا ہے۔((مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا)) [1] [''جو نماز تمہیں مل جائے پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے بعد میں پورا کرو۔''] ۱۳ / ۱ / ۱۴۲۴ھ

س:......کیا شہید کا غائبانہ نماز جنازہ ثابت ہے؟ (محمد شکیل، فورٹ عباس)

ج:......ثابت ہے۔ غیر شہید کے غائبانہ جنازے کی دلیل، شہید کے غائبانہ جنازہ کی بھی دلیل ہے۔ جیسے بادشاہ کے غائبانہ جنازہ کی دلیل غیر بادشاہ کے غائبانہ جنازہ کی دلیل ہے۔

[صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ واقعہ مروی ہے کہ حبشہ میں نجاشی کی وفات ہوئی اور یہ رجب ۹ ہجری کا واقعہ ہے اور مدینہ میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو ہمراہ لے کر اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ میت کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ وہ بادشاہ تھا، اس لیے صرف بادشاہ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں، تو اس کی یہ بات غلط ہے، کیونکہ یہ جنازہ ہے اس میں بادشاہ، غیر بادشاہ برابر ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ شہید معرکہ کی غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں۔ کیونکہ نجاشی شہید نہ تھا، تو اسکی بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ نجاشی مسلمان تھا اور شہید معرکہ بھی مسلمان ہے، اگر شہید معرکہ کی غائبانہ نماز جنازہ غلط ہے، تو پھر غیر بادشاہ کی غائبانہ نماز جنازہ بھی غلط ہے۔] ۱۲ / ۱۰ / ۱۴۲۱ھ

س:......کیا شہید کا جنازہ پڑھنے کا ثبوت کتاب وسنت سے ملتا ہے؟ (ماسٹر سیف اللہ خالد)

ج:......شہید مسلم ہے اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے اتباع جنازہ مسلم کا مسلم پر حق ہے تو شہید کا جنازہ ثابت ہے۔

[''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا۔ مریض کی عیادت کرنا۔ جنازے کے ساتھ چلنا۔ دعوت قبول کرنا اور چھینک پر (اس کے الحمد للہ کے جواب میں) یرحمک اللہ کہنا۔'' [2] ۷ / ۲ / ۱۴۲۳ھ

---

[1] بخاری / کتاب الأذان / باب لا یسعی الی الصلاۃ ولیاتها بالسکینة والوقار ، مسلم / المساجد / باب استحباب اتیان الصلاۃ بوقار وسکینة

[2] بخاری / کتاب الجنائز / باب الأمر باتباع الجنائز ، مسلم / کتاب السلام / باب من حق المسلم علی المسلم (ردالسلام)

س:......شہید کا نماز جنازہ، غائبانہ نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (قاسم بن سرور)

ج:......اہل علم میں یہ مسئلہ چلا آ رہا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ درست ہے یا نہیں؟ عام اس سے کہ وہ شہید کی ہو یا غیر شہید کی۔ اس مسئلہ میں اس فقیر إلی اللہ الغنی کے ہاں حق یہ ہے کہ جس کی حاضرانہ نماز جنازہ درست ہے، اس کی غائبانہ نماز جنازہ بھی درست ہے۔ نیز اہل علم میں یہ مسئلہ چلا آ رہا ہے کہ شہید کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟ آیا پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے؟ قطع نظر اس سے کہ وہ حاضرانہ ہے یا غائبانہ۔ اس مسئلہ میں اس عبد فقیر إلی اللہ الصمد کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ شہید فی المعرکہ کی نماز جنازہ فرض نہیں نہ ہی حاضرانہ اور نہ ہی غائبانہ۔ اگر کوئی پڑھ لے تو اجر وثواب ہے، خواہ حاضرانہ پڑھے، خواہ غائبانہ۔ رہا سوال ''شہید کی نماز جنازہ غائبانہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟'' تو یہ ایک جماعت میں خاص اختلاف کی پیداوار ہے۔ حقیقت وہی ہے جو عرض کر چکا ہوں۔ ۸ / ۱۰ / ۱۴۲۵ھ

س:......کیا شہید کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے یا کہ نہیں، جو کہ معرکے کے دوران لڑتے ہوئے شہید ہو جائے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟ (حبیب الرحمٰن، مرالی والا)

ج:......شہید معرکہ کی حاضرانہ نمازِ جنازہ درست ہے، فرض نہیں۔ تفصیل محدث دوران شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''احکام الجنائز'' میں دیکھ لیں۔ [شیخ محمد ناصر الدین البانی نے ''احکام الجنائز'' میں یہ عنوان قائم کیا ہے۔ حسب ذیل افراد کی نماز جنازہ ادا کرنا شرعاً ثابت ہے۔

اس عنوان کے تحت بچے اور شہید اور جس مسلمان کو کسی حد کی وجہ سے قتل کر دیا جائے وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

یہاں صرف ان احادیث کا ذکر ہوگا، جن میں شہید کے جنازہ کا ذکر ہے:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے اُحد کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو چادر سے چھپا دینے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی نو تکبیروں سے نماز جنازہ ادا فرمائی۔ پھر دوسرے شہداء باری باری لائے گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی بھی نماز ادا فرمائی اور ان کے ساتھ ساتھ حمزہ رضی اللہ عنہ کی بھی نماز ادا فرماتے رہے۔ [معانی الآثار للطحاوی، ج: ۱، ص: ۲۹۰، سند صحیح ہے۔]

۲۔ ایک دن نبی کریم ﷺ نکلے۔ آپ ﷺ نے شہداءِ اُحد کی (آٹھ سال کے بعد) نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔ (گویا کہ آپ ﷺ زندوں اور مردوں کو الوداع کہہ رہے ہیں) پھر آپ منبر پر تشریف لائے اور حمد وثناء کے بعد فرمایا: ''میں تم سے پہلے جانے والا ہوں۔ میں تمہارا گواہ ہوں (اب ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔) اللہ

کی قسم! اس وقت میں اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں، اس کی چوڑائی ایلہ سے الجحفہ تک ہے۔ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کر دی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے اپنے بعد تمہارے شرک کا اندیشہ نہیں، البتہ دنیا کے بارے میں اندیشہ ضرور ہے کہ تم اس کی دوڑ میں لگ جاؤ۔'' (اور اس بات کا بھی اندیشہ ہے کہ تم آپس میں لڑ کر ہلاک ہو جاؤ۔ جیسے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے تھے۔) [1]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کی نماز جنازہ قبر پر پڑھی، تو ان سے گزارش ہے کہ حدیث پر غور کریں اور لفظ منبر دوبارہ پڑھیں۔ کیا منبر قبرستان میں ہوتا ہے؟ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ واقعہ مسجد کا ہے۔''

اسی طرح بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اکیلے نماز جنازہ پڑھی تو یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ آپ نے وعظ بھی فرمایا۔ اور اگر اکیلے تھے، تو وعظ کس کو فرمایا تھا۔ مزید یہ کہ شہید معرکہ کے غائبانہ نماز جنازہ پر وعظ بھی اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ الغرض شہید معرکہ کا جنازہ ثابت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مومن ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جاتا ہے، اس کے ساتھ رہتا ہے، اس کا جنازہ پڑھتا اور اس کو دفن کر کے فارغ ہو جاتا ہے، تو اس کے لیے دو قیراط ثواب ہے۔ ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔ اور جو (صرف) جنازہ پڑھ کے واپس آ جاتا ہے تو اس کے لیے ایک قیراط ہے۔'' [2]

اب جو مومن شہید معرکہ کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھے گا، اسے ایک قیراط ثواب ملے گا۔]

رہی شہید معرکہ کی غائبانہ نماز جنازہ تو وہ بھی درست ہے، فرض نہیں۔ کیونکہ جو کسی کی حاضرانہ نماز جنازہ کا حکم ہے وہی اس کی غائبانہ نماز جنازہ کا حکم ہے۔ نیز صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ نے آٹھ سال بعد شہدائے اُحد کی نماز جنازہ پڑھی۔ [3]] ١١ / ٧ / ١٤٢٢ھ

س: ......کوئی آدمی کسی دوسرے شہر میں فوت ہوا یا کسی دوسرے ملک میں اس کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اب غائبانہ طور پر کسی دوسرے شہر یا ملک میں اس کی نماز جنازہ ادا کی جا سکتی ہے۔ آپ نے بھی شیخ البانی رحمہ اللہ کی نماز جنازہ غائبانہ جامعہ محمدیہ میں ادا کی تھی۔؟ (محمد عمر، فتومنڈ)

ج: ......رسول اللہ ﷺ نے خادم مسجد کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ [4] جبکہ پہلے بھی اس پر نماز جنازہ پڑھی جا چکی

---

[1] صحیح بخاری / کتاب الجنائز / باب الصلوٰۃ علی الشھید، صحیح مسلم / کتاب الفضائل / باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته

[2] بخاری / الایمان / باب اتباع الجنائز من الایمان، مسلم / الجنائز / باب فضل الصلاة علی الجنازة واتباعها

[3] صحیح بخاری / کتاب المغازی / باب غزوۃ اُحد

[4] بخاری / الجنائز / باب الصلاة علی القبر بعد مایدفن، حدیث: ١٣٣٧، مسلم / الجنائز / باب الصلاة علی القبر، حدیث: ٩٥٦

تھی تو ثابت ہوا دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا درست ہے۔ رہا دوسرے شہر یا دوسرے ملک والا معاملہ تو وہ نماز جنازہ غائبانہ کہلاتی ہے وہ بھی درست ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے شاہ حبشہ نجاشی کی نماز جنازہ مدینہ منورہ میں ادا فرمائی تھی۔ [1] نماز جنازہ کی دعاء میں سب پڑھتے ہیں: ((وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا)) [2] جس سے پتہ چلتا ہے کہ غائب میں فوت شدہ بھی شامل ہے اور نماز جنازہ غائبانہ میں غائب میت کے لیے دعاء کی جاتی ہے۔ تو خلاصۂ کلام یہ ہوا جس کی حاضرانہ نماز جنازہ درست ہے، اس کی غائبانہ نماز جنازہ بھی درست ہے۔ واللہ اعلم۔ ۲۳ / ۲ / ۱۴۲۱ھ

تدفین

س:...... میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے ہوکر ہاتھ اٹھا کر جو اجتماعی دعا کی جاتی ہے کیا یہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے، اگر ہے تو حدیث بحوالہ تحریر فرما دیجئے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:...... مشکوٰۃ میں بحوالہ ابوداؤد لکھا ہے: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : اِسْتَغْفِرُوْا لِأَخِيْكُمْ ثُمَّ سَلُوْا لَهُ بِالتَّثْبِيْتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ)) [''نبی ﷺ جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوتے تو کھڑے ہوتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو، پھر اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو، پس بے شک اب وہ سوال کیا جائے گا؟'' [3] [۱ / ۴۸ / ح: ۱۳۳] نیز فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے: ((وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ قَبْرِ عَبْدِ اللّٰهِ ذِي النَّجَادَيْنِ۔ الحديث ، وَفِيْهِ: فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِهٖ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ رَافِعًا يَدَيْهِ۔ أَخْرَجَهُ أَبُوْ عَوَانَةَ فِيْ صَحِيْحِهٖ ا ھ)) [''اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا عبداللہ ذی النجادین کی قبر میں۔'' [الحدیث] اور اس میں ہے جب آپ ﷺ اس کے دفن سے فارغ ہوئے تو قبلہ رخ ہوئے، ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے۔ نکالا اس کو ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں۔''] [۱۱ / ۱۴۴]

((عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ بْنِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ قَالَ يَوْمًا: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِّيْ وَعَنْ أُمِّيْ؟

---

[1] بخاری / الجنائز ، حدیث: ۱۳۳۳ ، مسلم / الجنائز ، حدیث: ۹۵۱

[2] ابو داؤد / الجنائز / باب الدعاء للمیت ، حدیث: ۳۲۰۱ ، اسے امام ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

[3] مشکوٰۃ / کتاب الایمان / باب اثبات عذاب القبر الفصل الثانی

فَظَنَنَّا اَنَّهُ يُرِيدُ اُمَّهُ الَّتِي وَلَدَتْهُ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَلَا اُحَدِّثُكُمْ عَنِّي وَعَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قُلْنَا بَلٰى قَالَتْ

لَمَّا كَانَتْ لَيْلَتِيَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيهَا عِنْدِي انْقَلَبَ فَوَضَعَ رِدَاءَهُ وَخَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عِنْدَ رِجْلَيْهِ وَبَسَطَ طَرَفَ اِزَارِهِ عَلٰى فِرَاشِهِ فَاضْطَجَعَ فَلَمْ يَلْبَثْ اِلَّا رَيْثَمَا ظَهَرَ اَنَّهُ قَدْ رَقَدْتُ فَاَخَذَ رِدَاءَهُ رُوَيْدًا وَانْتَعَلَ رُوَيْدًا وَفَتَحَ الْبَابَ [رُوَيْدًا] فَخَرَجَ ثُمَّ اَجَافَهُ رُوَيْدًا فَجَعَلْتُ دِرْعِي فِي رَأْسِي وَاخْتَمَرْتُ وَتَقَنَّعْتُ اِزَارِي ثُمَّ انْطَلَقْتُ عَلٰى اِثْرِهِ حَتّٰى جَاءَ الْبَقِيعَ فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ انْحَرَفَ فَانْحَرَفْتُ وَاَسْرَعَ فَاَسْرَعْتُ فَهَرْوَلَ فَهَرْوَلْتُ فَأَحْضَرَ فَاَحْضَرْتُ فَسَبَقْتُهُ فَدَخَلْتُ فَلَيْسَ اِلَّا اَنِ اضْطَجَعْتُ فَدَخَلَ فَقَالَ: مَالَكِ يَا عَائِشُ حَشْيَا رَابِيَةً؟ قَالَتْ: قُلْتُ لَا شَيْءَ يَا رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَتُخْبِرِيْنِي اَوْ لَيُخْبِرَنِّي اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ قَالَتْ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِأَبِي اَنْتَ وَاُمِّي فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ قَالَ فَاَنْتِ السَّوَادُ الَّذِي رَاَيْتُهُ اَمَامِي؟ قُلْتُ: نَعَمْ۔ فَلَهَزَنِي فِي صَدْرِي لَهْزَةً اَوْ جَعَتْنِي ثُمَّ قَالَ اَظَنَنْتِ اَنْ يَحِيفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهُ؟ قَالَتْ: مَهْمَا يَكْتُمِ النَّاسُ يَعْلَمُهُ اللهُ (قَالَ) نَعَمْ۔ قَالَ: ((فَاِنَّ جِبْرِيْلَ اَتَانِي حِيْنَ رَاَيْتِ فَنَادَانِي فَاَخْفَاهُ مِنْكِ فَاَجَبْتُهُ فَاَخْفَيْتُهُ مِنْكِ وَلَمْ يَكُنْ لِيَدْخُلَ عَلَيْكِ وَقَدْ وَضَعْتِ ثِيَابَكِ وَظَنَنْتُ اَنْ قَدْ رَقَدْتِ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَكِ وَخَشِيْتُ اَنْ تَسْتَوْحِشِي فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَاْمُرُكَ اَنْ تَأْتِيَ اَهْلَ الْبَقِيْعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ))

قَالَ قُوْلِي: اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ))

ترجمہ:...... ''محمد بن قیس بن مخرمہ بن المطلب نے ایک دن کہا: میں اپنی اور اپنی ماں کی بات نہ بتاؤں؟ ہم نے سمجھا کہ وہ اپنی حقیقی والدہ کی بات کہہ رہے ہیں۔ کہنے لگے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ میں تمہیں اپنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک روداد نہ سناؤں؟ ہم نے کہا: ہاں! کیوں نہیں۔ تو فرمانے لگیں: ایک روز میری باری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تھے۔ گھر پہنچ کر آپ نے چادر رکھ دی، جوتے بھی اتار کر پاؤں کے قریب رکھ دیئے اور اپنی چادر کا ایک حصہ بستر پر بچھا کر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب انہیں اندازہ ہوا کہ میں سوچکی ہوں تو آہستہ سے چادر اٹھائی، چپکے سے جوتے پہنے، دروازہ کھول کر باہر نکل گئے اور آہستہ سے دروازہ بند کر دیا۔ چنانچہ میں نے

بھی اوڑھنے کی چادر سر پر رکھی اور تیار ہوگئی۔ پھر میں آپ کے پیچھے پیچھے چلتی رہی۔ حتی کہ آپ ﷺ بقیع میں تشریف لائے۔ آپ دیر تک ٹھہرے رہے، پھر آپ نے تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی، جب آپ پلٹے تو میں بھی پلٹ پڑی۔ آپ نے قدم تیز کیے تو میں بھی تیز ہوگئی۔ آپ نے دوڑنا شروع کر دیا، تو میں بھی دوڑنے لگی، آپ بھی پہنچے میں بھی پہنچ گئی، لیکن ذرا پہلے بس میں لیٹی ہی تھی کہ آپ تشریف لے آئے۔ پوچھا: ''عائش (حضرت عائشہ کا لاڈ کا نام) سانس کیوں پھول رہا ہے؟'' میں نے کہا: کوئی بات نہیں۔ فرمایا: ''بتادو تو ٹھیک ہے ورنہ اللہ علیم وخبیر بتادے گا۔'' میں نے کہا: میرے والدین آپ پر نثار اور پھر ساری بات بتادی۔ آپ نے فرمایا: ''وہ کالا سایہ میرے آگے آگے تم تھیں؟'' میں نے کہا: ہاں۔ پھر آپ نے میرے سینے پر زوردار ہاتھ مارا، جس سے مجھے تکلیف ہوئی۔ پھر فرمایا: ''تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے ساتھ ناانصافی کریں گے؟

حضرت عائشہ نے کہا: لوگ جتنا بھی چھپاتے رہیں، اللہ تو جانتا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' پھر آپ نے حقیقت حال بیان کرتے ہوئے کہا، جب تم نے دیکھا اس وقت جبریل امین آئے تھے، انہوں نے مجھے آہستہ سے بلایا، تاکہ تمہیں اطلاع نہ ہو، میں نے بھی آہستہ سے جواب دیا، تاکہ تمہیں خبر نہ ہو، وہ تمہارے پاس نہیں آسکتے تھے، کیونکہ تم نے کپڑے اتار لیے تھے۔ میرا خیال تھا کہ تم سو چکی ہو، تمہیں جگانا پسند نہ کیا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ تم ڈرو گی۔ جبریل امین نے آکر کہا کہ تمہارے رب کا حکم ہے کہ اہل بقیع کے پاس جاکر ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ایسے موقع پر ان کے لیے کیا کہا کروں؟ آپ نے فرمایا: ''کہو مومن اور مسلمان گھر والوں پر اللہ کی سلامتی ہو، اللہ اگلوں اور پچھلوں پر رحمت فرمائے۔ ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے پاس، پہنچنے والے ہیں۔'' [1]

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَاَرْسَلْتُ بَرِيْرَةَ فِيْ اَثَرِه لِتَنْظُرَ اَيْنَ ذَهَبَ قَالَتْ فَسَلَكَ نَحْوَ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ فَوَقَفَ فِيْ اَدْنَى الْبَقِيْعِ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَرَجَعَتْ اِلَيَّ بَرِيْرَةُ فَاَخْبَرَتْنِيْ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ سَاَلْتُهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَيْنَ خَرَجْتَ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: بُعِثْتُ اِلٰى اَهْلِ الْبَقِيْعِ لِاُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ۔)) [2]

ترجمہ:...... ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے میں نے بریرہ

---

[1] صحیح مسلم / کتاب الجنائز / باب ما یقال عند دخول المقابر، سنن نسائی / کتاب الجنائز / باب الامر بالاستغفار للمومنین

[2] مؤطا امام مالك / كتاب الجنائز / باب جامع الجنائز، سنن النسائی / کتاب الجنائز / باب الامر بالاستغفار للمومنین

کو آپ ﷺ کے پیچھے بھیجا، تا کہ دیکھے کہ آپ کہاں گئے ہیں؟ بریرہ نے بتایا کہ آپ ﷺ بقیع الغرقد کی طرف گئے، پھر بقیع کے قریب کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھائے، پھر پلٹ آئے، بریرہ نے واپس آ کر مجھے ساری بات بتا دی، صبح ہوئی تو میں نے پوچھا: آپ ﷺ رات کو کہاں تشریف لے گئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اہل بقیع کی طرف بھیجا گیا تھا، تا کہ ان کے حق میں دعا کروں۔" ۲۴ / ۱۲ / ۱۴۲۱ھ

س: ...... جنازہ کے بعد جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے، دفن کرنے کے فوراً بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، اگر ثابت ہے تو بحوالہ تحریر فرمایئے؟ (محمد یونس شاکر)

ج: ...... فتح الباری میں ہے: ((وَفِیْ حَدِیْثِ ابنِ مَسْعُوْدٍ: رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فِیْ قَبْرِ عَبْدِ اللّٰہِ ذِی النَّجَادَیْنِ۔ الحدیث ، وَفِیہِ: فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِہٖ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ رَافِعًا یَدَیْہِ۔ أَخْرَجَہُ أَبُوْ عَوَانَۃَ فِیْ صَحِیْحِہٖ. ا ھ))[۱۱ / ۱۴۴]

["اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا عبداللہ ذی النجادین کی قبر میں۔ الحدیث، اور اس میں ہے جب آپ ﷺ اس کے دفن سے فارغ ہوئے تو قبلہ رخ ہوئے، ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے۔ نکالا اس کو ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں۔"] ۶ / ۱ / ۱۴۲۴ھ

س: ...... حدیث نبوی میں میت کی تدفین کے بعد اس کی تثبیت بالقول الثابت دعاء کے لیے حکم موجود ہے، لیکن مجھے ایسی واضح روایت چاہیے، جس میں اس خاص موقع پر دونوں ہاتھوں کے اٹھانے کے ساتھ دعاء کرنے کا قولی، عملی یا تقریری طور پر ذکر ہو؟ (رانا محمد جمیل خان (استاذ عربی)، سرگودھا)

ج: ...... فتح الباری میں ہے: ((وَفِیْ حَدِیْثِ ابنِ مَسْعُوْدٍ: رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فِیْ قَبْرِ عَبْدِ اللّٰہِ ذِی النَّجَادَیْنِ۔ الحدیث ، وَفِیہِ: فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِہٖ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ رَافِعًا یَدَیْہِ۔ ["اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو عبداللہ ذی النجادین کی قبر میں۔ اور اس میں ہے کہ جب آپ ﷺ اس کے دفن کرنے سے فارغ ہوئے قبلہ کی طرف منہ کیا، ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے۔"] أَخْرَجَہُ أَبُوْ عَوَانَۃَ فِیْ صَحِیْحِہٖ. ا ھ))[۱۱ / ۱۴۴]

۲۱ / ۱ / ۲۰۰۳ء

س: ...... قبر پر جا کر کس طرف منہ کر کے دعا کرنی چاہیے، یا جہاں بھی ہے وہیں کرتا رہے، اپنے والدین اور جو جو بھی فوت شدہ گان ان کے لیے؟ (حامد رشید، لاہور)

ج:......قبلہ رخ ہو کر دعا کرے تو بہتر ہے، ویسے جس طرف بھی منہ کر کے دعاء کرے درست ہے۔ ﴿ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط ﴾

[''تم جدھر بھی منہ کرو، ادھر ہی اللہ کا چہرہ ہے۔''[البقرة:١١٥]] ٢٩ / ٤ / ١٤٢٤ھ

س:......مرنے والے پر سورۂ یٰسین پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

ج:......فوت ہونے والے کے پاس سورۂ یٰسین پڑھنے والی روایت صحیح نہیں، کمزور ہے اور حدیث ((لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

[''نبی ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں کو جو مرنے کے قریب ہوں '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ''کی تلقین کرو۔''] [1]

٥ / ٥ / ١٤٢٤ھ

تعزیت

س:......میت والے گھر تین دن ہاتھ اٹھا کر بار بار دعا کرنا کیسا ہے؟ اور جو وصیت کی تھی، صحابیؓ نے کہ حضور ﷺ سے دعا کروانا۔ آپؐ نے دعا کی تھی، اس سے استدلال کیسا ہے؟ (محمد خالد نگری بالا، ایبٹ آباد)

ج:......ثابت نہیں۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث سے اس مخصوص اور رائج دعاء پر استدلال درست نہیں۔

[''ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ حنین کی لڑائی سے فارغ ہوئے تو ابو عامر کو لشکر دے کر اوطاس پر بھیجا، ان کا مقابلہ کیا درید بن الصمہ نے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو قتل کیا اور اس کے لوگوں کو شکست دی۔ ابو موسیٰ نے کہا مجھ کو بھی رسول اللہ ﷺ نے ابو عامر کے ساتھ بھیجا تھا۔ پھر ابو عامر کے گھٹنے میں تیر لگا، وہ تیر بنی جشم کے ایک شخص نے مارا تھا، ان کے گھٹنے میں جم گیا۔ میں ان کے پاس گیا اور پوچھا: اے چچا! یہ تیر تم کو کس نے مارا؟ ابو عامر نے مجھ کو بتلایا کہ اس شخص نے مجھ کو قتل کیا۔ اس شخص نے مجھے تیر مارا۔ ابو موسیٰ نے کہا میں نے اس شخص کا پیچھا کیا۔ اور اس سے جا کر ملا۔ اس نے جب مجھے دیکھا تو پیٹھ موڑ کر بھاگا، میں اس کے پیچھے ہوا اور میں نے کہنا شروع کیا: اے بے حیا! کیا تو عرب نہیں ہے، تو ٹھہرتا نہیں۔ یہ سن کر وہ ٹھہر گیا، پھر میرا اس کا مقابلہ ہوا۔ اس نے بھی وار کیا، میں نے بھی وار کیا۔ آخر میں نے اس کو تلوار سے مار ڈالا۔ پھر لوٹ کر ابو عامر کے پاس آیا اور کہا: اللہ نے تمہارے قاتل کو مارا۔ ابو عامر نے کہا: اب یہ تیر نکال لے، میں نے اس کو نکالا تو تیر کی جگہ سے پانی نکلا۔ ابو عامر نے کہا: اے میرے بھتیجے! تو رسول اللہ ﷺ کے پاس جا اور میری طرف سے سلام کہہ اور یہ کہہ کہ ابو عامر کی

[1] مسلم / الجنائز / باب تلقین الموتی لا الٰہ إلا اللّٰہ

بخشش کی دعا کیجئے۔ ابوموسیٰ نے کہا: ابو عامر نے مجھے لوگوں کا سردار کر دیا اور تھوڑی دیر وہ زندہ رہے، پھر انتقال کر گئے۔ جب میں لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ ایک کوٹھڑی میں تھے، بان کے ایک پلنگ پر جس پر فرش تھا اور بان کا نشان آپ کی پیٹھ اور پسلیوں پر بن گیا تھا، میں نے یہ خبر بیان کی اور ابو عامر کا حال بھی بیان کیا اور میں نے کہا ابو عامر نے آپ سے یہ درخواست کی تھی کہ میرے لیے دعا کیجئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا اور وضو کیا، پھر دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''یا اللہ! بخش دے، عبید ابو عامر کو۔'' یہاں تک کہ میں نے آپ کے دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ پھر فرمایا: ''یا اللہ! ابو عامر کو قیامت کے دن بہت لوگوں کا سردار کرنا۔'' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اور میرے لیے دعا فرمائیے بخشش کی۔ آپ نے فرمایا: بخش دے یا اللہ عبداللہ بن قیل (یہ نام ہے ابوموسیٰ کا) کے گناہ کو اور قیامت کے دن اس کو عزت کے مکان میں لے جا۔ ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے کہا ایک دعا ابو عامر کے لیے کی اور ایک ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے۔''] [1]

۳ / ۱ / ۱۴۲۱ھ

س: ...... میرے بڑے بیٹے مسمّی محمد داؤد کو مؤرخہ 10/4/2000 بروز سوموار، ریلوے اسٹیشن پر حادثہ پیش آیا۔ اور اس کی دونوں ٹانگیں کٹ گئیں۔ اور اسی دن مؤرخہ 10/4/2000 کو بوقت: 4:30 بجے اس کا ریلوے ہسپتال میں انتقال ہوگیا۔ آپ سے التماس ہے کہ میرے بیٹے محمد داؤد مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیں۔ نیز یہ بھی دعا ضرور فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اور پسماندگان اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

میرے پڑھنے کے لیے (وظیفہ) ورد تحریر کریں، جو میں باوضو یا بے وضو پڑھ سکوں، جس سے سکونِ قلبی حاصل ہو۔ (محمد یحییٰ عفی عنہ وزیر آبادی، ریٹائرڈ آفس سپرنٹنڈنٹ کوئٹہ)

ج: ...... آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا، بہت افسوس ہوا کہ جناب کا لختِ جگر اللہ تعالیٰ کو پیارا ہوگیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس جانکاہ صدمہ پر آپ کو، آپ کے خویش واقارب کو صبر جمیل سے نوازے کہ صبر جمیل ہی میں اجر جزیل ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾[البقرة: ۱۵۳] [''اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔''] پھر فرمان ہے: ﴿ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ. الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ. اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾

[1] صحیح مسلم / کتاب الفضائل / باب من فضائل ابی موسیٰ وابی عامر الاشعریین

[البقرة : ۱۵۷]['' صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو، جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''] عمر بن خطاب، خلیفۃ المسلمین، بلا ارتیاب رضی اللہ عنہ الوہاب مندرجہ بالا آیت کریمہ کے پیش نظر فرمایا کرتے تھے:((نِعْمَ الْعَدْلَانِ ، وَنِعْمَ الْعَلَاوَةُ))['' دو برابر کی چیزیں اچھی ہیں، عنایات اور رحمتیں ایک زائد چیز اچھی ہے، یعنی ہدایت۔'' [تفسیر ابن کثیر] آپ کے بیٹے کے لیے دعاء ہے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهِ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهِ ، وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ))

[''اے اللہ! اس کی بخشش فرما، اس پر رحمت کر، اس سے درگزر کر کے معاف فرما، اس کی مہمانی اچھی فرما، اس کی رہائش گاہ کو کشادہ فرما دے، اسے پانی، برف اور اولوں سے دھو دے، اسے کوتاہیوں سے اس طرح صاف کر دے، جیسا صاف کیا تو نے سفید کپڑے کو میل کچیل سے اور بدلے میں دے، اسے گھر زیادہ بہتر اس کے گھر سے اور گھر والے زیادہ بہتر اس کے گھر والوں سے اور بیوی زیادہ بہتر اس کی بیوی سے اور داخل فرما، اسے جنت میں اور بچا اسے قبر کے عذاب سے اور آگ کے عذاب سے۔'']

((اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْلَهُ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ))

[''الٰہی یہ فلاں بن فلاں تیرے ذمے اور تیری رحمت کے سائے میں ہے، اسے فتنۂ قبر، عذابِ قبر اور آگ کے عذاب سے بچا، تو وفا اور حق والا ہے۔ الٰہی اسے معاف کر دے اور اس پر رحم فرما، بلاشبہ تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔'']

((اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ أَمَتِكَ ، اِحْتَاجَ إِلٰى رَحْمَتِكَ ، وَأَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهِ ، اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِيْ حَسَنَاتِهِ ، وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ)) ❷

---

❶ مسلم / کتاب الجنائز / باب الدعاء للمیت فی الصلاة

❷ ابو داؤد / الجنائز / باب الدعاء للمیت ، ابن ماجة / الجنائز / باب ماجاء فی الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنازة

[الٰہی! تیرہ بندہ، تیری بندی کا بیٹا محتاج ہو گیا ہے تیری رحمت کا، اور تو بے نیاز ہے اسے عذاب دینے سے، اگر تھا یہ نیک تو اضافہ فرما اس کی نیکیوں میں اور اگر تھا یہ گناہ گار تو درگزر فرما اس سے۔''] [1]

اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے رہا کریں۔((ألا بذكر الله تطمئن القلوب)) ۱۳ / ۴ / ۱۴۲۱ھ

س:......اس عبارت کا ترجمہ درکار ہے:

((وعادت نبود که برائی میت در غیر وقت نماز جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نه برسر گور و نه غیر آں و این مجموع بدعت است۔)) [شرح سفر السعادت، ص: ۲۷۳] (طاہر ندیم)

ج:......''عادت نہیں تھی کہ میت کے لیے نماز جنازہ کے علاوہ کسی وقت جمع اکٹھے ہوں، قرآن خوانی کریں، اور ختم خوانی کریں نہ ہی قبر کے سر پر اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور مقام پر یہ سب کچھ بدعت ہے۔''

۷ / ۱ / ۱۴۲۱ھ

ایصالِ ثواب

س:......ایصال ثواب کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ مثلاً زید بے نمازی ہے، اس کو ثواب کس طرح ملے گا اور قرآن خوانی کا ثواب پہنچانے کا طریقہ کیا ہے؟ مکمل وضاحت کریں؟ (حافظ امین اللہ محمدی)

ج:......قرآن خوانی کا ثواب میت کو پہنچانا کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ رہا معاملہ بے نمازی کا تو وہ کافر ہے، اہل ایمان واسلام کا بھائی نہیں۔ اس کے اپنے اعمال حبط ہیں، دوسروں کے عمل اس کو کیونکر پہنچیں گے؟ خواہ وہ عمل ہی کیوں نہ ہوں، جن کا میت کو پہنچنا کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ ۲۳ / ۴ / ۱۴۲۴ھ

[میت کو جن اعمال کا فائدہ مرنے کے بعد ہوتا ہے، ان کی توضیح درج ذیل ہے:

1۔ دُعا:

دعا کے بارے میں تو سب کا اتفاق ہے کہ اگر مرنے والا کافر ومشرک نہ ہو تو اس کے لیے دعا کرنا مسنون ہے۔ اللہ وحدہٗ لاشریک لہ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا

[1] مستدرك حاكم، ج: ۱، ص: ۳۵۹

تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّکَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۰﴾ ﴾ [الحشر: ١]

''اور جو لوگ ان (اہل ایمان) کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ نہ بنا۔ اے ہمارے پروردگار! بلاشبہ تو مشفق مہربان ہے۔''

اسی طرح حدیث میں آتا ہے جب نجاشی فوت ہوا، تو نبی ﷺ نے اس کی اطلاع دی، تو فرمایا:

((اِسۡتَغۡفِرُوۡا لِأَخِیۡکُمۡ))] ❶

''اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو۔''

((عَنۡ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنۡهَا: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَخۡرُجُ اِلَی الۡبَقِیۡعِ فَیَدۡعُوۡا لَهُمۡ فَسَأَلَتۡهُ عَائِشَةُ عَنۡ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنِّیۡ اُمِرۡتُ اَنۡ اَدۡعُوَلَهُمۡ)) ❷

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ البقیع کی طرف نکلا کرتے اور ان کے لیے دعا کرتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: مجھے ان کے لیے دعا کا حکم دیا گیا ہے۔''

اسی طرح مسند أحمد ٦ / ٩٢ ، ٢٢١ مؤطا کتاب الجنائز باب جامع الجنائز ٢٠٨/١ ، نسائی کتاب الجنائز باب الامر بالاستغفار للمؤمنین (٢٠٣/٧ - ٢٠٣٦) مسلم کتاب الجنائز باب مایقول عند دخول القبور والدعاء لاهلها (١٠٣ - ٩٧٤) عبدالرزاق ٥٧٠/٣ - ٥٧٦ وغیرہ میں مفصل طور پر نبی ﷺ کا قبرستان میں جا کر ہاتھ اٹھا کر ان کے لیے دعا کرنا منقول ہے۔

علاوہ ازیں قبرستان میں جا کر زیارت قبور کی احادیث اور نماز جنازہ میں دعائیں وغیرہ اس بات کی بین دلیل ہیں کہ مسلمانوں کی دعائیں مسلمان میت کے لیے مفید ثابت ہوسکتی ہیں۔

کافر اور مشرک میت کے لیے دعا کی اجازت نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ یَّسۡتَغۡفِرُوۡا لِلۡمُشۡرِکِیۡنَ وَلَوۡ کَانُوۡۤا اُولِیۡ قُرۡبٰی مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱۱۳﴾ ﴾ [التوبة: ١١٣]

---

❶ بخاری / کتاب الجنائز / باب الصلاة علی الجنائز بالمصلی والمسجد (١٣٢٧) نسائی (٢٠٤١)

❷ مسند احمد: ٢٥٢/٦

”نبی ﷺ اور ایمان والوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں، اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔“

مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ مسلمان میت کے لیے بخشش کی دعا کی جا سکتی ہے۔ کافر و مشرک کے لیے دعا کی اجازت نہیں۔

۲۔ صدقہ جاریہ:

یعنی مسلمان اپنی زندگی میں ایسا کام کر جائے جس کا ثواب و فائدہ اسے مرنے کے بعد بھی برابر ملتا رہے، اور اس کے جاری کردہ کام سے بعد میں لوگ بھی فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ اس کے بارے میں بہت سی احادیث ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٢﴾ ﴾ [یٰسین: ۱۲]

”بلاشبہ ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے جاتے ہیں۔ وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں ﴿ مَا قَدَّمُوْا ﴾ سے مراد وہ اعمال ہیں جو انسان خود اپنی زندگی میں کرتا ہے اور ﴿ آثَارَهُمْ ﴾ سے مراد وہ اعمال ہیں جن کے عملی نمونے وہ دنیا میں چھوڑ جاتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد لوگ اس کی اقتداء میں بجالاتے ہیں۔ ایسے صدقات و اعمال کا تذکرہ کتب حدیث میں موجود ہے، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ)) [1]

”جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے، مگر تین چیزیں ہیں (جن کا فائدہ اسے مرنے کے بعد ہوتا رہتا ہے۔) (۱) صدقہ جاریہ۔ (۲) علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔“

---

[1] مسلم / كتاب الوصية / باب مايلحق الانسان من الثواب بعد وفاته ، ترمذی / كتاب الاحكام / باب فی الوقف، ابو داؤد كتاب الوصايا / باب ماجاء فی الصدقة عن الميت ، نسائی / كتاب الوصايا / باب فضل الصدقة علی الميت

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَى الْحَدِيْثِ ، أَنَّ عَمَلَ الْمَيِّتِ يَنْقَطِعُ بِمَوْتِهِ وَيَنْقَطِعُ تَجَدُّدُ الثَّوَابِ لَهُ إِلَّا فِيْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ الثَّلَاثَةِ لِكَوْنِهِ كَانَ سَبَبُهَا فَإِنَّ الْوَلَدَ مِنْ كَسْبِهِ وَكَذٰلِكَ الْعِلْمُ الَّذِيْ خَلَفَهُ مِنْ تَعْلِيْمٍ أَوْ تَصْنِيْفٍ وَكَذٰلِكَ الصَّدَقَةُ الْجَارِيَةُ وَهِيَ الْوَقْفُ)) [1]

”علماء نے کہا ہے حدیث کا معنی یہ ہے کہ میت کا عمل اس کی موت کے ساتھ منقطع ہو جاتا ہے اور اس کے لیے ثواب کا نیا ہونا بھی منقطع ہو جاتا ہے، مگر ان تین اشیاء میں اس لیے کہ میت ان امور کی سبب تھی۔ اولاد اس کی کمائی ہے۔ اسی طرح علم جو اس نے پیچھے چھوڑا، خواہ وہ کسی کو تعلیم دے کر گیا یا کوئی علمی تصنیف چھوڑ گیا۔ اسی طرح صدقہ جاریہ بھی اس کا کسب ہے اور یہ وقف ہے۔“

((خَيْرُ مَا يُخَلِّفُ الرَّجُلُ مِنْ بَعْدِهِ ثَلَاثٌ: وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْ لَهُ وَصَدَقَةٌ تَجْرِيْ يَبْلُغُهُ اَجْرُهَا اَوْ عِلْمٌ يُعْمَلُ بِهِ مِنْ بَعْدِهِ)) [2]

”آدمی اپنے بعد سب سے بہترین تین چیزیں چھوڑ کر جاتا ہے۔ (۱) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔ (۲) صدقہ جاریہ، اس کا اجر اسے (مرنے کے بعد) پہنچتا ہے۔ (۳) اور علم جس پر اس کے بعد عمل کیا جاتا ہے۔“

((عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ ، وَمُصْحَفًا وَرَّثَهُ ، اَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ اَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيْلِ بَنَاهُ اَوْ نَهْرًا اَجْرَاهُ ، أَوْ صَدَقَةً اَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِيْ صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ)) [3]

”بلاشبہ مومن آدمی کو اس کے عمل اور نیکیوں سے اس کی موت کے بعد جو ملتا ہے اس میں سے (۱) ایسا علم جس کی اس نے تعلیم دی اور اسے نشر کیا۔ (۲) اور نیک اولاد، جو اس نے چھوڑی۔ (۳) اور مصحف (قرآن) جو اس نے ورثاء کے لیے چھوڑا۔ (۴) یا جو اس نے مسجد تعمیر کی۔ (۵) یا مسافر خانہ تعمیر کیا۔

---

[1] شرح مسلم للنوویؒ: ۷۲/۱۱ [2] ابن ماجہ / کتاب المقدمۃ / باب ثواب معلم الناس الخیر

[3] ابن ماجہ المقدمۃ / باب ثواب معلم الناس الخیر

(۶) یا نہر جاری کی۔ (۷) یا اپنی زندگی اور تندرستی میں اپنے مال سے صدقہ نکالا اسے مرنے کے بعد ان کا اجر ملتا رہے گا۔"

((عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهِ وَإِنْ مَاتَ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِىْ كَانَ يَعْمَلُهُ وَاُجْرِىَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ وَاَمِنَ الْفَتَّانَ)) [1]

"سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: اللہ کی راہ میں ایک دن اور ایک رات سرحدوں کا پہرہ دینا، ایک مہینے کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ مر گیا، اس کا وہ عمل اس پر جاری رہے گا، جو وہ کرتا رہا۔ اور اس پر اس کا رزق و بدلہ جاری کر دیا جائے گا اور وہ فتنے سے محفوظ ہو گا۔"

((عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهِ اِلَّا الْمُرَابِطُ فَاِنَّهُ يَنْمُوْلَهُ عَمَلُهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيُؤْمَنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ)) [2]

"فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر میت کا خاتمہ اس کے عمل پر ہو جاتا ہے، مگر اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والا اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنوں سے بچا لیا جاتا ہے۔"

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ میت کو ان تمام اعمال صالحہ کا ثواب و فائدہ پہنچتا ہے، جن کو وہ اپنی زندگی میں سرانجام دے گیا اور وہ صدقہ جاریہ کے طور پر باقی رہے، جن میں علم سکھانا، نیک بچے کی دعا، قرآنِ مجید چھوڑ جانا، مسجد بنوانا، مسافر خانہ تعمیر کروانا، نہر و کنواں جاری کر جانا، کوئی صدقہ جو اس نے صحت و حیات میں کیا ہو، جہاد میں پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو جانا، مردہ سنت جاری کرنا، درخت وغیرہ لگا جانا وغیرھا۔ یہ تمام امور اس کے اپنے اعمالِ صالحہ ہیں، یہ بھی یاد رہے کہ ولد صالح بھی آدمی کی نیک کمائی میں داخل ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَاِنَّ وَلَدَ الرَّجُلِ مِنْ كَسْبِهِ)) [3]

---

[1] مسلم / كتاب الامارة باب فضل الرباط فى سبيل الله عز وجل، نسائى / كتاب الجهاد باب فضل الرباط

[2] ابو داؤد / كتاب الجهاد / باب فى فضل الرباط، ترمذى / كتاب فضائل الجهاد

[3] نسائى / كتاب البيوع / باب الحث على الكسب، ابو داؤد / كتاب الاجارة / باب الرجل ياكل من مال ولده، ترمذى / كتاب الاحكام، ابن ماجه / كتاب التجارات باب ما للرجل من مال ولده

''بلاشبہ آدمی جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا ہے، وہ سب سے پاکیزہ ہے اور بلاشبہ آدمی کی اولاد اس کی کمائی سے ہے۔''

اور ابوداؤد کتاب الاجارۃ، ابن ماجہ، کتاب التجارات میں بسند حسن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے اس طرح بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَطْيَبِ كَسْبِكُمْ فَكُلُوا مِنْ كَسْبِ أَوْلَادِكُمْ))

''بے شک تمہاری اولاد تمہاری سب سے پاکیزہ کمائی میں سے ہے، سو تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ۔''

معلوم ہوا کہ اولاد آدمی کی اپنی کمائی ہے، لہٰذا اولاد جو نیک عمل کرے گی، والدین کو اس میں سے اجر ملے گا۔

۳۔ میت کے ولی کا اس کی جانب سے نذر کے روزوں کی قضا کرنا:

اس کے دلائل درج ذیل ہے:

۱۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ)) [1]

''جو آدمی مرجائے اور اس کے ذمے روزے ہوں، تو اس کی جانب سے اس کا ولی روزہ رکھے۔''

۲۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ:

((جَآءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ أَفَأَصُومُ عَنْهَا؟ قَالَ: أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ فَقَضَيْتِهِ أَكَانَ يُؤَدِّى ذٰلِكَ عَنْهَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: فَصُومِي عَنْ أُمِّكِ)) [2]

''ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں فوت ہوگئی ہے، اور اس کے ذمے نذر کے روزے ہیں۔ کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''مجھے بتاؤ اگر تیری ماں پر قرض ہوتا، تو تو اسے ادا کرتی۔ کیا وہ قرض اس کی طرف سے ادا کیا جائے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: تو اپنی ماں کی جانب سے روزے رکھ۔''

[1] بخاری / کتاب الصوم / باب من مات وعليه صوم، مسلم / كتاب الصيام / باب قضاء الصيام عن الميت، ابو داؤد / كتاب الصيام / باب فيمن مات وعليه صيام

[2] مسلم / كتاب الصيام / باب قضاء الصيام عن الميت، بخاری / کتاب الصوم / باب من مات وعليه صوم

٣ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((أَنَّ امْرَأَةً رَكِبَتِ الْبَحْرَ فَنَذَرَتْ اِنْ نَجَّاهَا اللّٰهُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرًا فَنَجَّاهَا اللّٰهُ فَلَمْ تَصُمْ حَتّٰى مَاتَتْ فَجَاءَ تْ اِبْنَتُهَا اَوْ اُخْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَمَرَهَا أَنْ تَصُوْمَ عَنْهَا)) [1]

''ایک عورت سمندر میں سوار ہوئی، تو اس نے نذر مانی، اگر اللہ تعالیٰ اسے نجات دے گا، تو وہ ایک ماہ کے روزے رکھے گی، سو اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دی۔ اس نے روزے نہ رکھے، یہاں تک کہ وہ فوت ہوگئی۔ اس کی بیٹی یا بہن نبی ﷺ کے پاس آئی۔ آپؐ نے اسے حکم دیا کہ وہ اس کی طرف سے روزے رکھے۔''

٤ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رضی اللہ عنہ اِسْتَفْتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اِنَّ أُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ فَقَالَ اقْضِهِ عَنْهَا)) [2]

''سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: میری والدہ فوت ہوگئی ہیں، ان کے ذمے نذر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''اس کی طرف سے نذر کو پورا کر۔''

مندرجہ بالا احادیث صراحت سے اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ میت کی طرف سے اس کا ولی نذر کا روزہ رکھ سکتا ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ میت کی جانب سے ولی فرض روزہ بھی رکھ سکتا ہے۔

٤۔ میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی:

میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی خواہ ولی کرے یا کوئی اور شخص۔ جب قرض کی ادائیگی ہو جائے گی، تو میت کو اس کا نفع بھی ملتا ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی فوت ہوگیا۔ ہم نے اسے غسل دے کر کفن پہنایا۔ خوشبو لگائی اور جنازہ گاہ میں رکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو نماز جنازہ کی اطلاع دی۔ آپؐ تشریف لائے فرمایا: ''شاید تمہارے ساتھی کے ذمے قرض کی ادائیگی ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ہاں دو دینار اس پر قرض ہے۔ آپؐ پیچھے ہٹ گئے اور فرمایا: ''اپنے ساتھی پر تم جنازہ پڑھو۔'' ابوقتادہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں

[1] مسلم / كتاب الصيام / باب قضاء الصيام عن الميت ، بخاری / كتاب الصوم / باب من مات وعليه صوم

[2] بخاری / كتاب الوصايا، مسلم / كتاب النذر عن الميت ، ترمذی ، كتاب النذور والايمان باب ماجاء فی قضاء النذور عن الميت ، نسائی / كتاب الوصايا ، ابن ماجه/ كتاب الكفارات

اس کی ادائیگی کردوں گا۔ رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے وہ دو دینار تجھ پر تیرے مال سے ادا کرنا لازم ہے اور میت ان سے بری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ملتے تو کہتے "تم نے دو دیناروں کا کیا کیا؟" انہوں نے کہا: یا رسول اللہ وہ تو ابھی تو کل فوت ہوا ہے۔ پھر آپؐ دوبارہ ملے تو یہی بات پوچھی تو ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے وہ قرض ادا کر دیا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: "اب قرض کی ادائیگی سے اس پر سے سختی اٹھ گئی۔ [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی جانب سے قرض کی ادائیگی کوئی شخص بھی کرسکتا ہے، جب قرض کی ادائیگی ہو تو میت کو نفع ملتا ہے۔ اس معنی کی کئی ایک احادیث اور بھی موجود ہیں۔

[۵] میت کی طرف سے صدقہ کرنا:

[۱] عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ اِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ تَصَدَّقْ عَنْهَا)) [2]

"ایک آدمی نے نبی ﷺ سے کہا میری ماں فوت ہوگئی ہے۔ میرا خیال ہے اگر مرتے وقت وہ بات کر سکتی تو صدقہ کرتی۔ کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں تو اس کی طرف سے صدقہ کر۔"

[۲] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((إِنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أُمَّهُ تُوُفِّيَتْ أَيَنْفَعُهَا اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْها؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ: فَاِنَّ لِيْ مِخْرَافًا فَاَنَا اُشْهِدُكَ أَنِّيْ قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا)) [3]

"ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اس کی ماں فوت ہوگئی ہے، اگر میں اس کی طرف سے

---

[1] مستدرک حاکم: ۵۸/۲، مسند احمد: ۳۳۰/۳ مجمع الزوائد: ۳۹/۳

[2] بخاری / کتاب الوصایا / باب ما یستحب لمن توفی فجاة ان یتصدقوا عنه وقضاء النذور عن المیت، ابو داؤد / کتاب الوصایا، مسلم کتاب الزکاة / باب وصول ثواب الصدقة عن المیت الیه، نسائی / کتاب الوصایا / باب اذا مات الفجاة هل یستحب لاهله ان یتصدقوا عنه، ابن ماجه / کتاب الوصایا

[3] بخاری / کتاب الوصایا، ابو داؤد / کتاب الوصایا، ترمذی / کتاب الزکاة / باب ماجاء فی الصدقة عن المیت، نسائی / کتاب الوصایا / باب فضل الصدقة عن المیت

صدقہ کروں، کیا اسے نفع ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں۔'' تو اس آدمی نے کہا میرا ایک پھل دار باغ ہے، میں آپؐ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے وہ باغ اس کی طرف سے صدقہ کر دیا۔''

بخاری (۲۷۵۶، ۲۷۶۲) میں صراحت ہے کہ وہ آدمی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ اپنی ماں کی وفات کے وقت غائب تھے، پھر انہوں نے یہ سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

۞ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((إِنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ اَبِیْ مَاتَ وَتَرَكَ مَالاً وَلَمْ يُوصِ وَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ أَنْ اَتَصَدَّقَ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ۔)) [1]

''ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس نے ترکے میں مال چھوڑا ہے، اور وصیت نہیں کی۔ میرا مال اس کی طرف سے صدقہ کرنا، کیا اس کے لیے کفارہ بنے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔''

۞ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے ۱۰۰ غلام آزاد کیے جائیں، اس کے بیٹے ہشام نے ۵۰ غلام اس کی طرف سے آزاد کر دیئے۔ اس کے بیٹے عمرو نے ارادہ کیا کہ باقی ۵۰ غلام وہ آزاد کر دے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے باپ نے ۱۰۰ غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی، جن میں سے ۵۰ غلام ہشام نے آزاد کر دیئے ہیں، جبکہ ۵۰ غلام آزاد کرنے باقی ہیں۔ کیا میں اس کی طرف سے آزاد کر دوں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَاعْتَقْتُمْ عَنْهُ اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ اَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذٰلِكَ)) [2]

''اگر وہ مسلمان ہوتا، تو تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے، تو اس کا اجر اسے پہنچتا۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اولاد والدین کی طرف سے اگر صدقہ کریں۔ غلام آزاد کریں تو انہیں نفع ہوتا ہے، بشرطیکہ والدین نے توحید کا اقرار کیا ہو۔ مشرک والدین کو فائدہ نہیں ہوتا۔ نیک اولاد والدین کی کمائی ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ اولاد کے علاوہ دیگر افراد کا میت کی طرف سے صدقہ کرنا محتاج دلیل ہے۔

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] نسائی / کتاب الوصایا، مسلم / کتاب الوصیة / باب وصول ثواب الصدقات الی المیت، ابن ماجه / کتاب الوصایا

[2] ابو داؤد / کتاب الوصایا

((وَأَحَادِيْثُ الْبَابِ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الصَّدَقَةَ مِنَ الْوَلَدِ تَلْحَقُ الْوَالِدَيْنِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا بِدُوْنِ وَصِيَّةٍ مِنْهُمَا وَيَصِلُ إِلَيْهِمَا ثَوَابُهَا فَيُخَصَّصُ بِهٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ عُمُوْمُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴾ وَلٰكِنْ لَيْسَ فِيْ أَحَادِيْثِ الْبَابِ اِلَّا لُحُوْقُ الصَّدَقَةِ مِنَ الْوَلَدِ وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ وَلَدَ الْاِنْسَانِ مِنْ سَعْيِهٖ فَلَا حَاجَةَ إِلٰى دَعْوَى التَّخْصِيْصِ وَاَمَّا مِنْ غَيْرِ الْوَلَدِ فَالظَّاهِرُ مِنَ الْعُمُوْمَاتِ الْقُرْآنِيَةِ اَنَّهٗ لَا يَصِلُ ثَوَابُهٗ اِلَى الْمَيِّتِ فَيُوْقَفُ عَلَيْهَا حَتّٰى يَأْتِيَ دَلِيْلٌ يَقْتَضِيْ تَخْصِيْصَهَا)) [1]

''اس باب کی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اولاد کی طرف سے صدقہ والدین کی وصیت کے بغیر ان کی وفات کے بعد انہیں ملتا ہے اور اس کا ثواب انہیں پہنچتا ہے۔ ان احادیث کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے فرمان (نہیں ہے، انسان کے لیے، مگر وہی جو اس نے کوشش کی) کے عموم کی تخصیص کی جاتی ہے، لیکن باب کی احادیث میں صرف اولاد کے صدقے کا ذکر ہے، اور یہ بات ثابت ہے کہ انسان کی اولاد اس کی سعی وکوشش سے ہے، لہٰذا تخصیص کے دعوے کی حاجت نہیں۔ بہر کیف اولاد کے علاوہ دیگر افراد قرآنی عمومات میں شامل ہیں، ان کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ اس پر توقف کیا جائے گا، یہاں تک کہ ایسی دلیل مل جائے، جو تخصیص کا تقاضا کرے۔''

معلوم ہوا کہ اولاد کے علاوہ دیگر افراد کا میت کی طرف سے صدقہ کرنا بے دلیل ہے۔

٦۔ میت کی طرف سے حج کرنا:

میت کی طرف سے حج کرنے کی ایک دلیل تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، جو کہ ابوداؤد اور بیہقی کے حوالے سے گزر چکی ہے، دوسری دلیل یہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

((إِنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰى مَاتَتْ أَفَاَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ حُجِّيْ عَنْهَا اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى اُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهٗ؟ اِقْضُوا اللّٰهَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ)) [2]

''جہینہ قبیلے کی ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی۔ اس نے کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی

---

[1] نیل الاوطار ١٠٥/٤ تحت باب وصل ثواب القرب المهداة الى الموتىٰ

[2] بخاری / کتاب جزاء الصید / باب الحج والنذر عن المیت ، نسائی / کتاب المناسك

تھی، اس نے حج نہ کیا یہاں تک کہ فوت ہوگئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں تو اس کی طرف سے حج کر۔ بتاؤ کیا تیری ماں پر قرض ہوتا تو تم ادا کرتی؟ اللہ کا حق ادا کرو۔ اللہ وفا کا زیادہ حقدار ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے حج اگر کیا جائے، تو اسے نفع ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا اعمال کے علاوہ قل، تیجے، ساتویں، چالیسویں، قرآن خوانی وغیرہ ایسے امور ہیں، جن کا ذکر کسی بھی حدیث صحیح میں موجود نہیں، بلکہ یہ صرف اور صرف رسوم ہیں۔ شرع سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ امام العز بن عبدالسلام رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا:

((وَمَنْ فَعَلَ طَاعَةً لِلّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ أَهْدٰى ثَوَابَهَا اِلٰى حَيٍّ اَوْ مَيِّتٍ لَمْ يَنْتَقِلْ ثَوَابُهَا إِلَيْهِ إِذْ ﴿ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى ﴾ فَاِنْ شَرَعَ فِي الطَّاعَةِ نَاوِيًا اَنْ يَّقَعَ عَنِ الْمَيِّتِ لَمْ يَقَعْ عَنْهُ إِلَّا فِيْمَا اسْتَثْنَاهُ الشَّرْعُ كَالصَّدَقَةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ)) [1]

''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا کوئی کام کیا، پھر اس کا ثواب کسی زندہ یا مردہ کو بخشا تو اللہ کی اطاعت کا ثواب اسے نہیں پہنچے گا، کیونکہ قرآن میں ہے: (انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی) اگر کسی اطاعت کی ابتداء اس نیت سے کی کہ اس کا ثواب فلاں میت کو مل جائے تو یہ میت کی طرف سے واقع نہیں ہوگی۔ ہاں وہ چیزیں میت کی طرف سے واقع ہوں گی، جنہیں شریعت نے مستثنیٰ قرار دیا ہے، جیسے صدقہ، روزہ اور حج۔''

مذکورہ بالا احادیثِ صحیحہ اور ائمہ محدثین کی توضیحات سے معلوم ہوا کہ میت کو صرف انہی اعمال کا فائدہ ہوتا ہے جن کا بالتفصیل اوپر ذکر کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تیجہ، ساتواں، چالیسواں، گیارھویں شریف، قرآن خوانی جیسے امور کا کسی صحیح حدیث میں تذکرہ نہیں ہے۔ یہ ہنود کی رسوم ہیں۔ تفصیل کے لیے مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کی کتاب ''**تحفة الهند**'' کا مطالعہ کریں۔

احوالِ برزخ

س:...... سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز (فجر) پڑھنے کے بعد (عموماً) ہماری طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور پوچھتے کہ آج رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرے۔ راوی نے کہا کہ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو اسے وہ بیان کر دیتا اور آپ اس کی تعبیر اللہ کو جو منظور ہوتی، بیان

[1] كتاب الجنائز / للشيخ الالباني حفظه الله تعالىٰ، ص: ۲۰۰

فرماتے۔ ایک دن آپ نے معمول کے مطابق ہم سے دریافت فرمایا: ''کیا آج رات کسی نے تم میں کوئی خواب دیکھا ہے؟'' ہم نے عرض کی کہ کسی نے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: ''لیکن میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے۔ کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرے ہاتھ تھام لیے اور وہ مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ (اور وہاں سے عالم بالا کی مجھ کو سیر کرائی۔) وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص تو بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکس* تھا، جسے وہ بیٹھنے والے کے جبڑے میں ڈال کر اس کے سر کے پیچھے تک چیر دیتا تھا، پھر دوسرے جبڑے کے ساتھ بھی اسی طرح کرتا تھا، اس دوران میں اس کا پہلا جبڑا صحیح اور اپنی اصلی حالت پر آ جاتا اور پھر پہلے کی طرح وہ اسے دوبارہ چیرتا۔'' میں نے پوچھا کہ: ''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' میرے ساتھ کے دونوں آدمیوں نے کہا کہ آگے چلو، چنانچہ ہم آگے بڑھے، تو ایک ایسے شخص کے پاس آئے، جو سر کے بل لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص ایک بڑا سا پتھر لیے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ اس پتھر سے وہ لیٹے ہوئے شخص کے سر کو کچل دیتا تھا، جب وہ اس کے سر پر پتھر مارتا، تو سر پر لگ کر وہ پتھر دور چلا جاتا اور وہ اسے جا کر اٹھا لاتا، ابھی پتھر لے کر واپس بھی نہیں آتا تھا کہ سر دوبارہ درست ہو جاتا، بالکل ویسا ہی جیسا پہلے تھا۔ واپس آ کر وہ پھر اسے مارتا۔ میں نے پوچھا کہ: ''یہ کون لوگ ہیں؟'' ان دونوں نے جواب دیا کہ ابھی اور آگے چلو۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک تنور جیسے گڑھے کی طرف چلے، جس کے اوپر کا حصہ تو تنگ تھا، لیکن نیچے سے خوب فراخ۔ نیچے آگ بھڑک رہی تھی۔ جب آگ کے شعلے بھڑک کر اوپر کو اٹھتے تو اس میں جلنے والے لوگ بھی اوپر اٹھ آتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ اب وہ باہر نکل جائیں گے، لیکن جب شعلے دب جاتے تو وہ لوگ بھی نیچے چلے جاتے، اس تنور میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں۔ میں نے اس موقع پر بھی پوچھا کہ: ''یہ کیا ہے؟'' لیکن اس مرتبہ بھی جواب یہی ملا کہ ابھی اور آگے چلو۔ ہم آگے چلے۔ اب ہم خون کی ایک نہر کے اوپر تھے۔ نہر کے اندر ایک شخص کھڑا تھا اور اس کے بیچ میں ایک شخص تھا، جس کے سامنے پتھر رکھا ہوا تھا، نہر کا آدمی جب باہر نکلنا چاہتا تو پتھر والا شخص اس کے منہ پر اتنی زور سے پتھر مارتا کہ وہ اپنی پہلی جگہ پر چلا جاتا اور اسی طرح جب بھی وہ نکلنے کی کوشش کرتا، وہ شخص اس کے منہ پر پتھر اتنی ہی زور سے پھر مارتا کہ وہ اپنی اصلی جگہ پر نہر میں چلا جاتا۔ میں نے پوچھا: ''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا کہ ابھی اور آگے چلو۔ چنانچہ ہم اور آگے بڑھے اور ہرے بھرے باغ میں آئے، جس میں بہت بڑا درخت تھا، اس درخت کی جڑ میں ایک بڑی عمر والے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ درخت سے قریب ہی ایک شخص اپنے آگے آگ سلگا رہا تھا۔ میرے دونوں ساتھی مجھے لے کر اس

درخت پر چڑھے اس طرح وہ مجھے ایک ایسے گھر کے اندر لے گئے کہ اس سے زیادہ حسین و خوبصورت اور بابرکت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس گھر میں بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے تھے۔ میرے ساتھی مجھے اس گھر سے نکال کر، پھر ایک اور درخت پر چڑھا کر مجھے ایک اور دوسرے گھر میں لے گئے، جو نہایت خوبصورت اور بہتر تھا، اس میں بھی بہت سے بوڑھے اور جوان تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''تم لوگوں نے مجھے رات بھر سیر کرائی۔ کیا جو کچھ میں نے دیکھا اس کی تفصیل بھی کچھ بتلاؤ گے؟ انہوں نے کہا: ''ہاں! وہ جو تم نے دیکھا تھا، اس آدمی کا جبڑا لوہے کے آنکس سے پھاڑا جارہا تھا، تو وہ جھوٹا آدمی تھا، جو جھوٹی باتیں بیان کیا کرتا تھا۔ اس سے وہ جھوٹی باتیں دوسرے لوگ سنتے، اس طرح ایک جھوٹی بات دور دور تک پھیل جایا کرتی تھی، اسے قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ جس شخص کو تم نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جارہا تھا، تو وہ ایک ایسا انسان تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا، لیکن وہ رات کو پڑا سوتا رہتا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا، اسے بھی یہ عذاب قیامت تک ہوتا رہے گا اور جنہیں تم نے تنور میں دیکھا تو وہ زنا کار تھے۔ اور جس کو تم نے نہر میں دیکھا وہ سود خور تھا۔ اور وہ بزرگ جو درخت کی جڑ میں بیٹھے ہوئے تھے، وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے ارد گرد والے بچے، لوگوں کی نابالغ اولاد تھی۔ (صحیح بخاری، کتاب التعبیر میں ان لفظوں کا اضافہ ہے کہ کیا مشرکوں کی اولاد کے لیے بھی یہی حکم ہے؟ فرمایا: ہاں! اولاد مشرکین کے لیے بھی۔) اور جو شخص آگ جلا رہا تھا، وہ دوزخ کا داروغہ تھا اور وہ گھر جس میں تم پہلے داخل ہوئے، جنت میں عام مومنوں کا گھر تھا اور یہ گھر جس میں تم اب کھڑے ہو یہ شہداء کا گھر ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میرے ساتھ میکائیل ہیں۔ اب اپنا سر اٹھاؤ۔ میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر بادل کی طرح کوئی چیز ہے۔ میرے ساتھیوں نے کہا یہ تمہارا مکان ہے۔ میں نے کہا: پھر مجھے اپنے مکان میں جانے دو۔ انہوں نے کہا ابھی تمہاری عمر باقی ہے، جو تم نے پوری نہیں کی، اگر آپ وہ پوری کر لیتے، تو اپنے مکان میں آجاتے۔'' ❶

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی روایت کے یہ آخری فقرے ہیں کہ ابھی تمہاری عمر باقی ہے، جو تم نے پوری نہیں کی، اگر آپ وہ پوری کر لیں تو اپنے مکان میں آجاتے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد مدینے والی قبر میں نہیں، بلکہ جنت کے سب سے اچھے گھر میں زندہ ہیں؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:...... سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا ہے، چنانچہ صحیح

---

❶ صحیح بخاری / کتاب الجنائز / باب ماقیل فی اولاد المشرکین

بخاری، کتاب الجنائز، اور کتاب التعبیر میں آپ دیکھ سکتے ہیں، پھر اس حدیث میں لفظ ہیں:((فَأَخْرَجَانِیُ إِلَی الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ))[''وہ دونوں مجھے ارض مقدس پر لے گئے۔''] تو آیا جنت الفردوس ارض مقدسہ میں ہے؟ قرآن مجید میں ہے:﴿ أَفَلَا یَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَافِی الْقُبُوْرِ ﴾[العادیات : ۹]['' کیا اسے وہ وقت معلوم نہیں جب قبروں میں جو کچھ ہے نکال لیا جائے گا۔'']، پھر فرمایا:﴿ وَإِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ﴾ [الانفطار : ٤]['' اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔''] نیز فرمایا:﴿ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَإِذَاهُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ ﴾[یٰسین : ٥١]['' صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف (تیز تیز) چلنے لگیں گے۔''] مشکاۃ میں بحوالہ صحیح مسلم لکھا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((أَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ ، وَأَوَّلُ مَنْ یَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ)) ❶[''میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں اور پہلا ہوں جس سے قبر پھٹے گی۔''] ہمارا فریضہ ہے کہ ہر آیت اور ہر صحیح حدیث پر ایمان رکھیں۔ باقی احوالِ قبر و برزخ اور احوالِ آخرت و قیامت کو احوال دنیا پر قیاس کرنا درست نہیں، جیسا کہ انسان کی شکم مادر والی زندگی کو اس کی ولادت کے بعد والی دنیاوی زندگی پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔

س :......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جہنم کو دیکھا، اس کا بعض حصہ بعض کو برباد کر رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ عمرو بن عامر الخزاعی اپنی آنتوں کو کھینچ رہا تھا۔ ❷

دوسری روایت میں ہے کہ:'' جب نبی علیہ السلام کے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔'' ❸

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا جب قیامت سے پہلے ہی جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں تو، پھر قیامت کے بعد جنت اور جہنم میں جانا کیسا؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج :......پچھلے جواب میں جو کچھ گزرا اس سے اس سوال کے جواب کی طرف کچھ نہ کچھ اشارہ ہوتا ہے کہ شکم مادر والی زندگی، بعد از ولادت دنیا والی زندگی، قبر و برزخ والی زندگی اور آخرت، قیامت، جنت و دوزخ والی زندگی چاروں زندگیاں الگ الگ احکام رکھتی ہیں۔ ایک کے احکام کو دوسری کے احکام پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ تو قیامت سے پہلے جنت وجہنم میں جانے اور قیامت کے بعد جنت وجہنم میں جانے کے درمیان فرق

❶ مشکوٰۃ / کتاب الفضائل والشمائل / باب فضائل سید المرسلین صلوات اللّٰہ وسلامه علیه الفصل الاول
❷ بخاری / کتاب التفسیر / باب ماجعل اللّٰہ من بحیرة ولا سائبة ولا وصیلة ولا حام
❸ بخاری / کتاب الجنائز / باب ماقیل فی اولاد المشرکین

ہے۔ دیکھیے شکم مادر میں زندگی اور ولادت کے بعد والی زندگی میں فرق ہے۔ یہ صرف سمجھانے کی خاطر کہہ رہا ہوں، ایک زندگی کو دوسری پر قیاس نہیں کر رہا۔ تو قبر و برزخ والی نیز آخر جنت و دوزخ والی زندگی کی حقیقت اور کیفیت کو ہم کما حقہ نہیں سمجھ سکتے، تاوقتیکہ وہاں پہنچ نہ جائیں، اس لیے ہمیں کتاب و سنت کی اخبار پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ باقی حقیقت واقعیہ کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ضروری ہے۔

اوپر بیان شدہ چار زندگیاں دو ہی زندگیاں ہیں۔ زندگی قبل الموت اور زندگی بعد الموت۔ قبل الموت زندگی کے دو حصے ہیں۔ اسی طرح بعد الموت زندگی کے بھی دو حصے ہیں۔ تو اس تفصیل کا اعتبار کیا جائے تو پھر چار کا لفظ بھی بول سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ چار والی بات: ﴿ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ط ﴾ [''وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دوبار مارا اور دوبار زندہ کیا، اب ہم اپنے گناہوں کے اقراری ہیں تو کیا اب کوئی راہ نکلنے کی بھی ہے۔''][المؤمن: ١١] کے منافی نہیں ہے۔

٢٤ / ١٢ / ١٤٢١ھ

س: ...... کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد عذاب و راحت روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے، جبکہ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ﴾ ''مردے ہیں جان کی رمق تک نہیں۔''[النحل: ٢١] بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے: ((عَجَبُ الذَّنَبِ)) کے علاوہ مٹی جسم انسانی کی ہر چیز کو برباد کر دیتی ہے۔[بخاری / کتاب التفسیر / باب قوله: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾[الزمر: ٦٨] اب بتایا جائے کہ قرآن و حدیث کی اس کھلی شہادت کے بعد قیامت تک اس قبر دنیا کے مردہ پر عذاب و راحت کا دور کیسے گزرے گا۔ کتنوں کو جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہے، کسی کو درندہ ہڑپ کر جاتا ہے اور کوئی مچھلیوں کا نوالہ بن جاتا ہے، آخر ان مرنے والوں کو تو قبر میں دفن ہی نہیں کیا گیا، ان کو کیسے اٹھا کر بٹھایا جائے گا، کیسے سوال و جواب ہوگا اور کس طرح ان پر عذاب و راحت کا دور قیامت تک گزرے گا، جبکہ ان کا جسم ہی سلامت نہیں رہا وہ تو ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس کے ذرات مٹی میں مل گئے؟

جبکہ دوسری طرف عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودیہ پر گزرے اس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ لوگ اس (یہودیہ) پر رو رہے ہیں اور اس کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (بخاری) اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ یہودیہ عورت ابھی زمینی قبر میں دفن بھی نہیں کی گئی تھی۔

زمین کے اوپر ہی تھی اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس یہودیہ عورت کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے، معلوم ہوا کہ یہاں قبر سے مراد برزخی قبر ہے، دنیاوی نہیں؟ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی روایت...... رسول اللہ ﷺ نے تنور نما گڑھا دیکھا، جس میں برہنہ مرد اور عورتوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ (بخاری)...... جبکہ دنیا میں زنا کاروں کی قبریں مختلف ممالک اور مختلف مقامات پر ہوتی ہیں، مگر برزخ میں ان کو ایک ہی تنور میں جمع کر کے آگ کا عذاب دیا جاتا ہے۔

قرآنِ مجید میں ہے: ''ہر شخص کو مرنے کے بعد قبر ملتی ہے۔'' [عبس : ۲۱] لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کو یہ قبر میسر نہیں آتی، کچھ لوگ ڈوب جاتے ہیں، بعض کو جلا کر راکھ بنا دیا جاتا ہے، تو انہیں قبر کہاں ملی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عذاب اس قبر (یعنی زمینی گڑھے) میں نہیں بلکہ برزخی قبر میں ہوتا ہے؟ اس مسئلہ کی وضاحت قرآن وحدیث کی روشنی میں عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں فرما دیجئے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:...... اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ كَلَّآ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآءِ هِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۰] [''ہرگز ایسا نہیں ہوتا یہ تو صرف ایک قول ہے، جس کا یہ قائل ہے ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴾ [عبس : ۲۱] [''پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں دفن کیا۔''] تو انسان کی دنیاوی موت کے بعد وہ جہاں بھی جائے جلا کر راکھ کر دیا جائے، اسے درندے ہڑپ کر جائیں، اسے مچھلیاں کھا جائیں یا اس کے ذرات خاک میں مل جائیں، یہ اس کے لیے قبر بھی ہے اور برزخ بھی۔ جیسا کہ مندرجہ بالا آیات کریمہ سے ثابت ہو رہا ہے، پھر ان آیات سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ برزخ وقبر میں انسان کا بدن جسم اور روح دونوں جاتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ ﴾ فرمایا۔ ﴿ وَمِنْ وَّرَآءِ اَرْوَاحِهِمْ ﴾ نہیں فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ﴿ فَاَقْبَرَهٗ ﴾ فرمایا۔ ﴿ فَاَقْبَرَ رُوْحَهٗ ﴾ نہیں فرمایا۔

روح کے قبر و برزخ میں ثواب وعذاب میں تو کسی کو کوئی شبہ نہیں، شبہ تو روح کے ساتھ ساتھ جسم کے ثواب و عذاب میں ہے۔ تو اس سلسلہ میں عرض کروں گا، آپ خود لکھتے ہیں ((عَجْبُ الذَّنَبِ)) [ریڑھ کی ہڈی۔] ہڈی باقی رہتی ہے۔ پھر آپ ہی لکھتے ہیں کتنوں کو جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہے، نیز آپ ہی لکھتے ہیں ذرات مٹی میں مل گئے۔ تو غور فرمائیں یہ تینوں چیزیں عجب الذنب، راکھ اور مٹی کے ذرات جسم ہی تو ہیں، پھر واقعہ مشہور ومعروف ہے کہ ایک آدمی نے بیٹوں کو وصیت کی مجھے مرنے کے بعد جلا دینا، کچھ راکھ سمندر میں بہا دینا اور کچھ ہوا میں اڑا دینا، بیٹوں نے اس کے مرنے کے بعد ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر وہوا کو حکم دیا راکھ اکٹھی کر کے انسان بنا کر سامنے

کھڑا کرلیا اور پوچھا۔ [''ایسا تو نے کیوں کروایا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ تیرے ہی خوف سے، اے اللہ! اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے اس کی مغفرت فرمادی۔''] ❶

باقی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ ایک یہودیہ پر گزرے...... الخ، بخاری شریف سے باحوالہ کتاب وباب الفاظ سمیت نقل فرمائیں، پھر پتہ چلے گا اس سے کیا نکلتا ہے اور کیا نہیں نکلتا۔

رہی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی حدیث جس میں کذاب، آکل الربا، عالم قرآن اور زناۃ کو عذاب ہوتے، آپ کو دکھائے گئے۔ ❷ تو اس سے قبر و برزخ میں جسم اور روح دونوں کو ثواب وعذاب ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس میں کذاب آیا ہے، روح کذاب نہیں آیا۔ آکل الربا آیا ہے، روح آکل الربا نہیں آیا۔ الخ

رہی قبر و برزخ کے ثواب وعذاب کی کیفیت تو وہ ویسے ہی ہے، جیسے کتاب وسنت میں ذکر آیا۔ اس سے زیادہ ہمیں علم نہیں۔ آپ کا سوال عذاب وراحت کا دور کیسے گزرے گا؟ جواباً گزارش ہے جیسے اللہ تعالیٰ گزارے گا۔

آپ کا لکھنا: ''دنیا میں زناکاروں کی قبریں مختلف ممالک اور مختلف مقامات پر ہوتی ہیں، مگر برزخ میں ان کو ایک ہی تنور میں جمع کر کے آگ کا عذاب دیا جاتا ہے۔'' نہ قرآن مجید میں ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی سنت و حدیث میں حوالہ درکار ہے؟

۵ / ۷ / ۱۴۲۲ھ

س: ...... براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: ((فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِیْ جَسَدِہٖ)) یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ محدثین میں سے کس نے اسے صحیح قرار دیا ہے؟ بحوالہ تحریر فرمادیں۔ (حدیث براء بن عازب، رواہ احمد و ابو داؤد و قال البانی: اسنادہ صحیح، مشکوۃ باب ما یقال عند من حضر الموت، الفصل الثالث) فرقہ عثمانیہ والے البانی کی تحقیق کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے۔

(۲) ...... منکرین کے سوال جواب کے بعد روح میت کے بدن سے پھر نکال لی جاتی ہے یا ہمیشہ بدن ہی میں رہتی ہے۔ محدثین نے اس بارے میں کیا صراحت کی ہے؟

(۳) ...... روح کا اصل مقام کون سا ہے؟ کیا روح کا اصل ٹھکانہ میت کا جسم ہے جیسا کہ حدیث براء بن عازب سے اعادہ روح کا اثبات ہوتا ہے یا نیک لوگوں کی روحیں جنت میں اور بُرے لوگوں کی روحیں جہنم میں رہتی ہیں؟

ایک طرف تو براء بن عازب کی حدیث سے اعادہ روح ثابت ہوتا ہے اور دوسری طرف روح کا جنت یا جہنم

---

❶ صحیح بخاری / کتاب احادیث الانبیاء / باب ما ذکر عن بنی اسرائیل

❷ صحیح بخاری / کتاب التعبیر / باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح

میں ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے مثلاً شہداء جنت میں اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ابراہیم کو دودھ پلانے والی جنت میں موجود ہے۔''

عمرو بن لؤی کو آنحضرت ﷺ نے جہنم میں اپنی آنتیں کھینچتے دیکھا تھا۔ (صحیح بخاری)

براہِ مہربانی ان احادیث میں تطبیق دے دیں۔

فرقہ عثمانیہ کہتا ہے کہ ایک طرف تم کہتے ہو کہ قبر میں روح لوٹا دی جاتی ہے، دوسری طرف جہنم اور جنت میں بھی روح کی موجودگی ثابت ہوتی ہے اور مستزاد یہ کہ تم کہتے ہو کہ علیین یا سجین میں روحیں رہتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اہلحدیث کی باتوں میں تضاد ہے لہٰذا شہداء کے جنت میں ہونے والی احادیث اور عمرو بن لؤی وغیرہ کے جہنم میں عذاب پانے والی احادیث کے پیش نظر صرف یہی عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ مرتے ہی روح جنت یا دوزخ میں بھیج دی جاتی ہے۔ قبر میں روح لوٹائے جانے کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔

براہ مہربانی وضاحت فرما دیں کہ منکر نکیر کے حساب کتاب لینے کے بعد روح میت کے بدن سے نکال دی جاتی ہے یا نہیں اور پھر اس کا مستقل مقام کون سا قرار پاتا ہے۔ کیا سجین جہنم کا ایک مقام ہے؟ کیا علیین جنت ہی کا ایک مقام ہے؟

(۴)...... کیا عرض اعمال کا عقیدہ درست ہے؟ مسند احمد جلد سوم ۱۶۵ میں حدیث ہے:

''بے شک تمہارے اعمال تمہارے فوت شدگان، اعزہ واقارب پر پیش ہوتے ہیں۔ اگر وہ اعمال اچھے ہوں تو یہ فوت شدگان خوش ہوتے ہیں اور اگر ایسے نہ ہوں تو دعا کرتے ہیں......''

(۵)...... عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ صحابی کی شہادت کے بعد ان کے بعض انصاری عزیز واقارب دعا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں ایسے عمل سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو مجھے عبداللہ بن رواحہ کے پاس شرمندہ کرے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد سوم، ص: ۴۳۹)''

ج: (۱)... صحیح ہے۔

(۲)...... مؤمن کی روح بدن میں بھی ہوتی ہے اور جنت میں بھی۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ باقی قبر و برزخ کی زندگی کو دنیاوی زندگی پر قیاس کرنا درست نہیں جیسا کہ ماں کے پیٹ میں بچے کی زندگی کو دنیاوی زندگی بعد از ولادت پر قیاس کرنا درست نہیں۔

(۳)......نمبر۲ میں اس کا جواب گزر چکا ہے۔

دونوں باتیں درست ہیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے ثابت ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں۔ تطبیق کی کوئی ضرورت نہیں۔ کتاب وسنت سے ثابت عقیدہ، عمل اور قول کو اپنانے والوں کو کافر کہنے والے غور فرمائیں ان کے اس فتویٰ کی زد کہاں پڑتی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

(۴)......مسند امام احمد جلد سوم ص ۱۶۵ پر اس کی سند اس طرح ہے: ((حدثنا عبدالله حدثني أبي ثنا عبدالرزاق ثنا سفيان عمن سمع أنس بن مالك يقول: قال النبي ﷺ")) معلوم ہے کہ سند میں "من سمع انسا" مجہول ہے۔

(۵)......آپ کے محولہ مقام پر لکھا ہے: ((وكان بعض الأنصار من أقارب عبدالله بن رواحة يقول: إني أعوذبك من عمل أخزى به عند عبدالله بن رواحة۔ كان يقول ذلك بعد أن استشهد عبدالله))

اولاً تو یہ بے سند ہے ابن کثیر میں اس کی کوئی سند نہیں۔ ثانیاً یہ بعض الأنصار من أقارب عبداللہ کا عمل ہے رسول اللہ ﷺ کی حدیث وسنت نہیں اور معلوم ہے موقوفات اور مقطوعات دین میں حجت ودلیل نہیں۔

۱۴۲۴/۴/۶ھ

س:......روح کے بدن میں واپس لوٹائے جانے کی غلط روایت: "براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت کہ ہر مرنے والے کی روح سوال وجواب سے پہلے اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔" [1] یہ روایت بھی ضعیف ہے اور نا قابل اعتبار ہے۔ سند یوں ہے: ((عن احمد بن حنبل عن ابی معاوية عن الاعمش عن منهال بن عمرو عن زاذان عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ)) اس روایت میں بھی شیعہ زاذان ہے، جس کو سلمہ بن کہیل ابوالبختری سے بھی کمتر سمجھتے ہیں، اور دوسرا اس کا شاگرد منہال بن عمرو ہے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے والد احمد بن حنبل کہتے تھے کہ ابو بشر مجھ کو منہال سے زیادہ بھلا لگتا ہے۔ اور اس ابو بشر جعفر بن ایاس کو شعبہ نے ضعیف کہا ہے۔ ابن معین منہال کی شان گراتے تھے، حاکم نے کہا کہ یحییٰ القطان اس کو ضعیف گردانتے تھے اور ابو محمد بن حزم بھی اس کو ضعیف کہتے تھے، اور اس کی اس براء بن عازب رضی اللہ عنہ والی روایت کو رد کرتے تھے۔ [2] معلوم ہوا کہ مرنے والے کے دنیاوی جسم میں روح کا واپس لوٹایا جانا غلط ہے؟...... [3]

---

[1] رواه احمد، مشكوٰة، ص: ۱۴۲

[2] تهذيب التهذيب، جلد ۱۰، ص: ۳۱۹، ۳۲۰، ميزان الاعتدال، جلد: ۳، ص: ۲۰۴

[3] بحواله يه مزار صفحه: ۲۱، ڈاکٹر عثمانی

:...... روح کے بدن میں لوٹائے جانے کی براء بن عازب رضی اللہ عنہ والی حدیث پر آپ نے دو حکم لگائے، غلط روایت اور ضعیف روایت۔ جبکہ آپ کی یہ دونوں باتیں درست نہیں۔ کیونکہ یہ حدیث نہ غلط ہے، نہ ضعیف۔ بلکہ حسن صحیح ہے۔ چنانچہ محدث دوراں شیخ البانی رحمہ اللہ تعلیق مشکاۃ میں لکھتے ہیں: [1] ((وإسناده صحيح))

صاحب تنقیح الرواۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ((وحديث براء بن عازب هذا رواه أيضا النسائي وابن ماجه، والحاكم ، وقال: صحيح على شرط الشيخين ، وابن خزيمة والبيهقي ، والضياء في المختارة ، وأبو عوانة الإسفرايني في صحيحه ، وابن منده في كتاب الروح والنفس، ، وله شاهد عن أبي سعيد عند أحمد وابن أبي الدنيا في ذكر الموت ، وابن أبي عاصم في السنة ، والنسائي وابن جرير ، والبيهقي في عذاب القبر ، وصحح ، وقد تكلم ابن حزم في المنهال وهو راوي الحديث ، ولا يلتفت إليه بعد احتجاج الشيخين به۔ ا هـ))

صاحب مرعاۃ المفاتیح رحمہ اللہ لکھتے ہیں: (((رواه أحمد وأبو داؤد) في السنة ، وأخرجه أيضا النسائي ، وابن ماجه مختصرا ، والبيهقي ، وقال: هذا حديث صحيح الإسناد۔ والحاكم ، وقال: صحيح على شرط الشيخين۔ وقال المنذري في الترغيب بعد ذكر الحديث من رواية الإمام أحمد: هذا حديث حسن رواته محتج بهم في الصحيح ، وهو مشهور بالمنهال ابن عمرو عن زاذان عن البراء۔ كذا قال أبو موسى الأصبهاني والمنهال وثقه ابن معين والعجلي وروى له البخاري حديثا واحدا ، ولزاذان في كتاب مسلم حديثان۔ ا هـ))

آپ نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام نقل فرمایا، ظاہر یہی ہے آپ نے اس پر اعتماد بھی کیا۔ اسی لیے مناسب ہے کہ اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بھی نقل کر دیا جائے، تاکہ آپ کو ایک گنا اطمینان وسکون حاصل ہو جائے۔ چنانچہ حافظ صاحب موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مایہ ناز کتاب ''فتح الباری'' میں لکھتے ہیں: ((وقد رواه زاذان أبو عمر عن البراء مطولا مبينا أخرجه أصحاب السنن ، وصححه أبو عوانة وغيره ، وفيه من الزيادة في أوله: استعيذوا بالله من عذاب القبر۔ وفيه: فترد روحه في جسده۔ وفيه: فيأتيه ملكان فيجلسانه الخ وقال في موضع من هذه الباب:

[1] مشكوٰة / كتاب الجنائز / باب ما يقال عند من حضره الموت

وقد أخذ ابن جرير ، وجماعة من الكرامية من هذه القصة أن السؤال فى القبر يقع على البدن فقط ، وأن الله يخلق فيه إدراكا بحيث يسمع ويعلم ويلذويألم ، وذهب ابن حزم وابن هبيرة إلى أن السؤال يقع على الروح فقط من غير عود إلى الجسد۔ وخالفهم الجمهور ، فقالوا: تعاد الروح إلى الجسد أو بعضه كما ثبت فى الحديث ولوكان على الروح فقط لم يكن للبدن بذلك اختصاص۔ الخ وقال فى موضع منه: قوله: فيقعد انه۔ زاد فى حديث البراء: فتعاد روحه فى جسده۔ كما تقدم فى أول أحاديث الباب۔ الخ

وقال فى أواخر الباب: وفيه أن الميت يحيا فى قبره للمسألة خلافا لمن رده ، واحتج بقوله تعالى: قالوا ربنا أمتنا اثنتين وأحييتنا اثنتين۔ الآية قال: فلوكان يحيا فى قبره للزم أن يحيا ثلاث مرات ، ويموت ثلاث مرات وهو خلاف النص۔ والجواب بأن المراد بالحياة فى القبر للمسألة ليست الحياة المستقرة المعهودة فى الدنيا التى تقوم فيها الروح بالبدن ، وتدبيره ، وتصرفه ، وتحتاج إلى مايحتاج إليه الأحياء ، بل هى مجرد إعادة لفائدة الامتحان الذى وردت به الأحاديث الصحيحة فهى إعادة عارضة۔ الخ)) [۳ / ۲۳٤ - ۲۳۵ - ۲۳۷ - ۲۳۸]

((يقول النور فورى: إن قول الحافظ بل هى مجرد إعادة لفائدة الامتحان۔ وقوله: فهى إعادة عارضة فليسا بصواب لأن الثواب اوا العذاب الذى يحصل للميت فى القبر والبرزخ بعد المسألة والامتحان يستمر إلى يوم القيامة كما نص عليه فى الأحاديث الصحيحة ، ومعلوم أن الثواب والعذاب يستلزمان۔ الحياة ولو فى القبر والبرزخ و هذا لاينافى قول الكفار ربنا امتنا اثنتين......الخ - لأنهم يعنون بالموتتين الموتة قبل ولادتهم والموتة التى تقطع حياتهم الدنيوية ، وبالحياتين حياتهم الدنيوية ، وحياتهم التى حين بعثهم الله من قبورهم ، وهذا كما قال الله تبارك وتعالىٰ: كيف تكفرون بالله وكنتم أمواتا فأحياكم ثم يميتكم ثم يحييكم ثم إليه ترجعون۔ وهذا قلناه استطرادا وإلا فإنما مقصودنا أن الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالىٰ من الذين يثبتون ويصححون حديث البراء بن عاذب رضی اللہ عنہ فى رد الروح إلى الجسد فى القبر ،و أيضا هو من الذين يقولون بأن الثواب والعذاب فى

القبر والبرزخ يحصلان للروح مع الجسد أو الجسد مع الروح لا للجسد فقط ، ولا للروح فقط.))

آپ نے دیکھ لیا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ردروح والی حدیث کو کتنے بڑے بڑے محدثین عظام نے صحیح و حسن قرار دیا ہے، اس کے بعد اس کی سند میں وارد راوی منہال بن عمرو اور زاذان کی توثیق وتثبیت کی چنداں ضرورت تو نہ تھی، کیونکہ ان سب محدثین کے ہاں وہ دونوں ثقہ ہیں، ورنہ وہ ان کے متفرد ہونے کے باوصف ان کی حدیث کو صحیح یا حسن کہنے کے مجاز نہ تھے، چونکہ آپ نے ان دونوں راویوں پر حرف گیری کی ہے، اس لیے آپ کی اس خواہ مخواہ حرف گیری کا جواب لکھا جاتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں: ''اس روایت میں بھی شیعہ زاذان ہے۔ جس کو سلمہ بن کہیل ابوالبختری سے بھی کمتر سمجھتے ہیں۔'' جواباً گزارش ہے کہ تہذیب التہذیب میں لکھا ہے: ((قال ابن الجنيد عن ابن معين ثقة لا يسأل عن مثله۔ وقال ابن عدى: أحاديثه لا بأس بها إذا روى عنه ثقة۔ وقال ابن سعد: كان ثقة كثير الحديث۔ وقال ابن عدى: روى عن ابن مسعود وتاب على يديه۔ وقال الخطيب: كان ثقة۔ وقال العجلى: كوفي تابعي ثقة۔ انتهى بالاقتصار۔))

رہا زاذان کو شیعہ قرار دینا تو وہ درست نہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب میں صرف اتنا فرمایا ہے کہ اس میں کچھ شیعیت ہے۔ جیسا کہ آپ نے خود ترجمہ فرمایا: '' فيه شيعية '' (اس میں شیعیت ہے۔) تو اب کے شیعیت کو شیعہ بنانے والوں کو کچھ نہ کچھ تو ضرور حاصل ہوگا، کیونکہ یہ بھی تو ایک کارنامہ ہی ہے نا۔

پھر شیعیت تو شیعیت شیعہ ہونا بھی باعث ضعف نہیں، جبکہ اس میں اور کوئی سبب ضعف موجود نہ ہو، کیونکہ اہل بدعت غیر مکفرہ میں صحیح بات یہی ہے، وہ اگر داعیہ نہ ہوں، تو ان کی روایت بوجہ ان کی بدعت کے ضعیف نہیں بنے گی۔ مقدمہ فتح الباری، شرح نخبہ، مقدمہ ابن صلاح، تدریب الراوی، ارشاد الفحول وغیرہ۔ پھر دیکھئے ابوالبختری جن کو آپ اور آپ کے ہمنوا زاذان سے بیشتر سمجھ رہے ہیں۔ شیعیت ان میں بھی پائی جاتی تھی۔ حافظ ابن حجر ہی لکھتے ہیں: ((وقال العجلى: تابعي ثقة فيه تشيع۔)) [تهذيب التهذيب] اور تقریب میں فرماتے ہیں: ((فيه تشيع قليل)) اگر شیعیت باعث ضعف ہے، تو آپ کو چاہیے ابوالبختری کو بھی ضعیف قرار دیں، جبکہ ابوالبختری ثقہ ثبت اور بخاری ومسلم کے رجال میں سے ہیں۔ جن سے شیخین نے احتجاج کیا ہے۔

باقی آپ کا لکھنا ''جس کو سلمہ بن کہیل ابوالبختری سے بھی کم تر سمجھتے ہیں۔'' بھی کے اضافہ کے ساتھ اور راجب

کا ترجمہ کمتر کرکے تو وہ آپ لوگوں کی رنگ آمیزی اور مغالطہ دہی ہے، ورنہ سلمہ بن کہیل کے الفاظ ان باتوں پر دلالت نہیں کرتے۔ آیئے ان کے الفاظ پڑھیں۔ تہذیب التہذیب میں ان کے الفاظ یہ ہیں: ((ابو البختری احب إلي منه)) اور میزان الاعتدال میں ان کے الفاظ یہ ہیں: ((ابو البختری أعجب إلي منه)) ترجمہ یہ ہے ابوالبختری میرے ہاں اس سے زیادہ محبوب پسندیدہ ہے۔ مقصد واضح ہے کہ سلمہ بن کہیل ابوالبختری اور زاذان دونوں کو محبوب و پسندیدہ سمجھتے ہیں۔

البتہ ابوالبختری کو زاذان سے زیادہ محبوب و پسندیدہ گردانتے ہیں۔ آپ سوچیے اس عبارت سے بھلا زاذان کی تضعیف نکلتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ چنانچہ تقریب میں حافظ صاحب ابوالبختری کے متعلق لکھتے ہیں: ((ثقة ثبت فيه تشيع قليل كثير الإرسال)) اور زاذان کے متعلق لکھتے ہیں: ((صدوق يرسل وفيه شيعية))

آپ لوگوں نے ''جس کو سلمہ بن کہیل ابوالبختری سے بھی کم تر سمجھتے ہیں'' لکھ کر تاثر دیا ہے کہ ابوالبختری کوئی ضعیف و کم راوی ہے اور زاذان ابوالبختری سے بھی ضعیف و کمتر ہے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ۔

حقیقت وہی ہے جو واضح کی جا چکی ہے کہ ابوالبختری اور زاذان دونوں ہی سلمہ بن کہیل کے ہاں محبوب، پسندیدہ اور ثقہ ہیں۔ البتہ ابوالبختری ان کے ہاں زاذان سے زیادہ محبوب، پسندیدہ اور ثقہ ہیں۔

رہا معاملہ منہال بن عمرو والا تو یاد رہے اس میں بھی آپ کی اور آپ کے ہمنواؤں کی حالت زاذان والے معاملہ سے مختلف نہیں، کیونکہ منہال بن عمرو بھی ثقہ ہیں، جن کو ضعیف بنانے پہ آپ لوگ ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، نسائی، ابن حبان، ابوالحسن بن القطان اور عجلی انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں۔ [تهذيب التهذيب، ميزان الاعتدال] حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں: '' صدوق ربما وهم ''

آپ لکھتے ہیں: ''احمد بن حنبل کہتے تھے کہ ابوبشر مجھ کو منہال سے زیادہ بھلا لگتا ہے اور اس ابوبشر جعفر بن ایاس کو شعبہ نے ضعیف کہا ہے۔'' اس میں آپ باور یہ کرانا چاہتے ہیں کہ منہال بن عمرو امام احمد بن حنبل کے ہاں ابوبشر سے بھی ضعیف ہے، کیونکہ ابوبشر شعبہ کے ہاں ضعیف ہے اور یہ ابوبشر امام احمد کے نزدیک منہال سے زیادہ بھلا ہے تو ابوبشر ضعیف جب امام احمد کے ہاں منہال سے زیادہ بھلا ٹھہرا تو لامحالہ منہال امام احمد کے ہاں ضعیف تر راوی ہوا، پھر اس قول میں آپ نے یہ بھی باور کرایا ہے کہ امام احمد ابوبشر کو بھی ضعیف سمجھتے ہیں۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ۔ کیونکہ امام احمد بن حنبل نہ تو ابوبشر کو ضعیف سمجھتے ہیں اور نہ ہی منہال کو۔

دیکھئے حافظ ذہبی نے میزان میں امام احمد کے الفاظ نقل فرمائے ہیں: ((أبو بشر أحب إلي من المنهال وأوثق)) جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ ابو بشر اور منہال دونوں ہی امام احمد کے ہاں حبیب وثقہ ہیں، البتہ ابو بشر ان کے ہاں منہال سے اُحب و اُوثق ہے اور تہذیب التہذیب میں امام احمد کے الفاظ اس طرح ہیں: ((أبو بشر أحب إلي من المنهال وقال: نعم شديدا أبوبشر أوثق إلا أن المنهال أسن)) ان الفاظ کا مطلب بھی وہی ہے کہ ابو بشر اور منہال دونوں ہی امام احمد کے ہاں حبیب وثقہ ہیں۔ البتہ ابو بشر ان کے ہاں منہال سے احب و اُوثق ہے، ہاں منہال ابو بشر سے عمر میں بڑا ہے۔

رہا آپ کا فرمانا: ''اس ابو بشر جعفر بن ایاس کو شعبہ نے ضعیف کہا ہے۔'' جس کو آپ نے ابو بشر کے امام احمد کے ہاں ضعیف ہونے کی دلیل بنایا ہے، تو یہ سراسر مغالطہ اور بہتان ہے۔ کیونکہ شعبہ نے ابو بشر کو ضعیف نہیں کہا۔ پھر اگر بالفرض وہ اس کو ضعیف کہہ بھی دیتے تو اس کو امام احمد کے ہاں ابو بشر کے ضعیف ہونے کی دلیل بنانا درست نہیں، کیونکہ امام احمد شعبہ وغیرہ کے مقلد نہیں۔ خصوصاً جبکہ امام احمد ثقہ منہال سے ابو بشر کے احب و اُوثق ہونے کی تصریح فرما رہے ہیں تو شعبہ کے ابو بشر کو بالفرض ضعیف کہنے کو امام احمد کے ہاں اس کے ضعیف ہونے کی دلیل بنانا سراسر ظلم و ناانصافی ہے۔

ابو بشر جعفر بن ایاس واسطی کے متعلق حافظ ذہبی میزان میں فرماتے ہیں: ''صحاح ستہ کا راوی ہے، ثقہ راویوں میں سے ایک ثقہ راوی ہے۔'' نیز فرماتے ہیں: ((أورده ابن عدي في كامله فأساء)) کہ ابن عدی نے انہیں کامل میں ذکر کیا تو برا کیا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ابو بشر بالاتفاق ثقہ ہیں۔ کامل ابن عدی کے موضوع میں شامل نہیں، کیونکہ کامل کا موضوع بالاتفاق ضعیف راوی یا بالاختلاف ضعیف راوی کو ذکر کرنا ہے بالاتفاق ثقہ راوی کو ذکر کرنا اس کتاب کے موضوع میں شامل نہیں۔

ابو بشر کو امام احمد کا ثقہ بلکہ اوثق قرار دینا تو گزر چکا ہے، ان کے علاوہ ابو بشر کو ثقہ قرار دینے والے محدثین کرام کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔ یحییٰ بن معین، ابوزرعہ، ابوحاتم، عجلی، نسائی، ابن حبان، ابن عدی اور برویجی وغیرھم۔ رہے شعبہ تو انہوں نے بھی ابو بشر کو ضعیف نہ سمجھا اور نہ قرار دیا اور نہ ہی ضعیف کہا۔ چنانچہ تہذیب التہذیب وغیرہ میں ہے: ((كان شعبة يضعف أحاديث أبي بشر عن حبيب بن سالم)) نیز تہذیب التہذیب وغیرہ میں ہے: ((كان شعبة يضعف حديث أبي بشر عن مجاهد)) مطلب یہ ہے کہ شعبہ ابو بشر کی حبیب بن سالم اور مجاہد سے روایت کردہ احادیث کو ضعیف گردانتے ہیں، کیوں؟ اس لیے کہ شعبہ سمجھتے تھے ابو بشر کا

حبیب بن سالم اور مجاہد سے سماع نہیں۔ چنانچہ اس کی وضاحت بھی تہذیب التہذیب وغیرہ میں موجود ہے:((وکان شعبة یقول: لم یسمع أبو بشر من حبیب بن سالم وقال: لم یسمع منه (یعنی من مجاهد) شیئا)) تو ثابت ہو گیا کہ شعبہ نے ابو بشر کو ضعیف نہیں کہا۔ ہاں ابو بشر کی حبیب بن سالم اور مجاہد سے احادیث کو ضعیف کہا ہے وہ بھی بوجہ انقطاع وعدم سماع نہ کہ ابو بشر کے ضعیف ہونے کی وجہ سے۔

شعبہ نے ابو بشر سے حبیب بن سالم اور مجاہد کے علاوہ رواۃ سے بیان کردہ احادیث لی ہیں اور امام بخاری نے انہیں صحیح بخاری میں بھی درج فرمایا ہے۔ چنانچہ امام بخاری کتاب الجنائز / باب ماقیل فی اولاد المشرکین میں فرماتے ہیں:((حدثنا حبان: أخبرنا عبدالله: اخبرنا شعبة عن أبی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال: سئل رسول الله ﷺ عن أولاد المشرکین؟ فقال: الله إذ خلقهم أعلم بما کانوا عاملین۔))

اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ یزید بن رومان کی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث ضعیف ہے، اسی طرح حسن بصری کی ابو ہریرہ اور علی رضی اللہ عنہما سے حدیث ضعیف ہے، بوجہ انقطاع وعدم سماع۔ اب اس سے کوئی یزید بن رومان اور حسن بصری کو ضعیف گرداننا شروع کر دے تو یہ اس کی لاعلمی اور بے سمجھی ہے یا پھر ''جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے'' والا معاملہ ہے۔

آپ لکھتے ہیں: ''ابن معین منہال کی شان گراتے تھے۔'' اس کے متعلق اولاً گزارش ہے کہ ابن معین کے لفظ تہذیب التہذیب میں اس طرح ہیں:((کان ابن معین یضع من شان المنهال بن عمرو)) جس کا ترجمہ بنتا ہے ابن معین منہال کی شان سے کچھ گراتے تھے۔ آپ والا ترجمہ نہیں بنتا۔ ثانیاً آپ اس کا مطلب لے رہے ہیں کہ منہال ابن معین کے ہاں ثقہ نہیں ضعیف ہے جبکہ اس عبارت کا یہ مطلب لینا سراسر غلط ہے، کیونکہ ابن معین نے صاف اور واشگاف الفاظ میں فرما دیا ہے کہ ''منہال بن عمرو ثقہ ہے۔'' [تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال] لہٰذا اس شان سے مراد ان کے ثقہ ہونے کے علاوہ کوئی اور شان مراد ہے۔ لامحالہ جن کو تہذیب التہذیب میں ابن معین کے متعلق غلابی کا قول:((کان یضع من شان المنهال بن عمرو)) نظر آ گیا، انہیں اسی تہذیب التہذیب میں اس سے پہلے ابن معین کا قول کہ منہال بن عمرو ثقہ ہے بھی نظر تو آ گیا تھا، لیکن انہوں نے اسے درخور اعتنا نہ سمجھا آخر کیوں؟ کچھ تو ہے، جس کی پردہ داری ہے۔ یاد رہے ایسے کام علم و دین کی کوئی خدمت نہیں، بلکہ اپنی عاقبت خراب کرنے والا معاملہ ہے۔ أعاذنا الله من ذالك۔

آپ لکھتے ہیں: ''حاکم نے کہا کہ یحییٰ القطان اس کو ضعیف گردانتے تھے۔'' اس میں بھی آپ لوگوں نے تلبیس ہی سے کام لیا ہے، کیونکہ تہذیب التہذیب میں الفاظ اس طرح ہیں: ((قال الحاکم: المنهال بن عمرو غمزه يحيى القطان)) جس کا ترجمہ آپ نے فرمایا: ''یحییٰ القطان اس کو ضعیف گردانتے تھے۔'' جبکہ اس عبارت کا ترجمہ آپ والا نہیں بنتا۔ کیونکہ لفظ: ((ضعفه يحيى القطان وغيره ممايدل على التضعيف نصا)) نہیں، بلکہ لفظ ہیں: ((غمزه يحيى القطان)) اور غمز تضعیف میں نص نہیں۔ تضعیف کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے۔ جیسے آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ یحییٰ بن معین منہال بن عمرو کو بذاتِ خود ثقہ بھی کہہ رہے ہیں اور اس کی شان سے کچھ گرا بھی رہے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں: ''ابو محمد بن حزم بھی اس کو ضعیف کہتے تھے۔'' الخ، تو آپ کو علم ہے اہل علم اس بات میں ابن حزم کا رد فرما چکے ہیں۔ چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے: ((وقال أبو الحسن بن القطان: كان أبو محمد بن حزم يضعف المنهال، ورد من روايته حديث البراء، وليس على المنهال حرف فيما حكى ابن ابى حازم فذكر حكايته المتقدمة۔ قال: فإن هذا ليس بجرح إلا أن تجاوز إلى حد تحريم، ولم يصح ذلك عنه، وجرحه بهذا تعسف ظاهر، وقد وثقه ابن معين والعجلى)) اس مقام پر آپ لوگوں نے لا تقربوا الصلاۃ پڑھنے اور ''وانتم سکاری'' نہ پڑھنے والا کام کیا ہے، کیونکہ تہذیب التہذیب سے ابوالحسن بن القطان کا کلام: ((كان أبو محمد بن حزم يضعف المنهال ورد من روايته حديث البراء)) تو نقل فرما دیا، مگر اس کے بعد اس کے رد میں ابوالحسن بن القطان کا کلام: ((وليس على المنهال الخ)) جیسے ہم پہلے نقل کر آئے۔ آپ لوگوں نے نہ کتابوں میں نقل کیا اور نہ ہی ویسے لوگوں کو بتایا۔ اس کو آپ دین کی خدمت اور نشر و اشاعت سمجھتے ہیں تو سمجھیں۔ نفس الأمر اور واقع میں یہ دین کی کوئی خدمت نہیں نہ ہی یہ دین کی نشر و اشاعت ہے۔

آپ نے ڈاکٹر عثمانی کا تذکرہ فرمایا ہے تو ان کی تسلی کی خاطر عرض ہے کہ زاذان تو ثقہ راوی اور رجال مسلم میں شامل ہیں اور منہال بن عمرو بھی ثقہ اور رجال شیخین میں شامل ہیں اور ان دونوں پہ جو جرح آپ نے نقل کی اس کا حال آپ کو معلوم ہو گیا ہے کہ وہ نفس الأمر اور واقع میں کوئی جرح نہیں، جو ان میں ضعف کا سبب بن سکے۔ اس کے برعکس کئی راوی ہیں، جن پہ اسماء رجال کی کتب میں جرح زاذان اور منہال والی بے وزن جرح سے کہیں شدید اور واقعی جرح نقل کی گئی ہے۔ اس کے باوصف ڈاکٹر عثمانی ان راویوں کو ثقہ بلکہ اوثق گردانتے ہیں اور کتابوں میں

موجود جرح کو ان کے بارے میں درخور اعتناء نہیں سمجھتے اور زاذان اور منہال بن عمرو پر مغالطہ وتلبیس کے ذریعہ بنائی ہوئی جرح کو بڑی وقعت دے رہے ہیں۔ آیا یہ قسمة ضيزى والا معاملہ نہیں؟ عين الرضا كليلة عن كل عيب ج وعين السخط تبدى المساويا ١١ جمادى الاوّل ١٤٢٢ھ

س: ...... ۱ قبر کی حرمت کو جانوروں سے پامال ہونے کے خدشے سے بچانے کے لیے قبر کے چاروں اطراف میں لکڑی کا جنگلہ لگانا بدعت وحرام ہے یا جائز ہے؟

۲ میت کا نام مع ولدیت اور تاریخ وفات وغیرہ لکھ کر قبر پر کتبہ لگانا کیسا ہے؟ (محمد صدیق، ایبٹ آباد)

ج: ...... ۱ کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔

۲ جامع ترمذی میں ہے: ((عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تُجَصَّصَ الْقُبُوْرُ ، وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهَا وَاَنْ يُبْنٰى عَلَيْهَا وَأَنْ تُوْطَأَ)) [1] [''رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر لکھوائی کرنے اور اس پر عمارت بنانے اور اسے روندنے سے منع فرمایا۔''] واللہ اعلم۔

٢٢ / ١ / ١٤٢٤ھ

س: ...... قبر پر ٹہنی وغیرہ لگانا کیسا ہے اور بخاری، ص: ۳۵ کی حدیث جو قبر پر ٹہنی لگانے کے بارے ہے اس کی وضاحت کریں؟ (قاری عبدالصمد بلوچ)

ج: ...... صحیح بخاری کی اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ٹہنی لگانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو پتہ چل گیا تھا کہ ان دو قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے، پھر '' مالم ييبسا '' سے تخفیف موقت کی دعاء کا پتہ چلتا ہے، لہٰذا ان دو شرطوں کے ساتھ کوئی ٹہنی لگانا چاہتا ہے، تو لگائے! کیونکہ ہر قبر پر ہر حال میں ٹہنی لگانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ ٢ / ٢ / ١٤٢٤ھ

س: ...... آپ کی خدمت میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ایک عبارت پیش کر رہا ہوں اور آپ سے درخواست ہے کہ اس کے متعلق اپنی رائے سے نوازیں۔ آپ کی بہت نوازش ہوگی۔

((وقال ابو العباس فى موضع آخر ۔ وإخراج الصدقة مع الجنازة بدعة مكروهة وهى تشبه الذبح عند القبر ولا يشرع شىء من العبادات عند القبور الصدقة وغيرها۔ ويجوز زيارة قبر الكافر للإعتبار ولا يمنع الكافرين زيارة قبر أبيه

[1] ترمذى / ابواب الجنائز / باب كراهية تجصيص القبور والكتابة عليها ، مسلم / كتاب الجنائز / باب النهى عن تجصيص القبور دون الكتابة

المسلم ۔ واستفاضت الآثار بمعرفة الميت أهله وبأحوال أهله وأصحابه فی الدنیا وإن ذالك یعرض علیه وجاء ت الآثار بأنه یریٰ ایضًا وبأنه یدری بما یفعل عنده فیسر بما کان حسنا ویتألم بما کان قبیحا وتجتمع أرواح الموتیٰ فینزل الأعلیٰ إلی الأدنی لاالعکس۔)) [الفتاویٰ الکبریٰ لشیخ الإسلام الإمام ابن تیمیةؒ ، جلد: ٤ ص: ٤٤٧ ، کتاب الجنائز ، طبع مکتبة المعارف الریاض]

(صابر علی، خطب جامع مسجد حمیدیہ، رانا کالونی، جی۔ٹی۔ روڈ، گوجرانوالہ)

ج: ...... آپ نے جناب حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ایک عبارت " **واستفاضت الآثار بمعرفة الميت** "الخ، کے متعلق استفسار فرمایا ہے تو جواباً گزارش ہے کہ حافظ صاحب موصوف نے قرآنِ مجید سے کوئی آیت کریمہ نہیں لکھی، اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ سے کوئی صحیح یا حسن حدیث پیش فرمائی۔

رہے آثار تو وہ دین میں دلیل نہیں بنتے، اس لیے حافظ صاحب موصوف کا یہ موقف درست نہیں۔ واللہ اعلم۔

١٤٢٣/٢/٢٠ھ

کتاب الزکاۃ ...... زکوٰۃ کے مسائل

س:...... ہم نے ایک بھائی کو 40,000 روپے ادھار دیا ہے۔ اب وہ ٹال مٹول کرتا ہے اور اس بات کو دو تین سال گزر چکے ہیں اور پیسے واپس ملنے کی امید بھی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ کبھی ہزار کبھی دو ہزار اور کبھی اس سے کم وبیش تو اس صورت میں بتائیں کہ کیا ہم پر اس رقم کی زکوٰۃ ہے، اور کیا ایک سال کی زکوٰۃ واجب ہو گی یا جتنے سال رقم اس کے پاس رہے؟ (محمد ہاشم بن نذیر احمد یزمانی، جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)

ج:...... جتنے سال رقم اس کے پاس رہے، ان تمام سالوں کی زکوٰۃ قرض وادھار دینے والے کے ذمہ ہے۔

[عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مال کے سلسلہ میں جسے بعض حاکموں نے ظلم سے چھین لیا تھا، لکھا ہے کہ مالک کو اس کا مال واپس کریں اور اس میں سے گزرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ وصول کرلیں اس کے بعد پھر خط لکھا کہ اس مال سے گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ نہ لی جائے، بلکہ صرف ایک دفعہ زکوٰۃ لے لی جائے، کیونکہ وہ مال ضمار تھا۔ [1]

وضاحت:...... جس مال کے واپس ملنے کا یقین ہو (مثلاً قرض یا پراویڈنٹ فنڈ وغیرہ) اس پر سال بہ سال زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، لیکن جس مال کے واپس ملنے کی امید نہ ہو (مال ضمار) جب مل جائے تو گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کی بجائے مال ضمار کی طرح ایک مرتبہ زکوٰۃ ادا کر دینا کافی ہے۔] ۷ / ۱۲ / ۱٤۲۳ھ

س:...... مٹیاری کی ایک دوکان میں تقریباً چالیس ہزار کا سامان بیچنے کے لیے رکھا ہوا ہے۔ ماہانہ تقریباً چار ہزار بچت ہوتی ہے تو سالانہ کتنی زکوٰۃ فرض ہے؟ زکوٰۃ سونے کے نصاب کے مطابق دی جائے گی یا چاندی کے نصاب کے مطابق؟ (محمد افضل، ضلع سیالکوٹ)

ج:...... کاغذی کرنسی کا نصاب زکوٰۃ چاندی والا لگایا جائے گا۔ ½۵۲ تولہ چاندی کی مالیت کے کرنسی نوٹ ہوں تو زکوٰۃ فرض ہے، چالیسواں حصہ (1/40) شرح زکوٰۃ ہے۔ باقی آپ کی دکان میں کتنا سودا ہے کتنا آپ نے لوگوں سے لینا ہے اور کتنا آپ کے پاس نقد موجود ہے؟ ان تمام چیزوں کا حساب آپ نے خود کرنا ہے۔ ۸ / ۱ / ۱٤۲۱ھ

س:...... حافظ صاحب مسئلہ یہ درپیش ہے کہ ایک دکان ہے، جس میں جو سامان ہے وہ خرید وفروخت ہونے کی وجہ سے کم زیادہ ہوتا ہے تو اس طرح اس مال پر پورا سال بھی نہیں گزرتا ہے۔ کیا اس دکان کے مال سے زکوٰۃ ادا

[1] موطا امام مالك / كتاب الزكاة / باب الزكاة فى الدين

کرنا فرض ہے؟ اور اگر ہے تو کیا دکان کی ہر چیز کی قیمت لگا کر حساب کر کے ادا کی جائے یا ویسے ہی اندازے کے ساتھ زکوٰۃ نکال دے، جبکہ کچھ قرض لینے اور دینے بھی ہیں۔ (کلیم انور، ہزارہ)

ج:...... جو ماہ آپ نے زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لیے متعین فرمایا ہے اس ماہ جتنا سودا برائے فروخت دکان میں موجود ہے۔ خواہ اس پر سال گزرا ہے یا نہیں۔ اس کی حالیہ قیمت لگالیں، لاوکس ولا شطط. پھر جتنی رقم آپ کے پاس نقد موجود ہے یا آپ نے لوگوں سے لینی ہے وہ دونوں اس سودے کی قیمت میں جمع کر لیں اور جو قرض آپ نے دوسروں کو دینا ہے وہ اس میزان سے نکال لیں، جو باقی بچے اس کی زکوٰۃ ادا کر دیں۔

[رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے ہم اس مال کی زکوٰۃ ادا کریں جو ہم نے تجارت کے لیے تیار کر رکھا ہے۔] [1] ١٦ / ٧ / ١٤٢٣ھ

س:...... زکوٰۃ کس مال پر ہے، بعض کہتے ہیں نقد رقم، سونا، چاندی پر زکوٰۃ ہے۔ دکان اور کاروباری مال میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ (ملک محمد یعقوب)

ج:...... ابوداؤد میں ہے: ((عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِيْ نُعِدُّ لِلْبَيْعِ)) [2] [''رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ جن اشیاء کو ہم بیچنے کے لیے تیار کریں، ان میں سے زکوٰۃ نکالیں۔''] ٩ / ١٠ / ١٤٢٢ھ

س:...... مال مستفاد میں حق مؤقف کیا ہے؟ اس کی زکوٰۃ کس طرح ہوگی؟

(۲)...... مال مستفاد کی عربی اور اُردو میں تعریف تحریر فرمائیں اور ساتھ ہی تفصیل۔

(محمد یٰسین، مدرس ابوہریرہ اکیڈمی)

ج:...... مال مستفاد میں حق موقف ہے کہ اگر وہ پہلے صاحب نصاب ہے تو مال مستفاد کو نصاب میں ملا کر زکوٰۃ ادا کر لے اور اگر مال مستفاد آنے سے صاحب نصاب بنا ہے تو مال مستفاد کے آنے کی تاریخ سے سال بعد زکوٰۃ ادا کرے۔

(۲)...... ما استفاده الرجل أثناء السنة من الميراث أو الهبة أو غير ذلك۔

جس مال کو انسان دورانِ سال میراث ہبہ وغیرہ سے حاصل کرتا ہے وہ مال مستفاد ہے۔ ١٤٢٣/٦/٢٣ھ

---

[1] سنن ابی داؤد / كتاب الزكوٰة / باب العروض اذا كانت للتجارة

[2] ابو داؤد / كتاب الزكوٰة / باب العروض اذا كانت للتجارة هل فيها زكوٰة

س:......سونے یا چاندی کے لیے زکوٰۃ کا نصاب ہمارے شیخ کے بقول ایک انگوٹھی پر بھی زکوٰۃ ہوگی۔ اس کی وضاحت فرمائیں اور بتائیں کہ زکوٰۃ کتنی ہوگی؟ (میاں سرفراز اسلم سلفی، اوکاڑہ)

ج:......رسول اللہ ﷺ نے چاندی کا دوسو درہم اور سونے کا بیس دینار نصاب مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ إرواء الغليل (۳/ ۲۹۰) میں لکھا ہے: ((عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ فِيْ كِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَفِيْ كِتَابِ عُمَرَ فِي الصَّدَقَةِ أَنَّ الذَّهَبَ لَا يُؤْخَذُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَبْلُغَ عِشْرِيْنَ دِيْنَارًا ، فَإِذَا بَلَغَ عِشْرِيْنَ دِيْنَارًا فَفِيْهِ نِصْفُ دِيْنَارٍ وَالْوَرِقُ لَا يُؤْخَذُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَبْلُغَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ ، فَإِذَا بَلَغَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَفِيْهِ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ۔ ا ه))[''محمد بن عبدالرحمٰن انصاری سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ کی کتاب اور عمر رضی اللہ عنہ کی کتاب میں جو صدقہ کے بارے ہے، سونے سے کچھ نہ لیا جائے، جب تک وہ ۲۰ بیس دینار تک نہ پہنچے، پس جب وہ ۲۰ بیس دینار ہو تو اس میں نصف دینار زکوٰۃ ہے۔ اور چاندی سے کچھ نہ لیا جائے، جب تک وہ دوسو (۲۰۰) درہم نہ ہو، پس جب وہ ۲۰۰ دوسو درہم ہو جائے، تو اس میں پانچ ۵ درہم زکوٰۃ ہے۔'']

یاد رہے ایک دینار کا وزن ۴ ½ ماشہ = ۴ ⅜ گرام ہے اور ایک درہم کا وزن ۲۱/۸۰ تولہ = ۳ ۱/۱۶ گرام ہے۔ تو بیس دینار کا وزن ۷ ½ تولہ = ۸۷ ½ گرام ہے اور دوسو درہم کا وزن ۵۲ ½ تولہ = ۶۱۲ ½ گرام ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۴۲۲/۱۰/۲۳ھ

س:......آج کے دور میں زکوٰۃ کے لیے نصاب کا حساب سونے کی قیمت سے ہوگا یا چاندی کے اعتبار سے، جبکہ دونوں کی قیمتوں میں کافی تفاوت ہے؟ (محمد ہاشم یزمانی)

ج:......چاندی کا نصاب الگ ہے، ۲۰۰ درہم (۵۲ ½) تولہ سونے کا نصاب الگ ہے، ۲۰ دینار (۷ ½) تولہ رہے کرنسی، نوٹ تو ان میں چاندی والے نصاب کا اعتبار ہوگا۔

[نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سونے اور چاندی کا وہ مالک جو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن جہنم کی آگ میں اسے چوڑے چوڑے پتروں کی صورت میں ڈھال کر گرم کیا جائے گا۔''] [1] ۱۴۲۳/۱۲/۷ھ

س:......عشر ۱۹ من دانے ہونے کے بعد ایک من ہے یا دانے کم ہوئے ہیں تو پھر بھی اُن کا بیسواں حصہ دینا ہوگا۔ مثلاً بیس کلو دانے ہوئے ہیں تو اس میں سے بھی اکلو دینے ہوں گے۔ وضاحت فرمائیں؟ (ظفر اقبال)

---

[1] صحيح مسلم / الزكاة / باب إثم مانع الزكاة

ج:...... دانوں کا نصاب باعتبار کلو ۱۵ من پندرہ من تیس کلو اور باعتبار سیر ۱۶ من سولہ من پینتیس سیر ہے۔
دانے مذکور بالا نصاب (پانچ وسق) سے کم ہوں تو عشر یا نصف عشر فرض نہیں، اگر دانے مذکور بالا نصاب کو پہنچ جائیں یا زائد ہو جائیں تو عشر یا نصف عشر فرض ہے۔ واللہ اعلم۔

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔'' ❶

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تک غلہ اور کھجور کی مقدار پانچ وسق تک نہ ہو جائے اس پر زکوٰۃ نہیں۔'' ❷

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس زمین کو بارش یا چشمے پانی پلائیں یا زمین ترو تازہ ہو، اس کی پیداوار سے دسواں حصہ زکوٰۃ ہے، اور جس زمین کو کنویں کے ذریعے سے پانی دیا جائے، اس میں نصف عشر (یعنی بیسواں حصہ) زکوٰۃ ہے۔'' ❸] ۵ / ۱۱ / ۱۴۲۰ھ

س:...... ۱ کیا عشر اپنی زمین میں ہے، یا ٹھیکے والی زمین پر بھی ہے۔
۲ کیا عشر کے بغیر مال حلال ہے یا حرام؟ (ابوضماد، شیخوپورہ)

ج:...... ۱ اپنی زمین اور ٹھیکے والی زمین دونوں میں عشر یا نصف العشر ہے۔
۲ جس مال سے عشر یا زکوٰۃ نہ نکالی گئی ہو وہ مال حلال و حرام کا مجموعہ ہے۔

[خشک پھلوں میں عشر واجب ہے، جیسے منقیٰ، کھجور، اخروٹ، بادام، خوبانی، مونگ پھلی، کشمش وغیرہ۔ جب یہ حد نصاب کو پہنچ جائیں (پندرہ من، تیس کلو) اور خشک کے علاوہ پھلوں میں عشر واجب نہیں ہے، جیسے تربوز، انار، گنا وغیرہ سال کے بعد ان کے منافع پر تجارتی زکوٰۃ عائد ہو گی۔ یعنی اڑھائی فیصد یا چالیسواں حصہ۔

ایسی سبزیاں اور ترکاریاں جو جلد خراب نہیں ہوتیں، ان پر عشر واجب ہے، جیسے آلو، لہسن، ادرک، پیٹھا وغیرہ جب یہ حد نصاب کو پہنچ جائیں۔

جو جلد خراب ہونے والی ہیں ان پر عشر نہیں۔ جیسے کدو، ٹینڈا، کریلے، توریاں، ککڑی، کھیرا وغیرہ، بلکہ ان کے منافع پر سال گزرنے کے بعد تجارتی زکوٰۃ عائد ہو گی۔

---

❶ صحیح بخاری / کتاب الزکاۃ / باب لیس فیما دون خمس ذو صدقۃ
❷ صحیح سنن نسائی، للألبانی الجزء الثانی، رقم الحدیث: ۲۳۳۰
❸ صحیح بخاری / کتاب الزکاۃ / باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری

وہ اجناس جن پر عشر واجب ہے گندم، جو، چاول، چنے، جوار، باجرہ، مکئی، مسور، ماش، مونگ وغیرہ۔ جب یہ حد نصاب کو پہنچ جائیں۔

زرعی زکوٰۃ میں سال گزرنا شرط نہیں، بلکہ جب فصل کاٹی جائے یا پھل توڑا جائے، اسی وقت عشر واجب ہے۔] ٢٢ / ٧ / ١٤٢١ھ

س:...... ایک ملازم ہے، اس کی تنخواہ دو ہزار 2000 روپے ہے، جس کے پاس وہ ملازم ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ زکوٰۃ کا مستحق ہے۔ وہ ہر مہینے اس کو زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ کے ساتھ ایک ہزار روپے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہاری امداد کر رہا ہوں، کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:...... ملازم صدقہ و زکوٰۃ کے آٹھ مصارف سے کسی مصرف میں شامل ہے، اور زکوٰۃ دینے والے کی غرض صرف زکوٰۃ ادا کرنا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی غرض نہیں تو یہ معاملہ درست ہے۔ ٢٠ / ٧ / ١٤٢١ھ

س:...... اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ بھائی اگر آپ مدرسے کے لیے چندہ اکٹھا کریں، تو جتنے پیسے آپ لائیں گے، تو ہم آپ کو اس سے نصف دیں گے اور نصف مدرسہ کے لیے لیں گے، تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

(عبدالستار، نارووال)

ج:...... درست ہے، قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا ط ﴾[التوبة: ٦٠][''اور اس پر کام کرنے والے۔''] ٢١ / ٢ / ١٤٢٤ھ

س:...... کیا صدقات اور زکوٰۃ سے دینی مدرسہ کے لیے جگہ خریدی جا سکتی ہے اور اسی طرح اس جگہ اس مال سے مدرسہ کی تعمیر کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ (سائل ابو عبداللہ محمد امین)

ج:...... اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة: ٦٠] [''صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے فرض ہے، اللہ کی طرف سے اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔'']

صدقہ وزکوٰۃ کے مصرف ہیں آٹھ۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ہے ساٹھ۔ ان آٹھ مصارف میں سے کسی ایک کے

لیے یا دو کے لیے یا تین کے لیے یا سب کے لیے دینی مدرسہ کی خاطر جگہ خریدی جا سکتی ہے، نیز اس جگہ پر صدقات وزکوٰۃ کے مال سے عمارت تعمیر کی جا سکتی ہے۔ ہاں ایسے دینی مدارس میں جو طلبہ ان آٹھ مصارف سے کسی ایک مصرف میں بھی شامل نہیں وہ اپنا خرچہ جمع کروائیں۔ واللہ اعلم۔ ٢٠ / ١١ / ١٤٢١ھ

س:...... میرے دو چھوٹے بھائی معہد العالی مرید کے میں زیر تعلیم ہیں اور قرآن وحدیث کا علم حاصل کر رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ مدارس میں بچوں کی تعلیم پر جو پیسہ خرچ ہوتا ہے وہ زکوٰۃ وصدقات کا مال ہوتا ہے۔ میرے ذہن میں شروع سے یہ خلش موجود ہے کہ ہر خاص و عام کا وہاں اپنے بچوں کو پڑھانا جائز نہیں، بلکہ انہیں اپنے وسائل سے ان کی تعلیم کا بندوبست کرنا چاہیے۔ وہاں صرف نادار اور غریب لوگوں کے بچوں کا حق ہے۔ ہماری ماہانہ اوسطاً آمدن کم وبیش /5000 روپے ہے اور ہماری فیملی بمعہ دو زیر تعلیم بچوں کے 9 افراد پر مشتمل ہے، جس میں ایک چھوٹا بچہ شامل ہے۔ اور باقی سب مکمل افراد ہیں۔ براہِ کرم قرآن وسنت کی روشنی ڈال کر اپنا مفید مشورہ دیں کہ اس بارے میں کیا خیال ہے؟

ج:......صدقہ وزکوٰۃ کے مصرف ہیں آٹھ۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ہے ساٹھ۔ اگر آپ ان مصارف ثمانیہ سے کسی مصرف کا مصداق ہیں تو آپ کے لیے صدقہ وزکوٰۃ حلال اور طیب ورنہ آپ صدقہ وزکوٰۃ کا مصرف نہیں۔ اس لیے صدقہ وزکوٰۃ اس صورت میں آپ کے لیے درست نہیں۔ ٤ / ٨ / ١٤٢١ھ

س:......استاذِ محترم صدقہ فطرانہ آخری عشرہ میں دینا بہتر ہے اگر کوئی مسلمان پہلے عشرہ میں دے دیتا ہے تو کیا اس کا فطرانہ ادا ہو جائے گا یا وہ پھر دے اس میں وہ گناہ گار ہے کہ نہیں؟ (قاری محمد یعقوب گجر)

ج:......درست ہے آخری عشرہ میں نمازِ عید سے پہلے پہلے فطرانہ ادا کر دینا افضل ہے البتہ اگر اس سے پہلے ادا کر دے تو فطرانہ ادا ہو جائے گا۔ ہاں نمازِ عید کے بعد ادا کرے تو فطرانہ نہیں ہوگا۔ ''صدقۃ من الصدقات'' ہوگا۔ ٩/٨/١٤٢٣ھ

س:......زکوٰۃ فنڈ جو جامعات کی مدیرات کے اختیار میں ہوتا ہے اس کو وہ کہاں اور کس طرح خرچ کر سکتی ہیں کیا اعلیٰ بلڈنگ جو زکوٰۃ فنڈ سے بنائی جاتی ہے، وہ کس حد تک درست ہے۔ اور اعلیٰ چیزیں قیمتی سامان زکوٰۃ فنڈ کی رقم سے خریدنا جائز ہے۔ اور جو مدیرات وظیفہ لیتی ہیں وہ کس قدر لے سکتی ہیں۔ کیا ان کے لیے کل زکوٰۃ فنڈ سے آٹھواں حصہ لینا جائز ہے۔ آپ زکوٰۃ فنڈ کی شرعی شرائط جو اس کے تصرف کے بارے میں قرآن و حدیث میں موجود ہیں، بالتفصیل ذکر فرما دیں؟ جزاك الله خيرًا.

ج:......قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [''صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل پر چائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے فرض ہے، اللہ کی طرف سے اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔'']

صدقہ وزکوٰۃ کے مصرف ہیں فقط آٹھ۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ہے ساٹھ۔ تو ان مذکورہ بالا آٹھ مصارف کے علاوہ کہیں بھی صدقہ اور زکوٰۃ کا مال صرف نہیں کیا جاسکتا۔ اسراف منع ہے کفایت شعاری سے کام لیتے اور فضول خرچی سے اجتناب کرتے ہوئے ضرورت کے مطابق مذکورہ بالا آٹھ قسم کے لوگوں کی خاطر عمارت بنائی جاسکتی ہے۔ نیز ان کی خاطر ضرورت کے مطابق سامان خریدا جاسکتا ہے۔ مدیر اور مدیرہ کے وظیفہ کی تعیین کہیں نہیں آئی اور نہ ہی آٹھویں حصے کی تعیین کہیں وارد ہوئی ہے۔ مدارس میں استاد اور استانیوں کے وظائف مقرر کرتے ہوئے جس اقتصاد وکفایت کا اظہار کیا جاتا ہے مدیر اور مدیرہ کو اپنے لیے بھی اسی اصول کو اپنانا ہوگا۔ آخر صدقہ وزکوٰۃ کا مال ہے اس مقام پر ''مالِ مفت دلِ بے رحم'' والی کیفیت نہیں ہونی چاہیے۔ ١٢ / ٥ / ١٤٢١ھ

س:......کیا فطرانہ کی رقم مدرسہ میں دی جاسکتی ہے؟ (ملک محمد یعقوب)

ج:......فطرانہ صدقہ ہے، بعض اَحادیث میں مساکین کا تذکرہ ہے۔ [''رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر مقرر فرمایا تاکہ روزے لغو اور فحش کلام سے پاک ہو جائیں اور مساکین کو کھلایا جائے۔ جو شخص اسے نماز سے قبل ادا کرے تو وہ مقبول زکوٰۃ ہے اور جو نماز کے بعد ادا کرے تو وہ صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔''] [1] قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ ﴾ [التوبہ: ٦٠] [''صدقات تو دراصل فقیروں، مسکینوں اور ان کارندوں کے لیے ہیں، جو ان (کی وصولی) پر مقرر ہیں، نیز تالیف قلب اور غلام آزاد کرانے، قرض داروں کے قرض اتارنے، اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر خرچ کرنے کے لیے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ سب جاننے والا، حکمت والا ہے۔''] آٹھ مصارف ہیں ان کے علاوہ پر کوئی بھی صدقہ ہو، صرف نہیں کیا جاسکتا۔ ٧ / ١٠ / ١٤٢١ھ

---

[1] سنن ابی داؤد / کتاب الزکوٰۃ / باب زکوٰۃ الفطر

س:...... ① کیا زکوٰۃ، صدقات، قربانی کی کھالیں اور عشر وغیرہ اکٹھا کر کے فنڈ مدرسہ اور سکول وغیرہ کی عمارت میں توسیع یا ڈبل بلڈنگ بنانے میں صرف کیا جا سکتا ہے؟

② اسی فنڈ سے مستحق بچوں کو یونیفارم اور کاپیاں، کتابیں لے کر دی جا سکتی ہیں؟

③ کیا اساتذہ کی تنخواہ اسی فنڈ سے پوری کی جا سکتی ہے، نیز یہ کہ بل کی ادائیگی اور فرنیچر وغیرہ خریدا جا سکتا ہے؟

④ کیا لائبریری قائم کی جا سکتی ہے؟

قرآن وحدیث اور اسلامی فقہ و ادلّہ شرعیہ کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

(قاری حفیظ الرحمٰن اطہر، مسجد محمدی اہلحدیث گکھڑ کے، گوجرانوالہ)

ج:...... ① عشر و زکوٰۃ صدقات میں شامل ہیں۔ قربانی کی کھالیں جو دوسروں کو دی جاتی ہیں، وہ بھی عام طور پر صدقات میں شامل ہوتی ہیں اور صدقات کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾[التوبة: ٦٠] [''صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے فرض ہے، اللہ کی طرف سے اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔'']

صدقات صرف اور صرف ان آٹھ قسم کے لوگوں پر صرف کیے جا سکتے ہیں، ان کے علاوہ دوسروں پر صدقات کو صرف نہیں کیا جا سکتا۔ مدرسہ اور سکول وغیرہ کی تعمیر یا توسیع اگر ان آٹھ قسم کے لوگوں کے لیے ہو تو اس میں صدقات صرف ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ ان آٹھ کے علاوہ کوئی صدقات سے تعمیر شدہ یا چلائے جانے والے مدرسہ اور سکول وغیرہ سے فائدہ اٹھاتا ہے تو وہ حساب کر کے خرچہ جمع کروائے۔

② یونیفارم تو ضروریات میں شامل نہیں، باقی ضروری اخراجات مذکورہ بالا آٹھ مصارف میں آنے والے بچوں پر صدقات سے کیے جا سکتے ہیں۔

③ مذکورہ بالا آٹھ مصارف میں آنے والے بچوں کے اساتذہ کی تنخواہ، ان بچوں پر صرف شدہ بجلی، گیس اور پانی وغیرہ کا بل اور ان بچوں کے دیگر اخراجات ضروریہ صدقات سے ادا کیے جا سکتے ہیں، بشرطیکہ یہ بچے مذکورہ بالا آٹھ مصارف میں شامل ہوں، ورنہ صدقات ان پر صرف نہیں کیے جا سکتے۔

✪ ہاں ان مذکورہ بالا آٹھ مصارف میں شامل لوگوں اور بچوں کے لیے صدقات سے لائبریری بھی قائم کی جاسکتی ہے، دوسروں کے لیے نہیں۔ واللہ اعلم۔

صدقہ وزکوٰۃ کے مصارف ہیں آٹھ۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ہے ساٹھ۔ ٢٦ / ١١ / ١٤٢٢ھ

(ابوطلحہ محمد اصغر)

س: ......کیا اپنے بھائی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، اسی طرح بیٹے، بیٹی، بہو وغیرہ کو بھی؟

ج: ......انسان اپنے رشتہ داروں سے ان رشتہ داروں کے علاوہ جن کا نان ونفقہ اس کے ذمہ ہے، باقی تمام رشتہ داروں کو بھی صدقہ وزکوٰۃ دے سکتا ہے، بشرطیکہ وہ مستحقین صدقہ وزکوٰۃ کی فہرست میں شامل ہوتے ہوں۔

یاد رہے مستحقین صدقہ وزکوٰۃ صرف آٹھ ہیں۔

صدقہ وزکوٰۃ کے مصرف ہیں آٹھ......سورۂ توبہ کی آیت نمبر ہے ساٹھ

[سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین کو زکوٰۃ دینا اکہرا ثواب ہے اور رشتہ دار کو زکوٰۃ دینا دوہرا ثواب ہے۔ ایک زکوٰۃ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔'' [1]

عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے فرمایا ''صدقہ کرو، اگرچہ اپنے زیوروں سے ہو'' اور زینب رضی اللہ عنہا عبداللہ رضی اللہ عنہ پر اور کچھ یتیموں پر جو ان کی پرورش میں تھے، خرچ کیا کرتی تھیں۔ انہوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ اگر میں اپنا صدقہ اپنے خاوند اور چند یتیم بچوں کو جو میری پرورش میں ہیں دے دوں تو کیا درست ہے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم خود ہی جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو۔ آخر زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ وہاں ایک انصاری عورت کو دروازے پر پایا، وہ بھی میرے جیسا مسئلہ پوچھنے آئی تھی، اتنے میں بلال رضی اللہ عنہ ہمارے سامنے سے نکلے، ہم نے ان سے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ اگر میں اپنے خاوند اور چند یتیموں کو جو میری پرورش میں ہیں، زکوٰۃ دوں تو کیا درست ہے؟ ہم نے کہا ہمارا نام نہ لینا۔ بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ دو عورتیں یہ مسئلہ پوچھتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون سی عورتیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: زینب نامی۔ آپؐ نے فرمایا: کون سی زینب؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ نے فرمایا: بے شک درست ہے اور ان کو دوگنا ثواب ملے گا۔ ایک تو قرابت داری کا اجر اور دوسرا زکوٰۃ کا اجر۔'' [2]

١٧ / ٥ / ١٤٢١ھ

---

[1] جامع ترمذی / ابواب الزکاۃ / باب الصدقۃ علی ذی القرابۃ، صحیح ابن ماجہ: ١٨٤٤، صحیح سنن نسائی للألبانی الجزء الثانی رقم الحدیث: ٢٤٢٠

[2] صحیح بخاری / کتاب الزکاۃ / باب الزکاۃ علی الزوج والایتام فی الحجر

س:...... کسی مالدار نے زکوٰۃ دی اور اس زکوٰۃ سے یا کسی اور کی زکوٰۃ کے مال سے اس کو (جو زکوٰۃ دے رہا ہے) کوئی چیز خرید کر (مثلاً دینی کتب وغیرہ) ہدیہ دینا جائز ہے کہ نہیں؟ (عبداللہ بن ناصر، پتوکی)

ج:...... زکوٰۃ کھانے یا اسے واپس لینے کا حیلہ نہ ہو تو درست ہے۔

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مالدار پر زکوٰۃ حرام ہے، سوائے پانچ قسم کے مالداروں کے۔ (۱) جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو۔ (۲) جو مال زکوٰۃ کی کسی چیز کو خرید لے۔ (۳) مقروض۔ (۴) اللہ کے راستے کا غازی مجاہد۔ (۵) جسے کوئی مسکین بطور تحفے کے اپنی کوئی چیز زکوٰۃ میں اسے ملی ہو دے۔''] [1] ۲۴ / ۱۱ / ۱٤۲۰ھ

س:...... کیا زکوٰۃ کی رقم کو جمع کر کے کسی رفاہی کام یعنی سڑک، گلی، مدرسہ وغیرہ پر خرچ کرنا چاہیے یا صرف غرباء کو دینی چاہیے؟ (کلیم انور، ہزارہ)

ج:...... صدقہ وزکوٰۃ کے مصرف ہیں آٹھ ...... سورۂ توبہ کی آیت نمبر ہے ساٹھ۔ ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبہ: ٦٠]

''صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل پر چائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے فرض ہے، اللہ کی طرف سے اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔''] فی سبیل اللہ سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ [فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے یعنی جنگی سامان وضروریات اور مجاہد (چاہے وہ مال دار ہی ہو) پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے۔ [تفسیر احسن البیان] رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((أَوْ غَازٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)) [1] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مالدار پر زکوٰۃ حرام ہے، سوائے پانچ قسم کے مالداروں کے۔ ایک تو وہ جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو۔

دوسرا وہ جو مال زکوٰۃ کی کسی چیز کو اپنے مال سے خرید لے۔

تیسرا قرض دار۔ چوتھا اللہ کے راستے کا غازی مجاہد۔

پانچواں وہ جسے کوئی مسکین بطور تحفے کے اپنی کوئی چیز جو زکوٰۃ میں اسے ملی ہو، دے۔''

معلوم ہوا آپ کا ذکر کردہ مصرف ''رفاہِ عامہ'' ان مندرجہ بالا آٹھ مصارف سے خارج ہے۔ واللہ اعلم۔

اکثر ائمہ سلف کے اقوال کے مطابق اس کا بہترین مصرف جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنا ہے اور قتال

---

[1] ابو داؤد / كتاب الزكاة / باب من يجوز له اخذ الصدقة وهو غني ، ابن ماجه / كتاب الزكاة / باب من تحل له الصدقة

فی سبیل اللہ اسی کا ایک اہم شعبہ ہے۔[تفسیر تیسیر القرآن] فی سبیل اللہ سے مراد مجاہدین وغازی ہیں۔[تفسیر ابن کثیر]
اللہ کے راستے بہت سارے ہیں، لیکن میں اس کے بارے نہیں جانتا کہ کسی نے اس بات میں اختلاف کیا ہو
کہ یہاں سبیل اللہ سے مراد لڑائی یا غزوہ ہے۔[احکام القرآن : ۲/۹۶۹] ١٦ / ٧ / ١٤٢٣ھ

س:......عشر کن کو دینا افضل ہے، زکوٰۃ بھی صدقہ بھی عام غریبوں کو یا مجاہدین کو؟ (محمد شکیل، فورٹ عباس)

ج:......عشر صدقات میں شامل ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴾
[''صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اوران کے وصول کرنے والوں کے لیے اوران کے لیے جن کے دل پر چائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے۔''

صدقہ وزکوٰۃ کے مصرف ہیں آٹھ......سورۂ توبہ کی آیت نمبر ہے ساٹھ
ان آٹھ مصارف میں فی سبیل اللہ بھی ایک مصرف ہے، جس کی صحیح ترین تفسیر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔
ابی حبیبہ طائی سے ہے، انہوں نے کہا کہ میرے بھائی نے میری طرف کچھ مال کی وصیت کی تو میں ابودرداء رضی اللہ عنہ کو ملا، اور سوال کیا کہ میرے بھائی نے کچھ مال کی وصیت کی ہے میں اس مال کو کہاں خرچ کروں۔ فقراء میں، مساکین میں، مجاہدین میں تو ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لیکن میں تو مجاہدین کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔''][1] ١٢ / ١٠ / ١٤٢١ھ

س:......کیا صدقۃ الفطر میں قیمت ادا کرنا جائز ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن ذہبی صاحب نے لکھا ہے کہ قیمت دینے سے صدقۃ الفطر ادا نہیں ہوتا؟ (قاری محمد عبداللہ ظہیر، لاہور)

ج:......مولانا صاحب سے ہی دریافت فرمالیں کہ مسکین کو صدقۃ الفطر جنس کی صورت میں ملا تو وہ جنس صدقہ کو فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں دیں تو دلیل طلب فرمالیں اور اگر جواب اثبات میں دیں تو پھر صدقہ دینے والا اس کا وکیل بن کر اسے قیمت کیوں نہیں دے سکتا؟ جبکہ مسکین نے فطرانہ فروخت کر کے قیمت ہی وصول کرنی ہے وہ بھی عام طور پر صدقہ دینے والے کی ادا کردہ قیمت کی بنسبت کم بلکہ کمتر بلکہ کمترین۔ واللہ اعلم۔ ١٧ / ١٠ / ١٤٢١ھ

---

[1] ترمذی / الجلد الثانی ، أبواب الولاء والهبة / باب ماجاء فی الرجل یتصدق أو یعتق عند الموت

کتاب الصیام .... روزے کے مسائل

س:......ایک آدمی نے جان بوجھ کر کئی روزے چھوڑ دیے، اس کا کیا حکم ہے؟ (قاسم بن سرور)

ج:......کفر دون کفر ہے یا کفر مخرج عن الملۃ ہے۔

[کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: ''منبر لاؤ'' ہم منبر لے آئے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی سیڑھی چڑھے تو فرمایا: ''آمین۔'' پھر جب دوسری سیڑھی چڑھے تو فرمایا: ''آمین۔'' اسی طرح جب تیسری سیڑھی چڑھے تو فرمایا: ''آمین۔'' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم نے آپ سے ایسی بات سنی جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنی۔ آپؐ نے فرمایا: ''جناب جبریل میرے پاس آئے اور کہا اس آدمی کے لیے ہلاکت ہے، جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی حاصل نہ کر سکا، اس کے جواب میں میں نے آمین کہی۔ پھر جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو جنابِ جبریل نے کہا ہلاکت ہے اس آدمی کے لیے جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجے۔ میں نے اس کے جواب میں آمین کہی۔ پھر جب تیسری سیڑھی چڑھا تو جنابِ جبریل نے کہا جس شخص نے اپنے ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پالیا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی اس کے لیے بھی ہلاکت ہو۔ میں نے اس کے جواب میں کہا: آمین۔'' [1]

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا میں سویا ہوا تھا اور میرے پاس دو آدمی آئے، انہوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑا اور مجھے ایک مشکل چڑھائی والے پہاڑ پر لائے اور دونوں نے کہا اس پر چڑھیں۔ میں نے کہا میں نہیں چڑھ سکتا۔ انہوں نے کہا ہم آپ کے لیے سہولت پیدا کر دیں گے۔ پس میں چڑھ گیا۔ حتی کہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا، جہاں میں نے شدید چیخ و پکار کی آوازیں سنیں۔ میں نے پوچھا یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا یہ جہنمیوں کی چیخ و پکار ہے، پھر وہ میرے ساتھ آگے بڑھے، جہاں میں نے کچھ لوگ الٹے لٹکے ہوئے دیکھے، جن کے منہ کو چیرا دیا گیا ہے، جس سے خون بہہ رہا ہے، میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ وقت سے پہلے افطار کرتے تھے۔] [2]

۷ / ۷ / ۱۴۲۳ھ

---

[1] صحیح الترغیب والترھیب للألبانی، الجزء الاول، حدیث: ۹۸۵ [2] صحیح الترغیب والترھیب للألبانی / الجزء الاول / حدیث: ۹۹۵

س:......ایک آدمی پاکستان میں مقیم ہے، وہ رمضان کے کچھ روزے پاکستان میں رکھتا ہے، پھر وہ سعودی عرب چلا جاتا ہے جب اس آدمی کے روزے اٹھائیس ہوتے ہیں تو وہاں عید کا چاند نظر آجاتا ہے۔ کیا اس طرح اس کے رمضان کے روزے پورے ہوگئے یا ایک روزہ اور رکھنا پڑے گا؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:......انتقال مکان سے روزے اٹھائیس ہونے کی صورت میں دیکھا جائے، رمضان اس سال انتیس کا ہے تو ایک روزہ اور تیس کا ہے تو دو روزے اور رکھے، کیونکہ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں اور ماہِ رمضان کبھی انتیس اور کبھی تیس کا ہوتا ہے، اٹھائیس کا نہیں ہوتا۔

[((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ قَالَ إِنَّا اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ لَا نَکْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ الشَّھْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا یَعْنِیْ مَرَّۃً تِسْعَۃً وَعِشْرِیْنَ وَمَرَّۃً ثَلَاثِیْنَ))

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم ایک امی قوم ہیں، نہ لکھنا جانتے ہیں نہ حساب کرنا۔ مہینہ یوں ہے اور یوں ہے آپ کی مراد ایک مرتبہ انتیس (دنوں سے) تھی اور ایک مرتبہ تیس سے۔ (آپؐ نے دسوں انگلیوں سے تین بار بتلایا۔)] [1]

۲۴ / ۱۲ / ۱۴۲۱ھ

س:...... یوم عرفہ کا روزہ پاکستان میں کب رکھا جائے گا، جبکہ سعودی عرب اور پاکستان کی قمری تاریخ میں عام طور پر ایک روز کا فرق ہوتا ہے۔ کیونکہ یومِ حج یوم عرفہ ۹ ذوالحج کو ہوتا ہے۔ اور اس دن کے روزے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس کی بڑی فضیلت ہے۔ پاکستان میں اس دن ۸ ذوالحج ہوتا ہے۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ قرآن وسنت سے جواب دیں؟ (محمد بشیر الطیب، کویت)

ج:...... یہ فرق لیلۃ القدر، رمضان اور عید کے مواقع پر بھی موجود ہے، اس کے باوجود اہل پاکستان پاکستان کی تاریخ کا اعتبار کرتے ہیں۔

۱۵ / ۱۱ / ۱۴۲۲ھ

س:......نو ۹ ذوالحجہ کے روزے کے فضائل تو حدیث میں ثابت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ یومِ عرفہ (نو ۹ ذوالحجہ) کے روزہ کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ایک گزشتہ اور ایک آئندہ سال کے گناہ معاف فرمائیں گے اور یومِ عاشوراء کے روزہ کے بدلہ میں گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف فرمائیں گے۔'' [2]

ایک عالم دین جو کہ بخاری پڑھاتے ہیں ان کا موقف ہے کہ عرب کا ۹ ذوالحجہ کا روزہ ہمارے ہاں ۸ آٹھ

---

[1] صحیح بخاری کتاب الصوم / باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نکتب ولا نحسب

[2] مختصر صحیح مسلم / للألبانی / رقم الحدیث: ٦٢٠

ذوالحجہ کا روزہ بنتا ہے، لہٰذا ہمیں نو ۹ کی بجائے ۸ آٹھ ذوالحجہ کا روزہ رکھنا چاہیے۔ نیز عرفہ کا روزہ، میدانِ عرفات میں حاجی صاحبان رکھیں یا نہ رکھیں؟ (محبوب الٰہی)

ج: ...... پاکستان اور سعودی عرب کے مابین قمری تاریخ کا فرق ہے، کبھی ایک یوم اور کبھی دو یوم۔ معلوم ہے بڑی عید اور چھوٹی عید پاکستان کی تاریخ کے مطابق منائی جاتی ہیں۔ اسی طرح رمضان المبارک کا آغاز بھی ملکی تاریخ کے موافق ہوتا ہے، ان تینوں امور میں اپنے ملک کی قمری تاریخ کو ہی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے اس کے جو دلائل ہیں وہ ۹ ذوالحجہ پر بھی صادق آتے ہیں، لہٰذا ۹ ذوالحجہ میں بھی اپنے ملک کی ہی قمری تاریخ معتبر ہوگی۔

[کریب رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام سے مروی ہے کہ ام فضل رضی اللہ عنہا عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے انہیں (کریب رضی اللہ عنہ کو) معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام بھیجا۔ کریب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے شام آ کر ان کا کام کیا۔ میں ابھی شام ہی میں تھا کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا۔ میں نے بھی جمعہ کی رات چاند دیکھا، پھر میں رمضان کے آخر میں مدینہ (واپس) آ گیا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے چاند کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا تم نے (وہاں) چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا ہم نے تو جمعہ کی رات دیکھا تھا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پھر پوچھا۔ کیا تم نے بھی دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا: ہاں۔ بہت سے دوسرے آدمیوں نے بھی دیکھا تھا اور سب لوگوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (دوسرے دن یعنی ہفتہ کا) روزہ رکھا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم نے تو چاند ہفتہ کے دن (یعنی ایک دن کے فرق سے) دیکھا ہے ہم اسی حساب سے روزے رکھتے رہیں گے، یہاں تک کہ تیس دن پورے کر لیں۔ کریب نے کہا کیا آپ معاویہ کی رؤیت اور ان کے روزے کو کافی نہیں سمجھتے۔ فرمایا نہیں ہمیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔

نوٹ: ......اس حدیث سے پتہ چلا کہ ہر علاقے کا علاقائی طور پر چاند کا نظر آنا اور دیکھنا معتبر ہوگا۔ روزہ میں ......عیدین میں ...... یومِ عاشوراء میں ...... یومِ عرفہ میں اور دوسرے تمام شرعی احکامات میں ہر علاقہ کی اپنی رؤیت معتبر ہوگی۔ [1]

میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرفہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ میں شک کیا تو انہوں (میمونہ رضی اللہ عنہا) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیالہ سے دودھ پیا۔ اس وقت

[1] مختصر صحیح مسلم للألبانی / حدیث نمبر: ۵۷۸، ابو داؤد، نسائی

آپ ﷺ (میدانِ عرفات کے) موقف میں کھڑے تھے۔ اور لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے۔ (اس لیے حاجی صاحبان عرفات میں روزہ نہ رکھیں۔) ❶ ١٠ / ٣ / ١٤٢٣ھ

س:...... یوم عرفہ کا روزہ عرفہ میں رکھنا کیسا ہے؟

ج:...... صحیح مسلم میں ہے: ((عَنْ أَبِیْ قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ صَوْمِهٖ۔ الحدیث ، وَفِیْهِ: وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ: یُکَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِیَةَ وَالْبَاقِیَةَ))

(٣٦٨/١)

رسول اللہ ﷺ سے یومِ عرفہ (۹ ذوالحجہ) کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: گزشتہ اور آئندہ سال کا کفارہ بن جاتا ہے۔

ابوداود میں ہے: ((قَالَ: کُنَّا عِنْدَ أَبِیْ هُرَیْرَةَ فِیْ بَیْتِهٖ ، فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنْ صَوْمِ یَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ۔))(مع عون المعبود ٣٠١/٢)[''بے شک رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کا روزہ عرفہ میں رکھنے سے منع فرمایا ہے۔'']

رسول اللہ ﷺ نے یومِ عرفہ کے دن عرفہ میں روزہ سے منع فرمایا، مگر یہ منع والی روایت صحیح نہیں۔ محدث وقت شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشکاۃ کی تعلیق میں لکھا ہے: '' وَإِسْنَادُهٗ ضَعِیْفٌ '' اس کی سند ضعیف وکمزور ہے۔

(٣٦٨/١)

تو خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یومِ عرفہ ۹ ذوالحجہ کا روزہ ثابت ہے۔ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے بدعت نہیں۔ یومِ عرفہ کا عرفہ میں روزہ رکھنے سے ممانعت والی روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ واللہ اعلم۔ ١١ / ١ / ١٤٢٢ھ

س:...... ۱ جس آدمی نے شوال کے چھ روزے رکھے ہوں۔ کیا وہ ایامِ بیض کے روزے اس مہینے کے بھی رکھے جیسے کہ وہ دوسرے مہینوں میں رکھ رہا ہے؟

۲ ذی الحجہ کے ایام بیض کے روزے کس تاریخ سے شروع کرے، جبکہ ۱۳ ذی الحجہ بحکم حدیث کھانے پینے کے دنوں سے ہے۔ (محمد یونس ولد محمد رمضان، ضلع قصور)

ج:...... ۱ ہاں! رکھے۔ البتہ نہ رکھنا چاہے تو نفلی روزے ہیں۔ نہ رکھے گا تو تین روزوں کے اجروثواب سے محروم رہے گا۔ یاد رہے اگر ایام بیض کے علاوہ اور تاریخوں میں تین روزے رکھ لے تو بھی درست ہے۔ صحیح

---

❶ صحیح بخاری / کتاب الصوم / باب صوم عرفة , اللؤ لؤ والمرجان / الجزء الاول ، حدیث نمبر: ٦٨٧ ، صحیح مسلم / کتاب الصیام / باب استحباب الفطر للحاج بعرفات یوم عرفه۔

مسلم میں ہے: ((عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ: أَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَصُومُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. فَقُلْتُ لَهَا: مِنْ أَيِّ أَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُومُ؟ قَالَتْ: لَمْ يَكُنْ يُبَالِي مِنْ أَيِّ أَيَّامِ الشَّهْرِ يَصُومُ)) ❶ [''معاذہ عدویہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ ہر مہینے تین دن کے روزے رکھتے تھے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ہاں۔'' آپ یہ پرواہ کیے بغیر کہ یہ مہینے کا کون سا حصہ ہے روزہ رکھتے تھے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ مہینے کی کوئی سی بھی تاریخوں میں تین روزے رکھے جاسکتے ہیں۔ تاہم افضل تاریخیں ۱۳۔۱۴۔۱۵ ہیں۔'']

☆ ۱۴ سے شروع کرے ایک روزہ بعد میں رکھ لے اوپر لکھا جاچکا ہے: ''اگر ایام بیض کے علاوہ اور تاریخوں میں تین روزے رکھ لے تو بھی درست ہے۔'' تو ایک روزہ دوسری تاریخ میں کیونکر درست نہیں؟ ۱۴۲۴/۴/۲۱ھ

س:...... کیا شوال کے 6 روزے عید کے فوراً بعد رکھے جائیں یا جب دل کرے اور کیا اکٹھے رکھے جائیں یا چھوڑ کر؟ (محمد امجد، میرپور)

ج:...... بہتر ہے اکٹھے اور متصل رکھے، اگر منفصل اور وقفے وقفے بعد رکھ لے تو بھی حدیث میں مذکور اجر وثواب کا مستحق ٹھہرے گا۔ البتہ ان کو شوال میں رکھنا ضروری ہے۔

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے رمضان کے روزے رکھے، اس کے بعد شوال کے چھ (نفلی) روزے رکھے تو یہ پورے زمانے کے روزے رکھنے کی مانند ہے۔'' ❷

س:...... محرم کا روزہ ایک رکھنا چاہیے یا دو تفصیل سے وضاحت کریں؟ (کلیم انور، مانسہرہ)

ج:...... احادیث سے ثابت ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ دس محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ [''رسول اللہ ﷺ نے عاشورے کے دن کا روزہ رکھا اور اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔''] ❸ زندگی کے آخری سال آپ ﷺ نے صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق فرمایا: ''اگر آئندہ سال تک باقی وزندہ رہا تو ضرور بالضرور یقیناً نویں کا روزہ رکھوں گا۔'' ❹ مگر رسول اللہ ﷺ آئندہ محرم سے پہلے ہی وفات پاگئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان جاری فرما کر اس روزے کی تاریخ کو دس محرم سے نو محرم میں تبدیل فرما دیا۔ رہی دو روزوں پر دلالت کرنے والی روایات تو وہ صحیح نہیں کمزور ہیں۔ ۱۴۲۳/۲/۴ھ

---

❶ صحیح مسلم / کتاب الصیام / باب استحباب صیام ثلاثة أیام من کل شهر

❷ صحیح مسلم / کتاب الصیام / باب استحباب صوم ستة ایام من شوال اتباعا لرمضان ، حدیث: ۱۱۶۴

❸ صحیح بخاری / کتاب الصوم / باب صیام عاشوراء ، مسلم / کتاب الصیام / باب صوم عاشوراء

❹ مسلم / کتاب الصیام / باب ای یوم یصام فی عاشوراء

س:......ایک آدمی جان بوجھ کر نفلی روزہ کھول دیتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ (قاسم بن سرور)

ج:......کھول سکتا ہے۔ شرعاً کوئی گناہ نہیں، کیونکہ نفل نماز روزہ کو شروع کرنے کے بعد ان کا اتمام بھی نفل ہی ہے۔ واجب والا قول بے دلیل ہے۔ ﴿ وَلَا تُبْطِلُوْآ أَعْمَالَكُمْ ﴾[محمد: ۳۳][''اور اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو۔''] سے وجوب اتمام تطوع بعد از شروع پر استدلال درست نہیں۔ ((وَكذا الاستدلال بقول النبی ﷺ: لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)) ❶ [نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسلام دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنا ہے اس نے کہا بس اس کے سوا تو کوئی اور نماز مجھ پر نہیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں مگر تو نفل پڑھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اس نے کہا اور تو کوئی روزہ مجھ پر نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں مگر تو نفل روزہ رکھے......'']

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لاتے اور فرماتے کیا صبح کے وقت کا کھانا ہے؟ میں کہتی نہیں۔ آپ ﷺ فرماتے میں روزہ سے ہوں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن آپؐ میرے پاس تشریف لائے، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! یہ تحفہ آیا ہے۔ فرمایا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: حیس (پنیر اور چھواروں کا حلوہ) ہے۔ فرمانے لگے: میں نے تو صبح سے روزہ رکھا ہوا ہے اور پھر آپ نے اسے کھا لیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نفلی روزہ دار اپنے نفس کا محافظ ہے، اگر چاہے تو روزہ رکھ لے اور اگر چاہے تو افطار (توڑ) دے۔''] ❷

۱۴۲۳ / ۷ / ۷ھ

س:......ہمارے ہاں رمضان المبارک میں فجر کی اذان سے تقریباً ڈھائی گھنٹے پہلے ایک اذان پڑھی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ اذان اس لیے پڑھتے ہیں کہ لوگ اٹھ کر سحری کا انتظام کر لیں۔ کیا اس اذان کا یہی مقصد حدیث میں واضح کیا گیا ہے اور فجر کی اذان سے اتنی دیر پہلے پڑھنی مسنون ہے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:......صحیح بخاری میں ہے: ''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلال رضی اللہ عنہ کی اذان تمہیں سحری کھانے سے منع نہ کرے، کیونکہ وہ اذان رات کو کہتے ہیں، تاکہ تمہارے سوئے ہوئے کو جگا دیں اور قیام کرنے والے کو لوٹا دیں۔ ❸ فجر کی اذان اور رات کی اذان کا درمیانی وقفہ گھنٹوں، منٹوں میں کہیں نہیں آیا۔]

۱۰ / دسمبر ۲۰۰۰ء

---

❶ بخاری / کتاب الایمان / باب الزکوٰۃ من الاسلام

❷ مسلم کتاب الصیام / باب جواز صوم النافلۃ بنیۃ فی النھار قبل الزوال، ترمذی / ابواب الصوم / باب إفطار الصائم المتطوع

❸ ترمذی / ابواب الصوم / باب إفطار الصائم المتطوع ❹ صحیح بخاری / کتاب الأذان / باب الأذان قبل الفجر

س:...... رمضان المبارک میں ایک آدمی سحری کے قریب اٹھتا ہے اور اس پر غسل ضروری ہے، اگر غسل کرے تو سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور اگر سحری کھائے تو کیا وہ بغیر غسل کیے سحری کھا سکتا ہے؟

اس سے ملتا جلتا دوسرا سوال:

ایک آدمی اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہے۔ صحبت کرنے کے بعد اگر کوئی چیز کھانی ہو یا پانی وغیرہ پینا ہو تو کیا آدمی کچھ کھا پی سکتا ہے یا کہ پہلے وہ وضو کر کے پاک ہوں، پھر کچھ کھا پی سکتے ہیں؟ (محمد سلیم بٹ)

ج:...... استنجاء اور وضوء کر کے سحری کھا لے، پھر غسل کر کے نماز پڑھ لے اور اگر وقت وافر ہو تو پہلے غسل کر لے، پھر سحری کھا لے۔ جنبی آدمی غسل کیے بغیر کوئی چیز کھانا پینا چاہے یا سونا چاہے تو استنجاء اور وضوء کر کے کوئی چیز کھا پی سکتا ہے اور سو بھی سکتا ہے، نماز سے پہلے غسل کر لے۔ ١٣ / ١١ / ١٤٢٣ھ

[ابو بکر بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے والد عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا میں گواہی دیتی ہوں رسول اللہ ﷺ احتلام کے سبب سے نہیں، بلکہ جماع کے سبب سے حالت جنابت میں صبح کرتے اور (غسل کیے بغیر) روزہ رکھتے۔ (بعد میں نماز فجر سے پہلے غسل فرماتے۔) پھر ہم (دونوں) ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہوں نے بھی یہی بات کہی۔ [1]

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ حالت جنابت میں کھانا یا سونا چاہتے تو پہلے نماز کی طرح کا وضو فرما لیتے۔] [2]

س:...... اگر ایک بندے نے روزہ رکھا ہوا ہے تو وہ بھول کر کچھ کھانے پینے لگتا ہے اور دوسرا بندہ اس کو دیکھتا ہے تو کیا وہ اسے یاد کروا سکتا ہے کہ تم روزے سے ہو یہ چیز نہ کھاؤ۔ حالانکہ اس کو اللہ کھلا رہا ہے۔ اگر اللہ چاہے تو اسے یاد آ سکتی ہے۔ دوسرا بندہ یاد کروا سکتا ہے کہ نہیں دلیل سے راہنمائی فرمائیں؟ جزاکم اللہ خیراً

(سجاد الرحمٰن شاکر بن حاجی محمد اکرم، نگری بالا)

ج:...... یاد دلا سکتا ہے "اس کو اللہ کھلا رہا ہے" سے آپ نے جو استدلال فرمایا درست نہیں۔ کیونکہ وہ حالت نسیان میں کھائی چیز کے متعلق ہے، پھر کسی دوسرے کا اسے یاد دلانا اللہ کی مشیت کے منافی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي)) [3]

["پس میں جب بھول جاؤں تو مجھے یاد دلایا کرو۔" ٩ / ١ / ١٤٢٤ھ

---

[1] بخاری / كتاب الصوم / باب اغتسال الصائم [2] مختصر صحيح مسلم للألبانی ، حديث نمبر: ١٦٢

[3] بخاری / الصلاة / باب التوجه نحو القبلة حيث كان ، مسلم المساجد / باب السهو فی الصلاة

س:......ایک عورت نے رمضان المبارک میں فرض روزہ رکھا ہوا تھا۔ اس کا خاوند روزے کی حالت میں نہیں اس حال میں وہ اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......عورت نے اگر یہ کام برضا و رغبت بلا جبر و اکراہ کیا ہے تو اس پر کفارہ ہے۔ بلا ناغہ دو ماہ کے روزے، اگر استطاعت نہیں تو ساٹھ مسکینوں کا کھانا۔ [1] البتہ خاوند جان بوجھ کر رمضان المبارک کا روزہ نہ رکھنے کی بناء پر کفر کا مرتکب ہوا ہے۔ ٦ / ١ / ١٤٢٤ھ

س:......ایک آدمی فوت ہو گیا، اس پر آٹھ روزے ہیں۔ کیا ایک ہی دن میں اس کے آٹھ اہل خانہ روزہ رکھ سکتے ہیں؟ (قاسم بن سرور)

ج:......ہاں! رکھ سکتے ہیں۔ ٧ / ٧ / ١٤٢٣ھ

س:...... ١ اگر ایک بندہ فوت ہو جاتا ہے، اس کے ذمے روزے ہیں وہ روزے اس کے وارث قضائی دیں گے یہ بات تو صحیح ہے اب سوال یہ ہے کہ:

٢ کیا اس کے روزے مسلسل رکھے جائیں گے یا وقفے سے بھی رکھے جا سکتے ہیں؟

٣ کیا وہ روزے ایک ہی آدمی رکھے گا یا چند آدمی مل کر رکھ سکتے ہیں؟

٤ اگر آدمی کی زندگی میں ١٠ روزے گزرے وہ دسویں روزے فوت ہو گیا تو قضائی تمام روزوں کی ہوگی یا دس کی؟ دلیل سے واضح کریں؟ (سجاد الرحمٰن شاکر بن حاجی محمد اکرم)

ج:...... ١ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ)) [2]

٢ دونوں طرح درست ہیں، کیونکہ مندرجہ بالا نص عام ہے۔

٣ دونوں صورتیں درست ہیں، کیونکہ حدیث عام ہے۔

٤ فوت ہونے سے قبل جتنے روزے رہ گئے اولیاء و ورثہ ان ہی کی قضا دیں گے، کیونکہ فوت ہونے کے بعد جو روزے آئے وہ اس کے ذمہ ہی نہیں۔ ٩ / ١ / ١٤٢٤ھ

س:......ایک بندے کی زندگی میں رمضان المبارک آیا اور وہ رمضان کے روزے نہ رکھ سکا۔ رمضان کے بعد مہینہ دو گزرنے کے بعد فوت ہو گیا تو کیا اس کے روزہ کی قضائی دینی ہوگی؟ رمضان میں بیمار رہا ہے۔ (سجاد الرحمٰن)

---

[1] بخاری / کتاب الصوم / باب اذا جامع فی رمضان [2] بخاری / کتاب الصوم / باب من مات وعلیه صوم

ج:......اگر کسی شرعی عذر کی بناء پر روزے نہیں رکھے، مثلاً مرض یا سفر تو اس کے ولی اس کی طرف سے روزے رکھیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ))[''جو فوت ہوا اور اس پر روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے۔''] (بخاری / کتاب الصوم) اور اگر اس نے بلا عذر جان بوجھ کر روزے نہیں رکھے تو وہ کافر ہے، کیونکہ صیام رمضان اسلام وایمان کے بنیادی ارکان میں شامل ہے۔ واللہ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

١ ...... الصيام المفروض

(١) صيام رمضان۔ (٢) صيام قضاء رمضان۔(٣) صيام النذر۔ (٤) صيام كفارة النذر۔ (٥) صيام كفارة اليمين۔ (٦) صيام كفارة حلق الرأس فى الإحرام۔ (٧) صيام كفارة الاصطياد فى الإحرام۔ (٨) صيام القارن أو المتمتع إذا لم يجد الهدى۔ (٩) صيام كفارة إفطار العمد۔ (١٠) صيام كفارة الظهار۔ (١١) صيام كفارة قتل الخطأ۔ (١٢) صيام الولى عن الميت ان كان عليه۔

٢...... الصيام الممنوع

(١) صيام يوم عيد الفطر۔ (٢) صيام يوم عيد الأضحى۔ (٣) صيام أيّام التشريق۔ (٤) صيام الدهر۔ (٥) صيام الجمعة على الانفراد۔ (٦) صيام يوم الشك۔ (٧) صيام الوصال۔ (٨) صيام استقبال رمضان۔ (٩) صيام النذر لغير الله سبحانه وتعالى۔ (١٠) صيام يوم الإسراء والمعراج۔ (١١) صيام النصف من شعبان۔ (١٢) صيام السبت وحده۔ (١٣) صيام ايام الحيض والنفاس۔ (١٤) صيام المرأة بغير إذن زوجها۔

٣...... الصيام المندوب

(١) صيام المحرم۔ (٢) صيام شعبان۔ (٣) صيام عاشوراء۔ (٤) صيام الإثنين۔

(٥) صيام يوم عرفة۔ (٦) صيام يوم وإفطار يومين۔ (٧) صيام العشر من ذى الحجة۔ (٨) صيام الخميس۔ (٩) صيام ستة شوال۔ (١٠) صيام داود۔ (١١) صيام الجمعة لا وحده۔ (١٢) صيام رسول الله ﷺ۔ (١٣) صيام أيام البيض۔

اَلصِّيَامُ الْمَفْرُوْضُ ..... فرضی روزے

(۱) صِيَامُ رَمَضَانَ..... رمضان کے روزے:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ط ﴾ [البقرة: ١٨٥]

''ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے، اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیے۔''

(۲) صیام قضاء رمضان..... رمضان کی قضاء کے روزے:

﴿ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط ﴾ [البقرة: ١٨٥]

''جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے۔''

(۳) صیام النذر ...... نذر کے روزے:

﴿ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ ط ﴾ [الحج: ٢٩]

''اور اپنی نذریں پوری کریں۔''

(۴) صیام کفارۃ النذر...... نذر کے کفارہ کے روزے:

((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْیَمِیْنِ.))

نبی ﷺ نے فرمایا: ''نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔'' [1]

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ نَذَرَ اَنْ یُطِیْعَ اللّٰهَ فَلْیُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ یَّعْصِیَهٗ فَلَا یَعْصِهٖ.)) [2]

---

[1] رواہ مسلم / مشکوٰۃ / کتاب الأیمان والنذور / باب فی النذور / الفصل الاول

[2] صحیح بخاری / کتاب الأیمان والنذور باب النَّذْرِ فِی الطَّاعَةِ

''جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی وہ اطاعت کرے اور جس نے نافرمانی کی نذر مانی وہ نافرمانی نہ کرے۔''

(۵) صیام کفارۃ الیمین...... قسم کے کفارہ کے روزے:

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ج فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ط فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ط ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ط وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ٥ ﴾ [المائدة: ۸۹]

''اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں لغو قسم پر تم سے مواخذہ نہیں فرماتا، لیکن مواخذہ اس پر فرماتا ہے کہ تم جن قسموں کو مضبوط کردو۔ اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا ہے اوسط درجے کا جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے اور جس کو طاقت نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے، جبکہ تم قسم کھالو اور اپنی قسموں کا خیال رکھو، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتا ہے، تا کہ تم شکر کرو۔''

(۶) صیام کفارۃ حلق الرأس في الإحرام...... احرام میں سر منڈانے کے کفارہ کے روزے:

﴿ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ج ﴾

[البقرة: ۱۹۶]

''تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (جس کی وجہ سے سر منڈا لے) تو اس پر فدیہ ہے۔ خواہ روزے رکھ لے، خواہ صدقہ دے دے، خواہ قربانی کرے۔''

[کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور احرام باندھے ہوئے تھے، لیکن مشرکین نے ہمیں عمرہ سے روک دیا۔ میرے لمبے بال تھے اور جوئیں میرے منہ پر گر رہی تھیں۔ آپؐ میرے پاس سے گزرے تو فرمایا: کیا سر کی جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! تب یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر مجھے فرمایا: ''سر منڈاؤ تین روزے رکھو، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا قربانی کرو۔''] [1]

---

[1] بخاری / كتاب المغازي / باب غزوة حديبية ، مسلم / كتاب الحج / باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا كان به اذى

(۷) صِيَامُ كَفَّارَةِ الْاِصْطِيَادِ فِي الْاِحْرَامِ ...... احرام میں شکار کرنے کے کفارہ کے روزے:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ط وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا ۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا ○ ﴾ [المائدة: ۹۵]

''اے ایمان والو! تم حالت احرام میں شکار نہ مارو اور جس نے دیدہ دانستہ شکار مارا تو اس کا بدلہ مویشیوں میں سے اسی شکار کے ہم پلہ جانور ہے، جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں اور یہ جانور کعبہ میں لے جا کر قربانی کیا جائے یا چند مسکینوں کو کھانا کھلانا یا اس کے برابر روزے رکھنا اس کا کفارہ ہے۔''

[دو معتبر اور منصف مزاج یہ فیصلہ کریں گے کہ کون سا جانور اس شکار کردہ جانور کے بدلہ میں اسی کی جنس سے اور اسی کی قیمت کے برابر ہے۔ یہ جانور کعبہ لے جا کر ذبح کیا جائے گا اور کفارہ دینے والا خود اس سے کچھ نہیں کھا سکتا اور اگر ایسا جانور میسر نہیں آتا تو دو عادل یہ فیصلہ کریں گے کہ شکار کردہ جانور کی قیمت کیا ہے اس قیمت کا غلہ لے کر مسکینوں کو دے۔ نیز یہ فیصلہ بھی انہیں پر منحصر ہوگا کہ اتنے غلہ سے کتنے مسکینوں کو روزہ رکھایا جا سکتا ہے؟ دانستہ شکار کرنے والا کفارہ کے طور پر اتنے ہی روزے بھی رکھے گا۔

یاد رہے کہ محرم کو سمندر کے شکار کی اجازت ہے۔]

(۸) صِيَامُ الْقَارِنِ أَوِ الْمُتَمَتِّعِ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْهَدْيَ ......

حج قران یا تمتع کرنے والا جب قربانی نہ پائے تو اس کے روزے:

﴿ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ج فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ط تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ط ﴾ [البقرة: ۱۹۶]

''جو شخص عمرے سے لے کر حج تک تمتع کرے پس اسے جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالے۔ جسے طاقت ہی نہ ہو وہ تین روزے تو حج کے دنوں میں رکھ لے اور سات واپسی میں یہ پورے دس ہو گئے۔''

(۹) صِيَامُ كَفَّارَةِ اِفْطَارِ الْعَمْدِ ...... جان بوجھ کر روزہ چھوڑنے کے کفارہ کے روزے:

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں برباد ہو گیا ہوں۔ آپ نے پوچھا:

''کیوں کیا ہوا؟'' اس نے عرض کیا کہ میں نے بحالت روزہ اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تجھے غلام میسر ہے جسے تو آزاد کر دے؟'' اس نے عرض کیا: ''نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تو دو ماہ مسلسل روزے رکھ سکتا ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''نہیں۔'' سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرا رہا، ہم بھی سب اس طرح بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں سے بھرا ہوا ٹوکرا لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''سائل کہاں ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''میں حاضر ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ لو اور اسے خیرات کر دو۔'' اس نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خیرات تو اس پر کروں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔ اللہ کی قسم! مدینہ کے دو طرفہ پتھریلے کناروں میں کوئی گھر میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں۔'' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کے دانت مبارک کھل گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو۔'' [1]

(۱۰) صِيَامُ كَفَّارَةِ الظِّهَارِ ...... ظہار کے کفارہ کے روزے:

﴿ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ط ﴾ [المجادلة: ٤]

''جو شخص نہ پائے اس کے ذمہ دو مہینوں کے لگا تار روزے ہیں اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔''

[ظہار کا مطلب ہے بیوی کو یہ کہہ دینا۔ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے۔]

(۱۱) صِيَامُ كَفَّارَةِ قَتْلِ الْخَطَأِ..... قتل خطاء کے کفارہ کے روزے:

﴿ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ط ﴾ [النساء: ٩٢]

''پس جو نہ پائے اس کے ذمے دو مہینے کے لگا تار روزے ہیں اللہ تعالیٰ سے بخشوانے کے لیے۔''

(۱۲) صِيَامُ الْوَلِيِّ عَنِ الْمَيِّتِ اِنْ كَانَ عَلَيْهِ ......

ولی کا میت کی طرف سے روزے رکھنا اگر میت پر روزے ہوں:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ۔)) [2]

---

[1] صحیح بخاری / کتاب الصوم / باب اذا جامع فی رمضان و لم یکن له شیءٌ فتُصُدِّقَ علیه فلیُکفِّر

[2] صحیح بخاری / کتاب الصوم / باب من مات وعلیه صوم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مرجائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کا وارث اس کی طرف سے روزے رکھے۔''

اَلصِّيَامُ الْمَمْنُوْعُ ..... مکروہ وحرام روزے

(۱)صِيَامُ يَوْمِ عِيْدِ الْفِطْرِ ...... (۲)صِيَامُ يَوْمِ عِيْدِ الْاَضْحٰى:

عیدالفطر کے دن کا روزہ رکھنا..... عیدالاضحیٰ کے دن کا روزہ رکھنا:

((عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَعَنِ الصَّمَّاءِ وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ)) ❶

''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عیدالفطر اور قربانی کے دنوں کے روزوں کی ممانعت کی تھی اور ایک کپڑا سارے بدن پر لپیٹ لینے سے اور ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنے سے۔''

(۳)صِيَامُ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ ......ایام تشریق میں روزہ رکھنا:

((عَنْ نُبَيْشَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ أَيَّامُ اَكْلٍ وَّ شُرْبٍ)) ❷

''نبیشہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایام تشریق کے دن کھانے پینے کے دن ہیں۔''

(۴)صِيَامُ الدَّهْرِ ......ہمیشہ روزہ رکھنا:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو اِنَّكَ لَتَصُوْمُ الدَّهْرَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَاِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ وَنَهَكَتْ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنَ الشَّهْرِ صَوْمُ الشَّهْرِ كُلِّهِ قُلْتُ فَاِنِّيْ أُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَّلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى۔)) ❸

''عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ! تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور ساری رات جاگتے ہو اور تم جب ایسا کرو گے تو آنکھیں بھر بھرا آئیں گی اور ضعیف

---

❶ صحیح بخاری / کتاب الصوم / باب صوم یوم الفطر ❷ صحیح مسلم / کتاب الصیام / باب تحریم صوم ایام التشریق

❸ صحیح مسلم / کتاب الصیام / باب النهي عن صوم الدهر

ہو جائیں گی اور جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے تو روزہ ہی نہیں رکھا اور ہر ماہ کے تین دن روزے رکھنا گویا پورے ماہ کا روزہ رکھنا ہے، تو میں نے عرض کیا: ''میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔'' تو آپ نے فرمایا: اچھا صوم داؤد رکھا کرو، اور وہ یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے، ایک دن افطار کرتے تھے اور پھر بھی جب دشمن کے آگے ہوتے تو کبھی نہ بھاگتے۔''

(۵) صِیَامُ الْجُمُعَةِ عَلَی الْإِنْفِرَادِ ..... صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا:

((عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ أَصُمْتِ اَمسِ قَالَتْ لَا قَالَ أَتُرِيْدِينَ اَنْ تَصُومِيْ غَدًا قَالَتْ: لَا. قَالَ فَأَفطِرِیْ.)) [1]

''جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے تو وہ روزے سے تھیں۔ آپ نے پوچھا کیا تو نے کل بھی روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا تو کل آئندہ روزہ رکھنا چاہتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر تو روزہ افطار کر دے۔''

نوٹ: ..... صرف جمعہ کا روزہ رکھنا منع ہے، اگر ایک دن پہلے یا بعد میں ساتھ ملا لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۶) صِیَامُ یَوْمِ الشَّكِّ ..... شک کے دن روزہ رکھنا:

((وَقَالَ صِلَةُ عَنْ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ)) [2]

''اور صلہ نے عمار رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا تو اس نے حضرت ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔''

(۷) صِیَامُ الْوِصَالِ ...... وصال کے روزے:

(یعنی دو یا زیادہ دن کے افطار کیے بغیر تسلسل سے روزے رکھنا۔)

((عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَی النَّبِیُّ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَيُّكُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ

[1] صحیح بخاری / کتاب الصوم / باب صوم یوم الجمعة

[2] صحیح بخاری / کتاب الصیام / باب قول النبی ﷺ اذا رأیتم الهلال فصوموا واذا رأیتموه فافطروا

وَيَسْقِيْنِیْ فَلَمَّا اَبَوْا أَنْ يَّنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ كَالتَّنْكِيْلِ لَهُمْ حِيْنَ أَبَوْا أَنْ يَّنْتَهُوْا وَفِیْ رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ لَهُمْ فَاكْلَفُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ)) ❶

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ نے روزوں میں وصال کرنے سے منع فرمایا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ تو وصال کرتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: تم میں سے کون شخص میری طرح ہے؟ میں رات کو سوتا ہوں تو میرا اللہ مجھے کھلا دیتا ہے، اور پلا دیتا ہے لیکن جب وہ لوگ وصال سے باز نہ آئے تو آپ نے ان کے ساتھ ایک دن کچھ نہ کھایا، دوسرے دن بھی کچھ نہ کھایا پھر عید کا چاند نکل آیا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر چاند ظاہر نہ ہوتا تو میں تم سے اور زیادہ روزہ رکھواتا۔ گویا آپ نے انہیں سزا دینے کے لیے فرمایا۔ جب وہ وصال کے روزوں سے باز نہ آئے۔'' ایک روایت میں یہ ہے، پھر آپ نے فرمایا: ''کام اتنا ہی ذمہ لو جتنی تم میں طاقت ہو۔''

(۸) صِيَامُ اِسْتِقْبَالِ رَمَضَانَ ...... استقبال رمضان کے لیے روزہ رکھنا:

((عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْيَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمًا فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ)) ❷

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے معمول کے روزے رکھتا ہو تو رکھ لے۔''

(۹) صِيَامُ النَّذْرِ لِغَيْرِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی ...... غیر اللہ کی نذر کا روزہ رکھنا:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَهٗ فَلَا يَعْصِهٖ)) ❸

---

❶ صحیح بخاری/ کتاب الصوم/باب التنکیل لمن أکثر الوصال

❷ صحیح بخاری / کتاب الصوم / باب لا یتقدمن رمضان بصوم یوم ولا یومین

❸ صحیح بخاری / کتاب الأیمان والنذور / باب النذر فیما لا یملك وفی معصیة

''جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی وہ اس کی اطاعت کرے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانی وہ نافرمانی نہ کرے۔''

(١٠)صِيَامُ يَوْمِ الْإِسْرَاءِ وَالْمِعْرَاجِ ......معراج کے دن کا روزہ رکھنا:

یہ روزہ بھی قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح شب برأت کا روزہ بھی ثابت نہیں ہے اور فرمانِ نبویؐ ہے:

((وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا)) [1]

''اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو اپنی طرف سے نکالے جائیں۔''

(١١)صِيَامُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ ......نصف شعبان کا روزہ رکھنا:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا.)) [2]

''جب شعبان کا نصف باقی رہ جائے تو روزے نہ رکھو۔''

[قَالَ أَبُو عِيسٰى حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ]

(١٢)صِيَامُ السَّبْتِ وَحْدَهُ ......صرف ہفتہ کے دن کا روزہ رکھنا:

((اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا تَصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ اِلَّا فِيمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ فَاِنْ لَمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ اَوْ عُودَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضُغْهُ. قَالَ أَبُو عِيسٰى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.)) [3]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہفتہ کے دن فرض روزہ کے علاوہ کوئی روزہ نہ رکھو، اگر اس دن کھانے کو کچھ نہ ملے، تو انگور کا چھلکا یا پودے کی لکڑی ہی چبالو۔''

(١٣)صِيَامُ اَيَّامِ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ ......ماہواری اور نفاس کے دنوں میں روزہ رکھنا:

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ (أَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ فَذٰلِكَ نُقْصَانُ دِينِهَا))) [4]

---

[1] مسلم / الجمعة / باب تخفيف الصلوٰة والخطبة

[2] جامع الترمذی / ابواب الصوم / باب ماجاء فی کراهية الصوم فی النصف الباقی من شعبان لحال رمضان

[3] جامع الترمذی / ابواب الصوم / باب ماجاء فی صوم يوم السبت

[4] صحیح بخاری / کتاب الصوم / باب الحائض تترك الصوم والصلاة

''ابو سعید رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نماز اور روزے نہیں چھوڑتی؟ یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔''

(۱۴) صِيَامُ الْمَرْأَةِ بِغَيْرِ اِذْنِ زَوْجِهَا ...... خاوند کی اجازت کے بغیر بیوی کا نفلی روزہ رکھنا:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: (لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهِ ، وَلَا تَأْذَنُ فِيْ بَيْتِهِ اِلَّا بِإِذْنِهِ۔ وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ نَفَقَةٍ عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَإِنَّهُ يُؤَدِّى إِلَيْهِ شَطْرُهُ۔))) ❶

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ (نفلی) روزہ رکھے اور اس کا خاوند موجود ہو، مگر اس کے حکم سے۔ اور اس کے گھر میں کسی کو داخل نہ ہونے دے، مگر اس کے حکم سے۔ اور جو وہ مال صدقہ کرے اپنے خاوند کے حکم کے بغیر تو بے شک اس کو اس کا نصف ثواب ملے گا۔)''

اَلصِّيَامُ الْمَنْدُوْبُ ..... مستحب روزے

(۱) صِيَامُ الْمُحَرَّمِ ..... محرم کا روزہ:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ۔)) ❷

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے ہیں، جو کہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اور فرضی نماز کے بعد سب سے افضل نمازِ تہجد کی نماز ہے۔''

(۲) صِيَامُ شَعْبَانَ ..... شعبان میں روزے رکھنا:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِيْ شَعْبَانَ۔)) ❸

---

❶ صحیح بخاری / کتاب النکاح / باب لا تأذن المرأۃ فی بیت زوجھا الّا باذنہ

❷ صحیح مسلم / کتاب الصوم / باب فضل صوم المحرم

❸ بخاری / کتاب الصوم / باب صوم شعبان

"عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نفل روزہ رکھنے لگتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں۔ اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ ﷺ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورے مہینے کا روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے، میں نے کسی مہینے میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔"

(۳) صِيَامُ عَاشُوْرَاءَ ...... عاشوراء کے دن کا روزہ:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ الْمَدِيْنَةَ فَرَأَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا يَوْمٌ صَالِحٌ هٰذَا يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوْسٰى قَالَ فَاَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ.)) [1]

"ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے آپؐ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے ان سے اس کا سبب معلوم فرمایا تو انہوں نے کہا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: "پھر موسیٰ علیہ السلام کے (شریک مسرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔" چنانچہ آپؐ نے اس دن روزہ رکھا۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔"

((عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ أَنِّيْ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَن يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ)) [2]

"ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ عاشوراء کے دن کے روزے سے اللہ تعالیٰ اس سے پہلے سال کے گناہ معاف کر دے گا۔"

(۴) صِيَامُ الْاِثْنَيْنِ ، (۵) صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ ، (۶) صِيَامُ يَوْمٍ وَاِفْطَارُ يَوْمَيْنِ:

سوموار اور یوم عرفہ کا روزہ اور ایک دن روزہ رکھنا اور دو دن کا افطار کرنا:

((عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ صَوْمِهِ قَالَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ

[1] صحیح بخاری / کتاب الصوم / باب صیام یوم عاشوراء

[2] جامع الترمذی / ابواب الصوم / باب ماجاء فی الحث علی صوم یوم عاشوراء

رَسُوْلًا وَبِبَيْعَتِنَا بَيْعَةً قَالَ فَسُئِلَ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ فَقَالَ لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ أَوْ مَا صَامَ وَمَا أَفْطَرَ قَالَ فَسُئِلَ عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ وَإِفْطَارِ يَوْمٍ قَالَ وَمَنْ يُّطِيْقُ ذٰلِكَ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمٍ وَإِفْطَارِ يَوْمَيْنِ قَالَ لَيْتَ إِنَّ اللّٰهَ قَوَّانَا لِذٰلِكَ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمٍ وَإِفْطَارِ يَوْمٍ قَالَ ذَاكَ صَوْمُ أَخِيْ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ الْإِثْنَيْنِ قَالَ ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدتُّ فِيْهِ وَيَوْمٌ بُعِثْتُ أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ قَالَ فَقَالَ صَوْمُ ثَلٰثَةٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ إِلٰى رَمَضَانَ صَوْمُ الدَّهْرِ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ قَالَ يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ فَقَالَ يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ)) [1]

"ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ سے کسی نے آپ کے روزوں کا پوچھا اور آپ غصہ ہوئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم راضی ہوئے، اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر اور راضی ہوئے ہم اپنی بیعت سے کہ وہی بیعت ہے اور سوال ہوا صیام دھر کا تو آپ نے فرمایا: نہ اس نے روزہ رکھا نہ افطار کیا، پھر سوال ہوا دو روز روزے اور ایک روز افطار سے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی طاقت کسے ہے؟ پھر سوال ہوا: ایک دن روزہ اور دو دن افطار سے۔ تو آپ نے فرمایا: کاش! اللہ تعالیٰ ہم کو ایسی ہمت دے۔ اور سوال ہوا ایک دن افطار اور ایک دن روزہ سے۔ تو فرمایا: یہ میرے بھائی داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ اور سوال ہوا سوموار کے روزے کا تو فرمایا: میں اسی دن پیدا ہوا ہوں اور اسی دن نبی ہوا ہوں۔ یا فرمایا: اسی دن مجھ پر وحی اتری ہے۔ اور فرمایا: رمضان کے روزے اور ہر ماہ میں تین روزے یہ صوم الدھر ہے اور عرفہ کے روزے کا سوال ہوا تو فرمایا کہ: ایک سال گزرا ہوا اور ایک آگے آنے والے کا کفارہ ہے اور عاشورے کے روزے کا پوچھا تو فرمایا: ایک سال گزرے ہوئے کا کفارہ ہے۔"

(۷) صِيَامُ الْعَشْرِ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ ...... عشرہ ذوالحجہ کے روزے:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا الْعَمَلُ فِيْ أَيَّامٍ أَفْضَلَ مِنْهَا فِيْ هٰذَا الْعَشْرِ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ)) [2]

---

[1] مسلم / کتاب الصیام / باب استحباب صیام ثلثة ایام من کل شهر وصوم یوم عرفة وعاشوراء والاثنین

[2] بخاری / کتاب العیدین / باب فضل العمل فی ایام التشریق ، جامع الترمذی / ابواب الصوم / باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا: ان دس دنوں کے عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں، لوگوں نے پوچھا اور جہاد میں بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: کہ ہاں جہاد میں بھی نہیں۔ سوا اس شخص کے جو اپنی جان و مال خطرہ میں ڈال کر نکلا اور واپس آیا تو ساتھ کچھ بھی نہ لایا۔'' (سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔)

(۸) صِيَامُ الْخَمِيسِ ...... جمعرات کا روزہ:

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَرَّى صَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ۔)) ❶

''نبی ﷺ سوموار اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کی کوشش فرماتے۔''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سوموار اور جمعرات کے روز اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرے عمل روزہ کی حالت میں پیش ہوں۔''

(۹) صِيَامُ سِتَّةِ شَوَّالٍ ...... شوال کے مہینے کے چھ روزے:

((عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ۔)) ❷

''ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کو ہمیشہ کے روزوں کا ثواب ہوگا۔''

(۱۰) صِيَامُ دَاوُدَ علیہ السلام ...... داؤد علیہ السلام کا روزہ:

((عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہما أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَهُ (أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللهِ صِيَامُ دَاوُدَ ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ ، وَيَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا))) ❸

''عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ سب نمازوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور روزوں میں بھی داؤد علیہ السلام ہی کا

❶ جامع الترمذی / ابواب الصوم / باب ماجاء فی صوم الاثنین والخمیس

❷ صحیح مسلم / کتاب الصیام / باب استحباب صوم ستة ایّام من شوال اتباعاً لرمضان

❸ صحیح بخاری / کتاب التهجد / باب من نام عند السحر

روزہ۔ آپ آدھی رات تک سوتے، اس کے بعد تہائی رات نماز پڑھنے میں گزارتے۔ پھر رات کے چھٹے حصے میں بھی سو جاتے۔ اسی طرح آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔''

(۱۱) صِيَامُ الْجُمُعَةِ لَا وَحْدَهٗ ...... جمعہ کے دن روزہ رکھنا، لیکن اکیلا نہ ہو:

عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ (أَصُمْتِ أَمْسِ؟) قَالَتْ: لَا۔ قَالَ: (تُرِيْدِيْنَ أَنْ تَصُوْمِيْنَ غَدًا) قَالَتْ: لَا۔ قَالَ: (فَأَفْطِرِيْ))) [1]

جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم ﷺ ان کے ہاں جمعہ کے دن تشریف لے گئے، (اتفاق سے) وہ روزہ سے تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر دریافت فرمایا: ''کیا کل کے دن بھی تو نے روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا: ''کیا آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟'' جواب دیا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ: ''پھر روزہ توڑ دو۔''

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَلَّمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔)) [2]

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہتے ہیں کہ کم ہی دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہ آپؐ جمعہ کو روزہ چھوڑتے۔''

(۱۲) صِيَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ...... رسول اللہ ﷺ کے روزے:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَاصَامَ النَّبِيُّ ﷺ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ وَيَصُوْمُ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يَصُوْمُ۔)) [3]

''ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رمضان کے سوا نبی کریم ﷺ نے کبھی پورے مہینے کا روزہ نہیں رکھا۔ آپؐ نفل روزہ رکھنے لگتے تو دیکھنے والا کہہ اٹھتا کہ بخدا اب آپ بے روزہ نہیں رہیں گے اور اسی طرح جب نفل روزہ چھوڑ دیتے تو کہنے والا کہتا کہ واللہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔''

---

[1] صحیح بخاری / کتاب الصوم / باب صوم یوم الجمعة [2] سنن ابن ماجه / کتاب الصوم / باب فی صیام یوم الجمعة

[3] صحیح بخاری / کتاب الصوم / باب ما یذکر من صوم النبی وإفطاره

(۱۳)صِیَامُ اَیَّامِ الْبِیْضِ ...... ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ:

((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: (أَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ ﷺ بِثَلَاثٍ: صِیَامِ ثَلَاثَةِ أَیَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ، وَرَكْعَتَیِ الضُّحٰی ، وَأُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ۔))) ❶

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے فرماتے ہیں کہ (مجھے وصیت کی میرے خلیل ﷺ نے تین باتوں کی: ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھنے کی۔ اور چاشت کی دو رکعتوں کی اور میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں۔)''

۱۳ / ۱ / ۱۴۲۴ھ

س: ......ایک حدیث ہے:

((مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔))

''جس آدمی نے لیلۃ القدر کا قیام کیا ایمان سے اور ثواب کی نیت سے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔'' ❷

رات کے قیام سے کیا مراد ہے؟ (عبدالغفور شاہدرہ)

ج: ......لیلۃ القدر کے قیام میں صلاۃ اللیل شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ ﴾ ''رات (کے وقت نماز) میں کھڑے ہو جاؤ، مگر کم۔'' (المزمل: ۷۳ / ۲) نیز فرمایا:

﴿ اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط ﴾ [المزمل: ۲/۷۳]

''تیرا رب بخوبی جانتا ہے کہ تو اور تیرے ساتھ کے لوگوں کی ایک جماعت قریب دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور ایک تہائی رات کے تہجد پڑھتے ہیں اور رات دن کا پورا اندازہ اللہ تعالیٰ کو ہی ہے وہ (خوب) جانتا ہے کہ تم اوقات کا ٹھیک شمار نہیں کر سکو گے، پس اس نے تم پر مہربانی کی، لہٰذا پڑھو، نماز جس قدر پڑھنا تمہیں آسان ہو۔''

۱۷ / ۴ / ۱۴۲۲ھ

س: ......اعتکاف کرنے والا ۲۰ رمضان کو غروبِ آفتاب سے پہلے مسجد میں پہنچ جائے اور رات مسجد میں گزارے

---

❶ صحیح بخاری / کتاب الصوم / باب صیام ایام البیض ثلاث عشرة واربع عشرة وخمس عشرة

❷ صحیح بخاری / کتاب فضل لیلة القدر / باب فضل لیلة القدر

اور صبح کی نماز کے بعد اپنی جائے اعتکاف میں داخل ہو جائے یہ کونسی حدیث میں ہے؟

(ظفر اقبال، نارووال)

ج:...... یہ کسی حدیث میں نہیں۔ بعض اہل علم کا اجتہاد ہے۔ ١٩ / ١١ / ١٤٢١ھ

س:...... ((هل يجوز الاعتكاف في المساجد سوى المساجد الثلاثة؟))

کیا تین مساجد (المسجد الحرام، المسجد النبوی، المسجد الاقصیٰ) کے علاوہ دوسری مساجد میں اعتکاف جائز ہے؟ (عبدالخبير الاويسى الملتانى، اللاهورى)

ج:...... ((أن الاعتكاف يجوز في المساجد كلها لقد قال الإمام البخاري رحمه الله الباري في الباب الأول من أبواب الاعتكاف من جامعه الصحيح: والاعتكاف في المساجد كلها لقوله: ولا تباشروهن وأنتم عاكفون في المساجد تلك حدود اللّٰهِ فَلا تَقربوها...... إلى آخر الآية۔ ١ھ

وأما رواية: لا اعتكاف إلا في ثلاثة مساجد۔ الخ۔ فضعيفة، وعلى تقدير صحتها تكون خاصة بالاعتكاف الذي يكون مع شد الرحل لقول النبي ﷺ: لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد۔ الحديث رواه البخاري وإن شئت التفصيل في هذه المسألة فارجع إلى "نعمت الأثاثة" والله أعلم۔))

[بے شک اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں ابواب الاعتکاف کے پہلے باب میں فرمایا ہے کہ اعتکاف ہر ایک مسجد میں درست ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جب تم مساجد میں اعتکاف کیے ہوئے ہو تو اپنی بیویوں سے ہم بستری نہ کرو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں۔ اس لیے انہیں (توڑنے کے) قریب بھی نہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکامات لوگوں کے لیے اس طرح بیان فرماتا ہے، تاکہ وہ (گناہ سے) بچ سکیں۔ [البقرة: ١٨٧]

مگر وہ روایت جس میں یہ لفظ ہیں کہ: "اعتکاف صرف تین مساجد میں ہوتا ہے۔" یہ روایت ضعیف ہے اور اگر وہ صحیح بھی ہو تو اس سے مراد وہ اعتکاف ہوگا جو کجاوے باندھ کر کیا جائے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "نہ کجاوے باندھے جائیں، مگر تین مساجد کی طرف، مسجد الحرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔" اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

اگر آپ اس مسئلہ کی تفصیل چاہتے ہیں تو" نعمت الاثاثة " کی طرف رجوع کریں۔]

۱۴۲۳/۸/۹ھ

س:......اعتکاف کا ثواب دو حج اور دو عمروں کے برابر ہے، کیا یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

(ملک محمد یعقوب)

ج:......اعتکاف کے اجر و ثواب والی یہ روایت کمزور ہے۔ [1]

اعتکاف رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ ہر سال رسول اللہ ﷺ اعتکاف کیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ اَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِيْهِ اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا۔)) [2]

"نبی علیہ السلام ہر رمضان دس دن اعتکاف کرتے، جس سال آپ فوت ہوئے، آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔"

قرآنِ مجید میں ہے:

﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ط ﴾ [الانعام: ۱۶۰]

"جو شخص نیک کام کرے گا، اس کو اس کے دس گنا ملیں گے۔"

اور حدیث میں ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِنْ هَمَّ بِهَا وَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلٰى أَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ۔)) [3]

"بے شک اللہ نے لکھا ہے نیکیوں اور برائیوں کو پس جو نیکی کا ارادہ کرے، اللہ اس کی ایک نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر بندہ نیکی کا ارادہ کرنے کے بعد نیکی کرتا ہے تو اللہ اسے دس سے لے کر سات سو تک اور اس سے بھی زیادہ نیکیاں عطا فرماتے ہیں۔"

۱۴۲۲/۱۰/۹ھ

س:......کیا ہر مسجد کے نمازیوں میں سے کسی ایک کا اعتکاف بیٹھنا فرض ہے۔ نہ بیٹھنے کی صورت میں سب پر گناہ

[1] موضوع / سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة / المجلد الثانی: ۵۱۸

[2] صحيح بخاری / كتاب الاعتكاف / باب الاعتكاف فی العشر الاوسط من رمضان

[3] بخاری / كتاب الرقاق / باب من هم بحسنة او بسيئة

ہوگا یا نہیں؟ (محمد شکیل، فورٹ عباس)

ج:......اعتکاف فرض نہیں نفل ہے۔ رسول اللہ ﷺ اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ١٢ / ١٠ / ١٤٢١ھ

س:...... ① ایک آدمی مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہے، مسجد کے جس حصے میں اعتکاف کے لیے اس نے خیمہ بنایا ہے، اس خیمے سے باہر مسجد کے صحن میں دھوپ کے لیے زیادہ وقت گزارتا ہے، خیمہ میں تھوڑا وقت گزارتا ہے، کیا اس طرح کرنا صحیح ہے؟

② مسجد میں اعتکاف کرنے والا مسجد میں تعمیر کا کام ہو رہا ہے کیا اس میں ہاتھ بٹا سکتا ہے؟

③ ہمارے ہاں مسجد کا قبلہ درست کرنے کے لیے مسجد کی قبلہ والی دیوار کچھ ترچھی ہے، اس کی پچھلی طرف کچھ جگہ ہے، جہاں کمرہ تعمیر کر دیا ہے اور مسجد کی قبلہ والی دیوار میں ایک دروازہ ہے، جس سے اس کمرہ کو مسجد کے سٹور کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے کیا اس کمرہ میں اعتکاف بیٹھ سکتے ہیں؟ (محمد یونس شاکر)

ج:...... ① اس طرح کرنا صحیح نہیں۔ اعتکاف کی خاطر خیمے کا آخر مقصد؟

② دو چار منٹ تو کوئی بات نہیں آخر غور فرمائیں اعتکاف کی غرض و غایت تعمیر کا کام ہے یا کوئی اور چیز؟

③ اگر وہ کمرہ مسجد کا حکم رکھتا ہے تو اس میں اعتکاف درست ہے، ورنہ درست نہیں۔ ٦ / ١ / ١٤٢٤ھ

س:......اعتکاف کے لیے آدمی ایک خیمہ لگاتا ہے اور اس میں ایک یا دو دن اعتکاف کرتا ہے، اس کے بعد کیا وہ اس جگہ سے خیمہ تبدیل کر کے مسجد کے کسی دوسرے خیمہ میں اعتکاف کر سکتا ہے؟ (قاری عبدالصمد بلوچ)

ج:......اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ ﴾[البقرة: ١٨٣][''اور تم اعتکاف کرنے والے ہو مساجد میں۔''] سے پتہ چلتا ہے کہ مسجد کے کسی دوسرے خیمہ میں اعتکاف کر سکتا ہے۔

٢ / ٢ / ١٤٢٤ھ

س:......کیا ١٠ دن سے کم مثلاً 9۔ 7۔ 5۔ 3 وغیرہ کا اعتکاف نبی ﷺ سے ثابت ہے؟

(محمد امجد، میر پور)

ج:......صحیح بخاری میں ہے عمر بن خطاب ...... رضی اللہ عنہ ...... نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا میں نے مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَوْفِ بِنَذْرِكَ)) ''اپنی نذر پوری کر۔'' [1] تو ثابت ہوا دس دن سے کم مدت کا اعتکاف درست ہے۔ ٣ / ١١ / ١٤٢٠ھ

[1] بخاری / كتاب الاعتكاف / باب الاعتكاف ليلاً ، حديث نمبر: ٢٠٣٢

کتاب الحج .... حج اور عمرہ کا بیان

س:......اگر ایک آدمی کے پاس حج یا عمرہ کی استطاعت نہیں تو کیا وہ کسی دوسرے شخص کو کہہ سکتا ہے کہ مجھے حج یا عمرہ کراؤ یا پیسے دو، تاکہ میں حج یا عمرہ کرسکوں؟ (محمد افراہیم، آزاد کشمیر)

ج:......کہہ سکتا ہے، بہتر ہے محنت کرے، مال حلال ذرائع سے کمائے اور حج یا عمرہ کرے۔ ۱۳ / ۱۰ / ۱۴۲۱ھ

س:......کیا مقروض حج یا عمرہ کرسکتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ حج یا عمرے کے لیے پہلے قرض ادا کرنا ضروری ہے کیا یہ درست ہے۔ قرضے کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ میں کسی سے قرض لوں اور مقرر مدت کے بعد ادا کردوں اور دوسرا جاری قرضہ جیسے کسی دکان سے اشیاء صرف ادھار لیں اور 3، 3 ماہ بعد رقم دیتے رہیں۔ کیا ایسا قرضہ ادا کرنا ضروری ہے حج یا عمرہ کے لیے یا کہ کوئی اور قرض ہے؟ (محمد افراہیم، آزاد کشمیر)

ج:......اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ﴾ [آل عمران : ۹۷] [''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پاسکتے ہیں، اس گھر کا حج فرض کردیا ہے۔''] اگر مقروض میں استطاعت ہے تو حج عمرہ کرے۔ ہاں قرضہ ادا کرنا ضروری ہے۔ حج عمرہ پہ روانگی سے پہلے ادا کردے تو فبہا ورنہ جن کا دینا ہے ان سے مہلت لے لے۔ اور واپس آکر قرض ادا کردے، اگر موت تک قرض ادا نہیں کرسکا تو اس کے ترکہ سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ مِنْ م بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ ﴾ [النساء : ۴ / ۱۱] [''وصیت کے بعد جو مرنے والا کر گیا یا ادائے قرض کے بعد۔'']

س:......حدیث میں آیا ہے عورت غیر محرم کے ساتھ سفر نہ کرے۔ آیا کیا حج کا سفر عورت جوان ہو یا بوڑھی کوئی حدیث میں فرق ہے؟ (مولانا محمد بشیر)

ج:......عورت کا محرم یا خاوند کے بغیر سفر کرنا جرم و گناہ ہے، [رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن اور رات کا سفر اختیار کرے۔] [1] اس گناہ کی موجودگی میں عورت کا حج عمرہ ہوتا ہے یا نہیں۔ مجھے کوئی آیت یا حدیث معلوم نہیں۔ [نبی ﷺ نے فرمایا کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے۔ مگر اس حالت میں اس کے ساتھ

[1] صحیح بخاری/کتاب الصلاۃ/باب تقصیر الصلاۃ۔ صحیح مسلم/کتاب الحج/باب سفر المرأۃ مع محرم

کوئی محرم رشتہ دار ہو اور عورت محرم رشتہ دار کے بغیر سفر نہ کرے تو آپ ﷺ سے ایک آدمی نے سوال کیا۔ اے اللہ کے رسول! میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوے میں لکھا جا چکا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جا تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔''] [1]

۹ / ۳ / ۱٤۲٤ھ

س :...... کیا ایک سفر میں زیادہ عمرے کر سکتے ہیں؟ (محمد بشیر الطیب، کویت)

ج :...... عمر میں بھی اور ایک سفر میں بھی متعدد عمرے کرنا درست ہے، اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ((عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْعُمْرَةُ إِلَی الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَیْنَهُمَا ، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَهٗ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ۔))(متفق علیہ) [2]

[''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمرہ ان تمام گناہوں کا کفارہ ہے، جو موجودہ اور گزشتہ عمرہ کے درمیان سرزد ہوئے ہوں اور حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔''']

یہ حدیث عام ہے مکہ مکرمہ میں مقیموں اور مسافروں دونوں کو شامل ہے ایک مقیم یا مسافر نے عمرہ کیا آٹھ دن یا کم وبیش دن ٹھہر کر اس نے دوسرا عمرہ کیا رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کے دونوں عمروں کے درمیانہ وقفہ کا کفارہ ہو جائے گا، اس حدیث کو دو سفروں میں دو عمروں کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں نہ قرآنِ مجید میں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث میں۔ باقی رسول اللہ ﷺ کا عمل ''ایک سفر میں ایک عمرہ کرنا'' اس حدیث کا مخصص نہیں بن سکتا ورنہ لازم آئے گا، عمر بھر میں چار عمروں سے زیادہ عمرے کرنا درست نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا عمل عمر بھر میں بعد از ہجرت چار عمرے کرنا ہی ہے۔ نیز لازم آئے گا حج کے سفر میں طواف وداع کے علاوہ چھ طواف سے زیادہ اور عمرے کے سفر میں ایک طواف سے زیادہ طواف کرنا درست نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ کے سفروں میں اتنے ہی طواف کیے ہیں اور معلوم ہے کہ دونوں لازم صحیح نہیں۔ لہٰذا ملزوم بھی صحیح نہیں تو عمر بھر میں چار عمروں سے زیادہ عمرے کرنا درست ہے اور ایک سفر میں ایک سے زیادہ عمرے کرنا بھی درست ہے اور گناہوں کا کفارہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((اَلْعُمْرَةُ إِلَی الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَیْنَهُمَا))

۲۔ ((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ عُمْرَةً فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ

[1] صحیح بخاری/کتاب النکاح/باب لا یخلون رجل بامرأة الا ذو محرم۔ صحیح مسلم/کتاب الحج/باب سفر المرأة مع محرم الی حج وغیرہ

[2] بخاری / کتاب العمرة / باب وجوب العمرة وفضلها

حَجَّةً))(متفق علیه) ❶

[''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔'']

یہ حدیث بھی عام ہے مکہ مکرمہ میں مقیموں اور مسافروں دونوں کو شامل ہے۔ پھر متعدد رمضانوں میں متعدد عمروں اور ایک رمضان میں متعدد عمروں کو بھی متناول ہے۔ ان صور متعددہ سے کسی ایک صورت کے ساتھ اس حدیث کو بھی خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں نہ قرآنِ مجید میں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث میں۔

٣۔ ((وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ ، وَالذَّهَبِ ، وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةَ)) ❷

[''آپؐ نے فرمایا: ''پے درپے حج اور عمرہ کرو۔ بے شک یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں، جس طرح (آگ کی) بھٹی لوہے اور سونے اور چاندی کی میل کچیل کو دور کردیتی ہے۔ حج مقبول کا ثواب صرف جنت ہے۔'']

یہ حدیث بھی عام ہے مسافروں کو بھی شامل ہے ایک سفر میں متعدد عمروں کو بھی متناول ہے، اس حدیث کو بھی کسی ایک صورت کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں نہ قرآنِ مجید میں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی سنت و حدیث میں۔

٤۔ ((وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلَى النِّسَآءِ جِهَادٌ؟ قَالَ: نَعَمْ عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيْهِ اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ))(رواه ابن ماجه وأحمد)

[عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں! ان پر وہ جہاد ہے جس میں لڑائی نہیں۔ حج اور عمرہ۔'']

یہ حدیث بھی عام ہے، پھر اس میں عمرہ کو جہاد کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور معلوم ہے کہ ایک سفر میں متعدد غزوات درست ہیں، جیسے حضر میں......وقفہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔

---

❶ بخاری / کتاب العمرة / باب عمرة فی رمضان ، مسلم / کتاب الحج / باب فضل العمرة فی رمضان

❷ رواه الترمذی / کتاب الحج / باب ثواب الحج والعمرة ، والنسائی / کتاب الحج / باب فضل المتابعة بین الحج والعمرة۔ ابن ماجه / کتاب المناسك / باب فضل الحج والعمرة

۵۔ ((وَعَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: وَفْدُ اللّٰهِ ثَلَاثَةٌ اَلْغَازِی وَالْحَاجُّ ، وَالْمُعْتَمِرُ))(رواہ النسائی)

[''اللہ کے مہمان تین ہیں۔مجاہد......حج کرنے والا......اورعمرہ کرنے والا۔'']

یہ حدیث بھی عام ہے مقیم اور مسافر دونوں کو شامل ہے، پھر ایک سفر میں ایک عمرہ کرنے والے اور ایک سفر میں زیادہ عمرے کرنے والے دونوں کو متناول ہے، تخصیص کی کوئی دلیل نہیں نہ تو قرآنِ مجید میں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث میں۔

امام شوکانی ...... رحمہ اللہ تعالیٰ...... حدیث:((العمرة إلی العمرة کفارة لما بینهما)) کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ((وفی الحدیث دلالة علی استحباب الاستکثار من الاعتمار خلافا لقول من قال: یکره أن یعتمر فی السنة أکثر من مرة کالمالکیة۔ ولمن قال: یکره أکثر من مرة فی الشهر من غیرهم۔ واستدل للمالکیة بأن النبی ﷺ لم یفعلها إلا من سنة إلی سنة ، وأفعاله علی الوجوب ، أو الندب۔ وتعقب بأن المندوب لا ینحصر فی أفعاله ﷺ ، فقد کان یترك الشیء ، وهو یستحب فعله لدفع المشقة عن أمته ، وقد ندب إلی العمرة بلفظه ، فثبت الاستحباب من غیر تقیید ، واتفقوا علی جوازها فی جمیع الأیام لمن لم یکن متلبسا بالحج إلا مانقل عن الحنفیة أنها تکره فی یوم عرفة ویوم النحر ، وأیام التشریق۔ وعن الهادی أنها تکره فی أیام التشریق فقط ، وعن الهادویة أنها تکره فی أشهر الحج لغیر المتمتع والقارن إذ یشتغل بها عن الحج۔ ویجاب بأن النبی ﷺ اعتمر فی عمره ثلاث عمر مفردة کلها فی أشهر الحج۔ وسیاتی لهذا مزید بیان فی جواز العمرة فی جمیع السنة))[نیل الاوطار: ٤/ ٢٨٣ ۔ ٢٨٤]

امام شوکانی ..... رحمہ اللہ تعالیٰ...... کی یہ تشریح جس طرح پہلی حدیث کی تشریح ہے، اسی طرح مندرجہ بالا باقی چار حدیثوں کی بھی تشریح ہے۔

منتقی الأخبار میں ہے: ((وعن علی رضی اللہ عنہ قال: فی کل شهر عمرة۔ (رواه الشافعی) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی عام ہے، مقیم ومسافر دونوں کو شامل ہے، آپ اوپر پڑھ آئے ہیں، ایک ماہ میں ایک عمرہ والی تقیید بھی درست نہیں۔

رہا یہ مسئلہ کہ آفاقی مکہ معظمہ میں رہ رہا ہے، عمرہ کرنا چاہتا ہے تو احرام کہاں سے باندھے گا تو رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تنعیم مسجد عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی احرام باندھ سکتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی ہمشیرہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے عمرہ کروائے۔ چنانچہ انہوں نے ان کو تنعیم سے عمرہ کروایا۔ [1] اور وہ جہاں ٹھہرا ہوا ہے وہاں سے بھی احرام باندھ سکتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ هِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ ، وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ)) اور ایک روایت میں لفظ اس طرح ہیں: ((فَهُنَّ لَهُنَّ ، وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ ، فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ حَتّٰى أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا۔)) (صحیح بخاری) تو مکہ مکرمہ میں ٹھہرے ہوئے آفاقی کے لیے اپنی رہائش گاہ اور تنعیم دونوں مقاموں سے عمرہ کا احرام باندھنا درست ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث سے ثابت ہے۔

باقی ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک وقفہ کی تعیین وتحدید کتاب وسنت میں کہیں وارد نہیں ہوئی۔ عمرہ کرنے والا جتنا وقفہ مناسب سمجھے اتنا وقفہ کر لے یہ چیز عمرہ کرنے والے کی صواب دید کے سپرد ہے۔

یہ میقاتیں ان کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بھی جو دوسرے شہروں سے ان کے پاس سے حج یا عمرہ کے ارادہ سے گزریں اور جو لوگ ان میقاتوں کے اندر ہوں وہ اپنی رہائش گاہ سے جہاں سے چلیں وہیں سے احرام باندھیں حتی کہ اہل مکہ، مکہ مکرمہ سے ہی احرام باندھیں۔ ۱ / ۸ / ۱۴۲۳ھ

س: ......مکہ میں پہنچ کر پہلا عمرہ جو کہ میقات سے احرام باندھ کر کیا جاتا ہے اور پھر اس عمرہ کے ارکان سے فارغ ہو کر قیام کے دوران بار بار احرام باندھ کر عمرہ کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ اس میں تذبذب ہے، کیونکہ علماءِ حجاز اس کو جائز نہیں کہتے اور مولانا فاروق صارم صاحب نے اس کو جائز حج رسول میں قرار دیا ہے۔ جس کی نظر ثانی آپ نے کی ہے۔ اس کی بھی تفصیل سے آگاہ کر دینا اور عنداللہ ماجور ہونا؟ (محمد بشیر الطیب، الکویت)

ج: ......اس سلسلہ میں فاروق صارم صاحب ...... حفظہ اللہ تعالیٰ ......کی ''حج رسول ﷺ'' والی بات درست ہے۔

---

[1] مسلم / کتاب الحج / باب بیان وجوه الاحرام

[2] بخاری / کتاب الحج ، مسلم / کتاب الحج / باب مواقیت الحج والعمرة

[حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ سواری پر بیٹھا کر لے جائیں اور تنعیم سے (احرام باندھ کر) ان کو عمرہ کرائیں۔ ❶

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لیے جحفۂ اہل نجد کے لیے قرآن المنازل، اہل یمن کے لیے یلملم میقات مقرر فرمائے ہیں۔ یہ میقات ان ملکوں میں مقیم لوگوں کے لیے بھی ہیں اور ان لوگوں کے لیے بھی جو حج اور عمرے کے ارادہ سے ان اطراف سے آئیں، جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں (مستقل یا عارضی) وہ اپنی رہائش گاہ سے ہی احرام باندھیں۔ حتی کہ اہل مکہ مکہ مکرمہ سے ہی احرام باندھیں۔] ❷

س: ......حج یا عمرے کی نیت سے جانے والے احرام کہاں سے باندھیں؟ کیا وہ ایئرپورٹ سے یا گھر سے باندھ لیں۔ پاکستانی جہاز یمن کے راستے سے جاتا ہے اور وہاں میقات یلملم آتا ہے۔ ہمارے کچھ احباب اسی طرح چلے جاتے ہیں اور مکہ پہنچ کر غسل وغیرہ کر کے مسجد عائشہؓ سے احرام باندھتے ہیں۔ کیا انہیں یلملم سے پہلے نہیں باندھنا چاہیے تھا؟ کیا یہ درست ہے؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ وہاں جا کر ایک عمرہ کر کے پھر مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا پہنچ کر دوبارہ احرام باندھ کر دوسرا عمرہ کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات ۱۰، ۱۰ عمرے کرتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ (محمد افراہیم، آزاد کشمیر)

ج: ......پاکستان کا میقات یلملم ہے بہتر ہے، جہاز ہوائی ہو تو اس میں سوار ہوتے وقت احرام کی دونوں چادریں پہن لے اور جب جہاز کے مطار پر اترنے میں بیس تیس منٹ باقی رہ جائیں تو تلبیہ کہنا شروع کر دے، کیونکہ اس وقت جہاز یلملم کے بالکل قریب ہوتا ہے۔ حج یا عمرے کی غرض سے جا رہا ہو تو میقات سے احرام باندھے بغیر نہیں گزر سکتا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر متعدد عمرے کر سکتا ہے جس مقام پر ٹھہرا ہو وہاں سے بھی ایسا آدمی احرام باندھ لے یا مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا سے یا حل کے کسی اور مقام سے احرام باندھ لے، سب صورتیں شرعاً درست ہیں۔ ۱۳ / ۱۰ / ۱۴۲۱ھ

س: ......جس شخص نے عمرہ کرنا ہو اور وہ مکہ کا رہائشی ہو کیا وہ احرام باندھنے کے لیے حرم کی حدود سے باہر جائے یا نہیں؟ (قاری عبدالصمد بلوچ)

ج: ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات احرام بیان فرمائے تو بعد میں فرمایا: ((هُنَّ لَهُنَّ ، وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ

---

❶ بخاری / کتاب العمرۃ / باب عمرۃ التنعیم ❷ مسلم / کتاب الحج / باب فی المواقیت

مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ أَوِ الْعُمْرَةَ وَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ۔ أو كما قال ﷺ۔)) [1] [''یہ مقامات وہاں کے رہنے والوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے بھی جو وہاں سے گزر کر آئیں۔ وہاں کے مقیمی نہ ہوں جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں اور جو ان مقامات کے اندر ہے، پس وہ احرام باندھے، جہاں سے شروع کرے، حتی کہ مکہ والے مکہ ہی سے۔'']

۲ / ۲ / ۱٤۲٤ھ

س: ......بعض عورتیں حج کے موقع پر حیض کو روکنے کے لیے گولیاں کھالیتی ہیں، تاکہ حج کے احکام پورے کرسکیں یا رمضان میں گولیاں کھاتی ہیں، تاکہ روزے مکمل رکھ سکیں۔ کیا یہ درست ہے؟ (ملک محمد یعقوب)

ج: ...... یہ درست نہیں۔ ان دنوں میں طواف کے علاوہ تمام مناسک حج ادا کرے اور طواف بعد میں کرے۔ [2] اور ان دنوں کے روزے رمضان المبارک کے بعد رکھے۔ واللہ اعلم۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج کے ارادے سے نکلے، جب ہم لوگ سرف یا اس کے قریب پہنچے تو میں حائضہ ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہیں حیض آیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لیے لکھ دی ہے، لہٰذا اب تم طواف کے علاوہ حاجیوں والے سب کام کرو۔ طواف اس وقت کرنا جب غسل کرلو۔''

نوٹ: ......اب صفا اور مروہ چونکہ مسجد الحرام میں شامل ہوچکی ہیں، اس لیے حائضہ کو غسل کرنے کے بعد ہی سعی کرنی چاہیے۔]

۷ / ۱۰ / ۱٤۲۱ھ

س: ......((اَلسَّرَاوِيْلُ لِمَنْ لَّا يَجِدُ الإِزَارَ وَالْخُفُّ لِمَنْ لَّا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ)) اس کا کیا مطلب ہے؟ (قاسم بن سرور)

ج: ......محرم کے لیے حالت احرام میں سراویل وخف پہننے منع ہیں۔ ہاں اگر کسی محرم کو ازار نہیں مل رہا تو وہ سراویل پہن سکتا ہے۔ اسی طرح کسی محرم کو نعلین (جوتے) نہیں مل رہے تو وہ خفین (موزے) پہن سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کو احرام کے لیے تہبند نہ ملے تو وہ پاجامہ پہن لے اور اگر کسی کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے۔ [3]

۱٦ / ۱ / ۱٤۲۳ھ

---

[1] بخاری / کتاب الحج / باب مهل اهل مكة للحج والعمرة [2] مسلم / كتاب الحج / باب بيان وجوه الاحرام

[3] صحیح بخاری / کتاب جزاء الصید / باب اذا لم يجد الازار فليلبس السراويل

ایک عربی مضمون کا خلاصہ

یوم النحر (۱۰ذوالحجہ) کو جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کا وقت طلوع آفتاب کے بعد چاشت کا وقت ہے اور ایام تشریق (۱۱۔۱۲۔۱۳ذوالحجہ) میں کنکریاں مارنے کا وقت زوال آفتاب سے لے کر غروبِ آفتاب تک ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے روز جمرہ عقبہ کو دن چڑھے کنکریاں ماریں، جبکہ اس کے بعد ایام تشریق میں دن ڈھلے کنکریاں ماریں۔[مسلم / کتاب الحج / باب استحباب الرمی]

یوالنحر ۱۰ذوالحجہ کو سورج طلوع ہونے سے پہلے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنا منع ہے، خواہ بوڑھے ہوں، خواہ بچے، خواتین ہوں یا مریض۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبدالمطلب کے لڑکوں کو رات کے وقت مزدلفہ سے روانہ کردیا اور ہم گدھوں پر سوار تھے اور آپؐ ہماری رانوں پر مارتے تھپتھپاتے اور فرماتے: ''میرے پیارے بیٹو! سورج طلوع ہونے سے پہلے جمرہ پر کنکریاں نہ مارنا۔''

''ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے اہل خانہ کے کمزور لوگوں کے ساتھ روانہ کیا اور فرمایا: کنکریوں کو سورج طلوع ہونے سے پہلے نہ پھینکو۔'' ❷

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ ان سے اسماء کے غلام عبداللہ نے بیان کیا کہ ان سے اسماء بنت ابوبکرؓ نے کہ وہ رات ہی کو مزدلفہ پہنچ گئیں اور کھڑی ہوکر نماز پڑھنے لگیں کچھ دیر تک نماز پڑھنے کے بعد پوچھا بیٹے کیا چاند ڈوب گیا؟ میں نے کہا کہ نہیں! اس لیے وہ دوبارہ نماز پڑھنے لگیں۔ کچھ دیر بعد پھر پوچھا: کیا چاند ڈوب گیا؟ میں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا کہ اب آگے چلو (منیٰ کو) چنانچہ ہم ان کے ساتھ آگے چلے وہ (منیٰ میں) رمی جمرہ کرنے کے بعد پھر واپس آ گئیں اور صبح کی نماز اپنے خیمے میں پڑھی۔ میں نے کہا: جناب یہ کیا بات ہوئی کہ ہم نے اندھیرے ہی میں نمازِ صبح پڑھ لی۔ انہوں نے کہا: بیٹے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے۔

اس واقعہ میں جو سورج طلوع ہونے سے پہلے کنکریاں مارنے کا ذکر ہے وہ پہلی احادیث کے ساتھ معارض نہیں۔ کیونکہ اس واقعہ میں کنکریاں رات کو مارنے کی اجازت کی وضاحت نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے بیماروں، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو جو اجازت رات کو مزدلفہ سے آنے کی ملی ہے، اسی اجازت سے کنکریاں

---

❶ ابو داؤد / کتاب المناسك / باب التعجيل من جمع ، نسائي ، ابن ماجه

❷ بخاري / كتاب الحج / باب من قدم ضعفة اهله بليل ، مسلم كتاب الحج / باب استحباب تقديم دفع الضعفة من النسآء ، ترمذي / ابواب الحج / باب ماجاء في الضعفة من جمع بليل

مارنے کی اجازت بھی سمجھ لی ہو اور اسماء رضی اللہ عنہا کو وہ حدیث نہ پہنچی ہو جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ طلوع شمس سے پہلے رمی نہ کرو۔

یوم النحر ۱۰ ذوالحجہ کو صرف جمرہ عقبہ کو رمی کریں۔ ایام تشریق میں روزانہ تینوں جمروں اولیٰ، وسطیٰ، عقبہ کو بالترتیب زوال آفتاب کے بعد کنکریاں مارنا واجب ہے۔

جمرہ اولیٰ اور وسطیٰ کو کنکریاں مارنے کے بعد ذرا ہٹ کر قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعا کرنا سنت ہے۔

۱۰ ذوالحجہ کو جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد قربانی کریں۔ ۱۰ ذوالحجہ کو قربانی کے بعد سر منڈوانا یا سر کے بال کٹوانا واجب ہے۔ ۲۰ / ۴ / ۱۴۲۱ھ

س: ...... سعودیہ سے آبِ زم زم لانا بدعت ہے، کیونکہ میں نے سنا ہے یہ بدعت ہے؟ (قاسم بن سرور)

ج: ...... کوئی دلیل نہیں۔ یاد پڑتا ہے غالباً مناسک الحج والعمرۃ میں شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث ذکر فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس جاتے وقت آب زمزم ساتھ لے گئے تھے۔

[''عائشہ رضی اللہ عنہا آبِ زمزم اپنے ساتھ (مدینہ) لے جاتی تھیں اور فرماتی تھیں رسول اللہ ﷺ بھی زمزم کا پانی اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔''] [1] ۱۳ / ۴ / ۱۴۲۴ھ

[1] جامع ترمذی / ابواب الحج / باب : ۱۱۱ ، الصحیحۃ : ۸۸۳

کتاب النکاح......نکاح کے مسائل

س:......نکاح کا مسنون طریقہ تحریر کریں؟

ج:......خطبہ مسنونہ اور قرآنِ مجید کی چار آیات کریمات: ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ ط وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾[آل عمران : ۱۰۲][''اے ایمان والو! اللہ سے اتنا ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔''] یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ط وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ﴾[النساء : ۱] [''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں پھیلا دیں اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بچو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔''] اور یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا٥ ﴾ پڑھے اور مجلس و گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول کروا دے۔ ۵ / ۵ / ۱۴۲۴ھ

س:......کیا اہلحدیث مسلک کی بچی بریلوی یا دیوبندی بچے کے نکاح میں دے سکتے ہیں؟ جواب سے مستفیض فرمائیں؟ (ڈاکٹر محمد حسین)

ج:......بچہ اگر مؤمن و مسلم ہے کافر یا مشرک نہیں تو مؤمن و مسلم بچی کا نکاح اس کے ساتھ درست ہے، خواہ وہ بچہ اہلحدیث ہو، خواہ دیوبندی، خواہ بریلوی۔ اور اگر بچہ مؤمن و مسلم نہیں، کافر یا مشرک ہے تو مؤمن و مسلم بچی کا نکاح اس کے ساتھ درست نہیں۔ خواہ وہ بچہ اہلحدیث ہو، خواہ دیوبندی، خواہ بریلوی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا ط ﴾[البقرة : ۲۲۱][''اور اپنی عورتوں کے نکاح مشرک مردوں سے کبھی نہ کرنا، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔''] الآیۃ۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ط ﴾ [الممتحنة : ۱۰][''اگر وہ عورتیں تمہیں ایماندار معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو، یہ ان کے لیے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لیے حلال ہیں۔''] الآیۃ۔ واللہ اعلم۔ ۲۹ / ۸ / ۱۴۲۳ھ

س:...... ① اہل کتاب عورت سے مسلم مرد نکاح کرسکتا ہے؟

② آج کل کے یہود ونصاریٰ اہل کتاب میں شامل ہیں؟

③ موجودہ دور کے اہل کتاب تو شرک کرتے ہیں اور مشرکات سے نکاح حرام ہے؟ (محمد صارم بن سیف اللہ)

ج:...... ① اہل کتاب عورت سے مسلم مرد نکاح کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْ أَخْدَانٍ ط ﴾ الآیۃ۔[المائدۃ: ۵][''اور وہ پاکدامن عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں جو اہل ایمان کے گروہ سے ہیں یا ان قوموں میں سے ہیں، جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کرکے ان کے محافظ بنو نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو اور جس کسی نے ایمان کی روش پر چلنے سے انکار کیا اس کے سارے اعمال ضائع ہوجائیں گے اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں سے ہوگا۔'']

② ہاں! شامل ہیں۔

③ صرف آج کل کے اہل کتاب ہی مشرک نہیں، رسول اللہ ﷺ کے دور کے اہل کتاب بھی مشرک تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اِتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا إِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ٥ ﴾[التوبۃ: ۳۱][''ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔''] آیت: ﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ ط ﴾[البقرۃ: ۲۲۱][''تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو۔''] سے اہل کتاب کی عورتوں کو سورۂ مائدہ کی مندرجہ بالا آیت نے مستثنیٰ کردیا ہے۔

س:...... کسی ''سیّد'' لڑکی یا لڑکے کی شادی صرف ''سیّد'' کے ساتھ ہوسکتی ہے یا نہیں اور یعنی آرائیں وغیرہ سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (میاں سرفراز اسلم سلفی، اوکاڑہ)

ج:...... سید لڑکے یا سیّدہ لڑکی کی شادی غیر سید برادری مثلاً آرائیں وغیرہ میں درست ہے، جبکہ اس شادی میں کتاب وسنت کے اندر عائد کردہ تمام شروط موجود ہوں۔ ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا ط ﴾[الأحزاب: ۳۷] [''پس جب کہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کرلی، ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا۔''] زینب رضی اللہ عنہا سیدہ اور نبی کریم ﷺ کے خاندان سے تھیں اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غیر سید تھے، رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اس موضوع پر تفصیل چاہتے ہیں تو '' الروضۃ الندیۃ '' سے کتاب النکاح میں کفو

والا حصہ بغور پڑھیں۔ بہت فائدہ ہوگا۔ إن شاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ ۱ / ۳ / ۱۴۲۳ھ

[ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سے جب ایسا شخص رشتہ طلب کرے، جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بڑی خرابی ہوگی۔'' ❶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کا معیار دینداری ہے۔

ابو حاتم مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمہارے پاس ایسا شخص (رشتہ کے لیے) آئے، جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فساد برپا ہوگا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے: ''اگر اس میں کچھ کمی ہو؟'' فرمایا: ''جب تمہارے پاس ایسا آدمی آئے، جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو۔'' آپؐ نے یہ تین بار فرمایا۔ ❷ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دیندار لوگوں سے رشتہ داریاں قائم کرنی چاہئیں۔

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت سے نکاح اس کے دین، مال اور خوبصورتی کی بناء پر کیا جاتا ہے، تجھ پر دیندار عورت لازم ہے، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔'' ❸ معلوم ہوا کہ نکاح کرتے وقت دیندار اور متقی عورت کو ترجیح دینی چاہیے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے بنی بیاضہ! ابو ہند کا نکاح کر دو اور اس کی لڑکیوں سے نکاح کرو اور ابو ہند حجام تھے۔'' ❹

ابو ہند کا نام یسار تھا۔ اور یہ بنو بیاضہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس حکم سے آپؐ نے نسب کے بت کو پاش پاش کر دیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ قریشی ہیں۔ انہوں نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح بلال رضی اللہ عنہ حبشی سے کر کے نسب کے فخر کو توڑا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت قیس کو کہا کہ اسامہ سے نکاح کر لو۔ حالانکہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا قریشی ہیں۔ اور اسامہ رضی اللہ عنہ خود بھی غلام اور ان کا باپ بھی غلام تھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: ''ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ (ان صحابہ میں سے تھے، جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔) نے سالم بن معقل کو لے پالک بیٹا بنایا اور پھر ان کا نکاح اپنے بھائی کی لڑکی ہندہ بنت ولید بن عتبہ سے کر دیا۔'' ❺

---

❶ ترمذی / ابواب النکاح / باب ماجاء فی من ترضون دینه فزوجوه ، ابن ماجه / کتاب النکاح / باب الاکفاء

❷ ترمذی / ابواب النکاح / باب ماجاء فی من ترضون دینه فزوجوه ، بیهقی ، مصنف عبدالرزاق

❸ بخاری / کتاب النکاح / باب الاکفاء فی الدین ، مسلم / کتاب النکاح / باب استحباب النکاح ذات الدین ، ترمذی / ابواب النکاح / باب ماجاء فیمن تنکح علی ثلاث خصال

❹ رواه ابو داؤد والحاکم بسند حسن ❺ بخاری / کتاب النکاح / باب الاکفاء فی الدین

سالم غلام تھے، مگر ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بھتیجی کا جو شرفائے قریش میں سے تھیں، ان سے نکاح کر دیا تو معلوم ہوا کہ کفایت میں صرف دین کا لحاظ کافی ہے۔

''ضباعہ رضی اللہ عنہا بنت زبیر قریشی مقداد بن اسود کندی کے نکاح میں تھیں، جو قریشی نہ تھے۔'' ❶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے اور اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے گا، تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی۔ (یعنی اخیر میں تجھ کو ندامت ہوگی۔)''] ❷

س:......عمران کی دو شادیاں ہوئیں۔ عمران کی پہلی بیوی سے ایک لڑکی اس کا نام شازیہ ہے۔ عمران کی دوسری بیوی سے ایک لڑکی اس کا نام مریم ہے۔ پھر شازیہ کی شادی ہوگئی۔ اس سے ایک لڑکا اکرم پیدا ہوا۔ کیا اکرم اور مریم کی شادی ہو سکتی ہے؟ (ڈاکٹر اشفاق احمد، جھبراں)

ج:......صورتِ مسئولہ میں مریم اکرم کی علاتی خالہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَخَالَاتُكُمْ ط ﴾ [النساء: ۲۳/٤] ''تمہاری خالائیں تم پر حرام ہیں۔'' یہ لفظ خالات عام ہے، خالہ عینی، علاتی اور اخیافی تینوں کو شامل ہے۔ لہٰذا اکرم کا مریم کے ساتھ نکاح ناجائز ہے۔ واللہ اعلم۔ ۲۰ / ۱۱ / ۱٤۲۱ھ

س:......میری سسرال والوں سے میری بیوی کے سوا اور کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔ صرف وہ میرے سسرال ہیں۔ میں اپنی بیوی کی موجودگی میں اپنے سالے کی بیٹی (لڑکی) سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، جب کہ میری بیوی بھی گھر میں موجود ہے۔ اور میری موجودہ بیوی اور اس لڑکی میں آپس میں خون کا رشتہ ہے۔ یعنی: ''وہ دونوں آپس میں پھوپھی اور بھتیجی ہیں۔''

ج:......ایک آدمی کا بیک وقت پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ﴿ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا ، وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا ط ﴾ [''نہ جمع کیا جائے عورت اور اس کی پھوپھی کو اور نہ عورت اور اس کی خالہ کو۔''] ❸

لہٰذا آپ کا یہ پروگرام درست نہیں، اس لیے آپ اسے فوراً ترک کر دیں اور توبہ کریں۔ واللہ اعلم۔

---

❶ بخاری / کتاب النکاح / باب الاکفاء فی الدین
❷ بخاری / کتاب النکاح / باب الاکفاء فی الدین
❸ صحیح بخاری / کتاب النکاح: ۷٦٦/۲

۲۲ / ۵ / ۱۴۲۲ھ

س:......ایک شخص کی بالغہ بیٹی ہے کہ اس شخص سے کئی افراد باری باری رشتہ طلب کرتے رہے، مگر اس شخص نے بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار کیا۔ گویا کہ کسی کو رشتہ دینے پر تیار ہی نہیں۔ بیٹی چاہتی ہے کہ اس کی زندگی برباد نہ ہو۔ بیٹی شریف النفس ہے۔ کیا وہ بذریعہ عدالت (بلا اجازتِ والد) کسی شریف النفس شخص سے (شریعت کے مطابق) نکاح کرواسکتی ہے؟

ج:......اپنے محرم اثر ورسوخ والے رشتہ داروں سے بات کرے، وہ اس کے والد کو سمجھائیں گے، تو معاملہ سلجھ جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ نیز وہ اپنی والدہ سے بات کرسکتی ہے کہ وہ اپنے میاں سے بات چیت کریں۔

۹ / ۲ / ۱۴۲۴ھ

س:......عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کب اور رخصتی کب ہوئی؟ (سائل نضیر احمد حنیف، لاہور)

ج:...... صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب إنکاح الرجل ولده الصغار ،الخ اور باب تزویج الأب ابنته من الإمام میں ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ ، وَأُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ (سِنِيْنَ) وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا.))[۲/ ۷۷۱]

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر چھ۶ سال تھی اور جب ان سے صحبت کی تو اس وقت ان کی عمر ۹ برس کی تھی اور وہ نو ۹ برس آپؐ کے پاس رہیں۔''

۱۱ / ۱۱ / ۱۴۲۳ھ

س:...... ۱۔ لڑکے کے ساتھ نکاح کے معاملہ میں لڑکی کی طرف سے لڑکی کی بہنیں لڑکی کے لیے پسند کرنے کے واسطے اس متعلقہ لڑکے کو دیکھ سکتیں ہیں کہ نہیں؟ اسی طرح لڑکے کے بھائی لڑکی کو دیکھ کر اپنے بھائی کے لیے پسند کرسکتے ہیں کہ نہیں؟ برائے مہربانی دیکھنے یا نہ دیکھنے کے معاملہ میں وضاحت کریں؟

۲۔ کیا مسلمان مرد زانیہ عورت سے نکاح کرسکتا ہے؟ نیز اگر زانیہ عورت توبہ کرلے، یعنی زنا کی حد لگنے کے بغیر اگر توبہ کرلے تو کیا پھر زانیہ عورت سے نکاح جائز ہے؟

۳۔ کیا جنات مسلمان عورتوں کے لیے محرم ہیں یا غیر محرم؟ (عبدالغفور، شاہدرہ لاہور)

ج:...... ① نہیں! کیونکہ وہ محرم نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((اَلْعَیْنَانِ زِنَاھُمَا النَّظَرُ)) ❶ [''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان کے لیے اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے وہ یقیناً اسے پانے والا ہے، آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔ (غیر محرم عورت کی طرف) کانوں کا زنا سننا ہے۔ (حرام آواز کا۔) زبان کا زنا (ناجائز) کلام کرنا ہے۔ ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چل کر جانا ہے۔ اور دل خواہش اور آرزو کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔''

② لڑکی اور لڑکا دونوں محصن و پاکدامن ہوں تو ان کا باہمی نکاح درست ہے۔ ورنہ نکاح ناجائز و نادرست ہے۔ ہاں توبہ کرلیں تو درست ہے، بشرطیکہ توبہ نصوح ہو۔ [التحریم: ۸] [اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو۔''] [خالص توبہ یہ ہے کہ: (۱) گناہ کو چھوڑ دے۔ (۲) اللہ کے سامنے ندامت کا اظہار کرے۔ (۳) آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرے۔ (۴) اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو اس کا ازالہ کرے۔]

۳ / ۱۲ / ۱٤۲۳ھ

س:...... ① ولیمہ پر دعوت کے لیے دعوت ولیمہ کارڈ بنوانا؟

② شادی کے دن دولہا کا سر پر پگڑی سی باندھنا، یعنی بازاری (کلاہ) جائز ہے یا سنت سے ثابت ہے کہ منع ہے؟

③ دولہا کا گلے میں ہار وغیرہ پھولوں کا ڈالنا۔ یعنی بازاری (مالا) جس کو کہتے ہیں۔ سنت سے ثابت ہے یا کہ ممانعت ہے؟

④ شادی کے روز دولہا کا زیور کسی سے مانگ کر لینا بیوی کے لیے نکاح کے بعد ان کو واپس کرنا جائز ہے؟

⑤ ولیمہ کی دعوت، رشتہ دار، دوست مجاہدین کے علاوہ اگر غریب لوگ نہ مل سکیں تو جو مانگنے والے ہیں وہ بھی غربا اور مساکین میں شامل کر سکتے ہیں؟

⑥ شادی کے روز دولہا کے ساتھ اس کے گھر سے اس کی والدہ، بہن کا ساتھ جانا اور نکاح کر کے ساتھ لے آنا یہ ثابت ہے کہ نہیں؟ یا کہ تین آدمی کا نکاح کے لیے جانا ثابت ہے یا کہ برات کے طور پر دس، پندرہ آدمی ساتھ جا سکتے ہیں؟ (محمد اعظم سلفی، راولپنڈی کینٹ)

ج:...... ① اس کی حیثیت اطلاعی مکتوبات کی سی ہے۔

---

❶ صحیح بخاری / کتاب الاستیذان / باب زنی الجوارح، صحیح مسلم / کتاب القدر / باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنیٰ وھذا لفظ مسلم وروایة البخاری مختصرة

۲۔ پگڑی باندھنا تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، البتہ مخصوص موقعے پر کوئی مخصوص پگڑی باندھی جائے تو اس کا مجھے علم نہیں۔

۳۔ اس کا جہاں تک مجھے علم ہے، کتاب وسنت میں کہیں ذکر نہیں آیا۔

۴۔ درست ہے، اگر دھوکا دینا مقصود نہ ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا)) ❶ [''جو شخص دھوکا دیوے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'']

۵۔ درست ہے۔

۶۔ برات کا کتاب وسنت میں کہیں ذکر نہیں، اگر نکاح سفر والا ہے تو کتاب وسنت کے سفر والے احکام ملحوظ رکھے جائیں گے۔ واللہ اعلم۔ ❷ [رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کا (وہ نقصان) معلوم ہو جائے، جس کا مجھے علم ہے تو کوئی سوار رات کو اکیلا سفر نہ کرے۔''] ❸ [رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک سوار ایک شیطان ہے، دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار ایک قافلہ ہے۔''] ❹ ۲ / ۱ / ۱٤۲۱ھ

س: ......ایک شخص کی دو بیویاں تھیں، خاوند فوت ہو گیا۔ جبکہ ایک بیوی کی اولاد تھی وہ اپنے بچوں کو لے کر علیحدہ ہو گئی۔ دوسری بیوی کی اولاد نہ تھی اس نے نئی شادی کر لی، جبکہ شادی دیور کے ساتھ کی۔

جس عورت نے شادی کی اس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ مسئلہ یہ وضاحت فرمائیں یہ عورت جس نے اپنے دیور سے شادی کی تھی وہ اپنی لڑکیوں کا رشتہ اپنے پہلے خاوند کے لڑکوں کے ساتھ کر سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ لڑکوں کی ماں الگ ہے اور لڑکیوں کے ماں باپ الگ ہیں۔ لڑکے لڑکیوں کا آپس میں دودھ کا رشتہ نہیں ہے۔ وضاحت فرمائیں؟

---

❶ صحیح مسلم / کتاب الایمان / باب قول النبي ﷺ من غشنا فلیس منا

❷ صحیح بخاری / کتاب الجهاد / باب السیر وحده

❸ سنن ابی داؤد / کتاب الجهاد / باب الرجل یسافر وحده سنن ترمذی

❹ بخاری/کتاب الجهاد/باب السیر وحده

ج:......صورتِ مسئولہ میں نکاح درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ﴾[النساء: ٢٤][''ان کے علاوہ عورتیں اپنے مال کے ذریعہ حاصل کرنا تمہارے لیے جائز قرار دیا گیا ہے، بشرطیکہ اس سے تمہارا مقصد نکاح ہو، محض شہوت رانی نہ ہو۔'']

دوسری کسی آیت یا کسی صحیح حدیث یا قیاس صحیح میں اس صورت مسئولہ کا '' وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ '' کے عموم سے استثناء ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ صورت مسئولہ اللہ تعالیٰ کے قول '' وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ '' کے عموم کے پیش نظر درست ہے۔ واللہ اعلم۔ ١٠ / ٤ / ١٤٢١ھ

س:......ایک آدمی برطانوی شہریت رکھنے والی لڑکی یا امریکی یا کسی اور ملک کی شہریت رکھنے والی لڑکی سے اس غرض سے شادی کرتا ہے کہ وہ اس طرح برطانیہ یا امریکہ یا کسی اور ملک چلا جائے گا، وہاں کی کرنسی بہتر ہے، وہاں محنت کی مزدوری بہتر ہے، اس طرح اس کی غربت دور ہو جائے گی کیا ایسا نکاح درست ہے ہمارے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح نہیں بلکہ زنا ہے۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں؟

(محمد امجد ولد محمد حنیف، میرپور آزاد کشمیر)

ج:......اگر اس کا ابتداء ہی سے ارادہ ہے کہ کچھ مدت مثلاً دو چار سال بعد اس کو چھوڑ دوں گا تا حیات نکاح میں رکھنے کا ارادہ نہیں تو یہ نکاح متعہ ہے اور معلوم ہے کہ نکاح متعہ حرام ہے۔ [''آپ ؐ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی، لیکن اب اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک اسے حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا اگر اس قسم کی کوئی عورت کسی کے پاس ہو تو وہ اسے چھوڑ دے اور جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے وہ ان سے واپس نہ لو۔''][1] وضاحت یاد رہے فتح مکہ سے پہلے تک نکاح متعہ جائز تھا، جسے فتح مکہ کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے حرام قرار دے دیا۔ بعض صحابہ کرامؓ جنہیں رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کا علم نہ ہو سکا، وہ اسے جائز سمجھتے تھے، لیکن عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں جب سختی سے اس قانون پر عمل کروایا تو تمام صحابہ کرام کو اس کی حرمت کا علم ہو گیا اور اس کے بعد کسی نے اسے جائز نہیں سمجھا۔] اور اگر اس کا ارادہ و پروگرام تا حیات نکاح میں رکھنے کا ہے تو پھر یہ نکاح رسول اللہ ﷺ کے فرمان: ((وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا

---

[1] مسلم / كتاب النكاح / باب نكاح المتعة

يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ)) [1] [''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عمل کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے، جس کی وہ نیت کرے اس لیے جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہو، اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل ہوگی، لیکن جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کی نیت سے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے ارادہ سے ہو، اس کی ہجرت اسی کے لیے ہے جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔''] کا مصداق ہے۔

س:......ایک لڑکی کسی لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہے جبکہ والدین خوش نہیں ہیں وہ کسی اور دیندار لڑکے سے اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں لڑکی زبردستی اپنے ماں باپ کو منوالیتی ہے، ایسی صورت میں یہ نکاح درست ہے؟

ج:......جو امور نکاح کے لیے ضروری ہیں اور ان کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ان میں مندرجہ ذیل دو امر بھی شامل ہیں:

1. لڑکی کے ولی کی بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ اجازت ورضا چنانچہ اس کے اثبات کے لیے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب میں احادیث موجود ہیں۔
2. لڑکی کی بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ اجازت ورضا، چنانچہ اس کے اثبات میں بھی صحاح ستہ اور دیگر کتب میں احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ۲۳ / ۴ / ۱۴۲۲ھ

س:...... ہمارے ایک جاننے والے نے جس لڑکی سے شادی کی وہ مسلک کے اعتبار سے شیعہ خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کی شادی میں لڑکی کے والدین قطعاً راضی نہ تھے، کیونکہ ان کے خیال میں ایک سیّد زادی کا نکاح باہر کرنا باعث نفرت سمجھا جاتا ہے۔

المختصر چونکہ لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے، لہٰذا لڑکی نے گھر سے فرار اختیار کی اور کسی دارالامان میں پناہ گزیں ہوگئی۔ لڑکا لڑکی کو بیاہ کر اپنے ساتھ لے آیا۔ لڑکی کے والدین نے لڑکی کی بازیابی کے لیے عدالت میں مقدمہ دائر کر رکھا ہے۔

موجودہ صورتِ حال میں جبکہ ان کے دو بچے ہیں تو لڑکے کو احساس ہوا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر تو نکاح ہی نہیں ہوتا۔ لیکن دریافت طلب بات یہ ہے کہ اب اس مسئلہ کا شرعی حل کیا ہے؟ آیا انہیں تجدید نکاح کرنا پڑے گا یا وہ دونوں سزا کے حقدار ٹھہرتے ہیں؟

ج:......آپ نے جس نکاح کا تذکرہ فرمایا وہ کوئی نکاح نہیں، اس کی وجہ یہ نہیں کہ سیّد زادی کا نکاح باہر درست

[1] بخاری / کتاب النکاح / باب من هاجر او عمل خیر لتزویج امراة فله ما نوی

نہیں، کیونکہ سیّد زادی کا نکاح مسلم کے ساتھ درست ہے، خواہ وہ غیر سید ہی ہو۔ بلکہ یہ نکاح اس بناء پر نہیں کہ ولی کے بغیر ہوا اور اگر نکاح سے پہلے یہ جوڑا آپس میں زنا کا ارتکاب کر چکا ہے تو یہ نکاح ناجائز ہونے کی دوسری وجہ ہوگی۔ ایک ولی کے بغیر ہونے والی وجہ موجود ہے۔ اس جوڑے کے درمیان جدائی ضروری ہے اور لڑکی کو اس کے والدین کے پاس پہنچانا واجب وفرض اور اس لڑکے کا اس لڑکی کو اپنے پاس رکھنا حرام ہے۔ واللہ اعلم۔ کیے پر سزا کے مستوجب ہیں [اور یہ بندہ اخلاص کے ساتھ توبہ کرے فیصلہ ولی کے ہاتھ میں ہے۔]

۱۳ / ۳ / ۱٤۲۲ھ

س:...... بندہ ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے اور بندہ لڑکی سے شادی سے پہلے کافی موقعہ مل چکا ہے اور گھر سے باہر بھی کافی دفعہ جا چکا ہے۔ لڑکے کے والدین کہتے ہیں کہ یہ شادی جائز نہیں ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ بتائیں یہ شادی اسلام کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

ج:......صورتِ مسئولہ بالا میں اگر لڑکی اور لڑکا زنا کر چکے ہیں تو دونوں کا آپس میں باہمی نکاح درست نہیں اور نہ ہی ان دونوں میں سے کسی کا کسی دوسرے یا دوسری کے ساتھ نکاح درست ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا ہے: ﴿ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ط ﴾ [النساء: ٢٤] [''اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو برے کام سے بچنے کے لیے نہ کہ شہوت رانی کے لیے۔''] نیز اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا ہے: ﴿ اَلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ .... وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ ط ﴾ [المائدة: ٥] [''پاک دامن عورتیں ایمان والیوں سے۔''] تو مندرجہ بالا آیات کریمات سے ثابت ہوا نکاح کے حلال و درست ہونے کے لیے لڑکے اور لڑکی دونوں کا پاکدامن غیر زانی ہونا ضروری ہے، دونوں پاک دامن نہیں زانی ہیں یا ایک پاک دامن نہیں زانی ہے تو ان تینوں صورتوں میں نکاح حلال و درست نہیں۔ حرام اور ناجائز ہے۔ واللہ اعلم۔

۳ / ۷ / ۱٤۲۳ھ

س:...... حدیث میں آتا ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ [صحیح سنن ترمذی / للألبانی الجزء الاول، ح: ۸۷۹] کیا یہ شرط صرف عورت کے لیے ہے یا عورت مرد دونوں کے لیے؟ (محمد امجد، آزاد کشمیر)

ج:......نکاح کے لیے ولی کے اذن ورضا کی شرط صرف عورت کے لیے ہے البتہ والدین کے حقوق ساری اولاد کے ذمہ ہیں وہ مرد ہوں خواہ عورت۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ط ﴾ [بنی اسرائیل: ۲۳]

[''اور والدین کے ساتھ بہتر سلوک کرو۔''] پھر فرمان ہے: ﴿ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ط ﴾ [لقمان: ۱۵] [''دنیاوی معاملات میں ان سے بھلائی کے ساتھ رفاقت کرنا۔''] پھر ماں باپ کا حق بیوی کے حق سے مقدم و فائق ہے تو ابتدائے نکاح میں بھی اس کو ملحوظ رکھا جائے۔

س: ......ایک آدمی کی بیوی اپنے خاوند سے جھگڑ کر اپنے دو بچوں (لڑکا اور لڑکی (بالغہ) کو لے کر اپنے والدین کے پاس چلی گئی۔ کچھ عرصہ بعد اپنے خاوند کی اجازت اور رضا مندی کے بغیر لڑکی کا نکاح کر دیا۔ جبکہ لڑکی کا باپ نکاح مذکورہ کے خلاف تا حال سراپا احتجاج ہے۔ اندریں حالات کیا لڑکی مذکورہ کا نکاح شرعی طریقے پر ہو گیا ہے یا نہیں؟

ج: ......لڑکی کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا۔ صحیح بخاری میں ہے: ((فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ ﷺ بِالْحَقِّ هَدَمَ نِكَاحَ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ))(۷۷۰/۲)

[عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح چار طرح ہوتے تھے، ایک صورت تو یہی تھی جیسے آج کل لوگ کرتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اس کی زیر پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیجتا اور اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کرتا۔ دوسرا نکاح یہ تھا کہ کوئی شوہر اپنی بیوی سے جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی تو کہتا تو فلاں شخص کے پاس چلی جا اور اس سے منہ کالا کرا لے۔ اس مدت میں شوہر اس سے جدا رہتا اور اسے چھوتا بھی نہیں۔ پھر جب اس غیر مرد سے اس کا حمل ظاہر ہو جاتا، جس سے وہ عارضی طور پر صحبت کرتی رہتی تو حمل کے ظاہر ہونے کے بعد اس کا شوہر اگر چاہتا تو اس سے صحبت کرتا۔ ایسا اس لیے کرتے تھے، تا کہ ان کا لڑکا شریف اور عمدہ پیدا ہو یہ نکاح۔ نکاح استبضاع کہلاتا تھا۔

تیسری قسم نکاح کی یہ تھی کہ چند آدمی جو تعداد میں دس سے کم ہوتے کسی ایک عورت کے پاس آنا جانا رکھتے اور اس سے صحبت کرتے، پھر جب وہ عورت حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو وضع حمل پر چند دن گزرنے کے بعد وہ عورت اپنے ان تمام مردوں کو بلاتی، اس موقع پر ان میں سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ سب اس عورت کے پاس جمع ہو جاتے اور وہ ان سے کہتی کہ جو تمہارا معاملہ تھا وہ تمہیں معلوم ہے اور اب میں نے یہ بچہ جنا ہے، پھر وہ کہتی کہ اے فلاں! یہ بچہ تمہارا ہے۔ وہ جس کا چاہتی نام لے دیتی اور اس کا وہ لڑکا اسی کا سمجھا جاتا۔ وہ شخص اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

چوتھا نکاح اس طور پر تھا کہ بہت سے لوگ کسی عورت کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ عورت اپنے پاس کسی بھی

آنے والے کو روکتی نہیں تھی یہ کسبیاں ہوتی تھیں اس طرح کی عورتیں اپنے دروازوں پر جھنڈے لگائے رہتی تھیں جو نشانی سمجھے جاتے تھے جو بھی چاہتا ان کے پاس جاتا۔ اس طرح کی عورت جب حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو اس کے پاس آنے جانے والے جمع ہوتے اور کسی قیافہ جاننے والے کو بلاتے اور بچہ کا ناک نقشہ جس سے ملتا جلتا ہوتا اس عورت کے اس لڑکے کو اسی کے ساتھ منسوب کر دیتے اور وہ بچہ اسی کا بیٹا کہا جاتا۔ اس سے انکار نہیں کرتا تھا۔ پھر جب محمد ﷺ حق کے ساتھ رسول ہو کر تشریف لائے تو آپ نے جاہلیت کے تمام نکاحوں کو باطل قرار دے دیا۔ صرف اس نکاح کو باقی رکھا، جس کا آج کل رواج ہے۔] ❶ ٧ / ٢ / ١٤٢٣ھ

س: ......ایک والد ہے اس نے برادری کے اکٹھ میں یہ کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کا رشتہ فلاں شخص کو دے دیا ہے۔ اب یہ بیٹی اور اس کا ہونے والا خاوند دونوں اپنے اس نکاح پر راضی ہوں، لیکن وہ باپ کسی وجہ سے لڑکے والوں سے ناراض ہو جاتا ہے اور کہتا ہے میں نے رشتہ نہیں دینا۔ اب لڑکی اس لڑکے کے پاس آ جاتی ہے اور وہ کورٹ میں جا کر نکاح کر لیتے ہیں۔ (قاری عبدالصمد بلوچ)

ج: ......نکاح کے صحیح و درست ہونے کے لیے ولی اور لڑکی دونوں کا راضی ہونا اور اجازت دینا بھی ضروری ہے، ولی راضی ہو کر اجازت نہیں دیتا یا لڑکی راضی ہو کر اجازت نہیں دیتی یا دونوں ہی راضی ہو کر اجازت نہیں دیتے ان تینوں صورتوں میں نکاح صحیح و درست نہیں۔ ولی اور لڑکی کی رضا و اجازت والی احادیث کسی بھی حدیث کی کتاب کی کتاب النکاح میں دیکھ سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

[''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح چار طرح ہوتے تھے۔ ایک صورت تو یہی تھی جیسے آج کل لوگ کرتے ہیں۔ ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اس کی زیر پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیجتا اور اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کرتا۔ دوسرا نکاح یہ تھا کہ کوئی اپنی بیوی سے جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی تو کہتا تو فلاں شخص کے پاس چلی جا اور اس سے منہ کالا کرا لے۔ اس مدت میں شوہر اس سے جدا رہتا اور اس کو چھوتا بھی نہیں۔ پھر جب اس غیر مرد سے اس کا حمل ظاہر ہو جاتا۔ جس سے وہ عارضی طور پر صحبت کرتی رہتی تو حمل کے ظاہر ہونے کے بعد اس کا شوہر اگر چاہتا تو اس سے صحبت کرتا۔ ایسا اس لیے کرتے تھے، تاکہ ان کا لڑکا شریف اور عمدہ پیدا ہو یہ نکاح استبضاع ''نکاح'' کہلاتا تھا۔ تیسری قسم نکاح کی یہ تھی کہ چند آدمی جو تعداد میں دس سے کم ہوتے کسی ایک عورت کے پاس آنا جانا رکھتے اور اس سے صحبت کرتے۔ پھر جب وہ عورت حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو وضع

---

❶ بخاری / کتاب النکاح / باب من قال لا نکاح الا بولی

حمل پر چند دن گزرنے کے بعد وہ عورت اپنے ان تمام مردوں کو بلاتی ۔اس موقع پر ان میں سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ سب اس عورت کے پاس جمع ہو جاتے اور وہ ان سے کہتی کہ جو تمہارا معاملہ تھا وہ تمہیں معلوم ہے اور اب میں نے یہ بچہ جنا ہے۔ پھر وہ کہتی کہ اے فلاں! یہ بچہ تمہارا ہے۔ وہ جس کا چاہتی نام لے دیتی اور اس کا وہ لڑکا اسی کا سمجھا جاتا وہ شخص اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ چوتھا نکاح اس طور پر تھا کہ بہت سے لوگ کسی عورت کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ عورت اپنے پاس کسی بھی آنے والے کو روکتی نہیں تھی۔ یہ کسبیاں ہوتی تھیں۔ اس طرح کی عورتیں اپنے دروازوں پر جھنڈے لگائے رہتی تھیں، جو نشانی سمجھے جاتے تھے۔ جو بھی چاہتا ان کے پاس جاتا اس طرح کی عورت جب حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو اس کے پاس آنے جانے والے جمع ہو جاتے اور کسی قیافہ جاننے والے کو بلاتے اور بچہ کا ناک نقشہ جس سے ملتا جلتا ہوتا اس عورت کے اس بچے کو اسی کے ساتھ منسوب کر دیتے اور وہ بچہ اس کا بیٹا کہا جاتا۔ اس سے کوئی انکار نہیں کرتا تھا۔ پھر جب حضرت محمدؐ حق کے ساتھ رسول ہو کر تشریف لائے تو آپؐ نے جاہلیت کے تمام نکاحوں کو باطل قرار دے دیا۔ صرف اس نکاح کو باقی رکھا۔ جس کا آج کل رواج ہے۔'' [1]

''خنساء بنت خذام انصاریہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا تھا۔ وہ ثیبہ تھیں، انہیں یہ نکاح منظور نہیں تھا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو فسخ کر ڈالا۔''] [2]

۲ / ۲ / ۱۴۲۴ھ

س: ...... بارات یعنی دولہا کے ساتھ پچاس، سو یا دو سو آدمی دلہن والوں کے گھر جاتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی رو سے اس کی وضاحت کیجیے؟

شادی کے موقعہ پر لڑکیوں کو جو جہیز دیا جاتا ہے اس کی بھی وضاحت فرمائیے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج: ...... بارات کا ثبوت کتاب و سنت میں کہیں نہیں ملتا، بلکہ بارات کے لیے عربی لغت میں کوئی لفظ موضوع نظر سے نہیں گزرا۔

مروجہ جہیز کا بھی کتاب و سنت میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

۲۴ / ۱۲ / ۱۴۲۱ھ

س: ...... برات، سالگرہ اور برسی کا کیا حکم ہے؟ بعض علماء بھی شریک ہوتے ہیں۔ (محمد عمر بن محمد صدیق)

---

[1] بخاری / کتاب النکاح / باب من قال: لا نکاح الّا بولی

[2] بخاری / کتاب النکاح / باب اذا زوّج ابنته وهی کارهة فنکاحه مردود

ج:...... برات، سالگرہ اور برسی مجھے تو کسی آیت کریمہ یا کسی صحیح حدیث میں نہیں ملیں۔ بعض علماء کے ان کاموں کو اپنانے یا ان میں شرکت فرمانے سے ان چیزوں کا جواز نہیں نکلتا۔ ۲۲ / ۷ / ۱۴۲۱ھ

س:...... ہمارے علاقے میں شادی کی رسم ہے کہ بچی کو ڈولی میں برات والے اٹھا کر گھر لے جاتے ہیں، جو کہ ہندوانہ رسم ہے کیا یہ جائز ہو سکتی ہے؟ (ابو جابر، ایبٹ آباد)

ج:...... کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ جناب خود ہی اس کو ہندوانہ رسم قرار دے رہے ہیں۔

۱۰ / ۳ / ۱۴۲۲ھ

س:...... کیا نکاح کے موقع پر بیٹی کو جہیز دینا جائز ہے، اگر نہیں تو کیوں؟ نیز نیوندرہ اور سلامی دینا بھی جائز ہے کہ نہیں؟ (عبدالغفور، شاہدرہ)

ج:...... نہیں۔ کیونکہ کتاب وسنت میں اس کا ثبوت نہیں، پھر آپ جانتے ہیں کہ بیوی کی رہائش، اس کا لباس اور نان ونفقہ وغیرہ کا ذمہ دار خاوند ہے نہ کہ بیوی کے والدین یا خویش واقارب۔ مروج نیوندرہ اور سلامی سود کی ایک صورت ہے۔ ۱۴ / ۸ / ۱۴۲۱ھ

س:...... ایک والد حقیقی نے اپنی بالغ اور جوان لڑکی کا نکاح اس کی اجازت، رضا اور خوشی حاصل کیے بغیر اپنے کسی رشتہ دار لڑکے سے کر دیا ہے۔ لڑکی مذکورہ نکاح سے پہلے بھی برملا پکار کر کہتی رہی ہے کہ میں اس لڑکے کے ساتھ شادی کرنے پر ہرگز راضی اور خوش نہیں ہوں۔ ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی اور لڑکی مذکورہ اب بھی علی الاعلان اس نکاح پر ناراضگی، خفگی اور عدم رضا کا اظہار کرتے ہوئے اپنے رشتہ دار مردوں اور عورتوں کے سامنے رونا شروع کر دیتی ہے اور واضح الفاظ میں اس نکاح کو ناپسند اور ردّ کرتی ہے۔ اس نکاح کا قرآن وحدیث کے اعتبار سے کیا حکم ہے؟

ج:...... صورتِ مسئولہ اگر درست ہے تو معاملہ مندرجہ ذیل حدیث کی روشنی میں طے کر لیا جائے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ لَهُ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ ، فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ ﷺ)) [1]

"ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کیا ہے اور وہ پسند نہیں کرتی تو نبی ﷺ نے اسے اختیار دے دیا۔" ۲۰ / ۸ / ۱۴۲۲ھ

[1] صحیح سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۰ ـ ۱۸۷۵

س:...... کسی لڑکی کا نکاح قبل البلوغ ہوا ہو۔ کیا بعد از بلوغ اسے فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ اس مسئلہ میں آپ سے فتویٰ مطلوب ہے۔ اگر ایسی لڑکی نکاح قائم رکھنا نہیں چاہتی تو کیا اسے کم از کم خلع کا حق ہے؟

(السید نصرۃ اللہ شاہ الراشدی السندھ، نیوسعید آباد سندھ)

ج:...... خیار بلوغ شرعاً ثابت ہے۔ عبداللہ بن عباس ...... رضی اللہ عنہما ...... فرماتے ہیں: ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ لَهُ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ ، فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ ﷺ)) [1] [''ایک کنواری لڑکی نبیؐ کے پاس آئی اور اس نے بتایا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا ہے اور وہ ناپسند کرنے والی ہے تو اس کو رسول اللہ ﷺ نے اختیار دے دیا۔''] اس حدیث کو شیخ البانی ...... رحمہ اللہ تعالیٰ ...... نے صحیح ابن ماجہ میں درج فرمایا ہے۔

البتہ ایسی لڑکی خود بخود نکاح ختم نہیں کر سکتی۔ قاضی صاحب کے پاس مسئلہ پیش کرے اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرے۔ قاضی صاحب اس کو اختیار دیں گے، اگر وہ خاوند کے پاس نہیں رہنا چاہتی تو قاضی صاحب نکاح ختم و فسخ کر دیں گے۔ فسخ نکاح کی عدت گزار کر آگے نکاح کر سکتی ہے۔ ٢٠ / ٤ / ١٤٢٤ھ

س:...... اگر کسی لڑکی کی منگنی ایک ایسے گھرانے میں ہو جائے۔ جو کہنے کو تو مسلمان اور اہلحدیث ہوں۔ لیکن بے پردگی، ٹی وی وغیرہ سب چلتا ہو اور لڑکی جو کہ دنیا کی نسبت دین کو اور نام کے بجائے کام کو پسند کرتی ہو۔ ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟ جبکہ منگنی سے پہلے وہ لڑکی خود بھی ان لوگوں کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی تھی؟

ج:...... والدین کی طرف رجوع کرے، اگر وہ تسلیم کر لیں تو فبہا ورنہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حسب استطاعت پر عمل پیرا ہو جائے۔ ٢٢ / ١ / ١٤٢٣ھ

س:...... بچوں میں وقفے کی حد تک کوئی طریقہ استعمال کرنا، مثلاً ٹیکے، گولیاں یا غبارہ تو کیا یہ طریقے جائز ہوں گے؟ (نوٹ)...... بچوں کی اچھی پرورش اور بیوی کی صحت کے لیے۔

ج:...... یہ طریقے ناجائز ہیں، اگر وقفے کے لیے کوئی مجبوری ہے تو عزل والا طریقہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔

٧ / ٤ / ١٤٢٢ھ

س:...... کیا بچوں کی پیدائش میں وقفہ اس نیت سے کروانا کہ ان کو سنبھالنا، پرورش، تربیت اور جسمانی کمزوری

---

[1] رواه أحمد، وأبو داؤد وابن ماجه، رواه ابو داؤد للألباني الجزء الثاني حديث نمبر: ١٨٤٥

۔ کی وجہ سے یا ہر سال بچے پیدا کرنے مشکل ہوں یا صحت کی کمزوری کی وجہ سے کروانا جائز ہے؟ بعض علماء نے جائز قرار دیا ہے، لیکن دلیل نہیں دی۔ لہٰذا مدلل جواب تحریر فرما دیں؟

ج:...... یہ میاں بیوی کے صلاح مشورے پر ہے۔ مناسب سمجھیں تو وقفہ کر لیں۔ مگر یہ وقفہ ادویات یا آپریشن کے ذریعہ شریعت سے ثابت نہیں۔ لہٰذا وہ یہ وقفہ ادویات اور آپریشن کے علاوہ کسی ذریعہ سے کریں۔ مثلاً صحبت میں وقفہ یا عزل کے ذریعہ کر سکتے ہیں۔ ١٠ / ٧ / ١٤٢٣ھ

س:...... بچوں کی پیدائش میں وقفہ کے لیے جو غبارہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ وہ دوائی نہیں ہے اور عزل سے ملتی جلتی چیز ہے۔ جدید دور کے مطابق۔ نیز بعض عورتیں بہت کمزور ہوتی ہیں۔ اگر بچہ کی پیدائش میں وقفہ نہ ڈالا جائے تو نقصان کا خطرہ ہے۔ اس مذکورہ صورت اور بچوں کی پیدائش میں وقفہ کا کوئی معقول طریقہ بتا دیں؟

ج:...... غبارے والی صورت اور عزل دونوں میں فرق ہے، لہٰذا غبارے والی صورت کو عزل پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق کے زمرے میں شامل ہے۔ اور قیاس مع الفارق حجت و دلیل نہیں ہوتا۔ باقی رہی بعض عورتوں کی کمزوری تو اس کو رفع کرنے کے لیے مقوی ادویہ و اغذیہ استعمال کی جا سکتی ہیں۔ وقفہ کی کیا ضرورت ہے؟ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ))[''محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو۔ کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔''] [1] واللہ اعلم۔

[جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم عزل کرتے تھے اور قرآن اترتا تھا۔ (اگر عزل ناجائز ہوتا تو اس سے منع کر دیا جاتا۔)''] [2]

(وضاحت:...... بیوی سے صحبت کرتے ہوئے اِنزال سے پہلے الگ ہو جانا عزل کہلاتا ہے۔)

٩ / ٥ / ١٤٢٣ھ

س:...... کیا مرد جماع کرتے ہوئے اپنی بیوی سے سب کچھ کر سکتا ہے۔ پستانوں کا چومنا وغیرہ؟

ج:...... اس سوال کے جواب میں حیاء والی احادیث کی طرف توجہ دلاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا ایک

---

[1] صحیح ابو داؤد للألبانی، الجزء الثانی، ح: ١٧٠٥

[2] بخاری / کتاب النکاح / باب العزل

آدمی دوسرے کو حیاء سے منع کر رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيْمَان)) [1] [''چھوڑ دو اسے بے شک حیا ایمان سے ہے۔''] اور ایک اور حدیث میں ہے: ((وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيْمَانِ)) نیز ایک اور حدیث میں ہے: ((إِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيمٌ)) [2] [''بلاشبہ اللہ تعالیٰ حیا والا عزت والا ہے۔''] الخ۔

۲ / ۳ / ۱۴۲۱ھ

س: ...... ایک آدمی کی دو بیویاں ہیں پہلی بیوی سے کافی اولاد ہے، دوسری شادی کے بعد وہ باقاعدہ ایک رات ایک بیوی کے پاس اور ایک رات دوسری کے پاس رہتا ہے، مگر پہلی بیوی سے میاں بیوی والا معاملہ کرنے سے اجتناب کرتا ہے۔ اس کے مطالبے پر کہتا ہے تمہاری کافی اولاد ہے اور مجھ پر یہ حق واجب بھی نہیں ہے۔ ہاں باری پوری کرنا مجھ پر فرض ہے جو میں پوری کر دیتا ہوں۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا اس کا یہ کہنا درست ہے؟

ج: ...... صورتِ مسئولہ میں خاوند کے ذمہ واجب ہے کہ وہ اپنی اس مطالبہ کرنے والی بیوی کا یہ خاص حق بھی ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَّاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ [البقرة: ۲۲۸] [''نیز عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں، مناسب طور پر جیسا کہ مردوں کے عورتوں پر البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔'']

۲۴ / ۱۱ / ۱۴۲۲ھ

س: ...... ایک شخص نے اپنی بیوی سے بالکل حیض ختم ہو جانے کے بعد مجامعت کی۔ ابھی بیوی نے غسل حیض نہیں کیا تھا۔ لہٰذا وہ پریشان ہے غالباً اس بارے حدیث بھی ہے، اور اس شخص کے ذمہ 9,000/ (نو ہزار روپے قرضہ بھی ہے۔) لہٰذا اب وہ کیا کرے؟ اس غلطی پہ اللہ تعالیٰ سے معافی کرتا ہے۔ جبکہ اس پر (کفارہ) وغیرہ بھی ہے؟

ج: ...... کفارہ دینار یا نصف دینار سونا یا اس کی قیمت ادا کرے۔ یاد رہے دینار $4\frac{1}{2}$ ماشہ کا ہوتا ہے۔ [3]

۲۵ / ۸ / ۱۴۲۱ھ

س: ...... حالت حیض میں اگر عورت سے جماع کریں، تو کیا کفارہ ہوگا؟ اور اگر عورت کی حالت حیض ختم ہو جائے اور ابھی غسل نہ کرے تو اس سے جماع جائز ہے۔ وضاحت فرمائیں؟

---

[1] بخاری / کتاب الإیمان / باب الحیاء من الایمان

[2] ترمذی، ابواب الدعاء / باب: ۱۱۸، ابو داؤد / کتاب الصلاۃ / باب الدعاء، ابن ماجه / کتاب الدعاء باب رفع الیدین فی الدعاء

[3] ابو داؤد / الطهارة / باب اتیان الحائض، ترمذی / الطهارة / باب ما جاء فی الکفارة فی ذلك

ج: ......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِينَارٍ ، أَوْ بِنِصْفِ دِينَارٍ)) [''جو اپنی بیوی سے حالت حیض میں جماع کرے تو وہ ایک دینار (ایک دینار=۴ ماشہ ۴ رتی۔ ساڑھے چار ماشہ=۴ء۳۷ء۴ گرام) یا نصف دینار صدقہ کرے۔''] صاحب إرواء الغليل اس حدیث کے حوالہ جات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ((من طرق عن مقسم عن ابن عباس به. قلت: وهذا سند صحيح على شرط البخاري. الخ)) (١ / ٢١٨) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط ﴾ [البقرة: ٢٢٢] [''ہاں! جب وہ پاک ہوجائیں تو ان کے پاس جاؤ، جہاں سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے۔''] ١٠ / ١ / ١٤٢٤ھ

س: ......حسین وجمیل پندرہ یا چودہ سال کے لڑکے دیکھ کر ان کے ساتھ دلی طور پر پیار ہوجاتا ہے۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں۔ وضاحت فرمائیں؟

ج: ......اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ○ ﴾ [المؤمنون: ٧] [''اس کے سوا جو اور ڈھونڈیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔'']

[''امام نووی رحمہ اللہ نے ریاض الصالحین میں باب قائم کیا ہے: اجنبی عورت اور بے ریش حسین بچے کی طرف شرعی ضرورت کے بغیر دیکھنا حرام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب کی بابت باز پرس ہوگی۔ [الإسراء: ٣٦] اور فرمانِ الٰہی ہے: ''وہ آنکھوں کی خیانت کو اور سینوں میں چھپی باتوں کو جانتا ہے۔'' [غافر: ١٩]] ١٠ / ١ / ١٤٢٤ھ

س: ......زنا کرنا یا صرف لڑکی کی طرف دیکھنا کیا یہ دونوں گناہ برابر ہیں۔ کیا چھوٹے گناہ نماز پڑھنے اور قرآن پڑھنے سے معاف ہوجاتے ہیں؟

ج: ......زنا کبیرہ گناہ ہے اور زنا سے کم کم حرکات صغیرہ گناہوں میں شامل ہیں۔ نماز روزہ سے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ط ﴾ [هود: ١١٤] [''یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں۔''] مگر اس اصول کو صغائر کے ارتکاب کا بہانہ بنانا درست نہیں۔ دیکھئے توبہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، لیکن توبہ کو گناہوں کے ارتکاب کا بہانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ ٦ / ٤ / ١٤٢١ھ

س: ......اگر کوئی انسان ساس سے زنا کا مرتکب ہو تو کیا اس کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی؟ (محمد یونس شاکر)

ج: ......نہیں! کیونکہ حرام حلال کو حرام نہیں بناتا۔ ٦ / ١ / ١٤٢٤ھ

س: ......زانی مرد جب توبہ کرلے تو کیا مومنہ عورت سے اس کی شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (قاسم بن سرور)

ج:......ہو سکتی ہے بشرطیکہ توبہ شرائط توبہ پر مشتمل ہو۔

[ریاض الصالحین باب التوبہ میں توبہ کی یہ شرطیں ذکر کی گئی ہیں، اگر گناہ کا تعلق اللہ سے ہے، کسی آدمی کا حق اس سے متعلق نہیں ہے، تو ایسے گناہ سے توبہ کی تین شرطیں ہیں: (۱) گناہ کو چھوڑ دے۔ (۲) اپنے اس گناہ پر نادم ہو۔ (۳) پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ کبھی یہ گناہ نہیں کرے گا۔ اگر تین شرطوں میں سے ایک شرط بھی پوری نہ ہوئی تو توبہ صحیح نہیں ہوگی۔

اگر اس گناہ کا تعلق کسی آدمی سے ہے تو اس کی چار شرطیں ہیں۔ تین یہی اور چوتھی یہ کہ وہ صاحب حق کا حق ادا کرے، اگر کسی کا مال ناجائز طریقے سے لیا ہے تو اسے واپس کرے، کسی پر تہمت وغیرہ لگائی ہے تو اس کی حد اپنے نفس پر لگوائے یا اس سے معافی طلب کر کے اسے راضی کرے۔ اگر کسی کی غیبت کی ہے تو اس کو اس سے معاف کروائے۔]

۱۴۲۲/۳/۱۰ھ

س:......ایک کنواری لڑکی کے ہاں نکاح کے چار پانچ ماہ بعد ناجائز بچہ پیدا ہوا ہے، نکاح کے وقت وہ حاملہ تھی، لیکن اس حمل کا علم اس کے والدین کو اور نہ ہی لڑکے کے والدین کو اور نہ ہی نکاح خواں کو تھا۔ اب وضع حمل کے بعد اس لڑکی کے اقرباء میں سے کوئی قتل کر سکتا ہے یا نہیں؟ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نکاح جو حمل کی حالت میں ہوا وہ نکاح باقی ہے یا ختم ہو گیا؟

ج:......صورتِ مسئولہ میں لڑکی کی سزا سو کوڑے اور سال بھر کے لیے علاقہ بدر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ط ﴾[النور: ۲] [''زنا کار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔''] صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ)) [1] [''غیر شادی شدہ جب زنا کرے غیر شادی شدہ سے تو سو کوڑے لگاؤ اور ایک سال کے لیے ملک سے باہر کر دو۔ اور شادی شدہ جب شادی شدہ سے زنا کرے تو سو کوڑے لگاؤ اور پھر پتھروں سے مار ڈالو۔''] ایسی لڑکی کی سزا قتل نہیں۔

رہا یہ نکاح تو وہ نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ ط ﴾ [المائدۃ: ۵] [''اور پاک دامن مسلمان عورتیں حلال ہیں۔''] تو پتہ چلا کہ غیر محصنہ خواہ مومنہ ہی ہو حلال نہیں حرام ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ط ﴾ [النور: ۳] [''اور ایمان والوں پر یہ حرام کر

---

[1] مسلم / کتاب الحدود / باب حد الزنا

دیا گیا۔''] ۱۳ / ۷ / ۱۴۲۱ھ

س:...... یہ بات ذہن میں ہونی چاہیے کہ اسلامی حکومت نہیں ہے۔

زبردستی ایک لڑکی کو کچھ لوگ اٹھا کر لے جاتے ہیں، اغواء کر لیتے ہیں اور کچھ روز زیادتی کے بعد اس کو کسی بازار کے اندر چھوڑ جاتے ہیں۔ کچھ عرصے کے بعد پتہ چلتا ہے، لڑکی حاملہ ہے، تو کیا لڑکی کا حمل ضائع کر دیا جائے؟ اگر نہیں تو اس بچہ کی کفالت کس کے ذمہ ہے؟ کیا معاشرہ اور اس کے رہنے والے لوگ چاہے وہ اسلامی ذہن رکھتے ہوں اس کو قبول کریں گے (شادی کے لیے)؟

کیا اس کو معاشرہ کے اندر کوئی عزت دے گا؟ کیا اس کی زندگی اس کی دوسری بہنوں کے لیے پریشانی کا باعث نہ ہوگی؟ کیا اس کے والدین، بہن، بھائیوں کو معاشرے کے اندر عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا؟

ج:...... مشکاۃ / کتاب الحدود، حدیث نمبر: ۳۵۶۲ میں ہے: ((ثم جاءته امرأة من غامد من الأزد ، فقالت: یا رسول اللّٰه طهرني. فقال: ویحك ارجعي ، فاستغفري اللّٰه ، وتوبي إلیه. فقالت: ترید أن تردّدني کما رددت ماعز بن مالك؟ إنها حبلی من الزنا. فقال: أنت؟ قالت: نعم. قال لها: حتی تضعي مافي بطنك. قال: فکفلها رجل من الأنصار حتی وضعت ، فأتی النبي ﷺ ، فقال: قد وضعت الغامدیة۔ فقال: إذا لا نرجمها ، وندع ولدها صغیرا لیس له من یرضعه.)) الحدیث۔ کتاب نکال کر یہ صحیح مسلم والی پوری حدیث پڑھ لیں۔ [1] [''بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ پاک کیجیے مجھ کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ارے چل اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ اور توبہ کر۔ تھوڑی دور لوٹ کر گیا۔ پھر آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ پاک کیجیے مجھ کو۔ آپ نے ایسا ہی فرمایا۔ جب چوتھی مرتبہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا: میں کاہے سے پاک کروں تجھ کو، ماعز رضی اللہ عنہ نے کہا: زنا سے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے (لوگوں سے) پوچھا کیا اس کو جنون ہے؟ معلوم ہوا جنون نہیں ہے۔ پھر فرمایا: کیا اس نے شراب پی ہے۔ ایک شخص کھڑا ہوا۔ اور اس کا منہ سونگھا تو شراب کی بو نہیں پائی۔ پھر آپ نے فرمایا: (ماعز رضی اللہ عنہ سے) کیا تو نے زنا کیا؟ وہ بولا: ہاں! آپ نے حکم کیا وہ پتھروں سے مارا گیا۔ اب اس کے باب میں لوگ دو فریق ہو گئے۔ ایک تو یہ کہتا ماعز رضی اللہ عنہ تباہ ہوا گناہ نے اس کو گھیر لیا۔ دوسرا یہ کہتا کہ ماعز رضی اللہ عنہ کی توبہ سے بہتر کوئی توبہ نہیں۔ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں رکھ دیا اور کہنے

---

[1] مسلم / کتاب الحدود / باب حد الزنا

لگا: مجھ کو پتھروں سے مار ڈالیئے۔ دو تین دن تک لوگ یہی کہتے رہے بعد اس کے جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ اور صحابہ بیٹھے تھے آپ نے سلام کیا۔ پھر بیٹھے فرمایا: دعا مانگو ماعز رضی اللہ عنہ کے لیے۔ صحابہ نے کہا: اللہ بخشے ماعز بن مالک کو۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ توبہ ایک امت کے لوگوں میں بانٹی جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔ بعد اس کے پاس ایک عورت آئی غامد کی (جو ایک شاخ ہے) ازد کی (ازد ایک قبیلہ ہے۔) اور کہنے لگی: یا رسول اللہ ﷺ! پاک کر دیجئے مجھ کو۔ آپ نے فرمایا: اری چل اور دعا مانگ، اللہ سے بخشش کی اور توبہ کر اس کی درگاہ میں۔ عورت نے کہا: آپ مجھ کو لوٹانا چاہتے ہیں۔ جیسے ماعز رضی اللہ عنہ کو لوٹایا تھا۔ آپ نے فرمایا: تجھے کیا ہوا؟ وہ بولی میں پیٹ سے ہوں زنا سے۔ آپ نے فرمایا: تو خود؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: اچھا ٹھہر۔ جب تک تو جنے (کیونکہ حاملہ کا رجم نہیں ہو سکتا اور اس پر اجماع ہے۔ اسی طرح کوڑے لگانے، یہاں تک کہ وہ جنے) پھر ایک انصاری شخص نے اس کی خبر گیری اپنے ذمہ لی۔ جب وہ جنی تو انصاری رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: غامدیہ جن چکی ہے۔ آپ نے فرمایا: ابھی تو ہم اس کو رجم نہیں کریں گے۔ اور اس کے بچے کو بے دودھ کے نہ چھوڑیں گے۔ ایک شخص انصاری رضی اللہ عنہ بولا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں بچے کو دودھ پلواؤں گا۔ تب آپ نے اس کو رجم کیا۔''] اس میں آپ کے تمام سوالوں کا جواب موجود ہے۔

رہی آپ کی بات ''یہ بات ذہن میں ہونی چاہیے کہ اسلامی حکومت نہیں۔'' تو جناب آپ بھی یہ بات ذہن میں رکھیں کہ کئی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن پر عمل کرنا اسلامی حکومت میں انسان کے بس میں نہیں ہوتا اور غیر اسلامی حکومت میں ان پر عمل کرنا انسان کے بس میں ہوتا ہے۔ پھر غیر اسلامی معاشرہ اسلامی معاشرہ سے کوئی زیادہ عزت و آبرو والا نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔ ۳۰ / ۱ / ۱۴۲۴ھ

س:...... مرد عورت سے زنا کرے تو اس کی سزا مقرر ہے یعنی اس کو کوڑے وغیرہ مارے جائیں گے۔ اگر ایک لڑکا دوسرے لڑکے سے ہی بدفعلی کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

ج:...... زنا کرنے والا مرد ہے، خواہ عورت اگر ثیب شادی شدہ ہے تو سو کوڑا اور رجم۔ اور بکر غیر شادی شدہ ہے تو سو کوڑا اور ایک سال کے لیے علاقہ بدر اسلام میں سزا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْىُ سَنَةٍ ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ)) [1]

[1] صحیح مسلم / کتاب الحدود / باب حد الزنا

اس جرم کی سزا قتل وموت ہے۔ قرآنِ مجید میں لوط علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ ہے وہ اس سدومی جرم کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بستی کو الٹا دیا۔ پھر اس پر سجیل، سنگ گل اور کھنگروں کی بارش برسا دی۔ اور انہیں نیست ونابود کر دیا۔ صرف اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے بچایا۔ [ھود: ۸۱-۸۲] [''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو عمل قوم لوط میں مبتلا پاؤ اسے اور عمل قوم لوط کروانے والے دونوں کو قتل کر دو۔''] ❶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدتِ رضاعت دو سال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط ﴾ [البقرۃ: ۲۳۳] [''مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں، جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت پوری کرنے کا ہو''] اللہ تعالیٰ ہی فرماتے ہیں: ﴿ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَّفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ ط ﴾ [لقمان: ۱۴] [''اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو برس میں ہے۔'']

مقدارِ دودھ جس سے رضاعی رشتہ ثابت ہوتا ہے پانچ رضعات (پانچ دفعہ دودھ پینا) ہے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ((نَزَلَ فِي الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَّعْلُوْمَاتٍ ثُمَّ نَزَلَ أَيْضًا خَمْسٌ مَعْلُوْمَاتٌ)) ❷ [''قرآنِ مجید میں دس بار دودھ چوسنا اترا، پھر پانچ بار چوسنا اترا۔'']

آیات کریمہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں درست بات یہی ہے کوئی بچہ یا بچی اگر دو سال کے اندر اندر کسی عورت کا دودھ پانچ مرتبہ پی لیتا ہے تو وہ اس کا رضاعی بیٹا یا بیٹی ہے اور دودھ پلانے والی اس کی رضاعی ماں ہے، دودھ پلانے والی کے بچے دودھ پینے والے بچے کے رضاعی بہن بھائی ہیں وعلی ہذا القیاس دودھ پلانے والی کی بہن دودھ پینے والے کی رضاعی خالہ ہے۔ دودھ پلانے والی کا خاوند جس کا دودھ ہو۔ دودھ پینے والے یا والی کا رضاعی باپ ہے۔ واللہ اعلم۔ اگر دودھ دو سال کے بعد پیا گیا یا پانچ رضعات سے کم پیا گیا خواہ دو سال کے اندر ہی ہو تو دونوں صورتوں میں دودھ پلانے والی اور دودھ پینے والے میں رضاعی رشتہ قائم نہیں ہوگا۔ ۱۱ / ۲ / ۱۴۲۱ھ

س: ...... ✿ ایک بچہ کی مدت رضاعت کے اندر دوسرا بچہ پیدا ہوا تو دوسرے حمل کے دوران یا نفاس کے دوران یا پھر دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد پہلا بچہ ماں کا دودھ پی سکتا ہے؟

✿ ﴿ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ﴾ [الأحقاف: ۱۵] [''اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس ماہ کا ہے۔''] سے یہ نکالنا کہ دو سال تک (پیدائش کے بعد) عورت برتھ کنٹرول (دوسرے بچہ کی پیدائش کو روکنے والی) گولیاں استعمال کر سکتی ہے؟ کہاں تک صحیح ہے؟ (عبداللہ بن ناصر، پتوکی)

---

❶ صحیح سنن ابن ماجه للألبانی / الجزء الثانی، حدیث نمبر: ۲۰۷۵ ❷ صحیح مسلم / کتاب الرضاع / ج: ۱، ح: ۴۶۹

ج:...... ﴿۱﴾ مدت رضاعت بچے کی عمر دو سال کے اندر اندر پی سکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾[البقرۃ: ۲۲۳]

[''مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں۔'']

﴿۲﴾ صحیح ہے ہی نہیں۔ لہٰذا کہاں تک صحیح والا سوال بنتا ہی نہیں۔ پھر دیکھئے: ﴿ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾ [''جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت پوری کرنے کا ہو۔''] سے یہ بات نکلتی ہے جو اتمام رضاعت کا ارادہ نہیں رکھتا، اسے حق حاصل ہے کہ دو سال سے پہلے ہی دودھ چھڑا دے چنانچہ دوسرے فرمان میں ہے: ﴿ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ﴾ [''پھر اگر دونوں اپنی رضا مندی اور باہمی مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔''] بلکہ بچہ جننے والی ماں کا دودھ ایک دن بھی نہ پیے اور دوسرا دودھ پی لے تو شرعاً درست ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ﴾[البقرۃ: ۲۳۳][''اور اگر تمہارا ارادہ اپنی اولاد کو دودھ پلوانے کا ہو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں، جبکہ تم ان کو مطابق دستور کے جو دینا ہو وہ ان کے حوالے کر دو۔''] ان احکام کی روشنی میں '' ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا '' والی آیت کریمہ پر غور فرمائیں، تو یہ گولیوں والا استدلال گولی زدہ ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔ ۲۸ / ۱ / ۱۴۲۲ھ

س:...... رضاعت کی آخری حد کتنی ہے۔ حاملہ عورت بچے کو دودھ پلا سکتی ہے؟ (ابوضماد، شیخوپورہ)

ج:...... رضاعت کی مدت دو سال [﴿ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ﴾[البقرۃ: ۲۳۳] [''مائیں اپنی اولادوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں۔''] اور مقدار پانچ رضعات ہے۔ [عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: ''قرآن میں اترا تھا کہ دس بار چوسنا دودھ کا حرمت کرتا ہے۔ پھر منسوخ ہو گیا اور یہ پڑھا گیا کہ پانچ بار دودھ چوسنا حرمت کا سبب ہے۔''] [1] حاملہ عورت بچے کو دودھ پلا سکتی ہے۔ ۲۲ / ۷ / ۱۴۲۱ھ

س:...... منیر نے سجاد کی والدہ کا دودھ پیا جبکہ سجاد نے منیر کی والدہ کا دودھ نہیں پیا۔ تو کیا سجاد منیر کی چھوٹی بہن سے شادی کر سکتا ہے کہ نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟ (محمد بشیر ڈرائیور، تحصیل وضلع ایبٹ آباد)

ج:...... رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((اَلرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ)) ''جو رشتے ولادت و نسب سے حرام ہیں وہ رضاعت و دودھ سے بھی حرام ہیں۔'' [2]

صورتِ مسئولہ میں سجاد منیر کی چھوٹی بہن یا بڑی بہن کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ منیر کی بہن نے سجاد کی

---

[1] صحیح مسلم / کتاب الرضاع [2] صحیح بخاری / کتاب النکاح / باب (وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ)

والدہ یا دادی کا دودھ نہ پیا ہو اور نہ کوئی ایسی رشتہ دار نسبی یا رضاعی یا کوئی اور اس کے ساتھ ہو، جس کی وجہ سے ان کا باہمی نکاح حرام بنتا ہو۔ واللہ اعلم۔ ۲۷ / ۲ / ۱٤۲۲ھ

س:......ایک بچی نے ایک عورت کا دودھ تین مرتبہ پیا ہے کیا اس بچی کا نکاح اس عورت کے بیٹے کے ساتھ ہو سکتا ہے؟

ج:......سوال میں مذکور صورت اگر فی الواقع درست ہے تو اس بچی کا دودھ پلانے والی عورت کے بیٹے کے ساتھ نکاح درست ہے بشرطیکہ اس بچی اور اس بیٹے کا آپس میں کوئی اور محرم نکاح رشتہ موجود نہ ہو کیونکہ صحیح مسلم میں ہے: ''پانچ رضعات سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے۔'' (ج: ۱، ص: ٤٦٩) اور مذکورہ بالا صورت مسئولہ میں صرف تین رضعات ہیں جو محرم نہیں۔ واللہ اعلم

س:......زید اور بکر آپس میں رضاعی بھائی ہیں۔ زید کا ایک بڑا بھائی عمر ہے، اسی طرح بکر کا ایک چھوٹا بھائی ظفر ہے۔ کیا عمر کی بیٹی سے ظفر کا نکاح درست ہے؟ ہر دو صورت میں دلائل درکار ہیں؟

(حبیب الرحمٰن، ہری پوری ہزارہ)

ج:......صورتِ مسئولہ میں عمر کی لڑکی ظفر کی بھتیجی نہیں نہ نسبی اور نہ ہی رضاعی، خواہ زید کی والدہ نے بکر کو دودھ پلایا ہو خواہ بکر کی والدہ نے زید کو۔ لہٰذا ظفر کا عمر کی لڑکی کے ساتھ نکاح درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ ﴾ [النساء:۲۴] [''اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئیں۔''] الا کہ کوئی اور رشتہ نسبی یا رضاعی یا سببی نکل آئے، جس کی بناء پر عمر کی لڑکی کا ظفر کے ساتھ نکاح حرام ہو جاتا ہے تو پھر یہ نکاح درست نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔ ۱۹ / ۱۱ / ۱٤۲۱ھ

س:......محرم کا معنی ہم نے ہر جگہ یہی پڑھا ہے کہ جس سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو۔ کیا محرم کا یہ مفہوم درست ہے؟ محرم کا اس سے صحیح مفہوم کیا ہے؟ (وقار علی، لاہور)

ج:...... یہ معنی صحیح نہیں، کیونکہ ایک عورت کا دوسری عورت کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ خواہ اجنبی ہو، حالانکہ ہر ایک عورت ہر دوسری عورت کے لیے محرم نہیں۔ اسی طرح ایک مرد کا دوسرے مرد کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ حالانکہ ہر مرد ہر مرد کے لیے محرم نہیں۔ باقی محرم کی تعریف کتاب وسنت سے تو وہ مجھے معلوم نہیں۔ ٦ / ٤ / ۱٤۲٤ھ

کِتَابُ الطلاق ......طلاق کے مسائل

س:......ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ایک ماہ کے وقفے سے تین طلاقیں دیں بعد میں اسے پتہ چلا کہ طلاق اوّل چونکہ ایام حیض میں دی گئی تھی۔ واقع نہیں ہوئی اور وہ رجوع کا حق مع طلاق ثالث بجا طور پر رکھتا ہے؟ اور اس رجوع میں نکاح جدید کی ضرورت ہے یا نہیں؟ تیسری طلاق 5/1/2002 کو دی تھی۔

ج:...... صحیح بخاری / کتاب الطلاق / باب اذا طُلِّقَتِ الحَائِضُ تُعْتَدُّ بِذٰلِكَ الطَّلَاقِ میں ہے: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس بات کو رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لِيُرَاجِعْهَا قُلْتُ: أَتُحْتَسَبُ. قَالَ: فَمَه.)) ایک روایت میں ہے: ((قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ))[اسے رجوع کرنا چاہیے۔ (انس نے بیان کیا کہ) میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ کیا یہ طلاق رطلاق سمجھی جائے گی؟ انہوں نے کہا کہ چپ رہ کیا سمجھی جائے گی اور ایک روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ نے کہا تو کیا سمجھتا ہے اگر کوئی کسی فرض کے ادا کرنے سے عاجز بن جائے یا احمق ہو جائے۔] اسی باب میں ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ((حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ)) [یہ طلاق جو میں نے حیض میں دی تھی مجھ پر شمار کی گئی۔] رہی روایت: "وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا" تو بتقدیر صحت اس کا معنی ہوگا: ((وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا يَمْنَعُ الطَّلَاقَ)) تاکہ دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جائے تو پہلی طلاق در حیض بھی واقع ہو چکی ہے۔

تو صورتِ مسئولہ میں تینوں طلاقیں واقع ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَإِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِإِحْسَانٍ ﴾ الآیۃ۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَّتَرَاجَعَآ إِنْ ظَنَّآ أَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ﴾ الآیۃ۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ اور فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ دونوں آیتیں عام اور مطلق ہیں۔ درمیان میں رجوع اور عدم رجوع والی دونوں صورتوں کو متناول وشامل ہیں۔ ان آیتوں کو پہلی صورت کے ساتھ خاص کرنے والی کوئی صحیح دلیل اس فقیر إلی اللہ الغنی کی نظر سے نہیں گزری۔ واللہ اعلم۔ ١٨ / ٦ / ١٤٢٣ھ

س:......بغیر رجوع کیے ایک آدمی تین طلاقیں وقفہ وقفہ سے دے سکتا ہے؟ (قاسم بن سرور)

ج:...... ہاں! دے سکتا ہے اور اس طرح دی ہوئی تین طلاقیں بھی تین ہی واقع ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ﴾[البقرة: ۲۲۹][طلاق (رجعی) دو بار ہے، پھر یا تو سیدھی طرح اپنے پاس رکھا جائے یا اچھے طریقے سے اسے رخصت کر دیا جائے۔] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ﴾[''پھر اگر مرد (تیسری) طلاق بھی دے تو اس کے بعد وہ عورت اس کے لیے حلال نہ رہے گی، حتی کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔''] یہ دونوں آیتیں عام ہیں مطلق ہیں درمیان میں رجوع کی کوئی تخصیص وتقیید کہیں وارد نہیں ہوئی۔

۷ / ۷ / ۱۴۲۳ھ

س:...... میں نے اپنی بیوی کو بوجہ گھریلو ناچاکی کے مؤرخہ 4/9/99 کو بذریعہ خط طلاق نامہ بھیج دیا۔ جس میں لکھا کہ میری طرف سے تم آزاد ہو۔

طلاق طلاق طلاق

عالیجاہ! کچھ عرصہ کے بعد لڑکی والوں نے کہا کہ ایک طلاق ہوئی ہے میں نے مؤرخہ 12/8/2000 کو اسٹام پیپر پر دوبارہ طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیا اور اس کی فوٹو کاپی ایک ایک ماہ کے وقفے کے بعد تین عدد کا پیاں لڑکی والوں کو بھیج دیں۔ اشٹام کی فوٹو کاپی درخواست ہذا کے ساتھ منسلک ہے۔ محترم جناب اس خط اور اسٹام کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ آیا ایک طلاق ہوئی ہے یا تین طلاقیں ہو چکی ہیں۔ آیا اب رجوع نکاح کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ہم دونوں فریق دوبارہ گھر آباد کرنے پر رضامند ہیں۔ شریعت محمدیؐ کے مطابق حکم صادر فرمائیں؟

ج:...... جناب کی صورتِ مسئولہ میں طلاق دہندہ اپنی مطلقہ بیوی سے نیا نکاح کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس نے جو طلاق ۴/۹/۹۹ء کو دی تھی وہ ایک طلاق رجعی ہے۔ صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۴۷۷ میں ہے: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''تین طلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پورے دونوں دوروں میں اور خلافت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور کے ابتدائی دو سالوں میں ایک طلاق ہوا کرتی تھیں۔'' اور ایک رجعی طلاق میں عدت ختم ہو جانے کے بعد میاں بیوی نیا نکاح کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط ﴾[البقرة: ۲۳۲] [''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے

سے نہ روکو۔ جبکہ وہ آپس میں دستور کے مطابق رضامند ہوں۔''] ظاہر ہے تاریخ طلاق ۹۹/۹/۴ء کے بعد تین ماہواریاں گزرنے پر عدت ختم ہو چکی تھی۔ لہٰذا اب کے طلاق دہندہ اپنی بیوی کے ساتھ نیا نکاح کر سکتے ہیں۔ بدلیل آیۃ مذکورہ بالا۔

رہی ۲۰۰۰/۸/۱۲ء کو دی ہوئی طلاق تو وہ عدت کے بعد ہونے کی بناء پر کالعدم ہے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں خاوند اپنی بیوی کے ساتھ نکاح کر کے اپنا گھر آباد کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ۲۳ / ٤ / ۱٤۲۳ھ

س:...... ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی اور نہ طلاق دینے کی نیت ہے۔ وہ آدمی کسی سے جھوٹ کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو کیا اس طرح کہنے سے طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟ (عبدالغفور)

ج:...... صورتِ مسئولہ اگر اکراہ و جبر کی صورت ہے تو پھر طلاق نہیں ہوئی۔ کیونکہ جبر و اکراہ والی طلاق نہیں ہوتی۔ [نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا بھول اور جس پر اسے مجبور کیا گیا ہو معاف فرما دیا ہے۔''] اگر صورتِ مسئولہ ہزل و مذاق کی صورت ہے تو پھر طلاق واقع ہو چکی ہے۔ کیونکہ جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ ، وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ ، وَالطَّلَاقُ ، وَالرَّجْعَةُ))[''تین کام ایسے ہیں کہ ان کی حقیقت بھی حقیقت ہے اور ان کا مذاق بھی حقیقت ہے۔ نکاح ...... طلاق ...... رجوع۔''] [1] امام ترمذی فرماتے ہیں: ((هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ)) بہر حال یہ حدیث حسن لغیرہ تو ضرور ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۰ / ۷ / ۱٤۲۳ھ

س:...... اگر کوئی آدمی تنہائی میں اکیلا ہی یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، کیا طلاق ہو جائے گی؟ (محمد یونس شاکر)

ج:...... ہاں! طلاق ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

س:...... (۱) طلاق اور فسخ نکاح میں کیا فرق ہے؟

(۲) فسخ نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (محمد حسین، کراچی)

ج:...... (۱) طلاق صرف خاوند یا اس کا وکیل ہی دے سکتا ہے، جبکہ فسخ نکاح اکثر حکومت یا اس کے وکیل کے اختیار

---

[1] ابو داؤد / کتاب الطلاق / باب فی الطلاق علی الهزل ، ابن ماجه / باب من طلق اونكح او راجع لاعباً ، ترمذی / ابواب الطلاق / باب فی الجد والهزل فی الطلاق

میں ہوتا ہے، پھر فسخ نکاح کی عدت اور طلاق کی عدت میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ نیز بعض طلاقوں کے بعد میں بیوی سے بلا تجدید نکاح وصلح رجوع کر سکتے ہیں۔ جبکہ فسخ نکاح میں ایسا نہیں ہو سکتا۔

☆ بعض صورتوں میں درست ہے اور بعض صورتوں میں درست نہیں۔ ١٧ / ١٠ / ١٤٢٢ھ

س:...... جناب سائل نے اپنی بیوی کو یکبار (ایک ہی سانس میں) تین بار طلاق کہہ دیا ہے۔ یعنی کہ دو دفعہ طلاق، طلاق اور تیسری مرتبہ کہ میں نے تمہیں تین طلاق دے دی ہیں۔

جناب محترم بندہ کو طلاق دینے کا کوئی ارادہ یا منصوبہ نہ تھا اور اس دورانیہ کو پانچواں روز ہے۔ بندہ اپنے غصہ پر نادم اور پشیمان ہے اور رجوع کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا بندہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں؟

ج:...... صورتِ مسئولہ میں ایک طلاق واقع ہو چکی ہے۔ کیونکہ ایک مجلس کی تین یا تین سے زائد طلاق ایک ہی طلاق ہوتی ہے۔ صحیح مسلم / کتاب الطلاق میں ہے: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تین طلاقیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پورے دور میں اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور کے ابتدائی دو سالوں میں ایک ہی طلاق ہوا کرتی تھیں۔ اور قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوٓا إِصْلَاحًا ﴾ نیز قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ ﴾ الآیۃ۔

تو صورتِ مسئولہ میں عدت کے اندر صلح بلا نکاح درست ہے اور عدت کے بعد صلح بنکاحِ جدید صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

٢٠ / ٩ / ١٤٢٣ھ

س:...... میں نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین دفعہ طلاق ان الفاظ سے کہی میں نے تجھے طلاق دی۔ میری طرف سے تجھے تین طلاقیں۔ تو مجھ پر حرام ہے۔ اس طرح تین طلاقیں ہو گئیں یا ایک رجعی طلاق ہوگی؟

ج:...... آپ نے جس صورت میں اپنی بیوی کو طلاق دی اس صورت میں ایک رجعی طلاق واقع ہو چکی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی طلاق ہوا کرتی تھیں۔ تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں نے ایک ایسے امر میں جلد بازی سے کام لیا، جس میں ان کے لیے گنجائش تھی تو اگر ہم اسے ان پہ نافذ کریں تو پھر انہوں نے اس کو ان پہ نافذ کر دیا۔" [1]

---

[1] جلد اول / کتاب الطلاق / ص: ٤٧٧

رجعی طلاق ہوتو اس کے بعد عدت کے اندر رجوع بلا نکاح جدید اور عدت کے بعد رجوع یا نکاح جدید درست ہے ، گواہ بھی بنانے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ إِنْ أَرَادُوْا إِصْلَاحًا ﴾[البقرة: ۲۲۸][''ان کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹا لینے کے پورے حق دار ہیں، اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہو۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾[البقرة: ۲۳۲][''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو انہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو، جبکہ وہ آپس میں دستور کے مطابق رضا مند ہوں۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَأَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَأَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ﴾[الطلاق: ۲][''اور آپس میں دو عادل شخصوں کو گواہ کرلو اور اللہ کی رضا مندی کے لیے ٹھیک ٹھیک گواہی دو۔''] واللہ اعلم۔

۱۴ / ۸ / ۱۴۲۱ھ

س:......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی اور عدت کے دوران اپنے والدین کے ساتھ صلح کے لیے آیا لیکن لڑکی کے والدین رضا مند نہ ہوئے۔ کیا یہ طلاق مؤثر ہوگئی ہے یا نہیں؟ (محمد عمران، گھوڑے شاہ، گوجرانوالہ)

ج:......صورتِ مسئولہ میں ایک طلاق واقع ہوچکی ہے۔ اب میاں بیوی عدت کے اندر اندر صلح کرسکتے ہیں۔ اور عدت کے بعد نیا نکاح کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ﴾[البقرة: ۲۳۱] [''جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت ختم کرنے پر آئیں تو اب انہیں اچھی طرح بساؤ یا بھلائی کے ساتھ الگ کردو اور انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم و زیادتی کے لیے نہ روکو۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾[البقرة: ۲۳۱][''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو انہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو، جبکہ وہ دستور کے مطابق رضا مند ہوں۔'']

۱۱ / ۱۱ / ۱۴۲۰ھ

س:......ہمارا سوال یہ ہے کہ 4 ماہ قبل بچی کو تین طلاق اکٹھی ہوئی ہے۔ لیکن کوشش کیے جانے سے دوبارہ ہمارا سمجھوتہ ہوگیا ہے۔ لہٰذا ہمیں گائیڈ کیا جائے کہ بچی کا دوبارہ کس طرح گھر آباد ہوسکتا ہے؟

ج:...... آپ کی سوال کردہ صورت میں ایک طلاق واقع ہو چکی ہے۔ صحیح مسلم/جلد اوّل، ص: ۴۷۷ میں ہے: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تین طلاق ایک طلاق ہوا کرتی تھیں۔'' الحدیث۔ اب کہ چونکہ عدت تین حیض گزر چکے ہیں۔ لہٰذا اس مطلقہ بچی کا اپنے طلاق دہندہ خاوند کے ساتھ نیا نکاح درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ [البقرة: ۲۳۱] لہٰذا دونوں میاں بیوی نئے نکاح کے ذریعہ اپنے گھر کو آباد کر سکتے ہیں۔ شرعاً کوئی روک ٹوک نہیں۔ واللہ اعلم۔

۶ / ۵ / ۱۴۲۳ھ

س:...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک شخص جو سعودی عرب میں رہتا ہے۔ اس نے ٹیلیفون پر پاکستانی لڑکی سے نکاح کیا۔ ابھی یہ لڑکی گھر والوں سے رخصتی لے کر خاوند کے پاس تخلیہ میں نہیں جا سکی کہ خاوند نے طلاق دے دی۔ طلاق بھی ٹیلیفون پر ہی دی۔ اس لڑکی کے متعلق کیا حکم ہے؟ تاکہ اس کا نکاح ثانی کیا جائے۔

(نوٹ):...... نکاح آج سے 5 سال پہلے ہوا اور طلاق دی ہوئی مدت کا عرصہ بھی 4 سال ہو چکا ہے۔ یعنی نکاح ایک سال رہا۔ نیز حق مہر یا کوئی دوسری چیز خاوند کے ذمہ ہے یا نہیں؟

ج:...... صورتِ مسئولہ میں طلاق واقع ہو چکی ہے اور اس خاص صورت میں عدت بھی کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ﴾ [الأحزاب: ۴۹] [''اے مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو، تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں، جسے تم شمار کرو، پس تم کچھ نہ کچھ انہیں دے دو اور بھلے طریق پر انہیں رخصت کر دو۔''] لہٰذا اب لڑکی کا نکاح پہلے خاوند سے یا کسی اور سے شریعت کی حدود و قیود کی پابندی کی صورت میں درست ہے۔ واللہ اعلم۔

صورتِ مذکورہ بالا میں نصف مہر مسمّی خاوند کے ذمہ ہے، اگر ادا کر چکا ہو تو فبہا ورنہ ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّآ أَنْ يَّعْفُوْنَ ﴾ [البقرة: ۲۳۷] [''اور اگر تم عورتوں کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ تم نے انہیں ہاتھ لگایا ہو اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کر دیا ہو تو مقررہ مہر کا آدھا مہر دے دو۔ یہ اور بات ہے کہ وہ خود معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے، جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔''] ہاں عورت یہ نصف مہر معاف بھی

کرسکتی ہے۔

۱۰ / ۱۱ / ۱۴۲۰ھ

س:......ایک آدمی نے اپنی بیوی کو پہلی مرتبہ تین طلاقیں اکٹھی دے دی تھیں۔اس کے ایک سال بعد لڑکے والوں کے ساتھ صلح کرلی تھی۔اوراس کے دوسال بعد دوبارہ پھراس نے تین طلاقیں اکٹھی دے دی تھیں۔طلاق دینے کے بعد تین سال گزر گئے ہیں اوراب پھرلڑکے والے لڑکی والوں سے دوبارہ رشتہ بحال کرنا چاہتے ہیں؟

ج:......صورتِ مسئولہ میں دو طلاقیں واقع ہوچکی ہیں۔کیونکہ اکٹھی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔صحیح مسلم / جلد اول / ص: ۴۷۷ میں ہے: ''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دونوں دوروں میں اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہوا کرتی تھیں۔ الحدیث۔پہلی اور دوسری کے بعد عدت کے اندر رجوع بلا نکاح درست ہے۔﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْا اِصْلَاحًا﴾ اور عدت کے بعد نیا نکاح صحیح ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾[البقرة: ۲۳۱]

۹ / ۱۲ / ۱۴۲۳ھ

س:......ایک آدمی نے کچھ عرصہ پہلے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی۔دس دن کے بعد ان کی صلح ہوگئی۔دوبارہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ان میں دوبارہ جھگڑا ہوا تو اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ہی نوٹس میں بھیج دیں۔اب تین طلاقوں کو دیئے ہوئے ساڑھے چار ماہ گزر چکے ہیں۔کیا قرآن وحدیث کی روشنی کے مطابق نکاح ہوسکتا ہے؟

ج:......صورتِ مسئولہ میں اس آدمی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر صلح ورجوع کرلینے کے بعد یکمشت تین طلاقیں دے دیں جو شریعت میں ایک طلاق شمار ہوتی ہے۔چنانچہ صحیح مسلم / جلد اول / صفحہ نمبر: ۴۷۷ میں ہے: ''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تین طلاقیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک طلاق ہوتی تھی۔'' الحدیث۔اور پہلی رجعی طلاق اور دوسری رجعی طلاق کے بعد عدت کے اندر رجوع بلا تجدید نکاح درست ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْا اِصْلَاحًا ﴾[البقرة: ۲۲۸]''ان کے خاوند اگر موافقت چاہیں تو اس (مدت) میں وہ ان کو اپنی زوجیت میں لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔'' اور عدت کے بعد رجوع بتجدید نکاح درست ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾[البقرة: ۲۳۲]''اور جب طلاق دو تم عورتوں کو پس پہنچیں اپنی عدت کو پس مت

منع کرو ان کو یہ کہ نکاح کریں، خاوندوں اپنے سے جب راضی ہوں، آپس میں ساتھ اچھی طرح کے۔'']
چونکہ صورتِ مسئولہ میں دی ہوئی طلاق دوسری طلاق ہے۔ لہٰذا عدت کے اندر رجوع بلا نکاح اور عدت کے بعد رجوع بنکاح شرعاً درست ہے۔ واللہ اعلم۔ ٢ / ١٠ / ١٤٢٢ھ

س:......ایک آدمی بغیر رجوع کیے تین طلاقیں تین ماہ میں دیتا ہے۔ اب کیا رجوع کی کوئی صورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر طلاق ایک ایک ماہ بعد دی گئی ہے۔

ج:......صورتِ مسئولہ میں ذکر کردہ تین طلاقیں اگر عدت کے اندر ہیں تو تینوں واقع ہوچکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:'' اَلطَّـلَاقُ مَرَّتَانِ ''الآیۃ۔ یہ فرمان دو طلاقوں کے درمیان رجوع والی اور دو طلاقوں کے درمیان عدم رجوع والی دونوں صورتوں کو متناول و شامل ہے اور دونوں صورتوں میں دونوں طلاقوں کے جواز اور نفاذ پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول:'' فَإِنْ طَلَّقَهَا ''الخ۔ بھی طلاق دینے کی دونوں صورتوں کو متناول و شامل ہے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر تینوں طلاقیں عدت کے اندر دی گئی ہیں تو میاں اپنی بیوی سے عدت کے اندر رجوع نہیں کرسکتا۔ اور عدت کے بعد اس کے ساتھ نیا نکاح نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ط ﴾الآیۃ۔ واللہ اعلم۔

٢٤ / ٥ / ١٤٢٣ھ

س:......ایک آدمی نے اپنی بیوی کو سات آٹھ سال پہلے طلاق دی۔ ایک ماہ گزرنے کے بعد پھر دوسری طلاق بھیج دی۔ ایک ماہ پھر گزرنے پر تیسری طلاق بھیج دی اور پہلی طلاق دینے کے بعد اس نے اپنی بیوی سے رجوع بھی نہیں کیا۔ اس عورت نے اب تک کہیں دوسرا نکاح نہیں کیا، اب وہ دونوں رجوع کرنا چاہتے ہیں کیا قرآن وحدیث میں اس کی اجازت ہے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:......آپ کی مسئولہ صورت میں تینوں طلاقیں واقع ہوچکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ اَلطَّـلَاقُ مَرَّتٰنِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ ﴾[البقرۃ: ٢٢٩]['' طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے، پھر یا تو اچھائی سے روکنا ہے یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔''] ان دو طلاقوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے رجوع کی شرط نہیں لگائی۔ پھر فرمایا:﴿ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ﴾[البقرۃ: ٢٣٠]['' اگر (کسی شوہر نے اپنی بیوی کو تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اس کے لیے حلال نہ ہوگی، الاّ یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو۔''] دو کے بعد اور تیسری سے پہلے بھی رجوع کی شرط کہیں وارد نہیں ہوئی۔ لہٰذا

اللہ تعالیٰ کے دونوں قول: " اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ " اور " فَإِنْ طَلَّقَهَا " دونوں صورتوں رجوع اور عدم رجوع کو متناول وشامل ہیں۔ تو صورتِ مسئولہ میں عورت اپنے خاوند کے لیے حلال نہیں۔ ﴿ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ أَنْ يَّتَرَاجَعَآ إِنْ ظَنَّآ أَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ط ﴾[البقرة: ۲۳۰]["اور وہ اسے طلاق دے، اگر پہلا خاوند اور یہ عورت دونوں یہ خیال کریں کہ حدودِ الٰہی پر قائم رہیں گے تو ان کے لیے ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"] ۲۳ / ٦ / ١٤٢٣ھ

س:...... ① نسائی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت 3 طلاقیں دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: "کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کھیلا جا رہا ہے؟ حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔"

② عبدالرزاق نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت نقل کی ہے کہ ان کے والد نے اپنی زوجہ کو 1000 طلاق دے ڈالیں۔ آپ سے مسئلہ دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "تین طلاقوں کے ذریعے سے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ وہ عورت اس سے جدا ہو گئی اور 997 ظلم اور عدوان کے طور پر باقی رہ گئے۔

③ دار قطنی میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو جب رجوع کا حکم دیا گیا تو انہوں نے آپؐ سے پوچھا کہ اگر میں اس کو 3 طلاق دے دیتا تو کیا، پھر بھی میں رجوع کر سکتا تھا؟ حضور نے جواب دیا: " لا. "

(ا) ان احادیث کے مقابلے میں مسلم میں ابن عباس کا اثر کیا وقعت رکھتا ہے؟

④ حدیث رکانہ بن عبد یزید ابو داؤد میں نقل کی گئی ہے کہ رکانہ نے جب ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاق دیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو حلف دے کر پوچھا کہ کیا اس کی نیت ایک طلاق ہی کی تھی۔ جب رکانہ نے

- حلفاً بیان دیا کہ میری نیت ایک ہی طلاق دینے کی تھی تو اس وقت آپؐ نے اسے رجوع کا حکم دیا۔

⑤ صحیح بخاری میں عویمر عجلانی کا واقعہ ذکر ہے، پس انہوں نے قبل اس کے کہ آنحضرت اسے حکم دیتے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں۔

⑥ امام بخاری نے حضرت عائشہ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں۔ آنحضرت سے پوچھا گیا کہ کیا وہ عورت اسی شخص سے نکاح کر سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں۔ یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے شخص سے شادی، صحبت، طلاق کے بعد پہلے شخص سے شادی کرے۔" گویا تین طلاق واقع ہو گئی تھیں۔ مخالفین طعنہ دیتے ہیں کہ آپ بخاری کو بھی نہیں مانتے؟ (اللہ دتہ)

:...... ﴿۱﴾ اس روایت کے متعلق التعلیقات السلفیہ میں لکھا ہے: ((حديث محمود ابن لبيد هذا رجاله ثقات لكن محمود ولد في عهد النبي ﷺ ولم يثبت منه سماع ، وقد قال النسائي (يعني في الكبرى) بعد تخريجه: لا أعلم أحدا رواه غير مخرمة بن بكير يعني ابن الأشج عن أبيه ١٠هـ. ورواية مخرمة عن أبيه عند مسلم في عدة أحاديث ، وقد قيل: إنه لم يسمع من أبيه. كذا في الفتح.)) [(١٦٣ / ج: ٥) ١٠هـ (٨٩/٢)]

محدّثِ وقت شیخ البانی ...... رحمہ اللہ تعالیٰ ...... نے اس روایت کو صحیح سنن نسائی میں جگہ نہیں دی۔ اگر اس روایت کو صحیح ہی تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے صرف اور صرف بیک وقت تین طلاق دینے کا عدم جواز نکلے گا بیک وقت تین طلاق کا تین ہی واقع ہونا اس سے بالکل نہیں نکلتا غور فرمالیں۔

﴿۲﴾ اس روایت کے متعلق مصنف عبدالرزاق کے محشی و محقق لکھتے ہیں: ((وإبراهيم بن عبيد الله ذكره ابن حجر في اللسان ، ونقل عن الدار قطني أنه ضعيف ، وقال مرة: مجهول. وأما داؤد بن عبادة فلم أجد أحدا ذكره.)) [١٠هـ (٣٩٣/٦)]

امام دارقطنی ...... رحمہ اللہ تعالیٰ ...... اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ((رواته مجهولون وضعفاء إلا شيخنا وابن عبدالباقي ١٠هـ (٢٠/٤).)) غور فرمائیں اس روایت کے کمزور ہونے میں آ یارہ گئی ہے کوئی کسر باقی؟

﴿۳﴾ اس روایت کے متعلق التعلیق المغنی میں لکھا ہے: ((في إسناده عطاء الخراساني ، وهو مختلف فيه ، وقد وثقه الترمذي ، وقال النسائي وأبو حاتم: لا بأس به. وضعفه غير واحد ، وقال البخاري ليس فيمن روى عنه مالك من يستحق الترك غيره. وقال شعبة: كان نسيا. وقال ابن حبان: من خيار عباد الله غير أنه كان كثير الوهم سئ الحفظ يخطئ ولا يدري ، فلما كثر ذلك في روايته بطل الاحتجاج به. وأيضا الزيادة التي هي محل الحجة أعني قوله: لوطلقها الخ. مما تفرد به عطاء ، وخالف فيه الحفاظ ، فإنهم شاركوه في أصل الحديث ، ولم يذكروا الزيادة. وأيضا في إسناده شعيب بن رزيق الشامي وهو ضعيف. كذا في النيل ، وذكره عبدالحق في أحكامه بهذا السند، وأعله بمعلى بن منصور، وقال: رماه أحمد بالكذب. ولم يعل البيهقي هذا السند إلا بعطاء

الخراساني ، وقال: إنه أتى في هذا الحديث بزيادات لم يتابع عليها ، وهو ضعيف في الحديث لا يقبل ما تفرد به. كذا ذكره الزيلعي. ١٠ھ (٤/٣٢).))

محدّث وقت شیخ البانی...... رحمہ اللہ تعالیٰ ...... نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ دیکھیں: ❶

④ یہ روایت بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ چنانچہ عون المعبود میں لکھا ہے:((واستدلال بالحديث على أن الطلاق الثلاث مجموعة تقع ثلاثا ووجه الاستدلال أنه ﷺ أحلفه أنه أراد بالبتة واحدة (يقول النور فوري: في رواية ابن جريج لفظة: ثلاثا. بدل لفظة: البتة.) فدل على أنه لو اراد بها أكثر لوقع ما أراد ، ولولم يفترق الحال لم يحلفه. وأجيب بأن الحديث ضعيف ، ومع ضعفه مضطرب ، ومع اضطرابه (يقول النور فوري: وضعفه) معارض بحديث ابن عباس أن الطلاق الثلاث كان على عهد رسول الله ﷺ واحدة ، فالاستدلال بهذا الحديث ليس بصحيح وإن شئت الوقوف على ضعفه واضطرابه فراجع التعليق المغني شرح الدار قطني ، فإنه قد بين فيه أخونا المعظم أبو الطيب ضعف الحديث واضطرابه بالبسط والتفصيل. ١٠ھ (٢/٢٣١).))

اس روایت کے ضعف کی مزید تفصیل دیکھنا چاہیں تو محدثِ وقت شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مایۂ ناز کتاب إرواء الغلیل کا مطالعہ فرمالیں۔ انہوں نے جلد نمبر: ۷ میں صفحہ نمبر: ۱۳۹ سے لے کر صفحہ نمبر: ۱۴۵ تک چھ صفحات میں سیر حاصل بات چیت سپردِ قلم فرمانے کے بعد لکھا ہے:((وجملة القول أن حديث الباب ضعيف ، وأن حديث ابن عباس المعارض له أقوى منه. ١٠ھ (٧/١٤٥ / ح: ٢٠٦٣).))

⑤ عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ والی حدیث لعان کے بارہ میں ہے اس سے زیادہ یہی بات نکالی جاسکتی ہے کہ لعان والی بیوی کو بعد از لعان میاں صاحب بیک وقت تین طلاقیں دے سکتے ہیں رہا یکبارگی تین طلاقوں کا تین ہی واقع ہوجانا تو وہ اس حدیث سے بھی نہیں نکلتا۔

⑥ آپ لکھتے ہیں: ''امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں۔'' الخ۔ بعد میں آپ فرماتے ہیں: ''گویا تین طلاق واقع ہوگئی تھیں۔'' آپ نے حدیث

---

❶ إرواء الغليل (٧/١١٩۔ ١٢٠/ ح (٢٠٥٤)

نقل کرتے وقت بھی ''تین طلاق'' کے لفظ بولے اور اپنی بات کرتے وقت بھی ''تین طلاق'' کے لفظ بولے ہیں جبکہ آپ کو بھی علم ہے کہ آپ ''بیک وقت تین طلاق'' کے وقوع کے اثبات کے درپے ہیں۔ جیسا کہ آپ کی پہلی نسائی والی روایت کے ذکر میں ''بیک وقت تین طلاقیں'' کے لفظ گزر چکے ہیں۔

پھر بخاری والی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت آپ نے کتاب الطلاق سے نقل فرمائی ہے اور یہ روایت امام صاحب نے اس مقام پر بطریق قاسم بن محمد مختصراً ذکر کی ہے، جبکہ امام صاحب نے ہی اسی حدیث کو کتاب الادب / باب التبسم والضحك میں بطریق عروہ بن زبیر مفصلاً بیان فرمایا ہے اور اس میں یہ لفظ ہیں: ((فطلقها آخر ثلاث تطليقات.)) تو اس نے اس کو تین طلاقوں سے آخری طلاق دے دی۔ تو اس تفصیلی روایت سے ثابت ہوا کہ اس بیگم کو تین طلاقیں بیک وقت نہیں ملی تھیں۔ لہٰذا آپ کا موقف ''بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوجاتی ہیں۔'' ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا مخالفین کا طعنہ کہ ''آپ بخاری کو بھی نہیں مانتے'' خواہ مخواہ اور بلاوجہ ہے۔

اگر کوئی صاحب فرمائیں کہ قاسم والی روایت اور عروہ والی روایت اور ہے تو پھر ان کے ذمہ ہے کہ قاسم والی روایت میں ((طلق امرأة ثلاثا.)) کے لفظ سے بیک وقت تین طلاقیں مراد ہونے کی دلیل پیش فرمائیں۔ باقی اس روایت کا لحاظ ((فتزوجت ، فطلق، فسئل النبي ﷺ أتحل للأول؟ قال: لا.)) الخ اس بات کی دلیل نہیں کیونکہ تین طلاقیں جدا جدا ہوں تو یہی حکم ہے جبکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث ہمیں بتا رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں۔ اور یہ " طلق امرأة ثلاثا " ہیں تین طلاقیں رسول اللہ ﷺ کے عہد کی ہی ہیں۔ لہٰذا یہ تین جدا جدا تھیں ورنہ لحاق میں بیان شدہ حکم درست نہیں رہتا۔ واللہ اعلم۔

۱۴۲۱/۱۲/۲۲ھ

س: ...... ① زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی اور عدت گزر گئی۔ کیا اس صورت میں زید کی مطلقہ بیوی نکاح کر سکتی ہے؟ (ابوطلحہ محمد اصغر)

② دو طلاقیں زید نے اپنی بیوی کو دو طہروں میں دیں دوسری طلاق کے بعد رجوع کے لیے کتنا وقت باقی ہے؟

ج: ...... ① ہاں! اس صورت میں مطلقہ بیوی کا اپنے خاوند سے نکاح درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ط ﴾ [البقرة: ۲۳۲] ''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انہیں ان کے خاوندوں

سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔ جبکہ وہ آپس میں دستور کے مطابق رضا مند ہوں۔"]

۲ دوسری طلاق کے آغاز سے لے کر عدت ختم ہونے تک سارا وقت وقت رجوع ہے۔ اس دوران کسی وقت بھی میاں صاحب اپنی بیوی سے رجوع کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ إِنْ أَرَادُوْا إِصْلَاحًا ط ﴾[البقرة: ۲۲۸] ["ان کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹا لینے کے پورے حق دار ہیں، اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہو۔"]

۱۷ / ۵ / ۱۴۲۱ھ

س:.....ایک شادی شدہ بندہ اچانک لاپتہ ہو گیا اور 7، 8 سال تک کوئی خبر نہیں دی تو اس کی بیوی آگے شادی کر سکتی ہے کہ نہیں؟ اور اگر کوئی عورت علماء کے فتوے سے شادی کر لے اور پرانا خاوند بھی 10، 12 سال کے بعد آجائے تو وہ عورت کس کے ساتھ رہے گی؟ (عبداللہ بن ناصر، پتوکی)

ج:.....اس کا مجھے علم نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موقع پر لقطہ والی حدیث پیش کی ہے۔

["رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گری ہوئی چیز کے متعلق دریافت کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بندھن اور تھیلی کی پہچان رکھ اور ایک سال تک (لوگوں میں) اس کا اعلان کرتا رہ اس دوران اگر اس کا مالک آجائے تو اس کے حوالے کر دے، اگر نہ آئے تو اسے اپنے مال میں شامل کر لے۔" [1]

"خاوند اگر غائب ہو جائے اور اس کا کوئی علم نہیں رہا کہ کہاں ہے تو عورت کو شرعی قاضی کے ذریعہ "فسخ نکاح" کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔" [2]

ہمارے خیال میں صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مدت کا تعین نہ ہی کیا جائے۔ کیونکہ شرعی امور میں مدتوں کی تعیین میں قیاس ورائے کا دخل نہیں ہوتا اور نص بھی کوئی نہیں۔ اس لیے گم شدہ شخص کا فیصلہ قاضی اور حاکم وقت کا وقتی اجتہاد اور رائے ہے۔ کیونکہ شہر، اشخاص اور احوال کے مختلف ہونے کی بناء پر صورت حال بھی مختلف ہو جاتی ہے۔] [3]

۲۴ / ۱۱ / ۱۴۲۵ھ

س:.....میاں بیوی پرسکون زندگی گزار رہے تھے کہ خاوند گھر سے چلا گیا اور چار سال تک کوئی خبر نہ آئی کہ زندہ ہے یا مردہ؟ چار سال کے بعد عورت نے نئی شادی کر لی۔ اور اب 5 سال بعد پہلا خاوند واپس آ گیا ہے۔ اب بیوی کس خاوند کے پاس رہے؟ نیز **مفقود الخبر** کی بیوی کتنا انتظار کرے؟

---

[1] بخاری / کتاب الطلاق / باب حکم المفقود فی اهله وماله

[2] منهاج المسلم / ص: ۶۳۲

[3] تفهیم المواریث، ص: ۱۰۲

ج:......امام بخاری رحمہ اللہ نے مفقود الخبر والے باب میں لقطہ والی حدیث پیش فرمائی ہے۔

[اور ابن المسیب نے کہا جب جنگ کے وقت صف سے اگر کوئی شخص گم ہوا تو اس کی بیوی کو ایک سال اس کا انتظار کرنا چاہیے۔ (اور پھر اس کے بعد دوسرا نکاح کرنا چاہیے۔) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی کسی سے خریدی، (اصل مالک قیمت لیے بغیر کہیں چلا گیا اور گم ہوگیا) تو آپ نے اس کے پہلے مالک کو ایک سال تک تلاش کیا، پھر جب وہ نہیں ملا تو (غریبوں کو اس لونڈی کی قیمت میں سے) ایک ایک دو دو درہم دینے لگے اور آپ نے دعا کی کہ: اے اللہ! یہ فلاں کی طرف سے ہے (جو اس کا پہلا مالک تھا اور قیمت لیے بغیر گم ہوگیا تھا۔) پھر اگر وہ (آنے کے بعد) اس صدقہ سے انکار کرے گا (اور قیمت کا مطالبہ کرے گا تو اس کا ثواب) مجھے ملے گا اور لونڈی کی قیمت کی ادائیگی مجھ پر واجب ہوگی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسی طرح تم راستے میں پڑی ہوئی چیز کے ساتھ کیا کرو۔

زہری نے ایسے قیدی کے بارے میں جس کی جائے قیام معلوم ہو، کہا کہ اس کی بیوی دوسرا نکاح نہ کرے اور نہ اس کا مال تقسیم کیا جائے۔ پھر اس کی خبر ملنی بند ہو جائے تو اس کا معاملہ مفقود الخبر کی طرح ہو جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھوئی ہوئی بکری کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: ''اسے پکڑ لو، کیونکہ یا وہ تمہاری ہوگی (اگر ایک سال تک اعلان کے بعد اس کا مالک نہ ملا) یا تمہارے کسی بھائی کی ہوگی یا پھر بھیڑیے کی ہوگی۔'' اور نبیؐ سے اونٹ کا سوال ہوا تو آپ غصہ ہوگئے اور آپ کے دونوں رخسار سرخ ہوگئے۔ اور فرمایا: ''تمہیں اس سے کیا غرض اس کے پاس کھر ہیں، اس کے پاس مشکیزہ ہے، جس سے وہ پانی پیتا رہے گا اور درخت کے پتے کھاتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اس کا مالک اسے پالے گا۔'' اور راستے میں پڑی چیز کا سوال ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ: ''اس کی رسی اور اس کے ظرف کی پہچان کرو اور اس کا ایک سال تک اعلان کرو، پھر اگر کوئی شخص آ جائے، جو اسے پہچانتا ہو ورنہ اسے اپنے مال کے ساتھ ملا لو۔'' [1]

عمر، عثمان، ابن عمر، ابن عباس، ابن مسعود اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے باسانید صحیحہ مروی ہے، ان کو سعید بن منصور اور عبدالرزاق نے نکالا کہ مفقود کی عورت چار برس تک انتظار کرے۔ اگر اس عرصہ تک اس کی خبر نہ معلوم ہو تو اس کی عورت دوسرا نکاح کرلے۔ اگر عورت دوسرا نکاح کرلے، اس کے بعد پہلے خاوند کا حال معلوم ہو کہ وہ زندہ ہے تو پہلے ہی خاوند کی عورت ہوگی۔ اور شعبی نے کہا: دوسرے خاوند سے قاضی اس کو جدا کردے گا۔ وہ عدت پوری کر کے

[1] بخاری / كتاب الطلاق / باب حكم المفقود في اهله وماله

پھر پہلے خاوند کے پاس رہے۔] ٣ / ١١ / ١٤٢٥ھ

س: ...... بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط ﴿ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ o ﴾

اللہ احکم الحاکمین کا واسطہ دیتا ہوں میرے سوال کا جواب صحیح اور جلد دیں میں بہت پریشان ہوں مسئلہ چھپانے پر جہنم کی آگ کا طوق پہنایا جائے گا۔ (حدیث) جوابی لفافہ ہمراہ ہے۔

ایک دکھی انسان کا علماء کرام سے ایک ضروری سوال

اللہ تعالیٰ کے لیے جہاد کرنے والو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ میں نے غصہ میں آ کر اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں۔ لوگوں کے پوچھنے پر پھر میں نے تین طلاقوں کو دہرایا ہے کہ میں نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں۔ میرے دو بچے ہیں۔ بیوی حاملہ ہے۔ اب میں سخت پریشان ہوں، میری بیوی، بچے بھی پریشان ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا ہم رجوع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ رجوع کر سکتے ہو۔ تمہاری بیوی حرام نہیں ہوئی۔ کیونکہ فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق تمہاری تین طلاقیں ایک طلاق ہی شمار ہوگی۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اب تمہاری بیوی حرام ہوگئی۔ حلالہ کراؤ، کسی دوسرے مرد سے۔ ایک مفتی نے کہا حلالہ میں کرلوں گا۔ حلالہ کے بغیر رجوع کیا تو میں تمہارا بائیکاٹ کرواؤں گا۔ میں نے سنا ہے کہ حلالہ کرنے اور کروانے والے پر ہمارے نبی ﷺ نے لعنت کی ہے۔ مجھے معلوم ہے یہ لعنت والا کام دشمن صحابہ رضی اللہ عنہم شیعہ کا ہے، جو متعہ کرتے ہیں۔

یہ ملعون کام حلالہ میں ہرگز نہیں کروں گا، خواہ میری پیاری بیوی مجھے ملے یا نہ ملے۔

علماء کرام قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دے کر اللہ کریم سے اجر حاصل کریں۔

میری گزارش ہے کہ اپنے اپنے پیروں، مولویوں اور اماموں کے فتوے نہ دینا، بلکہ شریعت محمدیہ ﷺ کا طریقہ بتائیں تاکہ میری بیوی، بچے گھر آ جائیں اور رب کریم میری پریشانی دور فرمائے۔ آمین۔

ج: ......طلاق کی جو صورت آپ نے لکھی اس صورت میں ایک طلاق واقع ہو چکی ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ((كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، وَأَبِيْ بَكْرٍ ، وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةٌ ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِيْ أَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ أَنَاةٌ ، فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ ، فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ.)) (١/ ٤٧٧_٤٧٨)

[''رسول اللہ ﷺ ، ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے ابتدائی دو سالوں میں اکٹھی تین طلاقیں ایک ہی

شمار ہوتی تھیں۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کام میں لوگوں کے لیے سوچ و بچار کی مہلت تھی اس میں انہوں نے جلدی کی، اگر ہم ان پر تینوں لازم کر دیں تو انہوں نے اس فیصلے کو ان پر لازم کر دیا۔'']

اب کہ مطلقہ چونکہ حاملہ ہے، اس لیے عدت وضع حمل ہے۔ ایک یا دو طلاق کی صورت میں اصول یہ ہے کہ عدت کے اندر اندر رجوع بلا نکاح درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ إِنْ أَرَادُوْٓا إِصْلَاحًا ط ﴾[البقرة: ۲۲۸][''اور خاوندان کے بہت حقدار ہیں، ساتھ پھیر لینے ان کے بیچ اس کے اگر چاہیں صلح کرنا۔''] اور عدت کے بعد رضا مندی سے ان دونوں کا آپس میں نکاح درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط ﴾[البقرة: ۲۳۲][''اور جب طلاق دو تم اپنی عورتوں کو پس پہنچیں عدت اپنی کو پس مت منع کرو، ان کو یہ کہ نکاح کریں خاوندوں اپنے سے جب راضی ہوں آپس میں ساتھ اچھی طرح کے۔''] واللہ اعلم۔

۸ / ۶ / ۱۴۲۱ھ

س: ......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی اپنی بیوی کو دن میں یکے بعد دیگرے تین دفعہ طلاق کہہ دے۔ کیا رجوع کے لیے حلالہ کرانا فرض ہو جاتا ہے؟

(نصیر احمد، عالم چوک، گوجرانوالہ)

ج: ......صورتِ مسئولہ میں چونکہ تین طلاقیں الگ الگ متعدد تین مجلسوں میں دی گئی ہیں۔ اس لیے تینوں ہی واقع ہو چکی ہیں۔ لہٰذا یہ عورت اپنے میاں کے لیے حلال نہیں۔ حتی کہ وہ کسی اور مرد کے ساتھ صحیح نکاح کرے، پھر وہ دوسرا خاوند اپنے اختیار سے بلا جبر و اکراہ اسے طلاق دے دے تو پھر وہ پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے، بشرطیکہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھنے کا عزم وظن رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ أَنْ يَّتَرَاجَعَآ إِنْ ظَنَّآ أَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ط ﴾[البقرة: ۲۳۰][''پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اب اس کے لیے حلال نہیں۔ جب تک کہ وہ عورت اس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے تو ان دونوں کو میل جول کر لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ بشرطیکہ یہ جان لیں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں۔ جنہیں وہ جاننے والوں کے لیے بیان فرما رہا ہے۔'']

یاد رہے نکاح حلالہ حرام ہے۔ اس کے ذریعہ بیگم خاوند کے لیے حلال نہیں ہوتی۔ [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حلالہ نکالنے والے اور نکلوانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔"] [1] تفصیل مطولات میں دیکھ لیں۔

۱۲ / ۷ / ۱۴۲۲ھ

س: ...... ﴿۱﴾ ایلاء کی تعریف کیا ہے؟ ایک خاوند نے اپنی بیوی سے بدیں الفاظ علیحدگی اختیار کر رکھی ہے۔ "خدا نہ تجھے میری شکل دکھائے، نہ مجھے تیری صورت دکھائے اور ہمیں موت آ لے۔ ہمارا مقدمہ بارگاہِ رب العزت میں ہی طے پائے گا۔"

ان الفاظ کے بعد وہ زوجین آپس میں نہیں ملتے، ایک سال گزر جاتا ہے۔ باقاعدہ طلاق نہیں دی گئی۔ کیا مذکور بالا الفاظ طلاق کے قائم مقام سمجھے جائیں گے؟

﴿۲﴾ مرد نے قسم یا حلف اٹھا کر متذکرہ الفاظ نہیں کہے۔ تو کیا چار ماہ کی مدتِ ایلاء کا اطلاق اس کیس پر ہوگا؟

﴿۳﴾ خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے ڈالتا ہے، مگر بیوی کہیں دور ہے، اس کو طلاق کی اطلاع نہیں ملی۔ کیا طلاق ہو جائے گی؟ جب کسی ذریعے سے بیوی سے رابطہ ہو جائے تو اسے مطلع کر دیا جاتا ہے۔

﴿۴﴾ خاوند کی کہی ہوئی یا لکھ کر دی گئی طلاق اگر بیوی وصول کرنے سے انکار کر دیتی ہے تو اندریں صورت طلاق کا نفاذ ہو جائے گا؟

﴿۵﴾ بالغ اولاد اگر بوجوہ اپنی والدہ کے موقف کی حامی ہو اور حالتِ تنازع میں یا طلاق کے بعد بھی اولاد اپنے باپ سے ملنا ہرگز پسند نہ کرے۔ اپنی انتہائی غلط کار اور مبینہ نافرمان ماں کو ہی حق پر سمجھ کر والد سے ہمیشہ کے لیے کٹ جانے کا اعلان کر دے تو اس صورت میں باپ کی وراثت یا دیگر شرعی حقوق وفرائض کی ادائیگی کی کیا صورت ہونی چاہیے؟ جبکہ والد بہر حال اپنی اولاد کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے، مگر فاحشہ اور انتہائی بد اخلاق والدہ نہ خود راہِ راست پر آتی ہے نہ اولاد ہی ایسا کرتی ہے۔

﴿۶﴾ اولاد اعلانیہ کہتی ہے کہ ہمیں نہ ایسے والد کی ضرورت ہے نہ اس کی جائیداد کی اور مع اپنی والدہ کے ساری اولاد بیرونِ ملک رہائش پذیر ہو۔

ج: ...... ﴿۱﴾ خاوند کا بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھا لینا یا پختہ تاکیدی بات کہہ دینا ایلاء کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ج فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾[البقرة: ۲۲۶-۲۲۷]["جو لوگ اپنی

---

[1] صحیح سنن ترمذی / للألبانی / الجزء الاول / حدیث: ۸۹۴

بیوی سے (تعلق نہ رکھنے کی) قسمیں کھائیں ان کے لیے چار مہینے کی مدت ہے، پھر اگر وہ لوٹ آئیں، تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر طلاق کا ہی قصد کر لیں تو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔'']

۲ متذکرہ الفاظ ایلاء میں داخل ہیں۔ لہٰذا مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں اس معاملہ کو نپٹایا جائے گا۔ دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے ایک خاص موقع پر فرمایا: ''میں آئندہ شہد نہیں پیوں گا۔'' اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ جس میں آپ ﷺ کی اس بات کو قسم قرار دیا۔ ﴿ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ط ﴾ [التحریم : ۲] [''تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قسموں کو کھول ڈالنا مقرر کر دیا ہے۔'']

۳ اس صورت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

۴ ہاں! اس صورت میں بھی طلاق نافذ ہو جاتی ہے۔ طلاق واقع یا نافذ ہونے کے لیے بیوی کو طلاق کا علم ہونا یا بیوی کا طلاق نامہ کو وصول کرنا اسلام میں کوئی شرط نہیں اور نہ ہی لازم۔

۵ اگر اولاد اپنے اس جرم یا کسی اور جرم کی بناء پر کافر دائرۂ اسلام سے خارج ہو چکی ہے اور والد مسلم ہے تو پھر وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ.)) [1] [''نہیں وارث ہوگا مسلمان کافر کا اور نہ کافر وارث ہوگا مسلمان کا۔'']

۶ جواب نمبر پانچ میں اس کا جواب بیان ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم۔ ۱۳ / ۳ / ۱۴۲۲ھ

---

[1] بخاری / کتاب الفرائض / باب لایرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم

کِتَابُ البیوع...... تجارت کے مسائل

س:...... جمعہ والے دن جمعہ سے پہلے کاروبار کرنا کیسا ہے؟ حرام ہے یا نا جائز ہے؟ (محمد خالد نگری بالا ایبٹ آباد)

ج:...... اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الجمعة: ٦٢/٩]

[''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔'']

پتہ چلا کہ اذان تک کاروبار کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ﴾ [الجمعة: ٦٢/١٠]

[''پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔'']

ثابت ہوا کہ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد بھی کاروبار کر سکتا ہے۔ ٣/١/١٤٢١ھ

[''اور جو سبت (ہفتہ) کا دن ہے وہ صرف ان لوگوں پر مسلط کیا گیا جنہوں نے اس بارے میں اختلاف کیا تھا۔''] [النحل: ١٢٤]

[مسلمانوں کی طرح یہودیوں کو بھی جمعہ کے دن کی تعظیم کا حکم دیا گیا تھا مگر یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن تخلیق کائنات مکمل کی اور ہفتہ کے دن آرام کیا لہٰذا ہم بھی ہفتہ کے دن چھٹی کیا کریں گے اللہ تعالیٰ کے متعلق آرام کا تصور انتہائی گمراہ کن اور بے اصل تھا۔ چنانچہ ان کی ضد کی وجہ سے ان کے لیے ہفتہ کا دن مقرر ہوا اور اس میں سختی کی گئی کہ اس دن کوئی کاروبار نہ کریں بلکہ سارا دن صرف عبادت ہی کریں۔ (تیسیر القرآن از مولانا عبدالرحمن کیلانی ؒ)]

س:...... جو رقم زمین سے ملے اس کو مسجد میں لگائیں یا اپنے پاس رکھیں اور گم شدہ چیز کا کیا حکم ہے؟ (سہیل سلیم یونان)

ج:...... دفن شدہ مال ملے جو زمانہ قدیم کا دفینہ ہے یا اس کا مالک معلوم نہیں تو پانچواں حصہ بیت المال میں جمع

کروائے اور باقی چار حصے اس کے ہیں اپنی ملکیت والے مال میں ان کو بھی شامل کر لے۔ اگر گری پڑی چیز یا رقم کہیں سے ملے تو سال بھر اعلان کرے مالک آ جائے تو اس کے حوالے کر دے ورنہ سال بعد اس کی مقدار تعداد وغیرہ محفوظ کر لے اس رقم یا چیز کو اپنی ضروریات میں استعمال کر سکتا ہے جب مالک آ جائے تو وہ چیز یا اس کی قیمت واپس کرنا ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ))[''اور مدفون خزانے میں پانچواں حصہ ہے۔'' [1]] نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: ((عَرِّ فْهَا سَنَةً)) [نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہوا اور راستے میں پڑی ہوئی چیز کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ایک سال تک اعلان کر پھر اس کی بناوٹ اور بندھن کو ذہن میں رکھ اگر کوئی ایسا شخص آئے جو اس کی نشانیاں ٹھیک ٹھیک بتا دے (تو اسے اس کا مال واپس کر) ورنہ اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ [2]]

س:......ایک بھائی مجھے کاروبار میں شریک کرنا چاہتا ہے ہم ان کو -/5000 روپے دیں گے وہ اس رقم کو اپنے کاروبار میں لگائے گا اور ہمیں بغیر کسی شرط کے ماہانہ منافع -/1000 دے گا۔ کیا یہ منافع سود تو نہیں؟

(محمد ایوب خالد، جھبراں)

ج:......آپ نے جو صورت لکھی وہ سود کے زمرہ میں آتی ہے مضاربت کر لیں وہ درست ہے کہ نفع میں مضارب اور مال والا حصے متعین فرمالیں اور نقصان کی صورت میں خسارہ مال والے کے ذمے ہوگا مضارب کے ذمہ نہیں ڈالا جائے گا بشرطیکہ وہ امانت سے کام لے۔ ۱۴۲۱/۱۲/۲ھ

س:......S.R.C سودی کمیٹی جگہ جگہ پانی کے کنویں اور راستے پکے کرتی ہے ان کا استعمال کیسا ہے نیز ان کا پانی مسجد میں لگوایا جا سکتا ہے؟ (ابو جابر، ایبٹ آباد)

ج:......آپ جانتے ہیں کہ کتاب وسنت میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ ۱۴۲۲/۳/۱۰ھ

س:......بینک میں کرنٹ اکاونٹ کے بارے میں شریعت اور علماء کرام کیا امر فرماتے ہیں وضاحت سے آگاہ کرنا۔ عنداللہ ماجور ہونا۔ (محمد بشیر الطیب، کویت)

ج:......واضح رہے کہ سودی بینکوں میں کرنٹ اکاونٹ والے سودی کاروبار میں بینک کے معاون ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ

---

[1] جامع ترمذی/ابواب الاحکام /باب ما جاء فی العجماء ان جرحها جبار۔ بخاری/کتاب الزکاۃ/باب فی الرکاز الخمس۔ مسلم/کتاب الحدود/باب جرح العجماء والمعدن والبئر

[2] صحیح بخاری /کتاب اللقطة /باب ضالة الابل۔ مسلم/کتاب اللقطة/باب معرفة العفاص والوکاء وحکم ضالة الغنم والابل ۔ ترمذی/باب اللقطة وضالة الابل والغنم

کا حکم ہے: ﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾[المائدۃ: ۲] [''نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو۔''] گناہ کے کام میں تعاون بھی حرام، ممنوع اور گناہ ہے۔

س:......(۱) کیا بینک میں رقم جمع کرانا سود میں تعاون کرنا ہے؟

(۲) کیا بینک میں جمع شدہ رقم کا نفع سود ہے؟

(۳) اگر مذکورہ بالا سوالات کا جواب اثبات میں ہے تو پھر جمع شدہ رقم کو کہاں محفوظ کریں؟

(۴) ایک آدمی بینک میں جمع شدہ رقم سے زکوٰۃ نہیں دیتا لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے آئندہ اپنے بیٹوں کے لیے مدرسہ تعمیر کرانا ہے اس لیے میں اب زکوٰۃ نہیں دوں گا۔ جب رقم زکوٰۃ زیادہ ہو جائے گی تو مدرسہ تعمیر کروا دوں گا؟ (قاری محمد عبداللہ ظہیر، لاہور)

ج:......(۱) ہاں! سود ہے یا سود میں تعاون ہے یا دونوں چیزیں ہیں۔

(۲) ہاں! سود ہے۔

(۳) جہاں نہ سود بنے، نہ سود میں تعاون بنے اور نہ ہی کسی اور طرح سے کتاب وسنت کی خلاف ورزی بنے۔

(۴) اگر سیونگ اکاونٹ میں ہے تو جس کو زکوٰۃ کا نام دیا جا رہا ہے وہ زکوٰۃ نہیں اگر کرنٹ اکاونٹ میں ہے تو بوجہ تعاون علی الاثم مجرم ہے، پھر زکوٰۃ دینے والا اپنے بیٹوں کی تعلیم وغیرہ پر زکوٰۃ صرف نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ ﴾[''صدقات تو دراصل فقیروں، مسکینوں اور ان کارندوں کے لیے ہیں جو ان (کی وصولی) پر مقرر ہیں نیز تالیف قلب غلام آزاد کرانے، قرض داروں کے قرض اُتارنے، اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر خرچ کرنے کے لیے ہیں یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔] صدقہ وزکوٰۃ کے مصرف ہیں آٹھ۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ہے ساٹھ۔ ۱۷/۱۰/۱۴۲۱ھ

س:......ایک آدمی رقم بینک میں رکھتا ہے وہ سود دیتے ہیں وہ اسے لے کر کسی قرض دار کا قرضہ ادا کرتا ہے آیا وہ مجرم ہوگا یا نہیں؟ (عبدالرحمٰن)

ج:......اپنے اصل پیسے لے سکتا ہے سود وصول نہ کرے اگر اس نے کر لیا ہے تو خزانہ میں جمع کروایا جائے جس کے وہ پیسے ہیں اپنی کسی ضرورت پر اسے صرف نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی کی ضرورت پر صرف کر سکتا ہے کیونکہ سود حرام ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾[البقرۃ: ۲/۲۷۵][''اور حرام کیا سود کو'']

اس لیے سود کی رقم سے بیوت الخلاء تعمیر کرنے، کسی غریب کی امداد کرنے اور کسی کا قرض اُتارنے والے نظریات غلط و بے بنیاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ: ۲/۲۷۹]

[''اور اگر توبہ کرلو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔''] ۱۴۲۰/۱۰/۸ھ

س:......ایک آدمی کا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس کی جائیداد میں سود کے پیسے ہیں۔ اب وہ پیسے ورثاء لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں لے سکتے تو کیا کریں؟ (ضیاء اللہ، اوکاڑہ)

ج:......اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ﴾[البقرۃ: ۲۷۹] [''ہاں اگر توبہ کرلو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے۔''] تو اس آیت کریمہ کے مدنظر ورثاء سود کے پیسے واپس کردیں اور باقی جائیداد کتاب وسنت کے مطابق تقسیم کرلیں۔ ۱۴۲۱/۲/۲۶ھ

س:......بینک کی ملازمت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا الیکٹریشن اور چوکیدار ان لوگوں سے مستثنیٰ ہیں جو سودی کام کرتے ہیں؟

(۲) بعض بینک ملازمین یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ مجبوراً یہ نوکری کر رہے ہیں اور کوئی وسائل نہیں کہ یہ نوکری چھوڑ دی جائے نیز ایسے لوگوں کے گھروں سے کھانا اور ان سے تعلق رکھنا کیسا ہے؟ (عبداللطیف تبسم)

ج:......رائج الوقت بینک سودی ہیں اس لیے ان میں ملازمت ناجائز اور حرام ہے۔ بینک میں الیکٹریشن اور چوکیدار سود لینے دینے والوں میں تو شامل نہیں البتہ سودی لین دین والے کاروبار میں معاون ضرور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ [''گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون نہ کیا کرو۔'']

(۲) اس عذر کی کوئی وجہ جواز نہیں ایسے لوگوں کا کھانا کھانا پانی پینا درست نہیں۔ خود انہیں کھلا پلا لے اور انہیں وعظ و نصیحت کرتا رہے۔ ۱۴۲۱/۹/۳ھ

س:......کیا جی پی فنڈ لینا درست ہے؟ (عبداللطیف تبسم، اوکاڑہ)

ج:......جی پی فنڈ کی رقم میں سود بھی شامل ہوتا ہے جو حرام ہے۔ لہٰذا ملازم کی جمع شدہ رقم بلا سود درست ہے اسی طرح پنشن میں بھی اگر کوئی ناجائز شے شامل نہ ہو تو درست ہے؟

س:......ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً سترہ اٹھارہ سال ہے اس کے والد نے بینک سے سود لے رکھا ہے۔ مجبوری یہ ہے کہ اب اس کے والد کے پاس کسی بھی طرح اتنی رقم نہیں کہ وہ بینک کا روپیہ واپس کرسکیں۔ اُن کے پاس

صرف ایک مکان ہے جو فی الحال فروخت نہیں ہو رہا۔ ایسے لڑکے کے بارے میں کیا حکم ہے (۱) کیا وہ اپنے والدین کے ساتھ رہے اور اُن کی کمائی کھاتا رہے جبکہ اُس کے پاس اس کے علاوہ کھانے پینے اور رہائش کا کوئی انتظام نہیں؟ کیا ایسا لڑکا والدین سے ملنے والے جیب خرچ سے اپنے دوستوں کو کھلا پلا سکتا ہے؟ یا صدقہ کر سکتا ہے؟ کیا ایسا لڑکا بھی سود کھانے کی وجہ سے گنہگار ہے یا پھر وہ مجبوری کے باعث مستثنیٰ ہے؟

(۲) ایک آدمی ساری عمر بینک میں کام کرتا رہا اب وہ بینک سے ریٹائرڈ ہو چکا ہے اور اُسے بینک کی طرف سے چند لاکھ روپے ملے ہیں۔ ایسا آدمی اب اس گناہ سے توبہ کرنا چاہتا ہے اس کی صرف بیٹیاں ہیں بیٹا کوئی نہیں۔ اُس کے پاس آمدن کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ توبہ کی صورت میں اس کے لیے کیا حکم ہے کیا وہ سارا روپیہ اپنے پاس رکھے یا بینک کو واپس لوٹا دے جبکہ اُس کے پاس اس رقم کے علاوہ ایک روپیہ بھی نہیں۔ کیا اس آدمی کے عزیز و اقارب اس کا مال کھا سکتے ہیں اور اس کے گھر جا کر رہ سکتے ہیں؟

ج:...... کتاب و سنت کی نصوص صریحہ سے ثابت ہے کہ سود حرام ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اس پر عمل کرتے ہوئے سود سے اجتناب کریں اور اس کے قریب تک نہ جائیں اور کوئی حلال ذریعہ اختیار کریں۔

(۲) یہ رقم حرام ہے۔ رشتہ داروں کا فرض ہے ایسے آدمی کو حرام سے بچائیں۔ واللہ اعلم ۱۴۲۴/۱/۱۴ھ

س:...... میں ایک گھر میں جا کر بچوں کو قرآن مجید پڑھاتا ہوں اور اُن سے (معاوضہ) یعنی جس کو ہمارے لوگ ٹیوشن کہتے ہیں (لیتا ہوں) گھر والا یعنی اُن بچوں کا والد جن کو میں پڑھاتا ہوں بینک میں ملازم ہے مینجر ہے یا کچھ اور کبھی کبھی وہ مجھے کھانا بھی کھلا دیتے ہیں چائے یا مشروب بھی پلا دیتے ہیں۔ کیا میں اُن کے بچوں کو پڑھا کر معاوضہ لے سکتا ہوں کھانا چائے مشروب وغیرہ پی سکتا ہوں۔ جبکہ وہ آدمی بینک میں ملازم ہے اور سارے بینک سودی کام کرتے ہیں۔

ج:...... معلوم ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾[البقرۃ: ۲۷۵] [''اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔''] رسول اللہ ﷺ نے آکل ربا، موکل ربا، کاتب ربا اور شاہد ربا چاروں پر لعنت بھیجی ہے اور فرمایا: وھم سواء '' یعنی فی اللعنۃ۔ ❶

ہاں حلال کام میں ربا اگر اُجرت و معاوضہ کی صورت میں ہو تو گنجائش نکلتی ہے پھر بھی بہتر یہی ہے کہ ایسی اُجرت سے بھی پرہیز کرے۔ واللہ اعلم ۱۴۲۴/۴/۲۳ھ

❶ مسلم/کتاب البیوع/باب لعن آکل الربوا و موکلہ۔ ترمذی/کتاب البیوع/باب ما جاء فی أکل الربو۔ ابن ماجہ/کتاب التجارات/باب التغلیظ فی الربا۔

س:......ربوی اشیاء میں ادھار ہوسکتا ہے۔ یا نہیں؟ مثلاً ایک شخص کسی سے ایک من گندم لیتا ہے اور کہتا ہے کہ جب کٹائی کے موقع پر میری گندم آجائے گی تو میں آپ کو ایک من واپس کروں گا۔ یا جیسے عورتیں گھروں میں کسی سے آٹا اُدھار لیتی ہیں اور بعد میں اتنا ہی آٹا واپس کر دیتی ہیں کیا ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(عبدالرشید، عارف والہ)

ج:...... جناب نے اُدھار کی جو صورتیں لکھی ہیں وہ شرعاً درست ہیں۔ ان جنسوں کا ربوی ہونا ان کی اُدھار والی غیر ربوی اور شرعاً درست صورتوں کے جواز سے مانع نہیں۔ دیکھئے درہم و دینار بھی ربوی اشیاء میں شامل ہیں جبکہ اُدھار کی صورت میں ایک سو درہم یا دینار کسی کو دے کر کچھ مدت بعد اتنے ہی (یعنی سو) درہم یا دینار وصول کر لینے درست ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ﴾[البقرة: ۲/ ۲۷۹، ۲۸۰][''اگر توبہ کر لو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہیے۔''] البتہ جو صورتیں آپ نے تحریر فرمائیں اگر اُدھار نہ ہوں بیع کی صورت میں ہوں تو ناجائز ہیں جیسا کہ مشہور و معروف حدیث ہے۔ گندم کی گندم کے ساتھ بیع برابر برابر اور نقد بہ نقد تو درست ہے اور اگر برابر برابر نہیں یا نقد بنقد نہیں تو یہ بیع ناجائز ہے۔ [1] اسی طرح جو، کھجور، نمک، سونا اور چاندی۔ واللہ اعلم

س:......میں ایک فیکٹری میں ملازم ہوں اور فیکٹری قانون کے مطابق ورکروں کو ایک سہولت فیکٹری نے دے رکھی ہے۔ جو ورکروں کی تنخواہ میں سے ''9'' فی صد کٹوتی کر کے اس کو فیکٹری چھوڑنے پر دوگنی سے بھی زیادہ رقم دیتے ہیں جو کہ فیکٹری میں یونین کا معاہدہ ہے لیکن یہ سہولت صرف فیکٹری ملازمین کو ملتی ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

(۲) فیکٹری قانون کے مطابق مزدوروں کو سالانہ چند چھٹیاں ضروری کام کی بھی ہیں تو اگر مزدور بغیر ضروری کام کے فیکٹری والوں سے پیسے بھی لے تو کیا رقم جائز ہوگی یا ناجائز؟

(۳) فیکٹری قانون کے مطابق مزدوروں کو سالانہ کچھ رقم بونس کی شکل میں دی جاتی ہے۔ نیز سالانہ 5 فی صد منافع بھی دیا جاتا ہے۔ یہ بھی یونین کے معاہدے میں شامل ہے۔ تو کیا یہ رقم جائز ہوگی۔ (عبدالغفور، شاہدرہ)

ج:......9 فی صد کٹوتی کی ہوئی رقم جتنی بھی بنے وہ ملازم کی اپنی کمائی ہے جو اس کے لیے حلال ہے۔ رہی زائد

---

[1] ترمذی/كتاب البيوع/باب ما جاء ان الحنطة بالحنطة مثلاً بمثل و كراهية التفاضل فيه ـ مسلم/كتاب البيوع باب الربا۔ صحيح بخاری / كتاب البيوع/ باب بيع التمر بالتمر۔

رقم اگر وہ سود ہے یا کسی اور حرام میں آتی ہے تو حرام ہے۔

(۲) ناجائز ہے۔

(۳) بونس والی رقم درست ہے۔ رہی پانچ فی صد منافع والی رقم اگر وہ سود یا کسی اور حرام منافع میں شامل ہے تو وہ حرام ہے اور اگر وہ بونس یا تنخواہ میں سالانہ ترقی کی صورت میں ہے تو وہ جائز ہے۔ ۱۴۲۲/۴/۷ھ

س: ......ایک آدمی ایک دوکان پر ملازم ہے مالک اس کو مجبور کرتا ہے کہ ناپ تول میں کمی کرو۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اسے رکھتا ہے اگر نہیں تو ملازمت سے نکال دیتا ہے آیا وہ ملازم مجرم ہے یا نہیں؟ (عبدالرحمٰن)

ج: ......یہ ملازم مجرم ہے۔ ماپ تول میں کمی نہ کرے۔ اس مالک کے پاس ملازمت چھوڑ دے۔ کسی اور مالک کے پاس ملازمت اختیار کر لے جو ماپ تول میں کمی پر مجبور نہ کرے۔ ۱۴۲۰/۱۰/۸ھ

س: ......میں ایک دوکاندار ہوں لوگ میرے پاس دَم کیے ہوئے دھاگے اور تعویذات لے کر آتے ہیں۔ میں اُنہیں ایلومینیم کے بنے ہوئے خول میں بند کر کے دے دیتا ہوں وہ اُسے بازو پر یا گلے میں باندھ لیتے ہیں میرا یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟

ج: ......تعویذ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴾ [الفلق: ٤] [اور گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے۔''] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ [المائدۃ: ٢] [''نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو۔''] ۱۴۲۴/۳/۱۱ھ

س: ......محکمہ صحت کی ایک شاخ ''فلاح بہبودِ آبادی'' ہے جسے خاندانی منصوبہ بندی بھی کہا جاتا ہے جو پروگرام سابق وزیرِ اعظم بے نظیر بھٹو نے شروع کیا تھا اور اب بھی وہ جاری ہے۔ اس میں مختلف عورتیں اور مرد ملازمت کرتے ہیں اور کہیں کہیں بلکہ اکثر و بیشتر معاملہ مخلوط چلتا ہے۔ مناسب وقفے، بچوں کی صحت کے نام پر لوگوں کے گھروں میں جا کر یہ ملازمین گولیاں وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔ ایسی ملازمت کے بارے میں شرعی کیا حکم ہے؟ کیا ان لوگوں سے تحائف لینا درست ہے؟ (عبداللطیف تبسم، اوکاڑہ)

ج: ......ناجائز اور حرام ہے۔ ایسے لوگوں کے تحائف قبول کرنا درست نہیں۔ ۱۴۲۱/۹/۳ھ

[قبیلہ ازد کے ایک آدمی کو جنہیں ابن اتبیہ کہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے صدقہ وصول کرنے کے لیے عامل بنایا، پھر جب وہ واپس آئے تو کہا کہ یہ تم لوگوں کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ

اپنے والد یا اپنی والدہ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا رہا دیکھتا وہاں بھی انہیں ہدیہ ملتا ہے یا نہیں؟ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس مال سے اگر کوئی شخص کچھ بھی لے لے گا تو قیامت کے دن اسے وہ اپنی گردن پر اُٹھائے گا اگر اونٹ ہے تو وہ آواز نکالتا ہوا آئے گا اور گائے ہے تو وہ اپنی اور اگر بکری ہے تو وہ اپنی آواز نکالتی ہوگی پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے یہاں تک کہ ہم نے آپ کی بغل مبارک کی سفیدی دیکھی اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا، اے اللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا۔ تین مرتبہ۔

اس سے ناجائز تحفہ کی مذمت ثابت ہوئی۔] ❶

س: ......اللہ کے کلام سے دم کر کے اُجرت لینا کیسا ہے؟ (سجاد الرحمٰن شاکر)

ج: ......ہاں لے سکتا ہے۔ صحیح بخاری کی ابوسعید خدری والی حدیث میں دم پر اُجرت کا ذکر ہے۔

[''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ سفر میں ایک جگہ اُترے ہوئے تھے ناگہاں ایک لونڈی آئی اور کہا کہ یہاں کے قبیلہ کے سردار کو سانپ نے کاٹ کھایا ہے۔ ہمارے آدمی یہاں موجود نہیں آپ میں سے کوئی ایسا ہے کہ دم کر دے؟ ہم میں سے ایک شخص اُٹھ کر اس کے ساتھ ہولیا ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ دم بھی جانتا ہے اس نے وہاں جا کر کچھ پڑھ کر دم کر دیا۔ اللہ کے فضل سے وہ بالکل اچھا ہوگیا۔ تیس بکریاں اس نے دیں اور ہماری مہمانی کے لیے دودھ بھیجا۔ جب وہ واپس آئے تو ہم نے پوچھا کیا تمہیں دم کا علم تھا؟ اس نے کہا: میں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے۔ ہم نے کہا: اس آئے ہوئے مال کو ابھی نہ چھیڑو پہلے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھ لو۔ مدینہ میں آ کر ہم نے آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کیسے معلوم ہوا کہ یہ پڑھ کر دم کرنے کی سورت ہے؟ فرمایا: اس مال کے حصے کر لو میرا بھی ایک حصہ نکالنا۔'' مسلم کی بعض روایتوں میں ہے کہ دم کرنے والے خود ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تھے۔ ❷]

۹/۱/۱۴۲۴ھ

س: ......میں واپڈا میں ملازم ہوں۔ ہم میٹر چیک کرتے ہیں۔ فرض کیا کہ ایک آدمی گھریلو میٹر سے بوتلیں بھرتا ہے۔ حالانکہ اس کو کمرشل میٹر استعمال کرنا چاہیے کیونکہ گھریلو یونٹ دو روپے کا ہے اور کمرشل آٹھ روپے کا ہے۔ اس کا کام صرف گرمیوں میں ہوتا ہے سردیوں میں نہیں ہوتا۔ اگر وہ کمرشل میٹر لگوائے تو سردیوں میں وہ بے کار جرمانہ ادا کرتا رہے گا۔ وہ غریب آدمی کیسے پانچ ہزار بھرے جتنا وہ کماتا نہیں۔ ایک علیحدہ میٹر

❶ بخاری / کتاب الھبة و فضلھا والتحریض علیھا باب من لم یقبل الھدیة لعلة

❷ بخاری/ کتاب افضائل القرآن / باب فضل فاتحة الکتاب ۔ مسلم کتاب السلام / باب جواز اخذ الاجرة علی الرقیة۔ ابو داؤد/ کتاب الطب / باب کیف الرقی ۔ ترمذی/ کتاب الطب/ باب ما جاء فی اخذ الاجر علی التعویذ

لگوائے تو اس غرض سے وہ مجھے ہر مہینے گرمیوں میں پانچ سو روپے دیتا ہے۔ سردیوں میں نہیں دیتا۔ یہ چوری نہیں۔ کیا یہ پیسے حرام ہیں؟ اس کے بارے میں فرمائیں؟ اور اگر ایک آدمی نے کمرشل اور گھریلو میٹر دونوں لگوائے ہیں۔ وہ آدھا کام گھریلو میٹر پر کرتا ہے اور آدھا کمرشل پر۔ کیونکہ کمرشل کا ریٹ بہت زیادہ ہے۔ وہ غریب آدمی اتنے کمائے گا نہیں جتنے وہ بل میں ادا کرے گا۔ اس لیے وہ آدھا آدھا استعمال کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی چوری نہیں کیونکہ ہمیں تو یونٹ چاہئیں۔ وہ مجھے بھی ہر ماہ پیسے دیتا ہے کیا یہ بھی حرام ہیں؟ اس کے بارے میں مجھے آج تک سمجھ نہیں آئی۔

ج:......آپ کو پیسے دینے والا بجلی چور اور آپ رشوت وحرام خور۔ اس لیے دونوں اپنے کیے پر نادم ہوں، تائب ہوں اور آیندہ کے لیے بجلی چوری اور رشوت وحرام خوری چھوڑ دیں اور کاروبار کے لیے حلال صورتیں اختیار فرمائیں اور حرام صورتوں سے اجتناب کریں۔ ﴿ يَآيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ [البقرة: ۲/۱۶۸] [''لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ پیو اور شیطانی راہ پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'']

۱۴۲۱/۴/۶ھ

س:......ٹیکس ادا نہ کرنا۔ ٹیکس یا بجلی چوری کا عام چور کا حکم ہے یا جائز ہے؟ (ابوضماد، شیخوپورہ)

ج:...... یہ جرائم غش و دھوکا میں شامل ہیں۔ [رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا)) [1] ''جس نے دھوکا کیا وہ ہم سے نہیں۔''] ۱۴۲۱/۷/۲۲ھ

س:......بجلی اور جنگل کی لکڑی کی چوری ہے کہ نہیں یعنی بجلی کو بلیک کر کے یا کسی اور طریقے سے استعمال کیا جائے کہ حکومت کے اکاؤنٹ میں وہ خرچ بجلی نہ آسکے۔ اور جنگل کی لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرنا یا اپنے استعمال میں لانا کیسا ہے؟ ساتھ اس بات کو مدنظر رکھیں کہ حکومت نے ہر چھوٹی بڑی چیز پر ٹیکس بھی لگایا ہوا ہے۔ (سجاد الرحمٰن)

ج:......اگر حکومت کی طرف سے عام اجازت ہے تو چوری نہیں ورنہ چوری ہے۔ ۱۴۲۴/۱/۱۳ھ

س:......میں سرکاری ملازم ہوں، میں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ میں رشوت نہیں لوں گا میرے محکمہ نے میرے ساتھ کچھ زیادتی اس طرح کی ہے کہ میری ترقی کا کیس بے جا اور بے بنیاد الزامات کی بنیاد پر روک لیا گیا ہے۔ مجھے اپنا یہ حق حاصل کرنے کے لیے یا تو عدالت عالیہ کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے گا یا اعلیٰ افسروں کو نذرانہ دینا پڑے گا۔

---

[1] مسلم/کتاب الایمان/باب قول النبی من غشنا فلیس منا۔ ترمذی/کتاب البیوع/باب کراهة الغش فی البیوع۔

اس معاملہ میں، میں آپ جناب سے راہنمائی چاہتا ہوں کہ میری تنخواہ اتنی قلیل ہے کہ جس سے میں اپنی فیملی جو کہ انیس (۱۹) افراد پر مشتمل ہے بڑی مشکل سے مہینہ بھر کا خرچہ پورا کرتا ہوں۔ اس تنخواہ میں سے تو میں نہ وکیل کی فیس ادا کر سکتا ہوں اور نہ ریڈر کو ہر پیشی پر خرچہ دے سکتا ہوں اور نہ ہی اپنے اعلیٰ افسروں کی خدمت کر سکتا ہوں اور دوسری طرف مجھے اُدھار مانگنے سے ویسے ہی نفرت ہے آیا کہ میں عدالت میں کیس کرنے کا خرچہ یا اپنے اعلیٰ افسروں کو دی جانے والی رقم کے برابر رقم رشوت وصول کر سکتا ہوں تا کہ مجھے کسی سے اُدھار نہ مانگنا پڑے اور میرے گھر کے اخراجات پر بھی کوئی اثر نہ پڑے۔

(۲) جب کسی دوسرے سرکاری محکمہ مثلاً بجلی، سوئی گیس، ٹیلی فون وغیرہ میں کام کروانے کے لیے جانا پڑ جائے تو متعلقہ اہلکار رشوت طلب کرتے ہیں جبکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ نہ رشوت لوں اور نہ دوں گا۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ خدمت نہ کرنے کی وجہ سے سائل کو کتنا تنگ کیا جاتا ہے۔ راہنمائی درکار ہے۔

ج:...... آپ اپنی قسم پر قائم رہیں نہ رشوت لیں نہ رشوت دیں نہ ہی عدالت میں مقدمہ دائر کریں۔ صبر کریں کوشش جاری رکھیں اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔ دو دعائیں مندرجہ ذیل ہیں باقی دعاؤں والی کتاب حصن المسلم وغیرہ لے لیں جو دعاء ان میں آپ کی مناسب حال ہو وہ بھی پڑھتے رہا کریں آپ کا کام ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۱۔((اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالِيْ وَوَلَدِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَنِيْ)) [1]

۲۔((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ)) [2] ۱۴۲۲/۸/۲۰ھ

س:...... میڈیکل فٹنس (الحمد للہ) کے باوجود بھی ہسپتال کا M.S رشوت لینے کی خاطر دستخط نہیں کرتا تھا۔ میں نے رشوت سے بچنے کے لیے خود M.S کے دستخط کر دیے کیا یہ بے ایمانی ہے؟ کیونکہ مجھے اس کا خاصا فکر ہے؟

ج:...... ہاں غش و گناہ ہے۔

[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا)) ''جس نے دھوکہ کیا وہ ہم سے نہیں۔'' [3]]

---

[1] بخاری /کتاب الدعوات /باب الدعاء بکثرۃ المال والولد مع البرکۃ

[2] صحیح مسلم/کتاب الزھد/باب قصۃ اصحاب الاخدود والساحر والراھب والغلام۔

[3] مسلم/کتاب الایمان / باب قول النبی من غشنا فلیس منا۔ ترمذی /کتاب البیوع /باب کراھیۃ الغش فی البیوع۔

رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے۔ [1] ١٤٢٤/١/١٣ھ

س: ......محترم مولانا صاحب! میں ایک پرائیوٹ کمپنی (ICI) میں آفیسر ہوں کمپنی نے زرعی ادویات کی ایڈوانس بکنگ کے لیے انعامی سکیم تیار کی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

ایک لاکھ روپے ڈیلر سے لیا جائے گا اس کو اس لاکھ روپے کی رسید دی جائے گی جس پر ایڈوانس ریٹ پر زرعی ادویات مہیا کی جائیں گی اس کے علاوہ ہر ڈیلر کو ایک کلر ٹیلی ویژن اور اسلام آباد ہوٹل میں ایک دن کا قیام اور دس (١٠) موٹر سائیکل قرعہ اندازی کے ذریعے نکالے جائیں گے۔

سوال یہ ہے کہ چار یا پانچ سو ڈیلروں میں سے دس (١٠) حضرات کا اس طرح انعام کا نکالنا شرعاً ٹھیک ہے یا غلط؟ چاہے اس میں میری نوکری ہی کیوں نہ چلی جائے میں نے اپنے افسران بالا سے اس اسکیم پر کام نہ کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ کسی مستند عالم یا بزرگ سے اسلامی حوالہ سے کوئی تحریر اس کی ممانعت کے متعلق دے دیں ہم بھی اس اسکیم کو چھوڑ کر کوئی اور سلسلہ کاروبار کا چلا لیں گے کیونکہ اس سے ہماری بھی بہتری ہو جائے گی۔ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں مستند جواب بمعہ حوالہ دے کر بندہ ناچیز پر شفقت فرمائیں۔

(محمد اجمل خان، عارف والہ)

ج: ......رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ ، وَلَا شَرْطَانِ فِيْ بَيْعٍ ، وَلَا رِبْحُ مَالَمْ يُضْمَنْ ، وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ " رَوَاهُ الْخَمْسَةُ ، وَصَحَّحَهُ التِّرمِذِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْحَاكِمُ رَحمهم الله تعالى)) [2] [''قرض اور تجارت ایک دم حلال نہیں اور دو شرطیں ایک تجارت میں جائز نہیں۔ قبضہ کرنے سے پہلے کسی چیز کا نفع لینا جائز نہیں اور ایسی چیز کی تجارت کرنا منع ہے جو حاضر اور موجود نہ ہو۔ اسے پانچوں نے روایت کیا ہے اور ترمذی اور ابن خزیمہ اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔''] کمپنی کی یہ بیع کئی وجوہ کی بناء پر شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔

(١)......رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ بالا فرمان کی رو سے ایک بیع میں دو شرطیں ناجائز اور حرام ہیں جبکہ کمپنی والی اس بیع میں کم از کم تین شرطیں پائی جاتی ہیں لہٰذا یہ تو بطریق اولیٰ حرام اور ناجائز ہے۔

(٢)......بذریعہ قرعہ سینکڑوں ڈیلروں سے صرف دس کو موٹر سائیکل دینا میسر، قمار اور جوے میں شامل ہے

---

[1] ابو داؤد/ كتاب القضاء / باب في كراهية الرشوة۔ ابن ماجه كتاب الاحكام /باب تغليظ في الحيف والرشوة۔ ترمذي/ كتاب الاحكام/ باب ما جاء في الراشي والمرتشي في الحكم۔ ابن ماجه/كتاب الاحكام/باب التغليظ في الحيف والرشوة

[2] ترمذي/كتاب البيوع/باب في كراهية بيع ماليس عنده۔ ابو داؤد/كتاب البيوع/باب في الرجل يبيع ما ليس عنده۔ نسائي/كتاب البيوع /باب بيع ما ليس عند البائع۔ ابن ماجه/كتاب التجارات/باب النهي عن بيع ما ليس عندك۔

اور میسر وجوئے کو اللہ تعالیٰ نے ﴿ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [المآئدة : ۹۰] [''گندے شیطانی کام ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاسکو''] قرار دیا ہے اس لیے بھی یہ بیع حرام ہے۔

(۳)......ایک لاکھ پہلے بطورِ قرض دے کر مشتری کا بائع سے فائدہ اُٹھانا بھی اس بیع میں پایا جاتا ہے جو سود کے زمرہ میں شامل ہے اور سود بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾ [البقرة : ۲۸۵] [''اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔''] لہٰذا یہ بیع بھی حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا فرمان: ((لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَّ بَيْعٌ)) ❶ کی رو سے بھی یہ بیع حرام ہے جو صورتِ بیع آپ نے تحریر فرمائی ہے یہ بیع سلم کی صورت نہیں۔ بالفرض کوئی صاحب اس صورت کو بیع سلم میں شامل کریں تو بھی پہلی دو وجوہ کی بناء پر یہ بیع ناجائز اور حرام ہے۔ واللہ اعلم ۱۴۲۳/۲/۶ھ

[بیع سلم (سلف)

بیع سلم کی تعریف:

اسے ''بیع سلف'' بھی کہا جاتا ہے، جس میں ایک مسلمان سامان خرید تا ہے، جس کی صفت معلوم ہے، بائع سے سامان وصول کرنے کا وقت بھی معلوم ہے اور وہ سودا طے ہوتے ہی ''بائع'' کو پوری رقم پیشگی دے دیتا ہے اور معین میعاد آنے پر اس سے سامان وصول کر لیتا ہے۔

بیع سلم کا حکم:

اس کا حکم یہ ہے کہ یہ بیع جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ بھی بیع (خرید و فروخت) ہے اور یہاں عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَسْلَفَ فِيْ شَيْءٍ فَلْيُسْلِفْ فِيْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَّ وَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ اِلٰى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ)) ❷
''جو شخص کسی چیز کی پیشگی رقم دیتا ہے تو وہ معین ناپ (یا) مقررہ وزن میں ایک معین مدت تک کے لیے سودا کرے۔''

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سال دو سال اور تین سال کی میعاد پر ''بیع سلم'' کرتے تھے۔ ❸

---

❶ ترمذی/کتاب البیوع/باب فی کراھیة بیع ما لیس عندہ۔ ابو داؤد/کتاب البیوع/ باب فی الرجل یبیع ما لیس عندہ۔ نسائی/کتاب البیوع/باب بیع ما لیس عند البائع ❷ بخاری/کتاب السلم/باب السلم فی کیل معلوم۔ مسلم /کتاب البیوع/باب ما جاء فی السلف فی الطعام والتمر۔ ابن ماجہ/کتاب التجارات/باب السلف فی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم۔ ❸ ایضاً

بیع سلم کی شرائط:

(۱)...... قیمت نقد ہو، مثلاً سونا یا چاندی یا نوٹ ۔ اس طرح سودی چیز اپنی مثل کے ساتھ اُدھار پر فروخت نہ ہو سکے گی۔

(۲)...... ''بیع'' کا تعین صفت کے ساتھ اس طرح ہو کہ اس کی جنس، نوع اور مقدار معلوم ہو جائے تا کہ بعد میں فریقین کے مابین کسی قسم کا جھگڑا اور نزاع وقوع پذیر نہ ہو کہ جس سے ان کے مابین عداوت و دشمنی ہو جائے۔

(۳)...... وقت ادائیگی معلوم ہو اور واضح طور پر اس کا تعین کر دیا جائے۔ مثلاً ایک ماہ یا دو ماہ۔

(۴)...... قیمت اسی مجلس میں ''بائع'' وصول کر لے، تا کہ اُدھار کی بیع اُدھار کے ساتھ نہ ہو جائے جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔

ان شرطوں کی دلیل یہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ أَسْلَفَ فِيْ شَيْءٍ فَلْيُسْلِفْ فِيْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَّ وَزْنٍ مَعْلُوْمٍ إِلٰى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ)) [1]

''جو کسی چیز کی پیشگی رقم دیتا ہے تو وہ معین ناپ اور مقررہ وزن میں ایک معین وقت تک کے لیے ایسا کرے۔''

بیع سلم کے سودے میں چار چیزوں کا تعین ضروری ہے جنس، قیمت، مقدار اور مدت اور اس کی یہ بھی شرط ہے کہ مشتری جب تک بائع سے مطلوبہ جنس خود وصول نہ کر لے یہ سودا کسی دوسرے خریدار کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا۔

بیع سلم کے احکام:

(۱)...... میعاد ادائیگی اتنی ہو کہ اس مدت میں قیمت کا اُتار چڑھاؤ ہو سکتا ہو، مثلاً ایک ماہ یا دو ماہ، اس لیے کہ دو چار دن کی مدت کا حکم عام ''بیع'' والا ہے اور ''بیع'' میں یہ شرط ہے کہ مبیع کو اچھی طرح دیکھ لے، یا اس کی معرفت حاصل کر لے۔

(۲)...... وقت ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ اس وقت مطلوبہ جنس کا پایا جانا ممکن ہو، لہٰذا بہار کے موسم کو تازہ کھجور کی ادائیگی کا وقت یا سردیوں میں انگور کی ادائیگی کا وقت مقرر نہ کیا جائے۔ اس لیے کہ اس صورت میں مسلمانوں میں اختلاف واقع ہوگا۔

---

[1] بخاری/ کتاب السلم/باب السلم فی کیل معلوم۔ مسلم/ کتاب البیوع/باب السلم۔ ترمذی/ کتاب البیوع/باب ما جاء فی السلف فی الطعام والتمر۔ ابن ماجه/ کتاب التجارات/باب السلف فی کیل معلوم و وزن معلوم الی اجل معلوم۔

(۳)......اگر ''معاہدہ بیع'' میں ادائیگی کی جگہ کا تعین نہیں کیا گیا تو ''مقام معاہدہ'' ہی ادائیگی کی جگہ طے پائے گا، اگر جگہ کا تعین کیا گیا ہے تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اس بارے میں جس جگہ ادائیگی پر دونوں متفق ہوں، اس کے مطابق عمل کیا جائے، اس لیے کہ مسلمان معاملات میں جو شرطیں طے کر لیں ان کی پابندی کرنا ضروری ہے۔]

س:...... یہ جو کرنسی کو تبدیل کرنے کا کام ہے۔ ڈالر دے کر پاکستانی کرنسی حاصل کر لی اور پاکستانی کرنسی دے کر ڈالر حاصل کر لیے۔ یہ بھی خالص کرنسی کا کاروبار ہے یہ کاروبار شرعاً جائز ہے؟ اور یہ کہ اس کاروبار کی رقم مسجد، مدرسہ، اور اسلامی لائبریری میں لگائی جا سکتی ہے؟ (محمد عمران، ڈنگہ، ضلع گجرات)

ج:...... صحیح مسلم میں ہے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ)) [1] [''سونا سونے کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے ایک دوسرے کی طرح برابر برابر اور نقد بنقد۔ (فروخت کیے جائیں) اگر اجناس میں اختلاف ہو تو پھر جس طرح چاہیں فروخت کریں مگر قیمت کی ادائیگی نقد ہو۔''] صحیحین میں مروی ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ ہیں: ((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ، وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ)) [2] [''سونا سونے کے بدلے سود ہے مگر نقد بنقد اور چاندی چاندی کے بدلے سود ہے مگر نقد بنقد'']

معلوم ہوا کہ کرنسی نوٹ سونا یا چاندی کے قائم مقام ہیں لہٰذا ایک ہی ملک کے کرنسی نوٹوں کا باہمی مبایعہ وتبادلہ دو شرطوں کے ساتھ درست ہے دونوں میں سے کوئی ایک نہ ہو یا دونوں ہی نہ ہوں تو نوٹوں کی باہمی بیع ناجائز، حرام اور سود ہے۔ وہ دو شرطیں مندرجہ بالا حدیثوں میں بیان ہوئی ہیں۔ پہلی شرط ہے کہ بائع اور مشتری کے نوٹ برابر ہوں کم وبیش نہ ہوں۔ مثلاً بائع کے روپے دس ہیں تو مشتری کے بھی دس ہی ہوں کم وبیش نہ ہوں دوسری شرط ہے کہ نوٹ دونوں طرف سے نقد ہوں ایک طرف سے نقد دوسری طرف سے اُدھار یا دونوں طرف سے اُدھار نہ ہوں۔

[1] مسلم کتاب البیوع/ باب الربا۔ ترمذی/ابواب البیوع/باب ما جاء أن الحنطة بالحنطة مثلا بمثل وکراهية التفاضل فیه۔بخاری/کتاب البیوع/باب بیع التمر بالتمر۔

[2] بخاری /کتاب البیوع /باب بیع الشعیر بالشعیر۔ مسلم /کتاب البیوع /باب الربا۔ترمذی کتاب البیوع/باب ما جاء ان الحنطة بالحنطة مثلاً بمثل و کراهية التفاضل۔

دوملکوں کے کرنسی نوٹوں کا باہمی مبایعہ وتبادلہ مقصود ہے تو پھر بھی مندرجہ بالا دونوں شرطوں کوملحوظ رکھا جائے گا اگر وہ دونوں موجود ہیں تو بیع وتبادلہ درست ورنہ ناجائز، حرام اور سود ہے۔

اگر وہ دونوں کاروبار حرام وسود کے زمرہ میں آتے ہوں تو ان سے حاصل شدہ رقم مسجد، مدرسہ اور لائبریری وغیرہ میں استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ واللہ اعلم ٢٤/٦/١٤٢٣ھ

س:......کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلہ کے بارے میں زید نامی شخص جو سعودیہ عربیہ میں بطورِ مزدوری کام کرتا ہے اور جنسیہ پاکستانی ہے۔ ایک شخص بکر جو پاکستان میں ہی رہتا ہے اس نے زید کو چالیس ہزار (٤٠٠٠٠) روپیہ پاکستانی ویزہ کے لیے اس طریقہ سے دیا کہ زید نے کسی آدمی سے سعودیہ میں چار ہزار ریال نقدی حاصل کرلیا اور بکر نے چار ہزار ریال کے جتنے پاکستانی روپے بنتے تھے بینک سے پتہ کر کے اُتنے ہی اُن چار ہزار ریال کے بدلے (٤٠٠٠٠) روپیہ پاکستانی جو اُس وقت کرنسی کی شرح تھی ادا کر دیا۔ عرصہ تین سال تک ویزہ نہ مل سکا تو بکر نے اپنی رقم کا مطالبہ کیا۔ زید نے اس کو چالیس ہزار روپیہ واپس دے دیا لیکن بکر اس سے ساٹھ ہزار بلکہ اس سے اوپر مانگتا ہے۔ پہلا دعویٰ کرتا ہے کہ اگر میں بینک میں رکھتا تو اتنے پیسے بن جاتے، پھر کہتا ہے کہ میں تجارت کرتا تو اتنا منافع ہوتا۔ زید کہتا ہے نفع نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے اور میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے پیسے سے میں نے ایک چوانی کا فائدہ لیا ہو، بلکہ یہ میرا سب نقصان ہوگیا ویزہ کے لیے سعودی کو چار ہزار ریال دیا نہ ویزہ ملا نہ رقم۔ بڑی مشکل سے منت سماجت کر کے دو ہزار ریال نکالا ہے وہ بھی اس کے باپ سے۔ آپ جناب سے یعنی حافظ صاحب سے گزارش ہے واپسی جواب ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ (محمد یوسف)

ج:......صورتِ مسئولہ میں چالیس ہزار پاکستانی واپس کیا اور لیا جائے گا کیونکہ ویزہ کے لیے جو رقم دی اور لی گئی وہ چالیس ہزار پاکستانی ہی تھی۔ اب کے اس سے زائد لینا دینا سود کے زمرہ میں آتا ہے اور سود حرام ہے۔ ﴿ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾ [البقرۃ: ٢٨٥]["اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔"] دیکھیں اگر آج سے تین سال قبل کوئی کسی کو چالیس ہزار پاکستانی بطورِ قرض دیتا تو آج تین سال بعد اس نے چالیس ہزار پاکستانی ہی وصول کرنا ہے زیادہ وصول نہیں کر سکتا کیونکہ یہ زائد پیسے سود ہیں۔ واللہ اعلم۔ ١٧/١/١٤٢٢ھ

س:......ٹھیکہ شریعت میں کیسا ہے؟ (ابوضماد، شیخوپورہ)

ج:......زمین اور حلال کاروبار میں ٹھیکہ درست ہے۔

[دلیل کے لیے صحیح بخاری/کتاب الحرث والمزارعۃ/باب کراء الارض بالذھب والفضۃ کا مطالعہ کریں۔] [1] ۱۴۲۱/۷/۲۲ھ

س:.....کیا مکان کا کرایہ مالک مکان کے لیے سود کے زمرے میں آتا ہے جبکہ اس کا مکان ویسے کا ویسا ہے اور محنت بھی صرف نہیں ہوئی۔ (حافظ محمد فاروق تبسم)

ج:.....نہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں زمین کرایہ پر دی جاتی تھی۔ حالانکہ زمین بھی ویسی کی ویسی ہی رہتی ہے ہاں مزارعت کی بعض مخصوص صورتوں سے آپ ﷺ نے ضرور منع فرمایا ہے۔ ۱۴۲۱/۳/۲ھ

س:.....کیا زمین بطورِ رہن دی اور لی جا سکتی ہے اس پر جزاء اور سزا کیا ہوگی؟ (ماسٹر سیف اللہ خالد، اوکاڑہ)

ج:.....زمین زرعی وغیر زرعی کا رہن لینا دینا سود نہ بنے تو شرعاً درست ہے اور اگر سود بنے تو شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾ [البقرۃ: ۲۸۵] ["اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔"] ۱۴۲۳/۲/۷ھ

[رہن کی تعریف

مقروض قرض کے تحفظ کے لیے کوئی چیز قرض خواہ (قرض دینے والے) کے پاس رکھتا ہے، تاکہ وہ عدم ادائیگی کی صورت میں یہ چیز یا اس کی قیمت سے قرض منہا کر لے (کاٹ کر وصول کر لے) مثلاً ایک شخص نے کسی سے قرض طلب کیا، قرض دینے والا مطالبہ کرتا ہے کہ قرض کے تحفظ (دوسرے لفظوں میں میری تسلی) کے لیے تو میرے پاس (اپنی کوئی چیز) یا جانور یا زمین وغیرہ گروی رکھ، جب "ادائیگی قرض" کا وقت آئے گا اور مقروض قرض ادا کر سکے گا تو قرض خواہ (یا تو قرض وصول کر کے گروی چیز مقروض کو واپس کر دے گا یا اسی) گروی چیز میں سے اپنا قرض وصول کر لے گا۔ قرض خواہ کو "مرتہن" کہتے ہیں اور مقروض کو "راہن" اور گروی رکھی ہوئی چیز کو "رہن" یا "مرہون" کہا جاتا ہے۔

رہن کا حکم:

قرض میں کوئی چیز گروی رکھنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ ﴾ [البقرۃ: ۲/۲۸۳]

"اگر تم سفر میں ہو اور (قرضے کی دستاویز) لکھنے والا نہ پاؤ تو گروی چیز قبضہ میں کر لی جائے۔"

اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

---

[1] ترمذی/کتاب الاحکام/باب ما ذکر فی المزارعۃ۔

((لَا يُغْلَقُ الرَّهْنُ مِنْ صَاحِبِهِ الَّذِیْ رَهَنَهُ ، لَهُ غُنْمُهُ وَعَلَيْهِ غُرْمُهُ)) [1]

''رہن اس کے مالک ''راہن'' سے نہ روکی جائے۔ اس کی بڑھوتری اس کی ہے اور اسی پر اس کا تاوان ہے۔'' (وضاحت آ رہی ہے)

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((رَهَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم دِرْعًا عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ فِي الْمَدِيْنَةِ وَأَخَذَ مِنْهُ شَعِيْرًا لِأَهْلِهِ)) [2]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک یہودی کے پاس زرہ ''رہن'' رکھی اور اس سے اپنے گھر کے لیے جو (بطورِ قرض) حاصل کیے۔''

رہن کے احکام:

1. ''مرتہن'' کا ''گروی رکھی گئی چیز'' پر قبضہ کرتے ہی گروی رکھی گئی چیز ''راہن'' کو لازم ہو جاتی ہے (یعنی راہن پر لازم ہے کہ اسے مرتہن کے پاس رہنے دے) بنا بریں ''راہن'' اگر واپس لینا چاہے تو نہیں لے سکتا، مگر ''مرتہن'' اسے واپس کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اس لیے کہ رہن سے اس کا حق وابستہ ہے۔
2. جو چیزیں فروخت کرنا درست نہیں ان کا ''رہن'' رکھنا بھی صحیح نہیں ہے۔ البتہ کھیتی اور پھل جو ابھی پکے نہیں ہیں ، کی ''بیع'' درست نہیں، مگر گروی رکھے جا سکتے ہیں، اس لیے کہ اس میں ''مرتہن'' کو دھوکا نہیں لگے گا۔ جبکہ کھیتی یا پھل تباہ بھی ہو جائے تو قرض ''راہن'' کے ذمہ ثابت ہے۔
3. ''رہن'' کی میعاد ختم ہونے پر ''مرتہن'' قرض کا مطالبہ کرے۔ اگر ''راہن'' ادائیگی کر دے تو ''رہن'' واپس کر دے، ورنہ اس میں سے اپنا حق وصول کر لے۔ اگر کاروبار کی وجہ سے ''گروی'' میں آمدنی اور اضافہ حاصل ہوا ہے، تو اسے فروخت کر کے اپنا حق رکھ لے اور زائد واپس کر دے۔ لیکن اگر ''رہن'' کی فروخت سے پورے حق کی ادائیگی نہیں ہوتی تو بقیہ ''راہن'' کے ذمہ قرض ہے۔
4. ''رہن'' ''مرتہن'' کے ہاتھ میں امانت ہے، اگر اس کی کوتاہی یا زیادتی سے تلف ہو جائے تو وہ ''ضامن'' ہوگا ، ورنہ ''ضامن'' نہیں ہے اور قرض ''راہن'' کے ذمہ باقی رہے گا۔
5. ''رہن'' کو ''مرتہن'' کے علاوہ کسی امین شخص کے پاس بھی رکھا جا سکتا ہے، اس لیے کہ ''رہن'' کا اصل مقصد

---

[1] مسند شافعي ، سنن دار قطني و سنن ابن ماجة وهو حسن لكثرة طرقه۔

[2] بخاري/كتاب البيوع /باب شراء النبي صلی اللہ علیہ وسلم بالنسيئة

قرض کا تحفظ ہے اور امین شخص کے پاس اس کو رکھنے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

۶ اگر ''راہن'' یہ شرط لگائے کہ قرض کی ادائیگی کی میعاد آنے پر رہن کو فروخت نہیں کیا جا سکے گا تو ''رہن'' باطل ہے۔ اسی طرح اگر ''مرتہن'' یہ شرط لگائے کہ میعاد آنے پر قرض کی عدم ادائیگی کی صورت میں ''رہن'' کا مالک ''مرتہن'' ہوگا تو اس سے بھی ''رہن'' باطل ہو جائے گا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا يُغْلَقُ الرَّهْنُ لِمَنْ رَهَنَهُ ، لَهُ غُنْمُهُ وَعَلَيْهِ غُرْمُهُ)) [1]

''گروی رکھی گئی چیز کو روکا نہ جائے، یہ ''رہن'' رکھنے والے کی ملکیت ہے اور اسی کے لیے اس کا نفع ہے اور اسی پر اس کا تاوان ہے۔''

۷ قرض کی مقدار میں ''راہن'' اور ''مرتہن'' کے مابین اختلاف ہو جائے تو حلف کے ساتھ ''راہن'' کی بات معتبر ہوگی، الا یہ کہ ''مرتہن'' اس کے خلاف ثبوت پیش کر دے اور اگر ''رہن'' میں اختلاف ہو جائے مثلاً ''راہن'' کہتا ہے کہ میں نے تیرے پاس جانور اور اس کا بچہ گروی رکھا تھا اور ''مرتہن'' کہتا ہے صرف جانور تھا تو حلف کے ساتھ ''مرتہن'' کی بات معتبر ہوگی۔ الا یہ کہ ''راہن'' اس کے خلاف ثبوت پیش کر دے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ)) [2]

''ثبوت مدعی پیش کرے اور قسم اس پر ہے جو انکار کرے۔''

۸ اگر ''مرتہن'' دعویٰ کرے کہ میں نے ''مرہون'' چیز واپس کر دی ہے اور ''راہن'' انکار کرے تو راہن کی حلفیہ بات تسلیم کی جائے گی، الا یہ کہ ''مرتہن'' اپنے دعویٰ میں ثبوت پیش کر دے۔

۹ ''مرتہن'' گروی رکھی ہوئی سواری پر سوار ہو سکتا ہے اور اس کا دودھ پی سکتا ہے۔ مگر خرچ کے حساب سے (جو وہ جانور کی ضروریات پر کرتا ہے) اس بارے میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھے اور خرچ سے زائد فائدہ حاصل نہ کرے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا ، وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا ، وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ)) [3]

---

[1] رواه ابن ماجة بسند حسن والدار قطني وغيرهما۔ [2] رواه البيهقي بسند صحيح وأصله في الصحيحين۔ بخاری/ کتاب الرهن/باب اذا اختلف الراهن و المرتهن ونحوه۔

[3] صحيح بخاري / كتاب الرهن/باب الرهن مركوب و محلوب، ترمذی / کتاب البیوع/باب الانتفاع بالرهن

''مرہون جانور پر خرچ کے عوض سواری کی جا سکتی ہے اور اس کا دودھ پیا جا سکتا ہے اور جو سوار ہو گا اور دودھ پیے گا، وہ (اسی حساب سے جانور کی ضروریات کے لیے) خرچ ادا کرے گا۔''

۱۰ گروی چیز کی آمدنی، اُجرت، محصول، نسل وغیرہ سب ''راہن'' کی ملکیت ہے اور وہی ان تمام چیزوں کا انتظام کرے گا، جن سے گروی چیز کی بقاء ہے، مثلاً پانی پلانا وغیرہ۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلرَّهْنُ لِمَنْ رَهَنَهُ ، لَهُ غُنْمُهُ وَعَلَيْهِ غُرْمُهُ)) ❶

''مرہون چیز ''راہن'' کی ملکیت ہے، وہی اس کے نفع کا مالک ہے اور اسی پر اس کا تاوان ہے۔''

۱۱ اگر ''مرتہن'' نے ''راہن'' کی اجازت کے بغیر حیوان وغیرہ پر خرچ کر دیا ہے تو وہ ''راہن'' سے مطالبہ نہیں کر سکتا، ہاں اگر اس کے لیے دور کی مسافت کی وجہ سے فوری طور پر اجازت لینا ممکن نہیں ہے تو پھر وہ اس کا مطالبہ کر سکتا ہے، بشرطیکہ اس نے ''راہن'' سے وصول کرنے کی نیت سے خرچ کیا ہو، ورنہ نہیں۔ اس لیے کہ جس نے نیکی سمجھ کر خرچ کیا ہے وہ وصول نہیں کر سکتا۔

۱۲ شکستہ اور ویران مکان کو اگر ''مرتہن'' نے راہن کی اجازت کے بغیر مرمت اور آباد کر دیا ہے تو وہ ''راہن'' سے کچھ نہیں لے سکتا۔ ہاں لکڑی، پتھر وغیرہ جن کا اُتارنا انتہائی مشکل ہوتا ہے، کا حساب ''راہن'' سے لے سکتا ہے۔

۱۳ ''راہن'' کے فوت یا مفلس ہونے کی صورت میں ''مرتہن'' کا استحقاق دوسرے قرض خواہوں سے زیادہ ہے۔ چنانچہ ''میعاد ادائیگی'' آنے پر وہی رہن فروخت کر کے اپنا قرض وصول کرے گا اور جو زائد ہے اسے واپس کرے گا اور اس کی فروخت سے قرض پورا نہیں ہوا تو وہ باقی قرض میں دوسرے قرض خواہوں کے برابر ہے۔]

س:...... ایک شخص سے میں نے چھ کنال زرعی اراضی، جس کی ملکیت تیس ہزار (۳۰۰۰۰) روپے طے ہوئی، خریدنے کے لیے پوری رقم اسے ادا کر دی۔ ابھی تحریر و رجسٹری وغیرہ نہ ہوئی تھی کہ وہ شخص زمین دینے سے مکر گیا اور پیسے بھی مجھے واپس نہیں کیے۔ جب میں نے پیسوں کی واپسی کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا میں وہ پیسے کاروبار میں صرف کر چکا ہوں۔ پیسے میں کسی طرح واپس نہیں کر سکتا۔ البتہ آپ مذکور چھ کنال زمین رہن ''گہنہ'' پر رکھ لیں۔

---

❶ سنن ابن ماجة بسند حسن۔

اسے استعمال کرتے رہیں۔ آپ کا جی چاہے تو اس سے پیداوار میں سے کچھ ہمیں دیتے رہیں، نہ چاہیں تو بے شک کچھ نہ دیں۔ جب ہم تیس ہزار (۳۰۰۰۰) روپے ادا کر دیں گے تو زمین واپس لے لیں گے۔ میں نے مسلسل اصرار کیا کہ مجھے ہر صورت پیسے دو لیکن وہ رقم واپس کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ نہ میں زبردستی ان سے لے سکتا ہوں۔ وہ میرے پیسے استعمال کر رہے ہیں اور میں ان کی زمین استعمال کر رہا ہوں۔ پانی وغیرہ تمام اخراجات میں خود برداشت کر رہا ہوں۔ مجھے کسی نے بتایا ہے کہ اگر میں آٹھواں حصہ پیداوار سے مالکان کو دیتا رہوں تو یہ رہن رکھنا جائز ہے۔ لیکن میرا دل مطمئن نہیں ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ مذکورہ صورت میں میرا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ اور زمین گروی (گہنہ) رکھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کن شرائط کے تحت؟ اور اگر درست نہیں تو مذکورہ صورت حال میں میں کیا کروں؟

ج: ......جس تاریخ سے آپ نے زمین گروی لی ہے اس تاریخ سے آج تک اس کے رائج الوقت ٹھیکہ یا بٹائی کا حساب لگاؤ اگر پورے تیس ہزار بنتے ہیں تو بغیر کچھ لیے دیے زمین مالک راہن کو واپس کر دو۔ اگر تیس ہزار سے کم بنتے ہیں تو تیس ہزار پورے ہونے تک کاشت کر لو پھر واپس کر دینا اور اگر تیس ہزار سے زیادہ بنتے ہیں تو زمین مالک راہن کو فوراً واپس کر دو اور جتنے پیسے تیس ہزار سے زائد بنتے ہیں وہ بھی واپس کرو کیونکہ یہ زائد پیسے سود کے زمرہ میں آتے ہیں اور سود حرام ہے ۔قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾ [البقرۃ: ۲۷۵] [''اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔''] واللہ اعلم

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا ، وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا ، وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ)) [1] [''رہن رکھے ہوئے جانور پر (اس پر اُٹھنے والے) مصارف واخراجات کے بدلے سواری کی جا سکتی ہے اور دودھ دینے والے جانور کا دودھ (اس پر اُٹھنے والے) مصارف کے بدلے پیا جا سکتا ہے جبکہ وہ رہن ہو اور جو آدمی سواری کرتا ہے اور دودھ پیتا ہے اس کے اخراجات کا ذمہ دار بھی وہی ہو۔'' [2]] لہٰذا یہ دونوں چیزیں سود کے زمرہ میں نہیں آتیں۔ واللہ اعلم ۱۴۲۴/۴/۱۰ھ

س: ......مرہونہ زرعی زمین سے فائدہ اُٹھانا کیسا ہے؟ کرایہ پر مکان دینا کیسا ہے؟

(۱)......زمین رہن رکھی جا سکتی ہے؟

(۲)......اس زمین پر قبضہ کس کا ہو گا جبکہ یہ رہن ہو؟

---

[1] بخاری/ کتاب الرهن/ باب الرهن مرکوب و محلوب۔ ترمذی / کتاب البیوع الانتفاع بالرهن

[2] بخاری/ کتاب الرهن/ باب الرهن مرکوب و محلوب ۔ ترمذی / ابواب البیوع / باب الانتفاع بالرهن۔

(۳)......مرتہن اگر کاشت کرے تو راہن کا کوئی نقصان ہوگا؟

(۴)......اگر کاشت نہ کیا جائے تو راہن کا کوئی فائدہ ہوگا؟

(۵)......کیا زمین بے کاشت چھوڑ دینا ٹھیک ہے؟

(۶)......کاشت کرنا شئے مرہونہ کی حفاظت و دیکھ بھال تصور ہوگی؟

(۷)......شے مرہونہ بطور امانت ہے یا ضمانت؟ قرضہ واپس نہ ملنے کی صورت میں اسے بیچ کر قرضہ وصول کیا جا سکتا ہے؟

(۸)......بخاری اور ترمذی شریف میں جو حدیثیں ہیں انتفاع بالرہن والی وہ صحیح ہیں تو یہ حدیثیں جانور پر بند ہیں یا عام ہیں؟

(۹)......اصل زر کے علاوہ خرچہ کے بدلے اگر نفع جانور پر جائز ہے تو کیا اصول نہیں ہے؟ خرچہ تو زمین کاشت پر ہوتا ہے اور نفع ضروری نہیں کہ ہوگا؟

(۱۰)......مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے ایک صحابی کو قرضہ ادا کیا اور کچھ زیادہ دیا تو کیا وہ سود تھا؟ [1]

(۱۱)......یہ کاروبار کی ایک شکل ہے ایک آدمی کاشت جیسا مشکل کام نہیں کر سکتا وہ زمین پر قرضہ لے کر دوسرا کاروبار کر رہا ہے جو زمین سے زیادہ نفع بخش ہے اور دوسرا آدمی کاروبار کے مکروفریب سے واقف نہیں وہ کاشت کاری کرتا ہے۔

نوٹ:......گزارش ہے کہ ہر شے کو آپ الگ الگ لکھیں اور آخر میں سود کی جامع تعریف لکھیں۔ شکریہ

(ب) ٹھیکہ یا کرایہ پر زمین دینے کی تو بخاری میں رافع بن خدیج والی حدیث سے نفی ہے آپ نے جائز کیسے لکھ دیا۔ بحوالہ مختصر بخاری [بخاری/کتاب المزارعة/باب ماکان اصحاب النبیّ یواسی بعضهم بعضاً فی الزراعة والثّمر] حدیث:۱۰۸۴۔ کرایہ۔ کے متعلق علامہ یوسف القرضاوی کی کتاب ''حلال وحرام'' کی فوٹو کاپی ملاحظہ فرمالیں۔

نوٹ:......اختلافی مسائل میں حلال اور حرام لکھ دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا زیادہ سے زیادہ وہ ترجیح والی بات کہہ سکتا ہے۔ ایک مسلک کے دو عالم ایک حرام کہے دوسرا حلال تو عوام کیا کریں؟

(صوبیدار محمد رشید، تحصیل وضلع قصور)

ج:......مرہونہ زمین سے فائدہ اُٹھانا درست ہے بشرطیکہ سود و حرام نہ بنے۔ کرایہ پر زمین لینا دینا درست ہے بشرطیکہ کرایہ کی ناجائز و حرام صورت نہ ہو۔

---

[1] ابو داؤد/کتاب البیوع/باب فی حسن القضاء

(۱)......زمین رہن رکھی جاسکتی ہے اگر حرام اور سود کے زمرہ میں شامل نہ ہو۔

(۲)......مرہونہ زمین مرتہن کے پاس رہے گی اس کا مالک راہن ہی ہوگا۔

(۳)......مرتہن کاشت کرے اور رائج الوقت ٹھیکہ یا بٹائی مالک راہن کو نہ دے تو مالک راہن کا نقصان ہوگا اور مرتہن سود خور بنے گا۔

(۴)......اگر کاشت نہ کرے تو زمین خراب ہونے کا اندیشہ ہے پھر مالک راہن اپنی زمین کی آمدنی سے بھی محروم ہوگا۔

(۵)......زمین کو بے کاشت کیے چھوڑ دینا زمین کی آمدنی سے محرومی کے ساتھ ساتھ زمین کو خراب کرنے کا اندیشہ ہے۔

(۶)......حفاظت سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟ بتانے پر ہی جواب دیا جاسکتا ہے۔

(۷)......امانت ہے۔ مالک راہن کی اجازت ہوتو فروخت کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔

(۸)......سواری اور دودھ والے جانور پر بند ہیں۔

(۹)...... یہ بات بے بنیاد ہے کیونکہ مرتہن مرہونہ زمین کو ٹھیکہ یا بٹائی پر دے تو مرتہن کا خرچہ نہیں ہوگا جبکہ ٹھیکہ یا بٹائی والی آمدنی اسے ملے گی جو مالک راہن کو نہ دینے کی صورت میں سود بنے گی۔

(۱۰)......نہیں! یہ سود نہیں تھا۔

(۱۱)......کاروبار کریں البتہ خیال رکھیں کہ یہ کاروبار شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز وحلال ہے تو وہ کاروبار کرلیں اگر وہ حرام اور ناجائز ہے تو وہ کاروبار نہ کریں۔ کسی شے کا کاروبار ہونا یا مشکل کاروبار ہونا اس کے جائز و حلال ہونے کی دلیل نہیں۔

(ب) زمین ٹھیکہ یا بٹائی پر لینا دینا درست ہے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کرائے کی ایک مخصوص صورت سے منع کیا گیا ہے وہ صورت یہ ہے کہ سفیدہ زمین کاشت کرنے سے قبل قطعوں میں تقسیم کرلی جائے کچھ قطعے مالک کے اور کچھ قطعے مزارع کے۔ بعد میں بیج ڈالا جائے کبھی مزارع کے کیاروں میں فصل نہ ہوتی کبھی مالک کے کیاروں میں کچھ نہ ہوتا اس خاص صورت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری [1] کی احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

نوٹ:......اختلافی مسائل میں حلال وحرام لکھ دینا مناسب ہے بشرطیکہ کتاب وسنت میں حلال یا حرام کہا گیا

[1] بخاری/کتاب الحرث والمزارعة /باب ما یکره من الشروط فی المزارعة۔ مسلم/ کتاب البیوع/باب کراء الارض بالذهب والورق۔

ہو۔ اگر کتاب وسنت میں حلال یا حرام نہیں کہا گیا تو پھر درست نہیں خواہ مسئلہ اتفاقی ہی کیوں نہ ہو۔ واللہ اعلم

۱۴۲۳/۹/۶ھ

س:......بہتر ہوتا کہ آپ پہلے سود کی تاریخ (Back Ground) لکھتے پھر سود کی صحیح تعریف لکھتے پھر اس کو سود گردانتے، تو بہتر ہوتا۔

کرایہ یا ٹھیکہ پر زمین لینا دینا درست نہیں مندرجہ ذیل ملاحظہ فرمائیں: (مختصر صحیح البخاری مترجم، دوسرا ایڈیشن جولائی ۲۰۰۰ء، ابن ابراہیم ص:۳۷۸، حدیث:۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶۔ اس میں صاف لکھا ہے: ((نهى النبي ﷺ عَنْ كِراءِ الْمَزَارِعِ فترك كراء الارض)) [نبی ﷺ نے کھیتوں کو کرایہ پر دینے سے منع کیا ہے] انہوں نے کھیت کرایہ پر دینا چھوڑ دیا۔ (صحیح بخاری / کتاب المزارعۃ) اس پر مزید دیکھیں: (تفہیم القرآن، جلد اوّل، ص:۲۱۰، ۲۱۲۔ صاف کرایہ کی نفی ہے۔) مزید دیکھیں: اسلام میں حلال وحرام از یوسف القرضاوی ص:۳۴۴ تا ۳۴۶ پر لکھتے ہیں ''اس کے برخلاف ایک فریق کے حصے کا تعین کرنا کہ وہ قطعی فائدے میں رہے اور دوسرے کو غیر یقینی صورت کے حوالے کرنا کہ اس کے حصے میں شاید پسینہ بہانے کے سوا کچھ نہ آئے یہ صورت سود اور جوئے کے کس قدر مشابہ ہے۔ اور ایسا ہوتا ہے۔ سود کی تعریف:...... طے شدہ رقم پر طے شدہ مدت پر طے شدہ اضافہ سود ہے۔ از مودودیؒ

سود کی تعریف: ...... جاہلی دَور کا سود یوں تھا کہ طے شدہ مدت کے لیے دس دینار قرض دیتا اور وصولی پندرہ کی کرتا۔ منہاج المسلم از ابوبکر جابر۔ اس کتاب کے ص:۵۷۲ پر لکھتے ہیں کہ راہن کے مفلس یا فوت ہو جانے پر قرض مطالبہ کرنے پر نہ ملے تو مرہونہ شے بیچ کر اپنا قرضہ پورا کیا جائے۔ تو اگر بقول آپ شے مرہونہ امانت ہے تو اس میں تصرف جائز نہیں یہاں تو فروخت کیا جا رہا ہے چلیں آپ کہیں نہ ایسی صورت میں کیا ہوگا؟

(۲)...... یہ صحیح ہے اصل ملکیت راہن کی رہے گی اگر وہ مقررہ میعاد تک قرضہ واپس کر دے ورنہ تو فروخت کا حکم ہے (مثلاً ایک شخص بندوق رہن رکھ کر قرض لیتا ہے اس کی قیمت کے برابر اب وہ چار سال بعد بھی قرضہ واپس نہ کرے اور کہے کہ وہ بندوق رکھو اور اس کی قیمت کم ہو قرضہ سے تو کیا ہوگا) میں نے عرض کیا کہ اب یہ کاروبار کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اور ایسا ہو رہا ہے۔

(۳)...... ٹھیکہ یا کرایہ غلط لکھا جا چکا ہے۔ جب آپ نے سود کی تعریف ہی نہیں لکھی تو اسے سود لکھنا چہ معنی دارد۔

[1] بخاری / کتاب الزارعة / باب ما کان من اصحاب النبی ﷺ یواسی بعضهم بعضاً فی الزارعة والثمرة۔

(۴)......اگر فریقین کو نفع کی بجائے نقصان ہو تو وہ یہ (Risk) کیوں لیں گے۔ رہن پر قبضہ مرتہن کا ہے مالک اصل اُس سے فائدہ کیسے اُٹھائے گا؟

(۵)......تو پھر لازم ہے کہ وہ کاشت ہو اور یہ مرتہن ہی کرے گا۔

نوٹ:......میرا تجربہ ہے کہ کاشت میں نقصان ہوتا رہتا ہے، اور کبھی اس پر کیا خرچہ بمشکل پورا ہوتا ہے اور کبھی فائدہ بھی ہو جاتا ہے۔

(۶)......حفاظت سے مراد کاشت کرنا ہی ہے اگر کاشت نہ کی جائے تو زمین بنجر وغیرہ ہو جائے گی اور اس کی قدر کم ہوتی رہے گی۔

(۷)......امانت نہیں ضمانت ہے۔ امانت کا قانون اور ہے ضمانت کا قانون اور ہے۔ اس پر مزید غور فرمائیں۔

(۸)......اپنی کتاب میں انتفاع بالرہن والی حدیثیں عام لکھ چکے ہیں اب اسے جانور پر بند کر رہے ہیں۔ بند کرنے کی کوئی دلیل اس کی ناسخ کیا ہے۔ اپنی کتاب کا ص:۳۶۳ ملاحظہ فرمائیں ایک سوال کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ سواری اور لویری پر خرچہ کے عوض نفع تو نص میں جائز ہے اس کے علاوہ اشیاء مرہونہ سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے زمین بھی اس میں شامل ہے بشرطیکہ وہ سود نہ ہو۔ دیکھیں جب اصل زر سے علاوہ خرچہ کے عوض نفع جائز ہے، جانور سے تو یہ قانون زمین پر کیوں نہیں لگتا۔ کیا زمین خود بخود دانے اُگلتی ہے۔ زمین پر جتائی، بیج، کھاد، دوا، پانی، مالیہ وغیرہ خرچہ آتا ہے اور نفع کبھی ہوتا ہے کبھی نقصان اور کبھی برابر۔

(۹)......ہاں ٹھیک ہے رہن لے کر کرایہ یا ٹھیکہ پر دینا سود ہوگا کیونکہ اس پر مرتہن کا خرچہ نہیں ہوا۔

(۱۰)......ٹھیک ہے یہ سود نہیں تھا مگر اس سے یہ تو نکلتا ہے مرتہن کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے۔ دیکھیں ایک پیداواری قرضہ ہے ایک غیر پیداواری ہے۔ آپ ﷺ نے ترغیب دلائی کہ قرض خواہ کو کچھ زیادہ دیا کرو از خود یہ حکم نہیں۔

(۱۱)......میرے علم میں اس وقت کوئی کاروبار (Fair) نہیں ہے۔ جھوٹ، فریب، ملاوٹ، بے ایمانی عام ہے یہ میرا تجربہ ہے۔

نوٹ:......ایک المیہ ہے کہ ایک ہی لائن کے مختلف عالم ایک ہی مسئلے کو کوئی جائز کہتا ہے کوئی ناجائز کوئی حلال کوئی حرام، ایسی صورت میں کیا کیا جائے کس کی مانی جائے مثلاً میرے سامنے آپ کی احکام ومسائل اور مبشر احمد ربانی کی کتابیں موجود ہیں۔ آپ لکھتے ہیں: عورت کی امامت صحیح نہیں، بچے کے کان میں اذان ثابت ہے، جبکہ ربانی

صاحب لکھتے ہیں: عورت کی امامت ثابت ہے اذان ثابت نہیں۔ اب بتائیں کہ عوام الناس کدھر جائے؟ کیا ایسا ممکن نہیں کہ کم از کم اہل حدیث تو ایک بورڈ یا کمیٹی بنائیں جو ایسے جواب دے متفقہ۔ رہن سے نفع کی ایک نقل آپ کو ارسال کر رہا ہوں اور وہ آپ کے شاگرد کی تحریر ہے میری مراد کج بحثی نہیں ہے میں شرح صدر چاہتا ہوں۔

نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں
فقیہ مصلحت بین سے وہ رند بادہ خوار اچھا

(صوبیدار محمد رشید، قصور)

﴿ فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ﴾ [البقرۃ، آیت ۲۸۲]

''پس گروی چیز قبضہ میں رکھی جائے گی۔''

((الحدیث: باب الرھن مرکوب و محلوب:...... عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظھر یرکب بنفقته اذا کان مرھونا ولبن الدر یشرب بنفقته اذا کان مرھونا وعلی الذی یرکب ویشرب النفقة)) [بخاری / کتاب الرھن / باب الرھن مرکوب و محلوب]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سواری پر سوار ہوا جائے گا بوجہ اس کے خرچہ کے جب وہ سواری گروی رکھی جائے گی اور بکری کا دودھ پیا جائے گا اس کے خرچہ کی وجہ سے جب کہ وہ حیوان گروی رکھا جائے گا اور وہ شخص جو سواری کرے گا اور دودھ پیے گا خرچے کا ذمہ دار ہوگا۔ باب کا ترجمہ یہ ہے کہ باب ہے کہ گروی چیز پر سواری کی جائے گی اور دودھ پیا جائے گا۔''

مذکورہ حدیث کی تشریح:

((ای کائنا من کان ، ھذا ظاھر الحدیث: وفیه حجة لمن قال یجوز للمرتھن الانتفاع بالرھن اذا قام بمصلحته ولو لم یاذن له المالك و طائفة قالوا ینتفع المرتھن من الرھن بالرکوب والحلب بقدرالنفقة ولا ینتفع بغیرھما لمفھوم الحدیث وأما دعوی الاجمال فیه فقد دل بمنطوقه علی اباحة الانتفاع فی مقابلة الانفاق وھذا یختص بالمرتھن لأن الحدیث وان کان مجملا لکنه یختص بالمرتھن لأن انتفاع الراھن بالمرھون لکونه مالك رقبته لا لکونه منتفقا علیه

بخلاف لمرتهن كما يجوز للمرأة اخذ مؤونتها من مال زوجها عند امتناعه بغير اذنه والنيابة عنه في الانفاق عليها۔)) [بخاری / کتاب الرھن / باب الرھن مرکوب و محلوب مع فتح الباری جلد:۵، ص:۱۴۳۔۱۴۴ مطبوعة دار المعرفة بیروت ، لبنان]

''ترجمہ: یعنی گروی چیز جو بھی ہو یہ حدیث کا واضح مفہوم ہے۔ اور اسی حدیث میں اس شخص کی دلیل موجود ہے جس نے یہ کہا کہ گروی لینے والے کے لیے گروی چیز سے نفع لینا جائز ہے جبکہ وہ اس کی مصلحت کا خیال رکھے اگرچہ مالک اس کے لیے اجازت نہ بھی دے۔ اور ایک گروہ کا خیال ہے کہ گروی لینے والا گروی چیز سے خرچہ کے مطابق سوار ہونے کا اور دودھ کا نفع اُٹھا سکتا ہے اور ان دو چیزوں کے علاوہ کسی اور گروی چیز سے نفع نہیں اُٹھا سکے گا۔ حدیث کے مفہوم کی وجہ سے لیکن یہ دعوی اس حدیث میں اجمالی ہے۔ (یعنی بغیر دلیل کے) پس یقیناً حدیث اپنے بیان کے ذریعہ خرچہ کے مقابلے میں نفع اُٹھانے کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور یہ خاص ہے گروی لینے والے کے ساتھ۔ اور گروی لینے والے کے لیے اس گروی چیز میں حق ہے اور یقیناً اس نے اس گروی چیز کے حق کو پورا کرنے کا خیال کیا ہے گروی چیز کے بڑھنے سے اور مالک کا نائب ہونے میں اس چیز میں جو اس پر واجب ہوا اور اس گروی لینے والے کا اس گروی چیز سے پورے فائدے حاصل کرنا، ایسے ہی جائز ہے جیسے عورت کے لیے اپنی محنت کے مطابق اپنے خاوند کا مال لے سکتی ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر اس کے انکار کے وقت بوجہ عورت کے نائب ہونے کے اپنے خاوند کا اپنی ذات پر خرچہ کرنے میں۔ (یہ حدیث بخاری کی ہے جو اصل شرح فتح الباری سے نقل کی گئی ہے) (باب الانتفاع بالرھن)''

باب کا ترجمہ یہ ہے: (گروی چیز سے نفع اُٹھانے کا باب ہے) مذکورہ حدیث بخاری شریف والی امام ترمذی رحمہ اللہ اس باب کے تحت لائے ہیں۔ اس حدیث کی مزید تشریح ملاحظہ ہو:

((ففيه ما قال الحافظ ابن القيم في اعلام الموقعين ومن ذلك قال بعضهم ان الحديث الصحيح وهوقوله الرهن مركوب ومحلوب۔وعلى الذي يركب ويحلب النفقة على خلاف القياس فانه جوزلغير المالك ان يركب و يحلبها و ضمنه ذالك بالنفقة...... وكذالك فيه حق المالك وللمرتهن حق الوثيقة وقد شرع الله سبحانه الرهن مقبوضا (بيد المرتهن فاذا كان بيده فلم يركبه ولم يحلبه ذهب

نفعه باطلا وان مكن صاحبه من ركوبه خرج عن يده وتوثيقه......و يعوض عنهما بالنفقة وله فيه حق فله ان يرجع ببدله ومنفعة الركوب والحلب يصح ان يكونا بدلا فاخذها خير من ان تهدد على صاحبها باطلا ويلزم بعض ما انفق المرتهن...... فالحاصل ان حديث الباب صحيح محكم ليس بمنسوخ ولا يرده اصل من اصول الشريعة ولا اثر من الآثار الثابتة وهو دليل صريح في جواز الركوب على الدابة المرهونة بنفقتها وشرب لبن الدر المرهونة بنفقتها)) [جامع الترمذی مع تحفة الاحوذی جلد: ۲،ص: ۲٤٦، ۲٤٧ مطبوعة دهلی]

عربی عبارت کا ترجمہ: ''پس اس حدیث میں دلیل ہے جو حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں فرمایا اور اسی وجہ سے ان کے بعض نے فرمایا ہے یقیناً حدیث صحیح ہے اور وہ نبی ﷺ کا فرمان ہے گروی چیز پر سوار ہوا جائے گا اور دودھ دوھا جائے گا اور خرچہ اس شخص پر ہوگا وہ جو سوار ہوگا۔ خلاف عقل ہے پس یقیناً اس حدیث نے غیر مالک کے لیے سواری کرنا اور دوھنا جائز قرار دیا ہے۔ بوجہ خرچہ کرنے کے اور ایسے مالک کا حق ہے اور گروی لینے والے کے لیے قبضہ کا حق ہے اور یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مشروع قرار دیا ہے، گروی چیز کا قبضہ مرتہن کے ہاتھ ہی ہے۔ پس جب قبضہ اس کے ہاتھ میں تو اس پر سوار نہ ہو اور اس کو دوھے نہ تو اس کا نفع باطل گیا اور اگر وہ اس کے مالک کو اختیار دے تو اس کے قبضہ سے خارج ہو جائے گی اور ان دونوں چیزوں کا نفع اُٹھانا خرچ کا بدل دیا جاتا ہے۔ اور مرتہن کے لیے اس میں حق ہے لوٹنے کا اس کے بدل کے ساتھ اور نفع سوار ہونے کا اور دوھنے کا صحیح ہوتا ہے، دونا دنوں کا بدل، پس لینا نفع اس کا بہتر ہے اس بات سے کہ رائیگاں کرنا باطل ہے اس منفعت کے مالک پر اور لازم ہے کہ بدل دے دیا جائے گا جو خرچہ کیا گروی لینے والے نے۔ پس ماحاصل یعنی تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ باب کی حدیث صحیح محکم ہے منسوخ نہیں ہے اور نہ ہی رد کرنا اس حدیث کو کوئی اصل شریعت کے اصولوں سے اور نہ ہی اثر ثابت شدہ آثار سے اور وہ حدیث دلیل صریح ہے گروی شدہ جانور ہو سوار ہونے کی جواز کی اور جانور گروی شدہ دودھ پینے کے جواز کی۔ (جامع الترمذی بمعہ تحفۃ الاحوذی)

((عَن سعيد بن المسيب ان رسول الله ﷺ قال لا يغلق الرهن)) [مؤطا امام مالك ص: ٥٣٥۔ ٥٣٧۔ مطبوعة نور احمد اصح المطابع آرام باغ، كراچی]

''حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ گروی چیز کو روکا نہیں جائے گا۔''

مذکورہ حدیث کے مطابق چیز کا گروی لینے والا گروی شدہ چیز کا مالک نہیں بنے گا خواہ وہ شرط کیوں نہ لگا لے گروی شدہ چیز مالک ہی کی ہوگی۔ مرتہن مالک نہیں بنے گا جیسے کہ جاہلیت کا دستور تھا کہ رقم نہ ملنے پر اس کے عوض مالک بن جانا یہ جائز نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں کہ گروی چیز سے نفع اُٹھانا بالکل درست اور جائز ہے۔ موجودہ دور میں اگر زمین وغیرہ گروی لینا ہے تو خرچہ کر کے کاشت کرلے اور اس سے نفع ہو جائے یعنی خرچہ نکال کر پرافٹ آئے تو شریعت کی رو سے وہ پرافٹ جائز اور صحیح ہے کیونکہ یہ پرافٹ بوجہ خرچہ کے ہے نہ کہ رقم کی وجہ سے ہاں البتہ اگر کوئی زمین گروی لے کر ٹھیکہ پر دے دے تو یہ منع ہوگا اس لیے کہ اس نے خرچ نہیں کیا۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

الراقم رحمت الله راشد غفره الله الواحد مدرس جامعة محمدية اوكاڑه

٭:......صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے: ((عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ)) [1] الحدیث۔ [''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے کے بدلے میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے، گندم گندم کے بدلے میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے جو جو کے بدلے میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے اور کھجور کھجور کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔''] نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے: ((عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ: "جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم : مِنْ أَيْنَ هٰذَا؟ قَالَ: كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ۔ فَقَالَ: أَوَّه عَيْنُ الرِّبَا ، عَيْنُ الرِّبَا......)) [2] الحدیث۔ [''ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس برنی کھجوریں لایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کہاں سے لایا ہے؟ اس نے کہا: ہمارے پاس کچھ ردی قسم کی کھجوریں تھیں میں نے دو صاع دے کر ایک صاع یہ کھجوریں لی ہیں۔ فرمایا: آہ یہ تو عین سود ہے، عین سود ہے۔ ایسا نہ کر بلکہ اگر تو خریدنا چاہتا ہے کھجوروں کو ایک دوسری بیع کے ساتھ فروخت کر پھر اس کے ساتھ خرید۔''] یہ دونوں حدیثیں آپ مشکاۃ / کتاب البیوع / باب الربا میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

ان دونوں حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص صورتوں کو ربا و سود گردانا ہے جبکہ اس سے پہلے نہ

[1] بخاری / کتاب البیوع / باب بیع الشعیر بالشعیر۔ مسلم / کتاب البیوع / باب الربا۔

آپ ﷺ نے سود کی تاریخ بیان فرمائی اور نہ ہی آپ ﷺ نے ربا وسود کی تعریف ذکر فرمائی۔ اب اگر کوئی دانشور صاحب فرمائیں ''بہتر ہوتا کہ آپ ﷺ پہلے سود کی تاریخ بیان کرتے پھر سود کی صحیح تعریف واضح کرتے پھر ان مخصوص صورتوں کو ربا وسود گردانتے تو بہتر ہوتا'' تو فرمایئے ان دانشوروں کی بات درست ہے یا ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ الآیۃ یہ اور ﴿ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ ﴾ کو اپنانا حق ہے؟ پھر یہ چیز بھی ملحوظ رکھیں کہ قرآن مجید میں صلاۃ، زکوٰۃ، صیام، حج، عمرہ، زنا، ربا سود، سرقہ، قصاص اور ردہ وارتداد وغیرہ کے احکام موجود ہیں حالانکہ ان چیزوں کی تاریخ وتعریف قرآن مجید میں نہیں۔ آیا یہ بھی بہتر ہے یا نہیں؟

(۱)...... آپ نے پہلے مکتوب میں سوال کیا ''کرایہ پر زمین دینا کیسا ہے؟ اس فقیر الی اللہ الغنی نے جواب دیا ''کرایہ پر زمین لینا دینا درست ہے بشرطیکہ کرایہ کی ناجائز وحرام صورت نہ ہو۔'' جس کا صاف صاف مطلب ہے زمین کے کرایہ کی کوئی صورت ناجائز اور حرام بھی ہے۔ پھر آپ کے پہلے مکتوب میں پیش کردہ سوال ''ٹھیکہ یا کرایہ پر زمین تو بخاری میں رافع بن خدیج والی حدیث میں نفی ہے، آپ نے جائز کیسے لکھ دیا'' کے جواب میں اس فقیر الی اللہ الغنی نے لکھا: ''زمین ٹھیکہ یا بٹائی پر لینا دینا درست ہے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کرائے کی ایک مخصوص صورت سے منع کیا گیا ہے وہ صورت یہ ہے کہ سفیدہ زمین کاشت کرنے سے قبل قطعوں میں تقسیم کرلی جائے کچھ قطعے مالک کے اور کچھ قطعے مزارع کے، بعد میں بیج ڈالا جائے کبھی مزارع کے کیاروں میں فصل نہ ہوتی کبھی مالک کے کیاروں میں کچھ نہ ہوتا، اس خاص صورت میں رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے چنانچہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی احادیث سے واضح ہوتا ہے۔'' یہ دونوں چیزیں پڑھنے کے بعد آپ اپنے دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں: ''کرایہ یا ٹھیکہ پر زمین لینا دینا درست نہیں مندرجہ ذیل ملاحظہ فرمائیں.......... اس میں صاف لکھا: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كِرَاءِ (الْأَرْضِ)......الخ))

''تو محترم پہلے لکھ چکا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے کراء الأرض کی ایک مخصوص صورت سے منع فرمایا ہے جس صورت کی نشاندہی بھی پہلے کر چکا ہوں تو ان نہی والی روایات میں ایک مخصوص صورت سے نہی مراد ہے ہر قسم کے کراء الارض سے نہی مراد نہیں۔ دیکھئے بٹائی کی صورت میں کراء الارض درست وجائز ہے اگر نہی والی حدیث میں کراء الارض کی ہر قسم سے نہی مراد ہو تو بٹائی والی صورت بھی ناجائز اور حرام ٹھہرے گی۔

اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے قرآن مجید میں تین جگہ دم وخون کی حرمت کا ذکر ہے، ساتھ مسفوح کی قید نہیں اور ایک جگہ دم وخون کے ساتھ مسفوح کی قید آئی ہے تو اب باقی تین جگہوں میں دم مسفوح مراد ہوگا نہ کہ عام وہر قسم کا دم وخون۔ اگر کوئی شخص تین جگہوں میں مذکور دم وخون کو لے کر کہنا شروع کر دے کہ ہر قسم کا خون حرام ہے خواہ

مسفوح ہوخواہ غیر مسفوح اور ایک جگہ دم وخون کے ساتھ مسفوح والی قید کونظر انداز کردے تو آپ فرمائیں یہ کج بحثی ہوگی یا شرح صدر چاہنے والی بات۔ بالکل اسی طرح کراء الارض والا معاملہ ہے کسی حدیث میں عام کراء الارض سے نہی وارد ہوئی ہے اور کسی حدیث میں کراء الارض کی خاص صورت سے نہی وارد ہوئی ہے اور عام سے خاص مراد ہے اب کوئی اگر عام حدیث کو لے کر کراء الارض کی ہر قسم وصورت کوممنوع قرار دیتا ہے تو وہ عام دم وخون کے ممنوع کرنے والی آیات کو لے کر ہر قسم کے دم وخون مسفوح وغیر مسفوح کوحرام قرار دینے والے کی طرح ہے۔ دونوں کا حال اس معاملہ میں یکساں ہے۔اب آپ ہی فیصلہ فرمالیں کہ یہ کج بحثی ہے یا شرح صدر چاہنے والا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک کوشرح صدر سے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور کج بحثی سے بچائے۔آمین یارب العالمین

آپ نقل کرتے ہیں:''ایک فریق کے حصے کی تعیین کرنا کہ وہ قطعی فائدے میں رہے اور دوسرے کوغیر یقینی صورت کے حوالے کرنا کہ اس کے حصے میں شاید پسینہ بہانے کے سوا کچھ نہ آئے یہ صورت سود اور جوئے کے کس قدر مشابہ ہے اور ایسا ہوتا ہے۔'' یہ دلیل کئی وجہ سے نادرست ہے۔

اولاً اس لیے کہ یہ نص کے مقابلہ میں تعلیل ہے۔صحیح بخاری میں ہے:

((حدثنا سليمان ابن حرب ثنا حماد عن أيوب عن نافع أن ابن عمر كان يكرى مزارعه على عهد النبى ﷺ و أبى بكر ، و عمر ، وعثمان ، و صدرا من إمارة معاوية ، ثم حدث عن رافع بن خديج أن النبى ﷺ نهى عن كراء المزارع ، فذهب ابن عمر الى رافع ، وذهبت معه ، فسأله ، فقال: نهى النبى ﷺ عن كراء المزارع فقال ابن عمر: قد علمت أنا كنا نكرى مزارعنا على عهد رسول الله ﷺ بما على الاربعاء و شيء من التبن. حدثنا يحيىٰ بن بكير ثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب قال اخبرنى سالم ان عبدالله بن عمر قال: كنت اعلم فى عهد رسول الله ﷺ أن الأرض تكرى ، ثم خشى عبدالله أن يكون النبى ﷺ قد أُحدث فى ذلك شيئا لم يكن علمه ، فترك كراء الارض۔ باب كراء الارض بالذهب والفضة، وقال ابن عباس: إِن أمثل ما أنتم صانعون أن تستأجروا الارض البيضاء من السنة الى السنة۔ حدثنا عمرو بن خالد ثنا الليث عن ربيعة بن أبى عبدالرحمن عن حنظلة بن قيس عن رافع بن خديج حدثنى عماى أنهم كانوا يكرون الارض على عهد رسول الله ﷺ

بما ینبت علی الاربعا أو بشیء یستثنیه صاحب الارض فنهانا النبی ﷺ عن ذلك، فقلت لرافع : فكیف هی بالدینار والدرهم؟ فقال رافع: لیس بها بأس بالدینار والدرهم)) [1] (۱/۳۱۵)

[''ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے کھیتوں کو نبی اکرم ﷺ ، ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عہد خلافت میں کرایہ پر دیتے تھے۔ پھر رافع بن خدیج کے واسطے سے بیان کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے کھیتوں کو کرایہ پر دینے سے منع کیا تھا (یہ سن کر) ابن عمر رضی اللہ عنہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس گئے ۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے کھیتوں کو کرایہ پر دینے سے منع کیا۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں ہم اپنے کھیتوں کو اس پیداوار کے بدل جو نالیوں پر ہو اور تھوڑی گھاس کے بدل دیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مجھے معلوم تھا کہ زمین کو بٹائی پر دیا جاتا تھا، پھر انہیں ڈر ہوا کہ ممکن ہے نبی کریم ﷺ نے اس سلسلے میں کوئی نئی ہدایت فرمائی ہو جس کا علم انہیں نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے (احتیاطاً) زمین کو بٹائی پر دینا چھوڑ دیا۔ نقدی لگان پر سونے چاندی کے بدل زمین دینا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بہتر کام جو تم کرنا چاہو یہ ہے کہ اپنی زمین کو ایک سال سے دوسرے سال تک کرایہ پر دو۔

رافع بن خدیج نے بیان کیا کہ میرے دونوں چچا نے بیان کیا کہ وہ لوگ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں زمین کو بٹائی پر نہر (کے قریب کی پیدوار) کی شرط پر دیا کرتے تھے یا کوئی بھی ایسا خطہ ہوتا جسے مالک زمین (اپنے لیے) چھانٹ لیتا اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔ حنظلہ نے کہا کہ اس پر میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے پوچھا اگر درہم و دینار کے بدلے یہ معاملہ کیا جائے تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر دینار و درہم کے بدلے میں ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔]

تو ان احادیث سے ثابت ہوا کہ کراء الارض بصورتِ ٹھیکہ ممنوع نہیں رسول اللہ ﷺ نے صرف کراء الارض بما ینبت علی الاربعاء و بما یستثنیه صاحب الأرض وغیرہ والی مخصوص صورتوں سے منع

[1] صحیح بخاری/کتاب الحرث والمزارعة

فرمایا ہے۔نیز صحیح مسلم میں ہے:

((حدثنا يحيى بن يحيى قال: قرأت على مالك عن ربيعة بن أبي عبدالرحمن عن حنظلة بن قيس أنه سأل رافع بن خديج عن كراء الارض ، فقال: نهى رسول الله ﷺ عن كراء الارض۔ قال فقلت: بالذهب والورق؟ فقال: أما بالذهب والورق فلا بأس به۔ حدثنا اسحاق قال: أنا عيسى بن يونس قال: ناالأوزاعى عن ربيعة بن ابى عبدالرحمن قال حدثنى حنظلة بن قيس الانصارى قال سالت رافع بن خديج عن كراء الارض بالذهب والورق؟ فقال: لا بأس به انما كان الناس يواجرون على عهد رسول الله ﷺ على الماذيانات، وأقبال الجداول ، وأشياء من الزرع ، فيهلك هذا ، ويسلم هذا ، ويسلم هذا ويهلك هذا فلم يكن للناس كراء الا هذا ، فلذك زجرعنه ، فأما شيء معلوم مضمون فلا بأس به حدثنا عمروالناقد قال: ناسفيان بن عيينة عن يحيى وهو ابن سعيد عن حنظلة الزرقى أنه سمع رافع بن خديج يقول: كنا أكثر الأنصار حقلا قال: كنا نكرى الأرض على أن لنا هذه ، ولهم هذه ، فربما أخرجت هذه ولم تخرج هذه فنهانا عن ذلك ، وأما الورق فلم ينهنا)) [1] (۱۳/۲)

[''حنظلہ بن قیس نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے پوچھا زمین کو کرایہ پر چلانا کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: منع کیا رسول اللہ ﷺ نے زمین کو کرایہ پر دینے سے۔ میں نے کہا: کیا چاندی اور سونے کے عوض میں بھی کرایہ دینا منع ہے؟ انہوں نے کہا: چاندی اور سونے کے بدل تو قباحت نہیں۔

حنظلہ بن قیس انصاری نے کہا میں نے رافع بن خدیج سے پوچھا زمین کو کرایہ پر دینا سونے اور چاندی کے بدلے کیسا ہے؟ انہوں نے کہا اس میں کوئی قباحت نہیں۔لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہر کے کناروں پر اور نالیوں کے سروں پر جو پیداوار پر زمین کرایہ پر چلاتے تو بعض وقت ایک چیز تلف ہو جاتی، دوسری بچ جاتی اور کبھی یہ تلف ہوتی اور وہ بچ جاتی۔ پھر بعضوں کو کچھ کرایہ نہیں ملتا مگر وہی جو بچ رہتا، اس لیے آپ نے منع فرمایا اس سے۔لیکن اگر کرایہ کے بدل کوئی معین چیز (روپیہ وغیرہ) جس کی

[1] صحیح مسلم/كتاب البيوع/باب كراء الارض۔

ذمہ داری ہو سکے مقرر ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

حنظلہ زرقی سے روایت ہے انہوں نے سنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے وہ کہتے تھے تمام انصار میں ہمارے ہاں کھیت زیادہ تھے، ہم زمین کو کرایہ پر دیتے یہ کہہ کر کہ یہاں کی پیداوار ہم لیں گے اور تم وہاں کی لینا، پھر کبھی یہاں اُگتا وہاں نہ اُگتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہم کو اس سے لیکن چاندی کے بدل کرایہ پر دینا تو اس سے منع نہیں کیا۔''[

تو ان احادیث میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بصراحت فرمایا ہے: ((فیهلك هذا ویسلم هذا...... فلم یكن للناس كراء الا هذا فلذلك زجر عنه)) کراء الارض کی صرف ایک ہی صورت لوگوں میں رائج تھی وہ **یهلك هذا و یسلم هذا** والی اور اس ایک ہی صورت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ٹھیکہ والی صورت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی تصریح کہ ٹھیکہ والی صورت میں کوئی حرج و گناہ نہیں نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ ان کی حدیث " نهی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عن كراء الارض " صرف "یهلك هذا و یسلم هذا" والی صورت کو متناول ہے اس کے علاوہ ٹھیکہ وغیرہ والی صورت کو متناول نہیں۔

ثانیاً اس لیے اس تعلیل کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ٹھیکہ والا مال ٹھیکہ پر لی ہوئی زمین سے پیدا شدہ اناج کے معاوضہ میں ہے حالانکہ واقع میں اس طرح نہیں ٹھیکہ والا مال زمین کے مالک کے اپنی زمین کو کچھ عرصہ کے لیے زراعت و کاشت کی خاطر ٹھیکیدار کے حوالے کرنے کے عوض میں ہے آگے وہ اس زمین کو کاشت کرے خواہ نہ کرے کاشت کرنے کی صورت میں اناج پیدا ہو خواہ نہ ہو چنانچہ لفظ '' کراء الارض '' اس پر دلالت کر رہا ہے '' کراء ما تخرجه الأرض '' تو کوئی بھی نہیں کہتا۔

ثالثاً اس تعلیل کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو لازم آجائے گا کہ بیع و شراء اور تجارت بھی حرام اور ناجائز ہو کیونکہ فریق بائع نے تو مشتری سے معین مال بطورِ قیمت وصول کر لیا اور قطعی فائدے میں رہا اور مشتری کو مال مبیع دے کر غیر یقینی صورت کے حوالے کر دیا اس کے حصے میں شاید پسینہ بہانے کے سوا کچھ نہ آئے یہ صورت سود اور جوئے کے کس قدر مشابہ ہے کیونکہ مشتری نے مال اپنے ٹھکانے پر پہنچانے کی مشقت و اُجرت برداشت کی ادھر مال قدرتی آفات سے ہلاک ہو گیا اور ایسا ہوتا ہے تو فرمایئے اس تعلیل کی بنیاد پر آپ بیع و تجارت کو حرام اور ناجائز سمجھتے ہیں یا سمجھیں گے؟

جبکہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں: ﴿ وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ ﴾

جناب نے سود کی دو تعریفیں نقل فرمائی ہیں۔ ا۔ '' طے شدہ رقم پر طے شدہ مدت پر طے شدہ اضافہ سود ہے۔''

۲۔ ''جاہلی دور کا سود یوں تھا کہ طے شدہ مدت کے لیے دس دینار قرض دینا اور وصولی پندرہ کی کرنا۔'' پہلے باحوالہ لکھا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی سونے کے ساتھ اور چاندی کی چاندی کے ساتھ متفاضلا نہ نقد بنقد بیع اور ردی کھجور کے دو صاع کی برنی کھجور کے ایک صاع کے ساتھ بیع کو ربا اور سود قرار دیا ہے جبکہ یہ تینوں صورتیں آپ کی پیش کردہ دونوں تعریفوں کے مطابق ربا اور سود نہیں بنتیں تو محترم آپ ہی فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ان تینوں صورتوں کو ربا سود قرار دینا درست ہے؟ یا ان دو تعریفوں کے بموجب ان تینوں صورتوں کا ربا سود نہ ہونا درست ہے؟

آپ نے نقل فرمایا ہے: ''راہن کے مفلس یا فوت ہو جانے پر قرض مطالبہ کرنے پر نہ ملے تو مرہونہ شے بیچ کر اپنا قرضہ پورا کیا جائے۔'' یہ کوئی قرآن مجید کی آیت نہیں نہ ہی نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے۔ پھر گروی چیز کو قرض وصول نہ ہونے کی صورت میں فروخت کرنے کی اباحت راہن کی طرف سے صریح یا ضمنی اجازت پر مبنی ہے لہٰذا یہ مرہون چیز کے امانت ہونے کے منافی نہیں۔ دیکھیں آپ ہی لکھتے ہیں: ''اصل ملکیت راہن کی رہے گی...... الخ'' نیز لکھتے ہیں: ''ضمانت ہے'' تو جب مرتہن مرہون چیز کا مالک نہیں وہ چیز اس کے پاس بطورِ ضمانت ہے تو وہ اسے کیونکر بدوں اجازت راہن فروخت کر سکتا ہے۔ کوئی آیت یا سنت و حدیث پیش فرمائیں۔

(۲)......آپ نے اپنے پہلے مکتوب میں سوال فرمایا: ''اس زمین پر قبضہ کس کا ہوگا جبکہ یہ زمین رہن ہو؟'' تو اس فقیر الی اللہ الغنی نے اس کا جواب دیا: ''مرہونہ زمین مرتہن کے پاس رہے گی اس کا مالک راہن ہی ہوگا۔'' یہ جواب پڑھ کر آپ اپنے دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں: ''یہ صحیح ہے......الخ'' جب صحیح ہے تو پھر بندوق کے رہن والی بات لکھنے کی کیا ضرورت؟ وہ تو معاملہ کے بگاڑ کی ایک صورت ہے جس کا حل اسلام میں قاضی کی عدالت ہے یا پھر مقروض مفلس ہے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ ﴾ [البقرة: ۲۸۰۔ ۲۸۱] [''اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہیے اور صدقہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'']

(۳)......آپ نے اپنے پہلے مکتوب میں سوال فرمایا: ''مرتہن اگر کاشت کرلے تو راہن کا کوئی نقصان ہوگا'' تو اس فقیر الی اللہ الغنی نے اس کا جواب لکھا: ''مرتہن کاشت کرے اور رائج الوقت ٹھیکہ یا بٹائی مالک راہن کو نہ دے تو مالک راہن کا نقصان ہوگا اور مرتہن سود خور بنے گا۔'' اس پر آپ اپنے دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں: ''ٹھیکہ یا کرایہ

غلط لکھا جا چکا ہے، جب آپ نے سود کی تعریف ہی نہیں لکھی تو اسے سود لکھنا چہ معنی دارد؟'' کسی چیز کو غلط لکھنے سے وہ غلط نہیں ہو جاتی جب تک اس کے غلط ہونے کی کوئی دلیل موجود نہ ہو اور پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ زمین ٹھیکہ یا بٹائی پر دینے سے رسول اللہ ﷺ نے منع نہیں فرمایا، ہاں کراء الارض کی مخصوص صورتوں سے منع فرمایا ہے جن میں ٹھیکہ اور بٹائی شامل نہیں۔ رہی آپ کی ''چہ معنی دارد'' والی بات اس کا جواب ہے یہ کہ وہ معنی رکھتا ہے جو معنی نبی کریم ﷺ کا قول '' أوه عين الربا'' رکھتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے بھی ربا سود کی تعریف کیے بغیر عین ربا سود کا حکم لگا دیا تو کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے متعلق بھی فرمائیں گے کہ سود کی تعریف نہیں کی تو اسے سود قرار دینا چہ معنی دارد؟

پھر غور فرمائیں مرتہن نے اگر دو لاکھ راہن کو قرض دے کر زمین رہن لی تھی اور زمین کاشت کرتا رہا اس کی آمدنی اس کے پاس رہی اور راہن سے دو لاکھ بھی وصول کرنا ہیں تو یہ آپ کی نقل کردہ دونوں تعریفوں کے مطابق بھی سود ہی بنتا ہے خواہ بعض صورتوں میں ہی بنے۔

(۴)...... جناب نے پہلے اپنے مکتوب میں سوال کیا: ''اگر کاشت نہ کیا جائے تو راہن کا کوئی فائدہ ہوگا؟'' تو اس فقیر الی اللہ الغنی نے جواب میں لکھا: ''اگر کاشت نہ کرے تو زمین خراب ہونے کا اندیشہ ہے پھر مالک راہن اپنی زمین کی آمدنی سے بھی محروم ہوگا۔'' اس پر آپ اپنے دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں: ''اگر مرتہن کو نفع کی بجائے نقصان ہو تو وہ یہ (Risk) کیوں لے گا۔ رہن پر قبضہ مرتہن کا ہے مالک اصل اس سے فائدہ کیسے اُٹھائے گا؟'' تو محترم آپ کی اس عبارت کے پہلے جملہ ''اگر مرتہن کو نفع کی بجائے نقصان ہو تو وہ یہ (Risk) کیوں لے گا'' کا تو میرے جواب ''اگر کاشت نہ کرے...... الخ'' کے ساتھ کسی قسم کا کوئی ربط و تعلق نہیں پھر لطف یہ کہ اس جملہ کا آپ کے اپنے سوال ''اگر کاشت نہ کیا جائے...... الخ'' کے ساتھ بھی کسی قسم کا کوئی ربط و تعلق نہیں۔

رہی آپ کی بات ''رہن پر قبضہ مرتہن کا ہے مالک اصل اس سے فائدہ کیسے اُٹھائے گا'' تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارض خیبر نصف و نصفی بٹائی پر کاشت کی خاطر خیبر والوں کو دی تھی تو اب قبضہ خیبر والوں کا ہے اور اس سے اصل مالک حصہ لے کر فائدہ بھی اُٹھا رہے ہیں بلکہ اسی طرح اگر مرتہن قابض مرہونہ زمین کاشت کرلے اور رائج الوقت ٹھیکہ یا حصہ اصل مالک کو دے تو قبضہ مرتہن کا ہی ہوگا اور فائدہ اصل مالک راہن بھی اُٹھاتا رہے گا۔ اگر مرتہن ارض مرہونہ کاشت کرے مگر اصل مالک راہن کو ٹھیکہ یا حصہ نہ دے تو وہ سود خور بنے گا۔

(۵)...... آپ نے اپنے پہلے مکتوب میں سوال کیا ''کیا زمین بے کاشت چھوڑ دینا ٹھیک ہے؟'' اس کے

جواب میں اس فقیر الی اللہ الغنی نے لکھا: ''زمین کو بے کاشت کیے چھوڑ دینا زمین کی آمدنی سے محرومی کے ساتھ ساتھ زمین کو خراب کرنے کا اندیشہ ہے۔'' اس پر آپ اپنے دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں: ''پھر لازم ہے کہ وہ کاشت ہو اور یہ مرتہن ہی کرے گا۔'' میرے جواب سے نہ تو کاشت کیے جانے کا لازم ہونا نکلتا ہے اور نہ ہی کاشت کرنے کا مرتہن پر مقصود ہونا نکلتا ہے پھر ان دونوں چیزوں کی کتاب وسنت اور عقل میں کوئی دلیل بھی نہیں۔

(٦)...... جناب نے اپنے پہلے مکتوب میں سوال کیا ''کاشت کرنا شے مرہونہ کی حفاظت و دیکھ بھال تصور ہو گی'' اس پر اس فقیر الی اللہ الغنی نے جواب دیا ''حفاظت سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟'' بتانے پر ہی جواب دیا جا سکتا ہے۔'' اس کو پڑھ کر آپ اپنے دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں: ''حفاظت سے مراد کاشت کرنا ہی ہے اگر کاشت نہ کیا جائے تو زمین بنجر وغیرہ ہو جائے گی اور اس کی قدر کم ہوتی رہے گی'' آپ اپنے پہلے مکتوب والی عبارت ''کاشت کرنا شے مرہونہ کی حفاظت و دیکھ بھال......الخ'' میں حفاظت دیکھ بھال کی جگہ کاشت کرنا'' لکھ کر پڑھیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ آپ کا فرمانا ''حفاظت سے مراد کاشت کرنا ہی ہے'' بالکل غلط ہے کیونکہ ''کاشت کرنا شے مرہونہ کی کاشت کرنا تصور ہو گی'' عبارت بے معنی و بے مقصد ہے۔

پھر زمین کو کاشت کیے بغیر رکھنا شریعت میں کوئی ممنوع وحرام نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے:

((عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ : مَنْ كانت له أرض فليزرعها أو ليمنحها أخاه فإن أبى فليمسك أرضه))(١/٣١٥)

[''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس زمین ہو تو وہ خود بوئے ورنہ اپنے کسی (مسلمان) بھائی کو دے دے اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو اسے یوں ہی خالی چھوڑ دے۔'']

(٧)...... آپ نے اپنے پہلے مکتوب میں سوال کیا ''شی مرہونہ بطورِ امانت ہے یا ضمانت'' قرضہ واپس نہ ملنے کی صورت میں اسے بیچ کر قرضہ وصول کیا جا سکتا ہے؟'' اس کے جواب میں اس فقیر الی اللہ الغنی نے لکھا ''امانت ہے، مالک راہن کی اجازت ہو تو فروخت کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔'' اس کے بعد آپ اپنے دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں: ''امانت نہیں ضمانت ہے، امانت کا قانون اور ہے اور ضمانت کا قانون اور ہے۔'' تو محترم مؤدبانہ گزارش ہے آپ امانت اور ضمانت دونوں کے قانون جدا جدا کتاب وسنت سے بیان فرمائیں تو بات کھل جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(٨)...... بخاری اور ترمذی شریف میں جو حدیثیں ہیں انتفاع بالرہن والی وہ صحیح تو یہ حدیثیں جانور پر بند ہیں

یا عام ہیں؟'' یہ تھا جناب کا سوال جو آپ نے اپنے پہلے مکتوب میں پیش فرمایا جس کا جواب اس فقیر الی اللہ الغنی نے لکھا ''سواری اور دودھ والے جانور پر بند ہیں'' اس کے بعد آپ اپنے دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں ''اپنی کتاب میں انتفاع بالرہن والی حدیثیں عام لکھ چکے ہیں اب اسے جانور پر بند کر رہے ہیں بند کرنے کی کوئی دلیل اس کی ناسخ کیا ہے......الخ؟ آپ پر لازم تھا کہ میری کتاب سے وہ عبارت پیش کرتے جس میں انتفاع بالرہن والی حدیثوں کو عام لکھا گیا ہے صرف اتنی بات لکھی گئی ہے کہ ''سواری اور لوہری پر خرچہ کے عوض نفع تو نص میں جائز ہے ......الخ'' جو اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث میں سواری اور دودھ والے جانور پر بند ہیں لہٰذا میری کتاب سے ان حدیثوں کے سواری اور دودھ والے جانور پر بند نہ ہونے اور عام ہونے پر دلالت کرنے والی عبارت پیش کرنا ابھی تک آپ کے ذمہ ہے ہمت فرمائیں اور وہ عبارت پیش کریں کیونکہ آپ کا مقصد کج بحثی نہیں شرح صدر ہے۔ ''ناسخ کیا ہے'' والی آپ کی بات بالکل ہی بے تکی ہے۔ ذرا غور فرمائیں سمجھ آ جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

آپ لکھتے ہیں: ''جب اصل زر سے علاوہ خرچہ کے عوض نفع جائز ہے جانور سے تو یہ قانون زمین پر کیوں نہیں لگتا کیا زمین خود بخود دانے اُگلتی ہے......الخ'' جانور کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی صحیح صریح حدیث موجود ہے۔ زمین کے متعلق کوئی آیت اور حدیث موجود نہیں پھر جانور کو چارہ وغیرہ نہ ڈالا جائے، تو مر جائے گا زمین کاشت نہ کی جائے تو بھی معدوم نہیں ہوتی اور زمین کو بلا کاشت چھوڑنا ہے بھی مباح جیسا کہ بادلیل لکھا جا چکا ہے نیز مرتہن مرہونہ زمین سے کچھ خرچ کیے بغیر فائدہ اُٹھا سکتا ہے کہ کسی کو ٹھیکہ یا بٹائی پر دے دے جبکہ جانور سے چارہ ڈالے بغیر فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکتا تو ان تین وجوہ کی بناء پر جانور والا قانون زمین پر نہیں لگتا۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ زمین کو کاشت نہ بھی کیا تو اس میں گھاس بینہ وغیرہ خودرو چارے اُگ آتے ہیں جنہیں زمین والے فروخت کر دیتے ہیں اور ان پیسوں سے دانے وغیرہ بھی خریدے جا سکتے ہیں تو ایسی صورت میں زمین نے خود بخود دانے اُگل دیے۔

(۹)......آپ نے اپنے پہلے مکتوب میں لکھا: ''اصل زر کے علاوہ خرچہ کے بدلے اگر نفع جانور پر جائز ہے تو کیا اصول نہیں ہے؟ خرچہ تو زمین کاشت پر ہوتا ہے اور نفع ضروری نہیں کہ ہو گا؟'' اس فقیر الی اللہ الغنی نے اس کے جواب میں لکھا: ''یہ بات بے بنیاد ہے کیونکہ مرتہن مرہونہ زمین کو ٹھیکہ یا بٹائی پر دے تو مرتہن کا خرچہ نہیں ہو گا جبکہ ٹھیکہ یا بٹائی والی آمدنی اسے ملے گی جو مالک راہن کو نہ دینے کی صورت میں سود بنے گی۔'' اس پر آپ اپنے دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں'' ہاں ٹھیک ہے زمین لے کر کرایہ یا ٹھیکہ پر دینا سود ہو گا کیونکہ اس پر مرتہن کا خرچہ نہیں ہوا'' گھاس بینہ وغیرہ خودرو چارے والی صورت میں بھی مرتہن کا خرچہ نہیں ہوتا تو لامحالہ وہ بھی سود ہی ہو گی تو یہ چیز

تسلیم کرنے سے ضرور شرح صدر ہو جانا چاہیے کہ جانوروالی صورت اور زمین والی صورت دونوں میں فرق ہے۔

(۱۰)......آپ اپنے پہلے مکتوب میں لکھتے ہیں ''مشکاۃ شریف میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے ایک صحابی کو قرضہ ادا کیا اور کچھ زیادہ دیا تو کیا وہ سود تھا؟'' اس فقیر الی اللہ الغنی نے جواب دیا: ''نہیں! یہ سود نہیں تھا'' اس پر آپ اپنے دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں ''ٹھیک ہے یہ سود نہیں تھا مگر اس سے یہ تو نکلتا ہے مرتہن کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے ...... الخ'' غور فرمائیں آیا وہ صحابی رضی اللہ عنہ مرتہن تھا اور رسول اللہ ﷺ اس صورت میں راہن تھے؟ مرتہن نے قرضہ دیا اور قرضہ لینے والے کی زمین اپنے پاس بطورِ رہن رکھ لی اور اس قرضہ لینے والے کو اس کی اپنی ہی مملوکہ زمین کے منافع سے محروم کر دیا جبکہ یہ بغیر زمین رہن لیے بھی کوئی خسارے میں نہیں تھا مالدار آدمی ہے۔ کیا سود لیے دیے بغیر مرتہن کے حقوق کا خیال نہیں رہتا۔ پھر نبی ﷺ نے قرضہ دینے والے صحابی کو جو کچھ زیادہ دیا تھا وہ اس صحابی کا حق نہیں تھا لہٰذا اس حدیث سے جناب کا مرتہن کے حقوق کے خیال رکھنے کو نکالنا عجیب وغریب ہے جبکہ مقروض راہن کے حقوق کا کوئی خیال نہیں کہ وہ بے چارہ غریب مقروض ہے پھر زمین رہن رکھ کر اس کی آمدنی سے بھی محروم ہے۔ فبا للہ العجب.

(۱۱)......آپ نے اپنے پہلے مکتوب میں سوال کیا ''یہ کاروبار کی ایک شکل ہے ایک آدمی کاشت جیسا مشکل کام نہیں کر سکتا وہ زمین پر قرضہ لے کر دوسرا کاروبار کر رہا ہے جو زمین سے زیادہ نفع بخش ہے...... الخ'' اس فقیر الی اللہ الغنی نے جواب دیا'' کاروبار کریں البتہ خیال رکھیں کہ یہ کاروبار شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز وحلال ہے تو وہ کاروبار کر لیں اگر وہ حرام اور ناجائز ہے تو کاروبار نہ کریں۔ کسی شے کا کاروبار ہونا یا مشکل ہونا اس کے جائز وحلال ہونے کی دلیل نہیں'' (اور نہ ہی حرام اور ناجائز ہونے کی دلیل ہے) اس پر آپ لکھتے ہیں ''میرے علم میں اس وقت کوئی کاروبار نہیں ہے، جھوٹ، فریب، ملاوٹ، بے ایمانی عام ہے میرا تجربہ ہے۔'' آپ ہی غور فرمالیں آپ کی اس بات کا کتاب وسنت کو شرح صدر کے ساتھ سمجھنے کے ساتھ کوئی ربط وتعلق ہے پھر میرے جواب کے ساتھ اس کی کیا مناسبت ہے؟

آپ اپنے دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں ''یہ مسئلہ نص میں تو موجود نہیں اس کو قیاس ہی کیا جائے گا کسی ملتے جلتے پر۔ میرا ذہن اس طرف بھی جاتا ہے راہن اگر واقعی مفلس تنگ دست ہے تو اسے نفع سے کچھ دینا چاہیے اور اگر وہ زمین سے زیادہ نفع بخش کاروبار کر رہا ہے تو کسی اور حقدار کو دے دینا بہتر ہے۔''

تو محترم! بات تنگ دست اور فراخ دست کی نہیں بات تو ہے کہ زمین کے مالک کو اس کی زمین کا نفع ملنا

چاہیے بوجہ ملکیت اور قرض دے کر زمین رہن لینے والے کو سود لینے کا حق نہیں ۔ آپ کی بات راہن اگر واقعی تنگ دست ہے تو اسے نفع ...... الخ ‘‘ کا تقاضا ہے کہ اگر کوئی سو پچاس ایکڑ کا مالک ہے اور زمین کے علاوہ کروڑوں کا اس کا کاروبار ہے تو اس کو اس کی زمین کے نفع سے کچھ نہیں ملنا چاہیے بلکہ اس سے زمین ہی لے لینا چاہیے کیونکہ وہ مفلس تنگ دست نہیں ، زمین کے بغیر ہی کروڑ پتی ہے آیا اس فکر کی کتاب وسنت میں کوئی دلیل ہے؟ کیا آپ ایسی کوئی دلیل ذکر فرمائیں گے؟

آپ فرماتے ہیں ’’ایک طرف آپ لکھتے ہیں کہ مرہونہ زمین سے فائدہ اُٹھانا درست ہے بشرطیکہ وہ سود نہ بنے آگے چل کر مذکورہ حدیثوں کو جانور پر بند کر رہے ہیں‘‘ تو جناب محترم میری ان دونوں باتوں میں کوئی منافاۃ و تعارض نہیں کیونکہ یہ حدیثیں ہیں ہی جانور کے متعلق ۔ ایسا نہیں کہ حدیثیں تو عام ہیں جانور اور زمین دونوں کو شامل ہیں تو یہ فقیر الی اللہ الغنی از خود انہیں جانور پر بند کر رہا ہے ۔ آپ کا یہ فہم درست نہیں ۔

آپ فرماتے ہیں ’’ایک المیہ یہ ہے کہ ایک ہی لائن کے مختلف عالم ایک ہی مسئلے کو کوئی جائز کہتا ہے کوئی ناجائز کوئی حلال کوئی حرام .... کیا ایسا ممکن نہیں کہ کم از کم اہل حدیث تو ایک بورڈ یا کمیٹی بنائیں جو ایسے جواب دے متفقہ ۔‘‘

دیکھیے کسی چیز کے جائز و ناجائز اور حلال و حرام میں اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین کے درمیان بھی موجود تھا اور وہ سب ایک ہی لائن کے متعدد علماء اور فقہاء تھے تو کیا آپ ان کے متعلق بھی یہی فرمائیں گے ’’ایک المیہ یہ ہے کہ ایک لائن کے ...... الخ ‘‘ اس المیے کے حل کی خاطر آپ کے ذہن میں ایک بورڈ یا کمیٹی کا خاکہ ہے جو متفقہ فیصلہ صادر فرمائے تو محترم غور فرمائیں اس مجوزہ بورڈ یا کمیٹی کے ارکان بھی تو عالم ہی ہوں گے ان کا باہمی اختلاف ہو جائے تو المیہ جوں کا توں رہا ختم تو نہ ہوا ۔ زندہ مثال دیکھ سکتے ہیں سعودیہ والوں نے آپ کے تجویز کردہ بورڈ یا کمیٹی کو ’’اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء‘‘ کے نام سے بنا رکھا ہے اس کمیٹی کے فتاوی چھپ رہے ہیں کوئی بیس کے قریب جلدیں چھپ چکی ہیں اس کا مطالعہ فرمائیں بہت سے مسائل میں اس کمیٹی یا بورڈ کے ارکان میں اختلاف ہو جاتا ہے کوئی جائز کہتا ہے کوئی ناجائز اور کوئی حلال کہتا ہے کوئی حرام ۔

تو اس اختلاف والے المیے کا حل یہ بورڈ اور کمیٹیاں نہیں اس کا حل فقط وہی ہے جو کتاب وسنت میں بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ [النسآء: ۵۹]

[''پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔'']

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ﴾ الآية [ھود: ۱۱۸۔۱۱۹]

[''اور وہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے سوائے ان کے جن پر آپ کا رب رحم فرمائے۔'']

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗ إِلَى اللّٰهِ ﴾ [الشوریٰ: ۱۰]

[''اور جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔'']

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الاعراف: ۳]

[''تم لوگ اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کی پیروی مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔'']

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ)) [1]

[''حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے جو شک والی چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا۔'']

نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ)) [2]

---

[1] بخاری/ کتاب الایمان/ باب فضل من استبرأ لدینہ۔

[2] مشکوٰۃ/ کتاب الایمان/ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔

[''اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور تم ان کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ جاتے تو تم سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاتے۔'']

آپ کے دوسرے مکتوب کا جواب ختم ہوا۔ ۱۴۲۳/۱۱/۲۴ھ

س: ......احکام و مسائل ص: ۳۶۳ میں زمین مذکورہ حدیثوں میں شامل کی ہے جن سے رہن شدہ سواری اور لویری سے بعوض خرچہ کے نفع جائز ہے۔ خط میں حدیثوں کو بند کیوں کیا جانور پر؟ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ غیر منصوص مسائل میں عرف و رواج معتبر ہے بشرطیکہ وہ نص کے خلاف نہ ہو۔

ربا کی تعریف:

قرض پر اضافہ لیا جاتا تھا اور میعاد میں اضافہ سے سود میں بھی اضافہ ہوتا تھا۔ (مؤطا امام مالکؒ مع تنویر الحوالک جلد۲، ص: ۸۰)

ربا میں دو شرطیں لازم ہیں: قرض پر اضافہ بطورِ شرط لیا جائے، (۲) مہلت کے ساتھ قرض میں اضافہ ہوتا رہے۔ (شرح المعانی الا ثار از امام طحاوی جلد۲، ص: ۲۳۲۔ احکام القرآن) (صوبیدار محمد رشید، قصور)

ج: ......۱۔ آپ فرماتے ہیں: ''احکام و مسائل ص: ۳۶۳ میں زمین مذکورہ حدیثوں میں شامل کی ہے جن سے رہن شدہ سواری اور لویری سے بعوض خرچہ کے نفع جائز ہے خط میں حدیثوں کو بند کیوں کیا جانور پر؟ تو محترم مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس فقیر الی اللہ الغنی نے احکام و مسائل کے ص: ۳۶۳ پر کسی اور صفحہ پر اور اپنی کسی کتاب کے کسی صفحہ پر ارض مرہونہ کو مرہون جانور سے بعوض نفقہ فائدہ اُٹھانے والی حدیث میں شامل نہیں کیا۔ دیکھئے جناب نے خود احکام و مسائل کی عبارت نقل فرمائی ہے کہ ''سواری اور لویری پر خرچہ کے عوض نفع تو نص میں جائز ہے اس کے علاوہ اشیاء مرہونہ سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے زمین بھی ان میں شامل ہے بشرطیکہ وہ سود نہ ہو۔'' آپ کی اس نقل کردہ عبارت میں بھی ارض مرہونہ کو مرہون جانور والی حدیث میں شامل نہیں کیا گیا بلکہ ''اس کے علاوہ اشیاء......الخ'' کہہ کر ارض مرہونہ کو مرہون جانور والی روایت سے خارج کیا گیا ہے اور ربا و سود کو حرام قرار دینے والی نصوص، آیات و احادیث کے پیش نظر ''وہ سود نہ ہو'' والی شرط لگائی گئی ہے۔ لہٰذا آپ کا مکرر لکھنا ''احکام و مسائل ص: ۳۶۳ میں زمین کو مذکورہ حدیثوں میں شامل کیا ہے......الخ'' سراسر کج بحثی ہے شرح صدر سے شرع سمجھنے والی کوئی بات نہیں۔

آپ لکھتے ہیں ''ربا کی تعریف:......قرض پر اضافہ لیا جاتا تھا اور میعاد میں اضافہ سے سود میں بھی اضافہ ہوتا تھا''۔ ''ربا میں دو شرطیں لازم ہیں: قرض پر اضافہ بطورِ شرط لیا جائے، (۲) مہلت کے ساتھ قرض میں اضافہ ہوتا رہے'' پہلے لکھا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کے ساتھ سونے کی، چاندی کے ساتھ چاندی کی متفاضلا نہ نقد بنقد بیع اور ردی کھجور کے دو صاعوں کی برنی کھجور کے ایک صاع کے ساتھ بیع کو ربا سود قرار دیا ہے۔ جبکہ جناب والی تعریفوں کے مطابق یہ تینوں صورتیں ربا سود نہیں تو جناب بتایئے آپ کی تعریفیں درست ہیں؟ کہ رسول اللہ ﷺ کا ان تینوں صورتوں کو ربا سود قرار دینا درست ہے؟ شرح صدر کا کیا تقاضا ہے؟ جناب کا ہی پیش کردہ شعر ہے

نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں
فقیہ مصلحت بین سے وہ رند بادہ خوار اچھا

اس فقیر الی اللہ الغنی نے پوری پوری کوشش کی ہے کہ کوئی ایک بھی ایسا کلمہ استعمال نہ کیا جائے جو جناب کی طبیعت پر گراں گزرے تاہم انسان ہوں کوئی بات ایسی ہوگئی ہو تو معذرت خواہ ہوں امید ہے آپ محسوس نہیں فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا۔ ۲۴/۱۱/۱۴۲۳ھ

محترم ومکرم حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حافظ صاحب! آپ کو یاد ہوگا کہ انتفاع بالرھن کے مسئلے پر ہمارے درمیان نصف درج خطوط کا تبادلہ ہوا لیکن میری تسکین (Setisfection) نہیں ہوئی۔ تھوڑی سی نصیحت دینے کی گستاخی کر رہا ہوں۔ اکثر بلکہ سب اہل حدیث سوائے آپ کے، جواب دینے سے کترا گئے ہیں (آپ سے ایسی............)

ا......وفاقی شرعی عدالت سے احکام ومسائل کے صفحہ ۳۶۳ پر سوال وجواب کی وضاحت کرالیں وہاں ہم دونوں اپنے اپنے دلائل دیں گے کہ زمین سے انتفاع سود ہے یا نہیں؟

ب......اپنی عدالت بنالیں یعنی ایک شخص آپ نامزد کریں ایک میں کرتا ہوں اور ایک غیر جانبدار کوئی وکیل یا جج ہو۔ اپنے اپنے دلائل زبانی یا تحریری اُن کے سامنے رکھیں اور فیصلہ کرالیں۔ میری طرف مولانا محمد حسین شیخوپوری اور جناب محمد نواز چیمہ صاحب میں سے کوئی ایک، دونوں میں سے جو بات منظور ہو لکھیں تاکہ اگلی کارروائی شروع کردیں۔

اس بات کا میں پھر یقین دلاتا ہوں کہ یہ تحقیق ہے کج بحثی ہرگز نہیں۔ ویسے آپ کے خطوط میں دلائل کا ماخذ درج نہیں ہے۔ واللہ یہ مسئلہ ہار جیت کا بھی نہیں بلکہ یہ حلال وحرام کا مسئلہ ہے۔ ماشاءاللہ آپ تو شیخ الحدیث ہیں آپ کو یاد ہو گا ترمذی شریف جلد۲...... وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ اور بھی ہیں دلائل وقت آنے پر عرض کروں گا۔

اعلامُ الموقعین از ابن قیم رحمہ اللہ جلد۲ اُردو انتفاع بالرھن سے منع کرنے کو حدیث دشمنی لکھا ہے۔ ہم تو اہل حدیث ہیں آپ نے یہ مسئلہ لیا کہاں سے؟ حالانکہ دو مماثل مسئلوں کا حکم ایک ہوگا بہر حال تو بعد میں عرض کروں گا اب صرف یہ لکھیں دونوں میں کس بات پر رضامند ہیں۔ رضامند

ان شاءاللہ مجھے اُمید ہے کہ جواب لکھنے میں تاخیر نہیں کریں گے۔ (صوبیدار محمد رشید، قصور)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ازعبدالمنان نورپوری بطرف جناب محترم صوبیدار (ر) محمد رشید صاحب، حفظہما اللہ الحمید المجید

وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد! خیریت موجود عافیت مطلوب۔ بوجہ بیماری جواب لکھنے میں تاخیر ہوئی اُمید ہے محسوس نہیں فرمائیں گے۔ یہ بندۂ فقیر الی اللہ الغنی تلمیذ الحدیث ہے آپ جیسے دوستوں بزرگوں نے طرح طرح کے القاب دینے شروع کر دیے ہیں جن کو یہ بندہ فقیر الی اللہ الغنی پسند نہیں کرتا۔

آپ نے دو تجویزیں پیش فرمائیں جن کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ متعلقہ موضوع پر میری تحریرات آپ کے پاس موجود ہیں جس عادل ومنصف عالم دین کو آپ پسند فرمائیں میری تحریرات ان سے پڑھوا کر فیصلہ لے سکتے ہیں۔ باقی مجھے طلب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریرات آپ دکھا سکتے ہیں۔

رہی ترمذی شریف کی روایت: وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ تو وہ ضعیف وکمزور ہے کیونکہ اس کی سند میں سیف بن ہارون نامی راوی ضعیف ہے۔ صاحب تحفۃ الاحوذی لکھتے ہیں:

((قوله: عن (سيف بن هارون) البرجمي قال في النيل :هو ضعيف متروك۔ وقال في تهذيب التهذيب في ترجمته: روى له الترمذي و ابن ماجه حديثا واحدا في السؤال عن الفراء، و السمن، والجبن الحديث۔(۳/ ٤٤).

حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں: سيف بن هارون البرجمي بضم الموحدة والجيم أبو الورقاء الكوفي ضعيف أفحش ابن حبان القول فيه من صغار الثامنة أيضاً‘‘(۱۴۲)

خود امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((هذا الحديث غريب لانعرفه مرفوعا الا من هذا الوجه ، وروى سفيان و غيره عن سليمان التيمى عن أبى عثمان عن سلمان قوله: وكأن الحديث الموقوف أصح.))

آپ لکھتے ہیں: ''اور بھی ہیں دلائل وقت آنے پر عرض کروں گا'' سابقہ دلائل کا حال تو لکھا جا چکا ہے آپ کے پاس میری تحریرات موجود ہیں ان میں دیکھ سکتے ہیں۔ لاحقہ دلائل جب آپ عرض کریں گے اس وقت ان کا حال بھی پیش کر دیا جائے گا ان شاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

جناب محترم لکھتے ہیں: ''اعلام الموقعین از ابن قیم جلد۲ اُردو انتفاع بالرھن سے منع کرنے کو حدیث دشمنی لکھا ہے'' آپ سے درخواست ہے اعلام الموقعین سے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی عربی عبارت لکھیں مہربانی ہو گی کیونکہ اُردو ترجمہ کرنے والے بسا اوقات ترجمہ میں خطا کر جاتے ہیں۔

پھر آپ لکھتے ہیں: ''ہم تو اہلحدیث ہیں آپ نے یہ مسئلہ لیا کہاں سے حالانکہ دو مماثل مسئلوں کا حکم ایک ہوگا'' اس فقیر الی اللہ الغنی نے یہ مسئلہ جہاں سے لیا اس کی وضاحت اپنی تحریرات میں کر دی ہے جو آپ کے پاس موجود ہیں ان میں دیکھ لیں۔ باقی ''دو مماثل مسئلوں کا حکم ایک ہوگا'' کے اثبات میں قرآن مجید کی کوئی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صحیح یا حسن حدیث پیش فرمائیں کیونکہ آپ لکھتے ہیں: ''ہم تو اہل حدیث ہیں'' بڑی مہربانی ہو گی۔

تمام احباب واخوان کی خدمت میں تحیۂ سلام پیش فرما دیں۔ ۱۴۲۵/۲/۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خیریت دارم وخیریت خواھم۔ آپ کی ناساز طبیعت کا جان کر بہت صدمہ ہوا۔ اللہ پاک آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔

مسلسل خطوط کا باقاعدہ جواب دینے پر آپ لائق صد آفرین ہیں اور علماء حق کی یہ بنیادی خوبی ہے۔ جس معیار کی آپ نے دلیل مانگی ہے وہ تو آپ کے تمام خطوط میں بھی نہیں ہے یعنی الانتفاع بالرھن کے ناجائز ہونے کی ، اگر ہے تو نشاندہی فرمائیں۔ حافظ صاحب میں ایک دفعہ پھر بحالت ایمان ویقین یاد کروا دوں کہ میں تحقیق کر رہا ہوں ، ہاں مقلد میں نہیں ہوں ، خدا شاہد ہے کہ میں حق آنے پر ذرا پس وپیش کیے بغیر مان لوں گا کہ آپ حق پر ہیں مگر دلیل سے اور یہی میں آپ سے اُمید رکھتا ہوں۔ یہ کوئی انا کا مسئلہ نہیں بننا چاہیے۔ گزشتہ رمضان میں بندہ ناچیز

کوارض القرآن جانا نصیب ہوا۔ وہاں بھی میں نے یہ مسئلہ اُٹھایا تو انہوں نے اُسے جائز کہا۔

المائدۃ:۸۷۔ ''ایمان والو نہ حرام کرو پاک چیزیں جو حلال کیں اللہ پاک نے واسطے تمہارے اور نہ بڑھو حد سے۔''

النحل:۱۱۶۔ ''یہ جو تمہاری زبانیں جھوٹے احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے وہ حرام ہے تو ایسے حکم لگا کر اللہ پاک پر جھوٹ نہ باندھو۔''

الحجرات:۱۔ ''ایمان والو! اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔''

ان آیات کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

مشکوٰۃ جلد ۳، از ابن عباس رضی اللہ عنہ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ

مشکوٰۃ:......وَمَا سَكَتَ عَنْ اشياء من غير نسيان فلا تبعثوا عنها...... الخ

ترمذی شریف والی آپ نے غریب لکھ دی ان پر بھی غور فرمالیں۔ باقی دلائل کا بھی وزن کریں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ ''الاشباہ والنظائر'' میں مسند بزار، ترمذی، طبرانی کے حوالے سے کئی حدیثیں نقل کی ہیں۔ اور مذکورہ حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں: ((الاصل في العادات ان لا يحظر الاما حظره الله۔ (ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱، ص:۲۶۳)) پھر لکھتے ہیں: ((دل على ان الاصل فى اشياء الاباحة)) یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ چیزوں میں اصل اباحت ہے الا یہ کہ نص میں منع ہو۔ ابن عابدین رسالہ ثانیہ جلد ۱ ص:۴۴ میں لکھتے ہیں: ((والحديث في شرع له اعتبار...... ولذا عليه الحكم يدار ...... الخ)) مجھے افسوس ہے کہ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب عربی نہیں اُردو کاپی بھیج رہا ہوں۔ ویسے مترجم اتنی بددیانتی نہیں کرسکتا کہ متن ہی بدل دے۔ بہرحال آپ عربی دیکھ لیں اور تسلی کرلیں۔ صحیح بخاری کی شرح از مولانا داؤد راز کی فوٹی کاپی بھی بھیج رہا ہوں۔

میں نے اچھے بھلے معتبر لوگوں سے آپ کا فتویٰ خط والا اور کتاب والا پڑھایا تو سب نے اس میں تضاد پایا۔ ذرا آپ بھی غور فرمالیں دوبارہ۔ جانور والی حدیثیں کتاب میں کھلی ہیں مگر خط میں بند بغیر کسی دلیل کے۔ ایسی توقع مجھے آپ سے ہرگز نہیں ہے۔ آپ کی بند والی دلیل لغو ہے۔ اکابرین اہل حق امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن قیم رحمہ اللہ الانتفاع بالرھن کو جائز ثابت کرتے ہیں۔ آپ بتائیں کہ کس بنیاد پر حرام کرتے ہیں اگر مذکورہ عالم آپ کو اپنے سے کم علم نظر آئیں تو اِنَّا لِلّٰهِ ....کوئی تلخ و ترش بات ہو تو معذرت۔ جلد جواب کا منتظر (رشید)

۳۔ بَابٌ الرَّهْنُ مَرْكُوبٌ و مَحْلُوبٌ

باب گروی جانور پر سواری کرنا اور اس کا دودھ پینا درست ہے

((وَقَالَ مُغِيْرَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: تُرْكَبُ الضَّالَّةُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا ، وَتُحْلَبُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا ، وَالرَّهْنُ مِثْلُهُ))

''اور مغیرہ نے بیان کیا اور ان سے ابراہیم نخعی نے کہ گم ہونے والے جانور پر (اگر وہ کسی کو مل جائے تو) اس پر چارہ دینے کے بدلے سواری کی جائے (اگر وہ سواری کا جانور ہے) اور (چارے کے مطابق) اس کا دودھ بھی دوہا جائے (اگر وہ دودھ دینے کے قابل ہے) ایسے ہی گروی جانور پر بھی۔''

((حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: "الرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ ، وَيُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا))[طرفه في:٢٥١٢]

''ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زکریا بن ابی زائدہ نے بیان کیا، ان سے عامر شعبی نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گروی جانور پر اس کا خرچ نکالنے کے لیے سواری کی جائے، دودھ والا جانور گروی ہو تو اس کا دودھ پیا جائے۔''

((حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا ، وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا ، وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ)) [راجع:٢٥١١]

''ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں زکریا نے خبر دی، انہیں شعبی نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گروی جانور پر اس کے خرچ کے بدل سواری کی جائے۔ اسی طرح دودھ والے جانور کا جب وہ گروی ہو تو خرچ کے بدل اس کا دودھ پیا جائے اور جو کوئی سواری کرے یا دودھ پیے وہی اس کا خرچ اُٹھائے۔''

تشریح :...... شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ اور اصحاب حدیث کا مذہب یہی ہے کہ

مرتہن شے مرہونہ سے نفع اُٹھا سکتا ہے۔ جب اس کی درستی اور اصلاح اور خبر گیری کرتا رہے۔ گو مالک نے اس کو اجازت نہ دی ہو اور جمہور فقہاء نے اس کے خلاف کہا ہے کہ مرتہن کو شے مرہونہ سے کوئی فائدہ اُٹھانا درست نہیں۔ اہلحدیث کے مذہب پر مرتہن کو مکان مرہونہ بعوض اس کی حفاظت اور صفائی وغیرہ کے رہنا، اسی طرح غلام لونڈی سے بعوض ان کے نان اور پارچہ کے خدمت لینا درست ہوگا۔ جمہور فقہاء اس حدیث سے دلیل لیتے ہیں کہ جس قرض سے کچھ فائدہ حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔ اہلحدیث کہتے ہیں اوّل تو یہ حدیث ضعیف ہے۔

اعلام الموقعین

۷۲ویں مثال، ستاونویں حدیث:

جس کے پاس کوئی جانور رہن ہو اور اس کا چارہ اسی کے ذمے ہو اسے جائز ہے کہ اس پر سواری لے اور اس کے تھن کا دودھ پیے۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: رہن کے خرچ کی بناء پر سواری کی جائے گی جبکہ وہ رہن میں ہے اور تھن کا دودھ بھی، اسی خرچ کی بناء پر پیا جائے گا جبکہ وہ رہن میں ہے سواری کرنے والے اور پینے والے پر خرچ ہے۔ یہ حدیث بخاری شریف کی ہے صحیح ہے، صاف ہے، صریح ہے، سراسر عدل وانصاف والا یہ حکم ہے، اگر اسے ٹال دیا جائے تو علاوہ اس کے کہ ایک حکم شرع ٹلے گا۔ ایک قانون الٰہی بدلے گا، ایک سنت رسول اللہ ﷺ ترک ہوگی، عدل وانصاف کا بھی خون ہوگا اور رہن رکھنے والا رہن رکھوانے والا دونوں مصیبت میں آجائیں گے۔ مثلاً کسی نے اپنا جانور دس بیس روپے بدل کسی کے پاس گروی رکھا اب یہ روپیہ لے کر کہیں چل دیا جس کے پاس جانور رہن رکھا ہے اسے تم وہ حکم اور حق نہیں دیتے جو حدیث نے دلوایا ہے تو اب بتلاؤ اس کے لیے کس قدر مشکلات ہیں؟ ایک طرف رقم رُکی دوسری طرف جانور کھونٹے سے بندھا ہوا بھوکا پیاسا کھڑا ہے اس کی سنبھال، اس کی خوراک اس پر نہ صرف مشکل ہے بلکہ سوہانِ روح بنی ہوئی ہے، دوسری مصیبت میں آپڑا ہے۔ نہ کھلائے تو بے زبان جانور کی آہ نکلے، کھلائے تو کس سے لینے جائے؟ وہاں تو اصل رقم کے ابھی تک لالے پڑے ہوئے ہیں، اب یہ کس حاکم کے پاس جائے کہاں سے اس کا ثبوت لائے کہ یہ جانور فلاں کا ہے اتنی رقم وہ مجھ سے لے گیا یہ میرے پاس رہن رکھ گیا اب وہ ملتا نہیں، اللہ جانے کہاں چلا گیا ہے پھر یہ حساب کسی منشی سے جڑوائے کہ آج اس نے اتنا کھایا اور دودھ اتنا دیا۔ جناب حاکم صاحب توجہ فرمائیں اور مجھے حکم دیں۔

آہ! کن مشکلات میں اُمت کو ان قیاسی حضرات نے ڈال دیا ہے اللہ کے آسان اور سہل دین کو ان لوگوں

نے کتنا مشکل اور سخت کر دیا ہے؟ کس قدر حرج اور مشقت انسانوں پر ڈال دی ہے۔ شارع علیہ السلام کے قربان جائیں اس کا فیصلہ کتنا پیارا، کس قدر سادہ، کتنا صاف اور عقل کے مطابق ہے جس میں نہ اس کو حرج نہ اس پر مشقت۔ صاف لفظوں میں فرمایا کہ دودھ پیو اور سواری لو اور جانور کے اخراجات برداشت کرو۔ اگر ان قیاسی حضرات کے ذہن بگڑے ہوئے نہ ہوتے اگر ان کی عقل میں گھن لگا ہوا نہ ہوتا تو صحیح قیاس بھی یہی تھا۔ جو حدیث میں ہے اگر بالفرض یہ حدیث نہ بھی ہوتی تو بھی ہر عاقل یہی حکم لگاتا جس میں سہولت اور عدل ہے دیکھئے اس میں دو اصل ہیں جن پر حکم نکلا ہے، اصل اوّل جانور جس کے پاس رہن ہے وہ جو خرچ کرتا ہے اور جو اسے چارہ دیتا ہے وہ دراصل جانور والے کے ذمے اُدھار ہے اس کی ادائیگی اسی پر ہے یہ ظاہر ہے کہ ہر وقت دانے چارے پر گواہ مقرر کرنا حاکم کی اجازت لینا دشوار ہی نہیں بلکہ تقریباً محال ہے پس شارع علیہ السلام نے اسے جائز کر دیا کہ یہ اپنا قرض اس جانور کی سواری سے اور اس کے دودھ سے وصول کر لے اسی میں دونوں کی مصلحت اور آسانی ہے، اگر یہ سواری چھوڑ دے دودھ نہ نکالے تو جانور بگڑ جائے گا۔ دودھ نکال کر پھینک دے تو ''تو کو نہ مو کو چولے میں جھونکو'' ہوگا۔ نہ اس کے مکھ پڑے گا نہ اس کے ہاتھ لگے گا۔ دونوں کا نقصان ہوگا اور بے زبان جانور الگ تباہ ہوگا۔ کہاں ہر وقت حاکم کی اجازت لیتا رہے گا۔ کون سا حاکم ان بے جان باتوں کے لیے اجلاس میں بیٹھا رہے گا پھر آپ اسے بھی تو دیکھئے کہ عموماً بکریاں دیہاتوں اور گاؤں میں گروی رکھی جاتی ہیں وہاں کون سے حاکم اور عدالتیں ہیں اس لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان معاملات کو خود طے کر دیا اور حکام اور عدالتوں کی ضرورت ہی نہ رہنے دی خواہ وہ ہوں یا نہ ہوں؟ اصل دوم دو معاوض ہیں جن میں سے ایک حاضر نہیں پس اس کی عدم موجودگی میں معاوضہ لے لینا اس لیے جائز قرار دیا گیا کہ ضرورت ہے اور مصلحت ہے بیچنے والے کی رضامندی بغیر حق شفعہ سے لے لینے سے تو یہ زیادہ اولیٰ ہے، اس معاوضہ سے نہ لینے میں جو حرج اور نقصان ہے وہ اس سے بہت بڑا اور بہت سوا ہے جو حق شفعہ کے بدل لینے کے چھوڑنے میں ہے جس کے پاس جانور رہن ہے وہ اس کی حفاظت کر رہا ہے تاکہ سند اور چیز بدلے کی محفوظ رہے جس سے اس کی رقم واپس ہو یہ اسی وقت ممکن ہے جب جانور باقی رہے اور جانور کی بقاء اس پر موقوف ہے کہ اس کا دانہ جاری رہے اور یہ اسکی گرہ کے روپے پیسے سے ہی آئے گا اس لیے جس طرح شرعاً یہ جائز ہے معلوم ہوا کہ عرفاً اور عادۃً بھی اسے جائز ہی ہونا چاہیے ورنہ دنیا کے دھندے خراب ہو جائیں گے۔

عرف و عادت بھی قائم مقام الفاظ کے ہے:

سو سے زائد وہ مقامات ہیں جہاں یہ بات برابر پائی جاتی ہے مثلاً: (۱) جس جگہ جو سکہ رائج ہے بول چال

میں جب مطلق کہا جائے گا وہاں کا جاری سکہ ہی مراد لیا جائے گا۔ گو الفاظ نہ کہے گئے ہوں۔ (۲) مہمان کے سامنے کھانا رکھا جاتا ہے اس کے کھا لینے کی اجازت ہوگی گو لفظ نہ بولے جائیں۔ (۳) گری پڑی چھوٹی ادنیٰ چیز کھانے پینے کی مل جائے تو اس کا استعمال جائز ہی ہوگا۔ گو لفظ میں اجازت نہ ہو۔ (۴) پانی اگر کسی نالی یا نالے سے گزر رہا ہو تو اسے پی لیا جائے گا گو پانی والے سے لفظوں میں اجازت نہ بھی ملی ہو۔ (۵) حمام میں بلا اُجرت ٹھہرائے چلے جانا۔ (۶) اسی طرح کسی کھیت میں سے گزر رہا ہے اور پاخانہ کی حاجت ہوئی تو بے شک وہیں کر لے کیونکہ عرف عام میں یہ ہے کھیتی والے سے اجازت اگرچہ لفظاً نہ بھی ہو۔ جملہ اُمور کی جگہ نہیں ملتی یا ملتی ہے لیکن وہ راستہ آباد ہے۔ (۷) ٹھیک اسی طرح کسی کے کھیت میں بوقت نماز نماز پڑھ لینا۔ (۸) یا وہاں کی مٹی سے تیمم کر لینا کہ یہ سب چیزیں بلا اجازت مالک دستور عام کے مطابق ہوا کرتی ہیں، پس شرع نے اس میں کوئی حرج نہیں کی۔ (۹) اسی طرح دیکھتا ہے کہ کسی کی بکری مر رہی ہے اس نے اُٹھ کر چھری پھیر دی کہ اس کا گوشت ہی اس کے مالک کے کام آئے، اس کی اجازت نہیں لیکن چونکہ عرف عام میں یہ بھلائی ہے اس لیے شرعاً بھی جائز ہے گو بعض خشک فقہاء نے اسے ناجائز کہا ہے کہ یہ غیر کی ملک میں تصرف ہے۔

علماء کو تنبیہ:

الغرض عرف کے بدلے احکام کا تبدل یقینی چیز ہے۔ جب عرف و دستور پلٹ گیا تو تم کتاب کے کیڑے اور اگلوں کے مقلد بن کر ہی نہ رہو، فتوے کو بھی بدل دو۔ خیال رہے کہ کوئی بیرون ملک کا سائل تیرے ہاں آئے تو تو اپنے ہاں کے دستور کے مطابق اسے روپیہ دے دیا کر بلکہ اس کا عرف اور محاورہ معتبر مان کر اس سے دریافت کر لے اور اسی پر فتویٰ دے نہ کہ اپنے ہاں کے عرف پر اور نہ اپنے اگلے فقہاء کی تقلید پر یہی حق بات ہے۔ اگلوں کی کتابوں پر اوندھے پڑے رہنا اور مکھی پر مکھی مارتے چلے جانا۔ اس سے بدتر گمراہی تو کوئی نہیں یہی ہے علماء سلف صالحین اور مسلمین کے مقاصد کو نہ سمجھنا۔ پس اس قاعدے پر ہو سکتا ہے کہ صراحت کنایت ہو جائے اور کنایت کسی وقت صراحت میں آ جائے پس جبکہ کسی نے کہا کہ بیعت کی قسمیں مجھ پر لازم ہیں تو کیا ضرورت ہے کہ ان اگلے بادشاہوں کی اصطلاح ہی معتبر مانی جائے جبکہ اس مسکین کی نیت وقصد میں وہ چیز ہی نہیں اگر ایسا ہے تو ان کے وقت کے بیوپار تجارت کے قانون کیوں چھوڑ دیتے ہیں؟ ہر جگہ کا مروج سکہ اور مروج ناپ تول وغیرہ کو کیوں لے لیا گیا ہے۔ پس عرف کے مطابق حکم کرو کوئی قرینہ ہے تو اس پر حمل کر دو، نیت اور بساط کا ضرور اعتبار کرو۔ اگر یہ چیز نہیں تو

خواہ مخواہ اسے فتوے کے بوجھ تلے نہ دبا لو۔ جو شخص قرائن، عادات، عرف، دستور کو دیکھے بغیر صرف کتب فقہ کے فتووں پر فتوے دیتا ہے اس سے بڑھ کر گمراہ اور گمراہ کرنے والا کوئی نہیں۔ اس دین الٰہی کو جو نقصان پہنچے گا وہ یقیناً اس نقصان سے سینکڑوں حصہ زیادہ ہے جو ایک جاہل طبیب کے ہاتھوں مختلف مزاج اور مختلف ملک کے رہنے والوں کو اس صورت میں پہنچ سکتا ہے کہ وہ ایک ہی کتابی نسخہ سب کو دیتا ہے یہ جاہل طبیب لوگوں کی جانوں کا دشمن ہے اور یہ جاہل فقیہ مسلمانوں کے ایمان کا دشمن ہے۔

سلف صالحین کے زمانے میں یہ غلیظ قسمیں نہ تھیں۔ یہ بدعتی قسمیں تو ان جاہلوں نے نکال رکھی ہیں اسی لیے اہل علم کی ایک جماعت کا قول ہے کہ ان واہی قسموں سے کوئی چیز لازم نہیں ہوتی۔ علماء کرام کی ایک جماعت کا یہی فتوی ہے اور متاخرین میں سے تاج الدین ابوعبداللہ ارموی مصنف کتاب الحاصل کا فتوی بھی یہی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از عبدالمنان نور پوری بطرف جناب محترم صوبیدار (ر) محمد رشید صاحب، حفظہما اللہ الحمید المجید۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد! خیریت موجود عافیت مطلوب۔ آپ کا سورۂ مائدہ کی آیت ۸۷، سورۂ نحل کی آیت: ۱۱۹ اور سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ا بزعم شما کو اس موقع پر چسپاں کرنا بے محل ہے، اسی طرح مشکاۃ والی احادیث اس مقام پر پیش کرنا مفید نہیں۔ جلال الدین سیوطی کی بات بھی نفع بخش نہیں کیونکہ ربا وسود کو تو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح ملا علی قاری کی بات کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ سود وربا کی حرمت پر نص موجود ہے۔ اسی طرح ابن عابدین کی بات آپ کے لیے تب مفید ہو سکتی ہے جبکہ آپ نے پہلے ثابت کر دیا ہو کہ ارض مرہونہ سے رسول اللہ ﷺ کے دور میں فائدہ اُٹھایا جاتا تھا اور راہن ارض مرتہن کو پیسے بھی پورے ادا کرتا تھا اور یہ چیز ابھی تک آپ نے ثابت نہیں فرمائی۔

ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی جو عبارات آپ نے پیش فرمائی ہیں ان کا سیاق وسباق اسی چیز پر دلالت کرتا ہے کہ حافظ صاحب ان عبارات میں سواری اور لویری کے مرہون ہونے کی صورت میں ان سے فائدہ اُٹھانے سے انکار کرنے والوں کا رد فرما رہے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی مخالفت کر رہے ہیں، حافظ ابن قیم کی ان عبارات میں ارض مرہونہ سے فائدہ اُٹھانے کے جواز والی کوئی بات نہیں۔ باقی حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کوئی عبارت آپ نے پیش نہیں فرمائی۔

صحیح بخاری مترجم کا آپ نے ایک صفحہ فوٹو کاپی کرا کے بھیجا ہے تو اس میں باب ہے ''گروی جانور پر سواری

کرنا اس کا دودھ پینا درست ہے۔'' باب کے نیچے دو حدیثیں بیان ہوئی ہیں ان میں بھی یہی بیان ہوا کہ گروی جانور پر اس کے خرچ کے بدلے سواری کی جائے اسی طرح دودھ والے جانور کا جب وہ گروی ہو تو خرچ کے بدلے اس کا دودھ پیا جائے'' تو باب اور حدیث میں جانور گروی ہونے کی بات ہے وہ سواری کا جانور ہو خواہ دودھ کا جانور ہو۔ ارض مرہونہ کی بات نہ باب میں ہے نہ حدیث میں۔

باقی رہی نیچے مولانا داؤد صاحب راز رحمہ اللہ تعالیٰ کی تشریح تو اس میں انہوں نے مذاہب ذکر کیے ہیں، آپ خود ہی لکھتے ہیں: ''ہاں مقلد میں نہیں ہوں'' مولانا موصوف نے کوئی آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث کہ ''ارضِ مرہونہ سے فائدہ اُٹھایا جائے اور قرض دیے ہوئے پیسے بھی پورے لیے جائیں'' پیش نہیں فرمائی۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں ''جمہور فقہاء اس حدیث سے دلیل لیتے ہیں کہ جس قرض سے کچھ فائدہ حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔ اہلحدیث کہتے ہیں اوّل تو یہ حدیث ضعیف ہے۔'' یہ روایت تو واقعی ضعیف ہے تو آیا اہل حدیث یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک لاکھ قرض دے کر سوا لاکھ وصول کرے تو سود نہیں؟ وہ کون سے اہل حدیث ہیں ان کے نام تو ذکر فرمائیں۔ اور معلوم ہے کہ ارض مرہونہ سے فائدہ اُٹھانے والے اور قرض دیے ہوئے پیسے پورے وصول کرنے والے لاکھ دے کر سوا لاکھ وصول کرنے والوں میں شامل ہیں، مرہون جانور سواری یا لویری سے خرچہ کے بدلے فائدہ اُٹھانے کی نص صحیح آ گئی ہے اس لیے وہ درست ہے۔

میری کتاب احکام و مسائل اور آپ کو ارسال کردہ مکتوبات میں کوئی تضاد تعارض نہیں دونوں میں یہی بات ہے ارض مرہونہ سے فائدہ اُٹھانا سود نہ بنے تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ جانور والی حدیثیں جیسی کتاب میں ہیں ویسی خط میں اور جیسی خط میں ویسی کتاب میں۔ ذرا غور فرمائیں بات واضح ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

آپ لکھتے ہیں ''آپ کی بند والی دلیل لغو ہے'' آپ کے کہنے سے تو کوئی چیز لغو نہیں ہو جائے گی، آپ فرماتے ہیں: ''اکابرین اہل حق امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم الانتفاع بالرھن کو جائز ثابت کرتے ہیں'' حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تو کوئی عبارت آپ نے ابھی تک پیش ہی نہیں فرمائی اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی جو عبارات آپ نے پیش فرمائی ہیں وہ مرہون جانور سواری یا لویری سے انتفاع پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ان کی کوئی ایسی عبارت جو ارض مرہونہ سے فائدہ اُٹھانے اور قرض دیے ہوئے پیسے بھی پورے لینے پر دلالت کرتی ہو ابھی تک آپ نے پیش نہیں فرمائی۔ آپ لکھتے ہیں: ''آپ بتائیں کہ کس بنیاد پر حرام کرتے ہیں'' پہلے بھی لکھ چکا ہوں، اب بھی کہ ارض مرہونہ سے فائدہ اُٹھانا سود نہ بنے تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ تو سود کی بنیاد پر حرام کہتا اور لکھتا ہوں اللہ

تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾

آپ لکھتے ہیں: ''اگر مذکورہ عالم آپ کو اپنے سے کم علم نظر آئیں تو اِنَّا لِلّٰہِ ..... الخ۔'' دیکھئے امام مالک، امام شافعی، امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم رحمہم اللہ تعالیٰ کئی ایک چیزوں کو حلال کہتے ہیں اور آپ انہیں حرام سمجھتے ہیں کیونکہ آپ کسی کے مقلد نہیں تو آپ سے بھی یہ کہا جائے'''' اگر مذکورہ عالم آپ کو اپنے سے کم علم نظر آئیں تو اِنَّا لِلّٰہِ ..... الخ۔'' آیا یہ انصاف ہے؟ مذکورہ عالم حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم رحمہما اللہ تعالیٰ کی ابھی تک آپ نے کوئی عبارت پیش نہیں فرمائی جس میں یہ ہو کہ ارض مرہونہ سے فائدہ اُٹھانا جائز ہے درانحالیکہ قرض دی ہوئی رقم بھی پوری کی پوری وصول کی جائے گی۔ واللہ اعلم

تمام احباب واخوان کی خدمت میں تحیۂ سلام پیش فرمادیں۔ ١٧/٤/١٤٢٥ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جناب شیخ الحدیث علامہ حافظ عبدالمنان نورپوری کی طرف منجانب صوبیدار (ر) محمد رشید، تحصیل وضلع قصور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خیریت موجود خیریت مطلوب

آپ کا نصیحت نامہ ملا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بات بَغْيًا بَيْنَهُمْ والی بن گئی ہے۔ ورنہ آپ من گھڑت باتیں میرے ذمے نہ لگاتے۔

(۱) ایک لاکھ کے بعد سوا لاکھ لینے کس کافر نے صحیح کہا ہے۔ اگر یہ قول میرا ہے تو فوٹو کاپی بھیجیں میں معافی مانگنے آپ کے دروازے پر آؤں گا۔ جناب فاؤل پلے (Foul Play) نہ کریں آپ کاشتکاری کا معروف طریقہ چھوڑ کر (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی بات نہ کریں) فرضی باتیں نہ کریں۔ وہ شاعر نے کہا تھا کہ

مگس کو باغ میں نہ جانے دینا ناحق خون پروانے کا ہوگا

لگتا ہے آپ کو انگور میں شراب نظر آرہی ہے اور آپ نے انگور حرام کردیے۔ سرکار عقول (عقل) کا انحصار قصود (قصد) پر ہوتا ہے۔ فعل کی کیفیت ایک جیسی ہوتی ہے نوعیت بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ غلط علمی پندار میں حافظ ابن قیم جیسے اکابرین کو رگڑ دیا کہ ان کا قیاس غلط ہے۔ حالانکہ ان کا قیاس سو فیصد صحیح ہے اور آپ کا قیاس ایک سو ایک فیصد غلط ہے۔

(۲) آپ کی کتاب اور خط میں صاف تضاد موجود ہے۔ کہو تو چند وکیلوں اور پروفیسروں کے وضاحتی نوٹ بھیج دوں یہ عام اُردو ہے کوئی پیچیدگی نہیں خط میں حدیث بند اور کتاب میں جو حکم جانور کا وہی زمین کا۔ سود بننا نہ بننا

الگ بات ہے۔ آپ اُسے سود ثابت کر دیں کسی ثالث کے سامنے تو سر آنکھوں پر۔ جناب دل سے آپ مانتے ہیں کہ کاشتکاری میں خرچہ آتا ہے، فصل تباہ ہونے کا احتمال موجود ہوتا ہے اور اس سے نفع اگر ہو تو سود نہیں بنتا ورنہ فرضی بات لاکھ سوا لاکھ والی میرے ذمے لگانے سے اجتناب کرتے۔ یہ خیانت ہے۔

(۳) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا یہ قیاس ایسے ہی درست ہے جیسے آپ کا دم والی حدیث (خاص تناظر سے اُٹھا کر) سے نماز، امامت، خطابت، تعلیم قرآن، نکاح پڑھانے کی اُجرت تک کو صحیح و جائز کہہ دینا۔ بلکہ آپ کا یہ قیاس باطل ہے کیونکہ سارا قرآن پاک اور ذخیرہ حدیث مذکورہ کام کی اُجرت نہ لینے پر شاہد ہے۔ اُف میرے اللہ! یہ ہیں انبیاء کے وارث جو خود نہیں بدلتے قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ قریب قریب سارے انبیاء علیہم السلام کی زبان سے کہلوایا گیا کہ لوگوں دین کی تبلیغ میں میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور یہ میرے حق پر ہونے کی دلیل ہے۔ آپ ذرا زحمت اُٹھائیں اور مشکوٰۃ جلد ۱ کا باب علم نکالیں آپ کو سب کچھ نظر آ جائے گا۔ ضد کرنا دوسری بات ہے حق بات حق ہے کوئی مانے نہ مانے۔

(۴) بات تو صرف اتنی ہے کہ کاشتکاری کا مروّجہ طریقے کے بعد اگر نفع ہو تو سود بنتا ہے یا نہیں؟ لیکن اللہ پاک کے دین میں اتنی توڑ مروڑ کر دی کہ انگور کے اندر شراب نظر آ گئی اور حرام لکھ دیا۔ ورنہ لاکھ کے بدلے سوا لینے کی من گھڑت بات میرے ذمے لگانے سے ڈرتے۔ میرے سارے خطوط کی نقلیں موجود ہیں اگر آپ اسے ثابت کر دیں تو پانچ ہزار بطورِ کفارہ آپ کی نذر کروں گا۔

(۵) کتاب میں آپ نے سائل کو معلق چھوڑا ہے۔ اتنی صاف باتوں سے انکار آپ کو زیب نہیں دیتا۔ اس پر بھی وضاحتی نوٹ بھیج دوں۔ اتنی دیدہ دلیری اور علماء سے؟؟؟

(۶) آپ میرے اُٹھائے گئے ۶، ۷، ۸، ۹ کا جواب لکھنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔ آپ کو تحت الشعور میں جواب آتا ہوگا مگر آپ لکھ نہیں سکتے کیوں نہیں لکھ سکتے یہ آپ کو معلوم ہے۔

(۷) ترہیب کے لحاظ سے بار بار وہ بات آ رہی ہے، اگر لاکھ کے سوا لاکھ لینے سال بعد میں نے جائز لکھا ہے تو مجھ جیسا بے ایمان کوئی نہیں ہے، اگر آپ غلط طور پر میرے سر لگا رہے ہیں تو اللہ پاک سننے والا اور دیکھنے والا ہے، وہی اس کا فیصلہ کرے گا۔ حافظ صاحب آپ کو ڈر نہیں لگتا اتنی علمی خیانت کرتے ہوئے۔ اللہ اکبر۔ یہ ہیں انبیاء کے وارث عالم؟؟؟

(۸) قصداً گستاخی و بے ادبی سے اللہ پاک کی پناہ مانگتا ہوں۔ لیکن پھر بھی تلخ و ترش باتوں سے معذرت لیکن خلاف واقعہ کوئی ثابت نہیں کر سکتے آپ!!

(۹) جو حق سے اعراض کرے وہ یقیناً مجرم ہے اور ہم اس سے ضرور انتقام لیں گے۔ (القرآن الحکیم)

اللہ پاک ہمیں حق سمجھنے اور اسے مان لینے کی توفیق دے۔ آمین

تیرا امام بے حضور تیری نماز بے سرور ایسے ایمان سے گزر ایسی نماز سے گزر

(اقبال)

(صوبیدار رشید، قصور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از عبدالمنان نور پوری بطرف جناب محترم صوبیدار (ر) محمد رشید صاحب، حفظہما اللہ الحمید المجید۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد! خیریت موجود عافیت مطلوب۔ آپ کا حالیہ مکتوب پڑھا تو آپ کے اسلوب بیان سے اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ سے خط و کتابت کا کوئی فائدہ نہیں۔ واللہ اعلم

تمام احباب واخوان کی خدمت میں تحیہ سلام پیش فرمادیں۔ ۱۴۲۵/۱۰/۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منجانب محمد رشید صوبیدار بطرف جناب حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا نصیحت نامہ ملا۔ اسلوب نگارش سے ملال کا مجھے دکھ ہوا۔ لیکن میں بہت پہلے پیشگی معذرت کر چکا ہوں۔ جتنی سخت باتیں لکھیں وہ میرے لیے تھیں۔ آپ کس نیت سے جواب لکھتے ہیں وہ اللہ پاک کے حوالے ہے۔ لیکن یہ بات تو بہر حال ہے کہ آپ سیدھے اور صاف سوال کے جواب سے کترا رہے ہیں ورنہ بات صرف اتنی ہے کہ صورت مذکورہ سود بنتی ہے یا نہیں؟ خط و کتاب کا سلسلہ منقطع نہ کریں اور To the Point جواب دیں مہربانی ہوگی۔ سود پر بہت کچھ لکھا ہوا ہے کہیں سے کوشش کریں اور دلیل لائیں۔ حافظ صاحب جو سود کو قصداً جائز سمجھتا ہے وہ بھلا کہاں مسلم ہے؟ آپ خفا نہ ہوں اور حق و باطل کو Mix نہ کریں۔ ایک اور طرح سے دیکھیں۔ عرف شرع میں معتبر ہے نا! امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''الصراط المستقیم'' میں لکھتے ہیں: ((الاصل في العادات ان لا يحظر الاما حظره الله)) ابن ہمام ''فتح القدیر'' میں لکھتے ہیں: ((العرف بمنزلة الاجماع عند عدم النص)) حدیث مبارک میں آتا ہے نا! درھم و دینار کا بندہ .... تو کوئی کہہ سکتا ہے اب درھم و دینار تو نہیں ہیں۔ اب تو کاغذ کے ٹکڑے (نوٹ) ہیں۔ تو یہ حدیث معطل ہوگئی۔ نہیں بلکہ اس وقت عرف درھم و دینار تھا اب بدل کر (نوٹ) ڈالر، پونڈ ہو گئے تو یہ بھی اسی حکم میں لازماً ہیں۔ جب عرف جانور

رہن کا تھا ٹھیک تھا اب عرف زمین، مکان، کار، سونا وغیرہ ہے تو ان کا بھی یہی حکم ہونا عقل و دانش کا تقاضا ہے۔ آپ ذرا غور فرمائیں: سواری اور لویری گروی دینا زمین کی نسبت زیادہ تکلیف دہ ہے۔ مذکورہ چیزوں سے چند گھنٹے بعد نفع مل گیا، مثلاً لویری کو 20 روپے کا گھاس ڈالیں اور 24 گھنٹوں میں 200 روپے کا دودھ جائز ہے یا نہیں؟ زمین سے فوری نفع کا کوئی امکان نہیں، بلکہ چھ ماہ بعد فائدہ ہو نہ ہو، دونوں باتیں ہوسکتی ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ان کا موازنہ کریں اور اگر لازماً آپ نے اُسے حرام ہی کہنا ہے تو پہلے سواری، لویری سے فائدہ کو حرام کریں ورنہ یہ مضحکہ خیز بات بنتی ہے۔ یہ بات نصاً، علماً، عقلاً، شرعاً، عرفاً اسی کی (Demand) کرتی ہے۔ کسی چیز کو جائز یا ناجائز اس کی علت غائیہ کی وجہ سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً عورت کو جھنکار والا زیور پہن کر باہر نکلنا منع ہے۔ لیکن بذاتِ خود زیور پہننا کوئی معیوب نہیں، لیکن اس سے خطرہ ہے کہ زنا کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ اس لیے منع ہے۔ کسی کی طرف ہتھیار سیدھا کرنا منع ہے! اس کی علت منع کسی کا زخمی ہو جانا ہے، چلیں اسے بھی رہنے دیں، آپ کے دو مایۂ ناز شاگرد ہیں، مبشر ربانی صاحب اور نواز چیمہ صاحب۔ یہ شاگرد آپ کے ہیں میں اُن کو حکم مانتا ہوں، آپ اتنی تو زحمت کرلیں کہ صورت مذکورہ ثابت نہ سہی صرف لکھا دیں کہ یہ سود ہے۔ دونوں سے میں مزید کوئی بات نہیں کروں گا۔ پھر یہ مقدمہ اللہ پاک کی عدالت میں چلے گا کہ حرام کیسے ہے اور حلال کیسے؟ وہاں کے لیے ولائل جمع کریں گے یا پھر دیانت داری سے تمام من وعن خطوط اپنے بھی اور میرے بھی، اپنی کتاب کی دوسری جلد میں شائع کرا دیں، قارئین خود فیصلہ کرلیں گے۔ اگر آپ کے پاس خطوط کی نقلیں نہ ہوں تو مجھے بتائیں میں بھیج دوں گا۔ ان شاء اللہ۔ اگر کوئی بات ناگوار لگے تو معذرت قبول کریں۔ اور میں اللہ پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کی یا کسی مسلمان کی قصداً توہین کروں۔ دوسرے مسلمان کو حقیر جاننا ہی سب سے بڑا سود ہے۔ یہ حدیث یاد ہوگی آپ کو۔ تمام احباب کو سلام عرض ہے۔ اُمید ہے کہ آپ برا نہیں مانیں گے اور حسب روایت لازماً جواب دیں گے۔ اللہ پاک صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (جواب کا منتظر، محمد رشید)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

از عبدالمنان نورپوری بطرف جناب محترم صوبیدار (ر) محمد رشید صاحب، حفظہما اللہ الحمید المجید۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد! خیریت موجود عافیت مطلوب۔ آپ کی تمام باتوں کا جواب یہ فقیر الی اللہ الغنی اپنی تحریرات سابقہ میں دے چکا ہے مگر آپ تسلیم نہیں کرتے، اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔

آپ نے مولانا مبشر احمد صاحب ربانی اور مولانا محمد نواز صاحب چیمہ کا تذکرہ فرمایا ہے تو جناب کی خدمت عالیہ میں گزارش ہے کہ میری تحریرات آپ کے پاس موجود ہیں تو میری اور اپنی تحریرات ان دونوں عالموں یا کسی اور عالم کو پڑھا کر پوچھ لیں۔ آپ کو کھلی چھٹی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ پر کوئی پابندی نہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطاء فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

تمام احباب کی خدمت میں تحیۂ سلام پیش فرمادیں۔ ۱۴۲۵/۱۱/۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منجانب رشید بطرف جناب حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا، حالات سے آگاہی ہوئی، آپ کا واضح جواب سے گریز میرے لیے تشویش کا سبب بنا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ اس سے گریز کر رہے ہیں، میں نے پورے خطوں کی فائل کئی بار پڑھی ہے۔ رہن زمین سے فائدہ اُٹھانا سود ایسے بنتا ہے کسی خط میں نہیں لکھا ہوا۔ مجھے آپ کے اخلاص پر مان ہے، آپ مہربانی فرما کر دوبارہ ہی سہی لیکن جواب دیں کہ اس طرح سود بنتا ہے۔ آپ کے شاگردوں سے میری بات ہو چکی ہے، آپ کی سہولت کے لیے میں نے لکھا تھا کہ چیمہ صاحب تو آپ کے پاس ہیں۔ انہیں بلا کر لکھوا کر مجھے بھیج دیں کہ زمین سے الانتفاع یوں سود بنتا ہے۔ حشر میں حساب نیتوں کے مطابق ہوگا۔ ہم میں سے جو بھی ایسا ہوا جو قصداً صحیح بات سمجھنے سے اعراض برت رہا ہے، وہ یقیناً اچھا آدمی نہیں ہے۔ اللہ پاک ہمیں صحیح بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نواز چیمہ صاحب ہمارے ثالث ٹھہرے۔ حضرت صاحب! آپ نے مباحثہ سے گریز کیا۔ شرعی کورٹ سے فیصلہ لینے میں آپ نے تعاون نہ کیا۔ ثالثوں کے سامنے اپنا اپنا مؤقف بیان کرنا آپ نہ مانے، پھر آپ اپنے تحریر شدہ جواب کی وضاحت سے انکار کر رہے ہیں۔ آخری دونوں خطوں میں کوئی بات لکھی ہی نہیں موضوع کے متعلق۔ میں پھر التماس کرتا ہوں کہ صرف اتنا بتا دیں کہ زمین سے الانتفاع سود ہے یا نہیں؟ کیونکہ سود کی بنیاد پر ہی آپ اُسے حرام کہہ رہے ہیں۔ اگر آپ نے حسب سابق میرے خط کشیدہ الفاظ کا جواب نہ لکھا تو ان شاء اللہ بروز حشر ونشر اللہ پاک کے سامنے عرض کروں گا کہ آپ کے صاحب علم عالم سے میں نے بہت دفعہ پوچھا مگر انہوں نے متعین جواب دینے سے قصداً ٹال مٹول کیا۔ پلیز حافظ صاحب اس دفعہ مایوس نہ کریں۔

نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے یارب یہ میری بات دے دل ان کو اور یا دے مجھ کو زبان اور (غالب)

نوٹ:......نواز چیمہ صاحب گواہوں کے سامنے آپ کی بات کی تردید کر چکے ہیں کہ یہ سود ہرگز نہیں بنتا۔آپ خود معلوم کر لیں۔ہم میں سے جو غلط ہو وہ اب کسی لاعلمی کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ باہمی ضد کی وجہ سے ہوگا۔العیاذ باللہ۔

ان شاء اللہ مجھے اُمید ہے کہ آپ مثبت جواب دیں گے ہوسکتا ہے میں غلط ہوں ، ایک مومن دوسرے کے لیے آئینہ کی مانند ہے۔(حدیث) جیسے آئینہ لباس و چہرے کے نقائص بتاتا ہے ، دکھاتا ہے ، مومن دوسرے کی غلطیاں بتاتا ہے اور یہی تحقیق ہی جہاد کی طرح ہے۔(حدیث)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از عبدالمنان نور پوری بطرف جناب محترم صوبیدار (ر) محمد رشید صاحب ، حفظہما اللہ الحمید المجید۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد! خیریت موجود عافیت مطلوب۔آپ کی تمام باتوں کا جواب میری تحریرات میں موجود ہے جو تحریرات آپ کے پاس پہنچ چکی ہیں۔باقی آپ نہ سمجھیں تو اس میں میرا قصور؟

پھر آپ کا لکھنا ''صرف اتنا بتادیں کہ زمین سے الانتفاع سود ہے یا نہیں؟'' ان الفاظ کے نیچے خط لگا کر آپ کا لکھنا ''میرے خط کشیدہ الفاظ کا جواب نہ لکھا تو............الخ کس چیز کی غمازی کرتا ہے؟

تمام احباب واخوان کی خدمت میں تحیۂ سلام پیش فرما دیں۔ ۲۴/۱۱/۱۴۲۵ھ

س:......کوئی آدمی جنس چاول، گندم وغیرہ سے اس کے موسم میں خرید کر اس لیے رکھ دیتا ہے کہ سال کے آخر میں جب یہ جنسیں مہنگی ہوں گی تو بیچ ڈالوں گا ، اس کا کیا حکم ہے؟ (قاری عبدالصمد بلوچ)

ج:......یہ احتکار ہے اور احتکار سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

[((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَحْتَكِرُ اِلَّا خَاطِئٌ۔)) [1] ''جو ذخیرہ اندوزی کرے وہ گناہ گار ہے، ذخیرہ اندوزی نہ کرے گا مگر گناہ گار۔''] ۲/۲/۱۴۲۴ھ

س:......محترم شیخ ایک مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے کہ اجناس کو اس غرض سے ذخیرہ اندوز کرنا کہ مارکیٹ میں ریٹ بڑھنے پر فروخت کر کے نفع حاصل کیا جائے۔مثلاً عام حالات میں چینی ، گھی ، کھل اور دیگر اجناس خرید کر سٹور کرنا اور ریٹ بڑھنے کا انتظار کرنا۔اس صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ ذخیرہ شدہ چیز کا ریٹ کچھ بڑھنے کے بعد اچانک کم ہو جائے یعنی نفع اور نقصان کی دونوں صورتیں ممکن ہیں۔قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیلاً

[1] مسلم / کتاب المساقات والمزارعت / باب تحریم الاحتکار فی الاقوات۔ ترمذی / کتاب البیوع / باب الاحتکار

جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ نیز اس بارے میں بھی وضاحت فرمائیں کہ اگر کسان فصل حاصل کرنے کے بعد ریٹ بڑھنے کی غرض سے فروخت کرنے سے روک رکھے تو اس کا یہ فعل قرآن وحدیث کی رُو سے کیسا ہے؟ (عبدالرزاق عابد، وہاڑی، یکم جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ)

ج:...... کسی چیز کا ذخیرہ کرنا اس غرض سے کہ جب مہنگی ہو جائے گی تب اسے فروخت کیا جائے گا عربی زبان میں احتکار کہلاتا ہے۔ چنانچہ صاحب قاموس لکھتے ہیں: ((ما احتكر أي احتبس انتظارا لغلائه)) صحیح مسلم میں ہے ''معمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ)) [1] ''جس نے احتکار کیا وہ گناہگار ہے۔'' آپ نے مکتوب میں احتکار کی جتنی صورتیں درج فرمائی ہیں وہ بھی اور جو صورتیں آپ نے مکتوب میں نہیں لکھیں وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا فرمان کے پیش نظر ناجائز اور حرام ہیں۔ واللہ اعلم ١٤٢١/٤/٩ھ

س:...... مؤرخہ ۱۰/ جون ۱۹۹۷ء کو منتظمہ کمیٹی اور انجمن جٹاں کی دکانوں کے سلسلے میں میٹنگ ہوئی اور وہ دُکانیں دراصل مسجد کی ہیں۔ اور دو جماعتوں کے مابین اختلاف ہوا۔ جس میں طے یہ پایا کہ انجمن جٹاں نئی تعمیر شدہ دکانوں کا کرایہ بحساب ۹۰۰/ روپے فی دکان ہر ماہ ادا کریں گے لیکن ایڈوانس کی ادائیگی فی الوقت نہیں کریں گے جو پہلے سے ایڈوانس مسجد کی طرف ہے وہی رہے گا۔ اور دُکانوں کا قبضہ فی الفور مسجد کو دیا جائے گا۔ جیسے ہی تعمیر ہوں گی دکانیں واپس انجمن جٹاں کو دے دی جائیں گی۔ اس معاہدے کو انتظامیہ ابھی تک تسلیم کرتی ہے۔ لیکن عمل نہیں کرتی۔ آیا اب تین سال گزر چکے ہیں دکانیں نہیں دی گئیں بند رکھی گئیں۔ اور ابھی تک بند ہیں تو اس صورت میں معاہدہ کی خلاف ورزی کی گئی۔ تو یہ کرایہ جو ہر ماہ ادا کرنا تھا یہ کس کے ذمہ ہوگا؟ مسجد کا یہ نقصان کس کے ذمہ ہوگا؟

ج:...... جیسے دکانوں کی تعمیر والا مسئلہ آپ لوگوں نے مسجد کی منتظمہ کمیٹی اور انجمن جٹاں کے باہمی صلاح مشورے سے حل فرما لیا تھا ویسے ہی مسجد کے اس کرایہ والے معاملہ کو بھی منتظمہ اور انجمن کے باہمی صلاح مشورے سے حل فرما لیا جائے۔ بڑی مہربانی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ﴾ [الشورىٰ: ٤٢/ ٣٨] [''اور ان کا کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔''] ١٤٢١/٨/٣٠ھ

س:...... دکان داری کے کاروبار میں منافع کی شرح کس حد تک جائز ہے؟ پانچ فی صد یا بیس (۲۰) فی صد؟ اس

[1] مسلم / كتاب المساقات والمزارعت/باب تحريم الاحتكار في الاقوات۔

کے بارے وضاحت فرمائیں؟ (محمد ارشد)

ج:......شریعت میں کوئی نفع جائز وحلال ہے اور کوئی نفع ناجائز وحرام ہے۔ جو نفع جائز وحلال ہے وہ جائز وحلال ہے خواہ تھوڑا ہو خواہ زیادہ اور جو نفع ناجائز وحرام ہے وہ ناجائز وحرام ہے خواہ تھوڑا ہو خواہ زیادہ۔ واللہ اعلم

[نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ میں چیزوں کے نرخ بڑھ گئے تو لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ﷺ نرخ بہت بڑھنے لگے ہیں آپ ﷺ ہمارے لیے قیمتوں پر کنٹرول کریں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ ہی نرخ مقرر کرنے والا ہے وہی مہنگا کرنے والا ہے وہی سستا کرنے والا ہے اور وہی رزق دینے والا ہے میں اس بات کا اُمیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملوں کہ کوئی شخص مجھ سے خون یا مال میں ظلم کی بناء پر مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر زیادتی کرتا ہے نہ اسے (دشمن کے) سپرد کرتا ہے جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔'' [2]]

۱۴۲۱/۸/۴ھ

س:......گزارش ہے کہ اپنے کاروبار کے متعلق مسئلہ درپیش ہے۔ ہم زمینداروں کو تین چار ماہ کے اُدھار پر کھاد دیتے ہیں اور اُدھار دینے کی وجہ سے ہم مارکیٹ کی نسبت ۱۰۰ روپے فی بوری پیسے زیادہ وصول کرتے ہیں۔ بعض اوقات کھاد لینے والوں کے پاس پیسوں کی کمی ہوتی ہے اور اس وجہ سے وہ مجبوراً مہنگی کھاد لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم ان پیسوں کو نقد لین دین میں استعمال کریں تو زیادہ منافع کے مواقع ہیں۔ ہم اس نیت سے اُن لوگوں کو اُدھار مہنگی کھاد دیتے ہیں۔ اب گزارش ہے کہ یہ معاملہ قرآن وحدیث کی روشنی میں سود کے زمرے میں تو نہیں آتا؟ تفصیلاً جواب فرمادیں۔ (اللہ دتہ رحمانی، محمد عثمان رحمانی)

ج:......قسطوں پر بیع کی دو صورتیں ہیں: (۱)...... چیز کی جتنی قیمت نقد ہے اتنی ہی یا اس سے کم قیمت اُدھار قسطوں میں وصول کر لی جائے۔ (۲)...... چیز کی جتنی قیمت نقد ہے اُدھار قسطوں میں اس سے زیادہ قیمت وصول کی جائے۔ پہلی صورت شرعاً جائز و درست ہے جبکہ دوسری صورت سود ہونے کی وجہ سے ناجائز،

---

[1] ابو داؤد/کتاب الاجارۃ/باب التسعیر۔ ابن ماجۃ/کتاب التجارات/باب من کرہ ان یسعر۔ ترمذی/کتاب البیوع/باب ما جاء فی التسعیر۔

[2] صحیح بخاری/کتاب المظالم/باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ۔ صحیح مسلم/کتاب البر والصلۃ/باب تحریم الظلم۔

نادرست اور حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾[البقرۃ: ۲۷۵] [''اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔''] ابوداؤد وغیرہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) [1] [''جس کسی نے ایک چیز کی دو قیمتیں مقرر کیں وہ یا تو کم قیمت لے لے یا پھر وہ سود ہوگا۔'']

س: ......مسئلہ سود کے بارے میں حل مطلوب ہے کہ ایک آدمی کوئی جانور بھینس یا گائے وغیرہ فروخت کرتا ہے۔ وہ نقد ۱۰/ ہزار روپے میں فروخت کرتا ہے۔ اور ۶/ ماہ کے اُدھار پر وہ ۱۵/ ہزار میں فروخت کرتا ہے۔ کیا ایسا کرنا درست ہے اور اُدھار کی صورت میں ۵/ ہزار روپے اضافہ لینا کیا سود ہے یا جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے مشکور فرمائیں۔ (عبدالمجید خطیب، قلعہ کالروالہ)

ج: ......بیع کی صورت جو آپ نے لکھی ''نقد دس ہزار اور اُدھار پندرہ ہزار'' درست نہیں بوجہ سود ناجائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) [2] [''جو شخص ایک بیع میں دو سودے کرے تو اس کے لیے کم تر قیمت والا سودا ہے یا سود ہے۔''] ابوداؤد وغیرہ میں موجود ہے۔ ہاں ''نقد دس ہزار اور اُدھار بھی دس ہزار'' میں خرید وفروخت ہو تو درست ہے جائز ہے۔ ۱۴۲۱/۷/۴ھ

س: ......قسطوں کا کاروبار، اس کی کئی صورتیں ہیں، ایک تو عام ہے جو تقریباً ہر شہر میں ہے کہ پنکھے، استریاں اور دوسری چیزیں قسطوں پر دیتے ہیں، ہمارے ہاں سوتر منڈی میں، سوتر فروخت کرتے وقت دکاندار گاہک کو کہتا ہے کہ دس دن کے بعد پیسے دو گے تو ۷۰/ روپے کلو کے حساب سے ملے گا، بیس دن کے بعد دو گے تو ۹۰/ روپے کے حساب سے، ابھی ادا کر دو گے تو ۵۰/ روپے کلو کے حساب سے۔ غرضیکہ مدت کے کم زیادہ ہونے سے قیمت میں کمی وبیشی ہوتی ہے۔ اسی طرح نئے نوٹوں کی ۱۰۰/ روپے کی کاپی ۱۱۰/ روپے میں ملتی ہے۔ ۱۱۰/ روپے دے کر ۱۰۰/ روپے لیتے ہیں۔ اس طرح کی اور بھی کئی صورتیں ہیں آپ ان کو بہتر جانتے ہیں اس کا تفصیل سے جواب دیں؟ (قاسم بن سرور)

ج: ......بیع تقسیط میں متعدد قسطوں میں وصولی کی جانیوالی رقم وقیمت اگر نقد رقم وقیمت کے برابر یا اس سے کم ہو تو یہ بیع شرعاً درست اور جائز ہے اور اگر متعدد قسطوں میں وصول کی جانے والی رقم وقیمت نقد رقم وقیمت سے زیادہ ہو تو یہ بیع بوجہ سود شرعاً نادرست اور ناجائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ

---

[1] ابو داؤد/ کتاب البیوع۔ باب فی من باع بیعتین فی بیعة

[2] ابو داؤد/ کتاب البیوع/ باب فی من باع بیعتین فی بیعة۔

فِیْ بَیْعَۃٍ فَلَہٗ أَوْ کَسُھُمَا أَوِ الرِّبَا)) [1] [''جو شخص ایک بیع میں دوسودے کرتا ہے تو اس کے لیے کم تر قیمت والا ہے یا سود ہے۔''] اسی طرح ۱۰۰/ روپے دے کر یا لے کر ۱۱۰/ روپے لینا یا دینا بھی سود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا تَبِیْعُوا الذَّھَبَ بِالذَّھَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ ، وَالْفِضَّۃَ بِالْفِضَّۃِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ)) [2] [سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض کمی بیشی سے مت فروخت کرو۔'']

بیع تقسیط کو جائز قرار دینے والے دلیل میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی حدیث: ((أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ أَمَرَہٗ أَنْ یُجَھِّزَ جَیْشًا ، فَنَفِدَتِ الْاِبِلُ فَأَمَرَہٗ أَنْ یَّأْخُذَ عَلٰی قَلَائِصِ الصَّدَقَۃِ ، فَکَانَ یَأْخُذُ الْبَعِیْرَ بِالْبَعِیْرَ یْنِ إِلٰی إِبِلِ الصَّدَقَۃِ)) [3] [''عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا، پس اونٹ ختم ہو گئے تو آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ صدقہ کی جوان اونٹنیوں کے وعدے پر اونٹ حاصل کر لے۔ پس عبداللہ رضی اللہ عنہ صدقہ کے اونٹ آنے تک ایک ایک کو دو دو اونٹ کے بدلے حاصل کرتے تھے۔''] [اس حدیث کی سند میں مسلم ابن جبیر اور ابوسفیان ہیں۔ امام ذہبی نے ان دونوں کو مجہول کہا ہے۔] پیش فرماتے ہیں مگر شیخ البانی رحمہ اللہ نے تعلیق مشکاۃ [کتاب البیوع/ باب الربا/ الفصل الثانی] میں تصریح فرمائی ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے پھر بیع حیوان بحیوان میں نقد کی صورت میں بھی تفاضل درست ہے لہٰذا نسیہ کی صورت میں بیع حیوان بحیوان میں ایک طرف اضافہ کا بوجہ نسیہ ہونا متعین نہیں۔ اور کئی کہتے ہیں **بیعتین فی بیعۃ** میں نہی کی علت عدم تعیین قیمت ہے مگر ان کی یہ بات مذکورہ بالا حدیث: ((فَلَہٗ أَوْ کَسُھُمَا أَوِ الرِّبَا)) میں نہیں چل سکتی کیونکہ اس میں نہی کی علت ربا ہونا منصوص ہے اور معلوم ہے جہاں موجود ہو نص جلیل وہاں کسی عالم و مجتہد کی تعلیل ہوتی ہے فقط چالِ علیل سمجھ ہے تو آپ کو اجر جزیل۔ ۱۴۲۵/۱۱/۵ھ

س: ......قسطوں پر خریدی جانے والی گاڑی سودی رقم سے ہے یا نہیں جبکہ رقم پہلے ہی مقرر رہوتی ہے؟

(محمد شکیل، فورٹ عباس ۱۷/۱۲/۲۰۰۰ء)

ج: ......قسطوں پر خریدی ہوئی چیز، گاڑی ہو خواہ کوئی اور۔ کی قسطوں والی قیمت اگر نقد قیمت کی بنسبت زیادہ ہے تو سود ہے وہ پہلے ہی سے مقرر ہو یا بعد میں بڑھائی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ بَاعَ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَۃٍ فَلَہٗ أَوْ کَسُھُمَا أَوِ الرِّبَا)) [4] [''جو ایک بیع میں دو بیع کرتا ہے پس اس کے لیے ان

---

[1] سنن ابی داؤد/کتاب البیوع/باب فی من باع بیعتین فی بیعۃ۔

[2] صحیح بخاری/کتاب البیوع/باب بیع الذھب بالذھب۔ [3] ابو داؤد/کتاب البیوع/باب فی الرُّخصۃ۔

[4] سنن ابی داؤد/کتاب البیوع/باب فی من باع بیعتین فی بیعۃ واحدۃ۔

دونوں سے تھوڑا ہے یا سود ہے۔''] ١٤٢١/١٠/١٢ھ

س: ......آج کل مختلف کمپنیاں اقساط پر چیزیں فروخت کر رہی ہیں، کیا ان سے قسطوں پر چیزیں لینا جائز ہے، ان شرائط پر:

(۱)...... جب وہ نقد کیش پر اُدھار سے رعایت دیں۔

(۲)...... جب ان کی اور بازار کی ریٹ لسٹ ایک ہو۔

(۳)......فرض کریں کہ بازار میں اور ان کو ۲۰/ فی صد کمیشن ملتا ہے۔ اور وہ کمیشن کم نہ کریں اور بازار والے نقد مال پر کمیشن کم کر دیں۔ دونوں کو فیکٹری والوں نے ایک ہی کمیشن پر مال دیا ہے) اور اقساط پر دینے والی کمپنی بھی نقد کیش پر اپنا کمیشن کم کر دے۔

(۴)......کیا یہ چیز سود میں آتی ہے اگر سود میں نہیں آتی تو کیا یہ جائز ہے؟ (کیونکہ یہ رقم کے بدلے رقم نہیں ایک چیز کے بدلے رقم ہے)

(۵)...... ہمارے پاس نقد خرید نے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ اقساط میں ہم خرید سکتے ہیں اوپر دی گئی مختلف شرائط کو سامنے رکھتے ہوئے مجھے جواب دیں۔ (عامر صالح)

ج: ......قسطوں پر بیع کی صورتیں دو ہیں۔ ایک قسطوں میں جو قیمت وصول کی جائے وہ نقد قیمت کے برابر ہو یا کم نہ زیادہ۔ دوسری قسطوں میں جو قیمت وصول کی جائے وہ نقد قیمت سے زیادہ ہو۔ پہلی صورت درست و جائز ہے جبکہ دوسری صورت نا درست و نا جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) ''جس نے ایک بیع میں دو بیعیں کیں تو اس کے لیے ان دونوں میں سے کم ہے یا سود۔'' یہ حدیث ابوداؤد [1] وغیرہ میں موجود ہے۔ پھر ربا اور کئی ایک ربوی بیوع پر غور کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ مہلت اور اُدھار و تاجیل کے عوض پیسے وغیرہ وصول کرنا سود کے زمرہ میں شامل ہے۔ آپ نے جو پانچ چیزیں نمبروار ذکر کیں ان میں سے کوئی ایک بھی قسطوں والی بیع کی دوسری صورت میں زیادہ قیمت کے مہلت و تاجیل کے عوض ہونے کو ختم نہیں کرتی لہٰذا ان پانچوں چیزوں کے ہوتے ہوئے بھی بیع بالاقساط کی دوسری صورت سود ہی ہے اور سود نا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾ [البقرة: ٢٨٥] [''اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔''] اس سلسلہ میں اگر آپ تفصیل چاہتے ہیں تو مجلّہ نداء الاسلام'' کی طرف رجوع فرمائیں کہ اس کی جلد نمبر ۳، شمارہ ۸ میں بیع بالاقساط کے موضوع پر اس فقیر الی اللہ الغنی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ ١٤٢٢/١/٣ھ

---

[1] كتاب البيوع/باب في من باع بيعتين في بيعة۔

س:...... آج تک یہی سنتے اور پڑھتے آئے ہیں کہ قسطوں کا کاروبار حرام اور سود ہے۔لیکن ہفت روزہ اہل حدیث میں مولانا صاحب نے جائز قرار دیا ہے۔ براہِ مہربانی وضاحت فرمادیں۔شکریہ۔ (محمد سرور دکاندار، چک چٹھہ، حافظ آباد)

ہفت روزہ اہلحدیث ۲۵ ربیع الاوّل ۱۴۲۳ھ میں

مولانا حافظ ابو محمد عبدالستار الحماد میاں چنوں کا فتویٰ

سوال:...... فاروق آباد سے سعید ساجد لکھتے ہیں کہ آج کل قسطوں کا کاروبار تقریباً ۷۵/ فی صد لوگ کررہے ہیں ، جس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی کوئی گاڑی نقد خریدتا ہے تو وہ پانچ لاکھ روپے کی ہے لیکن قسطوں میں وہی گاڑی آٹھ لاکھ روپے میں ملتی ہے کیا یہ صورت سود کے زمرے میں تو نہیں آتی ؟

جواب:...... واضح رہے کہ صورتِ مسئولہ کا تعلق مالی معاملات سے ہے، مالی معاملات کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے مت کھاؤ مگر یہ کہ کوئی مال رضا مندانہ تجارت کی راہ سے حاصل ہو جائے۔'' (سورۃ النساء:۲۹)

باطل طریقہ سے مراد لین دین، کاروبار اور تجارت کے وہ طریقے ہیں جن میں فریقین کی حقیقی رضامندی یکساں طور پر نہیں پائی جاتی بلکہ اس میں ایک فریق کا تو مفاد محفوظ رہتا ہے جبکہ دوسرا غرر یا ضرر کا ہدف بنتا ہے۔اگر کسی معاملہ میں دھوکا پایا گیا یا اس میں ایک فریق کی بے بسی اور مجبوری کو دخل ہو تو اگرچہ وہ بظاہر اس پر راضی بھی ہوں تاہم شریعت کی رو سے یہ باطل طریقے ہیں۔جنہیں شریعت نے ناجائز ٹھہرایا ہے اس لیے لین دین اور باہمی تجارت نہ تو کسی ناجائز دباؤ سے ہو اور نہ ہی اس میں فریب اور ضرر کو دخل ہو اگرچہ خرید و فروخت کی حلت قرآنی نص سے ثابت ہے۔ ﴿ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ ﴾(بقرة: ۲۷۵) [''اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے۔''] لیکن ہر قسم کی خرید و فروخت حلال نہیں ہے۔ بلکہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔

1. فریقین باہمی رضامندی سے سودا کریں۔
2. خرید کردہ اشیاء اور ان کا معاوضہ مجہول نہ ہو۔
3. قابل فروخت چیز فروخت کنندہ کی ملکیت ہو اور وہ اسے خریدار کے حوالے کرنے پر قادر ہو۔
4. فروخت کردہ چیز میں کسی قسم کا عیب چھپا ہوا نہ ہو۔
5. خرید و فروخت کسی حرام چیز کی نہ ہو اور نہ ہی اس میں سود وغیرہ کو بطورِ حیلہ جائز قرار دیا گیا ہو۔
6. اس خرید و فروخت میں کسی فریق کو دھوکہ دینا مقصود نہ ہو۔

☆ اس تجارتی لین دین میں حق رجوع کو برقرار رکھا گیا ہو۔

کتب حدیث میں خرید و فروخت کی تقریباً تیس (۳۰) اقسام کو انہیں وجوہ کی بنیاد پر حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ پھر عام طور پر خرید وفروخت کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔نقد (۲)۔اُدھار

نقد یہ ہے کہ چیز اور اس کا معاوضہ فوراً احوالے کر دیا جائے پھر معاوضہ کے لحاظ سے اس کی مزید دو اقسام ہیں:

(۱)۔معاوضہ نقدی کی صورت میں ہو۔ (۲)۔معاوضہ جنس کی صورت میں ہو۔

جہاں معاوضہ جنس کی صورت میں ہو اس کی دو صورتیں ہیں: (۱)۔حرام (۲)۔جائز

حرام یہ ہے کہ ایک ہی جنس کی خرید وفروخت میں ایک طرف سے کچھ اضافہ ہو جیسا کہ ایک تولہ سونا دے کر دو تولے سونا لینا ایک کلو کھجور کے بدلے دو کلو کھجور لینا وغیرہ۔

جائز یہ ہے کہ مختلف اجناس کی خرید وفروخت کرتے وقت کسی ایک طرف سے کچھ اضافہ کے ساتھ وصولی کرنا مثلاً ایک من گندم کے عوض دو من جو لینا، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ سودا نقد بنقد ہو۔

خرید وفروخت کے اُدھار ہونے کی صورت میں بھی اس کی کئی اقسام ہیں: مثلاً:

(۱)...... چیز اور اس کا معاوضہ دونوں ہی اُدھار ہوں، ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ فقہی اصطلاح میں اسے بیع الکالی کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۲)...... اگر دونوں میں سے ایک نقد اور دوسری اُدھار ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) معاوضہ نقدی کی صورت میں پہلے ادا کر دیا جائے لیکن مبیع یعنی فروخت کردہ جنس بعد میں حوالہ کرنا ہو اسے بیع سلم یا سلف کہا جاتا ہے اس کی شرعاً اجازت ہے بشرطیکہ: (۱) جنس کی مقدار اور اس کا بھاؤ پہلے سے طے شدہ ہو۔ (۲) جنس کی ادائیگی کا وقت بھی متعین ہو۔

(ب) مبیع یعنی فروخت کردہ چیز پہلے وصول کر لی جائے لیکن معاوضہ کی ادائیگی اُدھار ہو، یہ بھی جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمر کے آخری دور میں ایک یہودی سے آئندہ قیمت کی ادائیگی پر کچھ جو لیے تھے اسے بیع نسیئہ کہتے ہیں، اس بیع کی دو صورتیں ہیں: (۱) فروخت کردہ چیز کا بھاؤ ایک ہو خواہ نقد یا اُدھار، اس کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ (۲) فروخت شدہ چیز کے نقد اُدھار کے دو بھاؤ ہوں اس کے جواز یا عدم جواز کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، صورت مسئولہ میں بھی اسی کو بیان کیا گیا ہے، اس کے متعلق ہم نے کچھ گزارشات پیش کرنا ہیں

لیکن ان گزارشات سے پہلے دو اصولی باتیں گوش گزار کرنا ضروری خیال کرتے ہیں:

۱۔ معاملات اور عبادات میں فرق یہ ہے کہ عبادات میں اصل حرمت ہے الا یہ کہ شریعت نے اس کی بجا آوری کا حکم دیا ہو جبکہ معاملات میں اصل اباحت ہے الا یہ کہ شریعت نے کسی کے متعلق حکم امتناعی نہ دیا ہو۔ صورتِ مسئولہ کا تعلق معاملات سے ہے اس کے متعلق ہم نے حکم امتناعی تلاش کرنا ہے۔ بصورتِ دیگر یہ حلال اور جائز ہے۔

۲۔ کسی چیز کا بھاؤ متعین کر دینا شرعاً جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اہل مدینہ نے اشیاء کے بھاؤ متعین کر دینے کے متعلق عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق اور اُتار چڑھاؤ کا مالک ہے نیز وہ تمام مخلوق کا رازق ہے میں نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن میرے ذمے کسی کا کوئی حق ہو۔'' [1] (مسند امام احمد: ۳/۱۵۶)

اس بنا پر اشیاء کی قیمتیں توقیفی نہیں ہیں کہ ان میں کمی بیشی نہ ہو سکتی ہو نیز کسی چیز کا نفع لینے کی شرح کیا ہو؟ اس کے متعلق بھی شریعت کا کوئی ضابطہ نہیں ہے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسے واقعات بھی منقول ہیں کہ انہوں نے قیمت خرید پر دوگنا وصول کیا۔ (صحیح بخاری) [2]

صورتِ مسئولہ یوں ہے کہ ایک دکاندار اپنی اشیاء بایں طور فروخت کرتا ہے کہ نقد ادائیگی کی شکل میں ایک چیز کی قیمت ۳۰۰ روپے ہے لیکن وہی چیز ایک سال کے اُدھار پر ۴۰۰ روپے میں اور دو سال کے اُدھار پر ۵۰۰ روپے میں فروخت کرتا ہے۔ اُدھار کی شکل میں خریدار کو اختیار ہے کہ وہ سال کے اختتام پر واجب الاداء رقم یکمشت ادا کر دے یا حسب معاہدہ اس رقم کو بالاقساط ادا کرے، موجودہ دور میں قسطوں پر اشیاء ضرورت بیچنے کا رواج تمام اسلامی ممالک میں عام ہو چکا ہے اور بہت سے لوگ اپنی ضرورت کی اشیاء صرف قسطوں پر خرید سکتے ہیں اور نقد خریدنا ان کی طاقت سے باہر ہوتا ہے واضح رہے کہ قسطوں کی صورت میں ایک چیز کی قیمت بازاری قیمت سے زیادہ مقرر کی جاتی ہے بعض علماء اس زیادتی کو ناجائز کہتے ہیں کیونکہ ثمن کی یہ زیادتی ''مدت'' کے عوض میں ہے اور جو ثمن ''مدت'' کے عوض میں ہو وہ سود ہے جسے شریعت نے حرام کہا ہے۔ علامہ شوکانی نے زین العابدین علی بن حسین، ہادویہ کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔ لیکن ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء اور محدثین کا مسلک یہ ہے کہ خرید و فروخت کے عمومی

---

[1] ترمذی/كتاب البيوع/باب ما جاء في التسعير۔ ابو داؤد/كتاب الاجارة/باب التسعير ابن ماجه/كتاب التجارات/باب من كره ان يسعر

[2] بخاری/كتاب المناقب/باب علامات النبوة في الاسلام۔ ترمذی/كتاب البيوع/باب ٣٤

دلائل کے پیش نظر اُدھار بیع میں نقد کے مقابلہ میں قیمت زیادہ کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ خریدار اور فروخت کنندہ اُدھار یا نقد قطعی فیصلہ کرکے کسی ایک قیمت پر متفق ہو جائیں (نیل الاوطار: ۱۷۲/۵)

لہٰذا اگر بائع یہ کہے کہ میں یہ چیز نقد اتنے میں اور اُدھار اتنے میں فروخت کرتا ہوں، اس کے بعد کسی ایک بھاؤ پر اتفاق کیے بغیر دونوں جدا ہو جائیں جہالت ثمن کی وجہ سے یہ بیع ناجائز ہے لیکن اگر عاقدین مجلس عقد میں ہی کسی ایک شق اور کسی ایک ثمن پر اتفاق کرلیں تو بیع جائز ہو جائے گی چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ جامع ترمذی میں لکھتے ہیں:

''بعض اہل علم نے حدیث '' بيعتين في بيعة'' کی تشریح بایں الفاظ کی کہ ''بائع مشتری سے کہے کہ میں کپڑا تمہیں نقد دس اور اُدھار بیس روپے میں فروخت کرتا ہوں اور پھر کسی ایک بیع پر اتفاق کرکے جدائی نہیں ہوئی لیکن اگر ان دونوں میں سے کسی ایک پر اتفاق ہونے کے بعد جدائی ہوئی تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ معاملہ ایک پر طے ہوگیا ہے۔'' (جامع ترمذی/کتاب البیوع)

امام ترمذی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ '' بيعتين في بيعة'' کے ناجائز ہونے کی علت یہ ہے کہ عقد کے وقت کسی ایک صورت کی عدم تعیین سے ثمن دو حالتوں میں متردد ہو جائے گی اور یہ تردد جہالت ثمن کو مستلزم ہے، جس کی بناء پر ناجائز ہوئی، مدت کے مقابلہ میں ثمن کی زیادتی ممانعت کا سبب نہیں لہٰذا اگر عقد کے وقت ہی کسی ایک حالت کی تعیین ہو جائے اور جہالت ثمن کی خرابی دور کردی جائے تو پھر اس کے جواز میں شرعاً کوئی قباحت نہیں رہے گی، یہی موقف راجح ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں اس بیع کے عدم جواز پر کوئی نص موجود نہیں، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ معاملات کے متعلق فرماتے ہیں: ''جو معاملات انسان کو ضرورت کے طور پر پیش آتے ہیں وہ سب حلال اور جائز ہیں الا یہ کہ اس کی حرمت پر قرآن وحدیث میں کوئی واضح دلیل موجود ہو۔'' (مجموع الفتاویٰ: ۳۸۶/۲۸)

ہم نے آغاز میں جو ایک اصول بیان کیا تھا اسے ایک مرتبہ پھر بنظر غائر دیکھ لیا جائے اور اس بیع میں جو ثمن کی زیادتی ہے اس پر ربا کی تعریف بھی صادق نہیں آتی کیونکہ وہ قرض نہیں اور نہ ہی اموال ربویہ کی خرید وفروخت ہو رہی ہے بلکہ یہ عام بیع ہے اور اس عام بیع میں فروخت کنندہ کو شرعاً مکمل اختیار ہے کہ وہ اپنی چیز جتنی قیمت میں چاہے فروخت کرے اور اس کے لیے شرعاً یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنی چیز کو بازار کے بھاؤ سے فروخت کرے اور قیمت کی تعیین میں ہر تاجر کا اپنا ایک اصول اور انداز ہوتا ہے۔ اس پر پابندی نہیں ہے کہ وہ ایک متعین ریٹ پر اپنی اشیاء کو فروخت کرے اس سلسلہ میں ہمارا بیان کردہ دوسرا اُصول پیش نظر رہنا چاہیے کہ بعض اوقات ایک ہی چیز کی قیمت

حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہے اگر کوئی بائع اپنی چیز کی قیمت ایک حالت میں کچھ مقرر کرے اور دوسری حالت میں کچھ مقرر کردے تو شریعت نے اس پر کوئی قدغن نہیں لگائی، لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی چیز نقد آٹھ روپے میں اور اُدھار دس روپے میں فروخت کرتا ہے تو اس شخص کے لیے بالاتفاق یہ جائز ہے کہ وہ اسی چیز کو نقد دس روپے میں فروخت کردے بشرطیکہ اس میں ضرر یا غرر نہ ہو اور جب دس روپے میں نقد فروخت کرنا جائز ہے اور اُدھار دس روپے میں فروخت کرنا کیوں ناجائز ہوا؟ (فتدبر)

اب ہم قارئین کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ زیر نظر مسئلہ میں نقد کی نسبت سے اُدھار قیمت میں یہ تفاوت کیا اُدھار کا عوض ہے یا اُدھار کی وجہ سے ہے؟ ان دونوں کے درمیان ما بہ الامتیاز کیا ہے تاکہ بذریعہ نص حرام اور ناجائز سود سے اس کا فرق ہو سکے، واضح رہے کہ اُدھار کی وجہ سے قیمت میں یہ تفاوت اُدھار کا معاوضہ نہیں ہے کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ اس اُدھار کی قیمت میں جو کچھ قیمت تو بیع کی ہو اور کچھ قیمت اس اجل کی ہو جو عاقدین نے قیمت کی ادائیگی کے لیے طے کی ہے۔ بلکہ معاشرتی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اُدھار میں جو سہولت میسر آتی ہے اس کی وجہ سے کچھ اضافہ ہوا ہے۔ ہم آسانی کے پیش نظر اسے یوں تعبیر کرتے ہیں: ان الزيادة ههنا لاجل لا لعوض الاجل" یہاں پر قیمت میں اضافہ اُدھار کی وجہ سے ہے اُدھار کے عوض میں نہیں ہے۔ قرآن و حدیث میں اس قسم کے متعدد نظائر پائے جاتے ہیں جس میں اُدھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی آتی ہے جنہیں ہم آئندہ بیان کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ اجل ایک وصف ہے اور وصف کا معاوضہ نہیں ہوتا لیکن وصف کے مرغوب ہونے کی وجہ سے قیمت بڑھ سکتی ہے اور وصف کے ناپسند ہونے کی وجہ سے قیمت کم ہو جاتی ہے اس کی وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو صاع کھجور کے عوض ایک صاع کھجور لینے کو ناجائز ٹھہرایا ہے [1] آپ نے اس کے متعلق مزید تاکید کی ہے کہ عمدہ اور ردّی کھجور کا بھی مقابلہ ہو تو برابر برابر لینا ہوگا۔ [2] اس کے عمدہ ہونے کی صورت میں اضافہ نہ دے سکتے ہیں اور نہ ہی لے سکتے ہیں۔ بہترین کھجور کے ایک سیر کے بدلہ میں معمولی کھجور کے دو سیر دینے سے منع فرما دیا کیونکہ اس میں سیر کے بدلے میں آ جاتا ہے اور دوسرا سیر اس کے وصف جودت (عمدگی) کے عوض میں لیا جاتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی تدبیر یوں فرمائی کہ ردی کھجور کو کم قیمت پر فروخت کر دو پھر حاصل ہونے والے زرِ ثمن سے بہتر کھجور کو زیادہ قیمت سے خرید لو۔ [3] اس معاملہ

---

[1] مسلم/كتاب البيوع/باب بيع الطعام مثلاً بمثل
[2] مسلم/كتاب البيوع/باب بيع الطعام مثلاً بمثل
[3] مسلم/كتاب البيوع/باب بيع الطعام مثلاً بمثل

میں بہتر کھجور کی قیمت میں اضافہ اس کے وصف مرغوب کی وجہ سے ہے۔ اس عقلی اور فطری بات سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ مرغوب چیز کی قیمت بمقابلہ نامرغوب کے زیادہ ہے۔ لیکن یہ صورت ناجائز ہے کہ ایک سیر بہتر کھجور کے بدل میں دو سیر معمولی کھجور دی جائے اس طرح یہ بھی ناجائز ہے کہ بہتر کھجور والے کو معمولی کھجور کا ایک سیر اور اس کے ساتھ ایک روپیہ بھی دے دیا جائے کیونکہ اس صورت میں یہ روپیہ یا دوسرا سیر، وصف جودت کا عوض ثابت ہوگا اور وصف کا عوض لینا جائز نہیں ہے۔ لیکن بہتر کھجور کو عام نرخ سے زیادہ قیمت پر خریدنا بالکل جائز ہے کیونکہ یہاں قیمت کا اضافہ اس کے وصف (عمدگی) کی وجہ سے اس وصف کا عوضانہ نہیں ہے۔ آپ نے ملتان سے لاہور جانے کا پروگرام بنایا ہے اس کے لیے عام گاڑی، اے سی اور ہوائی جہاز تین ذرائع ہیں، ان تینوں ذرائع کا کرایہ الگ الگ ہے، یہ تفاوت ان ذرائع میں دی گئی سہولتوں کے پیش نظر ہے ایسا نہیں ہوتا کہ اصل کرایہ تو عام گاڑی کا ہے باقی جو کرایوں میں تفاوت ہے وہ ان سہولتوں کا عوض ہے جو آپ کو دی گئی ہیں۔ اب آپ اُدھار پر فروخت کی گئی چیز کی مدت پر غور کریں کہ نفس اجل کا عوض لینا ناجائز ہے لیکن اس کی وجہ سے قیمت کا بڑھ جانا فطری اور عقلی بات ہے اور شریعت نے اس سے منع نہیں کیا، اسی کو فقہاء اسلام نے یوں تعبیر کیا ہے: " **ان الاجل لا يقابله الثمن و ان الثمن يزاد لِلْاَجل** " ''ثمن، اجل کا عوض نہیں ہوتی البتہ اجل کی وجہ سے اس میں اضافہ ہوسکتا ہے۔''

نفس اجل پر عوض لینے کی صورت یوں ہوسکتی ہے کہ ایک ماہ پر کسی چیز کا اُدھار سودا ہوا کہ اس کی قیمت ایک ہزار روپیہ ایک ماہ پر ادا ہوگی، جب خریدار نے ایک ماہ بعد اس کی قیمت ادا نہ کی تو اسے کہا جائے کہ آپ دوسرے ماہ کے اختتام پر اس کی قیمت ادا کر دیں لیکن ساتھ پچاس روپے اضافی طور پر دیں۔ یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اس میں اجل کو فروخت کیا گیا ہے اور پچاس روپے اس اجل کا عوض ہیں اس کے برعکس اجل ایک وصف مرغوب ہے کہ مشتری کو فوری طور پر رقم ادا نہیں کرنا پڑتی، آسانی سے کام چلا لیتا ہے۔ اس لیے وہ چیز اُدھار پر دینے کی وجہ سے اس کی قیمت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ اس بیع مؤجل اور معاملہ سود میں فرق یہ ہے کہ سودی معاملہ میں اصل دین (قرض) پر مہلت کے عوض اضافہ ہوتا ہے جبکہ بیع مؤجل میں مہلت کی وجہ سے بوقت عقد زیادہ قیمت طے کی جاتی ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ سودی معاملہ میں مدت کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس زیادتی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے جبکہ بیع مؤجل میں ایک ہی دفعہ قیمت زیادہ لگائی جاتی ہے، بار بار ایسا نہیں کیا جاتا، ہم اسے ایک مثال سے سمجھاتے ہیں:

اگر مشتری نے کوئی چیز دس روپے میں اس شرط پر خریدی کہ ایک ماہ بعد اس کی قیمت ادا کرے گا اگر وہ ایک ماہ کے بجائے دو ماہ میں قیمت ادا کرے گا تو بھی وہ دس روپے ہی ادا کرے گا۔ اب مدت کی زیادتی کی وجہ سے قیمت میں

زیادتی نہیں ہوگی۔لیکن اگر بائع معاملہ طے ہونے کے بعد ایک ماہ کی تاخیر پر دو، پھر دو ماہ کی تاخیر پر چار اور اسی طرح تین ماہ کی تاخیر پر چھ روپے اصل طے شدہ رقم سے زیادہ وصول کرے تو یہ سود ہے جو کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

قارئین کرام! جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ زیر نظر مسئلہ یعنی نقد اور اُدھار کے بھاؤ میں کمی بیشی کرنا شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ یہ اُدھار خرید وفروخت کی ہی ایک صورت ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ اور اس کے متعلق صریح نصوص موجود ہیں۔ تاہم اُدھار کی بناء پر قیمت زیادہ وصول کرنا فکر ونظر اور غور وخوض کی متقاضی ہے کیونکہ خرید وفروخت کی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں اُدھار جائز نہیں ہے جیسا کہ سونے کے بدلے سونا یا گندم کے عوض گندم لینا اسی طرح بعض صورتیں ایسی ہیں کہ کسی طرف سے اضافہ حرام ہے جیسا کہ چاندی کے بدلے چاندی کا کاروبار کرنا، نیز اُدھار کی وجہ سے قیمت بڑھا دینا کسی صریح نص سے ثابت نہیں ہے۔ البتہ قرائن وشواہد اور استنباط واستخراج سے اس کا جواز ملتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

''ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ایمان والو! جب تم ایک وقت مقررہ تک اُدھار کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو'' [البقرۃ: ۲۸۵]

اس آیت کو آیت مداینہ کہا جاتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مقررہ مدت تک کیے ہوئے عقد سلم کے معاملہ کو اپنی کتاب میں آیت مداینہ کی رُو سے حلال قرار دے کر اس کی اجازت دی ہے۔'' (مستدرک حاکم: ۲/۲۸۶)

عقد سلم کی تعریف محدثین اور فقہاء نے بایں الفاظ کی ہے: ''بیع اجل بعاجل'' نقد پیشگی قیمت دے کر آئندہ خرید کردہ چیز وصول کرنے کا عقد، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی مشتری مقرر شرائط کی رعایت کرتے ہوئے کسی شخص کو ایک ہزار روپیہ دے اور یہ معاہدہ کرے کہ تم یہ رقم پیشگی وصول کر کے فلاں وقت میں مجھے اتنی گندم اس بھاؤ سے دینے کے پابند ہو اور بائع بھی مقرر شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے رقم وصول کر کے معاہدہ کرے تو اسے عقد سلم کہا جاتا ہے، اس عقد کی ماہیت پر غور کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ مشتری وقتی طور پر یکمشت زر سلم کی ادائیگی پر تیار ہو کر مہینوں تک خرید کردہ چیز کی وصولی کا انتظار کرتا ہے ایسا کیوں ہے؟ کیا اس میں فریق ثانی کی خیر خواہی اور ہمدردی مقصود ہے؟ ہرگز نہیں اگر ایسی بات ہوتی تو اسے قرض حسنہ دے کر مشکل کے وقت اس کے کام آتا۔ متعدد شرائط کی رعایت کر کے پیشگی رقم دے کر مہینوں تک خرید کردہ چیز کی وصولی کا انتظار کرنے سے اس کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسے مقررہ وقت پر خرید کردہ چیز ارزاں قیمت پر میسر ہو کیونکہ عقد سلم میں خرید کردہ چیز بائع کو بازار کی قیمت سے سستی پڑتی ہے۔

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ عقد سلم میں قیمت کی پیشگی ادائیگی اور خرید کردہ چیز کی تاخیر سے اس چیز کی قیمت متاثر ہوتی ہے۔ عقد سلم میں ادھار شرط ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس پر ایک عنوان بھی قائم کیا ہے اگر اس میں اُدھار نہ ہو تو عقد سلم کی حقیقت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جب بیع آجل بعاجل میں اُدھار کی وجہ سے قیمت میں تفاوت کا آنا ممنوع نہیں تو زیر نظر مسئلہ جو دراصل بیع عاجل بآجل ہے۔ اس میں قیمت کا تفاوت کیوں ممنوع قرار دیا جائے۔ بلکہ نقد اور اُدھار کی وجہ سے خرید کردہ چیز اور اس کی قیمت کا متاثر ہو کر کم یا زیادہ ہونا غیر مشروع نہیں اور نہ ہی سود کے زمرے میں آتا ہے۔ (فتدبر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالشحم نامی ایک یہودی سے جو اُدھار پر لیے اور اپنی زرہ اس کے ہاں گروی رکھی۔ (صحیح بخاری/کتاب البیوع/باب شراء النبی بالنسیئۃ)

ہم یہودی کے اس معاملہ کا بغور جائزہ لیتے ہوئے ایک متعصب دشمن اسلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اور اس کے بعد روزمرہ ضروریات میں کام آنے والی چیز زرہ کو رہن رکھنے کے پس پردہ واقعات کا جائزہ لینے سے جو صورت سامنے آتی ہے اس میں زیرِ نظر مسئلہ کے جواز پر قوی شواہد موجود ہیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ معاشرہ میں جب کسی چیز کی مانگ زیادہ ہو تو اس کے خریدار بھی بڑھ جاتے ہیں اور جب خریدار زیادہ ہوں تو اس چیز کے نقد فروخت ہونے کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں ایسے مواقع پر بائع اُدھار کی نسبت نقد کو زیادہ ترجیح دیتا ہے۔ ہاں اگر اسے اُدھار فروخت کرنے میں مالی منفعت زیادہ نظر آئے تو پھر اپنی صوابدید کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معاملہ کے وقت مدینہ منورہ کی معاشی حالت یہ تھی کہ غلہ کی ضرورت بہت زیادہ تھی عموماً لوگوں کو بیرونی قافلوں کے آنے کا انتظار کرنا پڑتا اور جب کبھی قافلہ آنے کی خوشخبری سنائی جاتی تو فاقہ زدہ معاشرہ کی حالت بسا اوقات غیر ہو جاتی۔ چنانچہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ قافلہ آنے کی خبر ملی، خبر سنتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ کی حالت میں اکیلے چھوڑ کر قافلہ کی طرف دوڑ پڑی[1] اور اس وقت خرید و فروخت کی مارکیٹ پر یہودیوں کا قبضہ تھا۔ وہ قافلہ سے غلہ خرید کر بعد میں اپنی مرضی کی قیمت پر اسے فروخت کرتے تھے۔ ایسی ضرورت کی اشیاء میں انہیں نقد کا گاہک بسہولت میسر تھا۔ یہ لوگ نقد کی بجائے اُدھار کو ترجیح کسی شوق یا جذبہ ہمدردی کی وجہ سے نہ دیتے تھے بلکہ مالی منفعت کی خاطر اُدھار کا معاملہ کرتے تھے۔ ایسے حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُدھار کے معاملہ سے غالب گمان یہی ہے کہ نقد کی نسبت سے اُدھار کی قیمت کا تفاوت لازمی طور پر اختیار کیا گیا ہوگا، مالی منفعت اور زیادہ قیمت کی وصولی

[1] بخاری/کتاب التفسیر سورۃ الجمعۃ/باب واذارأو تجارۃ او لهوا ـ مسلم/کتاب الجمعۃ/باب فی قولہ تعالیٰ واذا رأوا تجارۃ او لهوا ـ ترمذی/کتاب التفسیر سورۃ الجمعۃ۔

کے سوا یہودی کے اس اقدام کے لیے اور کوئی دوسرا محرک نظر نہیں آتا تھا۔

آخر میں ہم شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کا ایک فتویٰ درج کیے دیتے ہیں کیونکہ اس فتویٰ سے مزید کئی پہلو روشن ہوتے ہیں۔ شیخ صاحب سے کسی نے بایں الفاظ سوال کیا:

''بیع میں اگر نقد کی نسبت اُدھار یا قسطوں پر قیمت زیادہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟''

اس پر آپ نے حسب ذیل جواب دیا:

''معلوم مدت والی بیع جائز ہے جبکہ اس بیع میں معتبر شرائط پائی جاتی ہوں، اس طرح قیمت کی قسطیں کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں جبکہ یہ اقساط معروف اور مدت معلوم پر مشتمل ہوں چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! جب تم ایک مقررہ مدت کے اُدھار پر لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔'' (البقرۃ:۲۸۲)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جب کوئی شخص کسی چیز میں بیع سلم کرے تو ناپ تول اور مدت معین کر کے کرلے۔'' (صحیح بخاری) [1]

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے متعلق احادیث میں ہے کہ انہوں نے خود کو اپنے مالکوں سے نو اوقیہ چاندی میں خرید لیا کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی ادا کرنا ہوگی۔ (صحیح بخاری)...... [2]

یہی قسطوں والی بیع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع کو معیوب خیال نہیں کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اس سے منع نہیں فرمایا اور اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ قسطوں میں قیمت نقد کے برابر ہو یا مدت کی وجہ سے زیادہ ہو۔ (فتاویٰ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ :۱۴۲)

ایک اور فتویٰ میں آپ نے اس روایت سے بھی اس کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا کہ ایک لشکر ترتیب دیں اور اس کے لیے لوگوں سے حاضر اونٹ اس شرط پر خرید لیں کہ جب زکوٰۃ کے اونٹ آئیں گے تو ایک اونٹ کے عوض دو اونٹ دیے جائیں گے۔ (مستدرک حاکم وبیہقی) [3]

ان قرائن وشواہد کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ نقد اور اُدھار کی قیمت میں فرق کیا جا سکتا ہے اور اُدھار کی اقساط بنانے

---

[1] بخاری/کتاب السلم/باب السلم فی کیل معلوم۔ مسلم/کتاب البیوع/باب السلم۔ ترمذی/کتاب البیوع/باب ما جاء فی السلف فی الطعام والتمر۔ ابن ماجہ/کتاب التجارات/باب السلف فی کیل معلوم و وزن معلوم الی أجل معلوم۔

[2] بخاری/کتاب المکاتب /باب استعانۃ المکاتب وسؤالہ الناس۔

[3] ابو داؤد/کتاب البیوع/باب فی الرخصۃ حدیث ضعیف ہے۔ وضاحت ص۵۵۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ معاملہ غلط ہے کہ اگر کسی ایک قسط میں دیر ہو جائے تو اس کی باقی اقساط ضبط کر لی جائیں یا مدت بڑھا کر ان میں اضافہ کر دیا جائے ایسا کرنا سراسر زیادتی اور ظلم کے ساتھ ساتھ صریح سود ہے۔ (واللہ اعلم)

از عبدالمنان نور پوری بطرف محترم محمد بشیر سیالکوٹی

(رئيس التحرير مجلة "نداء الاسلام" حفظهما الله القدوس السلام)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:.......

أما بعد! میں نے آپ کے مجلّہ ''نداء الاسلام'' کے سال چہارم کے پہلے شمارہ کا مطالعہ کیا، اس میں میں نے جناب دکتور حسین مطاوع الترتوری حفظهُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ ، وَبَارَكَ فِیْ عِلْمِهٖ وَعَمَلِهٖ ، وَوَفَّقَنَا وَإِيَّاهُ لِمَا يُحِبُّهُ وَيَرْضَاهُ کا مضمون ''قسطوں کی بیع'' پڑھا، جس میں انہوں نے قسطوں کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس مضمون کی فصل ''مُنَاقَشَةُ الْاَدِلَّةِ وَبَيَانُ الرَّاجِحِ'' (دلائل کا مناقشہ اور راجح چیز کا بیان) میں فرماتے ہیں:

''راجح۔ واللہ اعلم۔ یہی ہے کہ قسطوں کی بیع جائز ہے خواہ اس میں قیمت زیادہ ہی دینی پڑے، بشرطیکہ خرید و فروخت کے وقت شروع میں ہی یہ بات ہو جائے (کہ پیسے تاخیر سے دینے ہیں اور اتنی مقدار میں دینے ہیں)

ترتوری صاحب مضمون کے آخر میں فرماتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ قسطوں کی بیع جائز ہے..........

صاحب مضمون کے دلائل:

صاحب مضمون نے اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے مندرجہ ذیل چند دلائل پیش کیے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ ﴾ (''اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت حلال کی ہے۔'') (البقرة: ۲۷۵) کے تحت قسطوں کی بیع بھی داخل ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّآ أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ﴾ (اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ باہم رضامندی سے تجارت ہو۔'') (النساء: ۲۹) کے تحت بھی داخل ہے۔

۳۔ نبی ﷺ کی حدیث: ((لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ)) (کسی مسلمان کا مال

جائز نہیں مگر اس کی خوشنودی سے)(مستدرك على الصحيحين للحاكم كتاب العلم:٣١٨۔ سنن دار قطني كتاب البيوع:٩٢) سے بھی قسطوں کی بیع کی اجازت ہے۔

۴۔ اصل میں تمام معاملات، لین دین جائز ہیں، جب تک کوئی منع کی دلیل وارد نہ ہو، اور جو آدمی کہتا ہے کہ قسطوں کی بیع جائز نہیں اس کے پاس کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جس سے قسطوں کی بیع کی ممانعت نکلتی ہو۔

۵۔ لوگوں کو ایک چیز کی ضرورت ہو اور نقد پیسے نہ ہوں تو آسان قسطوں پر چیز کو اس کے ریٹ سے مہنگا خرید لینے میں ان کو کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ (اللہ تعالیٰ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں ڈالی۔) [الحج:۷۸] اور فرماتا ہے: ﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾ (اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ تنگی نہیں چاہتا۔) [البقرة : ١٨٦]

۶۔ اس وقت ایسے محسنوں کی کمی ہے جو اپنے ضرورت مند بھائیوں کو قرضِ حسنہ دے سکیں۔

۷۔ اس سے سود کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ ایک آدمی کو جب ایک چیز کی ضرورت ہو اور اس کے پاس اسے خریدنے کے لیے پیسے نہ ہوں، نہ ہی کوئی قسطوں پر بیچنے کے لیے تیار ہو تو اُسے وہ چیز خریدنے کے لیے سود پر پیسے لینے پڑیں گے۔

۸۔ قیمت میں اضافہ کا جواز تاخیر کا بدل و معاوضہ ہے۔

<u>دلائل کا تجزیہ:</u>

ان آٹھ دلائل میں کوئی دلیل بھی ایسی نہیں، نہ کوئی اور دلیل ایسی ہے جو صاحب مضمون کے دعویٰ ''قسطوں کی بیع کے جواز'' کو ثابت کر سکے۔

۱،۲،۳ (پہلے تین دلائل تو اس لیے دلیل نہیں بنتے کہ غیر شرعی خرید و فروخت اور تجارتیں سرے سے ان تینوں دلائل کے عموم میں داخل ہی نہیں، اور اگر داخل ہیں تو شریعت نے ان عمومی دلائل سے نکال کر ان کا بطورِ خاص الگ حکم بتایا ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ان کے ساتھ (ا) شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت (ب) گندم کی خرید و فروخت برابر وزن سے، ایک جانب سے نقد اور دوسری جانب سے اُدھار۔ (ج) دونوں جانب سے گندم نقد ہو لیکن ایک فریق زیادہ لے۔ (د) ایک فریق کم لے اور دوسرا زائد لے جبکہ ایک اُدھار کرے۔ تو یہ اور اس طرح دوسری بیوع اور تجارتیں اگر رضامندی سے ہو جائیں تو جائز ہونی چاہئیں؟ لیکن ظاہر ہے کہ سود ہیں تو قسطوں کی بیع بھی صرف

رضا مندی کی وجہ سے کیسے جائز ہوگئی؟

صاحب مضمون بھی اس طرح کی خرید وفروخت اور تجارت کو اس بناء پر جائز قرار نہیں دیتے کہ یہ ان دلائل کے عموم کے تحت داخل ہیں، اس لیے کہ شریعت نے ان کو اور اس طرح کی دوسری بیوع اور تجارات کو حرام قرار دیا ہے۔ اور قسطوں کی بیع بھی انہی بیوع میں سے ہے جنہیں شریعت نے حرام کیا ہے کیونکہ اس میں زیادہ منافع صرف تاخیر کی وجہ سے لیا جاتا ہے۔ اور صرف تاخیر وقت کا منافع شریعت میں جائز نہیں، جس طرح سود (قرض کے سود اور بیع کے سود) کی حرمت کے بہت سے دلائل سے سمجھ آتا ہے۔ پھر قسطوں کی بیع ان بیوع سے ہے جن پر نبی ﷺ کا یہ فرمان صادق آتا ہے:

((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) (''جس نے ایک بیع (چیز فروخت) کے دو بھاؤ لگائے تو اس کے لیے کم ریٹ اور بھاؤ لینا جائز ہے اور اگر زیادہ لیا تو سود ہوگا۔'')

یہ مسئلہ آگے آرہا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى

لہٰذا ان تین اور ان کے علاوہ دوسرے دلائل سے قسطوں کی بیع کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں۔

چوتھی دلیل اس لیے نہیں بنتی کہ یہاں قسطوں کی بیع کی ممانعت کی مضبوط دلیل موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ قسطوں کی بیع کا انحصار اس پر ہے کہ اس میں صرف تاخیر اور دیر سے ادائیگی کرنے پر منافع لیا جاتا ہے اور یہ ایسی بیوع سے ہے جن پر نبی ﷺ کا یہ قول: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) صادق آتا ہے۔

پانچویں پیش کردہ دلیل اس لیے صحیح نہیں کہ اس سے شریعت میں ہر حرام کردہ چیز اس وجہ سے جائز اور حلال ٹھہرے گی کہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے مثلاً:

کسی آدمی کو ایک چیز کی ضرورت ہو لیکن خریدنے کے لیے پیسے نقد موجود نہیں، وہ کسی آدمی سے پیسے لے کر چیز خرید لے اور بعد میں اسے پیسے واپس کرے تو اضافی رقم بھی ادا کرے اور یہ معاملہ اور لین دین سود کے باوجود حلال ٹھہرے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں! لہٰذا اصل یہی ہے کہ جو چیز شریعت نے حرام کی ہے وہ حرام ہی ہے لوگوں کو اس کی ضرورت پڑے یا نہ پڑے۔ چیز خریدنے کے لیے نقد قیمت ملے یا نہ ملے۔ اور قسطوں کی بیع حرام بیوع سے ہے، یہ رفع حرج اور ارادۂ یسر کے قاعدہ (کہ شریعت میں تنگی نہیں آسانی ہے) کے زمرے میں نہیں آتی۔ جن کے پاس نقد قیمت موجود ہے اور جن کے پاس موجود نہیں سب پر لازم ہے کہ حلال کو لازم پکڑیں اور حرام سے اجتناب کریں، جو آدمی حلال لینا چاہے وہ حرام سے بچ جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ((وَمَنْ يَّسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللّٰهُ ، وَمَنْ

یَّستَعْفِ یُعْفِهُ اللّٰهُ)) (جو پاکدامنی اختیار کرنا چاہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے پاکدامن بنا دیتا ہے اور جو حرام سے بچنا چاہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے حرام سے بچا لیتا ہے۔) ❶ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴾[الطلاق : ۳] (''جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے وہ اس کے لیے کوئی نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اُسے اُمید بھی نہیں ہوتی اور جو اللہ پر بھروسہ کر لے تو وہ اُسے کافی ہو جاتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے کام کو پورا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ لگا رکھا ہے۔'') لہٰذا اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین: ﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج: ۷۸] اور ﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾[البقرۃ: ۱۸۵] (''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حرام کردہ چیزوں کو دفعِ حرج اور رفع عسر (تنگی اُٹھانا اور دور کرنا) کے دعویٰ سے حلال نہیں کرتے۔'') ورنہ لازم آئے گا کہ ہر حرام حلال ہو جائے اور یہ ٹھیک نہیں۔

چھٹی دلیل بھی صحیح نہیں، کیونکہ اسے صحیح ماننے سے شریعت کی ہر حرام کردہ چیز اس علت اور وجہ سے حلال ٹھہرے گی کہ جی! ایسے محسنین کی کمی ہے جو لوگوں کو اپنے مال بطورِ قرض حسنہ دیں۔ اور یہ علت بھی کمزور ہے۔

ساتویں دلیل سے بھی ''قسطوں کی بیع کا جواز'' ثابت نہیں ہوتا، اس لیے کہ (ا) قسطوں کی بیع 'سودی بیع' ہے جس میں زائد منافع ادائیگی کی تاخیر کی وجہ سے ہوتا ہے جو کہ شریعت میں سود کہلاتا ہے۔ (ب) نبی ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهٗ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) دراصل قسطوں کی بیع میں تھوڑے درہم یا دینار کی زیادہ کے بدلے بیع (خرید وفروخت) ہوتی ہے اور یہ تو سود کے لیے واضح طور پر حیلہ ہے (یہ مسئلہ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آ رہا ہے)

لہٰذا پتہ چلا کہ قسطوں کی بیع سے سود کا راستہ بند نہیں ہوتا بلکہ یہ سود کا بہت بڑا دروازہ خوب کھول دیتی ہے۔

آٹھویں دلیل سے صاحب مقال کا دعویٰ اس لیے ثابت نہیں ہوتا کہ ذکر کردہ دلیل ''قیمت میں تاخیر کے عوض اضافہ کا جواز'' نہ قرآن سے ثابت ہے نہ نبی ﷺ کی کسی حدیث سے بلکہ یہ صرف دعویٰ ہے۔ ہاں! یہ ضرور ثابت ہے کہ قیمت مؤجل ہونے کی بناء پر نفع لینا (اور اس میں زائد قیمت بھی آ گئی) جائز نہیں۔ اور سود کی حرمت کے بہت سارے دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں۔

جو لوگ ''قسطوں کی بیع'' کو اس وجہ سے سودی بیع کہتے ہیں کہ اس میں صرف ادائیگی کی تاخیر کی وجہ سے پیسے

---

❶ بخاری/کتاب الزکاۃ/باب لا صدقة الا عن ظهر غنا: ۱۴۲۸۔ مسلم/کتاب الزکاۃ/باب فضل التعفف والصبر: ۱۰۵۳

زیادہ لیے جاتے ہیں، اس کا جواب دیتے ہوئے صاحب مضمون کہتے ہیں:

''یہ استدلال صحیح نہیں، اس لیے کہ بیع شروع سے ہی معین قیمت پر ہوئی ہے کہ اتنے عرصے میں ادائیگی ہوگی اور اتنا ریٹ ہے۔ دوسرے ریٹ کی بات ہی نہیں ہوئی۔ اور ایسا جب فریقین کی رضامندی سے طے ہو جائے تو جائز ہے۔''

جواب: ......

اس کے کئی جواب ہیں:

(۱) صاحب مضمون ''پہلے خود'' قسطوں کی بیع'' کی اہم خصوصیات بیان کر چکے ہیں کہ:

(ل)(۱) سامان (قابل فروخت) فوری دیا جائے گا۔ (۲) قیمت مؤجل ہوگی اور قسطوں میں دی جائے گی۔

(۳) قیمت میں اضافہ تاخیر کا عوض ہے۔

(ب) پھر یہ بھی کہہ کر آئے ہیں کہ تیسری بات (قیمت میں اضافہ تاخیر کی نظیر ہے) میں اختلاف ہے۔

(ج) پھر کہتے ہیں کہ ''قیمت میں اضافہ تاخیر کی نظیر ہے۔'' کو جائز قرار دینے والوں کی دلیل یہی ہے کہ قیمت میں اضافہ تاخیر کی نظیر ہے۔

آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ صاحب مضمون نے اپنے ان تینوں اقوال میں ''قسطوں کی بیع میں'' قیمت میں اضافہ کو تاخیر اور ادائیگی کا عوض و بدل ٹھہرایا ہے لیکن اب کہہ رہے ہیں کہ:

''قیمت جو طے ہو رہی ہے وہ سامان (قابل فروخت) کی پوری قیمت ہے۔''

ان کے پچھلے تین اقوال اور اس قول میں واضح تضاد ہے، کیونکہ جب قیمت سامان کی پوری قیمت بن رہی ہو تو پھر ''قیمت میں اضافہ تاخیر کا عوض و بدل ہے'' باقی نہیں رہتا۔ اور جب ''قیمت میں اضافہ تاخیر کا عوض و بدل ہو'' سامان فروخت کی قیمت اس کی پوری قیمت نہیں ہو سکتی۔ یہ بالکل واضح بات ہے جسے ذہین اور کند ذہن سبھی جانتے ہیں۔

(۲)۔۔۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب ساری قیمت جو قسطوں میں قابل ادا ہے سامان کی کل قیمت ہے اور ادائیگی کی تاخیر کی وجہ سے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا تو پھر تو یہ بیع ''قسطوں کی بیع'' رہتی ہی نہیں۔ (کیونکہ قسطوں کی بیع میں تاخیر ادائیگی کی وجہ سے پیسے زیادہ دینے پڑتے ہیں) اور جب یہ صورت ''قسطوں کی بیع'' والی بنتی ہی نہیں تو صاحب مضمون کا یہ جواب اسے سود کہنے والوں کے لیے جواب نہیں بنتا۔

(۳)۔۔۔ اگر قسطوں میں ادا ہونے والی رقم سامانِ فروخت کی کل قیمت ہے اور تاخیر ادائیگی کی وجہ سے ریٹ نہیں

بڑھایا گیا تو اگر یکبارگی ساری رقم ادا کر دی جائے تو ریٹ کم نہیں ہونا چاہیے! جب کہ ایسا نہیں ہوتا۔

(۴) — ''قیمت (قابل ادا) کو سامان کی مکمل اور پوری قیمت کہنا'' اس کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ''شروع سے ایک معین ریٹ ہی طے پایا جائے گا لیکن ابتداء میں ایسا ہو جانے سے وہ بیع صحیح نہیں ہو جاتی! دیکھئے:

ایک آدمی دوسرے سے کہتا ہے: میں تجھے یہ ''درھم'' ایک درہم اور چوتھائی درہم'' کے عوض بیچتا ہوں (جبکہ قیمت میں دونوں برابر ہوں) یا کہتا ہے: میں تمہیں یہ سودا دو درھم اُدھار میں بیچتا ہوں (جبکہ نقد اس سودے کی قیمت دو درہم سے کم ہو) اور دوسرا آدمی کہہ دے: مجھے یہ بیع اور سودا قبول ہے'' اس سے ''درھم اور چوتھائی درھم'' ایک درہم کی پوری قیمت نہیں بنتی۔ نہ ہی دو درھم سامان کی پوری قیمت بنتے ہیں (بالکل قیمت زیادہ ہے) یہ اضافی ریٹ ادائیگی کی تاخیر کی وجہ سے ہے۔ تو اب یہ بیع اس دلیل سے جائز نہیں ہو جائے گی کہ ''بیع ابتداء ہی سے معین ریٹ پر ہوئی تو کل قیمت سامان کی پوری قیمت ہی ہے''

(۵) — شریعت جو ''نقد درھم کی اُدھار درھم سے بیع'' کو سود قرار دیتی ہے ''قسطوں کی بیع'' بالا ولیٰ سود قرار دیتی ہے کیونکہ اس میں تو ادائیگی کی تاخیر کی وجہ سے قیمت زیادہ لی جاتی ہے جبکہ ''نقد درھم کی اُدھار درھم سے بیع'' میں بھی زیادہ قیمت نہیں لی جاتی اور پھر بھی سود ٹھہرتا ہے۔ اسی طرح جب شریعت میں ''نقد گندم کی اُدھار جو سے بیع'' سود ہے تو قسطوں کی بیع بالاَولیٰ سود ہے۔ لہٰذا واضح ہو گیا کہ قسطوں کی بیع سود کی ایک شکل ہی ہے ﴿ وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾ ''اور اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے۔''

(۶) —

حدیث ''مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ..... الخ'' کے تین معانی:

صاحب مضمون کہتے ہیں: ''اس طرح ان (قسطوں کی بیع کو حرام کہنے والوں) کا اس حدیث: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) سے استدلال قسطوں کی بیع جس میں اضافی رقم دینا پڑتی ہے۔ پر منطبق نہیں ہوتا کیونکہ حدیث سے مندرجہ ذیل تین معانی میں سے ایک معنی مراد ہے اور تینوں میں قسطوں کی بیع شامل نہیں۔

۱ ایک بیع میں دو بیعوں سے مراد ''بیع عینہ'' ہے جس کا مطلب ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو کوئی چیز فروخت کرتا ہے اور ادائیگی کا وقت معینہ مدت تک طے ہو جاتا ہے، پھر وہ چیز خریدنے والے سے نقد رقم پر کم قیمت میں خرید لیتا ہے۔

۲۔ بعض نے کہا ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی چیز دو مرتبہ فروخت ہوتی ہے جیسے: ایک آدمی ایک مہینہ اُدھار پر کوئی چیز بیچتا ہے، جب ادائیگی کا وقت آتا ہے، خریدار کے پاس قیمت موجود نہیں ہوتی، فروخت کنندہ اس پر اور پیسے چڑھا دیتا ہے، اسے دوبارہ نئے سرے سے نئی قیمت پر بیچتا ہے اور ادائیگی کی پہلی رقم اس کے ذمہ بدستور قائم رہتی ہے۔

۳۔ بعض کہتے ہیں: حدیث کا معنی یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کو کوئی چیز فروخت کرے اور ساتھ شرط لگائے کہ خریدار بھی اسے کوئی دوسری چیز فروخت کرے۔

جواب:

میں کہتا ہوں اس کے کئی جواب ہیں:

جواب نمبر ۱:...... یہ حدیث: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) صرف ایک، دو تین یا چار، پانچ کو شامل نہیں بلکہ ہر اس بیع کو شامل ہے جس میں دو بیعیں کی جائیں۔ اور یہ بالکل واضح بات ہے جو کسی اہل علم سے مخفی نہیں، لہٰذا صاحب مضمون کا یہ کہنا کہ یہ حدیث ''قسطوں کی بیع (جس میں اضافی رقم دینا پڑتی ہے) پر منطبق نہیں ہوتی'' صحیح نہیں، کیونکہ اس بات کی بنیاد اس نظریہ اور فکر پر ہے کہ حدیث صرف مذکورہ تین معانی پر ہی منحصر ہے، حالانکہ حدیث میں کوئی قصر ہے نہ حصر، جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں۔

جواب نمبر ۲:...... صاحب مضمون نے حدیث کو تین معانی میں بند کر کے رکھ دیا ہے، یہ بات کسی اہل علم سے ثابت نہیں، ہاں بعض نے اس سے صرف ''بیع عینہ'' مراد لی ہے جیسا کہ آگے ان شاء اللہ تعالیٰ آ رہا ہے۔ بلکہ کئی علما نے ''کوئی چیز نقد کم قیمت پر اور اُدھار زیادہ قیمت پر بیچنے'' کو ہی ایک بیع میں دو بیعیں قرار دیا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب جامع ترمذی میں فرماتے ہیں:

((وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا : بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ أَنْ يَّقُوْلَ: أَبِيْعُكَ هٰذَا الثَّوْبَ بِنَقْدٍ بِعَشْرَةٍ ، وَبِنَسِيْئَةٍ بِعِشْرِيْنَ وَلَا يُفَارِقُهُ عَلٰى أَحَدِ الْبَيْعَيْنِ فَإِذَا فَارَقَهُ عَلٰى أَحَدِهِمَا فَلَا بَأْسَ إِذَا كَانَتِ الْعُقْدَةُ عَلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمَا)) [1]

''بعض اہل علم نے وضاحت کی ہے کہ ایک بیع میں دو بیعیں یہ ہیں کہ آدمی ایک ہی مجلس میں کہے میں یہ کپڑا آپ کو نقد دس درھم میں دیتا ہوں اور ادھار بیس درھم میں، لیکن اگر صرف ایک ہی قیمت (دس

[1] ابواب البيوع عن رسول الله ﷺ باب ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة.

درھم) یا (بیس درھم) کہے اور سودا ہو جائے اور بائع و مشتری جدا جدا ہو جائیں تو پھر کوئی حرج نہیں۔''

محدث البانی رحمہ اللہ تعالیٰ ارواء الغلیل میں فرماتے ہیں:

((وَقَدْ مَضٰی قَرِیْبًا تَفْسِیْرُهٗ بِمَا ذُكِرَ عَنْ سِمَاكٍ وَكَذَا فَسَّرَهٗ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ فَقَالَ: يَعْنِيْ يَقُوْلُ : هُوَ لَكَ بِنَقْدٍ بِعَشْرَةٍ ، وَبِنَسِيئَةٍ بِعِشْرِيْنَ))(۵/۱۵۱)

''پیچھے قریب ہی اس کی تفسیر میں سماک کا قول ذکر ہوا ہے، اسی طرح عبدالوھاب بن عطاء نے اس کی تشریح کرتے ہوئے کہا: ''یعنی آدمی کہے: نقد تیرے لیے دس میں ہے اور اُدھار بیس میں۔''

عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''مصنف'' میں لکھتے ہیں:

((قَالَ الثَّوْرِيُّ إِذَا قُلْتَ: أَبِيْعُكَ بِالنَّقْدِ بِكَذَا وَبِالنَّسِيْئَةِ بِكَذَا وَكَذَا فَذَهَبَ بِهِ الْمُشْتَرِيُّ فَهُوَ بِالْخِيَارِ فِي الْبَيْعَيْنِ مَالَمْ يَكُنْ وَقَعَ بَيْعٌ عَلٰی أَحَدِهِمَا فَإِنْ وَقَعَ الْبَيْعُ هٰكَذَا فَهٰذَا مَكْرُوْهٌ ، وَهُوَ بَيْعَتَانِ فِيْ بَيْعَةٍ ، وَهُوَ مَرْدُوْدٌ وَهُوَ الَّذِيْ يُنْهٰی عَنْهُ ، فَإِذَا وَجَدْتَّ مَتَاعَكَ بِعَيْنِهٖ أَخَذْتَهٗ ، وَإِنْ كَانَ قَدِ اسْتَهْلَكَ فَلَكَ أَوْكَسُ الثَّمَنَيْنِ ، وَأَبْعَدُ الْأَجَلَيْنِ)) (۸/۱۳۸-۱٤٦۳۲)

''امام ثوری رحمہ اللہ نے کہا: جب آپ کہیں کہ ''نقد آپ کو اتنے میں دوں گا اور اُدھار اتنے میں'' کوئی ایک صورت طے ہونے کے بغیر گاہک اگر وہ چیز لے جائے تو اسے اختیار ہے دو قیمتوں میں سے جو مرضی ادا کر دے لیکن اگر اس طرح بیع طے ہو جائے تو ایسی بیع مکروہ ہے اور ایک بیع میں دو بیعیں ہیں جو کہ مردود اور ممنوع ہے، اگر آپ کو اپنا سامان بعینہٖ مل جائے تو اسے لے لو اور اگر خراب ہو چکا ہو تو دو قیمتوں میں جو کم ہے وہ لے لیں اور ادائیگی کے دو اوقات میں سے زیادہ تاخیر والا وقت ہے اس وقت وصول کریں گے۔''

((وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَا تَصْلُحُ الصَّفْقَتَانِ فِي الصَّفْقَةِ أَنْ يَّقُوْلَ : هُوَ بِالنَّسِيْئَةِ بِكَذَا وَكَذَا ، وَبِالنَّقْدِ بِكَذَا وَكَذَا)) (۸/۱۳۸)

''عبدالرزاق فرماتے ہیں: ہمیں اسرائیل نے خبر دی، اس نے کہا، ہمیں سماک بن حرب نے بیان کیا از عبدالرحمٰن بن عبداللہ کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک چیز کے دو سودے کرنا کہ ''ادھار اتنے کی

اور نقدا تنے کی ہے'' درست نہیں۔''

امام شوکانی نیل الاوطار میں فرماتے ہیں:

((قَوْلُهُ : مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فَسَّرَهُ سِمَاكٌ بِمَا رَوَاهُ الْمُصَنَّفُ عَنْ أَحْمَدَ عَنْهُ وَقَدْ وَافَقَهُ عَلَىٰ مِثْلِ ذٰلِكَ الشَّافِعِيُّ ، فَقَالَ: بِأَنْ يَّقُوْلَ : بِعْتُكَ بِأَلْفٍ نَقْدًا أَوْ أَلْفَيْنِ إِلَىٰ سَنَةٍ ، فَخُذْ أَيُّهُمَا شِئْتَ أَنْتَ وَشِئْتُ أَنَا ، وَنَقَلَ ابْنُ الرِّفْعَةِ عَنِ الْقَاضِيْ أَنَّ الْمَسْأَلَةَ مَفْرُوضَةٌ عَلَىٰ أَنَّهُ قَبِلَ عَلَى الْاَبْهَامِ أَمَّا لَوْ قَالَ قُبِلْتُ بِأَلْفٍ نَقْدًا ، أَوْ بِأَلْفَيْنِ بِالنَّسِيئَةِ صَحَّ ذٰلِكَ ، وَقَدْ فَسَّرَ ذٰلِكَ الشَّافِعِيُّ بِتَفْسِيْرٍ آخَرَ ، فَقَالَ: هُوَ أَنْ يَّقُوْلَ: بِعْتُكَ ذَالْعَبْدَ بِأَلْفٍ عَلَىٰ أَنَّ تَبِيْعَنِيْ دَارَكَ بِكَذَا ۔ أَيْ إِذَا وَجَبَ لَكَ عِنْدِيْ وَجَبَ لِيْ عِنْدَكَ وَهٰذَا يَصْلُحُ تَفْسِيْرًا لِرِوَايَةِ الْأُخْرىٰ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ، لَا لِلْأُوْلىٰ فَإِنَّ قَوْلَهُ فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا يَدُلُّ عَلَىٰ أَنَّهُ بَاعَ الشَّيْءَ الْوَاحِدَ بَيْعَتَيْنِ بَيْعَةٌ بِأَقَلَّ وَبَيْعَةٌ بِأَكْثَرَ : وَقِيْلَ فِيْ تَفْسِيْرِ ذٰلِكَ : هُوَ أَنْ يُّسْلِفَهُ دِيْنَارًا فِيْ قَفِيْزِ حِنْطَةٍ إِلَىٰ شَهْرٍ ، فَلَمَّا حَلَّ الْاَجَلُ ، وَطَالَبَهُ بِالْحِنْطَةِ قَالَ: بِعْنِي الْقَفِيْزَ الَّذِيْ لَكَ عَلَيَّ إِلَىٰ شَهْرَيْنِ بِقَفِيْزَيْنِ۔ فَصَارَ ذٰلِكَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ : لِأَنَّ الْبَيْعَ الثَّانِيْ قَدْ دَخَلَ عَلَى الْاَوَّلِ فَيُرَدُّ إِلَيْهِ أَوْ كَسُهُمَا وَهُوَ الْاَوَّلُ ، كَذَا فِيْ شَرْحِ السُّنَنِ لِابْنِ رُسْلَانَ)) (كتاب البيوع/ باب بيعتين فى بيعة: ٥/ ٢٤٩).

''حدیث مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ کی تفسیر سماک نے اسی طرح کی ہے جس طرح مصنف نے امام احمد کے واسطے سے سماک سے روایت کیا ہے۔ امام شافعی کا قول بھی اس کے موافق ہی ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ حدیث کا مطلب ہے کہ آدمی مثال کے طور پر کہے: نقد ہزار کی اور ایک سال تک ادائیگی کرو تو دو ہزار کی، جو آپ چاہتے ہیں وہ لے لیں اور جو میں چاہوں۔ ابن رفعہ نے قاضی سے نقل کیا ہے کہ اس صورت میں جب بات مبہم اور غیر واضح ہو لیکن اگر وضاحت ہو جائے اور کہہ دے کہ نقد ہزار کی مجھے منظور ہے یا ادھار دو ہزار کی مجھے قبول ہے تو ایسا کرنا صحیح ہے۔

اس کی وضاحت امام شافعی نے اور طرح بھی کی ہے کہ وہ کہے: یہ غلام میں تمہیں ایک ہزار میں فروخت کرتا ہوں، بشرطیکہ تو اپنا گھر مجھے اتنی اتنی قیمت پر بیچے۔ یعنی جب غلام تیرا ہو جائے گا تو گھر میرا ہو

جائے گا۔

یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت کی تفسیر تو بن سکتا ہے مگر پہلی روایت کی نہیں کیونکہ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا (اس کے لیے کم قیمت لینا جائز ہے) کے الفاظ اس بات پر دلالت کر رہے ہیں، کہ وہ ایک ہی چیز کی دو بیعیں کر رہا ہے۔ ایک بیع کی قیمت کم ہے جبکہ دوسری کی زیادہ۔

اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ ایک آدمی کسی کو ایک دینار اُدھار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ایک مہینے بعد مجھے اس کے بدلے ایک قفیز گندم دے دینا، وقت آنے پر وہ اس گندم کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے، آپ کا جو ایک قفیز میرے ذمہ ہے وہ مجھے بیچ دو اور دو مہینے بعد دو قفیز مجھ سے لے لینا۔

یہ ایک بیع میں دو بیعیں ہیں کیونکہ دوسری بیع پہلی بیع پر داخل ہوئی ہے۔ تو خریدار دو قیمتوں میں سے کم قیمت ہی ادا کرے گا اور وہ پہلی (ایک قفیز ہی) ہے شرح السنن لابن رسلان میں اسی طرح ہے۔ امام شوکانی کی بات ختم ہوئی۔

حدیث کے الفاظ " فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا " کا مطلب ہے دونوں قیمتوں میں کم درجہ کی قیمت۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں:

((لَا أَعْلَمُ أَحَداً قَالَ بِظَاهِرِ الْحَدِيْثِ ، وَصَحَّحَ الْبَيْعَ بِأَوْكَسِ الثَّمَنَيْنِ إِلَّا مَا حُكِيَ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ وَهُوَ مَذْهَبٌ فَاسِدٌ)) [1]

"میں کسی کو نہیں جانتا جس نے حدیث کے ظاہر الفاظ کو سامنے رکھ کر "دو قیمتوں میں سے کم قیمت والی بیع"، کو صحیح قرار دیا مگر امام اوزاعی اسے صحیح کہتے ہیں اور امام اوزاعی کا یہ نظریہ فاسد ہے۔ انتہی"

یہ تو واضح ہے کہ امام اوزاعی نے جو فرمایا حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے؛ کیونکہ " فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا" کا یہی تقاضا ہے کہ دو قیمتوں میں سے کم قیمت لینا جائز ہے۔

((قَوْلُهُ : (أَوِ الرِّبَا)يَعْنِيْ أَوْ يَكُوْنُ قَدْ دَخَلَ هُوَ وَصَاحِبُهُ فِي الرِّبَا الْمُحَرَّمِ إِذَا لَمْ يَأْخُذِ الْأَوْكَسَ ، بَلْ أَخَذَ الْاَكْثَرَ وَذٰلِكَ ظَاهِرٌ فِي التَّفْسِيْرِ الَّذِيْ ذَكَرَهُ ابْنُ رَسْلَانَ ، وَأَمَّا فِي التَّفْسِيْرِ الَّذِيْ ذَكَرَهُ أَحْمَدُ عَنْ سِمَاكٍ ، وَذَكَرَهُ الشَّافِعِيُّ فَفِيْهِ مُتَمَسَّكٌ

---

[1] تحفة الاحوذی/شرح جامع الترمذی لأبی العلاء المبارکفوری أبواب البیوع/باب ما جاء فی النهی عن بیعتین فی بیعة: ٣٥٩/٤

لِمَنْ قَالَ: يَحْرُمُ بَيْعُ الشَّيْءِ بِأَكْثَرِ مِنْ سِعْرِ يَوْمِهِ لِأَجْلِ النَّسأ)) [1]

حدیث کے الفاظ " فَلَهٗ أَوْكَسُهُمَا " یعنی دو قیمتوں میں سے "کم قیمت" کی بجائے اگر "زیادہ قیمت" لے لے تو بائع اور مشتری دونوں حرام سود میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہ بات ابن رسلان کی بیان کردہ تفسیر میں واضح ہے۔ رہی وہ تفسیر جو امام احمد نے سماک سے ذکر کی ہے اور امام شافعی نے بھی ذکر کی ہے تو اس سے اس آدمی کے قول کو تقویت ملتی ہے جو کہتا ہے "کسی چیز کو اُدھار کی وجہ سے اس کی موجودہ قیمت سے زیادہ پر بیچنا حرام ہے۔"

ہماری ان نقل کردہ عبارات سے معلوم ہوا کہ بیع کی یہ شکل "نقد دس کی، اُدھار پندرہ کی" نبی ﷺ کی اس حدیث ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهٗ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) میں شامل ہے۔ اور بلا شبہ "قسطوں کی بیع جس میں تاخیر ادائیگی کی وجہ سے قیمت زیادہ کی جاتی ہے" اسی سے ہے۔ اور صاحب مضمون ان صورتوں میں جن پر حدیث منطبق ہوتی ہے اس صورت کا ذکر چھوڑ گئے ہیں۔

پھر ان کی یہ بات " یہ حدیث قسطوں والی بیع پر منطبق نہیں ہوتی کیونکہ حدیث کا ان تینوں معانی جن میں قسطوں والی بیع جس میں قیمت بڑھائی جاتی ہے شامل نہیں، میں سے ہی کوئی معنی مراد ہے" فقہ و انصاف سے بالکل عاری ہے۔

جواب نمبر۳:...... آپ یہ دیکھ چکے ہیں کہ صاحب مضمون نے کہا: بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی چیز اس شرط پر فروخت کرے کہ خریدار اسے کوئی دوسری چیز فروخت کرے۔

حالانکہ پہلے یہ کہہ کر آئے ہیں کہ: حدیث سے تین معانی میں سے ہی کوئی ایک معنی مراد ہے۔ تو اب لکھ رہے ہیں کہ یہ صورت بھی حدیث ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهٗ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) کے تحت داخل ہے۔

پہلے امام شافعی کی تفسیر جو امام شوکانی نے نقل کی ہے بھی جان چکے ہیں کہ: میں تمہیں یہ غلام ایک ہزار کا اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ تم مجھے اپنا گھر اتنے میں فروخت کرو۔ پھر امام شوکانی نے فرمایا کہ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ)) (رسول اللہ ﷺ نے ایک بیع میں دو بیعوں سے منع فرمایا) کی تفسیر بنتی ہے پہلی روایت کی نہیں۔ کیونکہ یہ الفاظ " فَلَهٗ أَوْكَسُهُمَا " اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس نے ایک چیز کی دو بیعیں کیں۔ ایک کم قیمت پر، دوسری زیادہ پر۔

---

[1] تحفة الاحوذي/شرح جامع الترمذي لأبي العلاء المباركفوري أبواب البيوع/باب ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة: ٣٥٩/٤

تو تین صورتوں میں سے آخری تیسری صورت جس پر حدیث ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) صاحب مضمون کے ہاں منطبق ہوتی ہے لیکن یہ حدیث ان الفاظ سے اس صورت پر منطبق نہیں ہوتی۔

جواب نمبر۴:...... بیع عینہ...... ایک شخص کا دوسرے سے کوئی سامان اُدھار خریدنا، پھر فروخت کنندہ کا خریدار سے نقداً اُسے کم قیمت پر لینا۔ بھی ان صورتوں سے نہیں جن پر حدیث "فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا" صادق آتی ہے کیونکہ حدیث میں ربا (سود) اضافی قیمت والی بیع کو کہا گیا ہے، کم قیمت والی بیع کو نہیں، جبکہ بیع عینہ میں معاملہ اس کے برعکس ہے، اس لیے کہ اس میں کم قیمت پر خریدنا حرام ہے، زیادہ قیمت پر خریدنا حرام نہیں۔ اور اس لیے بھی کہ حدیث اس صورت کا ذکر کر رہی ہے جس میں ایک ہی بائع چیز کی دو بیعیں کرتا ہے ایک کم قیمت والی اور دوسری زیادہ قیمت والی، جبکہ بیع عینہ میں ایسی صورت نہیں۔

جواب نمبر۵:...... جب دو صورتیں ''بیع عینہ اور بیع بشرط بیع'' صاحب مضمون کی حدیث ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) کے مصداق میں ذکر کردہ تین صورتوں سے نکل گئیں تو تین میں سے ایک صورت باقی رہ گئی جس کو حدیث شامل ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کو کوئی چیز ایک مہینہ کے اُدھار پر فروخت کرتا ہے، جب ادائیگی کا وقت آتا ہے خریدار کے پاس قیمت موجود نہیں ہوتی تو بائع مشتری پر مزید بوجھ اس طرح ڈالتا ہے کہ وہی سامان اُسے دوبارہ نئی قیمت اور نئے اُدھار پر فروخت کرتا ہے جبکہ پہلی قیمت بدستور اُس پر واجب الادا رہتی ہے۔ تو اس صورت میں ''دوسری بیع'' صاحب مضمون کے نزدیک بھی سود ہے۔ اور جو دلیل اس دوسری بیع کو سود ٹھہراتی ہے وہ بعینہ ان دو بیعوں میں سے پہلی بیع کو سود ٹھہراتی ہے جب اس میں نقد کی قیمت سے زیادہ قیمت ہو۔

اسی طرح بعینہ یہ دلیل قسطوں کی بیع کو سود ٹھہراتی ہے کیونکہ قسطوں کی بیع دو بیعوں میں سے پہلی بیع ہے، جب اس میں نقد کی قیمت سے زیادہ قیمت ہو۔ یہ صورت بقیہ ایک صورت جیسی ہی ہے جو حدیث کے منطوق میں آتی ہے۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ قسطوں کی بیع میں ادائیگی کی تاخیر کی وجہ سے قیمت قسطوں کی شکل میں ادا کرنا ہوتی ہے اور حکماً دونوں صورتیں ایک ہی ہیں۔ اس فرق سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تو کیا وجہ ہے کہ صاحب مضمون دوسری نئی بیع کو تو حرام اور سود قرار دیتے ہیں اور پہلی بیع خواہ نقد قیمت سے مہنگی ہو اسی طرح قسطوں کی بیع کو سود قرار نہیں دیتے ہیں؟

اگر وہ کہتے ہیں: قسطوں کی بیع میں ساری قیمت سامان کے مماثل اور اس کی پوری قیمت ہے اور پہلی بیع دوسری نئی بیع کے علاوہ ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ محض دعویٰ ہے، حالانکہ صورت مذکورہ میں ''قسطوں کی بیع پہلی بیع اور

دوسری نئی بیع کے درمیان کوئی فرق نہیں، کیونکہ دوسری نئی بیع میں ساری قیمت جب سامان فروخت کی مماثل نہیں۔ کیونکہ تاخیر ادائیگی کی وجہ سے قیمت بڑھائی جا رہی ہے۔ تو قسطوں کی بیع اور پہلی بیع میں بھی تمام قیمت سامان فروخت کے مماثل نہیں کیونکہ ان میں بھی زیادہ قیمت لینے کا دارومدار تاخیر ادائیگی پر ہے۔

چند فوائد

فائدہ اولیٰ:

اکثر علما نے ایک بیع میں دو بیعوں کی ممانعت کی وجہ معاملہ کے مبہم اور مجہول ہونے کو ٹھہرایا ہے۔ یہ بات ان اقوال سے ظاہر ہے جو شوکانی نے نیل الاوطار میں اور دوسرے علماء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیے ہیں۔ ''ایک بیع میں دو بیعوں'' کی بعض صورتوں میں یہ وجہ ہو سکتی ہے لیکن اس حدیث: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) میں منع کی علت یہ وجہ نہیں بلکہ اس میں ممانعت کی وجہ اس کا سود ہونا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے اس کی وضاحت کی ہے۔

فائدہ ثانیہ:

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ایک بیع میں دو بیعوں کے منع کی علت کا وہ احتمال ہو سکتا ہے جو متنازع فیہ مسئلہ سے خارج ہے، جس طرح ابن رسلان کا قول پیچھے گزرا ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اس صورت میں واقع ہونے والی بیع ''نقد اتنے کی اور اُدھار اتنے کی'' کو منع کہہ سکتے ہیں لیکن اگر شروع ہی میں بات کرے کہ ''اُدھار اتنے کی دوں گا'' (اور اس کی قیمت اس روز کے ریٹ سے زیادہ ہو) تو ایسی بیع جائز ہے، ویسے اس حدیث کا تمسک کرنے والے (دلیل پکڑنے والے) اس صورت سے منع کرتے ہیں حالانکہ حدیث میں یہ معنی موجود نہیں، تو دلیل دعویٰ سے اُخص ہے۔ (انتھیٰ)

میں کہتا ہوں:

۱۔ اس کا یہ قول ایک بیع میں دو بیعوں کے منع کی علت کا وہ احتمال ہو سکتا ہے متنازع فیہ مسئلہ...... اگر تسلیم کر لیا جائے تو بھی متنازع فیہ مسئلہ پر حدیث سے کیے گئے استدلال میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ حدیث عام ہے اور وہ ابن رسلان کی ذکر کردہ صورت اور متنازع فیہ صورت دونوں کو شامل ہے اور حدیث کے عموم سے

متنازع فیہ مسئلہ کو خاص اور مستثنیٰ کرنے کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

یہ بات بھی ہے کہ ایک قفیز گندم کی دو قفیز کے ساتھ بیع منع اور سود ہے، خواہ ایک دو دن یا مہینہ دو مہینہ تک کی مدت حائل نہ ہو بلکہ تاخیر ادائیگی کا اس میں دخل تک نہ ہو اور قیمت کی زیادتی بھی تاخیر کی وجہ سے نہ ہو۔ تو ابن رسلان کی ذکر کردہ صورت میں دوسری بیع منع اور سود بنتی ہے خواہ وہ شروع سے ہی ایسا طے کیا جا رہا ہو۔ ہماری اس بات سے واضح ہو گیا کہ ابن رسلان کی ذکر کردہ صورت کا اس حدیث کی تشریح میں داخل ہونا ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) صحیح نہیں۔ لہٰذا ان کا یہ کہنا کہ ایک بیع میں دو بیعوں کے منع کی علت کا وہ احتمال ہو سکتا ہے جو متنازع فیہ مسئلہ کے علاوہ ہے۔ درست نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں ابن رسلان کی تفسیر والا احتمال بالکل نہیں پایا جاتا۔ ابن رسلان کا احتمال پیچھے حدیث کی تفسیر میں میں نے صرف بطورِ نقل و حکایت ذکر کیا ہے۔

ہماری اس ساری بات چیت سے واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ کی حدیث: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) کا مصداق ایک صورت ہو یا کئی صورتیں، انہیں ان چیزوں پر مشتمل ہونا چاہیے:

(۱) وہ صورت ایسی ہو کہ اس میں ایک چیز کی دو بیعیں ہوں۔ (۲) وہ دونوں بیعیں ایک بیع میں ہوں۔ (۳) ان دونوں میں سے ایک بیع کم قیمت پر ہو۔ (۴) ان میں سے ایک کم قیمت والی بیع حلال ہو، سود نہ ہو۔ (۵) دونوں میں سے ایک بیع زیادہ قیمت والی ہو۔ (۶) دونوں سے زیادہ قیمت والی بیع حرام اور سود ہو۔ (۷) دونوں بیعوں میں بائع (بیچنے والا) ایک ہو۔ (۸) دونوں میں بیعوں میں سے اکثر اور زیادہ قیمت والی بیع کی حرمت کا سبب سود ہو۔ (۹) دونوں میں سے جس چیز کو فروخت کیا جا رہا ہو وہ ایک ہی چیز ہو۔ (۱۰) ایسی بیع کی حرمت، جس کا ذکر کیا جا رہا ہے، اس میں مندرجہ بالا نو چیزیں جمع ہوں۔

ابن رسلان کی ذکر کردہ صورت میں بائع (فروخت کنندہ) بدل گیا ہے، کیونکہ پہلی بیع میں جو بائع ہے، دوسری بیع میں وہ مشتری (خریدار) ہوتا ہے۔ اور پہلی بیع میں جو مشتری ہوتا ہے، دوسری بیع میں وہ بائع بنتا ہے۔ لہٰذا واضح ہو گیا کہ ابن رسلان نے جو صورت ذکر کی ہے وہ ان صورتوں سے نہیں جن پر نبی ﷺ کی حدیث: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) صادق آتی ہے۔

بائع جب شروع سے صرف یہی کہے کہ ''ادھار اتنے کی'' اور یہ نہ کہے کہ ''نقد اتنے کی'' اور ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے قیمت زیادہ لگائے تو تحقیقاً تو یہ ایک بیع ہے اور تقدیراً یہ دو بیعیں ہیں، اس لیے کہ وہ زیادہ پیسے ادائیگی کی تاخیر کی وجہ سے لے رہا ہے۔ اور نبی ﷺ کا فرمان: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ

الرِّبَا)) دو بیعوں کو مشتمل ہے، خواہ وہ حقیقی ہوں یا ان میں سے ایک حقیقی ہو۔ اور دوسری مخفی اور تقدیری۔ تو دلیل دعویٰ سے اخص نہیں۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اگر شروع سے ہی کہا جائے کہ ''اُدھار اتنے کی'' اور اُدھار کی وجہ سے پیسے بھی زیادہ لگا لے، تو یہ حدیث کے منطوق میں داخل نہیں ہوتا لیکن ہم کہتے ہیں: ''حدیث کے مفہوم میں یہ چیز داخل ہے، کیونکہ دوسری بیع یعنی ''اُدھار اتنے کی' اور ادائیگی کی تاخیر کی وجہ سے قیمت بھی زیادہ لگا لے تو یہ سودی بیع ہے (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) خواہ ''نقد اتنے کی'' کہہ کر کہے اور خواہ اس کے بغیر صرف یہی کہے کہ ''اُدھار اتنے کی'' مفہوم سے جو بات سمجھ میں آتی ہے اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ ﴾ اور انہیں (والدین کو) اُف نہ کہو۔'' اور نبی ﷺ کا فرمان: ((لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ)) [1] (''تم میں سے ہرگز کوئی کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے۔'') اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ جب والدین کو اُف کہنا حرام ہے تو جوتے کے ساتھ مارنا بھی حرام ہے۔ اور کھڑے پانی میں پیشاب کرنا حرام ہے تو پاخانہ کرنا بھی حرام ہے۔ تو کیا یہ کہا جائے گا کہ آیت اور حدیث میں تو یہ بات نہیں آئی کہ والدین کو جوتے کے ساتھ مارنا حرام ہے، اور کھڑے پانی میں پاخانہ کرنا حرام ہے، اس لیے کہ دلیل دعویٰ سے اخص ہے؟ ''نہیں ہرگز نہیں'' کیونکہ استدلال مفہوم سے لیا گیا ہے اور یہ صحیح استدلال ہے، اس طرح جو استدلال ہم کر رہے ہیں وہ بھی مفہوم سے ہی سمجھ آ رہا ہے، لہٰذا ان کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ ''حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ دلیل دعویٰ سے اخص ہے۔''

ان کا استدلال ''علت کے ساتھ استدلال کرنے کی قبیل سے ہے کیونکہ یہ صورت کہ ''میں نقد تمہیں یہ چیز دس درھم کی دیتا ہوں اور یہی چیز اُدھار پندرہ درھم کی دیتا ہوں۔'' دوسری بیع کی حرمت کی علت ''سود'' کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں۔ اور اگر کوئی آدمی کوئی چیز اُدھار اس وجہ سے موجودہ ریٹ سے زیادہ پر بیچتا ہے کہ پیسے تاخیر سے ملنے ہیں تو شروع سے ہی صرف اُدھار کی وجہ سے چیز کو زیادہ قیمت پر بیچنا سود اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قسطوں کی بیع میں نقد قیمت سے زیادہ لینا اسی قبیل سے ہے تو پھر قسطوں کی بیع کیسے جائز ہوئی جبکہ وہ سود پر مشتمل ہے؟

فائدہ ثالثہ:

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ ''نبی ﷺ کی حدیث: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) ضعیف اور شاذ ہے لہٰذا اس سے حجت پکڑنا اور استدلال کرنا صحیح نہیں۔'' لیکن ان کی یہ بات درست نہیں، اس

[1] صحیح مسلم/ کتاب الطهارة/ باب النهي عن البول في الماء الراكد: ۲۸۲

لیے کہ حدیث حسن اور صحیح ہے، نہ ضعیف ہے، نہ شاذ اور نہ معلل، لہٰذا اس سے حجت پکڑنا اور استدلال کرنا درست ہے۔

محدث البانی رحمہ اللہ تعالیٰ إرواء الغلیل میں فرماتے ہیں:

((۷-۱۳ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ (صَفْقَتَانِ فِيْ صَفْقَةٍ رِبًا) صحیح ...... الخ))

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایک چیز کے دوسودے کرنا سود ہے۔''

البانی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح اور اس کے شواہد ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کی حدیث سے ملتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث: ((عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَة))(النسائی:۲/۲۷۷، الترمذی: ۱/۲۳۲، ابن الجارود: ۶۰۰، ابن حبان: ۱۱۰۹، البیهقی: ۵/۳۴۳، أحمد: ۲/۴۳۲، ۴۷۵، ۵۰۳) امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں، اس کی سند حسن ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا))(مصنف ابن ابی شیبة: ۷/۱۹۲، ۲، ابو داؤد: ۳۴۶۰، ابن حبان: ۱۱۱۰، الحاکم: ۲/۴۵، البیهقی: ۵/۳۴۳) امام حاکم نے کہا: مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی، ابن حزم نے بھی المحلی (۹/۱۶) میں اسے صحیح کہا، اسی طرح عبدالحق نے اپنی کتاب ''الاحکام'' میں اس حدیث کو (پہلے الفاظ کے ساتھ) صحیح کہا۔ میں کہتا ہوں یہ صرف ''حسن'' ہے کیونکہ محمد بن عمرو کے حافظے میں تھوڑا سا کلام ہے۔ امام بخاری نے باقی راویوں کے ساتھ ملا کر اس سے روایت کی ہے، اور امام مسلم نے متابعت میں۔ حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں: صَدُوْقٌ لَهُ أَوْهَامٌ (صدوق ہے اور اسے بعض دفعہ وہم بھی ہوئے ہیں) البانی رحمہ اللہ کا کلام ختم ہوا۔

فائدہ رابعہ:

بعض کہتے ہیں حدیث تو صحیح ہے لیکن منسوخ ہے۔ لیکن ان کی یہ بات محض دعویٰ ہے، قرآن وحدیث سے اس کے نسخ کی کوئی دلیل نہیں ملتی اور منسوخ جیسے مسائل صرف دعوی کرنے سے ثابت نہیں ہوتے خواہ بڑے بڑے علماء ہی اس کا دعویٰ کریں۔

صاحب مضمون لکھتے ہیں: ''اسی طرح ان کا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول ((إِذَا سْتَقَمْتَ أَيْ قَوَّمْتُ السِّلْعَةَ بِنَقْدٍ، ثُمَّ بِعْتَ بِنَقْدٍ فَلَا بَأْسَ، وَإِذَا اسْتَقَمْتَ بِنَقْدٍ ثُمَّ بِعْتَ بِنَسِيْئَةٍ فَتِلْكَ

دَرَاهِمَ بِدَارِهِمٍ)) (جب تو چیز کی قیمت نقد لگائے پھر نقد بیچ دے تو کوئی حرج نہیں، اور جب نقد کی قیمت لگائے اور اُدھار بیچے تو یہ درہموں کی درہموں سے بیع ہے) جو جائز نہیں)'' سے حجت پکڑنا صحیح نہیں اس لیے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول اتنے ہی درجہ کے ایک دوسرے قول کے معارض اور برعکس ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ جائز ہے جب فریقین جدا ہونے سے پہلے ایسی بیع پر متفق ہو جائیں۔ اور پھر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی اس کا جواز مروی ہے۔ انتہی۔

میں کہتا ہوں:

ہم ایک چیز کے ''نقد ایک قیمت پر اور اُدھار اس سے زیادہ قیمت پر بیچنے کو، اسی طرح قسطوں کی بیع کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول یا دوسری موقوف اور مقطوع روایات کی بناء پر حرام نہیں سمجھتے، ہم نے تو اپنے اس دعویٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع، حسن اور صحیح حدیث سے ثابت کیا ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ابن عباس اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول تو ہم صرف تمہیں یہ بتانے کے لیے ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کیا اور اس پر فتویٰ بھی دیا۔

صاحب مضمون نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے کیے گئے استدلال کو اس دلیل سے غیر صحیح کہا ہے کہ وہ اتنے ہی درجے کے دوسرے اقوال سے معارض ہے اور ٹکراتا ہے۔ صاحب مضمون کی یہ دلیل بڑی عجیب وغریب ہے۔ کیونکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ تم جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا جواز ثابت کر رہے ہو یہ صحیح نہیں اس لیے کہ ابن عباس کا وہ قول جو جواز والا ہے ان کے دوسرے عدم جواز والے قول "إذ استقمت بنقد ثم بعت " کے معارض ہے؟ پھر ابن مسعود کے قول: "الصفقتان في صفقة ربا" کے بھی معارض ہے؟

پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے جواز کا قول مروی ہے وہ ان سے ثابت ہی نہیں، چنانچہ محدث البانی رحمہ اللہ تعالیٰ إرواء الغلیل میں لکھتے ہیں:

((أخرج ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ فِي الْبَابِ عَنْ أَشْعث عَنْ عِكْرَمَةَ عن ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا بَأسَ أَن يَّقُوْلَ لِلسِّلْعَةِ هِيَ بِنَقْدٍ بِكَذَا ، وَبِنَسِيْئَةٍ بِكَذَا ، وَلٰكِنْ لَا يَفْتَرِقَا إِلَّا عَنْ رِضًى ، قُلْتُ: وَهٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيْفٌ مِنْ أَجْلِ أَشْعَثُ هٰذَا ، وَهُوَ ابْنُ سِوَارٍ الْكِنْدِيُّ ، وَهُوَ ضَعِيْفٌ كَمَا فِي التَّقْرِيْبِ ، وَإِنَّمَا أَخْرَجَ لَهُ مُسْلِمٌ مُتَابَعَةً)) (۵/ ۱۵۲)

''ابن ابی شیبہ نے اس باب میں اشعث از عکرمہ از ابن عباس روایت کی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سامان کے لیے یہ کہنا کہ نقد اتنے کا اور اُدھار اتنے کا (سودا کر کے) دونوں (بائع اور مشتری) اگر رضا مندی سے جدا ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' میں کہتا ہوں: اشعث بن سوار کندی کی وجہ سے یہ سند ضعیف ہے کیونکہ وہ ضعیف ہے۔ جیسا کہ تقریب میں ہے، امام مسلم نے ان کی احادیث متابعت کے طور پر روایت کی ہیں۔'' انتہی

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے جواز کی روایت ہے اگر صاحب مضمون کا اشارہ سنن أبی داؤد کی مندرجہ ذیل روایت کی طرف ہے:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يُجَهِّزَ جَيْشًا فَنَفِدَتِ الْإِبِلُ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ عَلٰى قَلَائِصِ الصَّدَقَةِ ، فَكَانَ يَأْخُذُ الْبَعِيرَ بِالْبَعِيرَيْنِ إِلٰى إِبِلِ الصَّدَقَةِ)) (مشكوة المصابيح بتحقيق الألباني : ٢/ ٨٥٨)

''عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے انہیں ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا، اونٹ کم پڑ گئے تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: صدقے کی اونٹنیاں آنے تک اُدھار لے لو، چنانچہ وہ صدقے کے اونٹ آنے تک دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ لیتے تھے (یعنی جس سے اُدھار اُونٹ لیتے اسے کہتے کہ جب صدقے کے اونٹ آئیں گے تو ہم تمہیں ایک کی بجائے دو اونٹ دیں گے)''

تو اس روایت کے بارے میں محدث البانی کہتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح بتحقیق الألبانی: ۲/ ۸۵۸)

پھر سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے جو کہ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، أحمد، ابویعلیٰ اور المختارۃ للضیاء میں ہے: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ نَسِيئَةً)) نبی ﷺ نے حیوان کی حیوان کے ساتھ اُدھار بیع سے منع فرمایا۔''

ترمذی اور ابن الجارود نے اسے صحیح کہا جیسا کہ ''تنقیح الرواۃ فی تخریج أحادیث المشکاۃ'' میں ہے۔ صاحب تنقیح فرماتے ہیں: عبداللہ بن أحمد نے اسی طرح جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے۔ انتہی

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ''موقوف'' ہے اور موقوف روایت حجت نہیں ہوتی۔ خصوصاً جب وہ ایک دوسری موقوف روایت کے معارض ہو جیسے یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول: '' إذ استقمت بنقد'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول: ''الصفقتان في صفقه رِبا'' کے معارض ہے بلکہ مرفوع حدیث: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي

بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) کے بھی مخالف ہے۔

پھر صاحب مضمون کے اپنے طریقے اور منہج کے مطابق بھی یہ دلیل صحیح نہیں بنتی کیونکہ وہ اس کے مثل سے معارض ہے، چنانچہ انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ:((نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَفْقَتَيْنِ فِي صَفْقَةٍ)) (رسول اللہ ﷺ نے ایک سودے میں دوسودے کرنے سے منع فرمایا) جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے انہوں نے فرمایا:((اَلصَّفْقَتَانِ فِي صَفْقَةٍ)) ''ایک سودے میں دوسودے کرنا سود ہے۔''

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں:((أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ وَاحِدَةٍ ، وَعَنْ شَفٍّ مَالَمْ يَضْمَنْ وَعَنْ بَيْعٍ وَسَلَفٍ))

آپ ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا، نفع اور فائدہ لینے سے منع فرمایا جب تک ضامن نہ بن جائے اور بیع وسلف سے منع فرمایا۔

صاحب شرح السنہ فرماتے ہیں: ایوب از عمرو بن شعیب از أبیہ از جدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ وَلَا رِبْحُ مَالَمْ يَضْمَنْ ، وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ)) ''سلف و بیع جائز نہیں، ایک بیع میں دو شرطیں جائز نہیں، ایسی چیز کا منافع لینا جائز نہیں جس کا ابھی ضامن نہیں بنا اور نہ ایسی چیز کی بیع جائز ہے جو تیرے پاس موجود نہیں۔''

پھر اس کے بعد صاحب شرح السنہ لکھتے ہیں کہ:((وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ)) سے مراد یہ ہے کہ کہے:''میں تمہیں یہ غلام نقد ہزار کا دیتا ہوں اور اُدھار دو ہزار کا'' تو یہ ایک بیع میں دو بیع ہی ہیں۔ انتہی

محدث البانی إرواء الغلیل میں فرماتے ہیں: عبداللہ بن عمرو کی حدیث عمرو بن شعیب از أبیہ از جدہ کی روایت سے مرفوعاً مروی ہے جس کا بیان ایک حدیث سے پہلے گزر چکا ہے۔ اس کے الفاظ ابو ہریرہ کی پہلی حدیث والے ہی ہیں:((نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ)) عبداللہ بن عمرو کی یہ حدیث ابن خزیمہ اور بیہقی میں موجود ہے اور امام أحمد اس حدیث کے ضمن میں اسے لائے ہیں جو پہلے گزر چکی ہے۔ بعض نے اسے: ((وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعَةٍ)) (ایک بیع میں دو شرطیں جائز نہیں) کے الفاظ سے روایت کیا ہے۔ ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں الفاظ کا معنی ایک ہی ہے کیونکہ دونوں الفاظ عمرو بن شعیب کی سند سے مروی ہیں بعض رواۃ نے پہلے الفاظ روایت کیے ہیں اور بعض نے دوسرے۔ پھر غریب الحدیث (۱/۱۸) میں ابن قتیبہ کا قول بھی اس کی تائید کرتا ہے وہ فرماتے ہیں:''ممنوع بیوع سے "شرطان فی بیع " (ایک بیع میں دو شرطیں) بھی ہے، اور اس کا

مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی دو مہینوں کے لیے دو دینار پر ایک چیز خریدتا ہے اور اگر تین مہینوں کے لیے خریدے تو تین دینار کی خریدتا ہے، یہ ایک ''بیع میں دو بیع'' کے معنی میں ہے۔'' سماک سے مذکور اس کی تفسیر قریب ہی گزری ہے، اسی طرح عبدالوھاب بن عطاء اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی کہے: ''نقد یہ تیرے لیے دس کی ہے اور اُدھار بیس کی'' انتھی (۵/۱۵۱) اس کی تائید بغوی کی اس حدیث: ((وَلَا شَرْطَانِ فِیْ بَیْعٍ)) کی تفسیر سے بھی ہوتی ہے جسے ہم پہلے نقل کر آئے ہیں، انہوں نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے: ((فَمَعْنَاهُ مَعْنَى الْبَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ)) کہ اس کا معنی ایک بیع میں دو بیع کرنا ہی ہے۔

صاحب تہذیب السنن (رَحِمَهُ اللّٰهُ ذُوالْمِنَنِ) بیع عینہ کی حرمت کے دلائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: چھٹی دلیل ابوداؤد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) علماء کے اس کی تفسیر میں دو قول ہیں:

پھلا قول یہ ہے کہ کہے: نقد (یہ چیز) تمہیں دس کی، یا اُدھار بیس کی دیتا ہوں۔ یہی بات احمد نے سماک سے روایت کی ہے۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث: ((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَفْقَتَيْنِ فِيْ صَفْقَةٍ)) کی تفسیر میں سماک فرماتے ہیں: ''آدمی ایک چیز بیچتا ہے تو کہتا ہے: اُدھار اتنے کی بیچنا مجھے منظور ہے اور نقد اتنے کی'' لیکن یہ تفسیر ضعیف ہے کیونکہ اس صورت میں ربا (سود) نہیں بنتا اور نہ ہی دو سودے بنتے ہیں بلکہ یہ دو قیمتوں میں سے ایک کے ساتھ ایک ہی سودا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ کہے: میں یہ چیز تمہیں ایک سال کے اُدھار پر ایک سو کی اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ اسے تجھ سے ابھی اسی (۸۰) کی خریدوں گا۔ بس حدیث کا یہی معنی ہے، کوئی اور معنی نہیں، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: ((فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) کے بھی مطابق ہے۔ کیونکہ یا تو وہ زائد قیمت لے گا جو کہ سود ہے یا پہلی قیمت لے جو کہ کم ہے۔ یہ صورت ایک سودے میں دو سودے والی بنتی ہے، کیونکہ اس نے نقد و اُدھار کے دونوں سودوں کو ایک سودے اور بیع میں جمع کر دیا ہے اور وہ فوری اور نقد تھوڑے درھم دے کر تاخیر سے زیادہ درھم لینے چاہتا ہے حالانکہ وہ اپنے اصل مال جو کہ دو قیمتوں سے کم قیمت ہے، کا مستحق ہے لیکن اگر وہ زائد ہی لے تو اس نے سود لیا۔ انتھی (۵/۱۰۵۔۱۰۶)

اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسری صورت میں اسی (۸۰) کی سو کے ساتھ بیع کی گئی اور یہ بیع سود ہے اور اسی طرح اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ پہلی صورت میں دس کو بیس کے ساتھ بیچا گیا، اور یہ بیع بھی سود ہے۔ تو پہلی

صورت کو چھوڑ کر صرف دوسری صورت کو سود بنانا تحکم اور سینہ زوری کے علاوہ کچھ نہیں۔

پہلے ہم بیان کر آئے ہیں کہ جب دس نقد کی دس اُدھار سے بیع سود ہے تو دس نقد کی بیس اُدھار سے بیع بالا ولیٰ سود ہے، رہا سامان فروخت! تو جس طرح وہ دوسری صورت میں حیلہ ہے اُسی طرح پہلی صورت میں بھی وہ حیلہ ہی ہے۔

پھر پہلی صورت میں اگر وہ دو قیمتوں میں سے ایک قیمت کے ساتھ ایک ہی سودا ہے تو دوسری صورت میں بھی دو قیمتوں میں سے ایک قیمت کے ساتھ ہی سودا ہے، اور اگر دوسری صورت میں ایک سودے میں دو سودے اس لیے بنتے ہیں کہ یہ صورت نقد اور اُدھار کے دونوں سودوں کو ایک سودے اور ایک بیع میں جمع کرتی ہے اور مالک تھوڑے درہموں کی بجائے زیادہ درہم لینا چاہتا ہے تو پہلی صورت میں بھی ایک سودے میں دو سودے بنتے ہیں کیونکہ یہ صورت بھی نقد اور اُدھار کے دونوں سودوں کو ایک سودے اور ایک بیع میں جمع کرتی ہے اور اس کا مالک بھی تھوڑے درھموں کی بجائے زیادہ درھم لینا چاہتا ہے......الخ

علاوہ ازیں صاحب تہذیب السنن کے قول کہ ''یہ دو قیمتوں میں سے ایک کے ساتھ ایک ہی سودا ہے'' اس کی بنیاد پہلی تفسیر وارد مثال ((بِعْتُكَ بِعَشْرَةٍ نَقْدًا أَوْ عِشْرِيْنَ نَسِيْئَةً)) کے لفظ "أو" (یا) پر ہے۔ لفظ "أو" تردد اور ابہام پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ بعض نے حدیث کی یہ تفسیر "أو" کی بجائے "و" (اور) کے ساتھ کی ہے۔ لہٰذا پھر نہ تردد باقی رہتا ہے اور نہ کوئی ابہام، اس وقت یہ صورت دو بیع پر مشتمل ہو گی جن میں سے ایک کم قیمت پر ہو گی اور دوسری زیادہ قیمت پر، پہلی نقد پر ہو گی اور دوسری اُدھار پر۔

پھر صاحب تہذیب کے اس کلام میں کئی اور مقام قابل نظر ہیں جو کہ ہماری سابقہ بحث اور خصوصاً نبی ﷺ کا قول: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) کس پر صادق آتا ہے اور کس پر صادق نہیں آتا؟ کی تفصیل پر غور کرنے سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔

صاحب مضمون کہتے ہیں: اس طرح قسطوں کی بیع کی ممانعت پر ان کا استدلال کہ اس سے سود اور فضول خرچی کا دروازہ بند ہو گا'' اس بات کی کوئی قدر و قیمت نہیں جب کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا)) یہ حدیث اپنے عموم کی وجہ سے قسطوں کی بیع کو بھی شامل ہے کیونکہ اس میں بھی نقد قیمت سے زیادہ وصول کی جاتی ہے (جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔)

''قسطوں کی بیع'' افراد، خاندانوں اور سوسائٹیز پر کیا بھیانک اور برے اثرات مرتب کرتی ہے؟ اس کے

بارے میں اگر آپ صحیح معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو الریاض سپریم کورٹ کے قاضی الشیخ عبداللہ بن ناصر السلمان حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''وجوب حفظ المال وأثر التقسیط علیہ'' پڑھیں، قطع نظر اس بات کے کہ قسطوں کی بیع جائز ہے یا ناجائز۔

اور اگر آپ بیوع کے حیلوں کے بارے میں' جو آخر کار سود تک لے جاتے ہیں' معلوم کرنا چاہتے ہیں تو بیع عینہ وغیرہ کی حرمت کے اسباب کے متعلق حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''تہذیب السنن'' میں جو لکھا ہے وہ پڑھیں، انہوں نے اس مسئلہ پر بہت عمدہ اور اچھے پیرائے میں کلام کیا ہے مگر بعض مقامات پر اُن سے تسامح ہوا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی چیز کی ''نقد بیع مثلاً دس کی، اور اُدھار پندرہ کی'' جائز نہیں اور اس بیع کی صورتوں میں سے قسطوں کی بیع بھی ہے جس میں ادائیگی کی تاخیر کی وجہ سے نقد کی قیمت سے زیادہ لی جاتی ہے۔ دلیل اس کی نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے: ((مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْ كَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا))

اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کو خواہ شروع میں صرف اُدھار کی ہی بات ہو' اس کو موجودہ قیمت سے زیادہ پر بیچنا جائز نہیں، اس لیے کہ اس میں سود داخل ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان اعمال کی توفیق عطا فرمائے جن میں اس کی رضا ہے، اور ہمارے نبی ﷺ اور ان کے آل واصحاب پر کثرت سے دُرود وسلام بھیجے۔

والسلام علیکم وعلی من لدیکم

ابن عبدالحق بقلمہ

۱۴۲۱/۶/۱۹ھ

سرفراز کالونی، گوجرانوالہ

س:...... میں نے دو سال پہلے بیٹے کی زندگی کا بیمہ کروایا تھا۔ جس کے ہر سال پانچ ہزار یعنی کل دس ہزار اُن کو دیے جا چکے ہیں اس میں ایکسیڈنٹ کا بھی بیمہ تھا کہ بچے کی ہڈی وغیرہ ٹوٹ جائے تو وہ ہرجانہ دیں گے۔ ستمبر میں میرے اس بچے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے ہی میری نیت تھی کہ میں نے بیمہ ختم کروانا ہے۔

اب میں وہ رقم جتنی دی ہوئی ہے وہ اگر مجھے مل جائے ، مجھے کافی ہے لیکن ایجنٹ لوگ یہی دلائل دیتے ہیں کہ یہ جائز ہے میں اگر بیمے کی رقم لوں یا لے کر کسی غریب کی مدد کر دوں تو کیا یہ میرے لیے قرآن وسنت کی روشنی میں جائز ہے؟

(۲)...... میرے بھتیجے اور میرے بیٹے کا ایکسیڈنٹ موٹر سائیکل پر تھے گاڑی سے ٹکر ہوئی جس سے دونوں کی ٹانگوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور میرے بیٹے کے دماغ میں بھی چوٹ لگی تھی اب ماشاء اللہ بہتر ہو رہے ہیں۔ وہ گاڑی والا اس وقت گاڑی چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اب ہمارے بچے معاوضہ اُن سے مانگتے ہیں، وہ تیس ہزار تک معاوضہ دیتے ہیں حالانکہ ہمارا تقریباً دونوں کا دو، سوا دو لاکھ خرچ ہو چکا ہے۔ اگر ہم اُن سے معاوضہ لیں تو کیا یہ بھی جائز ہے؟

(۳)...... بیوہ عورت قومی بچت سکیم بینک میں رقم رکھ کر منافع لے سکتی ہے یا نہیں؟

(۴)...... کرائے کے مکان کی کمائی جائز ہے؟ یعنی اپنا گھر اگر کرائے پر دے دیں؟ (بنت محمد حفیظ، گوجرانولہ)

ج:...... بیمہ ناجائز اور حرام ہے خواہ زندگی کا ہو، خواہ دوکان کا، خواہ مکان کا، خواہ فیکٹری و کارخانہ کا، خواہ کاروبار کا، خواہ بس ٹرک کار کا، خواہ کسی اور چیز کا بیمہ اپنی تمام اقسام کے ساتھ حرام اور ناجائز ہے کیونکہ اس میں جوا، اور سود دونوں پائے جاتے ہیں۔ اور معلوم ہے کہ اسلام میں یہ دونوں ناجائز اور حرام ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾[البقرۃ: ۲۷۵]["اور اس نے حرام کیا سود کو"] ﴿ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾[المآئدۃ: ۹۰] ["بے شک شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں ان سے الگ رہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"]

رہی یہ بات کہ بیمہ لوگوں کے ساتھ تعاون کی ایک صورت ہے تو یہ بات بے بنیاد ہے جن لوگوں نے بیمہ نہیں کروایا ہوتا ان کو بھی حادثات پیش آتے ہیں ان کا بھی جانی اور مالی نقصان ہو جاتا ہے ان کی بیویاں بھی بیوہ ہو جاتی ہیں ان کے بچے بھی یتیم ہو جاتے ہیں کیا پھر بیمہ کمپنیاں ان کے ساتھ تعاون کرتی ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں! آخر کیوں؟ صرف اسی لیے کہ انہوں نے بیمہ نہیں کروایا نہ وہ مخصوص رقم جمع کرواتے ہیں۔

ہاں اسلام کے نظام صدقہ زکوٰۃ کو تعاون کی ایک صورت قرار دے سکتے ہیں کیونکہ وہ مستحقین کو دیے جاتے ہیں ان سے اس کے معاوضہ میں کچھ وصول نہیں کیا جاتا بلکہ صدقہ زکوٰۃ دینے والوں پر پابندی ہے جن کو وہ صدقہ زکوٰۃ دے رہے ہیں انہیں کسی قسم کی اذیت نہیں پہنچائی اور نہ ہی ان پہ احسان جتلانا ہے ورنہ ان کا صدقہ زکوٰۃ باطل ہو جائیں گے۔

اگر کوئی بیمہ کو تعاون کی صورت قرار دینے پر مصر ہو تو اس کی خدمت میں گزارش ہے کہ اسلام نے تعاون کی اس صورت کو بوجہ جوا، اور سود ناجائز اور حرام قرار دے دیا ہے دیکھیے کوئی آدمی یا کمپنی کسی کا مال چوری کر کے یا چوری کروا کے لوگوں میں تقسیم کرے کچھ تھوڑا بہت معاوضہ قسطوں کی صورت میں ان سے لے لے اور اس کو تعاون و ہمدردی کا نام دے لے تو آیا تعاون کی یہ صورت جائز ہو گی؟ نہیں ہرگز نہیں! بالکل اسی طرح بیمہ بھی بجمیع اقسامہ ناجائز اور حرام ہے۔ جتنی رقم آپ نے جمع کروائی اتنی ہی واپس لے لیں اور بیمہ چھوڑ دیں۔

(۲)......اس معاوضہ کا نام اسلام میں دیت ہے اور دیت لینا دینا کتاب وسنت کی رُو سے درست ہے، حلال اور جائز ہے، لہٰذا آپ یہ معاوضہ دیت لے سکتے ہیں۔

(۳)......نہیں لے سکتی کیونکہ یہ بھی سود ہی ہے اور سود حرام ہے۔

(۴)......مکان زمین کا کرایہ وصول کرنا جائز اور درست ہے رسول اللہ ﷺ کے دور میں زمین کرایہ پر دی جاتی تھی [1] یہ سود کے زمرہ میں شامل نہیں جیسے اسلامی اصول کے مطابق بیع وشراء اور تجارت سود نہیں۔

۱۴۲۰/۱۰/۷ھ

س:......میں نے نئی موٹر سائیکل ۶۰۰۰۰/ روپے میں خریدی اور انشورنس کروائی۔ میں نے انشورنس کا چھ ہزار جمع کروایا اور گاڑی دو ماہ بعد مجھ سے چھن گئی۔ مجھے انشورنس کمپنی نے ۶۰۰۰۰/ روپے ادا کر دیے۔ کیا میں اس رقم کی دوسری گاڑی لے سکتا ہوں؟ (سید راشد علی، سکھر)

ج:......آپ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾[البقرۃ: ۲۷۵][''اور اس نے حرام کیا سود کو۔''] اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((دِرْهَمُ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ زِنْيَةً)) [2] [''سود کا ایک درہم جس کو کوئی آدمی کھاتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔'']

---

[1] بخاری/کتاب الحرث والمزارعۃ/باب کراء الارض بالذهب والفضة۔ ترمذی/کتاب الاحکام/باب ما ذکر فی المزارعة۔

[2] مشکوٰۃ/کتاب البیوع/ باب الربا/ الفصل الثالث۔ قال الشیخ الالبانی وإسناده صحيحٌ۔

پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ ﴾[البقرة: ٢/٢٧٩] [''اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لیے تمہارے مالوں کا اصل ہے۔'']

لہٰذا گاڑی کی انشورنس میں جو آپ نے ساٹھ ہزار وصول کیے ان سے صرف چھ ہزار جو آپ نے جمع کروائے وہی لے سکتے ہیں باقی چون ہزار روپے آپ کے لیے حلال نہیں حرام ہیں۔ اس لیے آپ انہیں کسی بھی مصرف میں صرف نہیں کر سکتے جن کے ہیں انہیں واپس کر دیں رہی یہ بات وہ ان پیسوں کے ذریعے غلط کام کریں گے تو اس کے آپ ذمہ دار نہیں اس میں وہ خود مسئول ہیں۔ آپ انہیں وعظ ونصیحت فرما دیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر والا فریضہ ادا کر دیں۔ ١٤٢١/١٢/٩ھ

س: ......کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین بابت مندرجہ ذیل مسائل کے:

اس سے پیشتر کہ مطلوبہ سوالات پیش کیے جائیں مناسب ہو گا کہ جس کمپنی سے یہ سوالات متعلقہ ہیں اس کا مختصر تعارف بھی کرا دیا جائے اور اس کے طریقہ کار سے بھی آگاہ کر دیا جائے۔ سو اس کمپنی کا نام ''Golden Key International'' (گولڈن کی انٹرنیشنل) ہے یہ اپنی مصنوعات کی تشہیر اور فروخت دوسری کمپنیوں کی طرح میڈیا وغیرہ و دیگر ایجنٹوں و ہول سیل و ریٹیل ڈیلرز سے نہیں کرتی بلکہ ڈائریکٹ یعنی بلا واسطہ اشیاء کے استعمال کنندگان سے رابطہ کر کے انہیں اپنی مصنوعات (اشیاء) کی افادیت اور ان کی مارکیٹنگ یعنی مزید ایسے لوگوں کے ہاتھوں فروخت کرنے کی دعوت دیتی ہے کہ جو لوگ تھوڑے سے سرمایہ کے ساتھ باوقار اور حلال روزگار کے متلاشی بھی ہیں اور انہیں ان اشیاء کی ضرورت بھی ہے لہٰذا جو شخص ان کی اشیاء کی افادیت اور ان کی اشیاء کی مارکیٹنگ کے طریقہ کار کو سمجھ جاتا ہے تو پھر وہ اس کمپنی کی مصنوعات میں سے کوئی سی رقم کی مصنوعات خرید لیتا ہے تو کمپنی اس کو اپنا ایک ممبر بنا لیتی ہے اور اس کو اپنے ایک ایجنٹ وایڈورٹائزر کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ اب یہ شخص مثلاً ''الف'' اپنے نیچے کے ایک اور ''ب'' نامی خریدار کو لے آتا ہے کمپنی الف کو بلا واسطہ خریدار بنانے پر کچھ کمیشن دیتی ہے اور ''ب'' نامی شخص ''ج'' نامی شخص کو خریدار بناتا ہے اس طرح 'ج' ...... ''دال'' کو خریدار بناتا ہے گویا کہ الف کے نیچے جتنے بھی خریدار بنتے چلے جائیں گے وہ ''الف'' نامی شخص کی ڈاؤن لائن میں کہلائیں گے۔ ان سب کو ان کی محنت پر بلا واسطہ اور بالواسطہ خریدار بنانے پر کمپنی کمیشن دیتی رہے گی۔ ایسا نہیں ہوتا کہ الف نامی شخص ''ب'' کو خریدار (ممبر) بنا کر بیٹھ رہے اور اس کو بغیر مزید کام و محنت کیے کمیشن ملتا رہے بلکہ ''الف'' کو مسلسل اپنی ڈاؤن لائن کے ساتھ کام کرنا پڑتا ہے تب ہی اس کو اپنی ڈاؤن لائن سے کمیشن ملے گی اسی طرح ''ب'' کو اور ''ج'' اور ''د''

کوغرضیکہ ہرایک کواپنی ڈاؤن لائن کے ساتھ مل کر کام کرنا پڑتا ہے تب ہی وہ کمیشن لے پاتے ہیں اگر کام نہیں کریں گے تو کمپنی کی مصنوعات کے خریدار بھی پیدا نہیں ہوں گے تو پھر کمپنی کہاں سے کمیشن دے گی۔ کمپنی تو اس کا مال فروخت ہونے پر ہی کمیشن دے سکتی ہے۔ کمپنی اس ممبر کو ترقی دے کر سپروائزر سے مینجر اور مینجر سے ڈائریکٹر اور ڈائریکٹر سے ایگزیکٹوڈائریکٹر بناتی ہے جو کمپنی کی زیادہ سے زیادہ پراڈکٹس (مصنوعات) فروخت کرواتا ہے۔ اسی طرح ان ممبروں کے عہدوں کے ساتھ ساتھ کمیشن بھی بڑھتا جاتا ہے۔ کمپنی کی مصنوعات میں سے کوئی چیز بھی حرام شے سے تیار نہیں ہے بلکہ سب حلال وطیب اشیاء میں سے ہیں۔اس مختصر تعارف کے بعد مندرجہ ذیل سوالات پیش خدمت ہیں اُمید ہے قرآن وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائی جاوے گی:

(۱)......کوئی شخص اگر بلا تحقیق کسی مسلم یا غیر مسلم (حالات حرب کے علاوہ) کے خلاف کوئی سنی سنائی بات یا پروپیگنڈہ کرتا ہے تو شریعت اسلامیہ میں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۲)......مندرجہ بالا حالات وواقعات کے پیش نظر کمپنی متذکرہ بالا کے ساتھ کاروبار کرنا قرآن وسنت کی روشنی میں کیسا ہے؟

(۳)......کمپنی کے ساتھ مندرجہ بالا طریقہ کار کے تحت کاروبار کر کے کمپنی سے متذکرہ بالا کمیشن لینا شرعی حیثیت میں کیسا ہے؟

(۴)......اگر کسی مومن نے کسی فرد، تنظیم یا ادارہ کے خلاف کوئی غلط خبر بلا تصدیق وتحقیق عوام الناس میں کسی ذریعہ سے پھیلا دی ہو تو کیا اس مومن بھائی کو چاہیے کہ وہ صحیح بات کا علم ہونے کے بعد اپنی اس غلطی کے ازالہ کے لیے وہی ذریعہ استعمال کرتے ہوئے اپنی اس پہلی غلط خبر کی تردید کرے اور متاثرہ فرد، تنظیم یا ادارہ سے معافی مانگے؟ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو کیا اس شخص کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اللہ تعالیٰ کی زمین پر فساد پھیلانے والوں میں شمار ہوگا یا اصلاح کرنے والوں میں؟

(۵)......کیا دین اسلام میں ایسی ہی اشیاء کا مہنگا فروخت کرنا یا ان کو مہنگی فروخت کرنے کی غرض سے Hoarding (ذخیرہ اندوزی) کرنا جو انسانی زندگی کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے (مثلاً روزمرہ کی خوراک سے متعلقہ اشیاء اور ایک انسان کے لباس سے متعلقہ کپڑا وغیرہ) ممنوع وحرام ہے یا ان کے علاوہ بھی دیگر اشیاء جن کے بغیر انسان زندہ رہ سکتا ہے اور اچھے طریقہ سے گزر اوقات کر سکتا ہے ان اشیاء کا مہنگا فروخت کرنا بھی ممنوع وحرام ہے؟ کیا ہر انسان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے لباس کے لیے ایسا مہنگا کپڑا

خریدے جو اس کی قوتِ خرید سے باہر ہے جبکہ وہ اس مہنگے کپڑے کی بجائے سستا کپڑا لے کر بھی گزارہ کر سکتا ہے اور اسی طرح مہنگے پھلوں مثلاً سیب وغیرہ کی بجائے وہ شخص کسی حد تک وہی فائدہ گاجر اور شلجم وغیرہ سے حاصل کر سکتا ہے (جو سستے داموں دستیاب ہو جاتے ہیں) تو کیا ایسی اشیاء کا بھی مہنگا فروخت کرنا ممنوع و حرام ہے۔۔

حلفاً تصدیق کی جاتی ہے کہ مندرجہ بالا تحریر و سوالات سائل کے حد علم و یقین میں صحیح و درست ہیں اور ان کی صحت کا خود ذمہ دار ہے۔ (راؤ عبیدالرحمٰن خاں، سابق ڈپٹی سٹیبلشمنٹ کمشنر)

ج:......جس کمپنی کے متعلق آپ نے ایک سوالنامہ ارسال فرمایا اس کمپنی اور اس نوع کی دیگر کمپنیوں کا کاروبار ناجائز اور حرام ہے جناب اس کی تفصیل چاہتے ہیں تو مجلۃ الدعوۃ جلد ۱۳، رجب ۱۴۲۳ھ، شمارہ ۹ میں شائع شدہ مضمون ''لوٹ کھسوٹ کی سکیمیں اور کمپنیاں'' کا مطالعہ فرمالیں۔ ۱۴۲۳/۷/۲۹ھ

لوٹ کھسوٹ کی سکیمیں اور کمپنیاں

قارئین کرام! کچھ عرصہ قبل انعامی بانڈز اور ان کی پرچیوں کا ملک میں بڑا شہرہ ہوا۔ لوگوں کو اس کاروبار میں اس قدر چسکا نظر آیا کہ نہ صرف غریب مزدور اپنی تمام پونجی اس کاروبار کی نذر کرنے لگے بلکہ اچھے بھلے کاروبار کرنے والوں نے بھی یہی کاروبار اپنا لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کپڑے، میڈیسن، جنرل سٹورز اور ہوٹل وغیرہ انعامی بانڈز کی دکانوں میں بدل گئے اور ہر بازار میں آدھی دکانیں یہی نظر آنے لگیں یہ کاروبار اگرچہ اب بھی جاری ہے لیکن حکومت کی طرف سے کچھ نوٹس لینے پر اب کافی کمی آ چکی ہے۔ اس کے عروج پر حالت یہ ہو گئی تھی کہ ۴۲ ارب کے بانڈز ڈیلرز کے پاس تھے اور حکومت اس قدر یرغمال ہو گئی تھی کہ کم از کم پرچی کے کاروبار کی بدعنوانیاں اور لوٹ کھسوٹ روکنے سے بھی قاصر ہو گئی تھی اور عوام کی ایک بڑی رقم محض بانڈوں کے بے کار و بے مصرف کاروبار میں ہلاک ہو گئی تھی۔ معاشرے کے لیے اصل فائدہ مند کاروبار کارخانے اور صنعتیں بند ہونا شروع ہو گئے، سود اور جوئے وغیرہ کے کاروبار میں ہوتا ہی یہ ہے کہ معاشرے کا ایک کثیر سرمایہ بے کار کام کی نذر ہو جاتا ہے اور لوگ محنت کر کے اور اس معاشرے کے لیے مفید چیزیں بنا کر پیسہ کمانے کی بجائے بیٹھے بٹھائے ہی کھانا چاہتے ہیں جس سے ملک کی اصل ترقی رُک جاتی ہے۔ اس میں چند لوگوں کی تو چاندی ہو جاتی ہے، چند لوگ سرمایہ دار بن جاتے ہیں اور باقی اپنی قسمت کو روتے پیٹتے رہتے ہیں۔ انعامی بانڈز کی ان سکیموں میں ابھی کچھ کمی ہوئی تھی کہ یہ صیاد لوگوں کی رقوم

بے کار کاموں میں لگانے کے لیے نئی سکیموں کا جال لے کر آ گئے۔

تین ماہ قبل دولت مند بننے کی ایک ایسی ہی شارٹ کٹ سکیم کا علم ہوا تو ہم نے اس سکیم کے پس پردہ مسلم نوجوانوں کو لوٹنے کھسوٹنے کے مقاصد کو بھانپ کر فوری طور پر مجلّہ الدعوۃ میں قارئین کو عموماً اور وابستگان کتاب و سنت کو خصوصاً اس شیطانی دھوکے سے خبردار کر دیا۔ اس سلسلے میں جماعت کے بہت سے جید علماء نے بھی اس سکیم کی مذمت کی جن کی ناپسندیدگی اور مذمت کے بارے میں بھی ہم نے آگاہ کر دیا۔ ہمارا خیال تھا کہ اتنا کچھ اس سکیم کے سدِ باب کے لیے کافی رہے گا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے حالات بنتے گئے کہ جن کی وجہ سے علماء کی آراء کی روشنی میں اس سکیم کا تفصیلی جائزہ لینے پر مجبور ہونا پڑا۔ ایک طرف بہت سے احباب اور دردمندانِ ملت و جماعت کا اصرار تھا کہ اس سکیم کا مفصل و مدلل جائزہ پیش کیا جائے تاکہ لوگوں کو اس طرف جانے سے مکمل شرح صدر کے ساتھ روکا جا سکے، دوسری طرف یہ معتبر اطلاعات تھیں کہ لوگوں کی بہت بڑی تعداد اس سکیم میں شامل ہو رہی ہے اور ان کی تعداد تیس ہزار سے متجاوز ہو رہی ہے، اسی اثناء میں یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل ملک میں صرف یہی ایک سکیم نہیں بلکہ اس سے ملتی جلتی کتنی ہی سودی و قماری سکیمیں خودرو جھاڑیوں کی طرح پھیل چکی ہیں اور ڈائن کی طرح ملک کے نوجوانوں کا مال و خون چوس رہی ہیں۔ کہیں تو کوئی سکیم بغیر کوئی چیز فروخت کیے محض پیسوں کے ادل بدل سے چند ہزار لگا کر لاکھوں روپے حاصل کرنے کا لالچ دیتی ہیں، کہیں علماء کے براہِ راست فتوے سے بچنے کے لیے چند اشیاء کی سیل کا جھانسہ بھی درمیان میں رکھ دیا گیا ہے اور وہ بھی بہت مہنگی لیکن باقی سارا طریقہ اور مقصد تقریباً وہی ہے، یعنی معمولی پیسے لگا کر زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کرنا۔ اگر اشیاء فروخت کرنا ان کا مقصد ہوتا تو یہ تجارت کے معروف شفاف طریقے اختیار کرتے لیکن چونکہ ان کا اصل مقصد یہ نہیں تھا بلکہ اصل مقصد ہیر پھیر کا وہ طریقہ تھا جس کے ذریعے چند سو یا چند ہزار روپے لاکھوں کروڑوں میں بدل جائیں، اس لیے ان سکیموں میں اشیاء کی فروخت کا وجود یا عدم وجود تو ہو سکتا ہے لیکن تمام سکیموں میں تھوڑی ہیر پھیر کے ساتھ مارکیٹنگ کا وہ گورکھ اور پیچیدہ طریقہ لازمی اور مشترک ہے کہ جس کے بغیر کمپنی اور ممبران اپنے اصل مقصد یعنی معمولی رقم اور برائے نام محنت سے بے پناہ دولت کے مالک نہیں بن سکتے۔ چنانچہ انہی سب وجوہات کی بناء پر ان سکیموں کا ہم مفصل و مدلل جائزہ لینے پر مجبور ہو گئے۔

ان کمپنیوں میں سے ایک ورلڈ ٹریڈنگ نیٹ ہے جس میں صرف ۳۰۵۰ روپے جمع کروا کر ممبر کو بالآخر بارہ لاکھ مل جاتے ہیں۔ اس میں کوئی چیز بیچنا نہیں پڑتی۔ صرف رقم کا لوگوں میں ہیر پھیر ہے۔ اس کی تفصیل آگے علماء کے

شرعی جائزہ میں آ جائے گی۔ دوسری سکیم بزناس (Biznas) کے نام سے انٹرنیٹ پر کچھ پیکج دے کر ممبر سازی کرتی ہے جس کے نتیجے میں اصل رقم سے کافی زائد رقم کا لالچ دیا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل بھی علماء کے شرعی جائزے میں ملاحظہ فرمائیں۔

گولڈن کی انٹرنیشنل۔ تعارف واحوال

تیسری کمپنی گولڈن کی انٹرنیشنل ہے۔ سب سے پہلے ہمیں اسی سکیم سے تعارف حاصل ہوا۔ اس کے جس ممبر نے ہمیں تعارف کرایا وہ بڑا ہی خوبصورت ریلنگ والا ڈبہ اور ایک چمکتی دمکتی فائل لیے کھڑا تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ اس کمپنی کی طرف سے ایک خاص قسم کا فوڈ سپلیمنٹ ہے جو ایک سفوف کی صورت میں ڈبے میں موجود ہے۔ یہ کمپنی سے ۱۹ ہزار روپے میں ملتا ہے۔ موصوف نے کہا کہ آپ بھی کمپنی جا کر اسے خریدیں تو نہ صرف اس سے آپ کی بہت سی بیماریوں کا علاج ہوگا بلکہ اس طرح آپ کمپنی کے ممبر بن کر ایسے کاروبار میں شریک ہو جائیں گے کہ آپ تھوڑے ہی عرصے میں معمولی وقت لگا کر لاکھوں حاصل کر لیں گے۔ یہ سب سن کر ہمارے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ ہم نے جب سوال کیا کہ یہ آخر کون سی بیماریوں کا علاج ہے تو فرمایا کہ یہ شوگر، بلڈ پریشر، ہیپاٹائٹس، دل اور کینسر سمیت بہت سی بیماریوں کا علاج ہے اور کئی لوگوں کو اس سے فائدہ ہوا ہے جس کے شواہد موجود ہیں۔ ہم نے کہا: اگر کمپنی نے اتنی بڑی ایجاد کی ہے پھر تو اسے اخبارات میں فوراً اشتہار دینا چاہیے۔ اس سے تو طب وسائنس کے میدان میں ہلچل مچ جائے گی اور جو منافع کمپنی نے لمبے عرصے کے بعد حاصل کرنا ہے، وہ اخبارات میں اشتہار دے کر بہت تھوڑے عرصے میں حاصل کر لے گی۔ اس پر موصوف کبھی تو جواب دیتے کہ کمپنی دراصل غریب عوام کی بھی بھلائی چاہتی ہے کہ نہ صرف انہیں صحت ملے بلکہ ہمارے مخصوص طریقہ کاروبار میں شامل ہو کر ایسا کاروبار بھی ملے کہ جس میں انہیں اپنی اصل رقم سے بھی کئی گنا زیادہ رقم واپس مل جائے۔ اور کبھی وہ کمپنی کی اشیاء اور طریقہ کاروبار پر ہمارے سوالات و اعتراضات پر کہتے کہ دراصل ہم آپ کو قائل نہیں کر سکتے۔ کمپنی کے دفتر میں نئے لوگوں کے لیے روزانہ لیکچر ہوتا ہے آپ وہاں ایک دفعہ آئیں۔ آپ کو ہر بات کلیئر ہو جائے گی۔

بعد کی ملاقاتوں میں آخر یہ عقدہ بھی کھل گیا کہ انہیں دراصل زیادہ اعتراضات کا جواب نہ دینے کی ہی کمپنی سے ہدایت ہے کہ آپ خود قائل نہیں کر سکتے۔ لوگوں کو کلاس میں لے کر آئیں۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ ہم حیران تھے کہ یہ خود بھی لیکچر سن چکے ہیں تو پھر اس لیکچر کا خلاصہ ہمیں یہیں کیوں نہیں بتا دیتے۔ بہر حال چار و ناچار حقیقت پانے

کے لیے کمپنی ممبر کے ذریعے لاہور میں کمپنی کے دفتر پہنچے جو گلبرگ میں دو کنال کے قریب عالی شان کوٹھی میں قائم ہے۔ وہاں ہم یہ دیکھ کر حیران تھے کہ مخلوط ماحول اور فیشن ایبل نوجوانوں کے ساتھ بڑی بڑی داڑھیوں والے بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ کلاس میں جانے سے پہلے یہ بھی ہدایت تھی کہ بند جوتیوں یعنی بوٹ وغیرہ کے بغیر داخلہ ممکن نہیں۔ معلوم ہوا یہ پابندی پہلے نہ تھی ابھی کچھ دنوں سے لگی ہے۔ شاید کمپنی والوں کو ڈر تھا کہ داڑھی والے عام سی جوتیوں میں کہیں کمپنی کے ماڈرن ازم کے تاثر کو خراب نہ کر دیں اور اس کی ویلیو ڈاؤن نہ ہو جائے۔ کلاس میں جوں ہی داخل ہوئے تو چھوٹا سا ہال زبردست موسیقی سے تھرا رہا تھا۔ لیکچر میں پہلے ایک ڈائریکٹر صاحب نے کمپنی کی اشیاء یعنی Products کی منفرد انقلابی وطبی خصوصیات بتائیں۔ دوسرے لیکچر میں کمپنی کی مارکیٹنگ کا طریقہ سمجھایا گیا۔ یہ طریقہ جسے ملٹی لیول مارکیٹنگ MLM سسٹم کہتے ہیں، اس قدر پیچیدہ اور گنجلک تھا کہ خود کمپنی کے ذمہ داران کا کہنا تھا کہ پہلی دفعہ تو اس لیکچر کی بہت کم لوگوں کو پوری سمجھ آتی ہے چنانچہ کم پڑھے لکھے سادہ لوگ تو کیا، اچھے بھلے تعلیم یافتہ لوگ بھی اس کو فوری نہیں سمجھ پاتے، جبکہ دینی علم پڑھے ہوئے لوگ بھی چکرا کر رہ جاتے ہیں اور کوئی بھی اس سکیم کے جائز و ناجائز کا فیصلہ نہیں کر پاتا۔ اب ہمیں بھی سمجھ آئی کہ ہمارے واقف ممبر ہمیں کیوں ہمارے سوالوں کے جواب دینے سے گریزاں تھے۔ وجہ صاف ظاہر تھی کہ ابتداء میں عام ممبر کسی کو سمجھا کر قائل نہیں کر سکتا اور پھر کمپنی کی ہدایت تھی کہ آپ ایسے لوگوں پر زیادہ وقت بھی ضائع نہ کریں جو زیادہ اعتراضات کریں۔ کلاس میں بھی صرف انہی لوگوں کو لائیں جو اس میں ''مثبت'' دلچسپی رکھتے ہوں۔ اس پر اس قدر سختی ہے کہ لیکچر کے دوران ایک شخص کو تھوڑی سی اونگھ آ گئی تو اسے بھی دلچسپی نہ رکھنے والا مشکوک آدمی سمجھ کر نکال دیا گیا۔

لیکچر کے دوران بھی وقفے وقفے سے موسیقی جاری رہی، یہ سب کچھ ہمیں برداشت کرنا پڑا۔ درمیان میں ہم نے سوال کرنے کی کوشش کی تو کہا گیا کہ سوال آخر میں کیجئے گا۔ لیکن آخر آتے ہی سوالوں کا موقع دیے بغیر کلاس ختم کر دی گئی۔

لیکچر میں بتایا گیا کہ اشیاء کی مارکیٹنگ کا یہ طریقہ ۶۲ سال پہلے امریکہ کے ہاورڈ بزنس سکول نے دوسری جنگ عظیم کے بعد متعارف کروایا۔ اس وقت امریکہ دیوالیہ ہونے کے قریب تھا۔ اس سسٹم کی وجہ سے آج امریکہ امریکہ بنا ہوا ہے۔ یہ اس کی معاشی واقتصادی مضبوطی کا راز ہے۔ بہت سے مغربی ملکوں میں کامیاب کاروبار کے بعد اب یہ سسٹم پاکستان آیا ہے جسے گولڈن کی انٹرنیشنل کے صدر جناب جاوید مجید نے دو سال قبل متعارف کروایا۔

انہوں نے یہ سسٹم تھائی لینڈ میں اپنے آٹھ سالہ قیام کے دوران سیکھا۔ کراچی، حیدرآباد سے ہوتا ہوا اب یہ

لاہور آیا ہے اور جلد ہی ملتان، فیصل آباد اور ملک کے دوسرے اہم شہروں میں بھی کمپنی کی برانچز کھلنے والی ہیں۔ کمپنی کا ماٹو صحت اور معاشی خوشحالی یعنی Health and Wealth رکھا گیا ہے۔ بہت سے لوگ سٹی بینک اور ایسے بڑے بڑے اداروں کی اعلیٰ ترین پوسٹیں چھوڑ کر یہی کاروبار کر رہے ہیں۔

کمپنی کے لٹریچر اور لیکچر دونوں سے یہ معلوم ہوا کہ دنیا میں جائز ذرائع سے کمانے کے طریقے بہت کم ہیں اور وہ صرف دو ہیں: (۱)......ملازمت، (۲)......کاروبار۔

ملازمت میں اہلیت، تعلیم، تجربہ اور وقت کی پابندی لازمی ہوتی ہے۔ تنخواہ بھی محدود سی ہوتی ہے چاہے محنت کم ہو یا زیادہ کاروبار میں سرمایہ، تجربہ اور وقت تو بیش بہا دینا ضروری ہوتا ہے۔ جبکہ اس سسٹم میں نہ تجربے کی ضرورت ہے، نہ زیادہ تعلیم کی، سرمایہ اور اہلیت کی اور نہ ہی بہت زیادہ وقت دینا پڑتا ہے، بس معمولی سرمایہ اور معمولی وقت دے کر آپ اپنے سب خواب پورے کر سکتے ہیں۔ اس میں نوکری، کاروبار کی طرح کوئی رسک بھی نہیں۔ کمپنی میں کوئی کسی کا باس نہیں، سپروائزر، مینجر، ڈائریکٹر وغیرہ کے عہدے محض اعزازی ہیں۔ (ویسے حال ہی میں گولڈن کی والوں نے اخبارات میں اپنے ایک اعزازی ڈائریکٹر برہان بصری کو کمپنی کے مفاد کے منافی سرگرمیوں کی بناء پر برطرف کرنے کا اشتہار دیا۔ (ڈان ۱۱/ اگست ۲۰۰۲ء) حیرانگی ہے کہ کمپنی میں جب کوئی باس نہیں تو انہیں کس نے برطرف کر دیا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ زیادہ سرمایہ جمع کر لینے والوں کو یا کمپنی کے اصل حقائق تک رسائی پا جانے والوں کو کمپنی فوراً اپنے کاروبار سے الگ کر دیتی ہے۔ اس طرح تو کسی کے سرمائے اور منافع کی کوئی گارنٹی نہیں رہتی۔ ویسے کمپنی آئے دن اپنے دفاتر کی جگہ بھی بدلتی رہتی ہے۔ اس صورت میں کبھی بھی کچھ ہو سکتا ہے اور ایسی کمپنیاں کئی بار پیسے لے کر بھاگ چکی ہیں۔ جیسا کہ ابھی حال ہی میں یہ مضمون تیار ہونے تک گولڈن کی انٹر نیشنل کے ملتے جلتے طریقے پر کام کرنے والی انٹرنیٹ کی کمپنی بزناس کو حکومت نے غیر قانونی قرار دیا ہے اور اس کے نمائندے غائب ہو گئے ہیں۔ ڈان ۳۰/ ۸/ ۲۰۰۲ء)

اب سوال یہ ہے کہ جب یہ نوکری بھی نہیں کاروبار بھی نہیں، تو پھر آخر کیا ہے؟ ہم ایسے کتنے سوالات کا جواب چاہتے تھے اور پھر خاص طور پر انہوں نے مارکیٹنگ کا جو طریقہ بیان کیا (جس کا ذکر آگے علماء کی آراء میں آئے گا) اس پر تو کتنے ہی سوالات جواب طلب تھے لیکن وہ سب تشنہ ہی رہے۔ کلاس ختم کر دی گئی۔

بعد ازاں ہم ان کے سرگرم ممبران سے بھی رابطہ کرتے رہے لیکن کوئی بھی ہم سے زیادہ بات کرنے کو تیار نہ تھا کیونکہ اس سے انہیں اپنے کاروبار کے وقت کا ضیاع محسوس ہوتا اور یہ بھی ڈر کہ بحث سے کوئی کمزور بات ہمارے

ہاتھ نہ آ جائے۔ایسے بندوں کے بارے کمپنی سے چونکہ پہلے ہی ہدایت ہے کہ آپ دلچسپی نہ لینے والوں پر یا معترضین پر قیمتی وقت ضائع نہ کریں، اس پر سب ہی عموماً سختی سے عمل کرتے ہیں۔ یہ ہدایت صرف گولڈن کی والوں کی طرف سے نہیں بلکہ ہر دوسری سکیموں کی طرف سے بھی اپنے ممبران کو یہی بات سختی سے بتائی گئی ہے۔ مثلاً ورلڈ ٹریڈنگ نیٹ ورک نامی سکیم کے کوپن میں بتایا گیا ہے:

''آپ کوپن ہمیشہ ان لوگوں کو ہی دیں جو اس میں خود دلچسپی لیں اور اس کو آگے چلانے کی اہلیت رکھتے ہوں۔آپ ہرگز ہرگز یہ کوپن کسی بھی شخص کو زبردستی نہ دیں''

پھر ''گولڈن کی'' کے لیکچر میں اور دوسری سکیموں میں بھی یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ آپ زیادہ مخیر لوگوں کے پاس نہ جائیں۔انہیں چونکہ دولت کی زیادہ ضرورت نہیں اس لیے وہ بھی اعتراض کر کے وقت ضائع کریں گے۔ ایسے لوگوں کے پاس جائیں جو غریب یا متوسط ہوں البتہ کمپنی کی ڈیمانڈ کی حد تک رقم رکھتے ہوں اور اپنا فیصلہ خود کر سکتے ہوں تاکہ آسانی سے کمپنی کو اپنی ساری جمع پونجی حوالے کر سکیں۔

صورتحال یہاں تک ہے کہ ماڈل ٹاؤن دفتر کے مسئول بھائی محمد رمضان نے ایک دفعہ کلاس میں ان کا لیکچر ٹیپ کرنے کی کوشش کی تاکہ علماء کو بطورِ ثبوت براہِ راست کمپنی کے ذمہ دار کی زبانی کمپنی کا طریقہ پیش کر کے ان کی رائے لی جا سکے تو کمپنی والوں نے ان کو پکڑ لیا اور ان سے کہا کہ وہ کیسٹ ہمیں دے دیں ورنہ ہم ٹیپ بھی واپس نہیں کریں گے۔کمپنی کے کافی لوگ جمع ہو گئے اور بالآخر انہیں دھمکیاں دے کر اور زدوکوب کر کے ان سے کیسٹ لے لی۔مقصد یہ ہے کہ کسی کو کمپنی کے کام کی تفصیلات پورے ثبوت کے ساتھ نہ مل سکیں۔ یہ اپنے کاروبار کی مکمل تفصیلات تحریری صورت میں بھی پیش نہیں کرتے۔مقصد یہ ہے کہ ایک تو علماء کو پوری حقیقت کا پتہ نہ چل سکے اور دوسرے ضرورت پڑنے پر وہ کسی ممبر کے ساتھ جو چاہے سلوک کریں اور جو چاہے قانون بنا کر پیش کر دیں۔

کچھ ڈسے ہوئے ممبران کی حالت:

ایسے ایک ممبر سے ہماری ملاقات ہوئی جو ایک بڑے غیر ملکی ادارے سے فارغ ہیں تو انہوں نے ہمارے سامنے اقرار کیا کہ یہ سکیم سراسر دھوکہ اور فراڈ ہے لیکن انہوں نے اپنا نام مخفی رکھنے کی استدعا کی کہ ایسا نہ ہو کہ گھر والے کہیں تمہارے پاس تو رقم ہی نہیں تھی تو تم نے یہ ۲۵۰۰ روپے کہاں سے لے کر کہاں جا کر خرچ کر دیے ان صاحب کے پاس ایک کین اوپنر یعنی ڈبے کا ڈھکن کاٹنے والا آلہ تھا اور کچھ شیمپو تھے۔وہ خود بتا رہے تھے کہ ان کی

مجھے کوئی ضرورت نہیں تھی خاص طور پر کین اوپنر کی جو انہوں نے کمپنی سے ۱۳۰۰/ روپے میں خریدا تھا۔ حالانکہ اگر ضرورت بھی ہو تو بازار سے سادہ سا ایسا آلہ بھی لیا جا سکتا ہے جو پچاس، سو روپے سے زیادہ نہیں آتا۔ لیکن بقول اس بھائی کے اسے ممبر بننے اور کمپنی کا کم از کم مطلوبہ بزنس حجم پورا کرنے کے لیے یہ چیزیں خریدنا پڑیں۔

ایک اور ممبر اشرف صاحب سے ملاقات ہوئی جو ایک بزرگ ہیں۔ انہوں نے بھی اس سکیم کو دھوکہ اور فراڈ قرار دیتے ہوئے کہا کہ میں تو کمپنی کے ان ممبران کے کہنے پر ممبر بن گیا جن کو میں دینی و دنیاوی طور پر بڑا پڑھا لکھا سمجھتا تھا۔ لیکن انہوں نے مجھے باتوں میں لا کر اس کاروبار میں پھنسا دیا اور پھر خود ہی ممبر بننے اور کمپنی کا کم از کم مطلوبہ بزنس حجم پورا کرنے کے لیے مجھے ۲۰۰۰/ روپے کی ۴ ٹوتھ پیسٹیں (۵۰۰ روپے فی ٹوتھ پیسٹ) تھما ڈالیں۔ میں ان کا یہ طریقہ کار دیکھتے ہی اس سکیم کے مقاصد کو سمجھ گیا اور تائب ہو گیا۔ بزرگ محمد اشرف کا کہنا تھا کہ ۲۰۰۰/ روپے ضرور ضائع ہو گئے لیکن میں مزید اپنی آخرت خراب نہیں کر سکتا تھا اور دوسروں کو اسی طرح پھنسانا میرے ضمیر نے گوارا نہیں کیا۔ میں نے ان ٹوتھ پیسٹوں کو تو ہاتھ تک لگانا گوارا نہیں کیا۔ اب یہ بزرگ دوسرے ممبران کو اس سکیم سے نکلنے کے لیے سمجھاتے رہتے ہیں۔ اسی طرح کئی اور ممبر جو اس سکیم کو حقیقتاً فراڈ سمجھتے ہیں لیکن کچھ تو دولت کے لالچ کی بناء پر خاموش ہیں اور کچھ کو یہ خوف بھی آجکل ہے کہ کمپنی کہیں ان کے خلاف کوئی اقدام نہ کر دے خصوصاً کمپنی کی طرف سے ایک اعزازی ایگزیکٹو ڈائریکٹر کی برطرفی کے بعد یہ ممبرز زیادہ محتاط ہو گئے ہیں۔

ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ کمپنی نے اپنے فوڈ سپلیمنٹ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس سے بہت سے لوگوں کو شفا ہوئی ہے۔ اپنی بزنس کٹ میں شفا پانے والے کچھ لوگوں کے نام پتے بھی دیے گئے ہیں۔ اب پہلی بات تو یہ تھی کہ جن کے نام دیے گئے تھے، ان پر کسی کا پتہ نہیں تو کسی کا فون نمبر نہیں، اگر ہے تو ساتھ کوڈ نہیں، پھر اکثر کے نیچے یہ لکھا ہے کہ ان کو ۵۰ فی صد یا ۷۰ فی صد تک شفاء ہوئی ہے۔ صرف ایک مریض کا پورا نام پتہ اور فون نمبر جمع کوڈ تھا۔ ان کا نام سید ناظم شاہ ہے۔ ان سے جب پوچھا گیا کہ آپ نے جن بیماریوں کے لیے یہ دوا استعمال کی تو کیا آپ کو مکمل شفا ہو گئی ہے تو ان کا فرمانا تھا کہ دیکھیں شوگر مکمل طور پر تو کبھی ختم نہیں ہو سکتی لیکن حالت پہلے سے بہت بہتر ہے۔ باقی بلڈ پریشر وغیرہ بھی اب ٹھیک ہے۔ ان سے بالآخر یہ معلوم ہوا کہ موصوف کمپنی کے ڈائریکٹر ہیں۔

ایک اور ممبر نے اپنے والد کے دل کے مسئلہ کے لیے کمپنی کا فوڈ سپلیمنٹ Yu-Yuan-Zu لیا جو ۱۲۰۰۰/ سے ۱۹۰۰۰/ میں ملتا ہے۔ محترم پروفیسر حافظ ثناء اللہ خاں بتا رہے تھے کہ اس کے استعمال کے کچھ عرصے بعد جب انہوں نے مریض کو دیکھا تو ان کی حالت پہلے سے بھی خراب تھی۔

کمپنی کی بظاہر ان شفا بخش ادویات کے بارے میں سمجھنے والی بات یہ ہے کہ ایسی دوائیاں اور فوڈ سپلیمنٹ وقتی طور پر جسم کی قوت مدافعت Internal resistance بڑھا دیتی ہیں اور کئی بیماریاں عارضی طور پر دب جاتی ہیں اور انسان سمجھتا ہے کہ وہ شفایاب ہو رہا ہے۔ کھلاڑی، باڈی بلڈرز وغیرہ بھی ایسی دوائیاں اور خوراکیں استعمال کر کے سپرمین بن جاتے ہیں لیکن انہیں چھوڑتے ہی وہ مزید کئی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ باقی ۵۰، ۶۰ فیصد تک لوگ کوئی بھی دوائی استعمال کرنے سے وقتی طور پر ٹھیک ہو جاتے ہیں اور دوبارہ حالت وہی ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی کمپنی کا اپنا دعویٰ ہے کہ فلاں مریض کو اتنے فیصد شفا مل گئی ہے۔ کیا ان کے پاس کوئی ایسا آلہ ہے کہ جو یہ فیصد نکال سکے۔ ان کی دوائیں مشکوک ہونے کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ ایک طرف تو یہ عام لوگوں کو اپنا فوڈ سپلیمنٹ بے شمار بیماریوں کا کامیاب علاج بتاتے ہیں لیکن ساتھ ہی اپنے لٹریچر میں اس کے تعارف کے آخر میں چھوٹا سا لکھا ہے:

No need to discontinue your regular medicines already in use. After getting good results from yu-yuan-zu you may discontinue your regular medicines gradually.

Results of yu-yuan-zu may vary from person to person because of different body factors.

''جب تک آپ yu-yuan-zu سے اچھے نتائج حاصل نہ کر لیں معمول کی ادویات لینا ترک نہ کریں۔ آپ ان کو آہستہ آہستہ چھوڑ سکتے ہیں۔ یو یو آن زو کے نتائج مختلف لوگوں میں مختلف باڈی فیکٹرز کی بناء پر مختلف ہو سکتے ہیں۔''

قارئین کرام! یہ تو حال ہے گولڈن کی انٹرنیشنل کی ادویات نما اشیاء کی حقیقت کا جس کی کچھ تفصیل آپ جناب ریاض الحسن نوری سابق مشیر وفاقی شرعی عدالت کے تبصرے میں پڑھیں گے۔ اب ان کی مارکیٹنگ کے طریقہ کی شرعی طور پر کیا حیثیت ہے تو اس بارے میں اور دیگر کمپنیوں کی مارکیٹنگ کا تفصیلی شرعی جائزہ آپ علماء کے درج ذیل تفصیلی شرعی جائزے میں ملاحظہ فرمائیں:

فراڈ کمپنیوں کے بارے نائب مفتی جماعۃ الدعوۃ حافظ عبدالرحمٰن عابد کا فتویٰ

اسلام وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کے ذریعہ امام الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کو مکمل کر کے قرآن مجید کے اندر اس کا اعلان فرما دیا۔ اب مسلمانوں پر قیامت تک کے لیے زندگی کے تمام شعبوں میں ان سے رہنمائی لینی ہی کافی ہے۔ اب ان کو نہ کسی دوسرے دین کی ضرورت ہے

اور نہ ہی محمد ﷺ کے علاوہ کسی نبی کی ضرورت ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں خاتم النبیین بنا دیا۔

اب حلال صرف وہی ہے جسے اللہ رب العالمین نے اپنے نبی محمد ﷺ کے ذریعے حلال کر دیا اور حرام صرف وہی ہے جسے حرام کر دیا۔ اسی دین اسلام میں ہمارے لیے عقائد، اعمال، اخلاق کے علاوہ ہمارے انفرادی، اجتماعی، سیاسی، اقتصادی، معاشی تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((ما بقی شیء یقرب من الجنة ویباعد من النار الا وقد بین لکم))

[المعجم الکبیر للطبرانی حدیث:١٦٤٧]

''کوئی چیز (اسلام میں) ایسی نہیں بچی جو جنت کے قریب کر دینے والی ہو اور جہنم سے دور کرنے والی ہو مگر وہ تمہارے لیے بیان کر دی گئی ہے۔''

لیکن امت مسلمہ کا المیہ ہے کہ اسلام دشمنوں کی مسلسل فکری یلغار کی وجہ سے اسلام اجنبی اور غریب بن گیا۔ غیر مسلم قوموں خصوصاً یہود و نصاریٰ اور اہل مغرب کی مادی ترقی سے مرعوب ہو کر باقی تمام اشیاء کے ساتھ معاشی اور اقتصادی طریقے بھی انہی کے اختیار کر لیے گئے جس کی بنیاد ہی سود پر ہے۔ یہ سودی سلسلہ زمانہ کے تطور کے ساتھ ساتھ اپنی شکلیں گرگٹ کی طرح بدلتا رہا۔ جب ایک سودی سکیم لوگوں میں فیل ہو جاتی ہے تو نئے نام سے دوسری کوئی سکیم ایجاد کر لی جاتی ہے جیسے آج کل کئی سودی سکیمیں شروع کی گئی ہیں۔

ورلڈ ٹریڈنگ نیٹ سکیم:

ایک سکیم راولپنڈی سے شروع کی گئی ہے جس کا نام ورلڈ ٹریڈنگ نیٹ (WTN) ہے۔ ان کی سکیم یہ ہے کہ آپ ۳۰۵۰/ روپے ادا کر کے بارہ لاکھ حاصل کر سکتے ہیں۔ طریقہ کار یہ ہے کہ یہ لوگ ایک فارم دیتے ہیں جس پر پانچ خانوں میں پانچ ممبرز کے نام و پتہ درج ہوتے ہیں۔ ان سب کو درج کردہ مخصوص رقم منی آرڈر کرنا ہوتی ہے۔ جبکہ کمپنی کو ۸۰۰/ روپے منی آرڈر کرنا ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ۵۰/ روپے چیریٹی باکس والے ایک خانے میں درج ممبر کو بھیجنے ہوتے ہیں۔ یہ کل رقم ملا کر ۳۰۵۰/ روپے بنتی ہے۔ ان سب کے منی آرڈرز کی رسیدیں کمپنی کو بھیجنے پر کمپنی آپ کو ایسے پانچ فارم بھیج دیتی ہے۔ اب ان فارموں میں پانچویں نمبر پر خود آپ کا نام آ جائے گا۔ یہ فارم جب آپ آگے تقسیم کریں گے تو نئے ممبر بھی آپ کو اسی طرح منی آرڈر بھیجیں گے۔ جوں جوں یہ فارم آگے چلتا ہے ممبرز بڑھتے رہتے ہیں تو آپ کا نام ترقی کرتا ہوا چوتھے نمبر پر، پھر تیسرے، پھر دوسرے اور پہلے نمبر پر آ جائے گا۔

یہاں تک پہنچ کر آپ کے پاس بارہ لاکھ جمع ہو جائیں گے۔ اس کے بعد آپ کا نام فارم سے ختم ہو جائے گا۔ پھر دوسرے آپ کی جگہ لیتے جائیں گے۔ علاوہ ازیں کمپنی کی طرف سے یہ بھی گارنٹی ہے کسی ممبر سے فارم آگے نہ چل سکے تو وہ ہمیں درخواست لکھ دے۔ چیریٹی بکس والے خانے سے جمع ہونے والی رقم میں سے نمبر آنے پر اسے ۳۵۰۰/ روپے مل جائیں گے۔ یعنی ۴۵۰/ روپے پھر بھی زیادہ ملیں گے۔ اور خسارے کا کوئی امکان نہیں۔

یہ سکیم کئی وجوہات کی بناء پر غیر شرعی ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾[البقرة: ٢٧٥] ''اللہ نے بیع (خرید و فروخت) کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔'' (البقرۃ) جبکہ یہ سکیم تجارت کی صورت سے خارج ہے۔ تجارت میں لین دین کرنے والوں کے درمیان کوئی چیز ہوتی ہے جس سے مال اور اشیاء کا تبادلہ ہوتا ہے جبکہ یہاں کوئی چیز نہیں ہے۔ صرف لوگوں کو قائل کر کے اور کاغذ آگے بانٹ کر اس کمپنی کے چنگل میں پھنسانا ہوتا ہے۔ اگر اسے دلالی کی قیمت سمجھیں تو پھر بازارِ حسن کی طوائفوں کی دلالی کرنے والے اور اس پر وقت اور محنت صرف کرنے والے کے کاروبار کو بھی حلال اور تجارت ماننا پڑے گا۔ کیونکہ دونوں میں صورت ایک سی ہے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا ہے اور ادھر بدکاری ایک حرام فعل ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ سود بھی خوفناک ظلم کی صورت ہے کہ اس نے تو اپنی رقم کمپنی کے کھاتہ میں اور کچھ دوسرے افراد میں تقسیم کی ہے جبکہ اسے جو کچھ ملتا ہے، وہ نہ کمپنی کی طرف سے ہوتا ہے اور نہ ہی ان افراد کی طرف سے جن کو اس نے رقم منی آرڈر وغیرہ کی ہے۔ جو کچھ ملتا ہے، وہ ان نئے افراد کی طرف سے ملتا ہے، جن کو صرف ایک کاغذ دے کر پیسے لیے جاتے ہیں۔ سود میں تو یہ ظلم ہے کہ قرضہ وغیرہ دے کر مقروض سے ناجائز فائدہ اُٹھایا جاتا ہے لیکن یہاں اس شخص سے فائدہ اُٹھایا جا رہا ہے جس کو کچھ دیا ہی نہیں۔

اور سود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ ہے اور سودی کاروبار میں ملوث، لینے، دینے والے اور لکھنے، گواہی دینے والے سب برابر کے لعنتی ہیں۔ (مسلم) [1]

اور نبی مکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ((دِرْهَمُ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَشَدُّ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً)) ''سود کا ایک درہم جسے آدمی کھاتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ سود ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں چھتیس (۳۶) مرتبہ زنا سے بھی زیادہ سخت ہے (یعنی برا ہے)'' (صحیح الجامع الصغیر: ۳۳۷۵)

---

[1] مسلم/ کتاب البیوع/ باب لعن آکل الربا وموکلہ۔ ترمذی/ کتاب البیوع/ باب ما جاء فی اکل الربا۔

اور یہ بھی فرمایا: ((اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ بَابًا أَيْسَرُهَا اَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ)) [1] (الجامع الصغیر: ۳۵٤١)

''سود کے ستر دروازے ہیں، سب سے معمولی دروازہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنی والدہ سے نکاح کرلے۔''

تیسری وجہ:...... اس سکیم کو بیع تسلیم بھی کرلیں تب بھی سود ہے کہ اس میں زیادہ پیسوں کی کم پیسوں کے ساتھ بیع کی جاتی ہے اور وہ بھی اُدھار۔ صحیح بخاری اور مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان: [2]

((لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوْا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ))

''سونا سونے کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر اور زیادہ کم مت بیچو اور چاندی کو چاندی کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر، ایک طرف زیادہ اور دوسری طرف کم نہ ہو اور نہ ایک طرف اُدھار، دوسری طرف نقد۔''

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا::

((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ فَمَنْ زَادَ اَوِاسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبَى الْآخِذُ وَالْمُعْطِيْ فِيْهِ سَوَاءٌ)) [3]

''سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے چاندی......''

اس حدیث کے آخر میں ہے، جس نے زیادہ دیا یا زیادہ کا مطالبہ کیا، وہ سود میں پڑ گیا، لینے والا اور دینے والا برابر ہے۔

اس مذکورہ سکیم میں بھی آدمی کم رقم دے کر بغیر کوئی چیز فروخت کرنے کے محنت کے زیادہ رقم لے لیتا ہے جو سراسر سود اور غیر شرعی ہے۔

گولڈن کی انٹرنیشنل:

مغربی سودی اور قماری سکیموں کو زیادہ مقبول شکل میں پیش کرنے کے لیے ایک بہت بڑا حیلہ اختیار کیا گیا ہے جسے گولڈن کی سکیم کا نام دیا گیا ہے۔ اس میں بظاہر ممبرز کو کمپنی ایک چیز فروخت کرتی ہے لیکن کمپنی اور ممبرز محض چیزوں کی عام مروجہ اور شفاف طریقہ فروخت سے زیادہ دولت اکٹھی نہ کر سکتے تھے چنانچہ اس سکیم میں فروخت کا بھی ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ ممبرز تھوڑی سی رقم لگا کر بہت زیادہ دولت اکٹھی کر سکیں جبکہ کمپنی بھی آسانی سے

---

[1] ابن ماجه/ كتاب التجارات/ باب التغليظ في الربا

[2] بخاري/ كتاب البيوع/ باب بيع الفضة بالفضة۔ مسلم/ كتاب البيوع/ باب الربا۔

[3] مسلم/ كتاب البيوع/ باب الصرف و بيع الذهب بالورق نقداً

کروڑوں اربوں روپیہ سمیٹ سکتی ہے۔ کمپنی کی طرف سے ممبران کو بہت مہنگی اشیاء بیچی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک ٹوتھ پیسٹ کی قیمت بھی کم از کم ۷۵۰/ روپے ہے، ایک شیونگ کریم (جیل) کی قیمت ۹۰۰/ روپے ہے۔ سب سے زیادہ ممبران کو جو چیز خریدنے کی رغبت دی جاتی ہے، یہ ایک پاؤڈر ہے جسے کینسر، شوگر، ہیپا ٹائٹس سمیت بہت سی بیماریوں کا جادوئی علاج بتایا جاتا ہے۔ اس کی قیمت ۱۹۰۰۰/ روپے ہے۔ یہ تقریباً انرجائل کے ڈبے سے کچھ بڑے سائز میں ایک سفوف سا ہوتا ہے ایک کین کٹر یا ڈبہ کٹر کی قیمت ۱۳۰۰/ روپے ہے۔ بے بی لوشن ۷۵۰/ روپے کا ہے۔ اسی طرح باقی چیزوں کی قیمتوں کا حال یہی ہے۔ کمپنی کے مطابق اس کی سب اشیاء نا قابل علاج بیماریوں کا علاج بھی ہیں لیکن کمپنی یہ اشیاء عام مارکیٹ میں نہیں رکھتی بلکہ صرف کمپنی کے جاری کردہ ایک خاص طریقہ کاروبار میں شامل ہونے والے ممبران کو ملتی ہیں یا ان ممبران کے ذریعے کمپنی سے ملتی ہیں، ممبران خود کوئی چیز نہیں بیچتے۔ ان کے طریقہ کاروبار میں بھی کم از کم صرف ۴۵۰۰/ روپے خرچ کرنے سے ممبر کو بالآخر لاکھوں روپے ملتے ہیں۔ اس کا طریقہ بتایا جاتا ہے کہ کمپنی کو ۱۵۰۰/ روپے ممبر شپ فیس ادا کرنا ہے جس کے عوض بڑے بڑے فائیو سٹار ہوٹلوں، اعلیٰ تجارتی اداروں اور فضائی سفر میں ان کا کارڈ دکھانے پر کچھ رعایت ملتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کارڈ کا کوئی فائدہ نہیں۔ ظاہر ہے اس سہولت سے عام غریب لوگ کم ہی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ تاہم کمپنی کے کاروبار میں شمولیت کے لیے کمپنی سے کم از کم مزید ۳۰۰۰/ روپے کی کوئی چیز خریدنا ہوتی ہے۔ اس طرح ممبر کا ۳۰۰۰/ بزنس حجم ہو جاتا ہے اور اسے ۵ فیصد کمیشن یا ڈسکاؤنٹ دیا جاتا ہے۔ اب اگر یہ پہلا ممبر (A) دو مزید ایسے ممبر بنائے کہ بزنس حجم ملا کر ۱۰،۰۰۰/ ہو جائے تو اس کے بعد ممبر A کو ۱۵ فی صد ملے گا۔ اس پہلے ممبر A کو اب سپروائزر کا نام دیا جائے گا۔ جب اگلے دو ممبر مزید آگے ممبر بنائیں گے اور وہ ۶۰ ہزار کا بزنس حجم بنالیں تو اس کے بعد پہلے ممبر A کو ۲۵ فیصد ملے گا اور وہ مینجر کہلائے گا۔ اس طرح ہر نیا ممبر مزید آگے ممبر بناتا رہے گا اور جب بزنس حجم دو لاکھ چالیس ہزار کا ہو جائے گا تو پہلا ممبر A ڈائریکٹر بن جائے گا اور اسے ۴۰ فیصد ملے گا۔ پھر ۲۰ لاکھ کا بزنس حجم ہونے پر پہلا ممبر ایگزیکٹو ڈائریکٹر بن جائے گا۔ اسے ۴۳ فیصد ملے گا۔ کمپنی کی طرف سے گاڑی، بنگلہ، غیر ملکی ٹورز اور بونس وغیرہ بھی ملیں گے۔ یہ تمام طریقہ کمپنی کے لٹریچر پر چھپا ہوا موجود ہے البتہ تفصیلات صرف وہ کمپنی کے دفتر میں ہونے والی روزانہ کلاس میں بتاتے ہیں۔ یہ عہدیدار اپنے نیچے بننے والے عہدیدار کو بھی اپنے کمیشن سے اتنا دے گا جو ہر ایک کے لیے مقرر ہے۔ مثلاً ڈائریکٹر ۴۰ فیصد لے گا تو ۲۵/ فیصد اپنے نیچے مینجر کو بھی دے اور مینجر ۲۵ فیصد لے گا تو اپنے نیچے بننے والے سپروائزر کو بھی ۱۵ فیصد دے گا۔

یہ سکیم بھی سراسر حرام ہے اور اس کی حرمت کی کئی وجوہات ہیں:

☆ گولڈن کی والوں نے اپنے لٹریچر میں یہ وضاحت کی ہے کہ ہماری اس کمپنی کا ممبر بننے میں خسارے کا کوئی امکان نہیں۔ No Risk کے الفاظ ان کے لٹریچر پر لکھے ہیں۔ اور یہ سراسر سود ہے جس کو اللہ رب العالمین نے حرام کیا ہے۔ اس کو تجارت اور منافع قرار دینا سود کے مفہوم سے جہالت یا تجاہل کا نتیجہ ہے (جس سے ان کی حیلہ سازی کا ثبوت بھی مل رہا ہے)

کیونکہ انسان کے لیے منافع کے حصول کی عموماً تین صورتیں بنتی ہیں:

① اپنا مال کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دے کہ آپ اس مال سے تجارت کریں اور جو فائدہ ہوگا، اسے ہم آپس میں ایک متعین مقدار پر تقسیم کر لیں گے۔ یہ صورت صرف مال سے منافع حاصل کرنے کی ہے۔ اس میں مال اور محنت دونوں کے ضائع چلے جانے کا امکان بھی رہتا ہے۔

اس صورت میں منافع اور سود میں فرق بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ سودی کاروبار میں پہلے منافع کی شرح متعین ہوتی ہے اور وہ یقینی ہوتا ہے جیسا کہ یہ کمپنی والے خود اقرار اور اعلان کر رہے ہیں کہ آپ کا منافع بے حساب اور یقینی ہے جبکہ تجارت میں منافع یقینی بھی نہیں ہوتا اور اس کی شرح متعین بھی نہیں ہو سکتی۔

② انسان خود اپنے مال کے ساتھ تجارت کرے اور اسے اس سے جو نفع حاصل ہو یا اپنا مال کسی دوسرے کو دے اور اس کے ساتھ خود بھی کام کرے۔ اس صورت میں بھی سود تجارت سے مختلف ہے۔ کیونکہ تجارت میں مال والا اپنی محنت صرف کرتا ہے۔ جبکہ سودی کاروبار میں مال والا کوئی محنت نہیں کرتا جیسا کہ گولڈن کی والوں کی سکیم میں بھی واضح ہے کہ جب پہلا ممبر A بن جاتا ہے تو وہ کم از کم پہلی دفعہ دو ممبرز (B.C) بلا واسطہ بناتا ہے اور اسکے بعد (B.C) آگے اسی طرح ممبرز بناتے ہیں۔ اسی طرح آگے جتنے بھی ممبر بنیں گے، ان سب کے کمیشن میں بھی ممبر A شریک ہوگا۔ حالانکہ اگلے ممبرز (B,C) نے بنائے ہوتے ہیں ان سے اگلے دوسروں نے کیونکہ آگے بنیادی ذمہ داری بھی B,C اور پھر ان کے بعد کے ممبران کی ہوتی ہے نہ کہ A کی لیکن ممبر A، ممبرز B,C کے بعد آخر تک بننے والے ممبرز کے منافع / کمیشن میں بھی شریک ہو جاتا ہے جبکہ ان سب پر ممبر A کی عمومی طور پر محنت نہیں ہوتی اور نہ ہی انہیں کوئی مال دیا ہوتا ہے۔

یہ سب اس لیے کہ کام کو زیادہ پر مشقت بنانا ایسی قماری کمپنیوں کے فلسفے کے ہی خلاف ہے۔ وہ تو بار بار اپنے لٹریچر اور طریقہ کار میں یہ بات ذکر کرتے ہیں کہ اس طریقہ کاروبار کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ برائے نام وقت اور

بہت معمولی محنت سے بہت زیادہ دولت کما سکتے ہیں۔

گولڈن کی والوں کے مطابق ممبر A پہلے دو ممبر B,C بنانے کے بعد بھی آخری ممبر تک کچھ نہ کچھ محنت ضرور کرتا ہے اگر چہ اگلے ممبرز بنانے کی بنیادی ذمہ داری B,C اور ان کے بعد کے ممبران کی ہوتی ہے لیکن ممبر A اگلے تمام ممبران کو ممبرز بنانے کے لیے ضرورت پڑنے پر ترغیب و رہنمائی تو دیتا ہے حالانکہ عملی حقیقت یہ ہے کہ ممبر A پہلے دو ممبران (B,C) بنائے اور اگلے ممبران پر محنت نہ بھی کرے اور صرف اگلے ممبران ہی محنت کرتے رہیں کیونکہ آگے بنیادی ذمہ داری اگلے ممبران ہی کی ہوتی ہے تو ممبر سازی کا سارا نیٹ ورک بھی مکمل ہو جائے گا اور نیچے اسی طرح کے مطلوبہ ممبرز اور مینجرز وغیرہ پیدا ہو جائیں گے اور یوں ممبر A کو پورا مقررہ کمیشن مل جائے گا۔

☆ ۳: ایک تیسری صورت ہے کہ بندہ صرف کام ہی کر لے اس کا اپنا کوئی مال اس میں لگا ہوا نہ ہو۔ جیسے کوئی شخص مضاربت پر محنت کر رہا ہے یا کسی اور شخص کے کام میں شریک ہے کہ نفع آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ اس صورت میں بھی آدمی اپنی محنت کے نتیجہ میں نفع حاصل کر رہا ہے۔ جبکہ کمیٹی کا ممبر دوسروں کی محنت کے نفع میں شریک ہوتا ہے۔ لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر اس کمپنی کا تمام کاروبار سود کے زمرہ میں آتا ہے۔

☆ پھر شریعت اسلامیہ کا مسلمہ ضابطہ ہے کہ کسی بھی کام اور معاملے پر حکم اس کے مقصد کے اعتبار سے لگایا جاتا ہے۔ اگر کام حلال ہے مگر جس مقصد کے لیے کیا جا رہا ہے، وہ خلاف شریعت ہے اور حرام ہے تو اس کا حکم اور ہوگا اور اگر وہ حلال موافق شریعت مقصد کے لیے کیا جا رہا ہے تو اس کا حکم اور ہوگا۔ انگور کی تجارت کرنا اور اسے فروخت کرنا حلال ہے لیکن جب اس کے بارے میں یقین ہوگا کہ وہ شراب کشید کرنے کے لیے خریدنا چاہتا ہے تو اس کا حکم اور ہوگا۔ مکلّف کے تمام قولی اور فعلی معاملات میں یہی اصول ہے۔ اس اصول کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو:

''گولڈن کی'' کمپنی والوں کے کاروبار کا ایک حصہ وہ ہے جسے وہ اپنی مصنوعات کہتے ہیں جن میں اشیاء کی قیمتیں بہت زیادہ رکھی ہوئی ہیں، دوسرا حصہ ممبر بنانا ہے اور اپنے بننے والے ممبروں کو اپنی آمدن میں شریک کرنا۔''

ان دونوں میں سے کمپنی کا اصل مقصد ممبر بنانا ہے مصنوعات تو صرف بطورِ حیلہ اور لوگوں کو دکھانے کے لیے ہیں کہ وہ صحیح اسلامی حلال تجارت کر رہے ہیں۔ اس بات کی واضح دلیل یہ ہے کہ کمپنی اپنی مصنوعات کو کھلی مارکیٹ میں نہیں لاتی۔ صرف اپنے بننے والے ممبروں کو دیتی ہے۔ اگر کوئی ممبر بننے کے بغیر لینا چاہے تو بھی بلاواسطہ نہیں بلکہ

ممبر کے واسطہ سے مل سکتی ہے حتی کہ مشاہدہ میں یہ بات آئی ہے کہ ان کے کمپنی دفتر میں بھی کوئی شخص ممبر شپ کارڈ دکھا کر ہی جا سکتا ہے یا اسے ممبرز کے ذریعے جانا پڑتا ہے۔ اگر ان کا اصل مقصد اپنی مصنوعات کو فروغ دینا ہوتا تو لازماً وہ اس کو مارکیٹ میں پیش کرتے اور ممبروں کے علاوہ جو بھی خریدنا چاہتا، اس کو فروخت کرتے اور مال کماتے۔ یہ تجارت کا شفاف طریقہ تھا لیکن اس کو چھوڑ کر ایسا گورکھ غیر شرعی طریقہ اسی لیے اختیار کیا گیا تا کہ کمپنی زیادہ سے زیادہ مال کمائے، ممبران کو بھی زیادہ دولت کمانے کا لالچ ملے، چاہے عوام کا اس میں عملی طور پر کتنا ہی بیڑہ غرق ہو جائے اور انہیں عام سستی اشیاء کی بجائے مہنگی ترین اشیاء خریدنے پر مجبور کیا جائے، چاہے انہیں اس کی ضرورت ہی نہ ہو لیکن وہ زیادہ دولت کمانے کے لالچ میں انہیں خریدنے پر مجبور ہوں گے۔ اس کے پورے معاشرے پر بالآخر کیا تباہ کن نتائج مرتب ہوں گے؟ اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کو معاشی طور پر تباہ کرنے والے ایسے حیلے اسلام کے اندر جائز نہیں۔ بنی اسرائیل کو اللہ نے ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار سے منع کیا تھا لیکن انہوں نے حیلہ کے ذریعے اس کو جاری رکھا۔ انہی حیلوں کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل بندر بنا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات سے جان چھڑانے کے لیے حیلوں کو اختیار کرنا، اللہ تعالیٰ کی لعنت کا باعث ہے ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((قاتل الله اليهود لما حرم الله عليهم شحومها جملوها ثم باعوها فاكلوها))(صحیح بخاری/کتاب التفسیر، حدیث:٤٦٣٣) [1]

''اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک کرے جب اُن پر گائے وغیرہ کی چربی حرام کی گئی تو انہوں نے (حیلے سے) اسے پگھلا کر فروخت کیا اور اس کی قیمت کھا گئے۔''

☆ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان کمپنیوں کے دعوے کے مطابق اگر برائے نام وقت صرف کر کے آپ لاکھوں کروڑوں میں کھیل سکتے ہیں تو پھر مسلم نوجوان اپنے زیادہ تر فارغ وقت کا کیا کریں گے۔ یقیناً پھر وہ سارا وقت بے کار رہنے کی وجہ سے زمین پر دنگا فساد اور اخلاقی جرائم کا باعث بنیں گے جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

☆ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر تمام لوگ سکیم کے ممبر بن جائیں تو یقیناً سارا نظام زندگی مفلوج ہو کر رہ جائے گا۔ پھر جب کوئی ممبر بننے والا ہی نہ رہے گا (یعنی سب ممبر بن چکے ہوں گے) تو سینکڑوں نئے ممبرز کی رقوم کا کیا بنے گا۔ کیونکہ جب تک بڑی تعداد میں ممبر نہ بنتے رہیں گے تو زیادہ کمیشن نہیں مل سکتا۔ اس لیے کمپنی والے

---

[1] بخاری/کتاب التفسیر سورۃ الانعام۔ باب قوله او لئك الذين هدى الله فبهدا هم اقتده۔ مسلم/کتاب البیوع/باب تحریم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام۔

کہتے ہیں کہ فائدہ میں وہی رہے گا جو پہلے ممبر بنے گا۔ زیادہ عرصے کے بعد ممبر بننے والے زیادہ فائدہ نہ اُٹھا سکیں گے کیونکہ پھر مزید ممبر بننے کے لیے بہت کم لوگ رہ جائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ کافی دیر بعد ممبر بننے والوں کا کیا قصور؟ وہ کمپنی کی محض پروڈکٹ خریدنے کے لیے تو ممبر نہیں بنے ہوئے۔ ممبر تو ان کے کمیشن در کمیشن کے چکر میں شریک ہونے کے لیے ہی بنا جاتا ہے اور یہ کئی بھائیوں کے مشاہدے کی بات بھی ہے کہ لوگوں کی اکثریت کمپنی کی اشیاء خریدنے کے لیے نہیں بلکہ لامحدود کمیشن حاصل کرنے کے لیے ممبر بنتی ہے۔ دوسری طرف اگلے ممبرز نہ بننے کے باوجود کمپنی اپنے پیسے برابر وصول کرنے میں کامیاب ہوگی۔ اسے کافی عرصہ بعد ممبر کم بننے سے بھی کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔

☆ اس سکیم میں زیادہ پیسوں کی کم پیسوں کے ساتھ بیع ہے کیونکہ ممبر (A) اپنی کچھ رقم خرچ کر کے کمپنی کی بنائی ہوئی چیز خریدتا ہے۔ (اب یہ محض آگے دو ممبر B,C بنا کر انہیں کمپنی سے خریداری کی ترغیب دیتا ہے لیکن اس کے بعد اگلے ممبرز بنانا B,C کا کام ہوتا ہے کہ وہ آگے ممبرز بنائیں ہر ممبر کے لیے پہلے دو ممبر بنانا ضروری ہوتا ہے۔ اس طرح ممبرز کا یہ سلسلہ بڑھتا ہے۔ (B,C) کے بعد A نے باقی ممبرز پر عموماً کوئی محنت نہیں کی ہوتی اور نہ ہی انہیں کوئی مال دیا ہوتا ہے۔ لیکن ممبر A آخر تک بننے والے ممبرز کی محنت کے منافع میں بھی شریک ہوتا ہے اور اس طرح تھوڑی رقم لگا کر اصل رقم سے بہت زیادہ رقم بغیر محنت کے حاصل کرتا ہے حالانکہ زیادہ تر رقم جن کے ذریعے ملتی ہے انہیں ممبر A نے کچھ دیا بھی نہیں ہوتا۔ یہ تھوڑے مال کی زیادہ مال کے ساتھ بیع کی واضح صورت ہے۔

☆ اس میں جوئے کی بھی صورت ہے کہ ممبر پہلے اپنا بینک اکاؤنٹ کھلواتا ہے اور پھر کمپنی اس میں ممبر کا بننے والا منافع منتقل کرتی رہتی ہے لیکن کمپنی جب چاہے اپنا کاروبار سمیٹ کر غائب ہو جائے یا ممبر بننے کے لیے کوئی رہ نہ جائے تو آخری نئے ممبرز منہ دیکھتے رہ جائیں۔

☆ کمپنی کے اپنے لٹریچر کے مطابق یہ سکیم امریکہ کے ہارورڈ بزنس سکول سے لی گئی ہے، جب ان سے بات کی جاتی ہے کہ آپ کی اشیاء اگر اتنی سائنسی، انقلابی اور شفا بخش ہیں تو انہیں عام مارکیٹ میں پیش کیوں نہیں کرتے تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ وہ عام غریب لوگوں کا بھلا چاہتے ہیں۔ پہلے امریکہ اور کئی یورپی و ایشیائی ممالک میں یہ کاروبار ہو چکا ہے اب وہ پاکستانی مسلمانوں کی صحت اور معاشی خوشحالی چاہتے ہیں۔ کیا غیر مسلموں کی بنائی گئی سکیمیں اور منصوبے مسلمانوں کی خوشحالی کے لیے بنائے جاتے ہیں؟ اگر کسی کو اس بارے

میں کوئی خوش فہمی ہے تو وہ ان پروگراموں کا حشر دیکھ لیں جو مغربی اداروں نے ہماری خوشحالی کے لیے بنائے۔ ان کے نتیجے میں آج پاکستان ۳۸ ارب ڈالر کا مقروض ہے۔ قرآن کا واضح ارشاد ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَّ دُّوْا مَا عَنِتُّمْ ﴾

[آل عمران: ۱۱۸]

- ''اے ایمان والو! تم اپنا خیر خواہ ایمان والوں کے سوا کسی اور کو نہ بناؤ۔ (تم تو) نہیں دیکھتے دوسرے لوگ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم مصیبت میں پڑو۔''

☆ انٹرنیٹ پر کچھ پیکیج دینے والی بزناس (Biznas) کمپنی بھی گولڈن کی'' کے ہی ملتے جلتے طریقے پر کام کر رہی ہے۔ یہ کاروبار بھی تقریباً انہی وجوہات کی بناء پر حرام ہے۔ علاوہ ازیں فیوچر اسٹریٹیجین نامی سکیم، بیسٹ فیوچر پلان نامی انعامی سکیم۔ فیوچر کنگ نامی انعامی سکیم اور پینٹا گونو نامی انعامی سکیمیں بھی انہی سے ملتے جلتے طریقہ کاروبار کی وجہ سے ناجائز ہیں۔

گولڈن کی انٹرنیشنل کے مرکزی دفتر اور کلاس کی جھلکیاں

☆ دفتر میں ہر داخل ہونے والے کا کارڈ چیک کیا جاتا ہے اور بغیر ممبر کے اندر داخل ہونے کی ممانعت ہے (اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا اصل مقصد اشیاء کی فروخت نہیں بلکہ اپنے مخصوص طریقہ کار کے تحت ممبر سازی کرنا ہے)

☆ مرد حضرات کا بغیر بوٹ داخلہ منع ہے اور گولڈن کی انٹرنیشنل کے مینجر کے لیے کالا کوٹ زیب تن کرنا ضروری ہے (آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا)

☆ مین دروازے کے بالکل سامنے ایک وسیع ہال ہے جس میں ٹیبل اور کرسیاں موجود ہیں جن میں ۵۰۰ افراد کے بیٹھنے کی جگہ ہے اس ہال میں مخلوط گپ شپ کا ماحول دیا گیا ہے جس میں نوجوان لڑکیاں اور لڑکے ایک دوسرے سے خوش گپیوں میں مصروف رہتے ہیں۔

☆ ہال میں تقریباً ہر وقت انگلش میوزک چلتا رہتا ہے۔

☆ آڈیٹوریم کھلتے ہی لوگ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھنا شروع ہو گئے۔ ایکو ساؤنڈ پر کانوں کے پردے پھاڑ دینے والا تیز انگلش میوزک چل رہا تھا۔

☆ یو یو آن فوڈ سپلیمنٹ کے فوائد ثابت کرنے کے لیے دورانِ لیکچر دو کپوں میں انڈے توڑے گئے اور ہال میں

دو افراد ایک عورت اور ایک مرد کو اسٹیج پر بلایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ خواتین کو شکوہ ہے کہ انہیں موقع نہیں ملتا۔ گولڈن کی انہیں مردوں کے برابر حق دیتا ہے۔

☆ اسٹیج پر عروج سلطانہ اور فرحان اللہ خان آئے اور انہوں نے انڈا پھینٹا مگر اس کا ریشہ ختم نہیں ہوا۔ ڈاکٹر مسعود نے گولڈن کی کے پروڈکٹ کا ۴ گرام والا ساشہ ایک کپ میں ڈال کر بتایا کہ اس نے انڈے کا ریشہ ختم کر دیا ہے۔

☆ محمد وسیع نے جب ہال میں موجود ۲۰۰ سے زائد افراد سے سوال کیا کہ کون صرف اپنی صحت کے لیے ہماری اشیاء خریدنے آیا ہے تو تقریباً ۶ ہاتھ بلند ہوئے اور جب کاروبار کی نیت سے آنے والوں کا پوچھا تو پورے ہال نے ہاتھ بلند کر دیے۔

☆ محمد وسیع نے بتایا کہ ملک میں حلال رزق کمانے کے صرف دو طریقے ہیں۔ کاروبار یا نوکری۔ دونوں کے نقصانات گنوائے۔ اس کے بعد گولڈن کی کو کاروبار یا نوکری کے ساتھ ملا کر کرنے کا طریقہ اور فائدہ بتایا۔ اپنی گفتگو کے دوران وہ بہت بازاری قسم کی زبان استعمال کرتا رہا۔ اور سامنے بیٹھی خواتین کو مخاطب کر کے محلے کے آوارہ لڑکوں کے بارے میں جوان کے کہنے پر سودا سلف لا کر محلے والوں کی خدمت کرتے ہیں، کے بارے میں تصدیق کرواتا رہا۔

☆ نمائندہ مجلّہ الدعوۃ باہر ایک ٹیبل پر موجود مینجر لیاقت کے پاس گیا جہاں کچھ لوگ اس سے یو یو آن زو کے فائدہ مند ہونے کی یقین دہانی کروانا چاہتے تھے جس پر لیاقت انہیں مطمئن نہ کر سکا۔ آخر اس نے کہا کہ اس دوائی نے میرے والد اور ماموں کو تو فائدہ دیا مگر بھائی کو فائدہ نہیں ہوا۔

☆ نمائندہ مجلّہ الدعوۃ نے جب اس طریقے کے اسلامی ہونے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ادارہ منہاج القرآن لاہور کا دو لائنوں پر مختصر فتویٰ دکھایا۔ جس کے بعد لیاقت نے کہا کہ اگر میں بھی مولویوں کی باتوں میں آ کر فتووں کے چکر میں پڑ جاتا تو آج اس کرسی پر بیٹھا ۵۰ ہزار ماہانہ نہ کماتا۔

گولڈن کی انٹرنیشنل کے تائبین کیا کہتے ہیں؟

نرسری فرنیچر مارکیٹ کراچی کے دوکاندار منیب احمد جو شیشے کا کاروبار کرتے ہیں، نے نمائندہ مجلّہ الدعوۃ کو بتایا کہ گولڈن کی انٹرنیشنل نے خاندانوں میں جدائیاں ڈال دی ہیں۔ اس کی وجہ سے رشتہ داریاں خراب ہو رہی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جب مجھے کمپنی کا علم ہوا تو میں نے کلاس لی جس میں انہوں نے مالی فائدے کو بہت بڑھا چڑھا کر

پیش کیا۔ پیسے کے لالچ اور گھر کی بیماریوں کو دیکھتے ہوئے میں ۱۹،۰۰۰/ روپے والی دو ممبر شپ یعنی ۳۸۰۰۰/ روپے ضائع کر کے ''گولڈن کی'' کی دوائی گھر لایا جو میں نے اپنے والد کو جوڑوں کے درد اور والدہ کو معدے کی بیماری کے لیے استعمال کرائی مگر انہیں کچھ افاقہ نہ ہوا۔ میں نے ۴ ممبر بنائے، سب متنفر ہو گئے۔ ان کی وجہ سے مجھے ساڑھے چار ہزار کی کچھ رقم تو واپس مل گئی مگر جب ان کے کسی مریض کو افاقہ نہ ہوا تو اب وہ مجھے برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ اب میں ان سے ملنے سے بھی گریز کرتا ہوں۔ اس کام میں محنت اور جھوٹ بہت ہے مگر آؤٹ پٹ کچھ نہیں۔

بیکن لائٹ گرامر ہائی اسکول گرین ٹاؤن کراچی کے پرنسپل ایڈووکیٹ ملک نعیم اختر نے نمائندہ مجلّہ الدعوۃ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ گولڈن کی پیسہ کمانے کا ذریعہ ہے۔ بشرطیکہ بندہ سامنے والے کو اپنی چرب زبانی سے شیشے میں اُتار لے۔ ان کی پروڈکٹ خریدی تو تھی مگر استعمال نہیں کی لہٰذا نتائج کا علم نہیں۔ اس کمپنی کے منیجر شہزاد نے میرے سامنے ۱۰ ہزار روپے کا فراڈ کیا۔ جب میں نے کمپنی سے شکایت کی تو انہوں نے اس کی تصویر دفتر میں آویزاں کر کے مجھے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ میں ایک ایڈووکیٹ ہونے کے ناطے سے عدالت میں گھسیٹ سکتا تھا مگر محلے داری کی وجہ سے خاموش ہو گیا۔ اس گیم میں آپ کو شامل کرنے والے محلے دار، دوست یا رشتہ دار ہوتے ہیں جن کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی۔ انہوں نے بتایا کہ ایک عورت جو کرایہ کے مکان میں رہتی تھی، اُدھار رقم لے کر آئی کہ میں ممبر بننا چاہتی ہوں مگر میں نے اسے سمجھایا کہ یہ فراڈ ہے۔ میرے کہنے پر وہ باز آ گئی۔ مجھے بددعا سے بہت ڈر لگتا ہے۔

محمد یوسف جو محمود آباد میں ایک ٹریول ایجنسی چلاتے ہیں، نے نمائندہ مجلّہ الدعوۃ کو بتایا کہ میرے ماموں کا لڑکا گولڈن کی کا ممبر بنا اور اس کی دعوت پر میں نے بھی ۱۹،۰۰۰/ روپے دے کر ممبر شپ حاصل کی، مجھے بتایا گیا تھا کہ آپ کو ممبر بننے کے بعد ہر ماہ ۱۲۵۰ روپے کا چیک ملے گا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ مجھے بیوقوف بنایا گیا ہے۔ ۱۹،۰۰۰/ روپے خرچ کر کے حاصل ہونے والا سفوف زیادہ سے زیادہ ۱۲۰۰/۱۰۰۰ روپے کا ہے اور ۱۲۵۰ روپے کا چیک بھی ایک ممبر لانے پر ایک مرتبہ ملے گا۔

نئے لوگ مشکل سے بنتے ہیں مگر کمپنی کے مالکان لاکھوں کروڑوں روپے ہضم کر چکے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہماری ٹریننگ کے دوران ایک ڈائریکٹر نے بتایا کہ میں کسی کمپنی میں منیجر تھا اور میری تنخواہ ۲۳۰۰۰ روپے علاوہ بونس تھی میں وہ چھوڑ کر یہاں آیا ہوں اور لاکھوں روپے ماہانہ کما رہا ہوں مگر اگلے ہی روز مجھے معلوم ہوا کہ وہ گولڈن کی کا ملازم ہے اور پرانے ماڈل کی سی ڈی ۷۰ کا مالک ہے۔

اس کمپنی نے عوام کو ایسا بیوقوف بنایا ہے کہ کوئی ان کے خلاف قانونی کارروائی کرنا بھی چاہے تو نہیں کرسکتا۔

گولڈن کی انٹرنیشنل کمپنی کا کاروبار شرعاً جائز نہیں

(مولانا تقی عثمانی کی تصدیق سے دارالعلوم کراچی کا فتویٰ)

سوال میں ذکر کردہ کمپنی کے کاروبار پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کاروبار کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

☆ کمپنی اپنی جو اشیاء فروخت کرتی ہے واقعتاً کمپنی کا مقصد یہی اشیاء فروخت کرنا ہو، اور ان چیزوں کی بازاری قیمت بھی واقعی وہی ہو جس پر وہ فروخت کر رہے ہیں تو اس مذکورہ کاروبار کی صورت یہ ہوگی کہ کمپنی اپنے کاروبار کو وسعت دینے کے لیے اپنے گاہک مہیا کرنے والوں کو ایک خاص انداز سے کمیشن دیتی ہے اور اس طرح گاہک مہیا کر کے کمیشن لینا شرعاً جائز ہے۔

☆ دوسری صورت یہ ہے کہ کمپنی کا مقصد اشیاء فروخت کرنا نہ ہو بلکہ لوگوں کو کمیشن کے حصول کی اس مخصوص صورت میں جوڑنا مقصود ہو اور بظاہر اس سوال کی تفصیلات سے اور سائل نے زبانی جو صورتِ حال بتائی تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی کا اصلی مقصد وہ چیز فروخت کرنا نہیں، کیونکہ اتنی معمولی چیز جس کی مقدار بقول سائل کے ۶۰۰ گرام ہے اور چند فروٹون کے پوڈر پر مشتمل دوائی نما چیز ہے جو ۷۲۰۰ روپے کی نہیں ہوسکتی اور صرف اس چیز کو استعمال کرنے کے لیے کوئی بھی ۷۲۰۰ خرچ نہیں کرے گا۔ بلکہ اصل مقصد اس کمپنی کا ممبر بن کر نفع کمانا ہے۔ اگر صورتحال یہی ہے تو یہ سارا کاروبار درحقیقت قمار (جوا) ہے اور ناجائز ہے کیونکہ اصل قیمت کی حد تک تو اس چیز کی خرید وفروخت درست ہوگی اور خریدنے والا اس چیز کا مالک ہوگیا مگر اس سے زائد رقم جو ادا کی گئی ہے وہ داؤ پر لگی ہوئی ہے، اگر خریدار کوئی گاہک مہیا نہ کرسکا تو اس کو رقم واپس نہیں ملے گی، اور اگر گاہک مہیا کرلے تو اس جمع کردہ رقم پر نفع ملے گا اور یہی جوا اور قمار ہے۔ لہٰذا اس صورت کے پیش نظر اس میں شامل ہونا، اور اس طرح نفع حاصل کرنا شرعاً جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمد افتخار بیگ عفی عنہ — دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴

الجواب الصحیح	الجواب الصحیح	الجواب الصحیح
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ (مفتی)	احقر محمود اشرف غفرلہ (نائب مفتی)	اصغر علی ربانی
۱۴۲۲ھ۔۵۔۲۲	۱۴۲۲ھ۔۲۔۲۰	۱۴۲۱ھ۔۲۔۲۰

گولڈن کی کا کاروبار سود اور جوئے پر مشتمل ہے

جامعہ فاروقیہ کراچی کا اعلان

الجواب حامد امصلیا

اصل جواب لکھنے سے قبل بطور تمہید کمپنی کا طریقہ کار لکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد شرعی حکم۔

کمپنی (گولڈن کی انٹرنیشنل) کا طریقہ کار یہ ہے کہ جب کوئی شخص کمپنی سے دوائی خریدتا ہے تو اسے کمپنی اپنا مستقل ممبر بناتی ہے اور اسے کمپنی کی اصطلاح میں ''سپروائزر'' کہا جاتا ہے، جب سپروائزر پانچ ممبر کمپنی کو فراہم کرتا ہے تو وہ ''مینجر'' بن جاتا ہے۔ مینجر جب چوبیں ممبر بناتا ہے تو اسے ''ڈائریکٹر'' کہا جاتا ہے۔

اب یہ ایک جماعت بن گئی، اگر مذکورہ جماعت اور دیگر ممبروں کے تعاون وکوشش سے بننے والوں کی تعداد دو سو تک پہنچ جاتی ہے تو مذکورہ جماعت کا ڈائریکٹر ''ایگزیکٹو ڈائریکٹر'' بن جاتا ہے۔

کمپنی کی طرف سے ممبر مہیا کرنے پر سپروائزر کو دس ہزار روپے کا پندرہ فیصد یعنی پندرہ سو روپے، مینجر کو ۲۵ فیصد یعنی دو ہزار پانچ سو روپے اور ڈائریکٹر کو چالیس فیصد یعنی چار ہزار روپے اور ایگزیکٹو ڈائریکٹر کو تینتالیس فیصد یعنی چار ہزار تین سو روپے بطور کمیشن دیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا ممبران میں سے کوئی بھی اگر مہینہ بھر ممبر فراہم نہ کر سکے تو ان میں سے کسی کو بھی کمیشن نہیں ملتا (کمیشن اسی ماہ ملے گا جب ممبران کوئی ممبر فراہم کریں گے) کمپنی کے مذکورہ بالا طریقہ کار میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی نقطۂ نگاہ سے اس کاروبار کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت تو یہ ہے کہ کمپنی کا مقصد دوائی ہی بازاری قیمت کے مطابق فروخت کرنا ہے۔ محض کاروبار کو وسعت دینے کی غرض سے اپنے ممبر کو گاہک فراہم کرنے پر کمیشن دیتی ہے اور کمیشن بھی طے شدہ ومتعین ہے تو یہ صورت جائز اور درست ہے جیسا کہ ہمارے سابقہ فتویٰ میں تحریر ہے۔

دوسری صورت یہ کہ کمپنی کا مقصد دوائی فروخت کرنا نہیں بلکہ کمیشن کے حصول کے لیے لوگوں کو اس مخصوص طریقہ کار میں جوڑنا اور نفع کمانا مقصد ہو تو یہ کاروبار جائز نہیں، نہ تو کمپنی کے لیے جائز ہے کہ وہ یہ کاروبار کرے اور نہ ہی کسی دوسرے کے لیے کمیشن لینا جائز ہے۔

بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی کا مقصد دوسری ہی صورت ہے اور اس پر قرینہ درج ذیل چند باتیں ہیں:

۱۔ دوائی اتنی اعلیٰ اور معیاری نہیں کہ صرف دوائی کے لیے کوئی شخص کسی ڈاکٹر یا طبیب کی تجویز کے بغیر اتنی بڑی رقم خرچ کرے بلکہ گاہک کا مقصد کمپنی کا ممبر بن کر نفع کمانا ہے۔

۲۔ نفع حاصل کرنے کے لیے کچھ رقم داؤ پر لگائی جاتی ہے اگر ممبر نے مزید گاہک فراہم کر لیا تو کمپنی یہ رقم مخصوص کمیشن کے ساتھ واپس کرے گی اور اگر گاہک فراہم نہ کر سکا تو داؤ پر لگائی گئی رقم ڈوب جائے گی۔ شریعت مطہرہ نے اسی کو سود اور جوا قرار دیا ہے۔

لہٰذا مذکورہ کاروبار سود اور جوئے پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے اور اس مخصوص طریقہ کار میں شامل ہو کر نفع کمانا نہ تو کمپنی کے لیے جائز ہے نہ ہی کسی ممبر کے لیے۔ اس لیے ہمارے سابقہ فتویٰ کا سہارا لے کر مذکورہ کمپنی کے ممبر بننے کی ترغیب دینے سے اجتناب کیا جائے۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب کتبہ عبدالباری غفرلہ.

دار الافتاء، جامعہ فاروقیہ کراچی (۱۴۲۳ھ. ۴. ۲۵)

گولڈن کی انٹرنیشنل نے لوگوں کو لوٹنے کے لیے پراسرار طریقہ اختیار کیا ہے

(شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن حفظہ اللہ جامعہ ستاریہ اہلحدیث کراچی)

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ دستیاب معلومات اور قرائن وشواہد کی روشنی میں درج بالا کاروبار کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کتاب وسنت کی رُو سے یہ کاروبار درج ذیل وجوہ کی بناء پر ناجائز اور حرام ہے:

۱۔ یہ کہ یہ سودی لین دین ہی کی ایک شکل ہے جسے بعض اشیاء خصوصاً ایک دوائی نما سفوف بیچنے کے پردے میں چھپایا گیا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس دوائی میں ایسی کون سی خوبی اور خصوصیت ہے کہ اسے اتنے بڑے پیمانے پر سپلائی کرنے اور عوام میں مشتہر کرنے کے لیے عام کاروباری طریقہ سے ہٹ کر یہ پُراسرار و پر پیچ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ لگتا ہے اس کے پیچھے اصل کاروبار کچھ اور ہے جس کے لیے سرمایہ فراہم کرنے کے لیے کمیشن کی ترغیب دے کر لوگوں سے پیسہ بٹورا جا رہا ہے۔ یہ دراصل کمیشن نہیں ہے بلکہ ربوٰ (سود) ہے جو مختلف لوگوں کو ان کے فراہم کردہ سرمایہ کے تناسب سے ادا کیا جا رہا ہے اور ((کل قرض جر منفعة فهو ربا)) [1]

[1] یہ حدیث ضعیف ہے دیکھیے بلوغ المرام / کتاب البیوع / ابواب السلم والقرض والرهن

کے تحت یہ سود ہے۔ یہ وہی روش ہے جو نبی اکرمؐ کے دور کے سودخوروں نے اختیار کی تھی اور کہا تھا کہ ﴿ اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ﴾ ''بیع سود ہی کی طرح ہے۔''(البقرۃ ٢٧٥) کہ انہوں نے اپنے سودی لین دین کو اسلامی طرز تجارت سے تشبیہ دینے کی کوشش کی تھی جس کے جواب میں قرآن نے کہا: ﴿ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾[البقرۃ: ٢٧٥] ''اللہ نے (اسلامی طریقہ پر) تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔'' مزید برآں اپنے پُر اسرار طریقہ کار کی بناء پر اگر یہ کاروبار صراحاً سودی نظر نہ بھی آئے تو اس میں سود کا شائبہ ضرور ہے، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ((فدعوا الربوا والریبة)) ''سود اور شک والی چیز کو چھوڑ دو۔'' [1]

٢۔ کاروبار کی یہ شکل اصطلاح میں بیع النجش کہلاتی ہے جس سے اللہ کے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔((عن ابن عمر قال نهی النبی ﷺ عن النجش)) [2] ترجمہ: ''نجش کی بیع سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔''

نجش کی تعریف یہ ہے کہ ((هو ان یزید فی الثمن لا رغبة بل لیخدع غیره))(مجمع البحار) یعنی اس میں گاہک کسی چیز کی قیمت اس لیے بڑھ چڑھ کر نہیں لگا تا کہ اسے اس چیز کے خریدنے میں دلچسپی ہے بلکہ محض اس لیے کہ اس طرح دوسروں کو دھوکہ دے اور اس کاروبار کے جال میں پھنسائے۔ امام بخاری نے اس پر باب منعقد کیا ہے کہ ((باب النجش ومن قال لا یجوز ذالك البیع)) پھر صحابی رسول سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

((وقال ابن أبی أوفی الناجش اکل الربوا خائن وهو خداع باطل لا یحل قال النبی ﷺ الخدیعة فی النار ومن عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد)) [3]

''عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں، بیع نجش کرنے والا، سود کھانے والا، خائن ہے اور وہ دھوکہ دینے والا باطل ہے۔ حلال نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: دھوکہ دینے والا جہنم میں ہوگا اور جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں وہ عمل مردود ہے۔''

٣۔ قرآن کا ارشاد ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾ [النساء: ٢٩]

---

[1] سنن ابن ماجه/ کتاب التجارات/ باب التغلیظ فی الربا

[2] صحیح بخاری/ جلد اوّل، ص ٢٨٧، بخاری/ کتاب البیوع/ باب النجش ومن قال لایجوز ذالك، مسلم/ کتاب البیوع/ باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیه وسومة علی سومة]

[3] صحیح بخاری/ جلد اوّل، ص ٢٨٧

''اے ایمان والو! تم اپنے اموال باطل و حرام طریقہ سے نہ کھاؤ۔''

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَخُونُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ وَتَخُونُوٓا۟ أَمَـٰنَـٰتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾

[الانفال ۲۷]

''اے ایمان والو! نہ تم خیانت کرو اللہ اور رسول (ﷺ) سے اور نہ خیانت کرو امانتوں میں اور تمہیں اس کا علم ہے۔''

مندرجہ بالا کاروبار میں خیانت در امانت بھی ہے اور اکل المال بالباطل ''ناجائز طریقہ سے مال کھانا'' بھی ہے کہ اگر دوائی کا خریدار مقررہ مدت میں مطلوبہ ممبر فراہم نہ کر سکا تو اس کی رقم ڈوب جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کے پکنے اور تیار ہونے سے پہلے پھل دار درخت کا سودا کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ ((ارایت ان منع الله الثمرة بم یاخذ احدکم مال اخیه)) [1] ''ذرا بتاؤ اگر اللہ نے پھل کو روک لیا یعنی اس پر کوئی آفت آ گئی یا کیڑا وغیرہ لگ گیا اور وہ پکنے سے پہلے ہی ضائع ہو گیا تو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال کس بنیاد پر لے رہا ہے۔'' [بخاری، ج ۱، ص ۲۹۳] صحیح مسلم میں ہے: ((لو بعت من اخیك ثمرا فاصابته جائحة فلا یحل لك ان تاخذ منه شیئا بم تاخذ مال اخیك بغیر حق)) [2] علاوہ ازیں یہ دھوکہ اور مجبوری کا سودا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے اس قسم کے سودے سے منع فرمایا ہے: ((عن علی قال نهی رسول الله ﷺ عن بیع المضطر وعن بیع الغرر)) [3] ''آپ ﷺ نے مجبوری کی بیع سے منع فرمایا اور دھوکہ کی بیع سے بھی منع فرمایا۔

((عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہ قال نهی رسول الله عن بیع الحصاة وبیع الغرر)) [4]

''آپ ﷺ نے کنکری (پانسے) کی بیع سے اور دھوکا کی بیع سے منع فرمایا۔''

۴۔ اور اسراف مت کرو۔ بے شک وہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اسراف یہی ہے کہ عام استعمال کی چیزیں مارکیٹ میں سستی موجود ہونے کے باوجود مذکورہ کمپنی سے محض کمیشن کے لالچ میں مہنگی خریدی جائیں جب کہ ان کی دوائی نما چیزوں کی اعلیٰ کوالٹی کی تصدیق کوئی مستند و ماہر طبیب بھی نہ کرتا ہو۔

---

[1] بخاری/ کتاب البیوع/ باب اذا باع الثمار قبل ان یبدو صلاحها

[2] مشکوۃ بحوالہ ۲۴۷، مسلم/ کتاب البیوع/ باب وضع الجوائح

[3] ابو داؤد / کتاب البیوع / باب فی بیع المضطر

[4] مسلم / کتاب البیوع / باب بطلان بیع الحصاة والبیع الذی فیه غرر

۵۔قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة :۲۷۹]

''نہ ظالم بنو اور نہ مظلوم۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام))[مشکوۃ]

اسلام میں کسی کو نقصان پہنچانا بھی جائز نہیں اور جان بوجھ کر خود نقصان اُٹھانا بھی جائز نہیں۔

اس کاروبار میں دونوں صورتیں موجود ہیں۔ایک تو خود بلا ضرورت مہنگی چیزیں خریدی جاتی ہیں، دوسرے ممبر در ممبر کے طریقے میں پہلا ممبر آخر تک ایسے ممبر کی محنت کے منافع میں بھی شریک ہوتا ہے۔جس پر اس نے عموماً کوئی محنت نہیں کی ہوتی اور نہ ہی اسے کوئی مال دیا ہوتا ہے جو سراسر ناجائز ہے۔

۶۔ یہ کاروبار قمار و میسر (جوئے) کی ایک شکل ہے کہ جس میں ایک فریق کی رقم کمیشن کے لالچ اور ممبر سازی کی ترغیب میں داؤ پر لگی ہوئی ہے۔بنا بریں یہ ناجائز ہے۔قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [المائدة : ۹۰]

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، بے شک شراب اور جوئے اور بتوں کے نام پر چڑھاوے چڑھانا اور قسمت آزمائی کرنا یہ پلیدی ہے۔شیطان کے کاموں میں سے ہے۔پس اس سے بچ جاؤ تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴾ [المائدہ: ۹۱]

''بے شک شیطان چاہتا ہے کہ ڈال دے تمہارے درمیان عداوت و دشمنی اور بغض کو شراب اور جوئے میں ڈال دے اور روکے تمہیں اللہ کی یاد کرنے سے اور نماز سے۔پس کیا تم باز نہیں آتے؟

محمود الحسن

۲۱۔۶۔۱۴۲۳

گولڈن کی والوں کا طریقہ ''بیع الغرر'' ہے

(ابوحمزہ ظفر اقبال فاضل مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب)

کمپنی کی مارکیٹنگ کا طریقہ اگرچہ بجائے خود غیر شرعی ہے لیکن اس بحث سے قطع نظر کمپنی کی طرف سے ایک بڑا مغالطہ یہ بھی دیا جاتا ہے کہ عام کمپنیوں کی مارکیٹنگ کے طریقے میں کمپنی کی مصنوعات پہلے ایڈورٹائز، ڈسٹری بیوٹر، ریٹیلر سے ہو کر پھر صارف تک پہنچتی ہیں۔ اگر کسی چیز کی لاگت ۲ روپے ہے تو صارف تک پہنچتے پہنچتے یہ ۸،۹ روپے کی ہو جاتی ہے کیونکہ درمیان میں ان سب کو بھی کمیشن رخرچ دینا پڑتا ہے، جب کہ گولڈن کی انٹرنیشنل کی مصنوعات کمپنی سے براہ راست صارف تک پہنچتی ہیں درمیان میں کوئی خرچ رکمیشن نہیں کیونکہ ہر صارف ممبر براہ راست کمپنی سے خریداری کرتا ہے، اور ممبر وغیرہ کو کمپنی اپنی چیزیں بیچنے کے لیے نہیں دیتی چنانچہ ان کی مصنوعات کی قیمت زیادہ نہیں بڑھ سکتی حالانکہ عملی حقیقت یہ ہے کہ اتنا خرچ بچانے کے باوجود کمپنی لوگوں کو ان کی روزمرہ استعمال کی چیزیں پھر بھی مارکیٹ سے کئی گنا مہنگی دے رہی ہے۔

مثلاً ایک ٹوتھ پیسٹ کی قیمت بھی ۷۵۰ روپے ہے۔ یہ بھی ممبر کے لیے قیمت ہے ورنہ یہ قیمت ۹۵۰ روپے ہے۔ اس کی قیمت میں بھی یہ چیز ممبر کے ذریعے ہی مل سکتی ہے۔ اب اگر کمپنی یہ کہے کہ اس کی چیزیں خاص سائنسی طریقوں سے تیار ہوتی ہیں اور ایسی چیزیں عام مارکیٹ میں کہیں نہیں ہیں تو یہ دعویٰ تو ہر کمپنی کرتی ہے کہ اس کی چیزیں باقی سب سے بہتر ہیں لیکن پھر بھی ان کی قیمتوں میں کئی سو گنا کا فرق نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کمپنی کے دعویٰ کے مطابق وہ اپنی اشیاء براہ راست صارف تک پہنچانا چاہتی ہے تو اس کا کوئی عملی ثبوت بھی اسے فراہم کرنا چاہیے تھا، مثلاً اپنی اشیاء کی فہرست میں چند ایسی اشیاء بھی رکھتی جن کی کوالٹی بے شک عام مارکیٹ کی اشیاء کے برابر ہوتی لیکن انہیں صارف تک براہ راست کم قیمت میں پہنچا کر دنیا پر ثابت کیا جاتا کہ دیکھیں یہ ہے مارکیٹنگ کا کامیاب جدید طریقہ جس کے نتیجے میں غریبوں کو سستی اشیاء ملنا ممکن ہوگئی ہیں۔ اس سے ان کی غریب پروری تو کم از کم ظاہر ہو جاتی لیکن کمپنی نے ایسی غلطی کی کوشش نہیں کی جس سے ان کے اصل پس پردہ مقاصد کو سمجھنا مشکل نہیں رہ گیا، کہ وہ صارف کو اپنی اشیاء کی خصوصیات بڑھا چڑھا کر بیان کر کے اور اپنی مارکیٹنگ کے طریقے کو غریب پرور طریقہ ثابت کر کے محض فراڈ کر رہے ہیں اور دراصل اس طرح وہ دھوکے سے عام استعمال کی اشیاء پہلے سے بھی کئی سو گنا زیادہ قیمت پر فروخت کر کے اربوں سمیٹ رہے ہیں۔ ایسی ہی بیع کے متعلق صحیح مسلم کی مستند حدیث

میں آتا ہے:

((نھی رسول اللہ ﷺ عن بیع الحصاۃ وبیع الغرر)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے کنکری (پانسے مارنے) کی بیع سے اور دھوکے کی خرید وفروخت سے منع فرمایا۔"

یعنی جس بیع میں سودا بظاہر بہت اعلیٰ دکھایا جارہا ہو لیکن حقیقت میں وہ ایسا نہ ہو یا طریقہ فروخت ایسا بتایا جارہا ہو کہ اس سے قیمت بہت کم پڑنے کا دعویٰ ہو لیکن عملاً کئی سو گنا سے بھی زیادہ قیمت وصول کی جارہی ہو تو یہ صاف بیع الغرر ہے۔ پھر مسلمانوں خصوصاً اس کمپنی میں شامل دینداروں کو تو ایسی ٹوتھ پیسٹیں وغیرہ خریدنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ انہیں تو سنت نبوی ﷺ کے مطابق عام مسواک کو ہی کافی سمجھنا چاہیے جسے طبی طور پر سب ڈاکٹروں نے ٹوتھ پیسٹ سے بہتر چیز قرار دیا ہے چہ جائیکہ وہ اتنی مہنگی ٹوتھ پیسٹیں خرید کر ان کمپنیوں کے ہاتھوں لٹتے پھریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے پھریں۔ العیاذ باللہ.

جماعت اسلامی کے شیخ الحدیث

مولانا عبدالمالک کا بزناس بارے استفسار کا جواب

محترمی ومکرمی جناب عاشق علی خان صاحب قیم جماعت اسلامی ضلع ابن قاسم کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

فیکس کے ذریعے جناب کا استفسار ملا، جواب درج ذیل ہے:

Bisnas کے نام سے ملٹی لیول مارکیٹنگ کمپنی یا نیٹ ورک مارکیٹنگ کمپنی کے کاروبار کے بارے میں آپ نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب یہ کہ لوگوں سے ۴۵۰۰ روپے فیس لے کر انہیں ممبر بنانا اور پھر وہ ممبرز بنانے پر ۵۰ امریکی ڈالر کا چیک بطور کمیشن پیش کرنے اور پھر بنائے ہوئے ممبران کے بنائے جانے والے ممبران میں سے ہر ۹ ممبرز کی تعداد پر ۵۰ ڈالر کا چیک پیش کیے جانے کا لالچ سب کاغذی کارروائی ہے۔ ہر شخص کو لالچ دے کر ۴۵۰۰ روپے وصول کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ آدمی اپنے ادا کردہ ۴۵۰۰ روپے کے عوض ان لوگوں کو ممبر بنا کر حاصل کرتا ہے۔ جن کو اس نے کچھ نہیں دیا، وہ ان میں سے ہر ایک سے ۴۵۰۰ روپے کاغذی کمپنی کو دلاتا ہے۔ اس طرح کاغذی کمپنی لالچ کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو اپنے لیے کمائی پر لگا دیتی ہے اور جو کمائی حاصل کرتی ہے شاید ان میں سے چند آدمیوں کو کچھ ادا

[1] مسلم/ کتاب البیوع/ باب بطلان بیع الحصاۃ والبیع الذی فیہ غرر

بھی کر دیتی ہو شاید اِکا دُکا آدمیوں کو کچھ مل جاتا ہو، فی الحقیقت اسے فراڈ اور چالبازی سے رقمیں جمع کرنے کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔ ایک کاغذی ادارے کے ممبر بننے کے لیے ۴۵۰۰ روپے دینے ہیں اور ۹ ممبرز بنا کر کل رقم ۴۵۰۰ روپے دیں گے اور اس کے عوض اتنی رقم میں سے ۵۰ ڈالر یعنی ۳۰۰۰ روپے ممبر بنانے والے کو ملتے ہیں باقی رقم کمپنی کے بانی عمران خان اور شارجی صاحب ہڑپ کر لیتے ہیں اس طرح لوٹ کھسوٹ کا ایک جال ہے جو بنا جاتا ہے ایک آدمی دھوکہ سے ایک شخص کی رقم ہتھیا کر دوسرے کو دینے میں استعمال ہوتا ہے یہ کام عرصہ سے مختلف کاغذی کمپنیاں کر رہی ہیں لیکن ان نوسر بازوں کو پوچھنے والا کوئی نہیں۔ یہ اس طرح سے چند ماہ میں لاکھوں کروڑوں روپے کما کر غائب ہو جاتے ہیں۔ ابھی تک کسی کو بھی گرفتار نہیں کیا گیا اور اس لوٹ کھسوٹ کا حساب نہیں لیا گیا۔ حکومت اپنے سیاسی مخالفین یا مجاہدین کو گرفتار کرنے اور انہیں ڈالروں کے عوض امریکہ کے حوالے کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ تنخواہ پاکستان سے اور اضافی الاؤنسز امریکہ سے ملتے ہیں اور کام امریکہ کا کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو لوٹنے والوں کا احتساب کرنے کے لیے کوئی اہتمام نہیں ہے۔

والسلام

مولانا عبدالمالک

مدیر شعبہ استفسارات

ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور

وجامعہ مرکز علوم اسلامیہ منصورہ

بزناس یا دین و دنیا کا ناس

(مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد جامعہ مدینہ لاہور)

(انٹرنیٹ پر کچھ پیکج فروخت کر کے ممبر بنانے والی بزناس کمپنی کا طریقہ کار بھی ''گولڈن کی'' سے بنیادی طور پر ملتا جلتا ہے۔ اس میں بھی ایک دفعہ پہلے ممبر A کو کچھ پیکج فروخت کر کے آگے مزید ممبر در ممبر بنانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ ''گولڈن کی'' کی طرح اس میں بھی زیادہ ممبر بننے پر پہلا ممبر ترقی کرتا ہے اور اسے کمیشن زیادہ ملتا ہے۔ حالانکہ پہلے دو ممبرز کے سوا اس میں بھی اگلے ممبران پر ممبر A نے عموماً کوئی محنت نہیں کی ہوتی، اور نہ ہی انہیں کوئی مال دیا ہوتا ہے لیکن وہ اگلے ممبران کے نفع میں شریک ہوتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ''گولڈن کی'' میں پہلے دو ممبران سے ہی کمیشن

ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ جب کہ بزناس میں اس سے زیادہ مطلوبہ تعداد میں ممبرز ملنے کے بعد ہی کمیشن ملنا شروع ہوتا ہے۔ بزناس کو الحمدللہ سکیورٹی ایکسچینج کمیشن آف پاکستان نے غیر قانونی قرار دے دیا ہے۔ (ڈان ۲۰۰۲-۸-۳۰)

(اگر چہ مفتی عبدالواحد صاحب کا فتویٰ بزناس سے متعلق ہے لیکن اس سے ملتی جلتی تمام قماری سکیموں کے متعلق بھی یہ فتویٰ قابل استفادہ ہے)

کچھ عرصہ سے بزناس (Biznas) کے نام سے ایک کمپنی کام کر رہی ہے۔ کراچی اور اسلام آباد کے بعد اس نے لاہور میں زور پکڑا ہے اور یہ کمپنی انٹرنیٹ (Internet) پر کام کرتی ہے۔ اور ستر ڈالر کی فیس کے عوض ممبر کو کمپیوٹر کے کچھ کورس اور ویب سائٹ کی پیش کش کی جاتی ہے۔ اس حد تک تو معاملہ بظاہر ٹھیک نظر آتا ہے کیونکہ جس کو پیش کش سے فائدہ اُٹھانے میں دلچسپی ہوگی، وہ فیس دے تو معاملہ جائز ہے۔

لیکن اس کمپنی کے کام کے پھیلاؤ کا راز اس کے کام کے دوسرے رخ کی وجہ سے ہے۔ وہ رخ یہ ہے کہ ستر ڈالر کی فیس دے کر بننے والے ممبر کو کمپنی آگے کمائی کرنے کی پیش کش کرتی ہے۔ جس کے مطابق اگر یہ ممبر براہ راست اور بلا واسطہ دو مزید ممبر بنائے اور ان دونوں میں سے ہر ایک آگے مزید دو دو ممبر بنائے یہاں تک کہ بالآخر کم از کم نو ممبر بن جائیں تو کمپنی پہلے ممبر کو اپنی کمائی میں حصہ دار بنا لیتی ہے۔

دائیں طرف تین ممبر اور بائیں طرف چھ ممبر ہوئے۔

کمپنی والے کہتے ہیں کہ کل ممبر جب مثلاً چودہ ہو جائیں گے تو کمپنی آپ کو پچاس ڈالر دے گی اور جب کل تیس ہو جائیں تو وہ آپ کو سو ڈالر دے گی (اسی طرح ممبران بڑھنے کے ساتھ لاکھوں کے حساب سے کمیشن بن جاتا ہے) اور بلا واسطہ مزید ممبر بنانے پر وہ آپ کو پانچ ڈالر فی کس دے گی۔

حکم:...... یہ کاروبار مکمل طور پر ناجائز ہے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اگر چہ یہ دلالی کی صورت ہے لیکن اس میں دلالی کی شرائط مفقود ہیں۔ دلال (Broker) کو اپنی محنت پر دلالی ملتی ہے۔ لیکن بزناس کے گورکھ دھندے میں اپنی محنت پر اوّلاً کوئی اجرت نہیں ملتی۔ اگر اجرت ملتی ہے تو دوسرے کی محنت کی شرط پر، مثلاً اوپر دیئے گئے نقشے کے مطابق زید نے اپنی محنت سے دو ممبر بنائے یعنی بکر اور خالد لیکن فقط اس محنت پر جو کہ زید کی اپنی محنت ہے، زید کو کوئی اجرت و کمیشن نہیں ملتی۔ اگر زید آگے مزید محنت نہ کرے اور صرف بکر اور خالد محنت کریں اور ممبر بنائیں اور وہ بھی آگے ممبر بنائیں یہاں تک کہ دیئے گئے نقشہ کے مطابق کم از کم نو ممبر بن جائیں۔ تب زید کو کمیشن ملے گا، جو کہ تمام ممبران کے عدد کے تناسب سے ہوگا اور اگر بکر اور خالد بھی آگے محنت نہ کریں اور ممبر سازی کا سلسلہ آگے نہ چلے تو زید کو اپنی محنت پر بھی

کچھ نہ ملے گا۔ حاصل یہ ہے کہ معاملہ میں مندرجہ ذیل خرابیاں ہیں:

۱۔ زید کی اپنی محنت کی اجرت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ آگے سات ممبر اور بنیں اور وہ بھی وہ سات ممبر خود دوسروں نے بنائے ہوئے ہوں۔ اُجرت کو اس طرح کی شرط کے ساتھ مشروط کرنے سے خود معاملہ فاسد اور ناجائز ہو جاتا ہے۔

۲۔ زید دو ممبر بنانے کے بعد بالکل محنت نہ کرے، بنائے ہوئے ممبر آگے محنت کریں اور یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا جائے تو دوسروں کی محنت کے معاوضہ میں زید بھی شریک ہوتا ہے۔ اس لیے کمپنی چودہ ممبر پورے ہونے پر زید کو پچاس ڈالر دیتی ہے اور تیس ممبر مکمل ہونے پر زید کو سو ڈالر دیتی ہے۔ یہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔

عام طور پر یہ مغالطہ دیا جاتا ہے کہ آگے جو ممبر بنے، آخر اس کی بنیاد زید ہی کی تو محنت تھی۔ اگر وہ بکر اور خالد کو ممبر نہ بناتا تو آگے سلسلہ کیسے چلتا۔ علاوہ ازیں زید اب بھی دوسروں کو محنت کی ترغیب تو دیتا ہے۔ اس مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ محض محنت کی ترغیب دینا تو خود محنت نہیں ہے جس کا عوض ہو الا یہ کہ کسی کو اس کام پر ملازم رکھ لیا جائے۔ دوسروں کو کام کرنے کی ترغیب دینے کو دلالی نہیں کہتے۔ اس لیے زید صرف اپنی محنت پر عوض کا حقدار ہو سکتا ہے۔ اس کی بنیاد پر آگے جو دوسرے لوگ کام کریں، ان کی محنت میں شریک نہیں ہو سکتا۔

تنبیہ:......شریعت کا ضابطہ ہے کہ ((الامور بمقاصدها)) یعنی کاموں اور معاملات کا دار مدار مقاصد پر ہوتا ہے۔ جب ہم بزناس (Biznas) کمپنی کے کام کی نوعیت کو دیکھتے ہیں تو اس کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ جس کو وہ اپنی (Products) کہتے ہیں یعنی کمپیوٹر کے ٹریننگ کورس اور ویب سائٹ کی فراہمی، دوسرا وہ حصہ جس کو وہ (Marketing) یعنی ممبر سازی کا حصہ ہے اور (Producsts) کا حصہ تو محض یہ دکھانے کے لیے ہے کہ وہ فی الواقع تجارتی بنیادوں پر کام کر رہی ہے۔ ہمارے اس دعوے پر یہ مشاہدہ کافی دلیل ہے کہ اس کمپنی کے جو لوگ ممبر بن رہے ہیں، ان میں سے اکثریت کے پاس تو اپنے کمپیوٹر ہی نہیں ہیں۔ اور ان کو کمپیوٹر کی الف ب سے بھی کوئی واقفیت نہیں ہے اور نہ ہی کسی کمپیوٹر کورس یا ویب سائٹ سے ان کو کوئی دلچسپی ہے یا اس سے ان کا کوئی بھی مفاد وابستہ ہے۔ غرض کمپنی کا اصل مقصد تو مارکیٹنگ (Marketing) ہے اور اس کے طریقہ کار کے بارے میں ہم وضاحت سے بتا چکے ہیں کہ وہ ناجائز اور حرام ہے اور اصل بات یہ ہے کہ یہ کوئی انوکھی چیز نہیں ہے۔ اس سے ملتے جلتے طریقے پہلے بھی چلائے گئے اور چلائے بھی جا رہے ہیں۔ یہ سب درحقیقت لوٹ کھسوٹ کے طریقے ہیں، البتہ حکمت یہ اختیار کی ہے کہ لوٹ کھسوٹ میں دوسروں کو شریک کر لیا تا کہ اصل جرم لوگوں کی نظروں میں نہ آئے بلکہ وہ خود مال کے لالچ میں زیادہ سے زیادہ لوٹ کھسوٹ کروائیں۔

عام کاروبار سے مشابہت کا مغالطہ

گولڈن کی انٹرنیشنل والے یہ کہتے ہیں کہ جس طرح عام کمپنیاں اپنے ڈسٹری بیوٹر، ہول سیلر ریٹیلر کو کمیشن رمنافع دیتی ہیں اسی طرح وہ بھی اپنے ممبر، سپروائزر، مینجر، ڈائریکٹر وغیرہ کو کمیشن دیتے ہیں، البتہ یہ سب صارف ہی ہوتے ہیں جنہیں یہ کمیشن ملتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ عام کمیشن کے کاروبار سے ملتا جلتا ہے اور اس میں کوئی غیر شرعی بات نہیں حالانکہ وہ محض مغالطہ ڈال رہے ہیں۔ عام کمپنیوں کے کاروبار میں ایک بار کمپنی ہول سیلر کو جب اپنا مال دیتی ہے تو اس کو اصل قیمت پر جتنا کمیشن دینا ہوتا ہے، دے دیتی ہے۔ اس کے بعد ہول سیلر بھی ریٹیلر سے اصل قیمت پر جتنا کمیشن چاہتا ہے لے لیتا ہے، لیکن پھر ایسا نہیں ہوتا کہ ریٹیلر جس قیمت پر چیز بیچے تو اس کو ملنے والے منافع رکمیشن میں اس کے اوپر ہول سیلر، ڈسٹری بیوٹر یا کوئی اور شریک ہو جن کے توسط سے اسے نیچے تک مال ملا ہو جب کہ گولڈن کی انٹرنیشنل کے طریقہ کاروبار میں پہلا ممبر آخری ممبر کے منافع رکمیشن میں بھی شریک ہوتا ہے حالانکہ پہلے ممبر نے آخری ممبر پر عموماً محنت نہیں کی ہوتی ہے۔ وہ دوسروں کی محنت کے منافع میں شریک ہوتا ہے۔ اس لیے ''گولڈن کی'' کا طریقہ کاروبار کسی طرح بھی عام شرعی تجارتی طریقہ نہیں۔

پیرامڈ سیل کا طریقہ پہلے بھی کئی غریب ملکوں کو نشانہ بنا چکا ہے۔
(ماہر معاشیات منظور احمد)

جناب منظور احمد یورپ میں مختلف کمپنیوں کے ڈائریکٹر رہ چکے ہیں اور معاشی واقتصادی معاملات اور باریکیوں پر ان کی گہری نظر ہے۔ ایک ملاقات میں گولڈن کی اور ایسی دوسری کمپنیوں کے طریقہ کاروبار پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ یہ سراسر سود اور جوئے کی شکلیں ہیں جو دنیا کے کئی ملکوں میں بھی بروئے کار رہی ہیں۔ انہیں (Pyramid sales) یعنی مخروطی طریقہ فروخت کہا جاتا ہے جس میں ممبران کی بیس (Base) جس قدر بڑھتی ہے، اوپر اتنا ہی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ان سکیموں کا زیادہ تر نشانہ ترقی پذیر اور غریب ممالک ہوتے ہیں۔ البانیہ انہی کی وجہ سے دیوالیہ ہو گیا تھا کیونکہ ان سکیموں میں لوگوں کی بہت زیادہ رقوم غیر ضروری چیزوں کی فروخت کے نام پر ان کمپنیوں کے پاس جمع ہو جاتی ہیں۔ لوگ زیادہ کمیشن کے لالچ میں یہ غیر ضروری چیزیں کافی مقدار میں خرید لیتے ہیں اور اس آس میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور ملک کی اصل ترقی وتجارت بری طرح متاثر ہوتی ہے، ان سے مسلمانوں کو ہر صورت ہوشیار رہنا چاہیے اور بچنا چاہیے۔

كتاب الميراث ..... وراثت کے مسائل

س:......کیا والد کے زندہ ہوتے ہوئے بیٹا جائیداد اپنے نام لگوا سکتا ہے جبکہ یہ سارا کچھ بیٹے ہی کی کمائی سے ہے۔ (مذکورہ سوال میں بیٹا اپنے والد کے ساتھ ہی ہے) اور جب دونوں علیحدہ علیحدہ ہوں تو پھر کیا حکم ہے؟
(محمد ہاشم یزمانی)

ج:...... بیٹا اپنی کمائی اپنے نام لگوا سکتا ہے اپنے والد کی کمائی اپنے نام نہیں لگوا سکتا۔ ۱۴۲۳/۱۲/۷ھ

س:......کیا آدمی اپنی زندگی میں اپنی جائیداد تقسیم کر سکتا ہے یا نہیں نیز جائیداد کی تقسیم میں بیوی کا حصہ بھی نکالا جاتا ہے تو بیوی کے مرجانے کے بعد اس کے حصہ کا وارث کون ہوگا؟ اس کی ساری اولاد اس کے حصے میں حصہ دار ہوگی یا کہ وہ اپنا حصہ کسی اور کو دے سکتی ہے؟ (عبدالستار ولد عبدالرحمان، نارووال)

ج:...... ہاں! تقسیم کر سکتا ہے البتہ زندگی میں تقسیم کرنے کی صورت میں لڑکی کو لڑکے کے برابر دے گا۔ للذكر مثل حظ الأنثيين [النسآء: ۱۱] ''ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔'' والا قاعدہ موت کے بعد ترکہ کی تقسیم میں جاری ہوتا ہے۔ بیوی کو خاوند کی جائیداد متروکہ سے جو حصہ ملا بیوی کے فوت ہو جانے کے بعد وہ بیوی کے وارثوں میں تقسیم ہوگا اس حساب سے جو کتاب وسنت میں مذکور ہے۔
۱۴۲۳/۱۲/۴ھ

س:......حکومت کے ظالمانہ ٹیکس سے بچنے کے لیے کیا والد اپنی زمین اپنی اولاد کے نام لگوا سکتا ہے جبکہ اولاد میں سے کوئی اعتراض نہ کرے سب کو برابر زمین دی جائے۔ (محمد شکیل، فورٹ عباس)

ج:......کسی کا ٹیکس سے بچنے کی خاطر یا ویسے ہی کسی اور غرض کی خاطر زمین اپنی اولاد کے نام لگوانا اگر کتاب و سنت کے منافی وخلاف ہے تو یہ نام لگوانا ناجائز ہے اور اگر کتاب وسنت کے موافق ہے منافی وخلاف نہیں تو یہ نام لگوانا درست اور جائز ہے۔ اولاد میں سے کوئی اعتراض کرے یا نہ کرے۔ کتاب وسنت کی موافقت و مخالفت کا اعتبار ہے اور جائز وناجائز میں بھی یہی دونوں چیزیں معیار ہیں۔ ۱۴۲۱/۱۰/۱۲ھ

س:......عرض یہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی اپنے ہوش وحواس میں اپنی جائیداد کی تقسیم کر دی، بچے جو کہ ابھی چھوٹے ہیں بڑی بیٹی پانچ سال کی اور چھوٹا بیٹا عبدالباسط، اس سے چھوٹا عبدالوہاب، جو میری طاقت میں تھا

میں نے ان کے نام کر دیا۔ اور اپنی حصہ داری سے ہاتھ اُٹھالیا ہے۔ مثال کے طور پر وہ مال یا جائیداد جس سے منافع ہو رہا ہو تو وہ ان ہی کا ہے۔

کیونکہ بچے چھوٹے ہیں جب وہ بالغ ہوں گے اور بالغ ہونے کی صورت میں فرض اور واجب عائد ہوتا ہے۔ یعنی زکوٰۃ وغیرہ جو بھی دینی ہوگی بالغ ہونے کے بعد دیں گے۔ آیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا میں ان کی ملکیت کی زکوٰۃ دوں اور اگر ضرورت محسوس ہو تو ان کا پیسہ کام میں لے لوں، ایسا ہو سکتا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں مہربانی ہوگی۔ اللہ آپ کو اس کا اجر دے۔ (ابو عبدالباسط، سکھر)

ج:...... انسان اپنی زندگی میں جائیداد تقسیم کر سکتا ہے لیکن اولاد کا حصہ برابر برابر ہوگا۔ ﴿ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾ [النساء:۴۔۱۱] [''ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکوں کے برابر ہے۔''] والا اُصول اس صورت میں نہیں۔ وہ صرف وفات کے بعد جائیداد تقسیم کی صورت میں ہے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے۔ [سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آپ کے باپ آپ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے اور کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کو غلام عطیہ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اتنا ہی دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر تو اس سے بھی واپس لے لے۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو۔] [1]

بچے چونکہ چھوٹے ہیں اس لیے ان کے مال میں آپ معروف طریقے سے تصرف کر سکتے ہیں۔ ان کے مال میں زکوٰۃ بھی ہے، وہ آپ ان کے مال سے ادا کریں گے اور اس کا حساب رکھیں گے جیسے آمد وخرچ کا حساب رکھتے ہیں۔

س:...... ہماری پھوپھی جس کی چار (۴) ایکڑ زمین ہے، اس نے اپنی زندگی میں ایک بھائی کو دو (۲) ایکڑ زمین دے دی تھی اور دو (۲) ایکڑ کے متعلق اس نے وصیت کی تھی کہ یہ زمین میرے بھتیجوں کی ہے، جو دوسرے بھائی سے ہیں اور وہ فوت ہو چکا ہے۔ جو بھائی زندہ ہے اس نے چار (۴) ایکڑ (مکان اور ٹیوب ویل) پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنے بھتیجوں کو کچھ نہیں دیا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمیں اس مسئلہ سے آگاہ کریں تاکہ ہم اپنے چچا کو دکھا سکیں۔ (منیر احمد جٹ، قلعہ میاں سنگھ، گوجرانوالہ)

ج:...... آپ کی تحریر میں جناب کی پھوپھی کے وارث صرف دو بھائی لکھے گئے ہیں، ان میں سے بھی ایک بھائی پھوپھی کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا، لہٰذا وہ پھوپھی کا وارث نہیں۔ تو آپ کے بیان کے مطابق آپ کی

[1] صحیح بخاری/کتاب الھبة وفضلھا والتحریض علیھا/باب الھبة للولد

پھوپھی کی وفات کے وقت اس کا وارث صرف ایک بھائی ہے اور کوئی وارث نہیں، نہ پھوپھی کا خاوند، نہ والدین اور نہ ہی اولاد۔

اگر آپ کا بیان درست ہے، واقع کے مطابق ہے اور آپ کی پھوپھی نے فوت شدہ بھائی کے بیٹوں کے حق میں دو ایکڑ زمین کی وصیت واقعی فرمائی ہے اور آپ کی پھوپھی کی کل جائیداد کا ثلث ⅓ دو ایکڑ ہی بنتا ہے تو وصیت نافذ العمل ہوگی اور باقی جائیداد ⅔ زندہ بھائی کو ملے گی اور اگر دو ایکڑ کل جائیداد کے ثلث ⅓ سے کم ہے تو بھی وصیت نافذ العمل ہوگی اور باقی ⅔ سے زائد جائیداد زندہ بھائی کو ملے گی اور اگر دو ایکڑ کل جائیداد کے ثلث ⅓ سے زائد ہے تو جتنی زائد ہے وہ وصیت میں نہیں دی جائے گی ثلث ⅓ ہی وصیت میں دی جائے گی اور باقی ⅔ زندہ بھائی کو ملے گی۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ)) [1] [''اور ثلث ⅓ ایک تہائی بھی زیادہ ہے۔'']
نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَىٰ رَجُلٍ ذَكَرٍ)) [2] [''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میراث مقررہ حصہ داروں کو دو اور جو باقی بچے تو رشتہ میں میت کے جو مرد زیادہ قریب ہو اسے دے دو۔''] پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ﴾ [''آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ہے اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کے اولاد نہ ہو، پس اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں کل چھوڑے ہوئے کا دو تہائی ملے گا اور اگر کئی شخص اس رشتے کے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کے لیے حصہ ہے مثل دو عورتوں کے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بیان فرما رہا ہے ایسا نہ ہو کہ تم بہک جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔''] [النساء: ۱۷۵]

یاد رہے کہ آپ کی پھوپھی کی وفات کے وقت آپ کے بیان کے مطابق کل جائیداد دو ایکڑ زمین، مکان اور ٹیوب ویل ہے کیونکہ دو ایکڑ زمین آپ کی پھوپھی نے آپ کے بیان کے مطابق اپنی زندگی میں اپنے بھائی کو ہبہ کر دی تھی۔ واللہ اعلم

۵/۵/۱۴۲۴ھ

---

[1] صحیح بخاری/ کتاب الفرائض/باب میراث البنات۔ ترمذی/ کتاب الوصایا/باب ما جاء فی الوصیة بالثلث۔ مسلم/ کتاب الوصیة/باب الوصیة بالثلث۔ ابن ماجہ/ ابواب الوصایا/باب الوصیة بالثلث۔

[2] بخاری/ کتاب الفرائض/باب ابنی عم احدهما أخ لام۔ مسلم/ کتاب الفرائض۔ ترمذی باب الحقو الفرائض باهلها فما بقی فلاولی اجل ذکر۔ ابواب الفرائض/باب میراث العصبة

س:...... ہمارے گاؤں میں ایک والد نے اپنی جائیداد کی تقسیم اس طرح کی ہے:
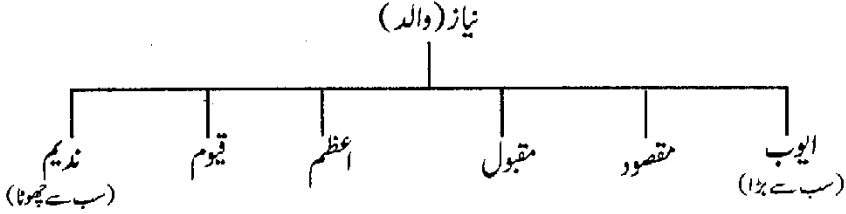
ایوب صاحب نے ایم اے کیا، شادی کروائی اور علیحدہ ہو گئے، انہوں نے جائیداد سے کچھ نہیں مانگا۔ مقصود، مقبول، نیاز (والد) نے کمائی کی اور تقریباً ۲۴ لاکھ روپے کی جائیداد بنائی۔ اعظم صاحب نے جو کچھ کمایا وہ انہوں نے والد صاحب سے لے لیا۔ اس کا کھاتہ یہ ہے کہ نہ وہ گھر والوں سے کچھ لیتا ہے اور نہ ہی ان کو کچھ دیتا ہے۔ قیوم صاحب کی نظر بہت کمزور ہے اور مقصود صاحب کے ساتھ دکان کرتے ہیں۔ اب ۲۴ لاکھ روپے کی جائیداد کے ۴ حصے ہوئے۔ ایک حصہ مقبول کا، ایک حصہ مقصود کا، ایک حصہ والدین کا، ایک حصہ قیوم کا۔ ایوب صاحب نے نہ ہی مطالبہ کیا اور نہ ہی اس کو حصہ دیا گیا۔ اعظم اور ندیم کو حصہ اس لیے نہیں ملا کہ انہوں نے چونکہ کمایا نہیں ہے اس لیے ان کا حصہ نہیں ہے۔ اب سوالات یہ ہیں:

۱:...... کیا شریعت میں والد کی وفات سے پہلے جائیداد کی تقسیم ہو سکتی ہے؟

۲:...... کیا یہ تقسیم جو ہوئی ہے یہ صحیح ہے؟

۳:...... اعظم صاحب کا دعویٰ ہے کہ بڑے بھائی مقصود سے والد کی وفات کے بعد میں جائیداد چھین لوں گا، اس لیے کہ اس میں میرا بھی حصہ ہے

کیا ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے؟

۴:...... اگر یہ تقسیم غلط ہے تو والد صاحب کے لیے اس کی کیا سزا (اُخروی) ہے؟

۵:...... تقسیم کا صحیح طریقہ کار کیا ہے؟

تفصیلاً جواب لکھیں، جزاکم اللہ خیراً (نوٹ:...... ایوب سب سے بڑا ہے اور ندیم سب سے چھوٹا ہے۔)

(ابو جانہ ندیم، مرکز طیبہ مرید کے)

ج:...... ۱:...... ہبہ اور عطیہ کی صورت میں ہو سکتی ہے بشرطیکہ کچھ وارثوں کو محروم کرنا مقصود نہ ہو اور اولاد میں بطورِ ہبہ وعطیہ تقسیم کرتے وقت لڑکی کو لڑکے کے برابر دیا جائے۔ سوال میں تقسیم کی ذکر کردہ صورت کے ساتھ اس

نمبر 1 کی کوئی مناسبت نہیں کیونکہ والد نیاز صاحب کی جائیداد تقسیم نہیں ہوئی بلکہ تین بیٹوں (مقصود، مقبول اور قیوم) اور والد نیاز صاحب کی مشترکہ کمائی کو الگ الگ کیا گیا ہے۔

۲:......اگر ۲۴ لاکھ نیاز، مقصود، مقبول اور قیوم چاروں کی کمائی ہے، ایوب، اعظم اور ندیم اس ۲۴ لاکھ کمانے میں شریک نہیں تو پھر یہ تقسیم درست ہے بشرطیکہ چاروں کی کمائی برابر ہو یا اس تقسیم پر چاروں باہم رضامند ہوں۔

۳:......اگر اعظم صاحب ۲۴ لاکھ کمانے میں بالکل شریک نہیں تو ان کا مقصود، مقبول اور قیوم کے ۲۴ لاکھ سے حصص میں کوئی حق نہیں، نہ والد صاحب کی زندگی میں اور نہ والد صاحب کی وفات کے بعد۔ الا وہ کتاب وسنت کی رو سے ان کا وارث بنتا ہو۔

ہاں اس ۲۴ لاکھ سے والد صاحب نیاز کے حصہ چھ (۶) لاکھ میں بیٹا ہونے کے ناطے اعظم صاحب کا دوسرے بیٹوں کے برابر حق ہے بعد از وفات والد اور قبل از وفات والد بھی اگر والد زندگی میں اپنے حصہ کو بطورِ ہبہ وعطیہ اپنی اولاد وغیرہ میں تقسیم کرے۔ باقی اعظم صاحب کی قتل والی بات کی شریعت میں کوئی وجہ جواز نہیں۔

۴:......صورتِ مسئولہ میں والد نیاز صاحب کی جائیداد تو تقسیم ہوئی ہی نہیں اس لیے اگر یہ تقسیم غلط ہے...... الخ سوال بنتا ہی نہیں۔

۵:......مندرجہ بالا جوابات کے ضمن میں بیان ہو گیا ہے۔ ۱۴۲۴/۳/۱۷ھ

س:......
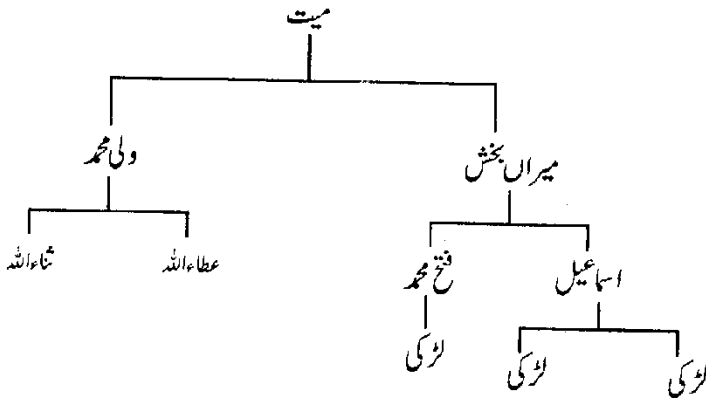
فریق اوّل اسماعیل نے اپنی زندگی میں ہی اپنی دو لڑکیوں میں بحصہ برابر انتقال کروا دیا ہے۔

فریق ثانی فتح محمد کی اراضی ان کی وفات کے بعد حکومت نے ½ ان کی حقیقی لڑکی کو دیا اور باقی ½ فریق اوّل کی دو لڑکیوں میں بحصہ برابر تقسیم کر دیا۔

سوال یہ ہے کہ کیا فریق ثانی فتح محمد کی اراضی کی تقسیم شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوئی ہے؟

(محمد ہاشم یزمانی، جامعہ سلفیہ فیصل آباد)

ج:......فریق اوّل اسماعیل کا اپنی اراضی کو اپنی زندگی میں اپنی دولڑکیوں کے درمیان بحصہ برابر انتقال کروانا شرعاً درست نہیں کیونکہ ایسا کرنے سے اسماعیل کے دیگر وارث محروم ہو گئے ، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴾[النساء : ۷][''ماں باپ اور اقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔'']

فریق ثانی فتح محمد کی اراضی کا $\frac{1}{2}$ اس کی لڑکی کو اور باقی $\frac{1}{2}$ اس کی بھتیجیوں کو دینا بھی شرعاً درست نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ)) [1]

[''میراث مقررہ حصہ داروں کو دو اور جو باقی بچے تو رشتہ میں میت کے جو مرد زیادہ قریب ہوا سے دے دو۔'']

۱۴۲۴/۳/۲۱ھ

س:......ایک متوفی شخص نے اپنی زندگی میں اپنی کل ملکیتی زرعی زمین کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ اپنے پاس رکھتے ہوئے بقیہ چار حصے اپنے چار بیٹوں کے نام انتقال کروا دیے اور بیٹیوں کو بالکل محروم رکھا۔

مذکورہ شخص اپنے ورثاء میں چار بیٹے، پانچ بیٹیاں اور ایک بیوہ چھوڑ کر تقریباً بیس سال قبل فوت ہو گیا۔

کل زرعی زمین کا پانچواں حصہ جو متوفی نے اپنے پاس رکھا تھا متوفی کی وفات کے بعد محکمہ مال نے شرعی وارثوں کے حق میں شرعی حصص کے مطابق انتقال کر دیا۔

متوفی کی وفات سے لے کر اب تک کل زرعی زمین پر صرف چاروں بیٹے قابض ہیں البتہ وہ کل زرعی زمین کے ساڑھے بارھویں حصہ کی پیداوار اپنی والدہ یعنی متوفی کی بیوہ کو دے دیتے ہیں۔مگر اپنی بہنوں یعنی متوفی کی بیٹیوں کو آج تک زمین یا پیداوار سے کلی طور پر محروم رکھا ہوا ہے۔

ا:......درج بالا حالات میں واضح کریں کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق متوفی کی بیٹیاں آیا کہ محض محکمہ مال کی انتقال شدہ زمین کی حق دار ہیں یا کل زرعی زمین میں سے شرعی حصہ کی حق دار ہیں جبکہ بیٹیاں اپنا پورا حق وصول کرنا چاہتی ہوں؟

---

[1] بخاری/کتاب الفرائض/باب ابنی عم احدھا اخ لام۔ مسلم/کتاب الفرائض۔ /باب الحقوا الفرائض باھلھا ترمذی/ابواب الفرائض/باب میراث العصبة

۲:......مزید یہ بھی واضح کریں اگر چہ والد نے اپنی کل ملکیتی زمین کے چار حصے اپنی زندگی میں صرف بیٹوں کے نام انتقال کرادیے تھے مگر کیا اب بیٹوں پر فرض ولازم ہے کہ اس زمین سے بھی اپنی بہنوں کو شرعی حصہ دیں؟ اور نہ دینے کی صورت میں کیا وہ مسلسل گنہگار ہیں؟

۳:......مزید یہ بھی واضح کریں کہ بیٹیوں کے کل شرعی حصہ کی زمین کی پیداوار جو والد کی وفات سے لے کر اب تک صرف بیٹے استعمال کرتے رہے ہیں، بیٹیاں اس گزشتہ پیداوار کی کس قدر حق دار ہیں؟

ج:......اس متوفی شخص کا یہ تصرف از روئے کتاب وسنت درست نہیں، اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں جگہ جگہ عدل و انصاف کا حکم دیا ہے اور اس تصرف میں عدل وانصاف نہیں ہوا کیونکہ بیٹیوں کو بالکل محروم رکھا گیا ہے جبکہ انسان اپنی زندگی میں کوئی چیز اولاد کو دے تو بیٹے بیٹیوں کو برابر دینے کا حکم ہے جیسا کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔[''نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہیں ان کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور عرض کی کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو غلام دیا ہے بطورِ ہبہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا ایسا ہی غلام اپنے دوسرے لڑکوں کو بھی دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر (ان سے بھی) واپس لے لے۔'']

محکمۂ مال نے بھی اس تصرف میں شریعت کتاب وسنت پر عمل نہیں کیا، ان پر لازم تھا کہ چار بیٹوں والے حصص اور متوفی والا حصہ پانچوں حصص کو متوفی کے وارثان بیوہ، چار بیٹوں اور پانچ بیٹیوں میں کتاب وسنت کے مطابق تقسیم کرتے اور ہر ایک کے حصہ کو اس کے نام انتقال کرتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا أَوْ اِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلاَ اِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾[البقرۃ : ۱۸۲] [''اگر کسی کو وصیت کرنے والے کی طرف سے نادانستہ یا دانستہ طرفداری کا خطرہ ہو اور وہ وارثوں میں صلح کرادے تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔'']

متوفی کی کل متروکہ جائیداد خواہ وہ زمین ہے، خواہ مکان، خواہ دوکان، خواہ کوئی اور چیز روپیہ یا سامان کا $\frac{13}{104}$ حصہ اور اس کی آمدنی بیوہ کا حق ہے اگر اس کو مل چکا ہے تو فبہا ورنہ اب دے دیا جائے۔ اور پانچ بیٹیوں میں سے ہر بیٹی متوفی کے ترکہ کے $\frac{7}{104}$ حصہ کی حق دار ہے۔ لہٰذا یہ حصہ اور اس کی آمدنی اس کے حوالے کردیے جائیں اور ہر بیٹا $\frac{14}{104}$ کا حق دار ہے۔

۱:......تو شریعت اسلامیہ کتاب وسنت کے مطابق متوفی کی پانچوں بیٹیاں متوفی کی زمین بلکہ متوفی کے ترکہ

کے ۳۵/۱۰۴ حصہ کی حق دار ہیں نیز متوفی کی وفات سے لے کر آج تک ۳۵/۱۰۴ حصہ کی آمدنی بھی ان بیٹیوں کا حق ہے۔

ب:...... ہاں! بیٹوں پر لازم ہے، اپنے متوفی باپ کی زمین وغیرہ کل ترکہ کا ۳۵/۱۰۴ حصہ اور اس کی آمدنی متوفی کی بیٹیوں اور اپنی بہنوں کو دیں ورنہ وہ مسلسل گنہگار ہیں۔

ج:...... متوفی باپ کی وفات سے لے کر اب تک اس کے ترکہ کے ۳۵/۱۰۴ حصہ اور اس کی پیدوار آمدنی متوفی باپ کی بیٹیوں کا حق ہے، متوفی کے بیٹوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنی بہنوں کا حق ان تک پہنچا دیں۔

ہاں بیٹیاں یا کوئی ایک بیٹی یا بعض بیٹیاں اپنے حق سے کچھ یا اپنا سارا حق برضا و رغبت بلا جبر و اکراہ اپنے بھائیوں کو دینا چاہیں تو شرعاً اس میں کوئی حرج و مضائقہ نہیں۔ ورنہ بھائی اپنی بہنوں کا حصہ اور اس کی آمدنی اپنی بہنوں کے حوالہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝ ﴾ [النساء: ۷] [''مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں (اسی طرح) عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، خواہ یہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو ہر ایک کا طے شدہ حصہ ہے۔''] نیز اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ ﴾ [النساء: ۱۴] [''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اللہ کی حدود سے آگے نکل جائے، اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اسے رسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔''] کا تقاضا یہی ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ جواب سوالات صحیح ہونے کی صورت میں ہے ورنہ یہ جواب جواب نہیں۔

س:...... اگر کوئی شخص اپنے بھائی کی زمین پر قبضہ کر لیتا ہے اور مسلسل سترہ (۱۷) سال تک اس سے فائدہ اُٹھاتا ہے، اب قابض وفات پا چکا ہے اور مقبوض نے دوبارہ اپنی زمین حاصل کر لی ہے۔ آیا اب جس کی زمین پر قبضہ کیا گیا تھا وہ قابض کے ورثاء سے اپنا حق مانگ سکتا ہے جو سترہ سال تک زمین کو زیر استعمال رکھے ہوئے تھے؟

سوال نمبر۲:...... ایک آدمی کے دو بیٹے ہیں اور دونوں علیحدہ علیحدہ بیوی سے ہیں، دونوں بیٹوں میں سے ایک چھوٹا بیٹا بسلسلہ نوکری راولپنڈی چلا گیا، اس دوران باپ نے زمین کا تقریباً ۴۰ فٹ حصہ اپنے بڑے بیٹے کو ہبہ کر دیا (جو اس کے پاس موجود تھا) اور جس کو ہبہ کی گئی وہ وفات پا گیا ہے۔ جب چھوٹے بیٹے نے اپنے حصہ کا تقاضا کیا تو

---

(1) بخاری/کتاب الهبة و فضلها والتحريض عليها/باب الهبة للولد

مرحوم کی بیوی نے کہا یہ حصہ ہبہ شدہ ہے اور ایک گواہ بھی پیش کیا وہ بھی بڑے بیٹے کا ماموں ہے۔ آیا ایک گواہ کی بنا پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور گواہ بھی قابل اعتبار نہیں کیونکہ وہ اس کا ماموں ہے؟ مزید اس کے علاوہ ایک گواہ پیش کیا لیکن وہ زمین کا رقبہ کتنا ہبہ کیا ہے بتلانے سے قاصر ہے۔ (محمود الحسن سلیم)

ج:...... ہاں! درست ہے قابض غاصب کے ورثاء کے ذمہ ہے کہ وہ سترہ (۱۷) سال کے عرصہ کے ٹھیکہ یا بٹائی جو رائج الوقت ہوں کا حساب لگا کر زمین کے مالک کو واپس کریں ورنہ ان کے مورث پر بوجھ رہے گا۔ الا یہ کہ ...... دلیل یہی ہے کہ زمین اس کی ملک نہیں تھی وہ خواہ ناجائز قابض تھا۔ پھر حدیث ((اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ)) [1] [''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آمدن کا وہی مستحق ہے جو ضامن ہو۔'' یعنی فروخت شدہ چیز کو قبضہ میں لینے کے بعد اسے حاصل ہونے والے منافع اور فوائد خریدار کے لیے ہیں اس ضمانت کے بدلے میں جو اس پر لازم ہے۔ فروخت شدہ چیز کے تلف ہونے کی صورت میں اور اسی سے یہ قول ماخوذ ہے جس پر تاوان ہے اس کا فائدہ و مفاد بھی اسی کے لیے ہے۔ اس طرح کہ وہ ایک چیز خریدتا ہے اور ایک مدت تک اس سے استفادہ کرتا ہے اس کے بعد اسے اس چیز کے قدیم عیب کا پتہ چل جاتا ہے۔ اس صورت میں خریدار کے لیے گنجائش ہے کہ وہ فروخت شدہ چیز کو بعینہٖ واپس کر کے اپنی قیمت وصول کر لے اس دوران خریدار نے اس چیز سے جتنا مفاد حاصل کیا ہے یہ اسی کا حق ہے کیونکہ اگر فروخت شدہ چیز اس سے ضائع ہو جاتی تو اس کا ذمہ دار بھی وہی ہوتا اور فروخت کرنے والے پر کوئی چیز لازم نہ آتی اور صاحب سبل السلام نے کہا: جب کسی آدمی نے زمین خریدی اور اس کو استعمال بھی کیا یا جانور خریدا اور اس پر سواری کی یا غلام خریدا اس سے خدمت لی، پھر اس خریدی ہوئی چیز میں نقص دعیب پایا تو خریدی ہوئی چیز واپس کرنے کی گنجائش ہے اور جتنا فائدہ خریدار نے حاصل کیا اس کے بدلے میں اس پر کوئی چیز نہیں اس لیے کہ اگر یہ فسخ عقد کی مدت کے درمیان تلف و ضائع ہو جاتی تو اس کی ذمہ واری خریدار پر ہوتی تو پھر اس کی آمدن کا بھی وہی حق دار ہے۔''] کا تقاضا بھی یہی ہے۔

۲:...... صحیح بخاری کی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ [2] والی حدیث کی رو سے باپ کا بڑے بیٹے کو زمین کا کچھ حصہ ہبہ کرنا اور چھوٹے بیٹے کو کچھ بھی ہبہ نہ کرنا درست نہیں ہے۔ اب کہ اصلاح کی دو صورتیں ہیں:

نمبرا:...... بڑے بیٹے کو ہبہ کی ہوئی زمین واپس لے کر کل زمین دونوں بیٹوں اور دیگر وارثوں کے درمیان

---

[1] ابو داؤد/کتاب البیوع/باب فیمن اشتری عبدا فاستعمله ثم وجدبه عیبا۔ نسائی/کتاب البیوع/باب الخراج بالضمان۔ ترمذی/ابواب البیوع/باب ما جاء فیمن یشتری العبد و یستغله ثم یجد به عیبا

[2] بخاری/کتاب الهبة وفضلها والتحریض علیها/باب الهبة للولد۔

کتاب وسنت کے مطابق تقسیم کی جائے۔

نمبر۲:...... جتنی زمین بڑے بیٹے کو ہبہ کی گئی ہے اتنی زمین چھوٹے بیٹے کو بھی دے دی جائے تاکہ ﴿ اِعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ ﴾ [''اپنی اولاد میں انصاف کرو۔''] ❶ پر عمل ہو جائے اور جو باقی بچے وہ ان دونوں بیٹوں اور دیگر وارثوں کے درمیان کتاب وسنت کے مطابق تقسیم کر دی جائے۔ واللہ اعلم ٢٣/٤/١٤٢٤ھ

س:...... ہمارے والدِ محترم نے ایک رہائشی پلاٹ جو کہ ان کی کل جائیداد تھی اپنی زندگی میں ہماری والدہ کے نام ہبہ کر دیا تھا، والد صاحب کی وفات کے بعد ہم چار بھائیوں نے اپنی کمائی سے اس پلاٹ پر مکان تعمیر کیا۔ ہم چھ (٦) بہن بھائی تھے چار بھائی اور دو بہنیں ہماری بڑی بہن والدہ محترمہ کی زندگی میں ہی وفات پا گئی تھی۔ اب ہماری والدہ محترمہ بھی وفات پا گئی ہیں۔ لہٰذا ان کی متروکہ جائیداد کے بارے میں معلومات درکار ہیں کہ:

۱:...... کیا صرف خالی پلاٹ جو کہ والد کی طرف سے والدہ صاحبہ کو ملا تھا وہی ترکہ شمار ہوگا یا مکمل تعمیر شدہ مکان جب کہ تعمیر میں صرف ہم بھائیوں نے شرکت کی ہے؟

۲:...... ہماری وہ بہن جو کہ والدہ صاحبہ سے پہلے فوت ہو چکی ہیں کیا وہ بھی وارث ہوں گی یعنی ان کا حصہ ان کی اولاد کو ملے گا یا نہیں؟

۳:...... ورثاء میں ترکہ کی تقسیم کار کا طریقہ کیا ہوگا؟ (ابوعبداللہ، کویت)

ج:...... اگر سوال صحیح اور نفس الأمر کے مطابق ہے اور تمام بہن بھائی والدمحترم کے خالی پلاٹ، جو ان کی کل جائیداد تھی، والدہ محترمہ کے نام ہبہ کرنے پر راضی اور خوش ہیں تو:

۱:...... صرف خالی پلاٹ ہی والدہ محترمہ کا ترکہ شمار ہوگا کیونکہ ان کی ملکیت صرف خالی پلاٹ ہے اس پر جو عمارت کھڑی کی گئی ہے وہ ان کی ملکیت ہی نہیں۔ وہ تو صرف اور صرف چار بھائیوں کی مشترکہ ملکیت ہے جن کا مال اس پر صرف ہوا ہے۔

ہاں اگر بھائیوں نے بھی عمارت اپنی والدہ محترمہ کو ہبہ کر دی ہوئی ہے تو پھر مکمل تعمیر شدہ مکان پلاٹ سمیت والدہ محترمہ کا ترکہ شمار ہوگا۔

۲:...... نہیں! والدہ محترمہ سے پہلے فوت ہونے والی آپ کی بہن وارث نہیں ہوگی۔ ہاں ان کی اولاد کے حق میں آپ کی والدہ صاحبہ وصیت کر گئی ہیں تو وصیت نافذ ہوگی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ ﴾

---

❶ بخاری/کتاب الهبة و فضلها والتحريض عليها باب الاشهاد فی الهبة

[النساء: ۱۱][''وصیت کے بعد''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [البقرۃ: ۱۸۰] [''تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور مال چھوڑ جاتا ہو تو اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لیے اچھائی کے ساتھ وصیت کر جائے پرہیز گاروں پر یہ حق اور ثابت ہے۔''] ہاں وارث کے حق میں وصیت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ)) [1] [''وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔''] پھر ثلث $\frac{1}{3}$ سے زائد کی بھی وصیت درست اور جائز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ)) [2] [اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے (یعنی ورثاء کے حصے مقرر کر دیے ہیں) پس اب کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں البتہ ایسے رشتہ داروں کے لیے وصیت کی جا سکتی ہے جو وارث نہ ہوں یا راہِ خیر میں خرچ کرنے کے لیے کی جا سکتی ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ حد ثلث $\frac{1}{3}$ ایک تہائی مال ہے اس سے زیادہ کی وصیت نہیں کی جا سکتی۔] اگر فوت ہونے والے وصیت نہیں کر گئے تو وارث صلاح مشورہ کر کے ان کے اس فریضہ کو ادا کریں ورنہ ترک فرض والا بوجھ ان کے ذمہ رہے گا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دیں۔

۳:...... آپ کی والدہ محترمہ کے وارث اگر چار بیٹے اور ایک بیٹی ہی ہیں اور ان کا کوئی وارث نہیں مثلاً والد یا والدہ تو آپ کی والدہ محترمہ کے ترکہ کے کل نو حصے کیے جائیں $\frac{1}{9}$ حصہ ان کی بیٹی کو اور $\frac{2}{9}$ ان کے ہر بیٹے کو دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾ [النساء: ۱۱][''اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔''] واللہ اعلم

س:...... ایک عورت جس کی اولاد ایک بیٹی ہے جائیداد کی تقسیم کے وقت اس عورت نے اپنی بہن کی اولاد جو کہ چار بیٹیوں پر مشتمل ہے۔ اُن کو بھی اس جائیداد میں برابر کا حصہ دار بنایا اور ان کے نام اپنی جائیداد ہبہ کی۔
اس واقعہ کو سات سال گزر چکے ہیں۔ اب وہ عورت اپنی بہن کی بیٹیوں سے ہبہ کی ہوئی جائیداد واپس لینا چاہتی ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کیا وہ عورت یہ ہبہ واپس لے سکتی ہے یا نہیں؟ یاد رہے کہ اس ہبہ کرنے والی عورت کے تایا کے دو لڑکے بھی حیات ہیں اور اس کی پھوپھی مع اولاد زندہ ہے۔

(عبدالقادر ملتستان)

---

[1] بخاری/ کتاب الوصایا/ لا وصیۃ لوارث باب نمبر ٦۔ سنن ترمذی۔ ابن ماجہ / کتاب الوصایا / باب لا وصیۃ لوارث

[2] صحیح بخاری/ کتاب الفرائض/ باب میراث البنات

(2) :...... کتاب وسنت کے موافق ہبہ میں صرف والد اپنی اولاد کو ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے۔ والد کے علاوہ کوئی بھی کسی کو ہبہ کی ہوئی چیز واپس نہیں لے سکتا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَنْ يُعْطِيَ الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعَ فِيهَا إِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ))(رواه احمد والأربعة، وصححه الترمذی، و ابن حبان والحاکم) [1] [''کسی مسلم مرد کے لیے حلال نہیں کہ عطیہ دے کر واپس لے سوائے والد کے کہ وہ اپنی اولاد کو دیے گئے عطیہ کو واپس لے سکتا ہے۔''] صحیح بخاری میں ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ((لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ الَّذِي يَعُودُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيءُ، ثُمَّ يَرْجِعُ فِي قَيْئِهِ)) [2] [''ہمارے لیے اس سے بری مثال اور کوئی نہیں کہ جو شخص اپنے ہبہ کو دے کر واپس لیتا ہے وہ اس کتے کی مانند ہے جو خود ہی قے کرتا ہے اور پھر اپنی قے کو کھا جاتا ہے۔'']

کتاب وسنت کے مخالف ہبہ میں ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینا ضروری ہے کیونکہ کتاب وسنت کی مخالفت معصیت وگناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴾[النساء: ١٤] [''اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا ایسوں ہی کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''] صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے: ((عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ! ابْنِي هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هٰذَا؟ فَقَالَ: لَا: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: فَارْجِعْهُ))[''سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آپ کے باپ آپ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے اور کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کو غلام عطیہ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اتنا ہی دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر تو واپس لے لے۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو۔'' [3]]

صورتِ مسئولہ والا ہبہ کتاب وسنت کے مخالف ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ

---

[1] ابو داؤد/کتاب الهبة/باب الرجوع فی الهبة۔ نسائی/کتاب الهبة/باب رجوع الوالد فیما یعطی ولده۔ ترمذی/ابواب الولاء والهبة/باب ما جاء فی کراهیة الرجوع فی البهة

[2] بخاری/کتاب الهبة وفضلها والتحرض علیها/باب لا یحل لأحد ان یرجع فی هبتة وصد قته

[3] صحیح بخاری/کتاب الهبة وفضلها والتحریض علیها، باب الاشهاد فی الهبة

نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴾[النساء : ۷][''ماں باپ اور اقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔''] اور کتاب وسنت کی رو سے صورت مذکورہ میں ہبہ کرنے والی عورت کی جائیداد میں سے اس کی وفات کے بعد نصف ½ اس کی بیٹی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ﴾[النساء : ۱۱]['اور اگر ایک ہی لڑکی ہے تو اس کے لیے آدھا ہے۔''] اور نصف ½ اس کی بہن کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَّلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ﴾[النساء : ۱۷۶] [''اور اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ہے۔''] جبکہ صورت مسئولہ میں بذریعہ ہبہ بہن کو بالکل ہی محروم کر دیا گیا ہے اور بیٹی کے نصف ½ کو پانچواں حصہ دے کر کم کر دیا گیا ہے حالانکہ قرآن مجید کی رو سے بہن اور بیٹی کے حصے ''نصیب مفروض '' فرض ہیں۔ ہاں یہ عورت اپنی جائیداد کے تیسرے حصے یا اس سے بھی کم حصے کو اپنی بھانجیوں کو ہبہ کر سکتی ہے۔ جیسا کہ حدیث ((لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ)) اور حدیث سعد بن ابی وقاص ((قَالَ نَعَمْ! وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ)) سے ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

۱۴۲۴/۳/۲۶ھ

س: ...... میرے دادا مرحوم نے ایک مکان وراثت میں چھوڑا جس میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں وارث ہیں، دونوں بیٹیاں اور بیٹا صاحب اولاد ہیں۔

مذکورہ مکان میں بیٹا اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہائش پذیر تھا۔ ۱۹۵۴ء میں بھائی نے بہنوں سے اجازت طلب کی کہ مجھے مکان مذکور کی تعمیر کی اجازت دیں تو میں ان کا حصہ وراثت بعد میں ادا کر دوں گا۔ کیونکہ مکان کی حالت خستہ تھی جس پر دونوں بہنوں نے بھائی کو اجازت دے دی۔ ۱۹۹۳ء میں بھائی کا انتقال ہو گیا اور ۱۹۹۸ء میں ایک بہن بھی انتقال کر گئی۔ اب دونوں بہنوں کو مکان کا حصہ ادا کرنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ حصہ کس شرح سے ادا کیا جائے؟ پرانے مکان کی موجودہ قیمت کے حساب سے یا نئے کی قیمت کے حساب سے کیونکہ مکان کی تعمیر کا سارا خرچہ بھائی نے خود اپنی گرہ سے کیا تھا اور جو بہن انتقال کر گئی ہے اس کا حصہ کیا اس کے بچوں کو ادا کیا جائے گا؟ (یاسر صالح)

ج: ...... بھائی کی تعمیر سے قبل مکان جس حالت میں تھا اس حالت میں مکان کی موجودہ قیمت لگائی جائے گی۔

پھر اس وقت سے لے کر تقسیم تک اس مکان کا کرایہ لگایا جائے گا۔ وہ بھی وارثوں میں تقسیم ہو گا۔ الا یہ کہ وارث از خود بلا جبر واکراہ مکان میں رہائش والے وارث کو کرایہ چھوڑ دیں۔

انتقال کر جانے والی بہن کا حصہ اس کے وارثوں میں تقسیم ہو گا۔

۱۴۲۱/۵/۱ھ

س:...... جناب ہم دوسگی بہنیں ہیں۔ بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے ابو نے امی کو طلاق دے دی اور دوسری شادی کر لی جبکہ دوسری امی سے ہمارے چار (۴) بھائی اور ایک (۱) بہن ہے۔ کچھ عرصہ ہوا ہماری امی فوت ہوگئیں انہوں نے وراثت میں دو (۲) مکان چھوڑے ایک مکان وہ ہے جو امی نے اپنا زیور بیچ کر اور کچھ ذاتی پیسے ملا کر بنایا۔ اور دوسرا مکان کا وہ حصہ ہے جو نانا جان کی طرف سے امی کو وراثت میں ملا۔

امی کی چار (۴) بہنیں حیات ہیں جن میں سے تین (۳) صاحب اولاد ہیں اور ہماری ایک (۱) خالہ کی کوئی اولاد نہیں۔ جبکہ ہماری ایک (۱) خالہ امی کی وفات سے بھی ۱۰،۱۲ سال پہلے فوت ہوگئی تھیں ان کا صرف ایک (۱) بیٹا تھا اور وہ بھی امی سے تقریباً دو (۲) سال پہلے فوت ہوگیا اب اس خالہ کی صرف ایک پوتی ہے۔ جبکہ ہمارے ایک ماموں تھے اور وہ بھی امی سے تقریباً سات سال پہلے وفات پا چکے ہیں۔ اب ہمارے ماموں کی اولاد ہم سے دونوں مکانوں میں سے حصہ مانگتی ہے جبکہ نانا جان والے مکان میں اکثر کرایہ دار رہتے رہے ہیں۔ سوائے تین (۳) سال کے شروع سے اس مکان کا کرایہ بھی ماموں کی فیملی لیتی رہی ہے۔ برائے مہربانی آپ ہمیں قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیے کہ وہ مکان جو امی کی ذاتی ملکیت ہے اس میں سے رشتہ داروں کو کس حساب سے حصہ ملے گا اور مکان کا وہ حصہ جو نانا جان کی طرف سے امی کو ملا اس میں سے کتنا حصہ وارثوں کو ملے گا؟

ج:...... صورتِ مسئولہ میں متوفاۃ کے دونوں مکان اور دیگر مال۔ اگر موجود ہو۔ اس کی بیٹیوں و بہنوں میں تقسیم ہوں گے جو وارث رشتہ دار متوفاۃ کی وفات سے پہلے فوت ہو چکے ہیں وہ اس کے ترکہ میں حصہ دار نہیں۔

آپ کی تحریر کے مطابق مسئلہ کی نوعیت اس طرح بنتی ہے:

اصل مسئلہ = ۳ عائلہ مسئلہ = ۴ تصحیح ۲× = ۸

دو لڑکیاں	چار بہنیں	بھتیجے
از اصل وعول $\frac{۲}{۳}$ = ۲...... از تصحیح = ۴	از اصل وعول $\frac{۲}{۳}$ = ۲...... از تصحیح = ۴	عصبہ باقی = ×

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَإِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ﴾ [النساء: ۱۱] [''اگر اولاد میں صرف لڑکیاں ہی ہوں اور وہ دو سے زائد ہوں تو ان کا ترکہ سے دو تہائی حصہ ہے۔''] پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ﴾ [النساء: ۱۷۶] [''اور اگر بہنیں دو ہوں تو ان کو ترکہ کا دو تہائی ملے گا۔''] بھتیجے عصبہ ہیں انہوں نے اصحاب الفروض سے باقی بچا ہوا ترکہ لینا تھا مگر موجودہ صورت میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں بچا اس لیے وہ محجوب ہیں۔ بلکہ یہ مسئلہ عائلہ ہے۔ اصل مسئلہ تین سے ہے جس سے دو

دونوں لڑکیوں کو اور دو چار بہنوں کو ملیں گے۔ عائلہ مسئلہ چار سے بنے گا لڑکیوں کا حصہ دو ہے جو دونوں لڑکیوں پر بلا کسر تقسیم ہو رہا ہے جبکہ چار بہنوں کا حصہ دو ان پر بلا کسر تقسیم نہیں ہوتا اور چار دو میں توافق بالنصف ہے لہٰذا دو کو عائلہ مسئلہ ۴ میں ضرب دیں گے تو آٹھ تصحیح مسئلہ ہوگا۔ اب تصحیح سے دونوں لڑکیوں کو چار اور چاروں بہنوں کو چار ملیں گے۔ ہر لڑکی کو دو دو اور ہر بہن کو ایک ایک متوفاۃ کے ترکہ کو آٹھ حصوں میں تقسیم فرما کر مندرجہ بالا تفصیل کے ساتھ دونوں لڑکیوں اور چاروں بہنوں میں تقسیم کر لیں۔ واللہ اعلم ۱۴۲۱/۷/۲۱ھ

س: ......گزارش ہے کہ میرے داداجان کے دو بھائی تھے۔ اللہ دتہ اور اُن سے چھوٹا ابراہیم میرے داداجان اللہ دتہ کے چار بیٹے اور بیٹیاں بھی ہوئیں جبکہ محمد ابراہیم کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ میرے دادا کے بھائی محمد ابراہیم نے اپنی جائیداد میں سے کچھ اپنی بیوی کے نام کر دی۔ محمد ابراہیم کی فوتگی کے کافی سال بعد ان کی بیوی بھی وفات پا گئیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کے میکے والوں کا پتہ کروایا گیا لیکن کوئی نہ ملا۔ بعد ازاں اخبار میں اشتہار شائع کروایا گیا۔ پھر بھی کوئی نہ پہنچا۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ میرے ایک تایا زاد اس زمین پر قابض ہیں جبکہ ان کے تین چچاؤں کی اولادیں بھی موجود ہیں۔ تایا زاد مذکور زمین مقبوضہ پر کوئی بات چیت کرنے کے لیے بھی تیار نہیں۔

کتاب وسنت کی روشنی میں اس بات کی وضاحت درکار ہے کہ کیا دوسرے تمام چچازاد اس زمین میں برابر کے حقوق رکھتے ہوئے حصہ لینے کے مجاز ہیں یا کہ نہیں؟ اگر وہ حصہ لینے کے حق دار ٹھہرتے ہیں تو شرعی طور پر تقسیم جائیداد کیسے ہوگی؟ (امۃ الرقیب بنت حاجی محمد بشیر)

ج: ......صورتِ مسئولہ میں محمد ابراہیم کی بیوی کی زمین اس بیوی کے وارثوں کو ملے گی۔ محمد ابراہیم کے بھتیجے اور بھتیجیاں محمد ابراہیم کی بیوی کے وارثوں میں نہیں ہیں۔ ۱۴۲۲/۱۲/۳ھ

س: ......ایک باپ کی ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہو لڑکی کا ایک جگہ نکاح کیا جہاں نکاح کیا وہاں لڑکی کے والد کی بیس ایکڑ زمین تھی، اس نے وہ اپنی خوشی سے اپنی لڑکی کو دے دی اور والد کے نام ہی رہی اور وہ لڑکی اپنے خاوند کو نا اہل جان کر کسی اور آدمی کے ساتھ چلی گئی اور پھر ایک اور بے دین و بدمعاش سے نکاح کیا اور وہ زمین اس لڑکی کے والد نے یہ سمجھ کر کہ زمین تو دی تھی اپنی لڑکی کو جب وہ نہ رہی بلکہ میری عزت کو بھی خاک میں ملا دیا اور نہ لڑکی کا کوئی بچہ بچی تھی اور نہ خاوند کا کوئی بھائی تھا۔ فروخت کر دی اور جو زمین اپنے گاؤں میں تھی کچھ زمین اپنی بہو کے نام کرا دی اور کچھ بیٹے اور پوتوں کے نام لگا دی۔ اپنے نام ایک مرلہ بھی نہ رہنے دیا اور جب

والد فوت ہوا تو اس لڑکی نے بعد میں آ کر جائیداد کا مطالبہ کیا اور بہت جھگڑا کیا چونکہ والد نے اپنے نام کچھ نہ رہنے دیا اس کو کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اب قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ کیا ہم یا میرے والد صاحب جوفوت ہو گئے ہیں مجرم ہیں یا نہیں؟ اگر والد صاحب پر اس بات کا بوجھ ہے یا وہ مجرم ہیں تو ہم اس کو جائیداد دے دیں ہمیں یا والد صاحب کو قبر میں، حشر میں اس جائیداد کے متعلق گرفت نہ ہو۔

ج:......صورتِ مسئولہ میں فوت ہونے والے کے رشتہ دار صرف ایک بہو، ایک لڑکا، ایک لڑکی اور پوتے لکھے گئے ہیں اور کوئی رشتہ دار نہیں لکھا گیا اگر واقعہ میں اس کا کوئی اور رشتہ دار نہیں تو مسئلہ مندرجہ ذیل ہے۔ بہو تو وارث نہیں۔ پوتے بھی بیٹے کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے۔ تو فوت ہونے والے کی جائیداد متروکہ منقولہ وغیر منقولہ اس کے لڑکے اور لڑکی دونوں میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کے مطابق تقسیم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ﴾ [النساء : ۱۱] [''وصیت کرتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد میں مرد کے لیے دوعورتوں کے برابر حصہ ہے۔''] باقی فوت ہونے والے کا کچھ جائیداد بیٹے اور کچھ پوتوں اور بہو کے نام لگوانا تاکہ بیٹی کو کچھ نہ ملے درست فعل نہیں۔ ہاں اگر بیٹی کافر ہوگئی تھی فوت ہونے والے کی زندگی میں تو وہ اپنے مسلم اقرباء باپ وغیرہ کی وارث نہیں اور اگر وہ مسلم ہے خواہ مجرم ہی سہی تو اس کو حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴾ [النساء : ۷] [''حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔''] رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ)) [1] [''نہیں وارث بنے گا مسلمان کسی کافر کا اور نہ کافر وارث بنے گا مسلمان کا۔''] [بخاری / کتاب الفرائض] واللہ اعلم

س:......ہم تین بہن بھائی تھے۔ رانا امداد علی بن شاہ دین خاں، رانا مشتاق علی بن شاہ دین خاں، حمیدہ بیگم دختر شاہ دین خاں۔ ہمارے باپ کی ساڑھے سات (7.5) ایکڑ زمین تھی۔ ساڑھے چھ ایکڑ زمین میں نے اور میرے بڑے بھائی نے خریدی۔ میں اور میرا بڑا بھائی دونوں اکٹھے کھیتی باڑی کرتے تھے۔ بڑے بھائی کی شادی ہو چکی تھی اور اس کے تین بچے تھے۔ اسی دوران ہمارے گھریلو حالات سازگار نہ تھے اس وجہ سے میں گھر سے چلا گیا، پھر مجھے واپس لایا گیا تو میں نے ایک کنال رقبہ کا پلاٹ خریدا۔ پھر میری شادی ہوگئی تو ہم

---

[1] بخاری / کتاب الفرائض / باب لا يرث المسلم الكافر۔ مسلم / کتاب الفرائض باب لا يرث المسلم الكافر۔ ترمذی / کتاب الفرائض / باب ما جاء فی ابطال المیراث بین المسلم والکافر۔ ابن ماجہ / کتاب الفرائض / باب میراث اهل الاسلام من اهل الشرك

نے وہ پلاٹ جو ذاتی طور پر میں نے خریدا تھا اس کو حویلی بنالیا، میں اور میرا بھائی اس گھر میں رہنے لگے جو میرے باپ کی ملکیت تھا، کچھ عرصہ بعد ہماری زمین سیم زدہ ہوگئی یعنی کاشت کے قابل نہ رہی تو میں وہاں سے نوشہرہ ورکاں شفٹ ہوگیا اور یہاں پر ہی میں نے اپنا کاروبار کیا۔ اسی دوران میرا بھائی مجھے کبھی زمین کا ٹھیکہ دیتا اور کبھی نہ دیتا میں نے چاہا کہ زمین فروخت کر دوں، زمین کو ہم نے زبانی تقسیم کیا۔ میں نے اپنے حصے کی زمین کا کسی گاہک سے سودا طے کیا، لیکن میرے بھائی نے ان سے کہا یہ زمین میری ہے آپ ان سے زمین نہ خریدیں اس وجہ سے میرے حصے کی زمین فروخت نہ ہوسکی۔ پھر میں نے اپنے بھائی کی بیٹی زاہدہ دختر رانا امداد علی سے خفیہ سودا کیا، ساڑھے چھ ایکڑ رقبہ کا سودا کیا اور اس رقبہ کی میں نے رقم بھی وصول کر لی جبکہ رقبہ ابھی تک میرے ہی نام ہے۔ اب میں نے چاہا کہ اپنی بقیہ زمین اور وہ ایک کنال کا رہائشی پلاٹ فروخت کر دوں تو میرے بھائی نے کہا کہ آپ یہ پلاٹ فروخت نہیں کر سکتے کیوں کہ یہ پلاٹ میرا (رانا امداد علی کا) ہے۔ ہم نے برادری کی پنچائیت سے اس پلاٹ کا فیصلہ کروایا۔ پنچائیت نے میرے (رانا مشتاق) حق میں فیصلہ کیا۔ پلاٹ لال لکیر کے اندر ہے۔ اس وجہ سے اس کا انتقال نہیں ہوتا جس کا قبضہ ہو اسی کا پلاٹ مانا جاتا ہے یہ پلاٹ چونکہ میرا ہے، میرا بھائی نہ تو قبضہ دیتا ہے اور نہ فروخت کرنے دیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ میں نے جو رقم اپنی بھتیجی سے زمین کا سودا طے کر کے وصول کی ہے اس رقم سے اپنے پلاٹ کی قیمت وصول کر کے بقیہ رقم کی اسے زمین دے دوں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مجھے اس رقم سے اپنے پلاٹ کی قیمت وصول کرنے کی اجازت ہے؟ ہماری زمین چودہ ایکڑ تھی کچھ زمین اچھی قسم کی تھی اور کچھ زمین ہلکی قسم کی تھی ہم دونوں کی رضامندی سے یہ طے پایا کہ اچھی قسم کی پونے چھ ایکڑ زمین بڑے بھائی کے حصے میں آئی اور ہلکی قسم کی زمین سوا آٹھ ایکڑ میرے حصے میں آئی۔ اب ہمارے درمیان اختلاف ہوگیا ہے تو میرا بھائی کہتا ہے کہ آپ کے پاس زمین زیادہ ہے لہٰذا بہن کا حصہ اس سے ادا کریں کیا وہ اس بات میں حق پر ہیں؟ (رانا مشتاق)

ج:...... آپ کے والد صاحب کی متروکہ جائیداد زمین وغیرہ وصیت وقرض ادا کرنے کے بعد آپ تین بہن بھائیوں اور دیگر وارثوں (اگر ہوں) کے درمیان کتاب وسنت کے مطابق تقسیم ہوگی۔ باقی آپ کا اپنے بھائی کے ساتھ جھگڑا تو اس کا حل یہ ہے کہ آپ اور آپ کے بھائی جن ثالثوں پر اعتماد کرتے ہیں پہلے ان کو تحریر کر دیں کہ جو آپ فیصلہ کریں ہم دونوں اسے قبول کریں گے پھر ان کو اپنے اپنے بیان لکھ کر پیش کریں تو جو وہ ثالث فیصلہ فرمائیں اس کو دونوں بھائی قبول کرلو اور اس پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سعادتِ دارین سے

نوازے۔ آمین یارب العالمین ۱۵/۴/۱۴۲۴ھ

س:......ایک عورت کا انتقال ہوگیا اور اس کے وارث یہ ہیں: دو بیٹے، دو بیٹیاں اور خاوند۔ اور عورت کی جائیداد صرف زمین ہے۔ زمین ۱۰۲ کنال ہے لیکن تقسیم سے پہلے ہی ایک بیٹا اور دو بیٹیاں (بغیر نکاح کے) ان کا انتقال ہوگیا ہے اب جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی۔؟

۲:...... جو ایک بیٹا اور دو بیٹیوں کا انتقال ہوا ہے اس کا وارث کون ہوگا؟

۳:......کیا اس عورت (جو فوت ہوگئی ہے) کا خاوند اپنی دوسری بیوی سے ہونے والے بچوں کو پہلی بیوی (جو فوت ہوگئی ہے) کی جائیداد سے وارث بنا سکتا ہے؟ (جہانگیر بٹ، ماڈل ٹاؤن)

ج:......اگر سوال صحیح ہے وارث پورے لکھے گئے ہیں، ان میں کمی وبیشی نہیں کی گئی تو جواب نیچے درج ہے ورنہ نیچے والا جواب جواب نہیں۔ یہ اس لیے لکھ رہا ہوں کہ فوت ہونے والی عورت کے ماں باپ وارثوں میں درج نہیں کیے گئے۔

خاوند کو بعد از ادائے دین و وصیت چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$) ملے گا کیونکہ میت بیوی کی اولاد ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ﴾ [النساء: ۱۲] [''اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے مال سے تمہارے لیے چوتھائی ہے۔ اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کر گئی ہوں یا قرض کے بعد۔''] اور باقی ($\frac{3}{4}$) دو بیٹے اور دو بیٹیوں میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾ [النساء: ۱۱] [''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔'']

اصل مسئلہ = ۴ × ۲ تصحیح = ۸				ترکہ ۱۰۲ کنال اراضی
خاوند ربع (۱/۴)	= ۱	= ۲	=	۲۵ ۱/۲ کنال
دو بیٹے	ہر بیٹا دو دو =			۲۵ ۱/۲ کنال
	باقی للذکر مثل حظ الانثیین =	۳ =	۶	۷۶ ۱/۲ کنال
دو بیٹیاں	ہر بیٹی ایک ایک =			۱۲ ۳/۴ کنال

۲:...... فوت ہونے والے وارثوں (ایک بیٹے اور دو بیٹیوں) کا حصہ=

۲۵½ + ۱۲¾ = ۵۱ کنال ان کے باپ (اول میت عورت) کے خاوند کو ملیں گی کیونکہ بھائی باپ کی موجودگی میں وارث نہیں بنتا محجوب بحجب حرمان ہوتا ہے۔تو خاوند کو اپنی بیوی کے ترکہ سے ۲۵½ کنال اور فوت شدہ بیٹے اور بیٹیوں کا حصہ ۵۱ کنال = ۷۶½ کنال ملیں گی اور زندہ ایک بیٹے کو ماں کے ترکہ سے ۲۵½ کنال ملیں گی۔

۳:.....نہیں کتاب وسنت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ واللہ اعلم ۳۰/۱۲/۱۴۲۳ھ

س:.....مسئلہ یہ ہے کہ میرے بڑے بھائی عنایت اللہ ولد خوشی محمد قضائے الٰہی سے یکم مارچ ۲۰۰۲ء کو وفات پا گئے اور اُن کے ورثاء میں اُن کے والدین، بیوہ اور دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔اُن کی متروکہ رقم پانچ لاکھ بتیس ہزار پانچ سو ستتر (۵۳۲۵۷۷) روپے ہے۔آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں مذکورہ بالا وارثوں کا حصہ علیحدہ علیحدہ نکال کر بتا دیں۔ (سیف اللہ، پیپلز کالونی، گوجرانوالہ)

ج:.....آپ کے وفات پانے والے بھائی صاحب کی اولاد ہے اس لیے والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ﴾[النساء: ٤/ ١١][''اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے۔اگر اس (میت) کی اولاد ہو۔''] اور بیوہ بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ﴾[النساء: ٤/ ١٢][''اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔''] اور دو بیٹے اور دو بیٹیوں کو باقی لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے حساب سے ملے گا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾[النساء: ٤/ ١١] [''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔''] بھائی صاحب کا ترکہ ۵۳۲۵۷۷ روپے ہے اس لیے والدین میں سے ہر ایک کا حصہ ۸۸۷۶۲/۸۳، ہر بیٹے کا حصہ ۹۶۱۵۹/۷۴، ہر بیٹی کا حصہ ۴۸۰۷۹/۸۷ اور ان کی بیگم کا حصہ ۶۶۵۷۲/۱۲ روپے بنتا ہے۔مسئلہ کی صورت مندرجہ ذیل ہے:

اصل=۲۴×۶ تصحیح = ۱۴۴ ترکہ = ۵۳۲۵۷۷

	والد	والدہ	دو بیٹے	دو بیٹیاں	بیوی
از اصل=	۴	۴	۱۳	۱۳	۳

ازتصحیح =	۲۴	۲۴	۷۸	ہر بیٹی = ۴۸۰۷۹/۸۷	۱۸
ازترکہ = ۸۸۷۶۲/۸۳	۸۸۷۶۲/۸۳	ہر بیٹا ۹۶۱۵۹/۷۴	۶۶۵۷۲/۱۲		

س : ......مُفتیانِ دین اس مسئلے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ (کلالہ کی وراثت)

نمبر۱:...... نظام دین ولد سُندھی وفضل دین ولد سُندھی دو بھائی تھے۔ نظام دین، فضل دین سے پہلے فوت ہو جاتا ہے۔ نظام دین کی وراثت اس کے بیٹوں میراں بخش وعلم دین میں تقسیم ہو جاتی ہے۔

نمبر۲:...... فضل دین ولد سُندھی کلالہ ہے۔ اس کی نسل موجود نہیں۔ اس کی بیوی بھی موجود نہیں۔ اس کی جائیداد ۳۴ کنال اراضی ہے؟

نمبر۳:...... فضل دین ولد سُندھی جب فوت ہوتا ہے، اس وقت بھائی، بہن، ماں، باپ، دادا، دادی زندہ نہیں ہوتے۔ ایک عصبہ زندہ ہوتا ہے۔ خیر دین اور بھائی کی نسل زندہ ہوتی ہے۔ میراں بخش، علم دین۔

نمبر۴:...... کلالہ فضل دین کی اراضی ۳۴ کنال میں عصبہ خیر دین کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ اور بھائی کی اولاد میراں بخش وعلم دین کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ شریعت کی رُو سے مسئلہ حل کریں۔

سب سے پہلے وارث نسل ہوتی ہے۔ کلالہ فضل دین کی اپنی نسل موجود نہیں۔ دوسرے نمبر پر اصل وارث ہوتی ہے۔ کلالہ فضل کی اصل موجود نہیں۔ (دادا، دادی، ماں، باپ، بھائی، بہن) تیسرے نمبر پر اصل کی نسل وارث ہوتی ہے۔ اصل کی نسل میں دادا کا بیٹا خیر دین زندہ ہے۔ اصل کی نسل میں بھائی کے بیٹے، میراں بخش، علم دین زندہ ہیں۔

نمبر۱:...... اگر کلالہ فضل دین کا بھائی اور بہن زندہ ہوتے تو کلالہ کی جائیداد میں سے بھائی کو دو حصے ملتے اور بہن کو ایک حصہ ملتا۔

نمبر۲:...... اگر کلالہ فضل دین کی بہن زندہ ہوتی، بھائی زندہ نہ ہوتا تو بہن کلالہ کی جائیداد میں نصف کی وارث ہوتی۔ باقی نصف کلالہ کے عصبہ کو مل جاتا۔

نمبر۳:...... اگر کلالہ فضل دین کا عصبہ زندہ نہ ہوتا تو تمام جائیداد کی وارث کلالہ کی بہن ہوتی۔

نمبر۴:...... اگر کلالہ فضل دین کی بہن زندہ نہ ہوتی، اس وقت عصبہ موجود ہوتا تو عصبہ اپنے حصے سے محروم ہو جاتا۔

نمبر۵:...... کیا عصبہ کے ہوتے ہوئے کلالہ کا بھتیجا حصے سے محروم ہو جاتا ہے یا کلالہ کی جائیداد میں دونوں عصبہ اور بھتیجا برابر کے وارث بنتے ہیں؟ یا کلالہ کی جائیداد کا وارث صرف عصبہ بنتا ہے؟ (نذیراں بی بی)

ج:......ساری تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ فضل دین ولد سندھی متوفی کا ترکہ ۳۴ کنال اراضی اس کے رشتہ داروں دو بھتیجوں میراں بخش اور علم دین اور ایک چچا خیر دین میں کیسے تقسیم ہوگا؟

تو گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ﴾ [الأنفال : ٨/ ٧٥] [''اور رشتے ناتے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کے حکم میں۔''] نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا ، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَىٰ رَجُلٍ ذَكَرٍ)) (صحیح بخاری) [1] [''حق داروں کو ان کے مقرر شدہ حصے ادا کر دو اور جو بچ جائے وہ (میت کے) قریب ترین مرد (رشتہ دار) کا حصہ ہے۔''] اب ظاہر ہے کہ فضل دین کے دونوں بھتیجے اس کے چچا سے اولیٰ و اَقرب ہیں اس لیے فضل دین کا ترکہ ان دونوں بھتیجوں میں تقسیم ہوگا اور چچا محجوب ہوگا لہٰذا فضل دین کے ترکہ ۳۴ کنال اراضی سے اس کے دیون ووصایا۔ اگر ہوں تو......ادا کرنے کے بعد باقی اس کے دونوں بھتیجوں میں نصف و نصفی تقسیم ہوگا۔

پہلے حصے میں جواب طلب سوال نمبر۴ ہے جس کا جواب اوپر بیان ہو چکا ہے، دوسرے حصے میں جواب طلب سوال نمبر۳ ہے جس کا جواب اوپر بیان ہو چکا ہے۔ تیسرے حصہ میں سوال نمبر۱، نمبر۲ اور نمبر۳ تو محض فرضی ہیں صورتِ مسئولہ میں یہ چیزیں موجود ہی نہیں اور نمبر۴ ویسے ہی خطا ہے اور نمبر۵ میں بھتیجوں کو فضل دین کا عصبہ نہ بنانا خطا ہے عصبات میں یہ اصول ہے کہ اقرب کی موجودگی میں ابعد اور اولیٰ کی موجودگی میں غیر اولیٰ محجوب ہوتا ہے جیسا کہ پہلے واضح کیا جا چکا ہے۔ واللہ اعلم

س:......ایک بندہ فوت ہوا تو اس نے پیچھے ایک بیوی، چار بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑیں اور کل ترکہ ۲۶ کنال زمین ہے۔ (ابو مسلم، فیصل آباد)

ج:......میت کی چونکہ اولاد موجود ہے اس لیے بیوی کو بعد از ادائے وصیت وقرض آٹھواں حصہ ملے گا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ﴾ [النساء : ٤/ ١٢] [''اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا، اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔''] اور باقی چار بیٹے اور تین بیٹیوں میں ﴿ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ﴾ [النساء : ٤/ ١١] [''ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔''] کے تحت تقسیم ہوگا کل ترکہ چونکہ ۲۶ کنال ہے لہٰذا تقسیم کی صورت مندرجہ ذیل ہے۔ وباللہ التوفیق

[1] صحيح بخاري/كتاب الفرائض/باب ميراث الولد من أبيه و أمه

اصل مسئلہ = ۸ تصحیح ۸×۱۱ = ۸۸ ترکہ = ۲۶ کنال

ایک بیوی	چار بیٹے	تین بیٹیاں
حصص = ۱/۸	﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾	
از تصحیح = ۱۱	۵۶ ہر بیٹے کو ۱۴	۲۱ ہر بیٹی کو ۷
از ترکہ = ۳ ۱/۴ کنال	۱۶ ۶/۱۱ ہر بیٹے کو ۴ ۳/۱۲ کنال	۴ ۹/۴۴ ہر بیٹی کو ۲ ۳/۴۴ کنال

۸/۱۰/۱۴۲۰ھ

س:......ایک آدمی کی چھ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے اور اس آدمی کی بیوی اور والدین فوت ہو چکے ہیں اس کی وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟ یعنی اس کی اولاد کو کتنا حصہ ملے گا؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:......اگر اس آدمی کی بیوی اور اس کے والدین تینوں اس کی زندگی میں فوت ہو گئے اور اب کے آدمی خود فوت ہو گیا اور اپنے پیچھے چھ بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑ گیا تو اس فوت ہونے والی شخصیت کے وصایا و دیون اگر ہوں، ادا کرنے کے بعد ترکہ کو آٹھ حصوں میں تقسیم کر لیا جائے گا دو حصے بیٹے کو اور ایک ایک حصہ ہر بیٹی کو دے دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ [النساء: ۴/ ۱۱] [''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔''] ۲۳/۶/۱۴۲۳ھ

س:......میری دادی امی کافی عرصہ پہلے فوت ہو گئیں، ان کے نام ایک مکان تھا، اس کو وراثت کی طرح تقسیم ہونا تھا کیونکہ وہ وراثت تھی لیکن کسی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا کچھ سال بعد میرے چچا جن کا نام اقبال تھا وہ بھی فوت ہو گئے۔ ان کی شادی ہو چکی تھی لیکن ان کی اولاد کوئی نہ تھی۔ اب بقیہ وارثوں میں میرے ایک چچا (صدیق) چار پھوپھیاں اور میرے والد گرامی (سیف اللہ) اور میرے دادا ابو (یعقوب) موجود ہیں اب اگر اس مکان کی فرضی قیمت دس لاکھ (۱۰،۰۰،۰۰۰) لگائی جائے تو وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟ (محمد صارم بن سیف اللہ)

ج:......آپ کی دادی جب فوت ہوئی، آپ کے بیان کے مطابق اس وقت اس کے وارث مندرجہ ذیل لوگ تھے:......تین بیٹے اقبال، صدیق اور سیف اللہ، چار لڑکیاں اور خاوند محمد یعقوب صاحب۔

اگر آپ کا سوال صحیح اور آپ کی دادی کی وفات کے وقت مذکور لوگ ہی وارث تھے اور کوئی وارث زندہ نہ تھا تو جواب مندرجہ ذیل ہے۔ خاوند محمد یعقوب کو ۱/۴ چوتھا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ

﴿ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ﴾[النساء : ۱۲] [''پس اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے مال سے تمہارے لیے چوتھائی ہے اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کر گئی ہو یا قرض کے بعد۔''] اور باقی تین بیٹوں اور چار بیٹیوں کے درمیان لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے حساب سے تقسیم ہوگا کیونکہ وہ عصبہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾[النساء : ۱۱] [''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔''] دادی کے مکان کی مالیت دس لاکھ سے خاوند محمد یعقوب کو ڈھائی لاکھ، تین بیٹوں سے ہر ایک کو ڈیڑھ لاکھ اور چار بیٹیوں میں سے ہر بیٹی کو پونا لاکھ ملے گا۔ بشرطیکہ قرض و وصیت نہ ہو۔ واللہ اعلم ۲۴/۴/۱۴۲۴ھ

س:...... وراثت کا مسئلہ حل کریں۔ ایک عورت میت۔ اس کی جائیداد:...... ایک مکان دس لاکھ مالیت کا۔

ورثاء:......شوہر، تین بیٹے (دو زندہ ایک مردہ)، چار بیٹیاں۔

نوٹ:......ایک بیٹا ان میں سے فوت ہو گیا ہے۔ وراثت کی تقسیم سے پہلے یعنی ماں کی وفات کے بعد۔ اس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس کی بیوہ عدت کے بعد اب شادی شدہ ہے۔ برائے مہربانی دس لاکھ کی وراثت تقسیم کر دیں۔ (محمد صارم بن سیف اللہ)

ج:......اس کا جواب پچھلے سوالنامہ میں گزر چکا ہے البتہ فوت شدہ محمد اقبال کی جائیداد کی تقسیم اس میں نہیں آئی لہٰذا اب وہ لکھی جاتی ہے۔ آپ کی تحریر کے مطابق اس کے وارثوں سے اس کی وفات کے وقت باپ، ایک بیوہ، دو بھائی اور چار بہنیں زندہ تھے چونکہ محمد اقبال کی اولاد نہیں اس لیے اس کی بیوہ کو اس کی جائیداد کا $\frac{1}{4}$ چوتھا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ﴾ [النساء : ۱۲] [''اور اگر تمہاری اولاد نہیں تو جو تم چھوڑتے ہو اس سے ان (تمہاری بیویوں) کے لیے ربع ($\frac{1}{4}$) ہے۔''] ﴿ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗٓ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ ﴾ الآیہ [النساء : ۱۲] [''اور جن کی میراث لی جاتی ہے وہ مرد یا عورت کلالہ ہو یعنی اس کا باپ بیٹا نہ ہو اور اس کا بھائی یا ایک بہن ہو۔''] اور باقی اس کے باپ محمد یعقوب کو ملے گا کیونکہ وہ عصبہ ہے اور بہن بھائی محجوب ہیں ان کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ بھائیوں کو میت کے کلالہ ہونے کی صورت میں ترکہ سے حصہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ﴾[النساء : ۱۷۶] [''آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ

اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اگر کوئی شخص فوت ہو جائے جس کی اولا د نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ہے اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کے اولا د نہ ہو۔''] اور کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کا نہ باپ ہو نہ بیٹا۔ ادھر محمد اقبال کا باپ محمد یعقوب موجود ہے۔ لہٰذا وہ کلالہ نہیں ۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَىٰ رَجُلٍ ذَكَرٍ)) [''شریعت کے مقرر کردہ حصے ان کے مستحق حصہ داروں کو ادا کر دو اور پھر جو باقی بچ جائے اسے سب سے قریبی مرد وارث کو دے دو۔'' [بخاری، مسلم] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ باپ کی موجودگی میں بہن بھائی وارث نہیں بنتے۔

قصہ مختصر محمد اقبال کی والدہ کی جائیداد سے جو ڈیڑھ لاکھ ملا اس کو اس کی اپنی جائیداد میں شامل کر کے جو کل جائیداد بنے اس کا چوتھا حصہ اس کی بیوی کو باقی تین حصے ($\frac{3}{4}$) اس کے باپ کو دے دیا جائے بشرطیکہ کوئی وصیت قرض نہ ہو۔ بیوہ کے عدت گزارنے کے بعد شادی کرنے کی وجہ سے اس کو پہلے فوت شدہ خاوند کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ اعلم۔

س: ......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام بیچ اس مسئلہ کے ایک شخص علی محمد فوت ہو گیا۔ بوقت فوتیدگی اس کے دو پوتے اور دو پوتیوں کے علاوہ اس کا ایک بھتیجا زندہ تھے۔ ارشاد فرمائیں کہ علی محمد متوفی کی وراثت کے حق دار کون کون ہوں گے؟ نوازش ہوگی۔ (میاں عبدالمجید)

ج: ......آپ نے لکھا ''ایک شخص علی محمد فوت ہو گیا، بوقت فوتیدگی اس کے دو پوتے اور دو پوتیاں کے علاوہ اس کا ایک بھتیجا زندہ تھے ارشاد فرمائیں کہ علی محمد متوفی کی وراثت کے حقدار کون کون ہوں گے۔''

سوال صحیح، واقع اور نفس الأمر کے مطابق ہونے کی صورت میں جواب مندرجہ ذیل ہے۔ بتوفیق اللہ تبارک و تعالیٰ وعونہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ﴾ [النساء: ۱۱] [''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔''] اور معلوم ہے کہ پوتے پوتیاں اولاد میں شامل ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ﴾ [النساء: ۱۷۶] [''آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ خود تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ہے۔''] بیٹے یا بیٹے کے بیٹے

(پوتے) کی موجودگی میں بھائی وارث نہیں بنتا کیونکہ بھائی بہن میت کے کلالہ ہونے کی صورت میں وارث ہوتے ہیں اور بیٹے یا پوتے کی موجودگی میں میت کلالہ نہیں تو پھر پوتے یا بیٹے کی موجودگی میں بھتیجا کیونکر وارث بن سکتا ہے؟ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ﴾ [الانفال: ۷۵] [''اور رشتے ناتے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کے حکم میں۔''] اور ظاہر ہے کہ پوتا بھتیجے سے اولیٰ واقرب ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں متوفی علی محمد کے قرض ووصایا۔ اگر ہوں ......ادا کرنے کے بعد ترکہ چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ہر پوتی کو ایک ایک حصہ اور ہر پوتے کو دو دو حصے ملیں گے۔ ﴿ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾ اور بھتیجا محجوب حجب حرمان ہوگا۔ واللہ اعلم۔

یاد رہے کہ اگر سوال صحیح نہ ہو واقع اور نفس الأمر کے مطابق نہ ہو تو مندرجہ بالا جواب کو جواب نہ سمجھا جائے۔

۱۴۲۱/۷/۶ھ

س:...... ہمارا ایک رشتہ دار فوت ہو گیا ہے جس کی بیوہ موجود ہے اور اس متوفی کی پہلی مطلقہ بیوی سے متوفی کی دو بیٹیاں بھی موجود ہیں اور متوفی کا ایک حقیقی بڑا بھائی بھی موجود ہے۔ چنانچہ متوفی کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد (ترکہ) کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ قرآن وحدیث کی رُو سے وضاحت درکار ہے۔ متوفی نے اپنی موجودہ بیوہ کا حقیقی بھتیجا لے پالک بنایا ہوا تھا وہ متبنیٰ بھی موجود ہے۔ یاد رہے کہ پہلی بیوی کو طلاق ملے ہوئے تقریباً دس برس گزر چکے ہیں اور میاں نے پہلی بیوی سے رجوع نہیں کیا ہے۔ (عظمت علی ولد محمد اسماعیل)

ج:...... آپ کی مسئولہ صورت میں متوفی کی پہلی بیوی چونکہ عرصہ تقریباً دس سال سے مطلقہ ہے اس دوران متوفی نے اس کو دوبارہ اپنی زوجیت میں نہیں لیا اس بناء پر وہ متوفی کی بیوی نہیں رہی لہٰذا وہ تو متوفی کی وارث ہی نہیں رہی۔ متوفی کی دوسری بیوی وہ چونکہ متوفی کی وفات کے وقت متوفی کے نکاح میں ہے اس لیے وہ متوفی کی وارث ہے چونکہ متوفی کی اولاد دو بیٹیاں موجود ہیں اس لیے اس بیوی کو متوفی کا وصایا و دیون ادا کرنے کے بعد جو جائیداد منقولہ وغیر منقولہ بچے اس کا $\frac{1}{8}$ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ﴾ [النساء: ۱۲] [''اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔''] متوفی کی دو بیٹیوں کو دو تہائی ملے گا وہ بھی وصایا و دیون کے بعد۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ﴾[النساء: ۱۱][''اور اگر بیٹیاں دو سے زیادہ ہیں تو ان کے لیے دو تہائی ترکہ ہے۔''] اور جو باقی بچے وہ متوفی کے بھائی کو ملے گا۔ صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَىٰ رَجُلٍ ذَكَرٍ)) [1] [''اصحاب الفرائض کو ان کا حق دے دو جو باقی بچے وہ قریبی مرد کو دے دو۔''] متوفی کا لے پالک متوفی کی بیوی کا بھتیجا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت متوفی کے وارثوں میں شامل نہیں۔ لہٰذا اسے متوفی کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ سے کچھ نہیں ملے گا۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ کی صورت مندرجہ ذیل

متوفی — اصل مسئلہ ۲۴

بیوی	ثمن (۱/۸)	۳
دو بیٹیاں	ثلثان (۲/۳)	۱۶
ایک بھائی	باقی عصبہ	۵
لے پالک	وارث نہیں ×	×
مطلقہ بیوی	وارث نہیں ×	×

س:...... اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس عورت کا نکاح خاوند کی برادری میں سے کسی آدمی سے کروا کر پھر طلاق دی جائے تو کیا وہ اپنے پہلے خاوند کی جائیداد جو مر چکا تھا اس کی وارث ہو گی یا نہیں جبکہ اس کی اس سے اولاد بھی ہو؟ (محمد شکیل، فورٹ عباس)

ج:...... عورت اپنے فوت ہونے والے خاوند کے ترکہ میں حصہ دار ہے خواہ بعد میں دوسرے آدمی سے نکاح نہ کرے خواہ نکاح کرے، پھر دوسرا خاوند خواہ اسے طلاق دے چکا ہو خواہ طلاق نہ دے، ہر حال میں عورت اپنے متوفی خاوند کے ترکہ میں حصہ دار ہے الا کہ اپنے خاوند سے پہلے فوت ہو جائے یا خاوند متوفی نے اسے طلاق دے رکھی ہو جس کی عدت بھی وفاتِ خاوند سے پہلے ختم ہو چکی ہو یا طلاق رجعی نہ ہو یا نکاح وفات خاوند سے پہلے فسخ ہو چکا ہو یا بیوی وفات خاوند سے پہلے پہلے دائرہ اسلام سے خارج ہو چکی ہو۔ أعاذها الله من ذلك. نیز اولاد ہو خواہ نہ ہو بیوی اپنے خاوند کی وارث ہو گی۔

۱۴۲۱/۱۰/۱۲ھ

[1] بخاری کتاب الفرائض /باب میراث الولد من أبيه و أمه

س:......ایک لڑکے کا نکاح ہوا لیکن رخصتی سے پہلے لڑکا فوت ہو گیا کیا لڑکی لڑکے کی وراثت کی حقدار ہے اور اگر لڑکی آگے کہیں نکاح کر لیتی ہے تو پھر بھی لڑکی وراثت میں حقدار ہے یا نہیں؟ (ظفر اقبال)

ج:......صورتِ مسئولہ میں عورت اس فوت ہونے والے کی بیوی ہے کیونکہ نکاح ہو چکا ہے۔ رخصتی خواہ نہیں ہوئی کیونکہ بیوی بننے کے لیے نکاح اسلامی ضروری ہے نہ کہ رخصتی۔ تو اب یہ بیوی وفات خاوند والی عدت بھی گزارے گی اور فوت ہونے والے خاوند کی وارث بھی بنے گی۔ خواہ اس کا عدت گزارنے کے بعد کہیں آگے نکاح ہو چکا ہے پھر بھی وارث ہے۔ ١٤٢٠/١١/٥ھ

س:......ایک عورت ہے خاوند سے پندرہ سال سے باغی ہے اور اس کے والدین کو بیس سال گزر چکے ہیں کہ فوت ہو چکے ہیں۔ عورت کو پانچ ایکڑ زمین ورثہ میں ملی ہے اور عورت والدین کے گاؤں اور ان کے مکان میں رہائش پذیر ہے۔ دو بچیاں اور دو لڑکے ہیں۔ سب جوان ہیں وہ بھی عورت کے پاس ہیں، عورت خاوند کو کہتی ہے ہمارے پاس آئیں لڑکیوں کی شادی کریں اور لڑکوں کی بھی۔ اور خاوند کہتا ہے کہ تم میرے پاس آ جاؤ میں سب کی شادی کر دیتا ہوں اور رشتہ داروں نے بھی بہت دفعہ اس عورت کو سمجھایا کہ تیرا خاوند ٹھیک کہتا ہے اس کی اولاد ہے ان کی زندگی کیوں خراب کر رہی ہو؟ لیکن اولاد بھی اپنی ماں کا ہی کہنا مانتی ہے اور دو تین دفعہ اولاد اور ماں نے خاوند کے قتل کا پروگرام بنایا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و کرم سے بچایا ہے۔ خاوند توحید پرست ہے عورت اور اولاد مشرکانہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ بہت بڑے مشرک ہیں۔ قرآن و احادیث سے اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ کیا خاوند کی جائیداد کے وہ لڑکیاں اور لڑکے یا عورت وارث ہو سکتے ہیں اگر باپ اولاد کا حق کسی اپنے بھتیجے کو کچھ دے دے اور اولاد و بیوی کو جائیداد سے محروم کر دے تو مجرم ہے یا نہیں؟

ج:......اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ○ ﴾ [النساء: ٧] [''ماں باپ اور خویش و اقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی، خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔''] ایک مقام پر ہے: ﴿ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ﴾ [النساء: ١١] [''یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔''] پھر اللہ تعالیٰ میراث و ترکہ کی تقسیم تفصیل سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ﴿ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴾ [النساء: ١٤] [''اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں

سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا ایسوں ہی کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔'']
پھر سورۂ نساء کے آخر میں فرمایا: ﴿ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا ﴾[النساء : ۱۷۶] [''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے یہ وضاحت اس لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو۔''] اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ﴾[النساء : ۱۱][''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکوں کے برابر ہے۔''] پھر ارشادِ گرامی ہے: ﴿ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ﴾[النساء : ۱۱][''اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے۔ اگر اس (میت) کی اولاد ہو۔''] پھر ارشادِ گرامی ہے: ﴿ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ﴾[النساء : ۱۲][''اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔''] اور معلوم ہے فرض چھوڑنا جرم ہی ہے۔ رہا میاں بیوی کی باہمی چپقلش والا معاملہ تو اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: ﴿ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾[صلح بہت بہتر ہے۔[النساء:۱۲۸]] نیز فرماتے ہیں: ﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ﴾[النساء : ۳۵] [''اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان اختلاف کا خوف ہو تو ایک منصف مرد والوں سے اور ایک عورت کے گھر والوں سے مقرر کرو اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں ملاپ کرا دے گا یقیناً اللہ تعالیٰ پورے علم والا پوری خبر والا ہے۔''] واللہ اعلم۔

س:...... ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد نے وراثت مانگی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ)) [1] ''ہم وارث نہیں بنائے جاتے جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔'' حدیث سنائی تو پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی اور کلام بھی نہ کیا۔ سوال یہ ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حدیث کی مخالفت کیوں کی؟ (محمد حسین کراچی)

ج:...... فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اپنی موت تک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرنا تو میرے علم میں نہیں لہٰذا آپ اس کا حوالہ ضرور دیں کہ یہ چیز کہاں ہے؟ رہا ان کا مطالبۂ میراث تو ان کی معلومات میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث شامل نہ ہونے پر مبنی تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سن

[1] صحیح بخاری/کتاب الفرائض/باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکنا صدقة

لیا اس کے بعد انہوں نے کبھی مطالبہ نہ کیا۔

دیکھئے قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ﴾[الجن: ۲۳] [''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔ اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''] قرآن مجید میں ہی ہے: ﴿ وَعَصٰىٓ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴾[طٰهٰ: ۱۲۱] [''اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی لہٰذا وہ بھٹک گئے۔''] تو اب ان دونوں آیتوں کو دیکھ کر کوئی آدم علیہ السلام پر فتوے داغنے شروع کر دے اور ان کی توبہ ومغفرت والی آیات واحادیث کو نظرانداز کر دے تو کیا وہ حق پر ہوگا؟ نہیں! ہرگز نہیں! بالکل اسی طرح فاطمہ، علی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں توبہ واستغفار اور عفو ومغفرت والی آیات و احادیث کو نظرانداز کرنے والا بھی حق وانصاف پر نہیں۔

س:......وراثت کی تقسیم کے اصولوں کے متعلق کوئی کتاب اُردو میں ہو تو اس کا نام تحریر فرمادیں۔ (محمد صارم سیف اللہ)

ج:......''فقه المواريث'' کا اُردو ترجمہ ''تفہیم المواریث'' از مولانا محمد فاروق اصغر صارم۔ حفظہ اللہ تبارک وتعالیٰ

۱۴۲۴/۴/۲۴ھ

س:......اگر ایک لڑکا یا لڑکی بالغ اپنے والد کی وفات سے ''پہلے'' فوت ہو جائے تو کیا فوت شدہ لڑکی یا لڑکے کو اپنے والد کی وراثت میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ لڑکی یا لڑکے کے پہلے اور باپ ان سے تقریباً پانچ (۵) سال بعد فوت ہوا ہے۔ اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں۔ (عبدالقیوم، سیالکوٹ)

ج:......میت کے وارثوں سے جو وارث بھی......خواہ لڑکی ہو خواہ لڑکا خواہ کوئی اور......میت مورث کی وفات سے پہلے فوت ہو جائے، وہ خود اپنے مورث میت کا وارث نہیں بنتا۔ رہی اس کی اولاد تو وہ بعض صورتوں میں اپنے ماں باپ کے مورث میت کی وارث ہوتی ہے اور بعض صورتوں میں وارث نہیں ہوتی۔ واقعاتی صورتوں کے سامنے آنے پر ہی بتایا جا سکتا ہے وہ کن صورتوں میں شامل ہے؟ واللہ اعلم ۱۴۲۱/۷/۸ھ

س:...... کیا مسلمان کسی اہل کتاب کا وارث ہو سکتا ہے؟ (محمد حسین، عبدالصمد)

ج:......نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ)) [''مسلمان وارث نہیں ہوگا کافر کا اور کافر وارث نہیں بنے گا مسلمان کا۔''] [1] ۱۴۲۲/۱۰/۱۷ھ

س:...... ایک آدمی فوت ہوا جس کا نام محمود ہے اس کی بیوی عطیہ اور ایک بیٹی تنزیلہ ہے۔ باپ عبدالغفار

[1] صحیح بخاری/کتاب الفرائض/باب لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم۔ مسلم/کتاب الفرائض/باب لا یرث المسلم الکافر۔ ترمذی/کتاب الفرائض/باب ما جاء فی ابطال المیراث بین المسلم والکافر۔ ابن ماجه/کتاب الفرائض /باب میراث اهل الاسلام من اهل الشرك

اور والدہ بالیقین ہے۔ بہن بھائی بھی ہیں ترکہ ۷۵۷۶۲۶ ہے۔ ان کے حصے قرآن وسنت کے مطابق تقسیم فرمادیں۔

ج:......

محمود = اصل مسئلہ = ۲۴ ـــــ ترکہ = ۷۵۷۶۲۶

از اصل	از ترکہ
بیوی عطیہ = ثمن = ۱/۸ = ۳	۹۴۷۰۳ ۱/۴
لڑکی تنزیلہ = نصف = ۱/۲ = ۱۲	۳۷۸۸۱۳
باپ عبدالغفار = سدس = ۱/۶ = ۴+۱ = ۵	۱۵۷۸۳۸ ۳/۴
ماں بلقیس = سدس = ۱/۶ = ۴	۱۲۶۲۷۱
بہن بھائی = محجوب بحجب حرمان	×

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ﴾ [النساء: ۱۲] [''اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔''] اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ﴾ [النساء: ۱۱] [''اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔''] اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ﴾ [النساء: ۱۱] [''اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے اگر اس (میت) کی اولاد ہو۔''] رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ)) [1] [''وراثت مقررہ حصے داروں کو دو اور جو باقی بچے تو رشتہ میں میت کے جو مرد زیادہ قریب ہو اسے دے دو۔''] تقسیم ترکہ کی صورت مندرجہ بالا ہے۔

۱۴۲۴/۱/۱۹ھ

---

[1] بخاری/کتاب الفرائض باب ابنی عم احدھما أخ لام۔ مسلم/کتاب الفرائض۔ ترمذی/ابواب الفرائض/باب میراث العصبة

کتاب الاضحیة و العقیقة............قربانی وعقیقہ کا بیان

س:...... پہلے دن قربانی کرنا زیادہ ثواب ہے یا چاروں دن میں سے کسی دن بھی قربانی کرنا ثواب میں برابر ہے؟ (ظفر اقبال)

ج:...... پہلے دن قربانی کرنا دوسرے تینوں دنوں کی بنسبت ثواب زیادہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَاالْعَمَلُ فِیْ اَیَّامٍ اَفْضَلُ مِنْھَا فِیْ ھٰذِہٖ قَالُوْا وَلَا الْجِھَادُ قَالَ وَلَا الْجِھَادُ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ یُخَاطِرُ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فَلَمْ یَرْجِعْ بِشَیْءٍ)) [1]

[''کسی اور دن میں عبادت ان دس دنوں میں عبادت کرنے سے افضل نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ جہاد بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جہاد بھی نہیں۔ ہاں وہ شخص جو اپنی جان اور مال کو خطرے میں ڈالتے ہوئے نکلے اور پھر کوئی چیز واپس نہ لوٹے۔''] ۱۴۲۵/۱۱/۵ھ

س:...... کیا بھینسے کی قربانی جائز ہے؟ اور یہ بھی وضاحت فرمائیں گھوڑے کی قربانی جائز ہے؟ جبکہ شریعت میں گھوڑا حلال ہے۔ (محمد عثمان، چک چٹھہ)

ج:...... بھینس اور گھوڑے کی قربانی قرآن وسنت سے ثابت نہیں۔ کسی جانور کے حلال ہونے سے اس کی قربانی کے جواز پر استدلال درست نہیں۔ دیکھئے ظبی و ہرن حلال ہے جبکہ اس کی قربانی درست نہیں۔ ۱۴۲۴/۱/۱۰ھ

س:...... گزارش ہے کہ اگر کوئی مولانا صاحب اعلان کریں کہ قربانی (گائے/اونٹ) میں حصہ ڈال لیے اور وہ حصہ ڈالنے والے کی تحقیق نہیں کرتے کہ آیا اس کی کمائی میں کوئی فتور (حلال وحرام) تو نہیں ہے۔ کیا ایسے شخص کا حصہ ڈال لینا جائز ہے یا نہیں؟ (محمد اسماعیل شاکر، باغبانپورہ، گوجرانوالہ)

ج:...... اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ﴾ [حجرات : ۱۲] [''اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور تجسس نہ کرو نہ ہی تم میں سے کوئی کسی کی

[1] صحیح بخاری/کتاب العیدین/باب فضل العمل فی ایام التشریق۔ ترمذی/کتاب الصیام/باب فی العمل فی ایام العشر۔

غیبت کرے۔''] رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ)) [1]
[''گمان سے بچو بے شک گمان بہت جھوٹی بات ہے۔'']

تو حسن ظن کا تقاضا ہے کہ اہل اسلام کی کمائی کو حلال سمجھا جائے اس لیے کسی صاحب کے اعلان کرنے پہ اہل اسلام قربانی میں شرکت کی خاطر پیسہ جمع کرواتے ہیں تو وہ پیسے قبول کر لیے جائیں خواہ مخواہ بدگمانی میں مبتلا نہ ہوں۔

ہاں جس کے متعلق علم و یقین ہو کہ اس کی کمائی حلال نہیں حرام ہے تو اس کو قربانی میں شریک نہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ ﴾ [البقرة: ٢٦٧]

[''اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا اور جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اس میں سے اچھی چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور کوئی ردی چیز خرچ کرنے کا قصد نہ کرو حالانکہ وہی چیز اگر کوئی شخص تمہیں دے تو تم ہرگز قبول نہ کرو الا یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔'']

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا الطَّيِّبَ))[''بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی قبول کرتا ہے۔''] [2] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ [المائدة][''اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''] ٣/١/١٤٢١ھ

س:......سنا ہے جس آدمی میں قربانی کی استطاعت نہ ہو وہ چاند دیکھنے کے بعد ناخن اور بال نہ کٹوائے اور عید کی نماز پڑھ کر کٹوائے تو اسے بھی قربانی جتنا ثواب ملے گا اور کیا یہ پابندی تمام گھر والوں کے لیے ہے یا صرف ایک آدمی کے لیے ہے؟ (ظفر اقبال، نارووال)

ج:......چاند دیکھ کر قربانی کرنے تک حجامت نہ بنوانے کی پابندی قربانی کرنے والوں پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((اِذَا رَاَيْتُمْ هِلَالَ ذِی الْحِجَّةِ وَاَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يُّضَحِّیَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعرِهٖ وَاَظْفَارِهٖ)) [3]
[''جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی قربانی کرنا چاہے تو اپنے بال اور ناخن یونہی رہنے دے۔'']

---

[1] صحیح بخاری/کتاب الأدب/باب یا ایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن إن بعض الظنّ اثم۔
[2] رواہ مسلم/مشکوۃ/کتاب البیوع/باب الکسب والطلب الحلال۔
[3] صحیح مسلم/کتاب الاضاحی/باب نهی من دخل علیه عشر ذی الحجة وهو یرید التضحیة ان یاخذ من شعره وأظفاره شیئاً۔

جنہوں نے قربانی نہیں کرنی ان پر یہ پابندی نہیں وہ چاہے حجامت بنوائیں چاہے نہ بنوائیں۔ البتہ ایک صحابی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے پاس دودھ دینے والا جانور ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حجامت بنوالے یہ تیری پوری قربانی ہے۔ یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔ [1]

جس گھر نے قربانی کرنی ہے اس گھر کے تمام افراد پر حجامت نہ بنوانے کی پابندی ہے۔ ۱۴۲۲/۱۳/۲۰ھ

س:...... کیا مقروض قربانی کرسکتا ہے؟

۲۔ آج کل ایک چیز دیکھنے میں آئی ہے کہ لوگ قربانی کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ایک قربانی نبی ﷺ کی طرف سے ہے اور باقی اپنی ہیں۔ نوافل پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اتنے نفل میں نے نبی ﷺ کے لیے پڑھے ہیں کیا ایسا درست ہے؟ (محمد امجد، میر پور)

ج:...... استطاعت ہو تو کرسکتا ہے۔

۲۔ کسی آیت یا صحیح حدیث میں یہ چیز کہیں نہیں آئی۔ ۱۴۲۱/۵/۱۲ھ

س:...... میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (ظفر اقبال، نارووال)

ج:...... زندہ اگر صاحب استطاعت ہے تو اس پر قربانی فرض ہے جبکہ میت مکلّف نہیں، پھر میت کی طرف سے قربانی کی کوئی خاص دلیل بھی موجود نہیں چنانچہ محدث مبارکپوری نے لکھا ہے اکیلی میت کی طرف سے بر سبیل انفراد قربانی کی کوئی صحیح مرفوع حدیث مجھے نہیں ملی، دیکھئے: مرعاة المفاتيح اور تحفة الاحوذی ابواب الاضاحی باب فی الاضحية بكبشين

رسول اللہ ﷺ کی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کی وصیت والی روایت پیش کی جاتی ہے مگر وہ کمزور ہے۔ اس کی سند میں شریک بن عبداللہ نخعی بوجہ کثرت غلط اور ان کے شیخ ابوالحسناء بوجہ جہالت کمزور ہیں ہاں میت کی طرف سے صدقہ درست ہے خواہ جانور کا ہی ہو۔ ۱۴۲۲/۱۲/۲۰ھ

س:...... کیا فوت شدہ کی طرف سے قربانی دینا جائز ہے؟ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ دو مینڈھے ذبح کیا کرتے تھے، ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں۔ سو اس کی تعمیل میں قربانی دیتا ہوں۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

۲۔ اور امام ترمذی نے عبداللہ بن مبارک کا قول نقل کیا ہے۔ ان کے نزدیک میت کی طرف سے قربانی دینا جائز

[1] ابو داؤد/ کتاب الضحایا/ باب فی ایجاب الاضاحی۔

ہے۔صدقہ جائز ہے،اگر قربانی کرے تو سارا صدقہ کر دے خود نہ کھائے۔

۳۔بعض کہتے ہیں کہ سرورِکونین نے فرمایا ہے: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے تمام عمل موقوف ہو جاتے ہیں،مگر تین چیزیں مرنے کے بعد بھی فائدہ دیتی ہیں،کیا ان میں قربانی نہیں دی جا سکتی کیونکہ یہ بھی نیک عمل ہے۔

۴۔اور کئی حضرات کہتے ہیں کہ آنحضرت کا اپنی اُمت کی طرف سے قربانی کرنے والی حدیث بالکل صحیح ہے۔اس سے فوت شدہ کی طرف سے قربانی کا جواز ملتا ہے۔اور اس کا تمام کے لیے کھانا جائز ہے۔اُمت کے لفظ میں زندہ اور مردہ سب شامل ہیں۔جو آپ کے سامنے فوت ہوئے اور جو ابھی پیدا نہیں ہوئے وہ بھی اس میں شامل ہیں۔ (مولانا محمد داؤد)

ج:...... یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ضعیف ہے۔تعلیق مشکاۃ میں شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:((والترمذی (۲۸۲/۱)وقال: حدیث غریب لا نعرفه إلا من حدیث شریك۔ قلت: هو ضعیف لسوء حفظه ، وشیخه أبو الحسناء مجهول کما قال الحافظ والذهبی ، ومن هذا الوجه رواه أحمد(۱۵۰/۱)))۔

۲۔عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول:((أحب إلی أن یتصدق عنه ، ولا یضحی ، وإن ضحی فلا یأکل منها شیئًا أو یتصدق بها کلها۔")) [1] [امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: میرے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے اور قربانی نہ کی جائے اگر کوئی فوت شدہ کی طرف سے قربانی کرے تو اس سے خود نہ کھائے بلکہ سارا گوشت صدقہ کر دے۔''] درست ہے۔

۳۔میت کی طرف سے کسی رشتہ دار کا قربانی کرنا میت کا عمل نہیں۔میت کے رشتہ دار کا عمل ہے لہٰذا یہ صورت حدیث:((اِذَا مَاتَ الاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ)) [2] [''جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل موقوف ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے،ایک صدقہ جاریہ کا۔دوسرے علم کا جس سے لوگ فائدہ اُٹھائیں،تیسرے نیک بخت بچے کا جو دعا کرے اس کے لیے۔''] میں شامل نہیں۔

۴۔صاحب مرعاۃ المفاتیح لکھتے ہیں:((قال شیخنا فی شرح الترمذی: لم اجد فی التضحیة عن المیت منفردا حدیثًا مرفوعاً صحیحا ، وأما حدیث علی المذکور فی هذا الباب

---

[1] ترمذی/ابواب الأضاحی/باب ما جاء فی الأضحیة بکبشین۔

[2] مسلم/کتاب الوصیة/باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته۔

فضعیف ، فإذا ضحی الرجل عن المیت منفردا فالا حتیاط أن یتصدق بھا کلھا))اھ ۱۴۲۲/۱۲/۳ھ

س:...... نبی ﷺ نے جانور خصی کرنے سے منع کیا ہے؟ نبی ﷺ نے دو بے خصی ذبح کیے ہیں۔ پسندیدہ کام خصی جانور ذبح کرنا ہے۔ اگر جانور کو خصی نہ کریں گے تو گوشت خراب ہوگا۔ اور بدبودار ہوگا۔ (ابوحماد)

ج:...... رسول اللہ ﷺ سے خصی اور غیر خصی دونوں کی قربانی ثابت ہے [1] خصی کرنے کروانے کی ممانعت سے اس کو (خصی کو) قربانی میں یا دیگر اُمور میں کام میں لانے کی ممانعت نہیں نکلتی ورنہ آپ ﷺ خصی کی قربانی نہ دیتے۔ رہا خصی یا غیر خصی کا قربانی میں اُفضل ہونا تو اس کا مجھے علم نہیں۔ واللہ اعلم ۱۴۲۰/۱۱/۲ھ

س:...... ''احکام ومسائل'' میں آپ نے فرمایا ہے کہ قربانی کے گوشت میں سے صدقہ والا حصہ غیر مسلموں کو نہیں دیا جائے گا تو کیا قربانی کے گوشت کے حصے کیے جائیں گے اور اگر کیے جائیں گے تو کتنے ہوں گے اور ان کی تقسیم کیسے ہوگی اور کون سا حصہ صدقہ والا شمار ہوگا اور کیا صدقہ والا حصہ نکال کر باقی قربانی سے غیر مسلموں کو دیا جا سکتا ہے؟ (محمد ہاشم یزمانی)

ج:...... قرآن مجید میں ہے: ﴿ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيرَ ﴾[الحج:۲۸][''تم خود بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔''] نیز قرآن مجید میں ہے: ﴿ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ﴾[الحج:۳۶][''پھر جب ان کے پہلو زمین پر لگ جائیں اسے (خود بھی) کھاؤ اور مسکین سوال سے رُکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔''] رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((فَكُلُوا مَا بَدَالَكُمْ وَاَطْعِمُوا وَادَّخِرُوا)) [2] [''پس کھاؤ جیسے مناسب سمجھو اور کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔''] تو قربانی کے گوشت سے کچھ صدقہ کرنا فرض وضروری ہے، باقی نصف، ثلث اور ربع وغیرہ کی تعیین وتحدید کہیں وارد نہیں ہوئی۔ ۱۴۲۳/۷/۲۹ھ

س:...... اگر کوئی بینک ملازم ہے اس کی قربانی کے گوشت کو کھانا چاہیے یا کہ سودی کمائی کے پیش نظر نہ کھائیں۔

(عبدالرؤف، گجرات)

ج:...... قرآن مجید میں ہے: ﴿ لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾[البقرۃ:۱۸۸] [''اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو۔''] دوسری آیت میں ہے: ﴿ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا

---

[1] ابو داؤد/کتاب الضحایا باب ما یستحب من الضحایا ۔ مشکوٰۃ/کتاب الصلاۃ/باب فی الأضحیۃ/ الفصل الثانی۔

[2] مسلم/کتاب الأضاحی/باب بیان ما کان من النھی عن اکل لحوم الاضاحی۔ ترمذی/ابواب الاضاحی/باب فی الرخصۃ فی أکلھا بعد ثلاث۔

طَيِّبًا ﴾[البقرۃ: ۱۶۸]['' زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ۔''] ۱۴۲۴/۱/۱۳ھ

س:......زکوٰۃ کا مال کیا مسجد پر استعمال ہوسکتا ہے اور قربانی کی کھال کیا مسجد کے کاموں یعنی تعمیرات یا مولوی صاحب کی تنخواہ اس سے ادا کی جاسکتی ہے؟ قربانی کی کھال سے یا زکوٰۃ کے مال سے؟ قربانی کی کھال کسی کو ہدیہ یا اپنے استعمال میں یا مشکیزہ وغیرہ بنایا جا سکتا ہے؟ صرف قربانی جو کسی سے کروائی جاتی ہے؟ اس کو مزدوری میں کھال نہ دی جائے؟ ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ اس قرآن کی آیت سے کہتے ہیں مراد زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ صرف ان ہی لوگوں میں دی جائے گی۔ (عبدالخالق ولد عبدالستار، تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد)

ج:......صدقہ اور زکوٰۃ کا مال مسجد پر صرف نہیں ہوسکتا۔ مسجد کے امام وخطیب کو اس سے تنخواہ بھی نہیں دی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾[التوبۃ: ۶۰]['' صدقات تو دراصل فقیروں، مسکینوں اور ان کارندوں کے لیے ہیں جو ان کی وصولی پر مقرر ہیں نیز تالیف قلب اور غلام آزاد کرانے، قرض داروں کے قرض اُتارنے، اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر خرچ کرنے کے لیے ہیں یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ سب جاننے والا حکمت والا ہے۔''] صدقہ وزکاۃ صرف ان آٹھ مصارف پر ہی صرف ہو سکتے ہیں جبکہ مسجد اور مسجد کے امام وخطیب بحیثیت امام وخطیب ان آٹھ مصارف میں شامل نہیں۔

رہا قربانی کی کھالوں والا معاملہ تو اس کے متعلق فرماتے ہیں: ﴿ فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴾[الحج: ۲۸]['' پھر انہیں خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلائیں''] نیز فرماتے ہیں: ﴿ فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ﴾ [الحج: ۳۶]['' ان سے کھاؤ اور قناعت کرنے والے کو اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔''] بخاری ومسلم میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو کھالوں کے صدقہ کرنے اور انہیں تقسیم کرنے کا حکم دیا تھا۔ [1] مسجد کے خطیب وامام کو بحیثیت خطیب وامام تنخواہ میں قربانی کی کھالیں نہیں دے سکتے۔ ہاں قربانی کی کھال ہدیہ دے اور اپنے ذاتی استعمال میں لا سکتے ہیں۔ واللہ اعلم ۱۴۲۰/۱۱/۹ھ

[1] بخاری/کتاب الحج/باب یتصدق بجلود الھدی۔

س:......عقیقہ کتنے دنوں کے بعد ہوتا ہے؟

ایک شخص نے اپنے بیٹے یا بیٹی کا عقیقہ کافی مہینوں کے بعد کیا کسی مجبوری کی بناء پر اس نے دعوت پر بلایا، کیا ایسی دعوت پر جا کر اس عقیقہ کے گوشت کا کھانا جائز ہے؟ اور کیا وہ عقیقہ صدقہ کہلائے گا اور اگر صدقہ ہے تو کیا یہ وہ صدقہ ہے جو ہم اپنے اہل پر کرتے ہیں؟ (محمد صارم بن سیف اللہ، وحدت کالونی، گوجرانوالہ)

ج:......عقیقہ ساتویں دن ہے۔ سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ ، وَيُسَمّٰى ، وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ. رواه أحمد والترمذی وغيرهما)) [''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے اس کی طرف سے ساتویں دن ذبح کیا جائے۔ اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے۔ روایت کیا اس کو احمد، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے۔ [1] لیکن ان دونوں کی روایت میں مُرْتَهَنٌ کی بجائے رَهِينَةٌ کا لفظ ہے۔ احمد اور ابوداؤد کی روایت میں يُسَمّٰى کی جگہ يُدْمٰى کا لفظ ہے۔ ابو داؤد نے کہا: يُسَمّٰى زیادہ صحیح ہے۔''] بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً ، وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كُنَّا نَذْبَحُ الشَّاةَ يَوْمَ السَّابِعِ ، وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ ، وَنَلْطَخُهُ بِزَعْفَرَانٍ .)) [2] (رواه أبو داؤد)[''بریدہ سے روایت ہے آپ نے کہا: جاہلیت کے زمانہ میں اگر کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا بکری ذبح کرتا اور اس کے سر پر خون لگاتا جب اسلام آیا ہم ساتویں دن بکری ذبح کرتے ہیں اور بچے کا سر مونڈتے ہیں اور اس کے سر پر زعفران لگاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔'']

درست ہے دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:((اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ)) گروی چیز میں تاریخ بسا اوقات مقرر ہوتی ہے وہ مقررہ تاریخ گزر جائے تو پیسے دیے جاتے اور گروی چیز واپس لی جاتی ہے، اسی طرح بچہ بھی گروی ہے عقیقہ سے۔ ساتویں دن گروی ہونا ختم کیا جاتا ہے اگر کسی وجہ سے ساتویں دن اس کا گروی ہونا ختم نہیں کیا جاسکا تو بعد میں اس کا گروی ہونا ختم کروالے۔ بعد والے عقیقہ کا حکم ساتویں دن عقیقہ والا ہی ہے، صرف اداء اور قضاء کا فرق ہے۔ صدقہ وغیر صدقہ والا فرق نہیں۔ ۲۵ / ۳ / ۱۴۲۴ھ

س:......کیا عقیقہ چودھویں دن یا اکیس ویں دن کر سکتے ہیں؟ (محمد حسین بن عبدالصمد)

ج:......ساتویں دن عقیقہ والی حدیث صحیح ہے، چودھویں اور اکیسویں دن عقیقہ والی روایت کمزور ہے۔((اَلْغُلَامُ

---

[1] ترمذی/کتاب الاضاحی/...... باب الاذان فی اذن المولود۔ ابو داؤد/کتاب الضحایا / باب فی العقیقة۔ نسائی/کتاب العقیقة/باب متی یعق ۔ ابن ماجه/کتاب الاضاحی/باب الاضاحی واجبة هی۔

[2] ابو داؤد/کتاب الضحایا /باب فی العقیقة۔

مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ)) [يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمَّى وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ] [1] [''بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے اس کی طرف سے ساتویں دن ذبح کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے۔''] والی حدیث کوملحوظ رکھا جائے تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ ساتویں دن کے بعد عقیقہ کے لیے شریعت میں کوئی دن مقرر نہیں جس دن چاہے عقیقہ کرلے۔

س: ......مولانا عقیقہ ساتویں دن دینا سُنت ہے اور جس مسلمان کو طاقت نہیں، کیا جب اس کو طاقت ہو اُس وقت دے سکتا ہے اور وہ عقیقہ ہو جائے گا۔

نمبر۲۔ اور کیا بندہ عقیقہ گائے دے سکتا ہے اور عقیقہ گائے کا ہو جائے گا کہ نہیں اور ......نمبر۳۔ عقیقہ فرض ہے کہ سنت ہے مولانا تفصیل سے جواب دیں۔ (قاری محمد یعقوب گجر)

ج: ......(الف) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمَّى وَيُحْلَقُ)) [2] [''بچہ اپنے عقیقہ کی وجہ سے گروی رہتا ہے اس کی طرف سے ساتویں دن ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کے سر کے بال مونڈے جائیں۔''] اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے ساتویں دن کے بعد بھی عقیقہ ہی ہوگا کیونکہ آپ ﷺ نے ''مرتہن'' گروی رکھا ہوا کے لفظ استعمال فرمائے تو جو حال وقت مقرر پر قرض نہ ادا کرنے کی صورت میں بعد میں قرض ادا کر کے گروی رکھی ہوئی چیز واپس لینے کا ہے وہی حال ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنے کا ہے۔ تو عقیقہ ساتویں دن کرنا فرض ہے، ساتویں دن طاقت نہ ہونے کی صورت میں بعد ازاں بوقتِ طاقت عقیقہ کرلے تو عقیقہ ہی ہوگا۔

ب۔ گائے اور اونٹ کا عقیقہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں جو روایت اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہے وہ کمزور ہے۔ رہا عقیقہ کو قربانی پر قیاس کرنا تو یہ قیاس نص کے مقابلہ میں ہے اور معلوم ہے کہ نص کے ہوتے ہوئے نص کے مقابلہ میں قیاس درست نہیں ہوتا نص مندرجہ ذیل ہے: ((عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ)) [3] (رواہ النسائی) [''لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریاں اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک۔'']

ج۔ عقیقہ فرض ہے ایک دلیل تو پہلے گزر چکی ہے: ((اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ)) دوسری دلیل صحیح بخاری

---

[1] جامع ترمذی/ابواب الاضاحی/باب من العقیقة ح: ۱۵۲۲۔

[2] ابو داؤد/کتاب الضحایا/باب فی العقیقة۔ نسائی/کتاب العقیقة/باب متی یعق۔ ابن ماجہ/کتاب الذبائح/باب العقیقة۔ ترمذی/ابوب الاضاحی۔ باب ۲۰۔

[3] ابو داؤد/کتاب الضحایا/باب العقیقة۔ نسائی/کتاب العقیقة۔ کم یعق عن الجاریة۔ ابن ماجہ/کتاب الذبائح/باب العقیقة۔ ترمذی/ابواب الاضاحی/باب فی العقیقة۔

میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ ، فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا ، وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذٰى)) [1]
[''ہر بچے کے ساتھ عقیقہ ہے تم اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرو۔''] اور تیسری دلیل نمبر۲ میں بیان شدہ رسول اللہ ﷺ کا قول:((عن الغلام شاتان)) ان دلائل کو وجوب سے ندب کی طرف پھیرنے والا کوئی قرینہ صارفہ موجود نہیں۔عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ کی حدیث میں لفظ" فأحب أن ینسك عنه" قرینہ صارفہ نہیں کیونکہ فرض بھی محبوب بلکہ احب ہوتا ہے۔واللہ اعلم ۱۴۲۳/۸/۹ھ

س:......کیا عقیقہ واجب ہے اگر استطاعت نہ ہو تو کیا بعد میں کیا جا سکتا ہے؟ (محمد امجد آزاد کشمیر)

ج:......ہاں عقیقہ واجب وفرض ہے کسی وجہ سے ساتویں دن نہ کر سکے تو بعد میں بھی کر سکتا ہے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ)) [2] [''لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے۔'']

۱۴۲۱/۵/۱۲ھ

س:......کیا کوئی کسی دوسرے کا عقیقہ کر سکتا ہے جیسے چچا بھتیجے کا نانا نواسے کا یا صرف والدین پر ہی ضروری ہے، نیز کوئی اپنا عقیقہ خود کر سکتا ہے اگر نہ بھی کرے تو اس میں گناہ گار تو نہیں ہو گا۔ (عبدالستار، نارووال)

ج:......بچے کا عقیقہ والدین پر فرض ہے کوئی دوسرا بھی بچے کے والد کی طرف سے کر سکتا ہے،رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسے کا عقیقہ خود کر دیا تھا۔ [3] ۱۴۲۴/۲/۲۱ھ

س:......مولانا آپ کے شاگرد رشید جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب نے لکھا ہے کہ بچہ کے کان میں اذان اور تکبیر کہنے والی حدیث ضعیف ہے کیا واقعی ایسا ہے اور اگر ایسا ہے تو بچہ کے کان میں اذان اور تکبیر نہ کہی جائے تو کیا کوئی حرج ہے کہ نہیں؟ (قاری محمد یعقوب)

ج:......مشکاۃ میں ہے:((قال : رأيت رسول الله ﷺ أذن في أذن الحسن بن علي حين ولدته فاطمة بالصلاة(رواه الترمذي، و أبو داؤد، وقال الترمذي،هذا حديث حسن صحيح/ باب العقيقة، الفصل الثاني))) [4]
[''ابورافع سے ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کے کان میں نماز والی اذان کہی جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں جنا۔'']

---

[1] بخاری/کتاب العقیقة/باب اماطة الأذى عن الصبي۔ ترمذی/ابواب الاضاحی/باب في العقيقة۔
[2] ترمذی/ابواب الأضاحی/باب ما جاء في العقيقة۔ [3] النسائی/کتاب العقيقة۔باب کم یعق عن الجارية
[4] ابو داؤد/کتاب الأدب/باب في المولود يؤذن في اذنه۔ ترمذی/ابواب الاضاحی/باب الأذان في اذن المولود

اس کی سند میں عاصم بن عبید اللہ بن عاصم بن عمر بن خطاب نامی ایک راوی ہیں جنہیں ضعیف گردانا جاتا ہے مگر صحیح و درست بات یہ ہے کہ ان کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ان کے متعلق اہل علم اور اہل فن کے اقوال سے واضح ہوتا ہے۔

س:...... کیا نومولود کے کان میں اذان کہنے والی روایات صحیح ہیں؟ مولانا مبشر ربانی نے غزوہ میں فرمایا تین روایات جو پیش کی جاتی ہیں تقریباً تمام محدثین کے ہاں ضعیف اور ناقابل حجت ہیں۔ امام بخاری نے منکر الحدیث قرار دیا ہے، ایک ابو رافع سے مروی، دوسری حسین بن علی سے اور تیسری ابن عباس سے مروی ہے۔ ان تینوں میں سے ایک روایت بھی قابل حجت نہیں۔ اس روایت کو حسن قرار دینے والوں نے زیادہ اعتماد شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ پر کیا ہے کہ انہوں نے اُسے ارواء الغلیل اور سلسلہ ضعیفہ کے اندر حسن قرار دیا ہے حالانکہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ اس موقف سے رجوع کر چکے ہیں؟ (عبدالرؤف)

ج:...... امام ترمذی نے اس حدیث کو ''حسن صحیح'' قرار دیا ہے۔ [1] اس حدیث کو حسن قرار دینے والے شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں کرتے اُصول پر اعتماد کرتے ہیں۔

[1] ترمذی/ابواب الاضاحی/باب فی الاذان فی اذن المولود۔

کتاب الاطعمة والاشربة..........کھانے اور پینے کے مسائل

س:...... ہمارے گھر کوئی ختم لے آئے تو دل آزاری کے پیش نظر رکھ لیتے ہیں اور بعد میں چڑیوں کو ڈال دیتے ہیں یا کسی فقیر کو دے دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے یا پھر لینے سے انکار کر دیں؟ (ماسٹر عبدالرؤف)

ج:......اس طرح آپ لینے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔ ١٤٢٣/١٢/٩ھ

س:......قرآن مجید کی سورۂ بقرہ آیت نمبر ١٧٣ جس میں چار چیزوں کی حرمت کا ذکر ہے جن میں ایک غیر اللہ کے نام کی چیز بھی ہے۔ کیا مجبوری کی حالت میں غیر اللہ والی چیز کھا لینا درست ہے جبکہ شرک کے بارے میں بہت سخت تنبیہ ہے۔ اور کیا غیر اللہ کی چیز کھانا شرک میں داخل ہے؟ کیونکہ شرک کے بارے یہاں تک ہے کہ رائی کے دانے برابر بھی شرک معاف نہیں ہوگا؟ وضاحت فرما دیں۔ (ظفر اقبال، نارووال)

ج:...... چار چیزوں کی حرمت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ ﴾ [البقرہ: ١٧٣] [''پس جو شخص ایسی چیز کھانے پر مجبور ہو جائے درآنحالیکہ وہ نہ تو قانون شکنی کرنے والا ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ کھانے والا تو اس پر کچھ گناہ نہیں (کیونکہ) اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔''] چاروں چیزوں کو متناول وشامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں پہلی تین چیزوں کی تخصیص نہیں فرمائی۔ باقی شرک اور چیز ہے اور مومن وموحد کا حالت اضطرار میں ﴿ مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ کو استعمال کرنا اور چیز۔ ١٤٢٣/٦/٢٣ھ

س:......پیپسی بوتل پینا کیسا ہے؟ (ابو عکاشہ عبداللطیف، اوکاڑہ)

ج:......پیپسی بوتل میں پیپسین دوائی ڈالی جاتی ہے جو مشکوک ہے۔ تفصیلی تحقیق کی خاطر ہفت روزہ الاعتصام جلد ٣٢ شمارہ ٤٢ یا جلد ٤٢ شمارہ ٣٢ دیکھ لیں ہفت روزہ الاعتصام کا مضمون۔

ترجمہ:......(جناب محمد منیر قمر سیالکوٹی، ترجمان ام القیوین کورٹ)

''وزارتِ عدل واُمور اسلامیہ واوقاف یو۔اے۔ای (متحدہ عرب امارات) زونل آفس شارجہ'' کی طرف سے ایک دو ورقی ہینڈ بل شائع کیا گیا ہے جس میں اُن اشیائے صرف کی تفصیل دی گئی ہے جو یورپ سے بن کر آتی ہیں اور جن میں خنزیر کی چربی شامل ہے۔ خنزیر کی حرمت چونکہ قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے، اس

لیے مذکورہ ہینڈ بل کی اشاعت کا مقصد مسلمانوں کو متنبہ کرنا ہے کہ وہ یورپ کی مصنوعات واشیائے صرف کو خریدتے وقت پوری احتیاط سے کام لیں اور ایسی اشیاء کے استعمال سے اجتناب کریں جن میں خنزیر کی چربی شامل ہے۔ان کی آسانی کے لیے ایسی اشیاء کی ایک فہرست مذکورہ بالا ہینڈ بل میں دی گئی ہے ممکن ہے یہ اشیاء یا ان میں سے کچھ پاکستان میں بھی فروخت ہوتی ہوں، اس لیے ذیل میں اس ہینڈ بل کا اُردو ترجمہ دیا جا رہا ہے تاکہ پاکستانی مسلمان بھی یورپ کی بنی ہوئی ایسی اشیاء سے اجتناب کریں۔'' (از مترجم)

جامع مصیطبہ لبنان کا انتباہ:

نیویارک (امریکہ) سے شائع ہونے والے روزنامہ اسلامک ورلڈ نیوز (اخبار العالم الاسلامی) میں ایک خط شائع ہوا ہے جو مسلمانوں کے ایک امام کے نام ہے۔اس میں کہا گیا ہے کہ امریکی کمپنی کالگیٹ (Kolgate) پام لیف (Palm Leaf) کی اکثر مصنوعات میں ایسا روغنی مادہ استعمال ہوتا ہے جو خنزیر کی چربی سے حاصل کیا جاتا ہے۔اس خط کے ساتھ ایک فہرست بھی دی گئی ہے جو مذکورہ کمپنی کی ایسی مصنوعات پر مشتمل ہے جن میں ایسا روغن استعمال ہوتا ہے، وہ اشیاء یہ ہیں:

(۱) صابن کیمی (Camy)، (۲) ایوری (Every)، (۳) لتا (Lata)، (۴) زسٹ (Zist)، (۵) سیف گارڈ (SaifeGard)، (۶) سی سوپ (C.Sope)، شیمپو لیلیٹ (Liliet)، (۸) بالوں والی کریم بریل (Bryl)، (۹) پسینے کی بو زائل کرنے والا مادہ وغیرہ۔ایسے ہی بعض بسکٹ اور دیگر غذائی اشیاء بھی ہیں جن کی پیکنگ پر اجزائے ترکیبی کے ضمن میں لکھا ہوتا ہے کہ اس میں گیلاٹین (Gela-Tine) شامل ہے اور یہ مادہ گیلاٹین خنزیر کی چربی سے حاصل کیا جاتا ہے۔

اخبار کہتا ہے کہ عربی اور اسلامی ممالک میں مال امپورٹ کر کے سپلائی کرنے والے تمام اداروں کو چاہیے کہ جن ممالک سے یہ ادارے مال امپورٹ کرتے ہیں وہاں کی حکومتوں سے سرکاری طور پر تحریری یقین دہانی حاصل کریں اور یہ شرط رکھیں کہ انہیں دیا جانے والا مال خنزیر سے حاصل کردہ روغنیات پر مشتمل نہ ہو۔کیونکہ خنزیر کا کھانا اور اس کی خرید و فروخت مسلمانوں پر شرعاً حرام ہے۔

ریسرچ:

اسلامک گیڈریشن مومنٹ (حرکۃ المجتمع الاسلامی) کی طرف سے ایک ماہر تجربہ کار پروفیسر احمد صقر (بیروت) نے گہری تحقیق و تدقیق اور طویل ریسرچ کے بعد رپورٹ دی ہے کہ مندرجہ ذیل اشیاء میں خنزیر سے

حاصل کیے گئے روغنیات شامل کیے جاتے ہیں:

(۱) پرنس چاکلیٹ (Prince)، (۲) کولگیٹ کمپنی کی بنی ہوئی ٹوتھ پیسٹ (Kolgate)، (۳) صابن کیمی (Camy) اور لکس (Lux)، (۴) امریکی پنیر کرافٹ (Kara Ft Cheese) اور کرافٹ کی دیگر مصنوعات، (۵) ڈراماک پنیر (Dramak Cheese)، (۶) لارڈ (Lard) اس کا معنی ہی خنزیر کا روغن ہے جو اس طرح بک رہا ہے جیسے گھی بکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ روٹی، بسکٹ، سویٹس میں استعمال کیا جاتا ہے اور گوشت وغیرہ کے بند ڈبوں میں شامل کیا جاتا ہے، (۷) شورٹننگ (Shortening) اس کا مطلب حیواناتی، نباتاتی یا دونوں کا ملا جلا روغن ہے۔ اور یورپ کے اکثر ماکولات میں خنزیر کا روغن ملایا جاتا ہے کیونکہ وہاں روغنیات میں نہایت سستا یہی ہے۔ لہٰذا ان ماکولات سے قطعاً بچنا چاہیے کیونکہ ان کے حرام ہونے کا شبہ غالب ہے، (۸) ویجیٹیبل شورٹننگ (Vegetable Shortening) یہ لفظ ۸۰۔۹۰ فی صد نباتاتی روغنیات سے عبارت ہے اور باقی حصہ حیواناتی روغنیات ہوتے ہیں جن میں سے اہم ترین روغن خنزیر ہے۔ لہٰذا اگر ۱۰۰ فیصد نباتاتی روغنیات نہ ہوں تو اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے، (۹) پیور ویجیٹیبل شورٹننگ (Pure Vegetable Shortening) یہ خالص نباتاتی روغنیات پر مبنی ہوتا ہے اور تیل بنولہ، روغن مکئی (Maize Oil) اور روغن ناریل (Coconut Oil) وغیرہ کا استعمال صحیح ہے۔ ایسے روغنیات کا کھانوں، غذاؤں اور سویٹس وغیرہ میں استعمال کرنا حلال ہے، (۱۰) پورک (Pork) خنزیر کے گوشت کو کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی یہ کئی ناموں سے ملتا ہے جن میں سے اہم ترین ہامپشائر (Hampshire) یا مختصر صرف ہام (Ham) اور بیکن (Bicen) ہیں، (۱۱) سوائن (Swayne) خنزیر کا اپنا نام ہے ان تمام ناموں سے بکنے والی اشیاء سے اجتناب واحتراز ضروری ہے۔ ایسے ہی مندرجہ ذیل اشیاء کی: پیکنگ سے بھی دیکھ لینا چاہیے کہ حرام مواد پر مشتمل تو نہیں:

(۱) انگلش روٹی:...... لفافے پر لکھی ترکیب اجزاء دیکھیں کہ اس میں کونسا روغن استعمال کیا گیا ہے۔ اگر نباتاتی روغن یا گھی وغیرہ ہو تو حلال ہے۔ امریکی نان زیادہ تر خنزیر کے روغن سے تیار ہوتے ہیں۔ اور ان کے پیکٹوں پر مختلف الفاظ لکھے ہوتے ہیں مثلاً لارڈ (Lard)، شورٹننگ (Shortening) اور اینمل شورٹننگ (Animal Shortening) وغیرہ۔ ان سے بچنا ضروری ہے

(۲) لوبیے کے ڈبے:...... اگر ڈبے پر (Bean Spork) لکھا ہو تو سمجھ لیں کہ اس لوبیے میں خنزیر کا گوشت بھی شامل ہے لہٰذا وہ لوبیا بھی حرام ہو گیا۔

(۳):......تمام بسکٹ کیک:......کیک، پیسٹریاں اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ تیل یا چربی کے روغن سے تیار ہوتی ہیں۔لہٰذا ان میں خنزیر کے روغن کا غالب امکان ہے جو لارڈ (Lard Animal shortening اور Shortening) وغیرہ الفاظ سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

(۴) گلو (Gello) یہ ایک غذائی مادہ ہے جو حیوانوں کی کھالوں، ہڈیوں اور کھروں سے حاصل کیا جاتا ہے اور امریکہ میں خنزیر کی کثرت ہے، لہٰذا بازار میں بکنے والے اس مادے سے احتراز ضروری ہے۔الا یہ کہ وہ گائے، بکری، بھیڑ سے حاصل کیا گیا ہو۔

(۵) امریکی پنیر:......کرافٹ رامارک (Karaft Ramak)، پنیر کرافٹ (Karaft Cheese) نامی پنیر خنزیر کے دودھ پیتے بچے کے معدے سے لیے گئے ایک مادے پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ اکثر پنیر اس مادے سے پاک ہوتے ہیں۔خصوصاً پیورٹی چیز (Purty Cheese) اور بورڈن فوڈ (Borden Food) دونوں کمپنیوں کے تیارہ کردہ پنیر میں خنزیر کے معدے سے لیا مادہ شامل ہوتا ہے۔ان سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔

(۶) ٹوتھ پیسٹ:......اس کی بعض اقسام میں خنزیر کی چربی شامل ہے۔جن میں سے سر فہرست کالگیٹ کمپنی (Kolgate Co) کی پیسٹ ہے۔اسے قطعاً استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

(۷) صابن کیمی (Camy) اور لکس (Lux)

تنبیہ:

تمام سُپر مارکیٹ، منی سپر مارکیٹ سٹوروں، بقالوں اور دوکانوں والے مذکورہ اشیاء بیچ رہے ہیں جبکہ انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ محرمات میں سے ہیں۔تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اس طویل عرق ریزی پر مشتمل تحقیق پر اعتماد و اعتبار کرکے ان اشیاء کا استعمال ترک کردیں۔وفقنا الله و اياكم لما فيه الخير و الهداية و الصلاح. (از پروفیسر احمد صقر، بیروت، لبنان)

ایسا ہی ایک نوٹس اُردن سے موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ انہوں نے پیپسی کولا (Pepsy Cola) کے اجزاء کا تجزیہ کیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں کولا (Cola) اور پیپسین (Pepsine) پائے جاتے ہیں اور پیپسین ہاضمے دار مادہ ہوتا ہے۔جو جانوروں، بھیڑ، بکری، گائے، خنزیر کے اجسام سے حاصل کیا جاتا ہے۔گویا خنزیر کے مادے

کے امتزاج نے دیگر تمام کو بھی حرام بنا دیا۔

س:......آج کل شکار کا ایک طریقہ یہ استعمال کیا جاتا ہے کہ دانوں میں کوئی ایسی چیز ملا دی جاتی ہے جس سے جانور فوراً مرتا نہیں بلکہ بے ہوش ہو جاتا ہے جسے شکاری پکڑ کر ذبح کر لیتے ہیں تو ایسے جانور کا گوشت کھانا حلال ہے یا حرام؟ جبکہ شکاری ذبح کرنے کے بعد جانور کے پوٹ کو نکال کر فوراً پھینک دیتے ہیں تاکہ زہر سارے بدن میں نہ پھیل جائے۔ (عبدالستار، نارووال)

ج:......یہ کام خطرے والا ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔ ١٤٢٤/٢/٢١ھ

س:......گھوڑے کا گوشت حرام ہے یا حلال؟ اگر حلال ہے تو پھر اتنے سارے گھوڑے یوں ہی مر جاتے ہیں اور حلال جانور کا گوشت حرام جاتا ہے۔ اس پر کیوں آج تک علماء نے آواز بلند نہیں کی؟ کیا وجہ ہے؟ حالانکہ ایک جانور صحیح نص سے حلال ہے اور پھر اس کو جان بوجھ کر حرام کیا جاتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا نبی اکرم ﷺ نے اس کے گوشت کو کھانا منع کیا ہے؟ اور اگر منع کیا ہے تو کب کیا تھا اور پھر اس کا حکم دیا تو کب دیا؟ اس کی تفصیل لکھ دیں۔ (محمد بشیر الطیب)

ج:......گھوڑا حلال ہے۔ صحیح بخاری میں ہے: ((عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: نَحَرْنَا فَرَسًا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَكَلْنَاهُ)) [''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں گھوڑا ذبح کیا اور اسے کھایا۔''] نیز صحیح بخاری ہی میں ہے: ((عن جابر بن عبدالله قال: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ، وَرَخَّصَ فِي لُحُوْمِ الْخَيْلِ)) [1] [''خیبر کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ نے گدھوں کے گوشت سے منع کیا اور گھوڑے کے گوشت میں رُخصت دی۔'']

امام شوکانی لکھتے ہیں:

((قال الطحاوی: ذهب أبو حنيفة إلى كراهة أكل الخيل، وخالفه صاحباه، وغيرهما، واحتجوا بالأخبار المتواترة فی حلها ولو كان ذلك مأخوذا من طريق النظر لما كان بين الخيل والحمر الأهلية فرق، ولكن الآثار إذا صحت عن رسول الله ﷺ أولى أن نقول بها مما يوجبه النظر، ولا سيما وقد أخبر جابر أنه ﷺ أباح لهم لحوم الخيل فی الوقت الذی منعهم فيه من لحوم الحمر فدل

[1] بخاری/ كتاب الذبائح والصيد/باب لحوم الخيل۔

ذلك على اختلاف حكمهما))(نيل الأوطار:٨/١١١)

حرمت خیل والی روایات کی تضعیف نیل الأوطار میں خود ملاحظہ فرمالیں۔

س:......برائلر مرغیوں کوخون سے بنی ہوئی خوراک کھلائی جاتی ہے کیا حرمت خون کی وجہ سے ان کا گوشت نہ کھایا جائے؟ جبکہ ذبح کرتے وقت بھی ایک دفعہ تکبیر پڑھ کر ساری مرغیوں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ اگر شہ رگ بھی صحیح نہیں کاٹی جاتی ایسا گوشت کھانا کیسا ہے؟ (ماسٹر عبدالرؤف)

ج:......فارمی یا غیر فارمی مرغی جلالہ بن جائے تو حرام ہے۔خون حرام ہے انسانوں اور جنوں پر نہ کہ مرغیوں اور حیوانوں پر۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ ﴾ علیکم پرغور فرمائیں کم میں کون کون سی چیزیں آتی ہیں۔ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام (بسم اللہ واللہ اکبر) نہیں لیا گیا تو بھی جانور حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ ﴾ اگر گردن کی دونوں جانب اوداج رگیں نہیں کاٹی جاتیں تو بھی حرام ہے۔واللہ اعلم ٩/١٢/١٤٢٣ھ

س:......آپ نے فرمایا: فارمی مرغی جلالہ بن جائے تو حرام ہے۔ ہمارا ایک سیل مرغ چو ہے بہت شوق سے کھاتا تھا زیادہ سے زیادہ انہی کی تلاش میں پلا۔ دانہ بھی کھاتا تھا ہم نے اس کو بیچ دیا تھا کیا یہ جلالہ کی صورت ہے؟ (عبدالرؤف)

ج:......اگر وہ دانہ برائے نام کھاتا تھا زیادہ تر جلہ اور چوہے کھاتا تھا تو بلاشبہ وہ جلالہ تھا۔

[''رسول اللہ ﷺ نے جلالہ کے گوشت اور دودھ سے منع فرمایا (جلالہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کی خوراک میں گندگی اور نجاست کثرت سے ہو)''][1]

س:......ایک مرغی کو ایک بلّے نے گردن سے پکڑا اور گردن اُتر گئی، اب مرغی حلال ہے یا حرام؟ اگر حلال ہے تو ذبح کس عضو سے کریں گے؟ گردن تو پہلے اُتر چکی ہے؟ (قاری محمد عبداللہ ظہیر، لاہور)

ج:......اگر مرغی مر چکی ہے تو وہ حرام ہے اور اگر زندہ ہے تو جہاں سے ایسی صورت میں ممکن ہو ذبح کر لے تو حلال ہے۔ ١٧/١٠/١٤٢١ھ

س:......حلال جانور جن کی قربانی دی جاتی ہے حلال جانور کوئی بھی ہو ماکول اللحم جانور جتنے بھی ہیں کیا ان

---

[1] ابو داؤد/کتاب الاطعمة/باب النهى عن أكل الجلالة۔ ابن ماجه/كتاب الذبائح/باب النهى عن لحوم الجلالة۔ ترمذی/کتاب الاطعمة/باب ما جاء في أكل لحوم الجلالة والبانها۔

کے کپورے خصیتین کھائے جاسکتے ہیں جبکہ فقہ حنفی کے مطابق مکروہ تحریمی کہتے ہیں؟ حقیقت بیان کریں۔

(محمد عثمان، چک چٹھہ)

ج:......حلال جانوروں کے حلال ہونے کے دلائل ان کے تمام اعضاء کے حلال ہونے کے دلائل ہیں مگر ان کی وہ چیزیں جن کے حرام ہونے کی کوئی دلیل آیت یا حدیث میں آجائے لہٰذا جو مکروہ تحریمی کہتے ہیں ان سے دلیل آیت یا سنت وحدیث طلب فرمائیں، پھر مجھے بھی آگاہ کریں اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

١٠/١/١٤٢٤ھ

س:......کیا سگریٹ نوشی حرام ہے؟ آپ کے جامعہ کے ایک اُستاد ہمارے علاقے میں آئے اور اُن سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ حرام نہیں ہے کیونکہ اس کے حرام ہونے کی کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے۔ جب اُن سے کہا گیا کہ ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز حرام ہے تو انہوں نے کہا کہ اس میں نشہ نہیں ہے کیونکہ نشہ کی تعریف یہ ہے کہ عقل ماؤف ہو جائے تو اس سے عقل قائم رہتی ہے۔ کیا یہ تعریف درست ہے؟ اگر درست ہے تو پھر بہت سی نشے والی چیزیں ایسی ہیں جو کم مقدار میں استعمال کریں تو نشہ پیدا نہیں ہوتا۔ مثلاً شراب، چرس وغیرہ۔ پھر اُن سے ہم نے کہا کہ ایک حدیث ہے کہ ''جسم کو نقصان پہنچانے والی چیز حرام ہے۔'' اور یہ تو سرطان، ٹی بی اور کئی دوسری بیماریاں پیدا کرتا ہے جو جان لیوا ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ اس طرح تو چائے اور چینی بھی نقصان دہ ہیں۔ آپ بتائیں کہ صحیح کیا ہے؟ (محمد افراہیم، آزاد کشمیر)

ج:......حقہ، سگریٹ، تمباکو، نسوار اور دیگر نشہ آور چیزیں سب حرام ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ)) باقی جس نے یہ چیزیں کبھی استعمال نہ کی ہوں اس کی عقل تو ضرور ان چیزوں سے ماؤف ہو جاتی ہے اور جو نشہ کے عادی ہوں ان کی عقل تو خمر وشراب سے بھی ماؤف نہیں ہوتی۔ تو پھر کیا خمر وشراب حلال قرار پائے گی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ واللہ اعلم

١٣/١٠/١٤٢١ھ

س:......سگریٹ نوشی اور نسوار سے کیا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ (محمد خالد، نگری بالا، ایبٹ آباد)

ج:......سگریٹ نوشی، تمباکو نوشی، حقہ نوشی اور نسوار مسکر ہونے کی بناء پر حرام ہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ)) [1] [''جو چیز نشہ کرے وہ حرام ہے۔''] باقی ان سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں اس کا مجھے علم نہیں۔

٣/١/١٤٢١ھ

[1] صحيح مسلم/كتاب الاشربة/باب بيان ان كل مسكر خمر وان كل خمر حرام۔

س:......بعض لوگوں سے سُنا ہے کہ سگریٹس کا کاروبار نشے کے زمرے میں آتا ہے اس لیے اس کی خرید وفروخت حرام ہے۔ آپ سگریٹ کے کاروبار کے متعلق بھی بتائیں۔ (محمد ارشد)

ج:......حقہ، سگریٹ، تمباکو اور نسوار نشہ آور اشیاء میں شامل ہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ)) ❶ [''جو نشہ کرے وہ حرام ہے۔''] ہر نشہ آور حرام ہے نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: ((کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ)) ❷ [''ہر نشہ لانے والا خمر ہے۔''] ہر نشہ آور خمر و شراب ہے۔ صحیح بخاری میں ہے: ((ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَۃَ فِی الْخَمْرِ)) پھر رسول اللہ ﷺ نے خمر و شراب میں تجارت خرید وفروخت کو حرام قرار دیا۔ ❸

س:......سگریٹ اور تمباکو کے استعمال اور خرید وفروخت کے بارے تفصیل سے وضاحت کریں۔ (محمد ارشد)

ج:......صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ)) ❹ [''ہر نشہ لانے والا حرام ہے۔''] اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ)) ❺ [''ہر نشہ لانے والا خمر ہے۔''] اور صحیح بخاری صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے خمر میں خرید وفروخت تجارت کو حرام قرار دیا ہے۔ ❻ واللہ اعلم

س:......اگر گھر والے سود کی کمائی کھاتے ہوں تو گھر کا کھانا ایک دو دن صحیح ہے۔ (شاہد سلیم لاہور)

ج:......قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾ [البقرۃ: ۲۷۵] [''اور اس نے سود کو حرام قرار دیا۔''] نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ((دِرْهَمُ رِبًا یَأْکُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ یَعْلَمُ أَشَدَّ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ سِتَّةٍ وَّ ثَلَاثِیْنَ زِنْیَةً)) ❼ [''سود کا ایک درہم جس کو کوئی آدمی کھاتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے چھتیس (۳۶) مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔''] اب آپ خود غور فرمالیں ایک دو دن کیا؟ ایک دفعہ کیا؟ ایک لقمہ بلکہ آدھا لقمہ کھانا بھی کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ واللہ اعلم

۲۴/۶/۱۴۲۳ھ

❶ صحیح مسلم/کتاب الاشربۃ/باب بیان ان کل مسکر خمر و ان کل خمر حرام۔
❷ صحیح مسلم/کتاب الاشربۃ/باب بیان ان کل مسکر خمر و ان کل خمر حرام۔
❸ صحیح بخاری/کتاب البیوع/باب تحریم التجارۃ فی الخمر۔
❹ بخاری/کتاب المغازی/باب بعث ابی موسی و معاذ الی الیمن قبل حجۃ الوداع۔ مسلم/کتاب الاشربۃ/باب بیان ان کل مسکر خمر و ان کل خمر حرام۔
❺ بخاری/کتاب البیوع/باب تحریم التجارۃ فی الخمر۔
❻ مسلم/کتاب الاشربۃ/باب بیان ان کل مسکر خمر و ان کل خمر حرام۔ ❼ مشکوۃ/کتاب البیوع/باب الربا/الفصل الثالث۔

كتاب الجهاد و الامارة...... جہاد اور امارت کے مسائل

س:...... 21 دن کی جہادی تربیت (دورۂ عامہ) نہ کرنے والا پکا منافق و کافر ہے، ایسا نظریہ قرآن وسنت کی روشنی میں کیسا ہے؟ اور اس نظریہ کا حامل کس سلوک کا مستحق ہے؟ (محمد صدیق، ایبٹ آباد)

ج:...... اس کا تو مجھے علم نہیں، البتہ صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ)) [1]

[''جو آدمی فوت ہوا نہ اس نے جہاد کیا اور نہ جہاد کا ارادہ کیا وہ نفاق کے شعبہ پر مرا۔'']

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: [''اور تم ان (کفار) کے لیے ہر ممکن قوت تیار رکھو۔''] [الانفال: ٦٠]

نیز ارشاد ہے: ''اور ہم نے اس (داؤد علیہ السلام) کو تمہارے لیے خاص قسم کے لباس (یعنی زرہیں) کی صنعت سکھائی، تا کہ جنگ میں تمہاری حفاظت کرے، پس کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو۔'' [الانبیاء: ٨٠]

''اور ہم نے اس (داؤد علیہ السلام) کے لیے لوہے کو نرم کر دیا اور حکم دیا کہ پوری پوری زرہیں تیار کرو اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھو اور عمل صالح کرتے رہو۔ یقیناً میں تمہارے سب اعمال دیکھ رہا ہوں۔'' [السبا: ١٠، ١١]

''ہم تو اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیج چکے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ کتب اور میزان عدل بھی اتارے تا کہ لوگ انصاف قائم رکھیں اور ہم نے لوہا اتارا، جس میں لڑائی کا مضبوط سامان اور لوگوں کے لیے دیگر منافع ہیں، تا کہ اللہ ظاہر کر دے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے کون مدد کرتا ہے، یقیناً اللہ بڑا قوت والا اور غالب ہے۔'' [الحدید: ٢٥]

رسول اللہ ﷺ یہود بنی نضیر سے حاصل ہونے والے مال فئی جو آپ کا مخصوص حق تھا، سے ایک سال کا خرچ برائے اہل و عیال بچا کر بقایا، تمام مال جہادی ساز و سامان گھوڑوں اور اسلحہ کے لیے وقف کر دیتے تھے۔ [2]

آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''اے بنی اسماعیل! تیر اندازی کیا کرو، تمہارے باپ جناب اسماعیل علیہ السلام بھی تیر انداز تھے۔'' [3]

---

[1] مسلم / كتاب الجهاد / باب ذم من مات ولم يغز ولم يحدث نفسه بالغزو

[2] صحيح البخارى / كتاب الجهاد / باب المجن ومن يتترس بترس صاحبه، صحيح مسلم / كتاب الجهاد والتسير / باب حكم الفىء

[3] صحيح البخارى / كتاب الجهاد / باب التحريض على الرمى

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے، تو اس کے لیے تیاری کرتے۔'']التوبة : ٤٦[

٢٢ / ١ / ١٤٢٤ھ

س:...... کچھ دنوں سے کھیلوں کے بارے میں سنا تھا کہ تین کھیلوں کے علاوہ باقی تمام باطل ہیں۔ اس کے بارے میں وضاحت کریں کہ وہ کون سی کھلیں ہیں اور اگر دوسری کھیلیں جسمانی فٹنس کے لیے کھیلیں تو اس پر بھی گناہ ہوگا؟ (محمد بلال، سیالکوٹ)

ج:...... ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی وغیرہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے، جس کا ٹکڑا مندرجہ ذیل ہے: ((كُلُّ شَيْءٍ يَلْهُوْ بِهِ الرَّجُلُ بَاطِلٌ إِلَّا رَمْيَهُ بِقَوْسِهِ ، وَتَأْدِيْبَهُ فَرَسَهُ ، وَمُلَاعَبَتَهُ امْرَأَتَهُ فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ)) [1] [''جس چیز کے ساتھ آدمی کھیلے وہ باطل ہے، مگر اپنی کمان کے ساتھ تیر اندازی کرنا، اپنے گھوڑے کو ادب سکھانا اور اپنی بیوی سے کھیلنا یہ چیزیں حق ہیں۔''] [2] ١٢ / ٧ / ١٤٢٢ھ

س:...... جہادِ کشمیر اور افغانستان جہادِ فی سبیل اللہ ہے یا وطنیت کی لڑائی ہے؟ (ظفر اقبال، نارووال)

ج:...... اسلام کی خاطر ہے تو جہادِ فی سبیل اللہ ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ))

[سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ ایک آدمی غنیمت کے لیے قتال کرتا ہے۔ ایک آدمی اپنی شہرت کے لیے قتال کرتا ہے، ایک آدمی شجاعت وقوت دکھانے کے لیے قتال کرتا ہے ان میں مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اس لیے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا کلمہ سربلند ہو وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔''] [3]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''(بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا) ہم اللہ کی راہ میں قتال کیوں نہ کریں گے، جبکہ ہمیں اپنے شہروں اور بیٹوں سے دور کر دیا گیا ہے۔ (یعنی ہم شہروں اور بیٹوں کی بازیابی اور واپسی کے لیے اللہ کی راہ میں ضرور لڑیں گے۔) پس جب ان پر قتال فرض کر دیا گیا، تو چند لوگوں کے علاوہ سب پھر گئے۔ اور اللہ ظالموں کو جانتے ہیں۔'']البقرة : ٢٤٦[

---

[1] مشکاة/ کتاب الجهاد / باب اعداد آلة الجهاد الفصل الثاني ، حديث : ٣٨٧٢

[2] ترمذی / فضائل الجهاد / باب ماجاء في فضل الرمي في سبيل الله، ابوداؤد / کتاب الجهاد / باب في الرمي / المجلد الاول

[3] صحيح البخاري / کتاب الجهاد / باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا ، صحيح مسلم / کتاب الإمارة / باب من قاتل لتكون كلمة الله العليا فهو في سبيل الله

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''تم اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (یعنی مدد حمایت دفاع اور بچاؤ کی خاطر) کیوں نہیں لڑتے، جو پکارتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے، جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی دوست بنا اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی مدد گار بنا۔'' [النساء: ۷۵]

لہٰذا وطن اسلام کا دفاع بھی جہادِ فی سبیل اللہ ہی ہے۔] ۲۲ / ٦ / ۱٤۲۳ھ

س:...... کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرع متین کہ موجودہ دور میں کشمیر میں ہونے والی جدوجہد آزادی ''جہادِ فی سبیل اللہ'' ہے اور اگر ہے تو کیسے اور اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دورِ حاضر میں ہونے والی جدوجہد آزادی جہادِ فی سبیل اللہ نہیں ہے؟ (عبدالحمید خورشید بن عبدالمجید، فیصل آباد)

ج:...... ہاں! جہاد فی سبیل اللہ ہے، سب جانتے ہیں کہ غزوۂ فتح مکہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے حلیفوں کی نصرت ومدد کے لیے تشریف لائے تھے۔ واللہ اعلم۔

۱۷ / ۱۲ / ۱٤۲۳ھ

س:...... کیا جہادِ کشمیر حقیقی جہاد ہے، نیز کیا اس میں مرنے والے کو شہید کہہ سکتے ہیں؟ (ماسٹر سیف اللہ خالد، اوکاڑہ)

ج:...... ہاں! ۷ / ۲ / ۱٤۲۳ھ

س:...... ① کشمیر کے موجودہ جہاد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ فرض عین یا فرضِ کفایہ؟

② ان جہادی گروہوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا ان کے ساتھ شامل ہونا شرعاً فرض ہے؟

③ اگر کوئی ان کے ساتھ شامل ہونے کے بعد کسی بھی سبب سے الگ ہونا چاہے تو وہ گنہگار تو نہیں ہوگا؟

④ کیا جہاد اور قتال میں کوئی فرق ہے؟ ایک عالم کہتے ہیں کہ جہاد فرضِ عین ہے، جبکہ قتال فرضِ کفایہ ہے۔ کیا ان کا موقف درست ہے؟

⑤ ایک عالم کہتے ہیں کہ کسی نہ کسی تنظیم سے منسلک ہونا ضروری ہے۔ دوسرے عالم کا موقف یہ ہے کہ ان تمام فرقوں اور گروہوں سے الگ رہنا چاہیے۔ اور حوالہ یہ دیتے ہیں: ((فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا))''ان تمام گروہوں سے الگ رہو۔'' [1] اب آپ بتائیں کس کا موقف درست ہے؟

(ابوالحسین، جامعہ أبی ہریرہ، رینالہ خورد، ضلع اوکاڑہ)

ج:...... ① جہاد فرض عین ہے بحسب استطاعت اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا

---

[1] صحیح بخاری / کتاب الفتن / باب کیف الامر اذا لم تکن جماعة

وُسْعَهَا ﴾[البقرة ۲/۲۸۶]["اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔"] جہادِ کشمیر بھی جہاد میں شامل ہے، حافظ سعید صاحب امیر، حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی، پروفیسر ظفر اقبال صاحب، امیر حمزہ صاحب، حافظ عبدالغفار صاحب اعوان، حافظ عبدالرحمٰن صاحب مکی اور ان کے کئی ایک ساتھی۔ حفظہم اللہ تبارک وتعالیٰ۔ اپنے اپنے گھروں میں رہ کر مقبوضہ کشمیر میں جائے بغیر ہی جہاد والا فرض عین ادا کر سکتے ہیں تو کوئی دوسرا اس طرح جہادی فرض عین کیوں ادا نہیں کر سکتا؟

۲ بس یہ جہادی گروہ ہیں، جو بر وتقویٰ کے کام کریں ان میں ان کا تعاون فرض ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾[المآئدة : ۲/۵]["نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو۔"]

۳ ان جہادی گروہوں میں سے کسی ایک میں شامل ہونے کی فرضیت کتاب وسنت سے ثابت نہیں، اور نہ ہی کوئی جہادی گروہ اپنے اندر لوگوں کی شمولیت کو فرض گردانتا ہے، لہٰذا کسی سبب سے علیحدگی انسان کو گنہگار نہیں بناتی۔

۴ عالم موصوف کا موقف درست ہے۔

۵ دوسرے عالم کا موقف ((فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا)) [1] ["ان تمام گروہوں سے الگ رہو۔"] درست ہے، البتہ اتنی بات یاد رکھنی چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ((فاعتزل تلك الفرق كلها)) فرمایا ہے۔ ((فَاعْتَزِلْ مِلَّةَ الْإِسْلَامِ وَأَحْكَامَهَا))["دین اسلام اور اس کے احکام سے الگ رہو۔"] نہیں فرمایا۔ اس لیے کسی تنظیم میں رسمی شمولیت کے بغیر بر وتقویٰ کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹانا اور ان سے تعاون کرنا ضروری ہے۔ کما تقدم فی الرقم الثانی

۲۵ / ۲ / ۱۴۲۱ھ

س: ...... جہادِ کشمیر کے متعلق علماء کی مختلف آراء ہیں، حتی کہ ہمارے اہلحدیث علماء کے درمیان بھی اس مسئلہ پر اختلاف چلا آ رہا ہے کہ جہادِ کشمیر فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ کون سی جماعت قتال کرے گی اور کون سی دعوت و اصلاح کا فریضہ سرانجام دے گی؟ (محمد نوید شہزاد، جدہ)

ج: ...... جہاد ہمیشہ ہی فرض عین ہے اور قیامت تک فرض عین ہی رہے گا، البتہ اس کے کئی شعبے ہیں، جنہیں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی مایۂ ناز کتاب "زاد المعاد" میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے تو جہاد کے تیرہ (۱۳) شعبہ جات میں سے کسی پر کوئی شعبہ فرض ہے تو کسی پر کوئی شعبہ۔ پھر بقدر طاقت واستطاعت کی شرط ادھر بھی ملحوظ

---

[1] بخاری / الفتن / کیف الامر اذا لم تکن جماعة

ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾[البقرة: ٢٨٦][''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔'']

تو جہاد کشمیر میں ہو، خواہ فلسطین میں۔ بوسنیا میں ہو، خواہ فلپائن میں۔ اریٹیریا میں ہو، خواہ چیچنیا میں۔ پاکستان میں ہو، خواہ افغانستان میں۔ الغرض جہاد کہیں بھی ہو اہل اسلام پر فرض عین ہے۔

رہا ذمہ داری کا تعین تو وہ ہر مسلم نے از خود کرنا ہے، کیونکہ خلیفۃ المسلمین فی زمانہ موجود نہیں، لہٰذا ہر مسلم جہاد کے سلسلہ میں اپنی اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے، نیک نیتی سے اسے متعین بھی کرے اور اسے ادا بھی کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پورے اسلام پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ ١٣ / ٧ / ١٤٢٢ھ

[اس خط میں جہاد کی تیرہ قسموں کا ذکر ہے اور زاد المعاد کا حوالہ ہے، لہٰذا "زاد المعاد / الجزء الثالث / فصل فی هدیه ﷺ فی الجهاد والمغازی والسرایا والبعوث" سے تفصیل درج ذیل ہے:

آنحضرت ﷺ کا جہاد وغزوات میں اسوۂ حسنہ

جہاد چونکہ اسلام کا ایک اعلیٰ و عظیم الشان مسئلہ ہے اور مجاہدین جنت میں بلند تر مقامات پر فائز ہوں گے اور دنیا میں بھی ان کی سربلندی ہوتی ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ اس سلسلہ میں ایک اعلیٰ مقام پر فائز تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے جہاد کی ہر قسم میں بنفس نفیس حصہ لیا اور اللہ کی راہ میں دل و جان، دعوت و بیان، سیف و سنان، غرض ہر چیز کے ذریعہ سے جہاد فرمایا اور آپ کے تمام اوقات جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف تھے، اس لیے آپ کی شخصیت اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ قابل قدر تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث کرتے ہی جہاد کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴾ [الفرقان: ٥٢]

''آپ کافروں کی اطاعت نہ کیجئے اور ان سے خوب جہاد کیجئے۔''

یہ سورہ مکی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ جہاد بالبیان کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح منافقین کے ساتھ جہاد کا حکم دیا کہ انہیں دلیل دی جائے یعنی جہاد بالحجہ کیا جائے، جو کفار سے جہاد کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہے۔ یہ جہاد امت کے خواص اور وارثان رسول کا حصہ ہے۔ دنیا میں تھوڑے سے لوگ اس کو انجام دیتے ہیں اور اس راہ میں انہی کی مدد ہوتی ہے۔ ایسے لوگ تعداد میں تھوڑے ہوتے ہیں، لیکن اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے۔

چونکہ افضل ترین جہاد یہ ہے کہ شدید معارضت کے موقع پر حق بات کہی جائے، جیسے جابر وظالم کے سامنے کلمہ حق کہنا، جس سے ایذاء کا خطرہ بھی ہو، اس قسم کے جہاد میں انبیاء کرام کا حصہ کافی ہوتا ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ اس سلسلہ میں کامل اور اعلیٰ ترین مجاہد تھے۔ نیز اللہ کے دشمنوں کے مقابلے میں کیا جانے والا خارجی جہاد بندے کے داخلی جہاد نفس کی فرع اور شاخ ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجاہد وہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اپنی ذات ونفس سے جہاد کیا۔'' [1] تو ظاہر ہے کہ جہاد بالنفس جہاد بالعدو پر مقدم ہے۔ یہ دونوں دشمن ہیں اور بندے کو ان دونوں سے جہاد کرنے کا مکلّف قرار دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ ایک تیسرا دشمن بھی سامنے کھڑا ہے۔ اس سے جہاد کیے بغیر ان دونوں کا مقابلہ کرنا بھی محال ہے، اور وہ تیسرا بندے کو ان دونوں کا مقابلہ کرنے سے باز رکھنے اور اسے کمزور کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور وہ دشمن شیطان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ إِنَّ الشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ج ﴾ [فاطر: ٦]

''شیطان تمہارا دشمن ہے، اس لیے تم اسے دشمن سمجھو۔''

چنانچہ اسے دشمن سمجھنے کا حکم اس بات کا اشارہ ہے کہ اس سے جنگ کرنے اور مقابلہ کرنے کے لیے پوری وسعت اور ہمت سے کام لینا چاہیے۔ اس طرح یہ تین دشمن ہیں، جن سے بندے کو جنگ کرنے اور جہاد کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ایک آزمائش ہے۔ اور بندے کو ان کے مقابلے کی قوت اور مدد بھی دی گئی ہے اور فریقین میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعہ آزمایا گیا ہے۔ اور بعض بعض کے لیے فتنہ ہیں، تاکہ ان کے حالات ومعاملات کا امتحان ہو سکے، چنانچہ بندوں کو اللہ تعالیٰ نے آنکھ، کان، عقل اور قوت سے نوازا ہے اور ان کے لیے کتابیں نازل فرمائی ہیں اور انبیاء کرام کی بعثت کی اور اپنے فرشتوں سے نصرت فرمائی۔ دشمنوں سے جنگ کے دوران جو چیز مددگار ثابت ہوسکتی ہے، اس سے مطلع فرمایا، اور ان کو بتایا کہ اگر اس کی اطاعت کرتے رہیں گے، تو اپنے دشمنوں پر فتح یاب ہوتے رہیں گے۔ اگر اس کی اطاعت سے روگردانی کریں گے، تو دشمنوں کو اللہ تعالیٰ ان پر مسلط کر دیں گے۔ اور ایسی صورت میں بھی مایوسی کی چنداں ضرورت نہیں، بلکہ صبر واستقامت سے ان زخموں کا بھی مداوا کیا جاسکتا ہے، اور دشمن پر غالب ہوا جاسکتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ نیکو کاروں اور پرہیزگاروں اور صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور وہ ذات پاک مومنین کی اس وقت مدافعت اور نصرت کرتی ہے،

[1] أخرجه احمد: ٢١/٦ وسنده جيد وصححه ابن حبان والحاكم ووافقه الذهبي

جب وہ اپنے آپ مدافعت سے عاجز اور قاصر ہو جاتے ہیں اور ان کی نصرت اور مدافعت سے وہ فتحیاب ہوتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو دشمن انہیں تباہ و برباد کر ڈالیں گے۔

یہ مدافعت ان کے ایمان و یقین کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر ایمان قوی ہوگا، تو مدافعت بھی قوی ہوگی۔ اس میں جو بھلائی پائے تو چاہیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور جو بھلائی کے علاوہ کچھ اور دیکھے تو صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ اس کے راستے میں جہاد کرنے کا حق ادا کریں، جس طرح کہ ان کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ اطاعت کریں، نافرمانی نہ کریں۔ اسے یاد کریں، فراموش نہ کریں۔ اس کا شکریہ ادا کریں، ناشکری نہ کریں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کا یہ حق ہے کہ بندہ اپنے نفس سے جہاد کرے، تاکہ اس کا قلب، زبان اور تمام جوارح اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہو جائیں، بلکہ ہمہ تن اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اور اپنی ذات کا نہ رہے۔

شیطان کے ساتھ جہاد کی صورت یہ ہے کہ اس کے وعدے کی تکذیب کی جائے۔ اس کے حکم کی نافرمانی کی جائے۔ کیونکہ وہ جھوٹی امیدیں دلاتا اور غلط تمنائیں دکھاتا ہے، محتاجی کی طرف لے جاتا ہے، اور خواہشات کی پیروی کراتا ہے۔ بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور ہدایت و ایمانی اخلاقیات سے منع کرتا ہے۔ چنانچہ ان دونوں جہادوں سے بندے کے اندر ایک قوت و ہمت پیدا ہو جائے گی، جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ قلبی، لسانی، مالی اور جسمانی جہاد کر سکے گا، جس کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہوگا۔

جہاد فی سبیل اللہ کے سلسلہ میں سلف صالحین کی مختلف تعبیرات اور توضیحات وارد ہوئی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جہاد نام ہے، پوری قوت صرف کر دینے کا۔ اللہ جل شانہ کے متعلق کسی طرح کی ملامت سے خائف نہ ہو۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ نفس اور خواہشات کے ساتھ مقابلے کا نام جہاد ہے۔

اس لیے ان لوگوں کی رائے درست نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ وہ دونوں آیتیں جن میں جہاد اور تقویٰ کے سلسلہ میں ''حق تقاتہ'' و ''حق جہادہ'' مذکورہ ہے، منسوخ ہیں۔ کیونکہ بندہ ضعیف اس کا پورا پورا حق ادا نہیں کر سکتا، لیکن اس کی تردید میں کہتے ہیں کہ کما حقہ تقویٰ اور جہاد کرنے کی طاقت ہر شخص کے اندر موجود ہے۔ بندوں کے حالات کے مختلف ہونے سے بھی اس میں اختلاف ہوتا ہے۔ غور کریں کہ کس طرح اس حکم کے بعد یہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج: ۷۸]

''اسی نے تم کو برگزیدہ بنایا اور دین کے سلسلہ میں تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں رکھی۔''

آیت میں حرج سے تنگی مراد ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مجھے آسان دین دے کر بھیجا گیا ہے۔ [1] تو دین میں آسانی سے مراد عقیدہ توحید اور عمل میں آسانی مراد ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دین، روزی، عفو اور مغفرت کے سلسلے میں بہت زیادہ وسعت سے کام لیا ہے اور جب تک جسم میں جان ہو توبہ کا موقع ہے۔ ہر برائی کا کفارہ ہے۔ حرام کے بدلہ میں حلال چیز ہے۔ ہر تنگی سے پہلے اور بعد میں آسانی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ ایسی تکلیف نہیں دیتا، جس کی بندوں کو طاقت نہ ہو۔

جہاد کے درجات و مراتب

اس وضاحت کے بعد یہ جان لینا چاہیے کہ جہاد کی چار قسمیں ہیں:

(۱) نفس سے جہاد۔ (۲) شیطان سے جہاد۔ (۳) کفار اور منافقین سے جہاد۔ (۴) **جہاد ارباب الظلم والمنکرات و البدع.**

۱۔ جہاد نفس کے چار درجات ہیں:

ایک یہ کہ ہدایت اور دین حق کی تعلیم حاصل کرنے کی کوشش اور نفس کو اس کی جستجو پر مجبور کیا جائے۔ دوسرے تحصیل علم کے بعد عمل کے لیے نفس پر جبر اور اس سے جہاد کرے۔ تیسرے دعوت حق میں مصروف ہونا، ورنہ صاحب حق ان بدبختوں میں گنا جائے گا، جو اللہ کی اتاری ہوئی ہدایت کو چھپاتے ہیں۔ چوتھے دعوت کی راہ میں جو مصائب و آلام پیش آئیں، انہیں صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرنے کے لیے نفس کو آمادہ کرنا۔ جس خوش نصیب نے جہاد نفس کے یہ چاروں مرحلے کامیابی سے طے کر لیے، ربانی ہو گیا، کیونکہ سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ عالم اس وقت تک عالم ربانی نہیں بن سکتا، جب تک حق کو نہ پہچان سکے، اس پر عمل نہ کرے اور دوسرے کو بھی نہ سکھلائے اور اس کی طرف دوسروں کو دعوت نہ دے۔

۲۔ شیطان سے جہاد کے دو درجے ہیں:

پہلا درجہ یہ ہے کہ شیطان ایمان کے اندر شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے۔ اس معرکہ میں اس سے دست و گریبان ہونا۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ شیطان کی طرف سے جن فاسد ارادوں اور شہوتوں کی تلقین ہوتی ہے، ان کے رد

[1] أخرجه الخطيب البغدادي في تاريخه: ٢٠٩/٧ من حديث جابر وسنده ضعيف

کرنے میں جدوجہد کرنا۔ پہلے درجہ میں کامیابی ''یقین'' سے حاصل ہوتی ہے اور دوسرے درجہ میں کامرانی ''صبر'' سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴾

[السجدة: ٢٤]

''اور بنا دیئے ہم نے ان میں سے امام جو راہ چلاتے ہمارے حکم سے، کیونکہ انہوں نے صبر واستقامت دکھائی اور یقین کرتے رہے ہماری نشانیوں پر۔''

۳۔ منافقین و کفار سے جہاد کے بھی چار درجے ہیں:

(۱) قلب سے۔ (۲) زبان سے۔ (۳) مال سے۔ (۴) جان سے۔ کفار کے ساتھ جہاد کو ہاتھ کے ساتھ اور منافقین کے ساتھ جہاد کو زبان کے ساتھ زیادہ تعلق ہے۔

۴۔ ظالمین اور اہل بدعت ومنکرات سے جہاد کے صرف تین درجے ہیں:

پہلا ہاتھ کے ذریعہ اگر قدرت ہو، دوسرا زبان کے ذریعہ جبکہ پہلی صورت ممکن نہ ہو، تیسرا دل کے ذریعہ جبکہ سابقہ دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں۔

اس طرح مجموعی طور پر جہاد کی تیرہ قسمیں ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو کوئی جہاد کے بغیر یا کم از کم اس کی تمنا کیے بغیر مر جائے۔ اس کی موت نفاق کے ایک حصہ پر ہوئی۔'' [1]

جہاد ہجرت سے مکمل ہوتا ہے اور ہجرت و جہاد دونوں ایمان کے ساتھ صحیح و مکمل ہوتے ہیں۔ جہاد کی ان تمام قسموں کی توفیق صرف انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے، جو رحمت الٰہی کے امیدوار اور قرب باری تعالیٰ کے لیے بے قرار ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ ﴾ [البقرة: ٢١٨]

''جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا، اللہ کی راہ میں، وہی اللہ کی رحمت کی امید کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

جس طرح ہر شخص پر ایمان فرض ہے، اسی طرح دو طرح کی ہجرتیں ہمہ وقت فرض ہیں۔ ایک ہجرت اللہ کی طرف

---

[1] مسلم کتاب الجهاد/باب ذم من مات و لم يغز و لم يحدث نفسه بالغزو۔

بذریعہ اخلاص، اور دوسری ہجرت رسول اللہ ﷺ کی طرف بذریعہ اتباع۔ اسی طرح نفس کے اور شیطان کے ساتھ جہاد بھی فرض عین ہے۔ کوئی بشر بھی اس سے مستثنیٰ نہیں اور کوئی کسی کی نیابت نہیں کر سکتا۔ کفار و منافقین سے جہاد کبھی فرض عین ہوتا ہے اور کبھی فرض کفایہ۔ اگر ضرورت کے مطابق لوگ اس میں مشغول رہے تو باقی پر فرض نہیں ہوتا۔

جہاد میں مومن کامل کا امتحان

اللہ تعالیٰ کے نزدیک کامل ترین انسان وہ ہے جو جہاد کی ان تمام قسموں اور مرتبوں میں کامل ترین اترے، پھر کمال کے بھی درجے ہیں۔ بعض معمولی ہیں، بعض بلند ہیں، بعض بلند تر ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کو چونکہ جہاد کی ان سب قسموں میں بلند ترین درجہ حاصل تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی نظر میں آپ تمام انسانوں سے افضل واشرف تھے۔ آپ بعثت کے وقت سے وفات کے دن تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں پورا پورا جہاد کرتے رہے۔ جب آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ٥ قُمْ فَأَنْذِرْ ٥ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ٥ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ٥ ﴾ [المدثر: ١-٤]

''اے چادر پوش! اٹھ اور ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی کر اور کپڑوں کو پاک کر۔''

تو آپ ﷺ دعوت کے لیے فی الفور آمادہ اور کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونپی ہوئی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دینے لگے۔ لوگوں کو دعوت حق دینے میں شب و روز خاموشی سے اور علی الاعلان مشغول ہو گئے۔ پھر جب آپ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ:

﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ٥ ﴾ [الحجر: ٩٤]

''جس چیز کا آپ کو حکم ہوا ہے، اسے کھول کر بیان کریں۔''

تو اس وقت آپ علانیہ طور پر دعوت دین دینے لگے اور کسی کی ملامت وغیرہ کی پرواہ کیے بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کا اعلان شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے بڑے چھوٹے، آزاد و غلام، مرد و عورت، جن وانس ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا اور اس کے دین کی دعوت دے دی۔

کفار نے جب دیکھا کہ ان کے آبائی دین کی برملا مذمت ہو رہی ہے تو غیظ و غضب سے بھر گئے اور رسول اللہ ﷺ اور پیروان اسلام کو سخت سے سخت تکلیفیں دینے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسکین دی کہ گھبرانے اور مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں۔ تمام انبیاء کرام کے ساتھ یہی ہوتا آیا ہے کہ جھٹلائے گئے اور گوناگوں

مصائب میں مبتلا کیے گئے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَّا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبْلِكَ ط ﴾ [فصلت: ٤٣]

''تمہیں بھی وہی کہا جا رہا ہے جو تم سے پہلے رسولوں کو کہا جا چکا ہے۔''

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ ط ﴾ [الأنعام: ١١٢]

''اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن بنائے، انسان اور جن کے شیاطین سے۔''

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ۝ أَتَوَاصَوْا بِهِ ج بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۝ ﴾ [الذاريات: ٥٢، ٥٣]

''اسی طرح جب ان سے پہلوں کے پاس رسول پہنچا تو انہوں نے اسے یا تو ساحر بتایا یا مجنون کہا، کیا ان سب نے آپس میں اس پر کوئی سمجھوتہ کر لیا ہے، بلکہ وہ سرکش قوم ہے۔''

اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی اور بتایا کہ گزشتہ انبیاء کرام کی زندگی میں آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم ط ﴾

[البقرة: ٢١٤]

''کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ جنت میں (اسی طرح) داخل ہو جاؤ گے، جبکہ ابھی تم پر وہ حالات نہیں گزرے، جو پہلے لوگوں پر گزرے تھے۔''

ایک اور جگہ پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ الٓمٓ ۝ أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝ ﴾ [العنكبوت: ١-٢]

''کیا لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ انہیں ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد چھوڑ دیا جائے گا اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔''

اور فرمایا:

﴿ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ۝ ﴾ [العنكبوت: ١٠]

''کیا دنیا والوں کے دلوں کا حال اللہ کو بخوبی معلوم نہیں ہے۔''

انسان کو چاہیے کہ ان آیات کا سیاق اور ان میں بیان کردہ احکام اور عبرتوں کے خزانے دیکھے، کیونکہ جب انسان کی طرف انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا تو دو باتیں کھل کر سامنے آ گئیں۔ ایک یہ کہ کسی نے کہا ہم ایمان لائے اور کسی نے کہا ہم ایمان نہیں لائے، بلکہ وہ کفر اور برائیوں پر جم گئے۔ اب جس نے آمَنَّا کہا (کہ ہم ایمان لائے) پروردگار نے اس کا امتحان لیا، اس کی آزمائش کی، کھرے کھوٹے میں امتیاز کرنے کے لیے اسے فتنوں میں مبتلا کر دیا اور جس نے کفر اور انکار کیا، وہ یہ نہ سمجھ لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز کر دے گا اور اس پر سبقت لے جائے گا۔ جو شخص رسولوں پر ایمان لائے گا، اسے دشمنوں کی طرف سے مخالفت اور تکلیف کا سامنا کرنا ہوگا اور اس طرح اس کی آزمائش ہوگی، لیکن جو ان کی اطاعت نہیں کرے گا، اسے دنیا و آخرت میں سزا ملے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو تکلیف کا سامنا کرنا ضروری ہے۔ فرق یہ ہے کہ مومن کو ابتداء میں تکلیف ہوگی، پھر دنیا و آخرت دونوں جگہ اچھا نتیجہ سامنے آئے گا، اور ایمان سے منہ پھیرنے والے کو شروع میں لذت ملے گی، پھر اسے دائمی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ انسان کے لیے کیا بات بہتر ہے؟ وہ سطوت حاصل کرے یا ابتلاء میں رہے۔ آپ نے فرمایا: ''تب تک اسے تسلط حاصل نہ ہوگا، جب تک کہ اس امتحان (ابتلاء) میں نہ پڑ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے اولوا العزم انبیاء کرام کو ابتلاء میں ڈالا، آخر جب انہوں نے صبر کیا تو انہیں سطوت حاصل ہوئی۔ اس لیے کوئی بھی یہ خیال نہ کرے کہ وہ دکھوں سے ضرور ہی محفوظ رہے گا۔ مصائب اور آلام میں مبتلا لوگوں کی عقلوں میں بھی تفاوت ہے۔ سب سے بڑا عقلمند وہ ہے جس نے تھوڑے سے ختم ہو جانے والے دکھ کے عوض طویل ترین اور دائمی دکھ کو بیچ دیا۔ اور سب سے بڑا بدبخت وہ ہے کہ جس نے طویل ترین اور دائمی دکھ مول لے کر تھوڑا سا ختم ہو جانے والا دکھ بیچ دیا۔

اگر یہ سوال ہو کہ انسان ایسی صورت کیوں پسند کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نقد اور ادھار کا معاملہ ہے نفس ہمیشہ سامنے کی چیز پر جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ط ﴾ [القيامة : ٢٠ ، ٢١]

''ہرگز نہیں، بلکہ تم عجلت والی چیز کو پسند کرتے ہو اور آخرت کی چیز کو چھوڑ دیتے ہو۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ﴾ [الدھر: ۲۷]

''یہ لوگ فوری ملنے والی چیز کو پسند کرتے ہیں۔''

ایسا ہر شخص کو پیش آتا ہے، اس لیے کہ انسان کو دوسروں کے ساتھ زندگی گزارنا پڑتی ہے اور وہ اس سے اپنے ارادوں کی موافقت چاہتے ہیں اور جب وہ ایسا نہیں کرتا تو اسے عذاب اور تکلیف دیتے ہیں۔ اور اگر وہ ان کی مرضی کا ساتھ دیتا ہے تو خود عذاب اور تکلیف محسوس کرتا ہے۔ کبھی ان کی طرف سے کبھی دوسروں کی طرف سے، جس طرح کہ کوئی دین دار اور متقی آدمی فاسقوں اور فاجروں کے درمیان آجائے جو اس کی موافقت کے بغیر فسق و فجور نہ کر سکیں۔ اب اگر وہ موافقت کرے تو ابتداء میں ان کے شر سے محفوظ رہے گا، پھر وہ لوگ اس کے ساتھ توہین و تکلیف کا وہی معاملہ شروع کر دیں گے۔ جس سے بچنے کے لیے اس نے ابتداء میں ان کی موافقت کی تھی اور اگر توہین کا یہ معاملہ وہ خود نہ کریں گے تو کوئی دوسرا ایسا کرے گا۔

اس لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول پر عمل کیا جائے، جسے انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا، لوگوں کو ناراض کر کے جو اللہ کو خوش کرے گا، اس کی کفایت اللہ تعالیٰ کرے گا، اور جو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرے گا، اسے وہ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ [1] دنیا کے احوال پر غور کرنے سے ان لوگوں میں اس کی بکثرت مثالیں ملیں گی، جو لوگ حکمرانوں اور اہل بدعت کی مددان کی سزاؤں سے بچنے کے لیے کرتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نفس کے شرور و فتن سے بچالے گا وہ شخص حرام کی موافقت نہ کر کے ان کے ظلم و ستم کو صبر و استقامت سے سہے گا اور دنیا و آخرت میں اچھے انجام سے نوازا جائے گا، جس طرح کہ علمائے کرام اور ان کے پیروکار اچھے انجام کے مستحق ہوئے۔ چونکہ مصائب و آلام سے پوری طرح چھٹکارا ممکن نہ تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تسلی دی، جنہوں نے دائمی اور بڑی تکلیف کے بدلے میں معمولی اور عارضی تکلیف کو اختیار کیا، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ ج وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾[العنکبوت: ۵]

''جو اللہ سے ملنے کی امید رکھے تو اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آنے والا ہے اور وہ سننے اور جاننے والا ہے۔''

یعنی عارضی تکلیف کا ایک وقت ہے، جو اللہ کی ملاقات سے ختم ہو جائے گا اور اس سے بندہ کو بے حساب لذت حاصل ہو گی اور اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اس ملاقات کی انتہائی قوی امید دلائی ہے، تاکہ اس کے شوق میں بندہ یہاں کی تکلیف کو برداشت کر لے، بلکہ بعض لوگوں کو تو اس کا اشتیاق اتنا شدید ہوتا ہے کہ وہ تکلیف کا احساس

---

[1] ترمذی/ أبواب الزهد و اسناده صحيح. وأخرجه ابن حبان و سنده صحيح أيضاً.

نہیں کر پاتے۔

اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات کے شوق کا سوال کیا۔ [1] اور یہ شوق و ذوق بڑی نعمتوں میں سے ہے، لیکن اس نعمت کے لیے بطور سبب کچھ اقوال و اعمال ہیں، جن سے اس نعمت کا حصول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اقوال کو سنتا اور اعمال کو جانتا ہے۔ وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ اس نعمت کا اہل کون ہے؟ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ ﴾ [الأنعام: ٥٣]

''اسی طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمایا۔''

لہٰذا جب بندہ سے کوئی نعمت فوت ہو جائے تو اسے اپنے لیے یہ آیت پڑھنا چاہیے:

﴿ أَلَيۡسَ اللّٰهُ بِأَعۡلَمَ بِالشّٰكِرِيۡنَ ﴾ [الأنعام: ٥٣]

''کیا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جانتا نہیں۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایک دوسری تسلی یہ دی کہ: ''اللہ کی راہ میں ان کا جہاد ان کے لیے ہے، ورنہ اللہ دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔'' [العنکبوت: ٦] اس طرح جہاد کا فائدہ خود بندوں کو حاصل ہوتا ہے، پھر بتایا کہ اس جہاد کی وجہ سے ان کو صالحین کی جماعت میں شامل کرے گا۔ مزید اس شخص کا حال بتایا جو بغیر بصیرت کے ایمان میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص لوگوں کی طرف سے پہنچائی جانے والی تکلیف کو اللہ کے اس عذاب کی طرح سمجھتا ہے، جس سے بچنے کے لیے مومن ایمان لاتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے لوگوں کی مدد کرتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ: ''میں تو تمہارے ہی ساتھ ہوں، حالانکہ اس کے سینہ میں نفاق چھپا ہوا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔'' [العنکبوت: ١٠]

١٣ / ٧ / ١٤٢٢ھ

س:...... جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ کیا اصحاب اعراف سے مراد وہ لوگ ہیں جو والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کرتے ہیں؟ (محمد افضل، سوکن ونڈ)

ج:...... جہاد فرض عین ہے، لیکن بقدر استطاعت اور والدین کی اجازت سے۔ [''ایک صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی، آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں۔ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر انہیں میں جہاد کرو۔''] [2]

---

[1] نسائي / سهو / باب نوع آخر وابن حبان و سنده قوي أخرجه أحمد في المسند

[2] بخاري / كتاب الجهاد / باب الجهاد باذن الأبوين

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کیا جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوگئیں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ اعراف والے ہیں۔ ❶ آپ کے سوال والی بات بھی بعض روایات میں مذکور ہوئی ،مگر وہ اتنی پختہ نہیں۔ ❷ واللہ اعلم۔

س:...... کیا کشمیر کا جہاد فرض عین ہے،جبکہ کوئی شرعی امیر نہیں۔جس طرح لشکر طیبہ والے کرتے ہیں کہ مار کر بھاگ جاتے ہیں،جسکی وجہ سے بعض اوقات کشمیریوں پر ظلم بھی ہوتا ہے۔کیا شہید ہونے والا شہید ہے اور اس کو 70 افراد کی سفارش کا حق دیا جائے گا؟ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جہاد ہند کی خواہش کرنے والی حدیث کیسی ہے؟ وضاحت کریں۔ (محمد شکیل،فورٹ عباس)

ج:...... جہاد وقتال کفار کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔نیز فرمایا:﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ ﴾ ''تم پر جہاد فرض کیا گیا۔''[البقرة: ٢١٦/٢] تو بقدر استطاعت جہاد فرض عین ہے،تو اس فرض عین کو ادا کرتا ہوا کوئی مومن اللہ کو پیارا ہو جائے تو وہ شہید ہی ہے اس میں کشمیر کی کوئی تخصیص نہیں نہ ہی جہاد کے لیے امیر و امام مزعوم کی شرط کہیں وارد ہوئی ہے۔غزوہ ہند والی نسائی شریف کی حدیث صحیح ہے۔

[ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''میری امت کے دو گروہوں کو اللہ نے جہنم سے آزاد فرمایا ہے۔ایک وہ گروہ جو غزوۂ ہند کرے گا اور دوسرا وہ گروہ جو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ساتھ ہوگا۔'' ❸

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے غزوۂ ہند کا وعدہ فرمایا۔اگر میں نے اس کو پالیا تو میں اپنی جان اور مال اس میں قربان کر دوں گا۔اگر میں شہید ہو گیا تو افضل شہداء سے ہوں گا اور اگر واپس آیا تو میں ابو ہریرہ (آگ سے) آزاد ہوں گا۔'' ❹ ١٢ / ١٠ / ١٤٢١ھ

س:...... ((قال أخونا المولوى رفيق الرّحمٰن النزيل بالشارقة من الإمارات العربية المتحدة كما يلى، لا جهاد بغير إذن الإمام وأمره ولا يصدق اسم الجهاد على جميع جهود المسلمين العسكرية فى أنحاء العالم فى هٰذا الزمن بل أصحابها ومن لحِقَها مفتونون منحرفون عن جادة السلف و منهجهم لانهم حزّبوا أحزابا جهادية ذات الوية وأنظمة على حدة لانظير لها فى القرون المشهود لها بالخير والحقّ أن هٰؤلاء

---

❶ تفسير ابن كثير ، سورة الأعراف: ٤٦

❷ حواله سابقه

❸ النسائى جلد: ٢ ، كتاب الجهاد ، غزوة الهند

❹ النسائى، جلد : ٢ ، كتاب الجهاد، غزوة الهند

الجهاديون أهل الأهواء والفوضى قد سمّوا هواهم جهادا ـ وأن عامّة اهل الاسلام فى كافة بلاد المسلمين غير مكلفين بالجهاد والقتال وإنما أمر الجهاد إلى أولى الأمر جاهدوا أم لم يجاهدوا ، قصروا فى اداء حقه أم أدوّا حقه ، لا يسأل مسلم عن ترك الجهاد وغفلته عنه لأنه مسئول عن رعيّته فقط وإنما على المسلم أن يتعلم ويعلّم ويؤدب أهله فحسب ـ وقال تسئلون العلماء عن نواقض الوضوء ومسائل الطهارة وما شاكلها من صغار الأمور وأما اذا كان أمر ضرب الأعناق وتضحية النفوس القيّمة فتعملون على شاكلتكم من غير مبالاة بقول العلماء ـ هذا مايشير إليه غالب كلام الأخ

وأما اذا استدللنا له بحديث: " لا تزال طائفة وفى لفظ عصابة من أمتى يُقَاتِلُونَ على الحق لا يضرهم من ناواهم ...... الخ فرد علينا بأن المراد من الحديث طائفة المحدثين متغافلا عن كلمة يُقَاتِلُوْنَ "

وإذا قيل له أن جهاد ابى بصير وابى جندل رضي الله عنهما وسكوته عليه السلام على شأنهما يدل على أن جهاد المستضعفين من المسلمين فى هذا الزمان حق وصواب فقال لى على هذا الحديث أى قصة هذين الصحابيين رضي الله عنهما ملاحظات ولم يذكرها ماهى؟

وإذا ذكر له حديث " فتن كقطع الليل المظلم خير الناس فيها رجل آخذٌ برأس فرسه يُخيف العدو ويخوفونه " تأول به بتأويل هيّن غير معتد به))

أخوكم الصغير فى الله

حفظ الرحمٰن

ج :...... ((قد انتهى الى مكتوب منكم كريم ، نمقتم فيه ، موقفكم السديد العظيم ، وذكرتم فيه أن أخاكم لم يأتِ بما يعول عليه فى الدين الحنيف ، والشرع المنيف ـ قال الله تعالىٰ: ﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ وأنتم تعلمون أن الله قد أمر الذين آمنو بالجهاد والقتال فى سبيل اللهِ ، ولم يقيد ذلك الأمر بما قيده به أخوكم الكريم ، فرحمنا الله العلى العظيم ـ)) ١١ / ٣ / ١٤٢٤هـ

س :......ترجمہ: [ہمارے بھائی مولوی رفیق الرحمٰن صاحب جو کہ متحدہ عرب امارات میں تھے انہوں نے کہا کہ امام

کے حکم اور اجازت کے بغیر جہاد نہیں ہو سکتا اور موجودہ زمانہ میں دنیا کے اندر جہادی سرگرمیوں پر لفظ جہاد صادق نہیں آتا، بلکہ مجاہدین اور ان کے ساتھی فتنہ میں ہیں اور سلف کے راستہ سے اعراض کرنے والے ہیں، کیونکہ انہوں نے علیحدہ نظم اور جھنڈوں کے ساتھ مختلف جہادی تنظیمیں بنائی ہوئی ہیں۔ جس کی مثال قرونِ اولیٰ سے نہیں ملتی اور حق بات یہ ہے کہ یہ جہادی لوگ خواہش پرست ہیں اور انہوں نے اپنی خواہش کا نام جہاد رکھا ہوا ہے اور عام مسلمان، تمام ملکوں میں جہاد اور قتال کے مکلف نہیں ہیں۔ جہاد کا معاملہ حکمرانوں کی ذمہ داری ہے، جہاد کریں یا نہ کریں۔ اپنا حق ادا کریں یا نہ کریں۔ عام مسلمان سے جہاد کے چھوڑنے پر سوال نہیں کیا جائے گا۔ عام مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اہل کو ادب وعلم سکھائے۔ اور اس نے کہا کہ تم علماء سے وضوء اور طہارت وغیرہ کے مسائل پوچھتے ہو، لیکن گردنوں کو کٹوانے اور جانوں کو قربان کرنے کا جو بڑا مسئلہ ہے وہ تم علماء کی پرواہ کیے بغیر اپنی مرضی سے کرتے ہو۔

اور جب ہم نے اس فرمانِ نبوی ﷺ سے دلیل دی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے ایک گروہ حق پر رہتے ہوئے قتال کرتا رہے گا اور وہ قیامت تک غالب رہے گا۔''

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں: ''ایک گروہ مسلمانوں میں سے ہمیشہ حق پر قائم رہتے ہوئے قتال کرتا رہے گا، وہ اپنے مخالفین پر قیامت قائم ہونے تک غالب رہے گا۔'' [1]

تو کہنے لگے کہ اس سے مراد محدثین کی جماعت ہے جو يُقَاتِلُوْنَ کے لفظ سے غافل ہو گئے۔

اور جب ہم نے ابوبصیر رضی اللہ عنہ اور ابوجندل رضی اللہ عنہ کے جہاد کا ذکر کیا اور نبی علیہ السلام کے سکوت کا ذکر کیا اور کہا کہ اس زمانہ میں کمزور مسلمانوں کا جہاد حق اور صواب ہے۔

ابوبصیر اور ابوجندل رضی اللہ عنہما کا جہاد:

نبی ﷺ صلح حدیبیہ کی تکمیل کے بعد مدینہ واپس لوٹے تو قریش کا ایک آدمی ابوبصیر بن اسید ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر آپ کے پاس حاضر ہو گیا۔ چنانچہ قریش نے اس کی تلاش میں دو آدمی روانہ کیے۔ جنہوں نے مدینہ پہنچ کر آپ سے کہا: عہد صلح کا پاس کیجئے جو خود آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو ان کے حوالے کر دیا جو اسے لے کر مکہ کی طرف چل پڑے۔ جب ''ذوالحلیفہ'' کے مقام پر پہنچے تو وہاں ٹھہر کر اپنی کھجوریں کھانے لگے۔ ابوبصیر بولے: اپنی تلوار ذرا دیجئے میں اس کو دیکھ لوں۔ اس نے تلوار ابوبصیر کے حوالے کر دی

[1] صحیح مسلم / کتاب الإمارة / باب قوله صلی الله علیه وسلم لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لا یضرهم من خالفهم ، صحیح بخاری / کتاب التوحید / باب قول الله تعالیٰ: انما قولنا لشیء

تو ابوبصیر نے اچانک تلوار مار کر اسے ٹھنڈا کر دیا۔ دوسرا شخص بھاگ نکلا، حتیٰ کہ مدینہ آن پہنچا اور ہانپتے ہوئے مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا: اس نے یقیناً کوئی خوف دیکھا ہے۔

چنانچہ جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو کہنے لگا: واللہ! میرا ساتھی قتل ہو چکا ہے اور مجھے بھی مار دیا جائے گا۔ اسی دوران سیدنا ابوبصیر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور عرض کرنے لگے: یا نبی اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کے عہد اور ذمے کو پورا کر دیا ہے کہ آپ نے مجھے ان کی طرف واپس لوٹا دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات عطا فرما دی ہے۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی ماں کی بربادی ہو، اگر اسے کوئی ساتھی مل جائے تو یہ جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے۔ ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو سمجھ گئے کہ آپ ﷺ دوبارہ اسے کفار کے حوالے کر دیں گے۔ چنانچہ وہ مدینہ سے نکل کر ساحل سمندر پر آ گئے۔

ادھر سیدنا ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہ بھی چھوٹ گئے اور بھاگ کر ابوبصیر سے آ ملے۔ اب قریش کا جو شخص بھی اسلام لا کر بھاگتا وہ ابوبصیر رضی اللہ عنہ سے آ ملتا۔ حتیٰ کہ ایسے مسلمانوں کی ایک جماعت اکٹھی ہو گئی۔ پھر واللہ! مجاہدین کی یہ جماعت شام کی طرف آنے جانے والے جس قریشی قافلے کی خبر سنتے تو اس کے ساتھ دو دو ہاتھ کرتے۔ اہل قافلہ کو قتل کرتے اور ان کے اموال پر قبضہ کر لیتے۔ (اس صورت حال سے بے بس ہو کر) قریش مکہ نے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ اور رشتہ داری کے واسطے دے کر پیغام پہنچایا کہ آپ انہیں اپنے پاس بلا لیں اور اب جو بھی آپ کے پاس آئے گا وہ مامون ہوگا۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے پیغام بھیج کر بلوا لیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

"(اے مسلمانو!) وہی اللہ تعالیٰ ہے، جس نے تمہیں کافروں پر غلبہ دینے کے بعد عین مکہ کی سرحد پر ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ یہ مکہ والے وہی تو ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا اور تمہارے قربانی کے جانوروں کو بھی روک دیا اور وہ اپنے حلال ہونے کی جگہ پر نہ پہنچ سکے۔ اگر (مکہ میں اس وقت) چند مسلمان مرد اور چند مسلمان عورتیں ایسی نہ ہوتیں جن کا تم کو علم نہ تھا کہ تم ان کو بھی (کافروں کے ساتھ) روند ڈالتے، پھر تم کو ان کی طرف سے نادانستہ نقصان پہنچ جاتا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے۔ اگر یہ چند مسلمان مرد اور عورتیں الگ ہو جاتے تو ہم (تمہارے ہاتھوں سے) ان کافروں کو دردناک عذاب پہنچاتے۔ (اے نبی! وہ وقت یاد کر) جب ان مکہ کے

کافروں نے اپنے دل میں جاہلیت کی ضد کی طرح ضد باندھ لی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تسلی اپنے رسول پر اور مومنوں پر نازل کی۔ اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر جمائے رکھا۔ یہی لوگ اس (پرہیزگاری) کے حق دار اور لائق بھی تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' [الفتح:۲۴تا۲۶] ❶

اس حدیث میں جہادی ونگ بنا کر گوریلا کاروائیاں کرنے کا ثبوت ہے۔

تو اس کے جواب میں کہنے لگے کہ اس قصہ میں کچھ اعتراضات ہیں اور پھر ان کا تذکرہ بھی نہ کیا اور جب یہ حدیث ذکر کی گئی کہ تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے ہوں گے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس فتنہ میں بہتر شخص وہ ہوگا جو اپنے مویشیوں میں رہ کر ان کا حق ادا کرے اور اپنے رب کی عبادت کرے اور وہ آدمی جو اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمن کو ڈرائے اور دشمن اسے ڈرائیں۔ ❷ تو اس کی بھی ناپائیدار تاویلیں کیں۔

ہم آپ سے امید کرتے ہیں کہ آپ دونوں موقفوں میں فیصلہ فرمادیں۔]

ج:......ترجمہ: [آپ کا خط پہنچا آپ نے اپنا درست مؤقف بیان کیا ہے اور تمہارے بھائی نے کوئی ایسی دلیل نہیں پیش کی جس پر اعتماد کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾[الاعراف: ۳] ''تم لوگ اس کی اتباع کرو، جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو۔ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔''

اور تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا حکم ایمان والوں کو دیا ہے اور جو قید آپ کے بھائی نے لگائی ہے کہ خلیفہ اور حاکم کے حکم و اجازت سے جہاد ہوگا وہ قید اللہ تعالیٰ نے نہیں لگائی۔]

۱۱ / ۳ / ۱۴۲۴ھ

س:......حال ہی میں اخبار میں ایک سرخی شائع ہوئی۔ چیچن مجاہدین کی ایک عورت ڈھائی من کے قریب بارود جو کہ گاڑی میں تھا، روسی کیمپ کے اندر داخل ہوئی۔ گاڑی بارود سے تباہ ہوگئی اور ساتھ وہ خود بھی (مرگئی) شہید ہوگئی۔ کیا ایسی کاروائی شہادت ہے یا خودکشی؟ (ابوشرحبیل)

---

❶ صحيح البخاري / كتاب الشروط / باب الشروط في الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط ، صحيح مسلم / كتاب الجهاد والسير / باب صلح الحديبية في الحديبية

❷ جامع ترمذی / ابواب الفتن / باب الرجل يكون في الفتنة

ج:......خودکشی حرام ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ ﴾ [النساء: ۴/۲۹]

''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جس چیز کے ساتھ انسان خودکشی کرے گا، اس کے ساتھ جہنم میں خودکشی کرتا رہے گا۔'' [1]

اس میں آپ کی پیش کردہ صورت کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا گیا۔ جہاد دشمنانِ اسلام کو تہ تیغ کرنے کے لیے ہوتا ہے نہ کہ خودکشی کرنے کے لیے۔ ہاں دشمنانِ اسلام مجاہد کو قتل کر دیں تو یہ شہادت ہے، بشرطیکہ قتال فی سبیل اللہ ہو۔

[خودکشی حرام اور کبیرہ گناہ ہے، لیکن فدائی کارروائی جائز مستحب اور بعض اوقات فرض ہے۔ تفصیل کے لیے فضیلۃ الشیخ مفتی عبدالرحمٰن رحمانی حفظہ اللہ کی کتاب '' الجهاد الاسلامي ، ص: ۴۸۷ '' سے مطالعہ فرمائیں۔]

۱۴۲۱/۴/۶ھ

س:...... ہمارے بھائی زیادہ تر یہ بیان کرتے ہیں کہ امت جہاد پر جمع ہو سکتی ہے۔ (۱) کیا بریلوی، دیوبندی، شیعہ کو جہاد پر جمع کیا جا سکتا ہے؟

(۲) دوسرا مسئلہ غلبہ دین کا طریقہ کار کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ صحابہؓ اور اسلاف سے تفصیلی بیان کریں۔

(۳) کیا بریلوی، دیوبندی اپنے عقیدے پر جمے رہیں، ان کے ساتھ مل کر توحید وسنت کی دعوت کا کام کیا جا سکتا ہے؟ (شاہد سلیم، لاہور)

ج:......(۱) ہاں! کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت و توحید پر جمع کیا جا سکتا ہے۔ اور کتاب وسنت میں جہاد کا حکم، جہاد کے احکام اور جہاد کے فضائل تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔

(۲) غلبہ دین کا طریقہ یہ ہے کہ ہر مسلم جہاں کہیں بھی ہے حسب استطاعت زندگی کے ہر شعبہ میں ہر موقع ووقت پر کتاب وسنت کی بڑے اہتمام کے ساتھ پابندی کرے اور کتاب وسنت کے احکام اور ان کی ہدایات سے سرِ مو انحرف نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام اور اہل اسلام کا غلبہ ہو جائے گا۔ ان شاء الله الحنان. اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴾ [محمد: ۴۷/۷] ''اگر تم اللہ کے (دین کی) مدد کرو گے، تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں

---

[1] صحيح مسلم / كتاب الإيمان / باب بيان غلظ تحريم قتل الانسان نفسه

ثابت قدم رکھے گا۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِهٖ ﴾[الآیة][آل عمران : ۳/ ۱۶۰]['' اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے، تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾[الآیة] [النور: ۲۴/ ۵۵][تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں، اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور ملک کا خلیفہ بنائے گا، جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا، جو ان سے پہلے تھے۔'']

(۳) دائرۂ اسلام میں رہ کر اختلاف کی موجودگی میں مل کر توحید و سنت کی دعوت کا کام کیا جا سکتا ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ مل کر توحید و سنت کی دعوت کا کام کرنے والوں سے کوئی صاحب توحید و سنت ہی کو خیر باد کہہ دیں تو پھر وہ توحید و سنت کی دعوت کا کام بھلا کیا کریں گے؟ خواہ توحید و سنت کو خیر باد کہنے والے صاحب اپنے آپ کو اہل حدیث ہی کہلاتے ہوں۔

۶ / ۶ / ۱۴۲۱ھ

س:......کیا والدین کی اجازت کے بغیر جہاد ہو سکتا ہے؟ (محمد عثمان، چک چٹھہ)

ج:......مسند احمد اور سنن ابی داؤد میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں آیا ہے: ((اِرْجِعْ اِلَيْهِمَا فَاسْتَأْذِنْهُمَا ، فَإِنْ أَذِنَا لَكَ ، فَجَاهِدْ وَإِلَّا فَبَرَّهُمَا)) [1] [''ان کی طرف لوٹ جا اور ان سے اجازت طلب کر، پس اگر وہ اجازت دیں تیرے لیے پس تو جہاد کر ورنہ ان سے حسن سلوک کر۔''] تو ثابت ہوا کہ والدین کی اجازت کے بغیر جہاد پر نہیں جا سکتا۔

[ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے افضل ترین عمل کے بارے میں سوال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ نماز ہے۔'' اس نے پوچھا: پھر کون سا عمل؟ فرمایا: ''جہاد فی سبیل اللہ۔'' اس نے عرض کیا: میرے والدین بھی موجود ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تجھے والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہوں۔'' اس نے کہا: اللہ کی قسم! جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے، میں تو ہر حال میں جہاد کروں گا اور والدین کو جہاد کی خاطر چھوڑ دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر تو ہی زیادہ بہتر جانتا ہے۔'' [2]

---

[1] ابو داؤد / کتاب الجھاد / باب فی الرجل یغزو وابواہ کارھان

[2] الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان/ کتاب الصلاۃ/ باب ذکر الخبر الدال علی أن الصلاۃ الفریضۃ أفضل من الجھاد الفریضۃ۔ فتح الباری نیل الاوطار۔

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ ﴾

[التوبة: ٢٤]

''اے نبیؐ! مسلمانوں سے کہو کہ اگر تمہارے آباء واجداد بیٹے، بھائی، بیویاں، رشتہ دار، کمایا ہوا مال، وہ تجارت جس میں نقصان کا خوف ہے اور تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسولؐ اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ پیارے ہیں تو پھر انتظار کرو حتی کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ ہدایت پر نہیں لگاتا۔''

١٠ / ١ / ١٤٢٤ھ

س:......کیا جہاد میں قربانی کی کھالیں دی جاسکتی ہیں؟ (محمد عثمان، چک چٹھہ)

ج:......رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو قربانیوں کی کھالوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ [1] اور ''صدقہ وزکوۃ کے مصرف ہیں آٹھ......سورۂ توبہ کی آیت نمبر ہے ساٹھ۔'' رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((أَوْ غَازٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ))[''مالدار پر زکوۃ حرام ہے۔ علاوہ پانچ قسم کے مالداروں کے ایک تو وہ جو زکوۃ وصول کرنے پر مقرر ہو، دوسرا وہ جو مال کی زکوۃ کی کسی چیز کو اپنے مال سے خرید لے۔ تیسرا قرض دار، چوتھا راہِ الٰہی کا غازی مجاہد پانچواں وہ جسے کوئی مسکین بطور تحفہ اپنی کوئی چیز جو زکوۃ میں اسے ملی ہو، دے۔''] [2]

س:......طاغوت کے لغوی معنی کیا ہیں؟ کیا موجودہ حکومت طاغوت ہے اس حکومت کے کن کاموں میں ساتھ دینا چاہیے؟ (شاہد سلیم، لاہور)

ج:......طاغوت طغی سے بنا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ○ ﴾ [الحآقّة: ١١]

''جب پانی میں طغیانی آ گئی، تو اس وقت ہم نے تمہیں کشتی میں چڑھالیا۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ط ﴾ [الحاقة: ٥]

''ثمود تو بے حد خوفناک آواز سے ہلاک کر دیئے گئے۔''

---

[1] بخاری / کتاب الحج / باب يتصدق بجلود الهدى

[2] ابو داؤد / كتاب الزكاة / باب من يجوز له اخذ الصدقة وهو غنى ، ابن ماجه / كتاب الزكاة / باب من تحل له الصدقة

رہا طاغوت کا ساتھ دینے والا معاملہ تو طاغوت کے جن معاملات میں طغاوت و بغاوت پائی جاتی ہے، ان معاملات میں ان کا ساتھ نہ دیں، وہ طاغوت خواہ حکومت ہو، خواہ قوم، خواہ فرد۔

[اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے، تو اس نے مضبوط رسی کو پکڑ لیا۔''] [البقرة : ٢٥٦]

اور وہ لوگ جنہوں نے طاغوت کو پوجنے سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا، ان کے لیے بشارت ہے۔اے نبی! تو میرے بندوں کو بشارت سنا دے۔''[الزمر : ١٧]

''اور وہ لوگ جو کافر ہیں، طاغوت ان کے دوست ہیں۔''[البقرة : ١٥٧]لفظ طاغوت مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، واحد اور جمع کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے، طاغوت سے مراد ہر وہ چیز ہے، جسے بندہ اس کی حد سے بڑھا دے اس طرح کہ اسے معبود یا قابل اطاعت مان لے، ہر وہ شخص طاغوت ہے، جس سے لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں فیصلے کرائیں۔ یا اللہ کے علاوہ اس کی عبادت کریں یا بلا بصیرت اس کی اتباع کریں۔ نسل انسانی میں موجود شیاطین۔ صراط مستقیم سے باز رکھنے والے جادوگر، نجومی، سرکش، جنات اور صراط مستقیم سے باز رہنے والے بھی طاغوت کہلاتے ہیں۔]

٢٤ / ٦ / ١٤٢٣ھ

س:...... ہمارے ملک کا نظام جمہوری ہے اور اسلام کے منافی ہے، جبکہ اسی جمہوریت کے الیکشن میں علماء کرام حصہ لے رہے ہیں اور منبر و محراب سے کہہ رہے ہیں کہ ہمیں ووٹ دیں، تا کہ ہم اسمبلی میں جا کر اس کی اصلاح کریں، کیونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ حالانکہ یہ سارا کام کفر کے نظام کے ماتحت ہو رہا ہے۔ کیا ہم الیکشن میں ان کا ساتھ دیں اور کیا اسلام نے، سلف صالحین نے اس کا متبادل بتایا ہے؟ (کلیم انور، ہزارہ)

ج:...... رائج جمہوریت و الیکشن کتاب و سنت سے ثابت نہیں۔ باقی رہی یہ بات ''کہ ہم (اہل علم) اسمبلی میں جا کر اس کی اصلاح کریں گے۔'' تو پاکستان کو معرضِ وجود میں آئے پچاس سال سے زیادہ عرصہ بیت ہو چکا ہے، ہر دفعہ اسمبلی میں کچھ علماء کرام اور دیندار لوگ پہنچ ہی جاتے رہے ہیں، تو پھر انہوں نے آج تک کتنی اصلاح فرمائی؟

١٦ / ٧ / ١٤٢٣ھ

س:...... اب الیکشن آنے والے ہیں، کچھ حضرات کا خیال ہے کہ ووٹ ڈالنے چاہئیں۔ کیونکہ ایک طرف مشرف اور امریکہ کے حواری ہیں اور دوسری طرف مذہبی دینی جماعتیں ہیں۔ اب اگر ووٹ نہ ڈالا جائے تو امریکہ کے حواری پہلے جزوی طور پر قابض ہیں، پھر کلی طور غالب ہو جائیں گے اور اپنی من مانیاں کریں گے۔ اس

لیے ہم کو چاہیے کہ دینی جماعتوں کوووٹ دے کر آگے لائیں تاکہ وہ ملک میں دین اسلام کا قانون نافذ کریں۔اور ملک میں امن وسلامتی قائم کریں۔ جیسے متحدہ مجلس عمل میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کی شمولیت اور ووٹ کے بارے میں لائحہ عمل؟ (محمد سلیم)

ج:......رائج الوقت ووٹ کا سلسلہ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی سنت وحدیث سے ثابت نہیں۔ باقی کچھ لوگوں کا خیال کہ اس طرح دین والے لوگ برسر اقتدار آ کر ملک میں اسلام نافذ کردیں گے۔ اللہ کرے تو ووٹوں کے بغیر بھی اسلام نافذ ہوسکتا ہے، مگر یہ خیال بظاہر خام ہی نظر آتا ہے۔ دیکھئے الجزائر میں دین والے لوگ انتخابات میں کامیاب ہوگئے تھے، مگر بے دینوں نے اقتدار ان کے حوالے نہیں کیا۔ پھر یحییٰ خان نے جو انتخابات کروائے، ان کی رو سے مجیب الرحمٰن کی حکومت بنتی تھی، مگر ملک کے دولخت ہونے کو برداشت کرلیا گیا، پورے ملک کی حکومت مجیب الرحمٰن کو نہیں دی گئی۔ اگر دینی لوگ اور جماعتیں انتخابات میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو کیا بعید ہے کہ حکومت اور اس کے حواری اقتدار دینی جماعتوں کو نہ دیں؟ بالخصوص جبکہ امریکہ ان کی پشت پر خم ٹھونک کر کھڑا ہے؟ پھر دیکھئے انتخابات تو جب سے ملک معرض وجود میں آیا، اس وقت سے ہورہے ہیں، مگر ان سے کفار نے کبھی کوئی تکلیف محسوس نہیں کی۔ حالانکہ ہر دفعہ دین کی بنیاد پر انتخابات میں حصہ لینے والے لوگ اور جماعتیں موجود رہی ہیں، مگر جب چند معدودے مسلمانوں نے کسی حکومتی سرپرستی کے بغیر اسلام کو غالب کرنے کا عزم کیا اور تھوڑی سی کوشش کی تو کفار کی نیندیں حرام ہوگئیں۔ پھر غور فرمائیں، جن مسلمان ملکوں میں یہ ووٹ والا نظام رائج نہیں، کفار ان ملکوں میں اس ووٹ والے نظام کو رائج کرنے پر کیوں زور دیتے ہیں؟ اگر اس نظام سے اسلام نافذ وغالب ہوتا ہے تو کیا کفار اس نظام پر زور دے کر اسلام کو نافذ وغالب کرنا چاہتے ہیں؟ تو یہ عجیب کفار ہیں؟ کفار تو نہ ہوئے مسلمان ہوئے، پھر افغانستان کی اسلامی حکومت کو انہوں نے کیوں برداشت نہیں کیا۔ ۲۵ / ۶ / ۱۴۲۳ھ

س:......الیکشن میں حصہ لینا اور ڈیوٹی وغیرہ لگوانا درست ہے، جبکہ یہ سارا نظام ہی غلط ہے۔ موجودہ حالات میں ووٹ دینا شرعی طور پر کیسا ہے؟ (ظفر اقبال، نارووال)

ج:......مروجہ الیکشن کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ ۲۲ / ۶ / ۱۴۲۳ھ

کتاب الرقی والطب............دم اور علاج کا بیان

س...... کیا مریض کو دم کر کے کوئی چیز کھلانی پلانی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج...... جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث سے استدلال ہے کہ آپ ﷺ نے دعاء فرما کر ہنڈیا میں تھوکا تھا۔ ❶ پھر محمود بن ربیع والی حدیث میں ہے نبی ﷺ نے ان کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر ان کے منہ میں کلی کی تھی۔ ❷

١٤٢٣/٦/٢٣ھ

س...... مولانا صاحب تقریباً ۲ ماہ سے میں ان بیماریوں میں مبتلا ہوں ڈپریشن، ذہنی ٹینشن، دل کی بیماریوں کی وجہ سے گھبراہٹ ہی گھبراہٹ رہتی ہے۔ بیماریوں کی وجہ سے نہ سکون ملتا ہے نہ چین اور نہ نیند آتی ہے۔ آپ اللہ سے میرے لیے دعا کریں کہ اللہ ہم سب کو ان بیماریوں سے شفا عطا فرمائے۔ بیماریاں یہ ہیں: تیزابیت، پیٹ اور سینے میں جلن، قبض، گیس اور دل کا ہر وقت گھٹنا اور زیادہ تیز دھڑکنا، معدے پر سوج بھی رہتی ہے۔

ج...... اللہ تعالیٰ آپ کی اور ہماری ہمہ قسم کی پریشانیاں اور بیماریاں دور فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ جو آپ نے اپنی کیفیت لکھی ہے اس کے لیے تو ذکر و دعاء کا اہتمام فرمائیں وہ ذکر و دعاء مندرجہ ذیل ہیں:

۱...... ہر نماز کے بعد قرآن مجید کی آخری تینوں سورتیں قل هو الله احد.....الخ ، قل اعوذ برب الفلق .....الخ اور قل اعوذ برب الناس..... الخ. کم از ایک دفعہ ضرور پڑھیں۔ ❸ اور رات سوتے وقت باوضوء ہو کر دائیں کروٹ لیٹ کر دعاء: ((اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ)) [وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَیْكَ لَا مَلْجَاً وَلَا مَنْجٰی مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِکِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ] ❹ [''اے اللہ! تیرے ثواب کے شوق میں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہوئے میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا اور تجھے اپنا پشت پناہ بنا لیا تجھ سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں مگر تیرے ہی پاس اے اللہ! میں اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اُتاری اور تیرے اس نبی پر یقین کیا جسے تو نے بھیجا۔''] پڑھیں۔

❶ متفق علیه۔ مشکوٰة/ کتاب الفضائل والشمائل /باب فی المعجزات ، الفصل الاوّل۔
❷ بخاری/ کتاب التهجد/باب صلاة النوافل جماعة۔ ❸ ابو داؤد/ابواب الوتر/باب فی الاستغفار۔
❹ صحیح بخاری/ کتاب الوضوء /باب فضل من بات علی الوضوء۔

نیز اس سے قبل قل ھو اللہ احد ..... الخ تین مرتبہ، قل اعوذ برب الفلق..... الخ تین مرتبہ اور قل اعوذ برب الناس..... الخ تین مرتبہ پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر پھونک لگا کر دونوں ہاتھ پورے بدن پر ملنے ہیں، دوسری دفعہ پھر اسی طرح کرنا ہے تیسری دفعہ پھر اسی طرح کرنا ہے۔ ان تین دفعات میں مذکورہ تینوں سورتوں میں سے ہر ایک سورت نو دفعہ پڑھی جائے گی۔

۲ ..... دعاء: ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ)) [1] [''اے اللہ! میں غم اور پریشانی سے تیری پناہ چاہتا ہوں عاجزی اور سستی اور بزدلی اور بخل اور قرضے کی زیادتی اور آدمیوں کے غلبہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''] وقتاً فوقتاً پڑھتے رہیں نماز کے پہلے اور دوسرے التحیات میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور نماز کے سجدوں میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔

۳ ..... وقتاً فوقتاً اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں: ((بِسْمِ اللّٰهِ)) تین مرتبہ اور ((أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَ أُحَاذِرُ)) [2] [''میں اللہ کے غلبے وقدرت کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں اس تکلیف سے جسے میں پاتا ہوں اور اس سے بچنا چاہتا ہوں۔''] سات مرتبہ۔ ان شاء اللہ العزیز آپ کی پریشانی و بیماری رفع ہو جائے گی باذن اللہ تبارک وتعالیٰ۔

اور دوسرے مندرجہ ذیل دواء استعمال فرمائیں بہت فائدہ ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سالٹ ۲۲۵ گرام، نوشادر ٹھیکری ۲۵ گرام، کلمی شورہ ۲۵ گرام، فولاد پتری ۲۵ گرام، ہیرا کسیس ۵ گرام۔

فولاد پتری کے علاوہ چاروں چیزیں دوری میں باریک کرلیں فولاد پتری بھی باریک کرسکتے ہیں اس کے بعد ان پانچوں چیزوں کو ایک بڑی روح افزا والی بوتل میں ڈال لیں اور بوتل کو گلاب کے عرق سے بھر کر خوب ہلائیں دوائی تیار ہو جائے گی۔ یہ دوائی خالی پیٹ نہ کھائیں۔ شام کا کھانا کھاتے ہی ایک دو چمچ پی لیں، زیادہ مقدار میں مت پئیں۔ جب کھانے کے دو تین لقمے رہ جائیں تو دوائی پی لیں اور باقی ماندہ دو تین لقمے بعد میں کھائیں تا کہ منہ کا ذائقہ صحیح ہو جائے۔ دوائی پینے سے پہلے بوتل خوب ہلا لیں۔ کچھ دن دوائی استعمال فرمائیں اگر کمزوری محسوس ہو تو دوائی کا کچھ دن ناغہ کرلیں۔ دوائی کی ایک خوراک اپنی طبیعت کے پیش نظر کم یا زیادہ بھی کرسکتے ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز یہ دوائی استعمال کرنے سے قبض اور گیس وغیرہ کی بیماریاں جاتی رہیں گی نیز جگر ومعدہ کی اصلاح ہو جائے

---

[1] صحیح بخاری/ کتاب الدعوات/ باب الاستعاذة من الجبن والکسل۔

[2] رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ / کتاب الجنائز/ باب عیادة المریض الفصل الأوّل۔

گی، پھر دل کی دھڑکن وغیرہ بھی ختم ہو جائے گی، باذن اللہ تعالیٰ وتوفیقہ۔ ۲۹/۵/۱۴۲۱ھ

س ...... ہومیو پیتھک دواؤں کا استعمال قرآن وسنت کی روشنی میں کیسا ہے؟ وضاحت سے بیان فرمائیں۔ ہومیو پیتھک میں کئی دوائیں ایسی ہیں جن کو محفوظ رکھنے کے لیے الکوحل استعمال کیا جاتا ہے اور کئی دواؤں میں الکوحل ڈالی جاتی ہے۔ ان کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

۲۔ مجھے لکنت کی بیماری ہے کوئی دعا یا دوا بتا دیں جس سے لکنت ٹھیک ہو جائے۔ (محمد لقمان، سیالکوٹ)

ج ...... رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ)) [1] [''ہر مسکر حرام ہے۔''] نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ)) [2] [''ہر مسکر خمر ہے۔''] لہٰذا جن دواؤں کے متعلق آپ نے سوال فرمایا بوجہ الکوحل وہ سب ناجائز ہیں ان کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے۔

۲۔ بادام، پستہ، اخروٹ اور دیگر مغزیات مع سونگی صبح ناشتہ کر لیا کریں اور دعاء: ﴿ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْلِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴾[طٰہٰ: ۲۰/۲۵،۲۶،۲۷] [''اے میرے پروردگار میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو مجھ پر آسان فرما اور میری زبان کی گرہ بھی کھول دے۔''] موسیٰ علیہ السلام والی پڑھتے رہا کریں۔ ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔ ۲۹/۱۲/۱۴۲۰ھ

س ...... (۱) مخصوص قسم کی گولیوں، ٹکیوں پر الکوحل میں حل کی ہوئی دوائی ڈال کر گولیاں وغیرہ اس حد تک خشک کر لی جائیں کہ الکحل کا اثر بالکل نہ رہے، زیادہ مقدار میں استعمال کرنے سے بھی نشہ یا غنودگی وغیرہ نہ ہو تو ان گولیوں کا استعمال کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۲) ...... جن چیزوں سے اس وقت تک دواسازی ممکن نہ ہو جب کہ انہیں الکحل میں بھگونہ لیا جائے، الکحل میں بھگونے کے بعد الکحل کے اثرات مکمل طور پر ختم کر دیے جائیں، دواسازی کے بقیہ مراحل میں الکحل استعمال نہ کی جائے اور دوا کی زیادہ مقدار سے بھی نشہ یا غنودگی نہ ہو، تو ایسی دوا کا کیا حکم ہے؟

(۳) ...... بعض دوائیں ایسی ہیں جن کے استعمال سے شراب پینے کی عادت چھوٹ جاتی ہے، لیکن ایسی دوائیں الکحل میں حل کر کے استعمال کرائی جاتی ہیں۔ بڑی بلا (یعنی شراب) سے بچنے کے لیے چھوٹی بلا (یعنی الکحل والی دوائی) کا استعمال جائز ہوگا یا نہیں؟

---

[1] بخاری/کتاب المغازی/باب بعث ابی موسیٰ و معاذ الی الیمن قبل حجة الوداع۔ مسلم/کتاب الاشربة/باب بیان ان کل مسکر خمر وان کل خمر حرام۔

[2] مسلم/کتاب الاشربة/باب بیان ان کل مسکر خمر وان کل خمر حرام۔

(۴)...... بھنگ، افیم اور چرس وغیرہ سے ایسے طریقے سے دوا تیار کرنا کہ استعمال کے وقت نشہ بالکل باقی نہ رہے بلکہ بعض حالات میں نشے سے پیدا شدہ علامات کی سی کیفیات بھی دور کر دے ایسی دوا کا کیا حکم ہے؟

(۵)...... مختلف طریقہ ہائے علاج آزمانے کے باوجود شفا نہ ہو اور الکحل میں تیار شدہ دوا سے شفا کا غالب گمان ہو تو اضطراری صورت میں الکحل والی دوائی کا کیا حکم ہے؟

(۶)...... گلے سڑے اور بدبودار ہو جانے والے بھینس کے گوشت سے تیارہ شدہ دوا کا کیا حکم ہے؟ سڑاؤ کے باعث گوشت میں پیپ سی بن چکی ہو۔

(۷)...... کتے کے دودھ پینے یا لعاب سے تیار شدہ دوا تجربے سے مفید ثابت ہو تو ایسی دوا کے استعمال کیا کیا حکم ہے؟

(۸)...... زہریلے جانوروں کے زہر سے تیار شدہ دوا، جسم پر جس کے نقصان دہ اثرات مرتب نہ ہوں بلکہ ہر لحاظ سے مفید ثابت ہو، ایسی دوا کے استعمال کا کیا حکم ہے؟ جو سانپ، زہریلی مکڑی، زہریلے مینڈک، شہد کی مکھی وغیرہ کے زہر سے تیار کی گئی ہو۔ (عندالشافعیہ زہریلے جانوروں کا زہر پاک ہے)

(۹)...... جس دوا میں مندرجہ ذیل کیڑے مکوڑوں میں سے کسی ایک کے جسم کے اجزاء شامل کیے گئے ہوں، ایسی دوا کا کیا حکم ہے؟ مختلف ممالک کے مختلف قسم کی مکڑیاں، پودے کے پتے کھا کر پرورش پانے والا کیڑا، بیت الخلا میں پایا جانے والا کیڑا یعنی لال بیگ، مکھیاں کھانے والا کیڑا، عام گھریلو مکھی، ہسپانیہ کی مکھی، چیونٹی، کھٹمل، پسو، شہد کی مکھی وغیرہ۔ (مندرجہ بالا ادویات تجربے میں مفید ثابت ہوئی ہیں)

(۱۰)...... الکحل میں حل کی ہوئی دوا کے دو چار قطرے پینے سے اگر نشہ یا غنودگی بالکل نہ ہو، ایسی صورت میں کیا وضو قائم رہے گا اور وضو دہرانے کی ضرورت نہیں؟

(۱۱)...... حرام اشیاء سے تیار شدہ ہومیوپیتھک میڈیسن کی ہائی پوٹینسی میں حرام اشیاء کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ حرام اشیاء سے تیار شدہ دوائی کی ہائی پوٹینسی کی دوا استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟ (ڈاکٹر ابومحمد، لاہور)

ج...... ایک (۱) تا نو (۹) اور گیارہ نمبر کا جواب ایک ہی ہے۔ حرام اور ناجائز۔ دلیل رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَا أَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ)) [1] ["جس کا زیادہ استعمال نشہ لائے اس کا تھوڑا استعمال کرنا بھی حرام ہے۔"]

(۱۰)...... دو چار قطرے پینا بھی حرام ہے البتہ وضوء قائم ہے ٹوٹنے یا دہرانے کی کوئی دلیل کتاب وسنت میں وارد نہیں ہوئی۔

۱۴۲۳/۹/۵ھ

---

[1] ابو داؤد/کتاب الأشربة/باب ما جاء فی السکر۔ ترمذی/ابواب الأشربة/باب ما اسکر کثیره فقلیله حرام۔

کتاب الخصائل و الفضائل ......خصائل وفضائل

س ......ہاروت و ماروت کون تھے؟ فرشتے تھے یا آدمی؟ اگر فرشتے تھے تو اس کی دلیل دیں، اگر آدمی تھے تو اس کی بھی دلیل دیں اور ان کو سزا کیوں دی گئی اگر آدمی تھے تو ان کو دنیا میں سزا کیوں دی گئی؟

ابن جریر کے حوالہ سے تفسیر ابن کثیر میں جو روایت آئی ہے کہ دومۃ الجندل کی ایک عورت آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور بابل میں دو لٹکے ہوئے لوہے میں جکڑے ہوئے شخصوں کا ذکر کیا۔ یہ روایت وما أنزل علی الملکین ببابل ھاروت و ماروت آیت کی تفسیر میں دیکھی جا سکتی ہے۔

علامہ ابن کثیر نے اس روایت کی اسناد کو بالکل صحیح قرار دیا ہے۔ (کلاس اوّل، دار العلوم محمدیہ، شیخوپورہ)

ج ......حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ الخیر نے مفسر ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام و دعویٰ اس طرح نقل فرمایا: ((وادعی أن ھاروت و ماروت ملکان أنزلھما اللہ إلی الأرض))[''اور اس نے دعویٰ کیا ہے کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے ہیں جنہیں اللہ نے زمین کی طرف اُتارا ہے۔''] پھر ان کے اس کلام و دعویٰ پر ان الفاظ میں تبصرہ فرمایا: ((وھذا الذی سلکه غریب جدا، وأغرب منه قول من زعم أن ھاروت و ماروت قبیلان من الجن کما زعمه ابن حزم))[''یہ قول زیادہ غریب ہے اور اس سے بھی زیادہ غریب یہ قول ہے کہ ہاروت و ماروت جنوں کے دو قبیلے ہیں جیسا کہ ابن حزم نے خیال کیا ہے۔''] تو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہاروت ماروت کے فرشتے ہونے اور ان کے جن ہونے کی بڑے لطیف انداز میں تردید فرما دی۔

اور اس سلسلہ میں جو مرفوع روایت پیش کی جاتی ہے اس کو متعدد سندوں کے ساتھ نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں: ((فھذا...... یعنی حدیث سالم عن عبداللہ بن عمر عن کعب الاحبار...... أصح وأثبت الی عبداللہ بن عمر من الاسنادین المتقدمین وسالم أثبت فی أبیه من مولاہ نافع، فدار الحدیث ورجع إلی نقل کعب الأحبار عن کتب بنی اسرائیل))[''پس یہ (سالم کی حدیث عبداللہ بن عمر سے وہ کعب احبار سے) پہلی دو سندوں کے ساتھ عبداللہ بن عمر سے زیادہ صحیح اور زیادہ ثابت ہے اور

سالم بنسبت نافع کے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ ثابت ہے یعنی کعب والی مرفوع روایت سے زیادہ صحیح موقوف ہے۔ پس ممکن ہے کہ وہ اسرائیلی روایت ہو۔'']

پھر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ ہی اس بارے میں موقوف ومقطوع روایات نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

((وحاصلها راجع في تفصيلها إلى أخبار بني اسرائيل إذ ليس فيها حديث مرفوع صحيح متصل الاسناد إلى الصادق المصدوق المعصوم الذي لا ينطق عن الهوى ، و ظاهر سياق القرآن إجمال القصة من غير بسط ، ولا إطناب فيها ، فنحن نؤمن بما ورد في القرآن على ما أراده الله تعالىٰ ، و الله اعلم بحقيقة الحال))[''اس کا زیادہ تر دارو مدار بنی اسرائیل کی کتابوں پر ہے کوئی صحیح مرفوع متصل حدیث اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور نہ قرآنِ کریم میں اس قدر بسط وتفصیل ہے پس ہمارا ایمان ہے کہ جس قدر قرآن میں ہے صحیح اور درست ہے اور حقیقت حال کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔'']

دومۃ الجندل کی ایک عورت والی روایت بھی مرفوع نہیں، پھر اس میں وہ عورت مجہول ہے۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اس کو اثر غریب اور سیاق عجیب قرار دیا ہے۔ اس لیے روایت ضعیفہ کو قرآن مجید کی تفسیر میں ذکر کرنا درست نہیں۔ واللہ اعلم

٢٧/١/١٤٢١ھ

س ...... حافظ صاحب عرض یہ ہے کہ بندہ نے ایک بار آپ سے سوال کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے تھے کہ ''آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کس جگہ پیدا کیا گیا؟'' آپ نے کہا کہ انہیں پیدا نہیں کیا گیا۔'' پھر میں نے کہا کہ چلو کس جگہ بنایا گیا ہے ان کو؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جنت میں ہی تھے تو وہیں بنائے گئے ہوں گے۔'' تو بات یہ ہے کہ میں نے مختصر صحیح مسلم (پاکٹ سائز) جو کہ دار السلام سے طبع ہوئی، اس میں سے حدیث پڑھی ہے کہ:

((عن أبي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ))

[''بہترین دن جس پر سورج طلوع ہو کر چمکے جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن جنت میں داخل کیے گئے، اسی دن جنت سے (زمین پر) اُتارے گئے، اور قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہو گی۔](ابواب الجمعة/باب فضل يوم الجمعة)

اور قرآن مجید کی آیت ہے کہ: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ

لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾[آل عمران: ۳/ ۵۹] [''اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ہو بہو آدم کی مثال ہے جسے مٹی سے پیدا کر کے کہہ دیا کہ ہو جا، پس وہ ہو گیا۔''] ہر دو حدیث اور آیت میں لفظ خلق استعمال ہے کہ جو پیدا کرنے والے معنی رکھتا ہے لہٰذا ذرا وضاحت فرما دیں کہ یہ بات کہ اگر ان کو جنت میں پیدا کیا گیا تھا تو پھر وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ سے کون سا دخول مراد ہے یا اس کا مطلب کیا ہے؟ (عبداللہ ناصر، پتوکی)

ج ...... آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اس بندہ فقیر الی اللہ الغنی نے آج تک کبھی نہیں کہا کہ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں آپ نے جو لکھا ہے ''آپ نے کہا تھا انہیں پیدا نہیں کیا گیا'' مجھے تو یاد نہیں اگر کہا بھی ہو تو یہ خطا ہے۔ ۱۴۲۵/۱۱/۲۴ھ

س ...... آپ سے میں نے کہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حلیہ کے متعلق وضاحت مطلوب ہے۔ لہٰذا حوالہ جات درج ذیل ہیں:

① کتاب بدء الخلق ص: ۱/ ۴۵۹ ایک حدیث ہے۔

② کتاب الانبیاء ص: ۱/ ۴۸۱ دو احادیث ہیں۔

③ کتاب الانبیاء ص: ۱/ ۴۸۹ دو احادیث ہیں۔

یہ حوالہ جات درسی بخاری کے ہیں۔

نوٹ: ...... ان احادیث میں موسیٰ علیہ السلام کے بھی دو حلیے ثابت ہوتے ہیں۔ اگر لغوی بحث ہو تو براہِ کرم کتاب کا حوالہ اور صفحہ نمبر بھی لکھ دیں۔ (خاور رشید، لاہور)

ج ...... آپ نے مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے حلیہ سے تعلق رکھنے والی احادیث کی صحیح بخاری سے نشاندہی فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

① ...... کتاب بدء الخلق (۱/ ۴۵۹) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں الفاظ ہیں: ((وَرَأَيْتُ عِيْسٰى رَجُلًا مَرْبُوْعًا مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبِطَ الرَّأْسِ)) [''میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تھا درمیانہ قد، میانہ جسم، رنگ سرخی اور سفیدی لیے ہوئے اور سر کے بال سیدھے تھے۔'']

② ...... کتاب الأنبیاء (۱/ ۴۸۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں الفاظ ہیں: ((وَرَأَيْتُ عِيْسٰى فَإِذَا هُوَ رَجُلٌ رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ)) اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں الفاظ ہیں: ((وَقَالَ: عِيْسٰى جَعْدٌ مَرْبُوْعٌ)) [اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا وہ میانہ قد اور نہایت سرخ و سفید رنگ والے تھے

ایسے تروتازہ اور پاک وصاف کہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل خانہ سے نکلے ہیں اور فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام گھنگھریالے بال والے درمیانہ قد کے تھے۔'']

③...... کتاب الانبیاء (۴۸۹/۱) مجاہد عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں الفاظ ہیں: ((فَأَمَّا عِيسٰى فَأَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيضُ الصَّدْرِ)) [''عیسیٰ علیہ السلام نہایت سرخ گھنگھریالے بالوں والے اور چوڑے سینے والے تھے۔'']
اور نافع عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں الفاظ ہیں: ((وَأَرَانِي اللَّيْلَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ كَأَحْسَنِ مَا تَرٰى مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً)) [''اور میں نے رات کعبہ کے پاس خواب میں ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا جو گندمی رنگ کے آدمیوں میں شکل کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین وجمیل تھا اس کے سر کے بال شانوں تک لٹک رہے تھے، تھوڑے سے گھنگھریالے بال تھے، سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔'']

تو ان روایات میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ ایک روایت میں سبط الرأس کا ذکر ہے اور دوسری میں جَعدٌ کا ذکر ہے اور تیسری میں رَجِلُ الشَّعْر کا ذکر ہے تو تینوں روایات کے ملانے سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے بالوں میں کچھ جعودت ہے اور کچھ سبوطت۔ چنانچہ صاحب قاموس لکھتے ہیں: ((وَشَعْرٌ رَجِلٌ وَكَجَبَلٍ وَكَتِفٍ بَيْنَ السُّبُوطَةِ وَالْجُعُودَةِ)) اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے: ''آدَمُ'' اور دوسری میں آیا ہے ''أَحْمَرُ'' اور تیسری میں آیا ہے: ((إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ)) ان تینوں روایات کو ملانے سے حاصل یہی ہے کہ سرخی وسفیدی مائل گندمی رنگ کے حامل تھے یا گندمی سرخی وسفیدی مائل رنگ کے تھے۔

اصل میں تعارض تب ہوتا ہے جب ایک روایت میں جس چیز کا اثبات ہے دوسری میں اسی چیز کی نفی ہو یا ایک روایت میں جس چیز کی نفی ہے دوسری میں اسی چیز کا اثبات ہو۔

مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے حلیہ کے متعلق واردشدہ احادیث کے باہمی متعارض نہ ہونے کو آپ نے جب معلوم کر لیا تو موسیٰ علیہ السلام کے حلیہ کے متعلق واردشدہ احادیث کے باہمی متعارض نہ ہونے کو آپ خود بخود معلوم کر لیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ لہٰذا آپ ان احادیث کے الفاظ کو جمع کریں اور غور فرمائیں مسئلہ حل ہو جائے گا ان شاء اللہ سبحانہ و تعالیٰ۔

۱۴۲۲/۱/۲۷ھ

س ...... جب رسول اللہ ﷺ کا نام آتا ہے تو درود پڑھا جاتا ہے ﷺ۔ کیا دُرود کے یہ الفاظ کسی حدیث میں آتے ہیں؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج ...... ہر حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی آپ ﷺ کے نام کے ساتھ ﷺ بولتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں آپ کی حیاۃ مبارکہ میں بھی جاری وساری تھا اور بعض اوقات وہ بموقع خطاب بھی صلی اللہ علیک کہہ لیتے تھے جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ میں دُرود کے ایک باب میں موجود ہے، پھر صحیح مسلم / کتاب الایمان / باب نزول المسیح عیسیٰ بن مریم ...... الخ میں رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ ﷺ لفظ بولے ہیں۔ ۱۴۲۳/۶/۲۳ھ

س ...... مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دور سے دُرود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے میری قبر پر پڑھا جائے تو میں اُس کو سنتا ہوں کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ نہیں اور جماعت اہل حدیث کا عقیدہ اس کے متعلق کیا ہے؟

(محمد یوسف ثاقب)

ج ...... سوال میں ذکر کردہ روایت کا صاحب مشکاۃ حوالہ دیتے ہیں: رواہ البیہقی فی (شعب الایمان) اس کی سند میں محمد بن مروان سدی راوی کذاب ہے۔ اس لیے یہ روایت ثابت نہیں انتہائی کمزور ہے۔ [1] واللہ اعلم رہا اہل حدیث کا عقیدہ تو اس سلسلہ میں ہمارے شیخ واستاذ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مایہ ناز کتاب " الأدلة القوية على أن حياة الانبياء فى قبورهم ليست بدنيوية" المعروف "حياة النبى صلى الله عليه وسلم " کا مطالعہ فرمالیں۔ ۱۴۲۳/۵/۲۴ھ

س ...... اکثر خطیب رسول اللہ ﷺ اور رکانہ کے درمیان کشتی لڑنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

(محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج ...... یہ روایت کمزور ہے، اس کی سند میں تین راوی مجہول ہیں۔ رکانہ، رضی اللہ عنہ کا بیٹا، پوتا اور ابوالحسن عقلانی۔ [2]

۱۴۲۱/۷/۲۰ھ

س ...... آپ ﷺ کو زہر دیا گیا، زہر کی وجہ سے آپ ﷺ کو شہادت کی وفات نصیب ہوئی۔'' جبکہ ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ آپ ﷺ بیماری کی حالت میں فوت ہوئے، یہ زہر کا کیا قصہ ہے، حدیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کریں۔ (فیصل صغیر ورک، سیالکوٹ)

ج ...... آپ لکھتے ہیں ''آپ کو زہر دیا گیا اور اسی زہر کی وجہ سے آپ کو شہادت کی وفات نصیب ہوئی'' اس کے

---

[1] مشکوٰۃ / کتاب الصلاۃ / باب الصلاۃ علی النبیؐ و فضلها۔

[2] مختصر سيرة الرسول صلى الله عليه وسلم الامام بدر الاعلام الشيخ عبدالله بن الشيخ محمد بن عبدالوهاب رحمهم الله۔

بعد آپ فرماتے ہیں ''ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ آپ بیماری کی حالت میں فوت ہوئے، یہ زہر کا قصہ کیا ہے؟ حدیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کریں۔''

تو محترم غور فرمائیں ان دونوں باتوں میں کوئی منافاۃ وتعارض نہیں کیونکہ زہر سے انسان کو بیماری ہی لاحق ہوتی ہے، صحیح بخاری / کتاب المغازی / باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ میں ہے: ((قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ، فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذٰلِكَ السُّمِّ))(۲/ ۶۳۷)[''عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اپنے مرض وفات میں فرماتے ہیں کہ خیبر میں (زہر آلود) لقمہ جو میں نے اپنے منہ میں رکھا تھا اس کی تکلیف آج بھی میں محسوس کرتا ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری شہ رگ اس زہر کی تکلیف سے کٹ جائے گی۔'']

[ایک دن زینب نے جو سلام بن مشکم کی بیوی اور مرحب کی بھاوج تھی، آنحضرت ﷺ کی چند صحابہ کے ساتھ دعوت کی، آپ ﷺ نے فرط کرم سے قبول فرمایا۔ زینب نے کھانے میں زہر ملا دیا تھا، آپ ﷺ نے ایک لقمہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا تھا لیکن حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے پیٹ بھر کر کھایا اور زہر کے اثر سے بالآخر ہلاک ہو گئے، آنحضرت ﷺ نے زینب کو بلا کر پوچھا اس نے جرم کا اقبال کیا۔ یہود نے کہا ہم نے اس لیے زہر دیا کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو زہر خود اثر نہ کرے گا اور پیغمبر نہیں ہیں تو ہم کو آپ کے ہاتھ سے نجات مل جائے گی۔ آنحضرت ﷺ کبھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے اس بناء پر آپ ﷺ نے زینب سے تعرض نہیں فرمایا، لیکن جب دو تین دن بعد حضرت بشر رضی اللہ عنہ زہر کے اثر سے انتقال کر گئے تو وہ قصاص میں قتل کر دی گئی۔ [سیرت النبیؐ از علامہ شبلی نعمانی، جلد اوّل ص: ۲۹۵]

۱۴۲۳/۱۲/۴ھ

س ...... نبی اکرم ﷺ نے جب آخری نماز پڑھائی تو کون سی رکعت میں اور کس رُکن میں شامل ہوئے تھے؟

(محمد بشیر، بورے پیارے)

ج ...... احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ اس نماز میں پہلی رکعت کے قیام ہی میں شامل ہو گئے تھے۔

[ہفتہ یا اتوار کے روز نبی کریم ﷺ نے بیماری میں کمی محسوس کی تو آپ نمازِ ظہر کے لیے دو آدمیوں کے سہارے پر نکلے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا شروع کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: پیچھے نہ جاؤ اور آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے ابو بکر کے پہلو میں بٹھا دو، پس

انہوں نے آپ ﷺ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بائیں طرف بٹھا دیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرتے اور لوگوں کو تکبیر سُناتے۔ [1]]

۱۴۲۳/۱۰/۲۵ھ

س:......آ قا کے لغوی معنی کیا ہیں؟ کیا یہ لفظ رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ بولا جا سکتا ہے؟

(محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج......لفظ آ قا رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ مجھے تو کتاب وسنت میں کہیں نہیں ملا۔

[آ قا کا لغوی معنی:...... مالک، خداوند، صاحب، خاوند، حاکم، افسر۔ (فیروز اللغات اُردو)]

۱۴۲۱/۷/۲۰ھ

س......نبی ﷺ کو ''حضور'' اور (حضرت) کہہ کر مخاطب کرنا ٹھیک ہے؟ (عبدالغفور شاہدرہ)

ج......اگر اس عقیدہ کی بنیاد پر یہ لفظ بولتا لکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بدن مبارک سمیت اِدھر موجود ہیں تو درست نہیں یا کسی اور غلط بنیاد پر اس انداز میں خطاب کرے تو بھی درست نہیں۔

۱۴۲۱/۸/۱۴ھ

س......نبی ﷺ کے اہل بیت کون سے ہیں؟ (ابوضماد، شیخوپورہ)

ج......امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ آیت تطہیر: ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾ [الاحزاب: ۳۳/۳۳] [''اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبیؐ کی گھر والیو! تم سے وہ نجاست کو دور کرے اور تمہیں خوب پاک کردے۔''] کا سیاق و سباق اور لحاق تینوں اس بات پر دلالت کر رہے ہیں۔

۱۴۲۱/۷/۲۲ھ

س......سورۃ الاحزاب اور ہود میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اہل بیت میں شامل ہیں جبکہ بریلوی اور اہل تشیع حضرت فاطمہ، حسن، حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو صرف اہل بیت مانتے ہیں۔ ازواج مطہرات کو اس سے خارج کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کریں؟ (ماسٹر عبدالرؤف)

ج......رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن بھی شامل ہیں چنانچہ: ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾[الاحزاب: ۳۳][''اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبیؐ کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔''] کا سیاق سباق اور لحاق اس پر دلالت کر رہا ہے۔ البتہ سورۂ ہود کی آیت: ﴿ رَحْمَتُ اللَّهِ

[1] بخاری/کتاب الاذان/باب انما جعل الامام لیوتم به الرحیق المختوم۔ جمعیت احیاء التراث الاسلامی ص: ٤٦٧

وَبَرَكَاتُهُ ط عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾ [ہود:۷۳] [''تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں اے اس گھر کے مالکو] میں ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ سارہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں۔ کما هو مقتضى السياق والسباق.

۱۴۲۴/۱/۱۳ھ

س ......صحابی کا ذکر آئے تو رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے کیا یہ کسی غیر صحابی کے نام کے ساتھ بھی بولا جا سکتا ہے؟

(محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج ......یہ عرف ہے ورنہ قرآن مجید میں ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝ ﴾ [البینۃ:۷۔۸] [''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے یہ لوگ بہترین مخلوق ہیں ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ ان سے راضی ہوئے یہ ہے اس کے لیے جو اپنے پروردگار سے ڈرے۔'']

۱۴۲۱/۷/۲۰ھ

س ......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس میں لڑائیاں بھی ہوئیں اور شہید بھی ہوئے، پھر یہ جنتی کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ مسلمان کو قتل کرنے کی کوشش میں جا کر قتل ہوئے۔ دلیل سے وضاحت کریں؟ (محمد حسین، کراچی)

ج ......اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزشیں معاف کر دی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو چکے ہیں، قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ﴾ [آل عمران: ۱۵۲] [''اور البتہ تحقیق اس نے معاف کیا تم کو''] اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾ [التوبة: ۱۰۰] [وہ مہاجر اور انصار جنہوں نے سب سے پہلے ایمان لانے میں سبقت کی اور وہ لوگ جنہوں نے احسن طریق پر ان کی پیروی کی اللہ ان سب سے راضی ہوا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن میں نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''] ایک اور مقام پر ہے: ﴿ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ط اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ط ﴾

[التوبة: ۱۱۷۔۱۱۸] ["اللہ تعالیٰ نے نبی مہاجرین اور انصار پر مہربانی کی جنھوں نے بڑی تنگی کے وقت اس کا ساتھ دیا تھا اگرچہ اس وقت بعض لوگوں کے دل کجی کی طرف مائل ہو چکے تھے، پھر اللہ نے ان پر رحم فرمایا کیونکہ اللہ مسلمانوں پر بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے، اور ان تین آدمیوں پر بھی (مہربانی کی) جن کا معاملہ ملتوی رکھا گیا تھا، حتی کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی اپنی جانیں بھی تنگ ہو گئیں اور انہیں یہ یقین تھا کہ اللہ کے سوا ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں، پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی تاکہ وہ توبہ کریں اللہ تعالیٰ یقیناً توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔"] ایک اور مقام پر ہے: ﴿ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ ؗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ ﴾[التوبة: ۸۸۔۸۹] ["لیکن رسول اور ان لوگوں نے جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنے اموال اور جانوں سے جہاد کیا، ساری بھلائیاں انہی لوگوں کے لیے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"] صحیح بخاری میں ہے: ((اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ)) [1] ["جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا۔"]

س ......ایک مشہور حدیث کہ "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کا اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے۔" یہ حدیث کونسی کتاب میں ہے؟ جلد اور صفحہ نمبر بھی عرض فرما دیں اور اس کی سند میں کونسا راوی ہے جس وجہ سے یہ مقبول نہیں ہے۔

۲ ...... اختلاف اُمتی رحمة میری اُمت کا اختلاف بھی رحمت ہے۔" جلد، صفحہ؟ یہ حدیث کی کونسی کتاب میں ہے، اس میں کونسا راوی ضعیف ہے کہ مقبول نہیں ہے؟ (طاہر ندیم، لاہور)

ج ...... یہ روایت موضوع ہے اس کو حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع العلم (۲/۹۱) میں اور حافظ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الاحکام (۶/۸۲) میں ذکر کیا ہے، اس کی سند میں سلام ابن سلیم سلام بن سلیمان بھی کہا جاتا ہے راوی الموضوعات اور متفق علی ضعفہ ہے۔

۲ ...... بے اصل ہے کسی مستند کتاب میں نہیں ملتی اس کی کوئی سند نہیں نہ صحیح، نہ حسن، نہ ضعیف اور نہ ہی موضوع۔

---

[1] بخاری/ کتاب المغازی/ باب فضل من شهد بدراً

ان دونوں روایتوں پر آپ سیر حاصل بحث دیکھنا چاہتے ہیں تو شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''سلسلة الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ، جلد اوّل حدیث: ۵۷ تا ۶۲ اور ص: ۷۶ تا ۸۴'' دیکھ لیں۔ ۱۴۲۰/۱۰/۱۰ھ

س ...... حافظ محمد محدث گوندلوی کی کتاب'' النبراس حصه سوم ، ص: ۱۰۱'' میں خیرُ القرونِ قَرْنِیْ کے الفاظ سے حدیث منقول ہے بہت کوشش کے باوجود ان الفاظ کے ساتھ اصل مأخذ تک نہیں پہنچ سکتا، اگر ان الفاظ کے ساتھ اصل حوالے تک مدد فرمادیں تو ممنون ہوں گا۔ (محمد یوسف نعیم کراچی)

ج ...... ''خیرُ القرونِ قَرْنِیْ'' والے الفاظ کے ساتھ مجھے حدیث نہیں ملی۔ شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ کہیں نہیں۔ واللہ اعلم۔

[حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہے: ((خیرُ النَّاسِ قَرْنِیْ)) ''بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں۔''] [1]

[دوسرے الفاظ یہ ہیں: ((خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ)) ''میری اُمت کے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں۔'' [2]]

۱۴۲۲/۱۲/۲۶ھ

س ...... کیا یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل نہیں؟ کیا اسے رضی اللہ عنہ کہا جاسکتا ہے؟ (محمد شکیل، فورٹ عباس)

ج ...... اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ○ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ○ ﴾[البینة: ۸-۷] [''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے یہ لوگ بہترین مخلوق ہیں ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ ان سے راضی ہوئے یہ ہے اس کے لیے جو اپنے پروردگار سے ڈرے۔''] ۱۴۲۱/۱۰/۱۲ھ

س ...... واقعہ کربلا سے قبل باختلاف روایات یزید جو کچھ بھی تھا مگر واقعہ کربلا، واقعہ حرہ کے بعد بھی کیا وہ ظالم، قاتل اور فاسق و فاجر قرار نہیں پایا؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا اتنے عظیم ظالمانہ واقعات کا یزید پر کوئی بوجھ نہیں؟ ابن زیاد، ابن سعد، شمر وغیرہم کس حد تک مجرم ہیں؟

۲:...... اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو یزید پر لعنت کرتا ہے؟ کیا اس پر فسق کا حکم لگایا جاسکتا ہے؟ کیا اس پر

---

[1] بخاری/کتاب فضائل اصحاب النبی/باب فضائل اصحاب النبی ـ مسلم/کتاب الفضائل/باب فضل الصحابه ثم الذین یلونهم۔

[2] مسلم/کتاب الفضائل/باب فضل الصحابة ثم الذین یلونهم

لعنت کا جواز ہے؟ کیا یزید فی الواقع سید حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا؟ یزید کو رحمۃ اللہ علیہ کہنا بہتر ہے یا اس سے سکوت افضل ہے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج ...... قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ کفر وشرک کے علاوہ جتنی خطائیں ہیں جتنے گناہ ہیں وہ قابل مغفرت و معافی ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((وَخَطأً وَ خَطأَتُ ذُرِّيَّتُهُ)) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((كُلُّ بَنِى آدَمَ خَطَّاءٌ وَ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ)) [1] [''تمام انسان گناہ گار ہیں اور گناہ گاروں میں بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔] پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک موقع پر فرمایا: ((أَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ)) [2] [''ہم میں سے کون ہے جس نے اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہو۔''] پھر صحیح بخاری میں ہے: ((أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ)) [3] [''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلا لشکر میری اُمت کا جو قیصر (رومیوں کے بادشاہ) کے شہر (قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا ان کی مغفرت ہو گی۔''] اور صحیح بخاری ہی میں ایک مقام پر ہے: ((وَيَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ)) [4] [''اور یزید بن معاویہ ان پر امیر تھے۔'']

۲: ...... اس کا جواب نمبر ۱ میں بیان ہو چکا ہے۔

س ...... ۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا، عمار ان کو جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ عمار کو جہنم کی طرف (بخاری)۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے کیا اس حدیث کی رُو سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ باغی گروہ قرار پاتا ہے؟ نیز حدیث کے آخری فقرے کی وضاحت فرما دیجئے۔

۲۔ ...... عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک مرتبہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے امیر المؤمنین یزید کے الفاظ استعمال کیے، تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سخت ناراض ہوئے، انہوں نے فرمایا: تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے اور اُسے بیس کوڑے لگوائے کیا یہ بات صحیح ہے؟ (تہذیب التہذیب ج:۱۱، ص:۳۶۱) بحوالہ خلافت وملوکیت مودودی ص:۱۸۳)

---

[1] ترمذی/ابواب صفۃ القیامۃ۔ ابن ماجہ/ کتاب الزھد /باب ذکر التوبۃ۔

[2] بخاری/تفسیر الانعام۔باب و لم یلبسوا ایمانھم بظلم۔

[3] بخاری/ المجلد الاوّل /باب صلوٰۃ النوافل جماعۃ کتاب التھجد۔

[4] بخاری/الجھاد/ما قیل فی قتال الروم۔

☆......آپ فرماتے ہیں یزید پر لعنت کرنا ایسے ہی ہے جیسا کسی مسلمان پر۔ (بحوالہ احکام و مسائل جلد ۱، ص: ۴۸۶)

جبکہ یزید کے عہد میں تین واقعات ایسے ہوئے جنہوں نے پوری دنیائے اسلام کو لرزہ براندام کر دیا، پہلا واقعہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ہے، دوسرا واقعہ جنگ حرہ کا تھا، تیسرا واقعہ مکہ پر حملہ اور خانہ کعبہ پر سنگباری جس سے کعبہ کی ایک دیوار شکستہ ہوگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی لڑائی کا ارادہ کرے گا اللہ اسے جہنم کی آگ میں سیسے کی طرح پگھلا دے گا۔ (بخاری، مسلم) جو شخص اہل مدینہ کو ظلم سے خوف زدہ کرے گا اللہ اسے خوف زدہ کر دے گا، اس پر اللہ اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، قیامت کے روز اللہ اس سے کوئی چیز اس گناہ کے فدیے میں قبول نہ فرمائے گا۔ (بحوالہ خلافت وملوکیت ص: ۱۸۲، مودودی صاحب) اس حدیث کی رُو سے تو یزید پر لعنت جائز ہے؟

☆......آپ فرماتے ہیں یزید رحمۃ اللہ علیہ حدیث "مغفور لھم" میں شامل ہے کیونکہ اس نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا، مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ نہیں بلکہ حمص ہے، چنانچہ شیخ الاسلام محمد صدر الصدور دہلی شرح بخاری میں فرماتے ہیں: ''اور بعض علماء کی تجویز یہ ہے کہ ''شہر قیصر'' سے مراد وہی شہر ہے کہ جہاں قیصر اس روز تھا کہ جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی تھی اور یہ شہر ''حمص'' تھا جو اس وقت قیصر کا دار السلطنت تھا'' واللہ اعلم (بحوالہ یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں۔ ص: ۲۷۹، عبدالرشید نعمانی) (محمد یونس شاکر)

ج...... ☆ یہ الفاظ حدیث صحیح بخاری کے نہیں۔ صحیح بخاری میں مدرج ہیں۔ فتح الباری میں تفصیل دیکھ سکتے ہیں۔ پھر صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ((اِبْنِیْ هٰذَا سَيِّدٌ ، وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ)) [1] [''میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اُمید ہے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں یہ صلح کرا دے گا۔''] جس سے ثابت ہوا اس خطا کے باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مسلم ہیں دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ پھر جب حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر لی اور خلافت ہی ان کے حوالہ فرما دی تو یہ خطا بھی دور اور بغاوت بھی کافور ہوگئی تو اب سوال و جھگڑا کاہے کا؟

☆......یہ روایت اگر صحیح ہو تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی خطا ہے کیونکہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کی ماسوائے عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے سب نے بیعت کی ہوئی تھی جن میں بہت سے صحابہ

---

[1] بخاری/ کتاب فضائل اصحاب النبی/باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنهما۔

بھی شامل تھے۔ صحیح بخاری میں ہے: ((عَنْ نَافِعٍ قَالَ: لَمَّا خَلَعَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ جَمَعَ ابْنُ عُمَرَ حَشَمَهُ وَوَلَدَهُ ، فَقَالَ: إِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وَإِنَّا قَدْ بَايَعْنَا هٰذَا الرَّجُلَ عَلٰى بَيْعِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَإِنِّيْ لَا أَعْلَمُ غَدْرًا أَعْظَمَ مِنْ أَنْ يُبَايَعَ رَجُلٌ عَلٰى بَيْعِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ، ثُمَّ يُنْصَبُ لَهُ الْقِتَالُ ، وَإِنِّيْ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِّنْكُمْ خَلَعَهُ ، وَلَا بَايَعَ فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ إِلَّا كَانَتِ الْفَيْصَلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ)) (۲/ ۵۳-۱) [1] [''جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کیا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے خادموں اور لڑکوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ ہر غدر کرنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا اور ہم نے اس شخص (یزید) کی بیعت اللہ اور اس کے رسول کے نام پر کی ہے اور میرے علم میں کوئی غدر اس سے بڑھ کر نہیں کہ کسی شخص سے اللہ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کی جائے اور پھر اس سے جنگ کی جائے اور دیکھو مدینہ والو تم میں سے جو کوئی یزید کی بیعت کو توڑے اور دوسرے کسی سے بیعت کرے تو مجھ میں اور اس میں کوئی تعلق نہیں رہا، میں اس سے الگ ہوں۔'']

۞......قرآن مجید میں ہے: ﴿ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ [المائدۃ: ۷۸] [''لعنت کیے گئے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا۔''] اس آیت کریمہ کے پیش نظر اگر کوئی صاحب فرمائیں جو لوگ پہلے کافر تھے بعد میں اسلام لے آئے ان پر لعنت جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ [المائدۃ: ۷۸] ۔ آیا آپ ان صاحب کی بات کو درست قرار دیں گے؟ نہیں! ہرگز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا کفر معاف کر دیا ہے اس لیے ان پر لعنت جائز نہیں۔ ادھر بھی معاملہ اسی طرح ہے کیونکہ یزید "مغفور لھم" میں شامل ہے اس کی خطا اللہ تعالیٰ نے معاف فرما اور بخش دی ہے۔

۞......شیخ الاسلام محمد صدر الصدور دہلوی سے جو کچھ آپ نے نقل فرمایا اس کی دلیل درکار ہے؟ پیش فرمائیں ، نیز آپ نے میری عبارت نقل فرمائی ''یزید رحمۃ اللہ علیہ حدیث ''مغفور لھم'' میں شامل ہے کیونکہ اس نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا'' اس کا حوالہ پیش فرمائیں۔

[ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری اُمت

---

[1] بخاری/ کتاب الفتن / باب اذا قال عند قوم شیئا ثم خرج فقال بخلافہ۔

کا سب سے پہلا لشکر جو دریائی سفر کر کے جہاد کے لیے جائے گا اس نے (اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت) واجب کر لی۔ اُم حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں تم بھی ان کے ساتھ ہوگی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلا لشکر میری اُمت کا جو قیصر (رومیوں کے بادشاہ) کے شہر (قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا ان کی مغفرت ہوگی میں نے کہا: میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی یا رسول اللہ!؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔] ❶

[روم کے اس جہاد میں فوج کے سردار یزید بن معاویہ تھے۔] ❷

س ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے یا ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ تم جنگل میں جاؤ گے اور وہاں سے ایک قافلہ گزرے گا جو تمہاری نمازِ جنازہ پڑھائے گا اور تم کو دفن کرے گا، جب انہوں نے وفات پائی تو ان کی بیوی پریشان ہوئی کہ اب میں جنگل میں اکیلی ہوں، اب اس کی تکفین و تدفین کیسے ہوگی؟ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ایک قافلہ وہاں سے گزرا اور اس نے ان کی تکفین و تدفین کی۔'' یہ ایک روایت کا مضمون ہے جس میں مجھے بھول بھی لگتی ہے، عرض ہے کہ یہ روایت کہاں ہے؟ اور اس کی کتاب، جلد، اس کا باب اور اس کی فصل بتا دیجئے۔

۲...... حنظلہ صحابی رضی اللہ عنہ کے غسیل الملائکہ ہونے کی روایت کونسی مستند کتاب میں ہے اور اس کا باب اور اس کی فصل بھی بتا دیجئے۔

۳...... وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ عنہ کا مختصر ترجمہ میں نے جزء رفع الیدین للامام البخاری رحمہ اللہ، الاکمال فی اسماء الرجال ابن ماجہ، المشکوٰۃ اور التعلیق الممجد علی مؤطا محمد للعلامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ میں پڑھا ہے لیکن میں آپ رضی اللہ عنہ کا مفصل اور مستند ترجمہ پڑھنا چاہتا ہوں۔ وہ کونسی کتاب میں ہے؟ (رانا محمد جمیل خان)

ج ...... یہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے۔ اسد الغابہ، محمد بن اسحاق کی السیرۃ النبویہ، الاصابہ اور الاستیعاب میں ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں موجود ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔''

۲...... الاستیعاب (۱/۱۰۵) دیکھ لیں۔ فتح الباری / کتاب الجنائز / باب من لم یر غسل

---

❶ بخاری / کتاب الجهاد / باب ما قیل فی قتال الروم۔

❷ بخاری / کتاب التهجد / باب صلاة النوافل جماعة۔

الشہداء بھی ضرور دیکھیں۔ (۲۱۲/۳)

۳......اسد الغابہ، الاستعیاب اور الاصابہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا ترجمہ دیکھیں۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر رحمہ اللہ الخبیر بھی ضرور دیکھیں۔ ۱۴۲۳/۱۲/۱۶ھ

س......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ ایک شخص قبر پر لیٹے گا اور کہے گا کہ کاش میں اس کی جگہ قبر میں ہوتا۔ اس حدیث کی مکمل شرح لکھیں؟

(حافظ محمد امین محمدی)

ج......اس حدیث کی مکمل تشریح اسی حدیث کے اندر موجود ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اسی حدیث کے آخر میں فرماتے ہیں: ((وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ إِلَّا الْبَلَاءُ)) کہ وہ یہ خواہش دین کی وجہ سے نہیں کر رہا ہوگا بلکہ بلاء و فتن کی وجہ سے یہ خواہش کر رہا ہوگا۔ [1] ۱۴۲۴/۴/۲۳ھ

س......﴿ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ ''اُن لوگوں کے رستے پر چلا جن پر تو نے اپنا انعام کیا نہ کہ اُن لوگوں کے رستے پر جن پر تیرا غضب ہوا۔'' انعام یافتہ اور غضب کیے گئے لوگوں کی تشریح کر دیں؟

۲:......اگر ان کی کوئی کرامات ہیں تو وہ بھی ذرا تفصیل سے بیان کر دیں۔ (ارشد عظیم، نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ)

ج......﴿ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾[الفاتحة: ۷] [''ان کی راہ پر جن پر تو نے انعام کیا، ان کی راہ پر نہیں جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ان کی راہ جو راہ بھول گئے۔''] میں جو منعم علیہم ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیتِ کریمہ میں بیان فرما دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾[النسآء: ٦٩] [''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے تو ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اور رفیق ہونے کے لحاظ سے یہ لوگ کتنے اچھے ہیں۔''] اور مغضوب علیہم و ضالین اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور وہ لوگ ہیں جو ضلالت میں مبتلا اللہ کے غضب میں غرق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ﴾[البقرة: ۹۰] [''لہٰذا

[1] صحیح مسلم/کتاب الفتن و اشراط الساعة/باب لا تقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل فیتمنی أن یکون مکان المیت من البلاء۔

اب یہ اللہ کے غضب در غضب کے مستحق ہو گئے ہیں۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَضَلُّوْا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ ﴾ [المائدۃ: ۷۷] [''جو پہلے ہی گمراہ ہیں اور بہت لوگوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور صراطِ مستقیم سے بھٹک چکے ہیں۔'']

اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی پہچان قرآن مجید میں اس طرح آئی ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾ [یونس: ٦٣] [''جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے۔''] تو ثابت ہوا کہ ایمان وتقویٰ والے اولیاء اللہ ہیں جن میں ایمان نہیں وہ اولیاء اللہ نہیں، جن میں تقویٰ نہیں وہ بھی اولیاء اللہ نہیں اور جن میں ایمان وتقویٰ دونوں ہی نہیں وہ بھی اولیاء اللہ نہیں، قرآن مجید کے بیان فرمودہ اس اصول ومعیار کی روشنی میں آپ اپنے سوال میں ذکر کردہ بزرگوں اور دیگر بزرگوں کی ولایت وعدم ولایت کا فیصلہ فرما سکتے ہیں۔۔

۲:...... کرامت، خرقِ عادت چیز کا ظہور یا اظہار ولی اللہ بننے یا ہونے کے لیے کوئی شرط اور ضروری ولازم نہیں۔ بس ولایت کا معیار ایمان وتقویٰ ہی ہے اس سلسلہ میں آپ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''الفرقان'' کا مطالعہ فرمائیں۔ ۱٤۲۳/٦/۲٤ھ

س...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دریائے نیل کو رقعہ لکھ کر بھیجنا اور پھر دریا میں ڈال دینا اور دریا کا اسی وقت چل پڑنا اور آج تک چلتے رہنا کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ (ظفر اقبال، نارووال)

ج...... یہ واقعہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحوالہ ابوالشیخ اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں نقل فرمایا ہے۔ مگر اس کی سند ضعیف وکمزور ہے۔ ۱٤۲۲/۱۲/۲۰ھ

س...... نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ آدمی آئے اور مسلمان ہوئے۔ انہیں مدینہ کی آب وہوا موافق نہ آئی وہ بیمار ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیو۔ جب وہ تندرست ہوئے تو جو صحابہ نگران تھے انہیں قتل کر دیا، آنکھوں میں گرم سلاخیں پھیریں اور اونٹ بھی لے گئے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس طرح قتل کرنے سے روکا ہے؟ حالانکہ نبی ﷺ نے انہیں پکڑا اور قتل کیا اور آنکھوں میں سلاخیں پھیریں۔ (ابوشرحبیل)

ج......ان کو یہ سزا بطورِ قصاص دی گئی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ﴾ [البقرۃ: ۲/۱۹٤] [''جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کی مثل زیادتی کرو۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ﴾ [النحل: ۱٦/۱۲٦] [''اور

اگر بدلہ لو تو اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ ﴾[البقرة : ۱۷۸/۲] [''تم پر قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔''] تو اس قسم کی سزائیں اگر بطورِ قصاص ہوں تو درست ہیں۔

۱۴۲۱/۴/۶ھ

س ......حنیف بھوجیانی کے سلسلے میں آپ کا گراں قدر مضمون نمبر میں شائع کیا جا رہا ہے۔ان شاء اللہ العزیز۔

ادارہ الاعتصام کی کوشش ہے کہ ہر مضمون نگار کا مختصر تعارف مضمون کے شروع میں دیا جائے۔لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ آپ اوّلین فرصت میں صرف درج سوالات پر مشتمل مختصر تعارف ارسال فرمائیں۔

تاریخ ولادت...... مقام ولادت۔ اساتذہ، کن کن سے؟ کیا کیا؟ اور کہاں کہاں پڑھا ہے؟ آج کل مصروفیات کیا ہیں؟ (احمد شاکر، مدیر مسئول)

ج ......آپ کے مطلوبہ کوائف ترتیب وار مندرجہ ذیل ہیں: بتوفیق اللہ تبارک وتعالیٰ وعونہ۔

① ......۱۳۶۲ھ ۱۹۴۲ء بمقام نور پور چہل براستہ قلعہ دیدار تحصیل وضلع گوجرانوالہ۔

② ......اپنے گاؤں نور پور، جامعہ محمدیہ، جامعہ شرعیہ (جو مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جامعہ محمدیہ میں ہی مدغم ہو گیا) میاں چنوں مولانا محمد داؤد صاحب ارشد رحمۃ اللہ علیہ والی مسجد، روپڑی خاندان کی جامع مسجد قدس جامعہ لاہور لاھل الحدیث چوک دالگراں لاہور اور علماء اکیڈمی بادشاہی مسجد لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ اساتذہ کرام کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

① ......مولانا چراغ دین صاحب نور پوری رحمہ اللہ تعالیٰ۔

② ...... ماسٹر غلام رسول صاحب پھلو کی والے رحمہ اللہ تعالیٰ۔

③ ......شیخ الحدیث والتفسیر اہل حدیث کے امیر مولانا ابوالخیر محمد اسماعیل بن ابراہیم محدث سلفی وزیر آبادی۔نزیل گوجرانوالہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

④ ......شیخ الحدیث والتفسیر اہل حدیث کے امیر حافظ ابوعبداللہ محمد بن فضل دین بن بہاؤالدین محدث گوندلوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

⑤ ......شیخ الحدیث والتفسیر اہل حدیث کے امیر مولانا ابوعبدالرحمٰن محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن محدث گجراتی نزیل گوجرانوالہ، حفظہ اللہ وعافاہ معافاۃ کاملۃ عاجلۃ۔

⑥ ......شیخ الحدیث والتفسیر حافظ محمد عبداللہ بن روشن دین محدث روپڑی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔

⑦......شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبدالحمید صاحب محدث ہزاروی۔ حفظہ اللہ تعالیٰ

⑧......مولانا محمد وزیر صاحب پونچھی۔ حفظہ اللہ تعالیٰ۔

⑨......حافظ محمد قاسم صاحب خواجہ گوجرانوالہ، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

⑩......شیخ الحدیث والتفسیر حافظ ابوالحسن محمد عبداللہ بن عبدالکریم محدث بڈھیمالوی

⑪......علامہ احسان الٰہی صاحب ظہیر شہید بن حاجی ظہور الٰہی صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ۔

⑫......مولانا عبدالرحمٰن صاحب بن مولانا عطاء اللہ صاحب لکھویان محدثان اصحاب شان حفظہم اللہ تعالیٰ۔

⑬......حکیم نذیر احمد بن عبدالغنی جنڈیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

⑭...... ماسٹر عبدالمنان صاحب راز، حاجی پورہ، گوجرانوالہ، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

⑮......مولوی عبدالواحد صاحب کاتب بمبانوالوی، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

⑯......قاری ولی محمد صاحب میاں چنوں، حفظہ اللہ تعالیٰ۔

⑰......مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی، حفظہ اللہ تعالیٰ۔

⑱......مولانا ابوالحسن جمعہ خاں صاحب ہزاروی، حفظہ اللہ تعالیٰ۔

⑲......مولانا غلام رسول صاحب گجراتی، حفظہ اللہ تعالیٰ۔

⑳......مولانا عبدالحمید صاحب گجراتی، حفظہ اللہ تعالیٰ۔

㉑......قاری محمد یونس صاحب پانی پتی، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

㉒...... جناب غلام محمد صاحب درزی نور پوری، حفظہ اللہ تعالیٰ۔

㉓......شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ صاحب امجد چھتوی۔ حفظہ اللہ تعالیٰ۔

㉔......حکیم عبدالحمید صاحب کاتب نظام آبادی، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

جناب کے والد گرامی مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف محدث بھوجیانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے باقاعدہ پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا البتہ جامعہ محمدیہ چوک اہل حدیث (چوک نیائیں) میں آپ مولانا سلفی رحمہ اللہ کی دعوت پر بحیثیت ممتحن تشریف لائے تو ہم انہیں امتحان دیتے رہے ہیں، دورانِ امتحان وہ ہمیں کئی چیزوں کی طرف توجہ دلاتے تھے جن میں سے دو چیزیں مجھے اب تک خوب یاد ہیں: (۱) کتابت۔ (۲) ہر فن کی کوئی کتاب حفظ کرنا۔ ان دو چیزوں پر وہ خوب زور دیا کرتے تھے رہی اس فقیر الی اللہ الغنی کی مصروفیت تو وہ آپ کچھ نہ کچھ جانتے ہی ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب

کو خدمتِ دین کی توفیق اور سعادت دارین سے نوازے۔ ۱۴۲۰/۹/۵ھ

س ......امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک بہن حضورؐ کی زوجہ تھیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی لڑکی یا بہن بیوی تھیں۔ باغ فدک کا جو مسئلہ ہے وہ سب سے پہلے اُٹھایا جاتا ہے، میرے علم کے مطابق بطورِ تحفہ یا جزیہ کی صورت میں آیا تھا وہ ملکیت عالم اسلام کی ہوئی۔ کیا حضورؐ نے تحفہ کے طور پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دی تھیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مالی طور پر کس قدر غریب و امیر تھے تفصیل سے بتائیں؟ اور کیا انہوں نے باغ فدک چھین لیا تھا حضورؐ کی بیٹی سے؟

۲:......امام مہدی جو کہ شیعوں کی نظر میں بارھویں امام ہیں اور ہماری نظر میں بارھویں امام کی ولادت ہی نہیں ہوئی کیا امام مہدی قیامت سے پہلے آئیں گے؟

ج ......امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں۔ رہا باغ فدک والا مسئلہ تو اس سلسلہ میں آپ صحیح بخاری / کتاب فرض الخمس میں مالک ابن اوس بن حدثان والی حدیث کا مطالعہ فرمالیں حقیقتِ حال آپ پر واضح ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

[مالک نے کہا ایک دن میں اپنے گھر والوں میں بیٹھا تھا جب دن چڑھ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک بلانے والا میرے پاس آیا اور کہنے لگا امیر المؤمنین تجھ کو بلاتے ہیں۔ میں اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا وہ ایک تخت پر بوریا بچھائے ایک چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے، بوریے پر کوئی بچھونا نہ تھا میں نے ان کو سلام کیا اور بیٹھ گیا انہوں نے کہا: تمہاری قوم میں سے چند گھر والے ہمارے پاس آئے ہیں، میں نے ان کو کچھ تھوڑا سا دلایا ہے، تم ان کو بانٹ دو۔ میں نے عرض کیا: امیر المؤمنین یہ کام کسی اور سے لیجئے تو بہتر ہے۔ انہوں نے کہا (بھلے) آدمی لے (بانٹ دے) خیر میں انہیں کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں ان کا دربان یرفا آیا اور کہنے لگا کہ عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم آئے ہیں۔ آپ کی اجازت چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا: آنے دو۔ خیر وہ آئے، انہوں نے سلام کیا، بیٹھے، یرفا تھوڑی دیر بیٹھا رہا پھر کہنے لگا علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ آئے ہیں، انہوں نے کہا: آنے دو۔ وہ بھی آئے دونوں نے سلام کیا اور بیٹھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: امیر المؤمنین میرا اور ان کا (علی رضی اللہ عنہ) کا جھگڑا ہے، فیصلہ کر دیجئے۔ دونوں صاحب اس جائیداد کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے جو اللہ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نضیر کے مال میں سے دلائی تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کہنے لگے: ہاں امیر المؤمنین ان کا فیصلہ کرو۔ اور ہر ایک کو دوسرے سے بے فکر کرو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھہرو!

دم لو میں تم سے اس اللہ کی جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، یہ سن کر عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بولے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے۔ اس وقت عمر، علی اور عباس رضی اللہ عنہم کی طرف مخاطب ہوئے۔ کہنے لگے: اب میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا ہے، انہوں نے کہا: بے شک فرمایا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب میں اس معاملہ کی شرح بیان کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت میں سے اپنے پیغمبر ﷺ کے لیے ایک خاص رعایت رکھی ہے جو اور کسی کے لیے نہیں رکھی۔ پھر سورۂ حشر کی یہ آیت پڑھی: ﴿ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ ...... عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ [الحشر: ٦] تک تو یہ جائیدادیں (بنی نضیر، خیبر، فدک وغیرہ) خاص رسول اللہ ﷺ کی تھیں۔ مگر قسم اللہ کی یہ جائیدادیں رسول اللہ ﷺ نے تم کو چھوڑ کر اپنے لیے نہیں رکھیں نہ خاص اپنے خرچ میں لائے بلکہ تم ہی لوگوں کو دیں اور تمہارے ہی کاموں میں خرچ کیں یہ جو جائیداد بچ رہی اس میں سے آپ اپنی بیبیوں کا سال بھر کا خرچہ لیا کرتے، بعد اس کے جو باقی رہتا وہ اللہ کے مال میں شریک کر دیتے (جہاد کے سلسلے میں) رسول اللہ ﷺ تو اپنی زندگی میں ایسا ہی کرتے رہے۔ حاضرین تم کو اللہ کی قسم! کیا تم یہ نہیں جانتے؟ انہوں نے کہا: بے شک جانتے ہیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے علی اور عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: تم کو بھی اللہ کی قسم! کیا تم یہ نہیں جانتے؟ (انہوں نے کہا: بے شک جانتے ہیں) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا: اللہ نے اپنے پیغمبر کو دنیا سے اُٹھا لیا تو ابوبکر صدیق کہنے لگے میں آنحضرت ﷺ کا جانشین ہوں اور انہوں نے یہ جائیدادیں اپنے قبضے میں رکھیں اور جو جو کام آنحضرت ﷺ ان کی آمدنی سے کرتے رہے وہ کرتے رہے، اللہ جانتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سچے، نیک، سیدھے راہ پر حق کے تابع تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اُٹھا لیا۔ میں ابوبکر کا جانشین بنا، میں نے اپنی حکومت کے شروع شروع میں دو برس تک ان جائیدادوں کو اپنے ہی قبضے میں رکھا اور جیسا آنحضرت ﷺ اور ابوبکر کرتے رہے ویسا ہی میں بھی کرتا رہا، اللہ اس بات کا گواہ ہے کہ میں ان جائیدادوں کی نسبت سچا، نیک، سیدھی راہ پر حق کے تابع رہا، پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور بالاتفاق گفتگو کرنے لگے، تم دونوں ایک تھے، عباس تم نے یہ کہا کہ میرے بھتیجے کے مال سے میرا حصہ دلاؤ اور انہوں (یعنی علی رضی اللہ عنہ) نے یہ کہا: میری بی بی کا حصہ اپنے باپ کے مال سے مجھ کو دو۔ میں نے تم دونوں سے یہ کہا: دیکھو! آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہے۔ پھر مجھ کو یہ مناسب معلوم ہوا کہ میں ان جائیدادوں کو تمہارے قبضے میں دے دوں۔ تو میں نے تم سے کہا: دیکھو! اگر تم چاہو تو میں یہ جائیدادیں تمہارے

سپرد کیے دیتا ہوں لیکن اس عہد اور اقرار پر کہ تم اس کی آمدنی سے وہ سب کام کرتے رہو گے جو آنحضرت ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں کرتے رہے اور جو کام میں اپنی حکومت کی ابتداء میں کرتا رہا۔ تم نے (اس شرط کو قبول کرکے) درخواست کی کہ جائیدادیں ہم کو دے دیں۔ میں نے اسی شرط پر دے دیں۔ حاضرین (یعنی حضرت عثمان اور ان کے ساتھی) کہو میں نے یہ جائیدادیں اسی شرط پر ان کے حوالے کی ہیں یا نہیں؟ انہوں نے کہا: بے شک اسی شرط پر تم نے دی ہیں۔ پھر حضرت عمر، علی اور عباس رضی اللہ عنہم کی طرف مخاطب ہوئے۔ کہنے لگے: میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، میں نے اسی شرط پر یہ جائیدادیں تم کو حوالہ کی ہیں یا نہیں؟ انہوں نے کہا: بے شک۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو پھر مجھ سے کس بات کا فیصلہ چاہتے ہو؟ (کیا جائیداد کو تقسیم کرانا چاہتے ہو؟) قسم اس اللہ کی جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، میں تو اس کے سوا اور کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اگر تم سے اس کا انتظام نہیں ہوسکتا تو پھر جائیداد میرے سپرد کردو۔ میں اس کا انتظام دیکھ لوں گا۔''] [1]

۲:.......امام مہدی قرب قیامت تشریف لائیں گے پھر مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا، دونوں مل کر دجال کا قلع قمع کریں گے۔ [2] ان شاء اللہ تعالیٰ۔ باقی بعد والی آپ کی بات درست نہیں۔ واللہ اعلم۔ ۲۹/۵/۱۴۲۲ھ

[1] صحیح بخاری/کتاب فرض الخمس/باب فرض الخمس۔

[2] ترمذی/ابواب الفتن/باب ما جاء فی المهدی۔ مسلم/کتاب الفتن و اشراط الساعة/باب ذکر الدجال۔ مسلم/کتاب الایمان/باب بیان نزول عیسیٰ بن مریم علیه السلام۔

کتاب التفسیر ...... تفسیری مباحث

س:......سورۂ الفاتحہ کی سات (۷) آیات مکمل فرمائیں جبکہ قرآن میں چھ (۶) آیات بیان کی گئی ہیں؟

(محمد صارم سیف)

ج:......بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی سورۂ فاتحہ کی آیت ہے۔ مجمع الملک فہد کا مطبوع قرآنِ مجید دیکھ لیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد (۱) لکھا ہے۔ تاج کمپنی کے مطبوع قرآنِ مجید میں صراط الذین أنعمت علیھم کے بعد (۶) لکھا ہے۔ اس کی کتاب وسنت میں کوئی دلیل نہیں۔ تفصیل کے لیے ''إرشاد القاری'' دیکھ لیں۔ حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔ إن شاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ ۲۵ / ۳ / ۱٤۲٤ھ

س:......ایک شخص سورۂ توبہ سے قرآنِ مجید کی تلاوت شروع کرتا ہے کیا وہ اس کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے یا نہیں؟ سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنے کی کیا وجہ ہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......بطور تبرک پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ جیسے دوسری سورتوں میں پڑھی جاتی ہے یا نماز میں نہیں پڑھے گا۔ لکھی اس لیے نہیں گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے آغاز میں لکھنے کو نہیں فرمایا جیسا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضاحت فرمائی ہے۔

[''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے آپ نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے۔ اور سورۂ براءۃ کو جو مئین میں سے ہے، ملا دیا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی۔ اور پہلے کی سات لمبی سورتوں میں انہیں رکھا؟ آپ نے جواب دیا کہ بسا اوقات حضور رسول اللہ ﷺ پر ایک ساتھ کئی سورتیں اترتی تھیں، جب آیت اترتی آپ وحی کے لکھنے والوں میں سے کسی کو بلا کر فرما دیتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو جس میں یہ ذکر ہے۔ سورۂ انفال مدینہ شریف میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ اور سورۂ براءۃ (توبہ) سب سے آخر میں اتری تھی۔ بیانات دونوں کے ملتے تھے۔ مجھے ڈر لگا کہ کہیں یہ بھی اسی میں سے نہ ہو۔ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ نے ہم سے نہیں فرمایا کہ یہ اس میں سے ہے، اس لیے میں نے دونوں سورتیں متصل لکھیں اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی۔ اور سات پہلی لمبی سورتوں میں انہیں رکھا۔''] [1]

---

[1] ابو داؤد/ كتاب الصلوٰة: باب من جهربها، ح: ٧٨٦، ترمذی / كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة التوبة، ح: ٣٠٨٦ (صحيح)

٦ / ١ / ١٤٢٤ھ

س:......سورۂ فاتحہ قرآن کا جزء ہے یا نہیں اور جو قرآن کے جزء ہونے کا انکار کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟

(طارق ندیم، اوکاڑوی)

ج:......سورۂ فاتحہ قرآنِ مجید کا جزء ہے اور جو شخص اس کے قرآنِ مجید کا جزء ہونے کا اجتہادی خطا کے بغیر انکار کرے وہ مسلمان نہیں۔ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴾ [الحجر: ٨٧] [''ہم نے آپ کو سات ایسی آیات دی ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں اور قرآنِ عظیم دیا ہے۔''] اور صحیح بخاری میں ہے ابوسعید بن معلّٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ((إِنَّكَ قُلْتَ: لَأُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ أَعْظَمُ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ أُوْتِيْتُ .)) [''میں تجھے ایک سورت بتاؤں گا جو قرآن کی سب سورتوں سے بڑھ کر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سورۂ الحمد یعنی فاتحہ ہے اس میں سات آیات ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور یہی سورت وہ بڑا قرآن ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔''] [1] قرآنِ مجید کی سورۂ العنکبوت میں ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [العنکبوت: ٤٧] [''اور ہم نے اسی طرح آپ پر یہ کتاب نازل کی اس پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں ہم نے کتاب دی تھی اور ان سے کچھ لوگ ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیات سے انکار تو کافر لوگ ہی کرتے ہیں۔'']

اب غور کا مقام ہے سورۂ فاتحہ کے قرآنِ مجید کا جزء ہونے اور اس کا قرآنِ مجید کا جزء ہونے کا عمداً اجتہادی خطا کے بغیر انکار کرنے والے کا مسلمان نہ ہونے سے بھلا قراءت فاتحہ خلف الامام کا ناجائز اور نادرست ہونا ثابت ہوا؟ نہیں ہرگز نہیں تو اس سوال کا آخر فائدہ؟ آیت: ﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ [الاعراف: ٢٠٤] [''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو شاید کہ تم پر رحم کیا جائے۔''] میں قراءت قرآن کے وقت استماع وانصات کا حکم ہے۔ قرآن وغیرہ کا سرّا بھی نہ پڑھنے کا حکم نہیں نہ مطابقۃً، نہ تضمناً اور نہ ہی التزاماً۔

٢٢ / ٣ / ١٤٢٣ھ

س:......مساجد میں منبر پر پہلی یا دوسری سیڑھی پر قرآنِ مجید رکھ دیا جاتا ہے، حالانکہ اسی سیڑھی پر تقریر کرتے ہوئے

[1] صحیح بخاری / کتاب تفسیر القرآن / باب ماجاء فی فاتحة الکتاب

قدم رکھے جاتے ہیں کیا یہ قرآن کے ادب کے خلاف ہے؟ (محمد سلیم بٹ)

ج:......قرآنِ مجید شعائر اللہ میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ط [الحج: ٣٢] ﴾ [''اور جو اللہ کی نشانیوں کی عزت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے۔''] تو جہاں قرآنِ مجید رکھنے سے قرآنِ مجید کی بے حرمتی و بے ادبی نکلتی ہو وہاں قرآنِ مجید کو رکھنا درست نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ ط ﴾[المآئدة: ٢] [''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے نشانوں کی بے حرمتی نہ کرو۔''] ١٣ / ١١ / ١٤٢٣ھ

س:......قرآنی سورتوں کے نام نبی پاک ؐ نے منتخب کیے ہیں یا پھر اللہ نے نام کے ساتھ سورت اتاری؟ (ماسٹر عبدالرؤف)

ج:......نبی کریم ﷺ نے رکھے ہیں اللہ تعالیٰ کی تائید وتصویب حاصل ہے یہ بھی توقیف ووحی کی ایک صورت ہے۔ [تفصیل کے لیے الاتقان فی علوم القرآن النوع السابع عشر ۱۷ سترہویں نوع کا مطالعہ فرمائیں۔]

س:......سورۂ آل عمران کی آیت نمبر: ۱۲۴ میں تین ہزار فرشتوں کا ذکر ہے کیا وہ واقعی نازل ہوئے تھے۔ دلیل سے تحریر کریں؟ (محمد حسین، کراچی)

ج:......ہاں نازل ہوئے تھے، اس کے کئی دلائل ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿ بَلٰى ﴾ [آل عمران: ۱۲۵] [''کیوں نہیں۔'']

۲۔ اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ ﴾ [آل عمران: ۱۲۶] [''مدد کی خبر اللہ نے اس لیے دی ہے کہ تم خوش ہو جاؤ۔'']

۳۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ط ﴾ [آل عمران: ۱۲۶] [''اور تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اس کے ساتھ۔'']

۴۔ اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ط ﴾ [آل عمران: ۱۲۷] [''تاکہ اللہ کافروں کا ایک بازو کاٹ دے۔'']

۵۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ اَوْ يَكْبِتَهُمْ ط ﴾ [آل عمران: ۱۲۷] [''یا انہیں ذلیل کرے۔'']

۶۔ ﴿ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ط ﴾ [آل عمران: ۱۲۷] [''وہ ناکام ہو کر پلٹ جائیں۔'']

٭ اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝ ﴾[الانفال: ۹] [''اللہ نے تمہیں جواب دیا کہ میں ایک ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیج رہا ہوں۔'']

٭ اللہ تعالیٰ کے اقوال: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ط ﴾[آل عمران: ۹][''بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔''] ﴿ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ط ﴾[الحج: ۴۷] [''اللہ ہرگز اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا۔''] ﴿ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ط ﴾[ابراھیم: ۴۷][''یہ کبھی خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا۔''] ﴿ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا ط ﴾[النسآء: ۸۷] [''اور کون زیادہ سچا ہے اللہ سے بات میں۔''] ﴿ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا ط ﴾[النساء: ۱۲۲] [''اور کون زیادہ سچا ہے، اللہ سے قول میں۔'']

۱۷ / ۱۰ / ۱۴۲۲ھ

س:......قرآن کی چند آیات ایک دوسری کی ضد کی طرح نظر آتی ہیں اس کی وضاحت فرمادیں۔ (۱) سورۂ الحاقہ: ۴۳، الحاقہ: ۴۰۔ (۲) نمل: ۸، ۹، القصص: ۳۰۔ (۳) البقرۃ: ۵۱، الأعراف: ۱۴۲۔

(محمد حسین بن عبدالصمد)

ج:......آپ لکھتے ہیں: ''قرآنِ مجید کی چند آیتیں ایک دوسری کی ضد کی طرح نظر آتی ہیں۔'' یہ فقیر الی اللہ الغنی کہتا ہے آپ کو یا کسی کو تضاد نظر آتا ہے مگر حقیقت اور واقع میں آیات تو آیات رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ احادیث میں بھی کوئی تضاد نہیں۔

(۱)......سورۃ الحاقہ کی آیت نمبر: ۴۰ ہے: ﴿ إِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ﴾[''بےشک یہ (قرآن) بزرگ رسول کا قول ہے۔''] اور آیت نمبر: ۴۳ ہے: ﴿ تَنْزِيلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ ﴾[''رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔''] ان دونوں آیتوں میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ دوسری آیت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ پہلی آیت میں جس چیز کو قول رسول کریم قرار دیا گیا وہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے بتایا گیا ہے وہ شاعر اور کاہن کا قول نہیں بعد میں تنزیل من رب العالمین فرما کر واضح کر دیا گیا ہے کہ وہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے، تاکہ کوئی یہ نہ سمجھنا شروع کر دے ٹھیک وہ شاعر کا قول نہیں، درست وہ کاہن کا قول بھی نہیں مگر وہ رسول کریم کا اپنا قول تو ہے تو اللہ تعالیٰ نے تنزیل من رب العالمین کہہ کر اس فہم کا ردّ فرمادیا۔

وبعبارۃ اخری قولِ رسول بسا اوقات مرسِل کا قول ہوتا ہے اور بسا اوقات رسول کا اپنا قول ہوتا ہے۔ مرسِل کا قول نہیں ہوتا تو تنزیل من رب العالمین فرما کر قول رسول کریم میں دو صورتوں میں سے پہلی صورت کو

متعین کر دیا گیا ہے اور دوسری صورت کی نفی کر دی گئی ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر فرمایا: ﴿ وَالدَّمَ ط [البقرۃ: ۱۷۳] ﴾ اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا ط [الانعام: ۱۴۵] ﴾ [''یا بہتا ہوا خون۔''] اب کوئی ان دونوں مقاموں میں باہمی تضاد سمجھنا شروع کر دے تو یہ اس کی خطا ہوگی کیونکہ دوسرے مقام میں پہلے مقام سے مراد کی توضیح کر دی گئی ہے کہ ''والدم'' میں دم مسفوح مراد ہے۔ غیر مسفوح مراد نہیں تو یہ کوئی تضاد نہیں۔ اس کی دوسری مثال ہے ایک مقام پر فرمایا: ﴿ يَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ ط ﴾ [الشوریٰ: ۵] [''زمین والوں کے لیے استغفار کر رہے ہیں''] اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ يَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا ط ﴾ [المؤمن: ۷] [''ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔''] اب دونوں مقاموں میں کوئی صاحب تضاد سمجھنا شروع کر دیں تو یہ ان کی نادانی ہے۔

(۲) ...... سورۂ نمل کی آیت نمبر: ۸ اور نمبر: ۹ میں جن چیزوں کا اثبات ہے۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر: ۳۰ میں ان میں سے کسی چیز کی بھی نفی نہیں، اور سورۂ قصص کی آیت نمبر: ۳۰ میں جن چیزوں کا اثبات ہے سورۂ نمل کی آیت نمبر: ۸، ۹ میں ان میں سے کسی بھی چیز کی نفی نہیں۔ لہٰذا دونوں مقاموں میں کوئی تناقض نہیں۔ جیسے کہ سورۂ حاقہ کی آیت نمبر: ۴۰ میں جن چیزوں کا اثبات ہے ان میں سے کسی چیز کی بھی آیت نمبر: ۴۳ میں نفی نہیں اور جن چیزوں کا آیت نمبر: ۴۳ میں اثبات ہے، ان میں سے کسی چیز کی بھی آیت نمبر: ۴۰ میں نفی نہیں۔ لہٰذا ان دونوں آیتوں میں بھی کوئی تناقض نہیں۔

(۳) ...... سورۂ بقرہ کی آیت نمبر: ۵۱ اور سورۂ اعراف کی آیت نمبر: ۱۴۲ کا معاملہ بھی پہلے ذکر کردہ دو مقاموں کی طرح ہی ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر: ۵۱ میں جن چیزوں کا اثبات ہے ان میں سے کسی ایک کی بھی سورۂ اعراف کی آیت نمبر: ۱۴۲ میں نفی نہیں اور جن چیزوں کا سورۂ اعراف کی آیت نمبر: ۱۴۲ میں اثبات ہے ان میں سے کسی ایک کی بھی سورۂ بقرہ کی آیت نمبر: ۵۱ میں نفی نہیں۔ لہٰذا ان دونوں آیتوں میں بھی کوئی تعارض و تناقض نہیں۔

۱۷ / ۱۰ / ۱۴۲۲ھ

س: ...... قرآنِ پاک کا ترجمہ کرتے ہوئے سورۂ یوسف کی آیت نمبر: ۲۴ کے اول حصہ کے ترجمہ میں اشکال ہے اس کے دو ترجمے آپ کی خدمت میں پیش کیے ہیں لہٰذا جو اس میں درست ہو اس کی نشاندہی فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ یا اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔

(۱) ...... ''اور البتہ تحقیق ارادہ کر لیا تھا اس عورت نے یوسف کا، اور وہ (یوسف) بھی ارادہ کر لیتا اس عورت کا، اگر نہ ہوتی یہ بات کہ دیکھ چکا تھا یوسف برہان اپنے رب کی۔''

(۲)...... ''اور البتہ تحقیق ارادہ کیا اس عورت نے یوسف کا، اور اس (یوسف) نے ارادہ کیا اس عورت کا۔ اگر نہ ہوتی یہ بات کہ دیکھ لی تھی یوسف نے برہان اپنے رب کی (تو ارادے کا پختہ ہو جانا عجب نہ تھا۔)'' (حافظ آصف اقبال)

ج:...... آپ نے آیت: ﴿ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ط ﴾ [یوسف:۲۴] کے دو ترجمے نقل فرمائے اور سوال فرمایا ان دونوں میں سے کون سا درست ہے؟

جواباً گزارش ہے درست تو دونوں ہی ہیں۔ البتہ پہلا ترجمہ اس فقیر الی اللہ الغنی کو زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۴۲۱/۶/۷ھ

س:...... کسی صحیح حدیث سے ثابت کریں کہ آیت: ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا ط الخ ﴾ [الاعراف: ۲۰۴] [''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔''] کافروں کے بارے میں نازل ہوئی؟ (طارق ندیم، اوکاڑوی)

ج:...... اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ ط [البقرة: ۱۸۵] ﴾ [''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔''] لِلنَّاسِ میں مؤمن و کافر سب شامل ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا o [الفرقان: ۱] ﴾ [''متبرک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تا کہ وہ اہل عالم کے لیے ڈرانے والا بن جائے۔''] میں بھی مؤمن و کافر سب شامل ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ أَصَابَ أَرْضًا. إلى قوله: وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهٖ.)) [''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال تیز بارش کی سی ہے جو زمین پر برسے پھر صاف اور عمدہ زمین تو پانی کو جذب کر لیتی ہے اور بہت سا گھاس اور سبزہ اگاتی ہے جبکہ سخت زمین پانی کو روکتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے لوگ خود بھی پیتے ہیں اور جانوروں کو بھی سیراب کرتے ہیں اور اس کے ذریعے کھیتی باڑی بھی کرتے ہیں اور کچھ بارش ایسے حصے پر برسی جو صاف اور چٹیل میدان تھا وہ نہ تو پانی کو روکتا ہے اور نہ ہی سبزہ اگاتا ہے پس یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی اور جو تعلیمات دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے ان سے اسے فائدہ ہوا یعنی اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ اور

یہی اس شخص کی مثال ہے جس نے سر تک نہ اٹھایا اور اللہ کی ہدایت کو جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں قبول نہ کیا۔''] [1]

اس حدیث میں مذکور علم و ہدی میں قرآنِ مجید اور سنت و حدیث دونوں شامل ہیں تو ثابت ہوا قرآنِ مجید اور سنت و حدیث والی بارش مؤمن و کافر سب کے لیے ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے تو ثابت ہوا آیت: ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ ط الخ ﴾[الاعراف : ٢٠٤] اور پورا قرآنِ مجید نیز ساری کی ساری سنت و حدیث مؤمن و کافر سب کے لیے نازل ہوئے ہیں۔ سوال میں تو لکھا ہے: ''کسی صحیح حدیث سے ثابت کریں۔'' الخ، جب کہ اس مطلوب کو قرآنِ مجید سے بھی ثابت کر دیا گیا ہے اور صحیح حدیث سے بھی۔ والحمد للہ علی ذلک۔

باقی آیت: ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ ط الخ ﴾[الاعراف : ٢٠٤] میں قراءت قرآن کے وقت استماع و انصات کا حکم ہے اس آیت کریمہ کی قراءت قرآن کے وقت سرًا بھی قرآن وغیرہ نہ پڑھنے پر دلالت نہیں ہے نہ مطابقۃً، نہ ہی تضمناً اور نہ ہی التزاماً۔ خواہ وہ مومنوں کے بارہ میں ہو خواہ کافروں کے بارہ میں ہو خواہ دونوں کے بارہ میں ہو۔ ہمارے نزدیک یہ آیت کریمہ بلکہ قرآنِ مجید کی تمام آیات اور رسول اللہ ﷺ کی تمام سنن و احادیث مؤمنوں اور کافروں دونوں کے لیے نازل ہوئی ہیں، جیسا کہ دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ ٢٢ / ٣ / ١٤٢٣ھ

س: ......کیا قرآن سننے اور پڑھنے کا ثواب برابر ملتا ہے۔ اسی طرح کیا قرآن کا ترجمہ پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے یا عربی پڑھنے کا جبکہ بدقسمتی سے ہم عربی زبان کو جانتے اور سمجھتے نہیں ہیں۔ (جاوید احمد)

ج: ......قرآن پڑھنا، پڑھانا، سننا اور سنانا سب ثواب کے کام ہیں ان سب کا ثواب برابر ہے یا نہیں اس کا مجھے علم نہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ قرآنِ مجید کا ترجمہ قرآن نہیں اس لیے اس کا ثواب ہے تو ضرور لیکن قرآنِ مجید والا اجر و ثواب نہیں۔

خوش قسمتی سے آپ عربی کو جان اور سمجھ سکتے ہیں اور تھے، مگر آپ نے اپنے اوقات انگریزی یا دیگر امور کی طرف لگائے رکھے۔ اب بھی ہمت کریں تھوڑی سی کوشش سے آپ عربی زبان سے واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔

٢٨ / ٢ / ١٤٢١ھ

س: ......آپ کی ایک تقریر میں سورۂ زخرف آیت: (٨١) کا ترجمہ یہ سنا تھا کہ اگر رحمٰن کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کا انکار کرنے والا ہوتا۔ جبکہ تمام قرآنِ پاک بمعہ سعودی عرب اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر رحمٰن کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔ کون سا ترجمہ صحیح ہے؟ واضح کریں؟ (ماسٹر عبدالرؤف ٢١/١/٣)

[1] صحيح بخاري / كتاب العلم / باب فضل من عَلِمَ وَعَلَّمَ

ج:...... صحیح بخاری کتاب التفسیر حم الزخرف میں لکھا ہے: ((وَيُقَالُ: أَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ الْجَاحِدِيْنَ مِنْ عَبِدَ يَعْبَدُ.)) [''أَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ کے معنی سب سے پہلا انکار کرنے والا یعنی اگر اللہ کی اولاد ثابت کرتے ہو تو میں اس کا سب سے پہلا انکاری ہوں اس صورت میں عَابِدِيْنَ باب عَبِدَ يَعْبَدُ سے آئے گا۔''] حافظ ابن جریر طبری لکھتے ہیں: ((وَقَالَ آخَرُوْنَ: مَعْنٰى ذٰلِكَ: قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ، فَأَنَا أَوَّلُ الْآنِفِيْنَ ذٰلِكَ. وَوَجَّهُوْا مَعْنَى الْعَابِدِيْنَ إِلَى الْمُنْكِرِيْنَ الْآبِيْنَ ، مِنْ قَوْلِ الْعَرَبِ: قَدْ عَبِدَ فُلَانٌ مِنْ هٰذَا الْأَمْرِ. إِذَا أَنِفَ مِنْهُ وَغَضِبَ ، وَأَبَاهُ فَهُوَ يَعْبَدُ عَبَدَ. الخ)) [''اور دوسروں نے کہا کہ عابدین کا معنی ہے انکار کرنے والے اور انہوں نے یہ معنی عربی محاورہ سے حاصل کیا ہے کہ جب کوئی آدمی کسی بات کا انکار کردے تو کہا جاتا ہے قَدْ عَبِدَ فُلَانٌ مِنْ هٰذَا الْأَمْرِ. پس یہ عَبِدَ يَعْبَدُ باب سے ہے۔'']

س:...... قرآن میں کئی ایک مقامات ایسے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورُسل کے قتل کا تذکرہ کیا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں یہاں سے مراد ارادۂ قتل ہے نہ کہ حقیقی قتل آپ نے وضاحت کے ساتھ دلائل دیتے ہوئے بیان کرنا ہے کہ اصل مؤقف کیا ہے۔ اور بعض علماء بڑے ولولے کے ساتھ حضرت زکریا علیہ السلام کے قتل کا واقعہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں یحییٰ علیہ السلام کو بھی قتل کیا گیا۔ (حافظ امین اللہ)

ج:...... قتل سے ارادۂ قتل مراد لینا مجاز ہے حقیقت نہیں اصول ہے کہ مجاز کے لیے قرینہ ودلیل کی ضرورت ہے۔ بلا دلیل وقرینہ مجازی معنی لینا درست نہیں۔ مجھے ابھی تک ان مقامات پر قتل سے ارادۂ قتل مراد لینے کی کوئی دلیل وقرینہ نہیں ملے۔ واللہ اعلم۔ ١٧ / ١٢ / ١٤٢٣ھ

س:...... سورۃ البقرۃ کی آیت: ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ط [البقرۃ: ٢٨٦] ﴾ [''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا۔''] کا مطلب واضح کریں کہ نسیان اور خطا سے یہاں کیا مراد ہے؟ (فیصل اسلم)

ج:...... کچھ احکام تکلیفی ہوتے ہیں ان کے متعلق اصول ہے: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط [البقرۃ: ٢٨٦] ﴾ [''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔''] اور کچھ احکام وضعی ہوتے ہیں ان کے متعلق اصول ہے کہ وہ لاگو ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَأً وَّمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ط [النسآء: ٩٢] ﴾ [''کسی مومن کو دوسرے مومن کا قتل کر دینا جائز نہیں مگر غلطی سے ہو جائے۔ جو آدمی کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے اس پر ایک مسلمان غلام کی

گردن آزاد کرنا اور مقتول کے عزیزوں کو دیت پہنچانا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ بطور صدقہ معاف کر دیں۔'']

[''احکام تکلیفی: واجب، مندوب، حرام، مکروہ، مباح، عزیمة و رخصة۔

احکام وضعی: سبب، شرط، مانع، صحة و بطلان۔'']

س:......قرآنِ مجید میں کتنی آیات درج ہیں جو منسوخ ہو چکی ہیں؟ وہ کون کون سی آیات ہیں اور کن کن آیات سے منسوخ ہوئی ہیں۔ تفصیل درج فرما دیجئے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:......شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی کتاب ''الفوز الکبیر'' اور امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب ''الاتقان'' میں ان چیزوں کی تفصیل موجود ہے، ان کو دیکھ لیں یہ مکتوب اس تفصیل کا متحمل نہیں۔

[''امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب الإتقان فی علوم القرآن میں منسوخ آیات کی تعداد 20 بیس ہے اور وہ درج ذیل ہیں:

منسوخ آیات	ناسخ آیات
سورۂ البقرۃ:	
(۱) آیت: ۱۸۰	ناسخ ہے وراثت والی آیت یا حدیث لا وصية لوارث یا اِجماع
(۲) آیت: ۱۸۴	آیت: ۱۸۵
(۳) آیت: ۱۸۷	آیت: ۱۸۳
(۴) آیت: ۲۱۷	سورۂ التوبۃ سے آیت: ۳۶
(۵) آیت: ۲۴۰	آیت: ۲۳۴
(۶) آیت: ۲۸۴	آیت: ۲۸۶
(۷) آیت: ۱۱۵	آیت: ۱۴۹
سورۂ آل عمران:	
(۸) آیت: ۱۰۲	سورۂ التغابن سے آیت: ۱۶
سورۂ النسآء:	
(۹) آیت: ۳۳	سورۂ الانفال آیت: ۷۵

(۱۰) آیت:۱۵	سورۃ النور آیت:۲

سورۃ المائدۃ:

(۱۱) آیت:۲	حرمت والے مہینہ میں قتال کے جائز ہونے سے۔
(۱۲) آیت:۴۲	آیت:۴۹
(۱۳) آیت:۱۰۶	سورۃ الطلاق آیت:۲

سورۃ الانفال:

(۱۴) آیت:۶۵	آیت:۶۶

سورۃ التوبۃ:

(۱۵) آیت:۴۱	سورۃ النور، آیت:۶۱......سورۃ التوبۃ، آیت:۹۱......سورۃ التوبۃ، آیت:۱۲۲

سورۃ النور:

(۱۶) آیت:۳	آیت:۳۲

سورۃ الاحزاب:

(۱۷) آیت:۵۲	آیت:۵۰

سورۃ المجادلۃ:

(۱۸) آیت:۱۲	آیت:۱۳

سورۃ الممتحنۃ:

(۱۹) آیت:۱۱	اس کی ناسخ قتال والی آیات یا غنیمت والی آیات ہیں۔

سورۃ المزمل:

(۲۰) المزمل:۲	اسی سورت کے آخری حصہ سے منسوخ ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی کتاب ''الفوز الکبیر'' میں صرف پانچ ۵ آیات کو منسوخ کہا گیا ہے، جو درج ذیل ہیں:
گزشتہ (۲۰) بیس آیات سے نمبر: (۱)، (۵)، (۱۴)، (۱۷)، (۱۸)۔

۱۴۲۴/۴/۳۰ھ

ماہنامہ محدث مجلّہ کے ایک مضمون پر نظر

''محدّث'' کے ارسال کرنے پر جناب کا شکر گزار ہوں۔ دل کی گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے، اللہ تعالیٰ اس مجلّہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ نیز آپ کے دیگر دینی کاموں اور ارادوں میں برکت ڈالے۔ آمین یارب العالمین۔

محدّث جلد نمبر: ۳۴، صفر ۱۴۲۳ھ کا شمارہ نمبر: ۴ میرے سامنے ہے۔ صرف دو چیزوں کی طرف توجہ مبذول کرانا مقصود ہے۔

(۱)...... صفحہ نمبر: ۷۲ پر لکھا ہے: ''اس طرح شیشے اور لکڑی کے تابوت میں لاش کو محفوظ رکھنا بھی سنت اور عمل صحابہ کے خلاف ہے۔ البتہ فرعون مصر اس سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ قرآن کی رو سے اس کی لاش رہتی دنیا کے لیے نمونۂ عبرت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ط ﴾ [یونس: ۹۲] آج ہم تیرے بدن کو نجات دیں گے تاکہ تو اپنے پیچھے والوں کے لیے نمونۂ عبرت بن جائے۔''

اولاً: فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ الآیۃ میں جو کچھ بیان ہوا موسیٰ علیہ السلام کی شریعت نہیں بالفرض ان کی شریعت ہو بھی تو ہماری شریعت میں ''شیشے اور لکڑی وغیرہ کے تابوت میں لاش کو محفوظ رکھنے کے سنت کے خلاف ہونے'' کے دلائل سے منسوخ ہو چکی ہے۔ لہٰذا یہ مستثنیٰ والی بات درست نہیں۔

ثانیاً: اس آیت کریمہ میں کوئی ایک بھی لفظ ایسا نہیں جس سے نکلتا ہو: ''اس کی لاش رہتی دنیا'' الخ بلکہ فالیوم کا لفظ ''قیامت تک'' کی نفی کرتا ہے۔

ثالثاً: مصر کے عجائب گھر میں جو لاش پڑی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ فرعون مصر کی لاش ہے وہ دریا سے ملی ہے اور اس کی دریافت پر ابھی سو سال کا عرصہ پورا نہیں ہوا تو آج سے تقریباً سو سال قبل کون شخص تھا جس نے پہچانا کہ دریا سے ملنے والی یہ لاش فرعون مصر کی لاش ہے۔ جس کو موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے انکار کی پاداش میں موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ۱۰ محرم کو اللہ تعالیٰ نے غرق کیا تھا؟

رابعاً: قرآنِ مجید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نجات بنی اسرائیل کو ملی ہے فرعون اور آل فرعون کو نجات نہیں ملی نہ ان کے بدنوں کو اور نہ ان کی روحوں کو ﴿ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝ ﴾

[الدخان : ۳۰]["اور بنی اسرائیل کو ہم نے رسوا کرنے والے عذاب سے نجات دی۔"] ﴿ وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوٓءُ الْعَذَابِ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۝ [المؤمن: ٤٥۔٤٦] ﴾["اور آل فرعون خود ہی برے عذاب میں گھر گئے وہ صبح وشام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔"]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ((وقوله (فاليوم ننجيك ببدنك لتكون لمن خلفك آية) قال ابن عباس وغيره من السلف: إن بعض بني إسرائيل شكوا في موت فرعون ، فأمر الله تعالى البحر أن يلقيه بجسده سويا بلاروح وعليه درعه المعروفة على نجوة من الأرض وهو المكان المرتفع ليتحققوا موته وهلاكه ، ولهذا قال تعالىٰ: فاليوم ننجيك. أي نرفعك على نشر من الأرض (ببدنك) قال مجاهد: بجسدك.))["ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض سلف نے کہا کہ بعض بنی اسرائیل کو فرعون کی موت میں شک ہوا اس لیے اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ اس کی لاش بلند ٹیلے پر خشکی میں ڈال دے تاکہ یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور اس پر اس کی معروف زرہ تھی، تاکہ بنی اسرائیل کو معلوم ہو جائے اوران کے لیے عبرت بن جائے۔ مجاہد نے کہا: تیرے جسم کے ساتھ۔"]

رہا اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ط ﴾ تو اس سے فرعون کی لاش کا رہتی دنیا تک محفوظ رہنا نہیں نکلتا۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۝ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا ط [البقرة: ٦٥۔٦٦] ﴾["ہم نے ان سے کہا کہ دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ پھر ہم نے اس واقعہ کو موجودہ اور بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت اور متقین کے لیے نصیحت بنا دیا۔"] تو اس سے کوئی شخص نکالے بندر بنے ہوئے اسرائیلی رہتی دنیا تک محفوظ رہیں گے اور بطور دلیل "وما خلفها" کو پیش کرے تو اس کی یہ بات درست ہوگی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ تو نمونۂ عبرت بننے بنانے کے لیے فرعون کی لاش یا بندر اسرائیلیوں کے بدنوں کا محفوظ رہنا وہ بھی رہتی دنیا تک کوئی ضروری نہیں۔ دیکھئے قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم شعیب نمونہ عبرت ہیں، جبکہ ان کی لاشوں اوران کے بدنوں کے تابوتوں میں یا ویسے ہی محفوظ ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں۔

(۲)...... صفحہ نمبر: ۵۰ پر لکھا ہے: "محرم میں ایسے تمام رشتہ دار شامل ہیں جن سے کسی عورت کا نکاح دائمی یا عارضی طور پر حرام ہو۔" اس تعریف کے مطابق عورت کا دیور، جیٹھ اور بہنوئی وغیرہ محرم بنتے ہیں کیونکہ عارضی طور پر ان کا نکاح حرام ہے، جبکہ صفحہ نمبر: ۵۱ پر لکھا ہے: "تمام نامحرم رشتہ دار (دیور، جیٹھ، بہنوئی، الخ)" اب کے ان کو نامحرم قرار دیا گیا ہے۔

پھر عورت کا اس کے مملوک غلام کے ساتھ نکاح نہیں ہوتا تو مندرجہ بالا تعریف کے مطابق مملوک غلام مالکہ عورت کا محرم بنتا ہے۔ جبکہ حدیث ہے: ((من ملك ذا رحم محرم منه فقد عتق عليه.)) [1] [''جو شخص اپنے کسی قریبی رشتہ دار کا مالک بنے تو غلام بننے والا آزاد ہی رہے گا۔''] اور اگر یہ مملوک غلام مالکہ عورت کے محرموں سے نہ ہو تو آزاد نہیں ہوتا تو محض مملوک ہونا ہی محرم بنتا نہیں۔

پھر کسی مسلم عورت کی رشتہ دار عورت غیر مسلم ہے، مثلاً اس کے چچا کی بیٹی یا اس کے ماموں کی بیٹی۔ اب اس کے ساتھ اس کا نکاح حرام ہے۔ کیونکہ عورت کا عورت کے ساتھ نکاح نہیں ہوتا، جبکہ یہ دونوں آپس میں محرم نہیں اور مسلم عورت پر ایسی عورت سے پردہ کرنا بھی فرض ہے، تو پتہ چلا کہ قاعدہ ''عورت کا جس سے کسی وقت بھی نکاح نہ ہو سکے وہ اس سے پردہ نہ کرے۔'' درست نہیں۔ کیونکہ مسلم عورت کا غیر مسلم عورت کے ساتھ نکاح کسی وقت بھی نہیں ہو سکتا، جبکہ اس سے پردہ کرنا فرض ہے۔

پھر تعریف میں ''جن سے کسی عورت کا نکاح'' کے اندر یہ کسی کا لفظ عجیب ہے۔ اس کا حذف ہی مناسب ہے۔

٤ / ٢ / ١٤٢٣ھ

---

[1] ابو داؤد/ کتاب العتاق/ باب فیمن ملك ذارحم محرم۔ ترمذی/ کتاب الاحکام/ باب ما جاء فیمن ملك ذارحم محرم۔ ابن ماجه / کتاب العتق / باب من ملك ذارحم فهو حرم۔

کتاب الدعاء والذکر ...... دعا اور ذکر کے مسائل

س:......سوتے وقت کون سی سورتیں پڑھنا ثابت ہیں نام بتا دیں؟ (عبدالرؤف، گجرات)

ج:......الم تنزیل السجدہ، سورۃ الملک، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس۔

[نبی ﷺ رات کو سونے سے قبل سورۃ الم السجدہ اور سورۃ الملک پڑھا کرتے تھے۔] ❶

آپ ﷺ رات کو سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں پر پھونکتے اور پھر انہیں پورے جسم پر مل لیتے، پہلے سر چہرے اور جسم کے اگلے حصے پر ہاتھ پھیرتے اس کے بعد جہاں تک آپ کے ہاتھ پہنچتے تین مرتبہ ایسا کرتے تھے۔ ❷

[رسول اللہ ﷺ ہر رات کو بنی اسرائیل اور سورۂ زمر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔] ❸

س:......کیا یہ بات صحیح ہے یا اس طرح کی حدیث ہے کہ اگر ایک بندہ پہلی مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھتا ہے تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی، دوسری مرتبہ پورے گھر کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی حفاظت میں ہو جاتے ہیں تیسری مرتبہ محلے والے۔ (سجاد الرحمٰن شاکر بن حاجی محمد اکرم)

ج:......اس کا تو مجھے علم نہیں البتہ صحیح بخاری میں ہے:((إِذَا أَوَيْتَ إِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ: اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ حَتّٰى تَخْتِمَ الآيَةَ۔ فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ ، وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ)) ❹ [''اگر تو رات کو بستر پر جا کر اس آیت کو پڑھ لے گا تو اللہ کی طرف سے تجھ پر حافظ مقرر رہو گا اور صبح تک شیطان تیرے قریب بھی نہ آ سکے گا۔''] ۱۴۲۴/۱/۹ھ

س:......سورۂ کہف کی تشریح میں پڑھا تھا کہ آخری آیات اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا...... پڑھنے سے صبح جس وقت اُٹھنا چاہیں آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور حقیقتاً یہ وظیفہ کارگر بھی ہوا ہے کیا یہ وظیفہ قرآن وسنت سے ثابت ہے؟

---

❶ ترمذی/کتاب فضائل القرآن/باب ما جاء فی فضل سورۃ الملک۔ ❷ بخاری/کتاب فضائل القرآن/باب فضل المعوذات۔

❸ ترمذی/کتاب الدعوات/باب فیمن یقراء القرآن عند المنام باب ۲ وصححه الالبانی فی الصحیحة حدیث: ٦٤١،جلد: ۲۔ مسند أحمد جلد: ٦،ص: ٦٨۔١٢٢۔

❹ بخاری/کتاب الوکالة/باب اذا وکل رجلاً فترك الوکیل شیئًا۔

ج:...... امام سیوطی نے فضائل القرآن لابن الضریس کے حوالہ سے در منثور میں لکھا ہے: ((عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِيْ رَافِعٍ قَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ...... الحديث وَفِيْ آخِرِهِ: وَمَنْ قَرَأَ الْخَمْسَ آيَاتٍ مِنْ خَاتِمَتِهَا حِيْنَ يَأْخُذُ مَضْجَعَهُ مِنْ فِرَاشِهِ حُفِظَ ، وَبَعَثَ مِنْ أَيِّ اللَّيْلِ شَاءَ)) (۴/ ۲۵۷) مگر یہ اسماعیل بن اُبی رافع کی بلاغ ہونے کی بناء پر ثابت نہیں۔

۱۴۲۴/۱/۱۳ھ

س:...... ایک سورت جس کا ثواب قرآن وحدیث میں آتا ہے اس سورۃ کا اتنا ثواب ہے کہ اب اگر ایک آدمی زیادہ ثواب والی سورۃ پڑھ رہا ہے اور کوئی آ کر اس سے باتیں پوچھتا یا کرتا ہے، وہ بار بار سورت جہاں چھوڑی تھی وہیں سے شروع کرتا ہے کیا اس کو اس طرح سورت مکمل کرنے پر پورا ثواب ملے گا یا کوئی کمی ہوگی؟

(حامد رشید، لاہور)

ج:...... درست ہے اس طرح بھی اس کو پوری سورت کا اجر وثواب مل جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ فضیلت والی سورتوں میں اجر وثواب کے لیے لگاتار بلا وقفہ پڑھنے کی قید وشرط کہیں وارد نہیں ہوئی۔ ۱۴۲۳/۸/۲۹ھ

س:...... خود مختار اور کامیابی کے لیے وظیفہ تحریر فرما دیں؟ (خود مختار یعنی اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے لیے)

(جاوید احمد)

ج:...... ((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ)) [1] [''اے اللہ! تو مجھے کافی ہو جا اپنے حلال کے ساتھ اپنی حرام کردہ چیزوں سے اور مجھے بے نیاز کردے اپنے فضل سے اپنے ماسوا سے۔''] ۱۴۲۱/۲/۲۸ھ

س:...... گم شدہ چیز کے لیے ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾ پڑھنا کیسا ہے؟

۲:...... کیا اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ صبح وشام والی حدیث ضعیف ہے؟ نیز اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِنَ النِّفَاقِ والی روایت کے بارے میں بھی بتائیں؟

ج:...... درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْآ إِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾ [البقرۃ: ۱۵۶] [''انہیں جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''] اس میں مصیبۃ کا لفظ عام ہے۔ گم شدہ شئی والی مصیبۃ کو

[1] جامع ترمذی/ابواب الدعوات، حدیث: ۳۵۶۳۔

بھی شامل ہے۔ حدیث افک میں ہے کہ صفوان رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا قافلہ سے پیچھے رہ گئی ہیں تو انہوں نے اس موقع پر ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾ پڑھا تھا۔ [1]

۲:......ہاں! ((اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار)) صبح و شام والی روایت کمزور ہے۔ مشکاۃ / کتاب الدعوات / باب ما يقول عند الصباح والمساء والمنام میں تعلیق الألبانی میں لکھا ہے: "وإسناده ضعيف" اور دوسری روایت: ((اللهم طهر قلبیْ من النِّفاق)) کے متعلق تنقیح الرواۃ / کتاب الدعوات / باب جامع الدعاء میں لکھا ہے: "وإسناده ضعيف" ۱۴۲۳/۱۲/۹ھ

س:......حافظ صاحب کوئی ایسا وظیفہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر کرم کرے۔ (محمد امجد)

ج:......مندرجہ ذیل دعا کثرت سے پڑھتے رہا کریں:

((اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِیْ دِيْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِیْ، وَأَصْلِحْ لِیْ دُنْيَایَ الَّتِیْ فِيْهَا مَعَاشِیْ ، وَأَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِیَ الَّتِیْ فِيْهَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِیْ فِیْ كُلِّ خَيْرٍ ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِیْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ)) [2]

[''رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے: اے اللہ! میرے دین کی درستی فرما دے جو میرے معاملات زندگی کے تحفظ کا ذریعہ ہے اور میری دنیا کی اصلاح فرما دے جس میں میں نے اپنی زندگی کے ایام گزارنے ہیں اور میری آخرت سنوار دے جس میں دنیا کے بعد میرا دائمی ٹھکانہ ہے اور زندگی کو میرے لیے ہر بھلائی کی زیادتی کا ذریعہ بنا دے اور موت کو میرے لیے ہر شر سے آرام کا سبب بنا دے۔'']

۱۴۲۳/۱۱/۱۱ھ

س:......محترم حافظ صاحب بندہ آپ سے طالب دعا ہے کہ معمولی سا کاروبار ہے، دعا فرمائیں باری تعالیٰ بیٹیوں کا فرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور میری تنگدستی اور پریشانیاں دور فرمائے آمین۔

ج:......اللہ تعالیٰ آپ کی ہمہ قسم کی پریشانیاں دور فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ مندرجہ ذیل دعائیں آپ اور آپ کے گھر والے کثرت سے پڑھتے رہا کریں:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا ﴾ [الفرقان: ۷۴]

[''اے ہمارے پروردگار تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں]

---

[1] تفسیر ابن کثیر، سورۃ النور، جلد: ۳۔ آیت: ۱۱

[2] صحیح مسلم/کتاب الذکر والدعاء/باب التعوذ من شر ما عمل و من شر ما لم یعمل۔

پرہیز گاروں کا امام بنا۔''‌]

((اَللّٰھُمَّ أَکْثِرْ مَالِیْ وَوَلَدِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا أَعْطَیْتَنِیْ)) [1]

[''اے اللہ زیادہ کر میرا مال اور میری اولاد اور جو تو نے مجھے دیا ہے اس میں برکت ڈال۔''‌]

س:......عرصہ اٹھارہ سال سے طبیعت سخت خراب رہتی ہے۔ اسی طرح اہلیہ بھی بہت زیادہ مریضہ ہے۔ بہت سارے علاج کروائے ہیں لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ اب لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ کے گھر میں جنات ہیں یا پھر جادو ہوا ہے۔ مثلاً مجھے رات کو کئی مرتبہ سوتے میں دھبہ پڑ جاتا ہے اور پھر میں خواب کے اندر کچھ پڑھ رہا ہوتا ہوں مثلاً لاحول ولاقوۃ الا باللہ اور دوسرے وظائف جس سے وہ تکلیف کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ ایک دو مرتبہ اس تکلیف کے وقت میرے ذکر واذکار سے بچے بھی بیدار ہو گئے۔ یہ معاملہ میرے ساتھ عشرہ دو عشرہ کے بعد رونما ہوتا ہے۔ جبکہ میں تمام اذکار مسنونہ پڑھ کر سوتا ہوں۔ اس طرح گھر میں کئی مرتبہ سورۂ بقرہ کی تلاوت بھی کورسز کی شکل میں کی ہے۔ بعض اوقات ایک دو ماہ کے بعد ہوتا ہے۔

۲:...... بیوی کو ہر رات دھبہ پڑتا ہے اور کوئی چیز جکڑ لیتی ہے، پھر وہ دُکھ سے کراہ رہی ہوتی ہے تو اس کو میں اُٹھاتا ہوں پھر وہ بتاتی ہے کہ مجھے کسی چیز نے دبایا ہوا تھا۔

ج:......آپ ہر نماز کے بعد قرآن مجید کی آخری تین سورتیں کم از کم ایک ایک دفعہ ضرور پڑھا کریں۔ [2] اور رات کو سوتے وقت ان تینوں سورتوں سے ہر ایک سورت کو تین تین دفعہ پڑھ کر دونوں ہاتھوں میں پھونک لگائیں پھر انہیں پورے بدن پر پھیر لیں یہ عمل تین دفعہ کریں۔ [3] ہاروت ماروت کے واقعہ کے آخر میں ابن کثیر نے جادو کا ایک علاج نقل فرمایا وہ بھی کر لیں۔

[جناب وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بیری کے سات پتے لے کر سل بٹے پر کوٹ لیے جائیں اور پانی ملا لیا جائے، پھر آیت الکرسی پڑھ کر اس پر دم کر دیا جائے اور جس پر جادو کیا گیا ہے اسے تین گھونٹ پلا دیا جائے اور باقی پانی سے غسل کرا دیا جائے۔ ان شاء اللہ جادو کا اثر جاتا رہے گا۔ یہ عمل خصوصیت سے اس شخص کے لیے بہت ہی اچھا ہے جو اپنی بیوی سے روک دیا گیا ہو جادو کو دور کرنے اور اس کے اثر کو زائل کرنے کے لیے سب سے اعلیٰ چیز قُلْ اَعُوْذُ

[1] صحیح بخاری/کتاب الدعوات/باب الدعاء بکثرۃ المال والولد مع البرکۃ۔

[2] ابو داؤد/ابواب الوتر/باب فی الاستغفار۔

[3] بخاری/کتاب فضائل القرآن/باب فضل المعوذات۔

بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کی سورتیں ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ان جیسا کوئی تعویذ نہیں۔ [1] اسی طرح آیت الکرسی بھی شیطان کو دفع کرنے میں اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ [2]] جو اوراد و اذکار آپ پہلے کر رہے ہیں وہ جاری رکھیں۔

۲:...... اپنی اہلیہ سے بھی مندرجہ بالا ورد و ذکر و علاج کروائیں، نیز انہیں کہیں بادی چیزوں سے پرہیز کریں، پھر انہیں گیس و ہوا خارج کرنے والی دوائیں استعمال کروائیں اور انہیں تاکید کریں کہ قبض نہ ہونے دیں ہو سکے تو سنڈھ خالص و اعلیٰ لے کر اس کو خوب پیس کر پھر ململ کے کپڑے میں چھان لیں اور کپڑ چھان کی ہوئی سنڈھ کے ہم وزن اس میں میٹھا سوڈا ملا لیں اور شام کھانے کے بعد تقریباً پانچ گرام گرم پانی کے ساتھ انہیں کھلا دیں روزانہ نہیں وقتاً فوقتاً یہ دوائی استعمال کراتے رہیں، آپ خود بھی استعمال کر سکتے ہیں اور آپ دونوں مندرجہ ذیل دعا بھی پڑھتے رہا کریں:

((اَللّٰهُمَّ اكْفِنَا هُمْ بِمَا شِئْتَ)) [3] ﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا)) [4] ان شاء اللہ الرحمٰن بہت فائدہ ہوگا۔

[''اے اللہ تو مجھے ان سے کافی ہو جا جس طرح تو چاہے۔ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔'']

س:...... میں ایسے نفسیاتی مسائل میں گھر چکا ہوں جس کا حل اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کے پاس نہیں۔ یہ اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اب تک میں نے اپنی پریشانیاں اور مسائل کے حل کے لیے کوئی غیر شرعی طریقہ اختیار نہیں کیا۔ اللہ کریم کے آگے دعا اور التجا کے علاوہ جو دعائیں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں وہ ہی پڑھتا ہوں۔ استغفار، لاحول ولاقوۃ اور کرب کی دعا۔ [نبی کریم ﷺ پریشانی کے وقت یہ دعا کرتے تھے: ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ)) ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بہت عظمت والا ہے اور بردبار ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب اور بڑے بھاری عرش کا رب ہے۔''] [5] اور دیگر صحیح احادیث سے ثابت شدہ دعائیں حسب توفیق پڑھتا رہتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھی حسب توفیق بھیجتا ہوں۔ دیگر احادیث کی کتب کے علاوہ صحیح بخاری کا

---

[1] نسائی/ کتاب الاستعاذۃ/باب ما جاء فی سورتی المعوذتین ح: ۵۴۴۰۔

[2] بخاری/کتاب فضائل القرآن/باب فضل سورۃ البقرۃ ح: ۵۰۱۰۔

[3] مسلم/ کتاب الزھد /باب قصۃ اصحاب الاخدود والساحر والراھب والغلام۔

[4] سورۃ الفرقان: ۷۴۔ [5] صحیح بخاری/ کتاب الدعوات/باب الدعاء عند الکرب۔

بھی مطالعہ کرتا ہوں۔ لیکن میرا مسئلہ حل نہیں ہو رہا..........

ج:......اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانیاں دور فرمائیں۔ آپ کو اطمینان وسکون سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین۔ ہر نماز کے بعد قرآن مجید کی آخری تین سورتیں تلاوت فرمایا کریں۔ نیز رات سوتے وقت یہی تینوں سورتیں تلاوت فرما کر اپنے ہاتھوں پر پھونک لگائیں، پھر ان ہاتھوں کو پورے بدن پر پھیر لیا کریں۔ نیچے درج شدہ دعائیں کثرت سے پڑھتے رہا کریں۔ نماز کے اندر پہلے اور دوسرے قعدے میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔

۱۔((یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ)) ❶

[''اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم فرما۔'']

۲۔((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ)) ❷

[''اے اللہ یقیناً میں تیری پناہ میں آتا ہوں پریشانی اور غم سے اور عاجز ہو جانے اور کاہلی سے، بزدلی اور بخل سے، قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے تسلط سے۔'']

۳۔﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّیَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴾ ❸

[''اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔'']

٤۔((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْهِمْ بِمَا شِئْتَ)) [''اے اللہ تو مجھے ان سے کافی ہو جا جس طرح تو چاہے۔''] ❹

۵۔ تین دفعہ بسم اللہ اور سات دفعہ ((أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَأُحَاذِرُ)) ❺

[''اللہ کے نام سے۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت کی پناہ میں آتا ہوں اس چیز کے شر سے جو میں محسوس کرتا ہوں اور جس کا مجھے اندیشہ ہے۔'']

س:......میرے مخالفین نے مجھ پر قتل کا جھوٹا مقدمہ بنایا ہوا ہے۔ دوسرا اس وقت میرے اوپر دو (۲) لاکھ تیرہ ہزار روپیہ قرض ہے

❶ ترمذی/ابواب الدعوات، حدیث: ۳۵۲۲۔

❷ بخاری/کتاب الدعوات/باب الاستعاذة من الجبن والكسل۔

❸ الفرقان: ۷٤۔ ❹ مسلم/ کتاب الزهد/باب قصة اصحاب الأخدود والساحر والراهب والغلام۔

❺ مسلم/باب الاستحباب وضع يده على موضوع الألم مع الدعاء /كتاب السلام۔

اس لیے آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ پاک مجھے مقدمے اور قرض سے سرخرو کرے۔ آمین۔

ج:...... اللہ تعالیٰ آپ کے ان دونوں کاموں میں آپ کی مدد فرمائے ، ناجائز مقدمہ سے بھی آپ کو بری کروائے اور آپ کا قرضہ بھی جلد از جلد اُتروائے۔ آمین یارب العالمین۔

مندرجہ ذیل دعا کثرت کے ساتھ پڑھتے رہا کریں:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ)) [1]

[''اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں تیرے ذریعے سے پریشانی اور غم سے، عاجز ہو جانے اور کاہلی سے اور بزدلی اور بخل سے قرض کے بوجھ اور لوگوں کے تسلط سے۔'']

وقتاً فوقتاً آپ کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں اور آیندہ بھی ان شاء اللہ العزیز حین بعد حین آپ کے لیے دعاء کرتا رہوں گا۔ ان شاء اللہ الحکیم۔ ١٤٢٢/٧/١٢ھ

س:...... عرض صرف یہ ہے کہ جو بھی کاروبار شروع کرتا ہوں شروع شروع میں نفع شروع ہوتا ہے مگر چند ماہ میں خسارہ کی طرف جانا شروع ہو جاتا ہوں۔ چھ سال سے اسی طرح ہے۔ اس کے علاوہ بھی کچھ جادو اور جنات کے اثرات گھر اور ماحول پر ہیں، کچھ تعویذات بھی گھر سے برآمد ہوتے ہیں، نیز اپنے گھر سے ایک کلومیٹر تک میرے دل پر بوجھ اور پریشانی رہتی ہے۔ مگر جوں ہی اپنے گھر سے ایک کلومیٹر دور جس جانب بھی نکل جاؤں ہشاش بشاش ہو جاتا ہوں۔

ج:...... اللہ تعالیٰ آپ کی ہمہ قسم کی پریشانیاں دور فرمائے ، آپ کے حلال کاروبار میں برکت فرمائے اور ہر قسم کے جادو، آسیب سے محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

نمازِ فجر کے بعد: ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ)) [2] سو مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ ہر نماز کے بعد آخری تین قل پڑھا کریں۔ [3] رات سوتے وقت دونوں ہاتھ جمع کر کے تین دفعہ قل ھو اللہ احد...... الخ، تین دفعہ قل اعوذ برب الفلق ...... الخ اور تین دفعہ قل اعوذ برب الناس

[1] بخاری/ کتاب الدعوات/ باب الاستعاذہ من الجبن والکسل۔

[2] صحیح بخاری/ کتاب الدعوات/ باب فضل التھلیل۔

[3] ابو داؤد/ ابواب الوتر/ باب فی الاستغفار۔

پڑھ کر دونوں ہاتھوں میں پھونک لگا کر پورے بدن پر ہاتھ پھیریں۔ یہ عمل ہر رات کرنا ہے۔ ❶

پھر وقتاً فوقتاً مندرجہ ذیل دعائیں پڑھتے رہا کریں نماز کے پہلے اور دوسرے تشہد میں بھی پڑھ سکتے ہیں:

۱۔ ((اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالِيْ وَوَلَدِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَنِيْ)) ❷

۲۔ ((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ)) ❸

۳۔ ((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ)) ❹

[''اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں تیرے ذریعے سے پریشانی اور غم سے، عاجز ہونے اور کاہلی سے اور بزدلی اور بخل سے قرض کے بوجھ اور لوگوں کے تسلط سے۔'']

ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانی ختم ہو جائے گی اور کاروبار میں بھی برکت ہو گی۔ نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ۱۴۲۱/۴/۶ھ

س:...... حافظ صاحب کوئی ایسا وظیفہ بتائیں جس سے علم و عمل میں برکت ہو۔ (ابوعبداللہ نیویارک، امریکہ)

ج:...... کثرت کے ساتھ یہ دعائیں پڑھتے رہا کریں:

﴿ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴾[طٰهٰ:۲۵/۱۱۴] [''اے میرے پروردگار! میرا علم بڑھا۔'']

((اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْمًا)) ❺

[''اے اللہ! نفع دے مجھ کو ساتھ اس کے جو تو نے سکھایا مجھ کو اور سکھا مجھ کو جو نفع دے مجھ کو اور میرے علم میں اضافہ فرما۔'']

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْأَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ)) ❻

[''اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں چار چیزوں سے، اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دل سے جو نہ ڈرے اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو سنی نہ جائے۔'']

---

❶ بخاری/کتاب فضائل القرآن/باب فضل المعوذات۔

❷ صحیح بخاری/کتاب الدعوات/باب الدعاء بکثرة المال والولد مع البرکة۔

❸ مسلم/حدیث: ۳۰۰۵۔ کتاب الزهد/باب قصة اصحاب الاخدود۔

❹ صحیح بخاری/کتاب الدعوات/باب الاستعاذه من الجبن والکسل۔

❺ ابن ماجة/باب الانتفاع بالعلم والعمل۔

❻ ابو داؤد/المجلد الاول/کتاب الصلوٰة/باب الاستعاذة۔

س:...... عبادت میں حلاوت کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟ (۲)...... تزکیہ نفس کے لیے خاص نسخہ تجویز فرمائیں؟ (۳)...... کیا صرف اسم ذات ''اللہ'' کا ذکر کیا جا سکتا ہے؟ (۴)...... کیا صوفیہ کے اشغال اور لطائف کی دین میں گنجائش ہے؟ (۵)...... نماز میں خشوع کیسے آ سکتا ہے؟ (حبیب زبیر، وہاڑی)

ج:...... عبادت کو درجہ احسان تک پہنچائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال :((مَا الْإِحْسَانُ))[احسان کیا ہے؟] کے جواب میں ارشاد فرمایا:((أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ)) [1] [''تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔''] پھر بوقتِ عبادت اجر وثواب کو دل ودماغ میں مستحضر رکھے، نیز حلاوتِ ایمان والے تینوں اوصاف اپنے اندر پیدا کر لے۔ [''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی مٹھاس اس کو نصیب ہو گی جس میں تین باتیں ہوں گی۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت اس کو سب سے زیادہ ہو، دوسری یہ کہ صرف اللہ ہی کے لیے کسی سے دوستی رکھے، تیسری یہ کہ دوبارہ کافر بننا اسے ایسا ہی ناگوار ہو جیسے آگ میں جھونکا جانا ہوتا ہے۔''] [2]

(۲)...... کتاب وسنت سے بڑھ کر تزکیہ نفس کے لیے نہ کوئی خاص نسخہ ہے اور نہ کوئی عام نسخہ۔

(۳)...... کتاب وسنت میں وارد اذکار میں صرف اسم ذات ''اللہ'' کا ذکر کہیں نظر سے نہیں گزرا۔

(۴)...... ان میں سے جو کتاب وسنت سے ثابت ہوں وہ درست ہیں۔

(۵)...... حلاوتِ عبادت والی مذکورہ بالا اشیاء کے ساتھ ساتھ اپنے گناہوں کا استحضار اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ مطلقہ کا یقین اور معاصی کی سزا نارِ جہنم کا استبصار۔

۱۴۲۰/۱۱/۳ھ

س:...... دعاء استخارہ دن کو ہو سکتی ہے؟ اور اس سے نتیجہ کیسے اخذ کیا جائے؟ (محمد امجد، آزاد کشمیر)

ج:...... ہاں! دن کے وقت بھی کر سکتے ہیں، حدیث استخارہ میں ''رکعتین من غیر الفریضة'' [3] فرض نماز کے علاوہ دو رکعت پڑھ کر دعائے استخارہ کرنے کا ذکر ہے اور معلوم ہے نفل نماز دن کے وقت بھی ہے اور پڑھ سکتا ہے۔ رہا آپ کا فرمان ''پھر اس سے نتیجہ کیسے اخذ کیا جائے؟'' تو محترم! یہ اخذ نتیجہ والی بات آپ کے اور چند لوگوں کے ذہنوں میں ہی ہے حدیث استخارہ میں اس کی کوئی ضمانت نہیں۔ آپ ایک دفعہ حدیث استخارہ کو اصل کتابوں میں پڑھ لیں مسئلہ صاف ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

---

[1] صحیح بخاری/ کتاب الایمان/باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام والاحسان۔

[2] صحیح بخاری/ کتاب الایمان/باب حلاوۃ الایمان۔ [3] بخاری/کتاب التهجد/باب ما جاء فی التطوع مثنیٰ مثنیٰ۔

[((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِی الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ يَقُوْلُ اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لِيَقُلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَآجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَيَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَآجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ قَالَ وَيُسَمِّیْ حَاجَتَهٗ)) [1]

''جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام کاموں کے لیے استخارہ کی تعلیم فرمایا کرتے، جیسے ہمیں قرآن کی کوئی سورت سکھلایا کرتے تھے۔ ارشاد فرماتے کہ جب کوئی تم میں سے کسی کام کا ارادہ کرے تو وہ فرض کے علاوہ دو رکعت پڑھ لے۔ پھر یوں کہے: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی بدولت بھلائی چاہتا ہوں اور تیری قدرت کی بدولت طاقت چاہتا ہوں اور تجھی سے تیرا فضل عظیم چاہتا ہوں، بے شک تو ہی قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا ہوں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں اور تو ہی پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین و دنیا میں اور میرے کام کے آغاز و انجام میں بہتر ہے تو اس کو میرے لیے مقدر فرما دے اور اس کو میرے لیے آسان کر دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے دین و دنیا میں اور میرے کام کے آغاز و انجام میں نقصان دہ ہے تو اس کو مجھ سے الگ کر دے اور مجھے اس سے علیحدہ کر دے۔ اور جہاں کہیں بھلائی ہو وہ میرے لیے مقدر کر دے اور اس کے ذریعے مجھے خوش کر دے۔ آپ نے فرمایا: پھر اپنی ضرورت کا نام لے۔'']

س:...... بازار جاتے وقت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ ...... الخ کا ورد کرنا کیسا ہے؟ سند کے بارے میں بتائیں؟ (عبدالرؤف، گجرات)

ج:...... بازار میں داخل ہونے کے ذکر: ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِیْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ)) [2] [''نہیں کوئی معبود

---

[1] بخاری/التہجد/باب ما جاء فی التطوع مثنیٰ مثنیٰ۔ [2] ترمذی/ابواب الدعوات/باب ما یقول اذا دخل السوق۔

مگر اللہ وہ اکیلا ہے، نہیں کوئی شریک اس کا، اسی کی بادشاہت اور اسی کی ہی سب تعریف ہے، وہی زندگی دیتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ زندہ ہے، نہیں وہ مرتا اسی کے ہاتھ میں ہے سب بھلائی، اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''] والی حدیث حسن ہے۔ واللہ اعلم

س:...... ١...... مصیبت اور صدمہ کے وقت کی دعا (البقرۃ:١٥٦)

٢...... دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لیے دعا (البقرۃ:٢٠١) ٣...... عفو ومغفرت کی دعا (البقرۃ:٢٨٦۔٢٨٥)

٤...... شب بیداری کی دعا (آل عمران: ١٩١ تا ١٩٤) ٥...... دشمن کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا (آل عمران:١٧٥)

٦...... حضرت زکریا کی دعا نیک اولاد کے لیے (آل عمران:٣٨) ٧...... اولاد اور بیوی کی اصلاح کے لیے (الفرقان:٧٤)

٨...... حق کی فتح کے لیے دعاء (الأعراف:٨٩) ٩...... اپنے بھائی کے لیے دعا (الاعراف:١٥١)

١٠...... اہل جنت کا وظیفہ (یونس:٨٦۔٨٥) ١١...... سواری کے وقت کی دعا (المؤمنون:٢٩۔٢٨)

١٢...... ظالموں سے دور رہنے کی دعا (المؤمنون:٩٤) ١٣...... اہل جنت کے لیے دعا (فاطر:٣٤، ٣٥)

١٤...... بیماری کی حالت میں وظیفہ (الانبیاء:٨٣) ١٥...... ہجرت کے وقت کی دعا (الصفت:١٠٠)

١٦...... چالیس سال کے بعد مومن کی دعا (الاحقاف:١٥) ١٧...... حالت نزع میں کافر کی دعا (المنفقون:١٠، ١١)

١٨...... عورتوں کے فتنہ سے حفاظت کے لیے وظیفہ (یوسف:٣٤، ٣٣) ١٩...... ماں باپ کے لیے دعا (بنی اسرائیل:٢٤)

٢٠...... قوم کو دعوت توحید دینے کے بعد (الشعراء:٨٣ تا ٨٧) ٢١...... اہل ایمان کے لیے مغفرت اور دلوں سے کینہ نکالنے کے لیے دعا (الحشر:١٠) ٢٢...... قیامت کے دن مومنین کی دعا (مؤمنون:٢٨) (سجاد احمد)

ج:...... ادعیہ قرآنیہ کے حوالہ جات بھیجنے پر شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ١٨/٤/١٤٢٤ھ

س:...... (١) نماز کے بعد کے وظیفے۔ (٢) بُرے وسوسے، خیالات جو کہ زبان پر نہیں لا سکتے ان کے حل کے لیے۔ (٣) اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء والے وظیفے۔ (٤) بخشش اور گناہوں کی معافی کے لیے۔ (٥) بری عادات چھوڑنے کے لیے دعائیں۔ (حامد رشید، لاہور)

ج:...... حصن المسلم، زاد المسلم، پیارے رسول کی پیاری دعائیں یا پیارے رسول کے پیارے وظائف اور دیگر کتب وظائف سے کوئی کتاب لے لیں اور مطلوبہ وظائف یاد فرما لیں۔ ٢٩/٨/١٤٢٣ھ

س:...... کسی دوسرے آدمی کو دم کرنے کی صورت میں سورۂ فلق اور ناس کے اَعُوْذُ کو اُعِیْذُكَ میں بدل کر پڑھ سکتے ہیں؟ (عبدالغفور، شاہدرہ)

ج:……نہیں۔

[عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف ہوتی تو معوذتین ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ اور ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾ پڑھ کر اپنے جسم پر پھونک لیتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف زیادہ ہوگئی تو میں یہ سورتیں پڑھ کر آپ کے ہاتھوں کو برکت کی اُمید سے آپ کے جسم پر پھیرتی۔''] [1]

س:……کوئی دم کرنا ہو کسی پر، اُس کا طریقہ کیا ہے؟ اور اگر انسان اپنے اوپر دم کرنا چاہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟

(۲) ذہنی اور جسمانی طور پر بیمار ہوں اس کا کوئی عمل وظیفہ اور حل تحریر فرمائیں۔

ج:……دم والے کلمات پڑھ کر جس کو دم کرنا ہے اس پر پھونک لگا دیں یا ہاتھ پھیر دیں، پھونک کا ذکر تو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بکریوں والی حدیث میں موجود ہے۔ [2] اور ہاتھ پھیرنے کا ذکر سوتے وقت معوذات پڑھنے والی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔ [3] البتہ غیر محرم کو ہاتھ لگانا درست نہیں اور نہ ہی اس کی طرف دیکھنا درست ہے۔ اپنے آپ کو دم کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے۔

(۲) دعاء نور [((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَ عَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا وَفَوْقِیْ نُوْرًا وَ تَحْتِیْ نُوْرًا وَاَمَامِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا))] [4]، اور ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَاءَ ۃِ نِقْمَتِکَ وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ [5] ["اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کے زوال سے اور تیری عافیت اور صحت کے پلٹ جانے سے اور تیرے ناگہانی عذاب سے اور سب تیرے غضب والے کاموں سے۔"] کثرت کے ساتھ پڑھتے رہا کریں۔

س:……(۱) اگر کسی آدمی نے اپنی زندگی میں اپنے والدین کو پایا اور اُن کی خدمت پوری طرح سے نہ کر سکا یعنی کمی بیشی ہوگئی ہو تو اُن کے فوت ہونے پر پریشان ہوا کہ کاش! میں کوئی گستاخی نہ کرتا، والدین کے فوت ہونے کے بعد وہ کون سا عمل کرے جس سے اُس کے والدین کو بھی فائدہ ہو اور اس آدمی کی غلطیوں کو معاف کر دیا جائے اور بخشش کا سبب بن سکے۔

(۲) حج کرنے سے کہتے ہیں سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں کبیرہ گناہ یا صغیرہ گناہ، توبہ کرنے سے یا نہ کرنے

[1] بخاری/فضائل القرآن/باب المعوذات۔ مسلم/کتاب السلام/باب رقیۃ المریض بالمعوذات۔

[2] بخاری/کتاب الطب/باب الرقی بفاتحۃ الکتاب۔ [3] بخاری/کتاب الطب/باب الرقی بالقرآن والمعوذات۔

[4] بخاری/کتاب الدعوات/باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل۔

[5] مسلم/کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار/باب اکثر اھل الجنۃ والنار۔

سے، حقوق اللہ یا حقوق العباد بھی۔ اس کی وضاحت کریں۔

(۳) سورۃ النساء کی آیت: ۱۱۰ ترجمہ: ''جس نے برائی کی یا اپنی جان پر ظلم کیا اور پھر بخشش یعنی استغفار کیا وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا پائے گا۔'' حقوق العباد استغفار اور توبہ کرنے سے معاف ہو جائیں گے یا اس شخص کو بدلہ دیا جائے گا؟

(۴) بنی اسرائیل کے شخص کا واقعہ ۱۰۰ آدمیوں کو قتل کرنے والا حقوق العباد کے زمرے میں آتا ہے لیکن توبہ سے اس کی بخشش ہو گئی، اس کی وضاحت کریں؟ (ڈاکٹر منظور احمد)

ج: ...... اپنے لیے اور والدین کے لیے استغفار و دعاء، والدین کے دوست، احباب اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان و حسن سلوک سے پیش آنا، صلہ رحمی سے کام لینا، والدین کی طرف سے صدقہ، حج اور عمرہ کرنا اور والدین کے مواعید، معاہدات اور جائز وصایا کو پورا کرنا۔

ایک آدمی نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ کوئی ایسی نیکی باقی ہے جو میں والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ان کے حق میں دعائے خیر کرنا اور ان کے لیے مغفرت مانگنا ان کے بعد ان کے (کیے گئے) عہد کو پورا کرنا اور ان کے ان رشتوں کو جوڑنا جو انہی کی وجہ سے جوڑے جاتے ہیں اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔ [1]

معلوم ہوا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے لیے ان کی زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور اگر ان کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ کوئی نیکی کرنا چاہے تو حدیث میں مذکور طریقے اختیار کیے جائیں ان طریقوں میں قرآن خوانی، تیجہ، ساتواں، دسواں اور چہلم وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں، اس لیے ایصالِ ثواب کے یہ سارے طریقے غیر شرعی ہیں ان سے مُردوں یا زندوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے کیونکہ یہ کام حدیث میں والدین کے ساتھ نیکی شمار کیے گئے ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کاموں سے اولاد کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا صلہ ملے گا اور والدین کے لیے بھی مغفرت اور رفع درجات کا باعث ہوں گے، وفات کے بعد والدین کے حق میں دعائے خیر کی مقبولیت اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے مرنے کے ساتھ ہی عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے البتہ تین چیزوں کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے: صدقہ جاریہ کا، ایسے علم کا جس سے لوگ فیض یاب ہو رہے ہوں، نیک اولاد کی دعاؤں کا۔ [2]

---

[1] سنن ابی داؤد / كتاب الأدب باب بر الوالدين اسے ابن حبان حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

[2] صحيح مسلم / كتاب الوصية / باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته.

(۲) حج مبرور سے جس میں رفث وفسوق نہ ہو تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ حج مبرور کرنے والا مؤمن ہو کافر یا مشرک نہ ہو، حقوق اللہ اور حقوق العباد سے تعلق رکھنے والے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)) ❶ [''جو شخص اللہ کے لیے حج کرے پھر نہ کوئی گناہ کا کام اور فحش بات کرے تو وہ ایسا بے گناہ واپس ہوگا جیسے اسے آج ہی اس کی ماں نے جنم دیا ہو۔''] (متفق علیہ)

(۳) توبہ واستغفار کے ساتھ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ وہ حقوق اللہ سے تعلق رکھنے والے ہوں خواہ حقوق العباد سے تعلق رکھنے والے حتی کہ اکبر الکبائر کفر اور شرک بھی توبہ واستغفار کے ساتھ معاف ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًاo يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًاo اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا o ﴾ [الفرقان: ۷۰] [''اور جو شخص ایسے کام کرے گا ان کی سزا پا کر رہے گا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب دگنا کر دیا جائے گا اور ذلیل ہو کر اس میں ہمیشہ کے لیے پڑا رہے گا۔ ہاں جو شخص توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے۔ تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ﴾ [الانفال: ۳۸] [''ان کافروں سے کہیے کہ اگر وہ اب بھی باز آ جائیں تو ان کے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔''] بشرطیکہ توبہ واستغفار عند اللہ قبول ہو جائیں، ہاں توبہ واستغفار کو حقوق العباد کے غصب کرنے کا حیلہ اور ذریعہ بنانا درست نہیں، پوری کوشش کرے کہ دنیا میں حقوق العباد ادا کر کے اس دنیا سے رخصت ہو، کسی بندے کا کوئی حق حتی الوسع اس کے ذمہ نہ رہے۔

(۴) ٹھیک ہے، حقوق العباد کے زمرہ میں آتا ہے اور توبہ کرنے سے اس کا یہ جرم بھی معاف ہو گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

س: ......ایک آدمی بار بار گناہ کرتا ہے توبہ کرتا ہے، پھر گناہ کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(قاسم بن سرور)

ج: ......اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ایک بندے نے بہت گناہ کیے اور کہا اے میرے رب

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الحج/باب فضل الحج المبرور۔ صحیح مسلم/کتاب الحج/باب فضل الحج والعمرة۔

میں تیرا ہی گناہ گار (بندہ) ہوں تو مجھے بخش دے، اللہ رب العزت نے فرمایا: یہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ضرور ہے، جو گناہ معاف کرتا ہے اور گناہ کی وجہ سے سزا بھی دیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا، پھر بندہ رکا رہا، جتنا اللہ نے چاہا اور پھر اس نے گناہ کیا اور عرض کیا: میرے رب! میں نے دوبارہ گناہ کر لیا، اسے بھی بخش دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے بدلے میں سزا بھی دیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جب تک اللہ نے چاہا بندہ گناہ سے رُکا رہا اور پھر اس نے گناہ کیا اور اللہ کے حضور میں عرض کیا: اے میرے رب! میں نے گناہ پھر کر لیا ہے تو مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا ہے ورنہ اس کی وجہ سے سزا بھی دیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ تین مرتبہ پس اب جو چاہے عمل کرلے۔ [1]

س:...... جو آدمی سگریٹ یا حقہ پیتا ہے وہ درُود شریف یا اور ذکر کر سکتا ہے اور اسلام میں حقہ پینے کی کیا وعید ہے؟

(محمد یوسف ڈوگر)

ج:...... حقہ نوشی، سگریٹ نوشی، تمباکو نوشی اور نسوار نوشی سب ناجائز اور حرام ہیں کیونکہ حقہ، سگریٹ، تمباکو اور نسوار مسکر و نشہ آور ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ)) [2] [''ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''] نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ)) [3] [''ہر نشہ آور چیز شراب ہے۔''] لہٰذا ان کی حدو سزا وہی ہے جو خمر و شراب کی ہے۔

۱۴۲۳/۷/۱ھ

س:...... کیا مقتدی قرآن کی سورتوں کے جواب دے سکتا ہے؟ آہستہ آواز سے یا بلند آواز سے؟

(عبدالرؤف گجرات)

ج:...... مقتدی اگر آیات کا جواب دینا چاہے تو بلا آواز جواب دے سکتا ہے با آواز نہیں دے سکتا کیونکہ اس کو استماع و انصات کا حکم ہے۔ ہاں جن چیزوں کا مقتدی کے لیے بآواز کہنا کتاب وسنت سے ثابت ہے وہ چیزیں بآواز ہی کہے گا۔

۱۴۲۴/۱/۱۳ھ

س:...... ((اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ)) [4] اس روایت سے

[1] صحیح بخاری/کتاب التوحید/باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿یریدون ان یبدلوا کلام اللّٰہ﴾ صحیح مسلم/کتاب التوبۃ/باب قبول التوبۃ من الذنوب وان تکررت الذنوب والتوبۃ۔

[2] مسلم/کتاب الأشربۃ/باب بیان ان کل مسکر خمر و ان کل خمر حرام

[3] مسلم/کتاب الأشربۃ۔باب بیان ان کل مسکر خمر وان کل خمر حرام۔

[4] سنن النسائی / کتاب السھو / باب التسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم .

ثابت کرتے ہیں کہ اُمتی کا سلام رسول اللہ ﷺ کو فرشتے پہنچاتے ہیں۔ اس روایت میں زاذان راوی ہے ابن حجر تہذیب التہذیب میں اس کے متعلق کہتے ہیں وہ بہت زیادہ خطا کرتا تھا......زاذان کے متعلق ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ فیہ شیعیۃ (اس میں شیعیت ہے) (بحوالہ یہ مزار یہ میلے صفحہ نمبر ۱۱۸ ایکس کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی) (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:......آپ نے بحوالہ نسائی جو حدیث لکھی ہے: ((اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ......الخ)) اس کے متعلق شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ تعلیق مشکاۃ میں لکھتے ہیں: "وَإسناده صحیحٌ و صححه الحاکم(۲/۴۲۱) ووافقه الذهبي" ❶ نیز انہوں نے اس کو صحیح نسائی میں درج فرمایا ہے۔

آپ لکھتے ہیں: ''اس میں زاذان راوی ہے ابن حجر تہذیب التہذیب میں اس کے متعلق کہتے ہیں'' وہ بہت زیادہ خطا کرتا تھا'' یہ بات حافظ ابن حجر کی نہیں ابن حبان کی ہے جس کو حافظ ابن حجر نے درخور اعتناء نہیں سمجھا کیونکہ تقریب میں وہ اپنا فیصلہ لکھتے ہیں "صدوق یرسل و فیه شیعیة" دیگر بہت سے محدثین نے زاذان کو ثقہ کہہ کر اس کے کثیر الخطا ہونے کی نفی فرمائی ہے۔ ۱۴۲۲/۷/۵ھ

س:......تسبیح گننے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ مروجہ دانے دار تسبیح بدعت ہے، اس کی مشابہت ہندوؤں کی مالا سے ہے قرآن و حدیث کی رو سے وضاحت فرمائیے؟ (محمد یونس، نوشہرہ ورکاں)

ج:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تسبیحات کو انگلیوں پر گنو۔ کیونکہ انگلیوں کو بلایا جائے گا ان سے پوچھا جائے گا اور یہ بھی کہ رسول اللہ ﷺ دائیں ہاتھ پر گنتے تھے۔ ❷

س:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ بھی اللہ کا ذکر کرنے بیٹھتے ہیں تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ ان کا ذکر ان میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔ ❸ اس حدیث میں سکینت سے کیا مراد ہے؟ (سہیل سلیم، یونان)

ج:......سکینت سے مراد اللہ کی خاص مدد اور ایسی چیز ہے جس سے انسان کو اطمینان و سکون حاصل ہو۔

۱۴۲۲/۶/۲۴ھ

س:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھی تو اس جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک

---

❶ مشکوٰۃ/کتاب الصلوٰۃ/باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلها۔
❷ ابو داؤد/المجلد الاوّل/کتاب الصلوٰۃ/باب التسبیح بالحصیٰ۔
❸ صحیح مسلم/کتاب الذکر والدعاء/باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر ح: ۲۷۰۰

اس کے لیے نور اور روشنی ہوگی۔ (رواہ حاکم)

(۲) ہر چیز کے لیے دل ہے اور قرآن مجید کا دل سورۂ یٰسین ہے جو کوئی ایک بار پڑھے گا اس کو دس قرآن پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی)

(۳) قرآن مجید میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں جو اسے پڑھے گا یہ سورت اس آدمی کے لیے یہاں تک شفاعت کرے گی کہ وہ بخش دیا جائے گا اور وہ سورۂ ملک ہے۔ (ابن حبان، حاکم)

(۴) جو کوئی سورۂ ملک پڑھے گا اللہ اس کو عذابِ قبر سے بچائے گا۔ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج: ...... یہ حدیث حسن ہے۔ محدث وقت شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے التعلیق الرغیب میں اسے حسن قرار دیا ہے۔ [1]

(۲) یہ روایت ضعیف ہے۔ محدث عصر شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تعلیق المشکاۃ میں اسے ضعیف لکھا ہے۔ [2]

(۳) یہ حدیث بالفاظ: ((إِنَّ سُوْرَةً فِي الْقُرْآنِ ثَلاثُوْنَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَلَهُ ،وَهِيَ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ)) حسن ہے۔ محدث دوراں شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تعلیق مشکاۃ میں اس کی سند کو حسن فرمایا ہے۔ [3]

(۴) اس کا مجھے علم نہیں۔ [ترمذی/ ابواب فضائل القرآن/ باب ما جاء فی فضل سورۃ الملک، حدیث: ۲۸۹۰۔ ضعیف اس کی سند میں یحییٰ بن عمرو بن مالک ضعیف راوی ہے۔] ۱۴۲۱/۷/۲۰ھ

س: ...... کیا کوئی شخص نماز میں رکوع، سجدہ اور تشہد کے بعد سلام سے پہلے غیر عربی زبان (پنجابی، اُردو، انگلش، سرائیکی، پشتو وغیرہ) میں دعا کرسکتا ہے یا نہیں؟

جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ..... الخ ﴾[المؤمن: ۴۰/۶۵] [''اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔''] اور اسی طرح آپ نے فرمایا: ((اَمَّا الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ)) [4] [''پس تم رکوع میں اپنے رب کی عظمت بیان کرو اور سجدہ میں خوب دعا مانگو۔'']((اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَاَكْثِرُوا الدُّعَاءَ)) [5] [''بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے بہت نزدیک ہوتا ہے پس (سجدہ میں) بہت دعا

---

[1] مشکوٰۃ/ کتاب فضائل القرآن/ الفصل الثانی، حدیث: ۲۱۷۵۔

[2] مشکوٰۃ/ باب فضائل القرآن/ الفصل الثانی، حدیث: ۲۱۴۷۔ [3] مشکوٰۃ/ کتاب فضائل القرآن/ الفصل الثانی، حدیث: ۲۱۵۳۔

[4] مسلم/ الصلاۃ/ باب النهی عن قراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود۔

[5] مسلم/ الصلاۃ/ باب ما یقال فی الرکوع والسجود۔

کرو۔'']اسی طرح آپ ﷺ نے تشہد کے بعد دعا کے بارے میں فرمایا: ((ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَآءِ اَعْجَبَهُ اِلَيْهِ)) [1] وفيه رواية ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَا شَآءَ))[''پھر جو دعا اسے پسند ہے وہ کرے۔'']

(۲) قنوتِ نازلہ میں عربی زبان میں اپنی طرف سے دعائیں کی جا سکتی ہیں۔ کیا اسی طرح غیر عربی زبان میں بھی قنوتِ نازلہ میں دعائیں کی جا سکتی ہیں؟ کیا عربی زبان میں اپنی طرف سے قنوتِ نازلہ کی دعائیں کلام الناس میں داخل نہیں؟

(۳) کیا مندرجہ بالا تمام جگہوں پر غیر عربی زبان میں دعائیں کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں، فرض نماز یا نفلی نماز میں عاجز یا غیر عاجز کا کوئی فرق ہے؟ (حافظ عبداللہ، عارف والہ)

ج:......۱۔نہیں! ۲۔نہیں ۳۔نہیں

ان سب کی دلیل وہی ہے جو سورۂ فاتحہ، مابعد فاتحہ والی قراءت، دعاء وذکرِ استفتاح، رکوع، قومہ، سجدہ، مابین السجدتین، تشہد اور درُود کے غیر عربی میں نہ پڑھنے کی دلیل ہے، ان کے کلام الناس نہ ہونے کی دلیل ہے اور ان میں فرض ونفل میں فرق نہ ہونے کی دلیل ہے۔

یہ اس لیے لکھ رہا ہوں کہ آپ نے بھی ان چیزوں کے علاوہ کے متعلق سوال فرمایا، چنانچہ آپ لکھتے ہیں: نماز میں رکوع، سجدہ اور تشہد کے بعد سلام سے پہلے غیر عربی میں دعا کر سکتا ہے یا نہیں؟

[سجدہ میں دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ فرض نماز میں وہی دعائیں مانگی جائیں جو سجدہ کے متعلق مقبول احادیث میں وارد ہوئی ہیں اور اگر سنتیں یا نوافل ادا کیے جا رہے ہوں تو دیگر مسنون دعائیں بھی مانگی جا سکتی ہیں اور اگر کوئی شخص نماز کے بغیر صرف سجدہ کر رہا ہے تو جو چاہے دعا مانگے خواہ عربی زبان میں یا اپنی زبان میں۔]

۲۷/۲/۱۴۲۱ھ

س:......کیا حق فلاں یا حرمتہ فلاں کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے؟ اگر کوئی کہے یا اللہ! مجھے نبی ﷺ کے طفیل معاف فرما، اپنے اس پیارے نبی یا ولی یا فلاں بزرگ کے صدقہ میں میری دعا قبول فرما کر میری حاجت پوری کر دے کیا اس طرح کہنا شرک ہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......ان الفاظ کے ساتھ دعاء کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ ایسی دعاء کے شرک ہونے یا نہ ہونے میں تفصیل ہے، بعض صورتوں میں شرک ہے اور بعض صورتوں میں شرک نہیں، ان صورتوں کی تعیین ان الفاظ کے ساتھ

[1] بخاری/کتاب الأذان/باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشهد ولیس بواجب۔

دعاء کرنے کا عقیدہ اس کی اپنی زبان سے سن کر ہی کی جا سکتی ہے ورنہ نہیں۔ ٢٤/١٢/١٤٢١ھ

س:......ایک نمازی با جماعت نماز ادا کرتا ہے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہیں بیٹھ کر ذکر الٰہی تسبیح و تہلیل کرتا ہے، ذکر سے فارغ ہونے کے بعد پھر وہ سجدہ کرتا ہے اور خوب لمبا سجدہ کرتا ہے کیا اس طرح سجدہ کرنا مسنون ہے؟

ج:......نہیں! ٦/١/١٤٢٤ھ

کتاب اللباس......لباس کے مسائل

س:......داڑھی بڑھانا فرض ہے یا نہیں؟ (مولانا محمد داؤد)

ج:...... اِعفاءِ لحیہ (داڑھی بڑھانا) فرض ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے:((أعفوا اللحی)) داڑھیوں کو بڑھاؤ۔ ❶ اور معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم فرض ہونے پر دلالت کرتا ہے اِلا کہ کوئی قرینہ ہو جو حکم کو اس دلالت سے پھیر دے اور ایسا قرینہ صارفہ اس مقام پر موجود نہیں کیونکہ جن روایات کو قرینہ صارفہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے ان میں کچھ تو موقوف ہیں اور واضح ہے موقوف قرینہ صارفہ نہیں بن سکتی۔ اور جو مرفوع ہیں وہ ثابت نہیں۔ ان میں سرفہرست ((كَانَ يَأْخُذُ مِنْ طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا)) ہے جس کے متعلق جامع ترمذی ❷ میں لکھا ہے امام بخاری......رحمہ اللہ الباری......فرماتے ہیں عمر بن ہارون کی یہ روایت بے اصل ہے۔ تو اِعفاءِ لحیہ فرض ہے داڑھی کاٹنا، کٹانا، مونڈنا اور منڈانا حرام اور گناہ ہے۔ واللہ اعلم۔ ١٩ / ٩ / ١٤٢٢ھ

س:......ایک شخص سنت رسول سے روگردانی کرنے والا ہے اس کو داڑھی کے بارے میں کہا تو کہتا ہے کہ داڑھی کٹوانا سنت رسول ہے نعوذ باللہ الٹا کہتا ہے کہ مجھے لمبی داڑھی بہت بری لگتی ہے ایسے شخص کے بارے کیا حکم ہے؟ سگریٹ نوشی سے منع کرتے ہیں باز نہیں آتا۔

ج:......ایسے شخص کی اصلاح کی کوشش فرمائیں فائدہ ہوگا۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ ٢٢ / ٧ / ١٤٢١ھ

س:......﴿ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ﴾ (پارہ نمبر ١٩ سورۂ فرقان آیت نمبر ٤٣) ایک مسلمان تک یہ دعوت پہنچ جاتی ہے کہ داڑھی بڑھانا اور مونچھیں پست کرنا رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے پھر بھی وہ داڑھی نہیں بڑھاتا اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے تو کیا اس آیت کی رو سے اس نے شرک کیا ہے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:......اگر واقعی اس نے اپنی ہوٰی وخواہش کو اِلٰہ بنا رکھا ہے تو وہ شرک کا مرتکب ہوا ہے۔ اور اگر اس نے ہوٰی وخواہش کو اِلٰہ تو نہیں بنایا مگر کسی وقت خواہش سے مغلوب ہو کر داڑھی کٹاتا یا منڈاتا ہے یا کسی اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے

---

❶ بخاری / کتاب اللباس / باب اعفاء اللحی، مسلم / کتاب الطهارة / باب خصال الفطرة

❷ ابواب الادب / المجلد الثانی / باب ماجاء فی الاخذ من اللحیة

بشرطیکہ وہ گناہ شرک نہ ہو تو وہ مجرم وگناہ گار ضرور ہے شرک کا مرتکب نہیں۔ ۳۰ / ۴ / ۱۴۲۴ھ

س: ......داڑھی کا اوپر نیچے خط کرنا سنت ہے کہ نہیں؟ علامہ البانی ؒ انگلی سے زیادہ کاٹنے کے حق میں صحابہ سے بھی دلائل دیتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ براہِ مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔ (محمد امجد، میرپور آزاد کشمیر)

ج: ......طول وعرض سے اخذ وتراش والی روایت کمزور ہے امام بخاری ...... رحمہ اللہ الباری ...... نے عمر بن ہارون کی اس روایت کو بے اصل قرار دیا ہے۔ خود شیخ البانی ...... رحمہ اللہ تعالیٰ ...... اس کو اپنی تصانیف میں ضعیف ومنکر قرار دے چکے ہیں۔

رہا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل تو اس سلسلہ میں اصولی بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ مقام نہیں کہ وہ معصوم ہیں خطا ان سے سرزد ہوتی ہی نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام خطائیں معاف کردی ہیں۔ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ط [آل عمران: ۱۵۲] ﴾[''اور بے شک اللہ نے تمہیں معاف کردیا۔''] حدیث قدسی میں بدریوں رضی اللہ عنہم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ.)) [1] [''تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں معاف کردیا ہے۔'']

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رضی اللہ عنہ کا قول وعمل دین میں حجت ودلیل نہیں بنتا۔ رہی تفسیر والی بات تو اس سے بھی صحابی رضی اللہ عنہ کے قول اور عمل کا حجت ودلیل ہونا نہیں نکلتا۔ دیکھئے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا ط [النسآء: ۹۳] ﴾[''اور جو شخص کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے۔''] الآیہ کی تفسیر فرمائی ہے کہ قاتل بالعمد کی توبہ نہیں۔ پھر یہی صحابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ((إِنَّمَا الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ.)) [2] [''پانی سے پانی واجب ہوتا ہے۔''] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ احتلام کے ساتھ مخصوص تھا۔ نیز ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ط [البقرة: ۲۲۳] ﴾[''عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں لہٰذا جیسے چاہو اپنی کھیتی میں آؤ۔''] کی ایک مخصوص تفسیر فرمائی تھی۔ اور ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا ط [المآئدة: ۹۳] ﴾[''جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے انہیں گناہ نہ ہوگا جو وہ تحریم شراب سے پہلے پی چکے۔''] الآیہ کی ایک مخصوص تفسیر فرمائی تھی حالانکہ یہ تمام تفسیریں جن کا اوپر ذکر ہوا شیخ البانی ؒ اور ان کے ہمنواؤں کے ہاں بھی درست نہیں۔ جبکہ داڑھی کے معاملہ میں صحابی رضی اللہ عنہ کا صرف عمل ہے انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ میرا یہ عمل حدیث کی تفسیر ہے۔ واللہ اعلم۔ ۱۲ / ۵ / ۱۴۲۱ھ

---

[1] صحیح بخاری / کتاب التفسیر / سورة الممتحنة [2] صحیح مسلم / کتاب الحیض / باب بیان ان الجماع فی اول الاسلام لا یوجب الغسل الا ان ینزل المنی و بیان نسخه و ان الغسل یجب بالجماع۔

س: ......ایک امام مسجد اور خطیب بھی ہے۔ داڑھی کٹواتا ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ بعض صحابہ کرام بھی داڑھی کٹواتے تھے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ۔ کیا اس امام مسجد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟ (محمد علی، بوپڑہ خورد ضلع گوجرانوالہ)

ج: ......آپ جانتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ۔'' [1] ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں: ''مجوسیوں اور مشرکوں کی مخالفت کرو۔'' [2] اب ظاہر وواضح امر ہے کہ داڑھی منڈانا یا کٹانا خطا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل نہیں۔ صحابی رضی اللہ عنہ کا مقام یہ نہیں کہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے خطا سرزد نہیں ہوتی۔ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ أَرَاكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ط [آل عمران:۱۵۲] ﴾ [''اور اپنی پسندیدہ چیز نظر آ جانے کے بعد تم نے نافرمانی کی۔''] صحابی رضی اللہ عنہ کا مقام یہ ہے کہ ان کی خطائیں اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادی ہیں۔ ﴿ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ط [آل عمران:۱۵۲] ﴾ [''اور بے شک اللہ نے تمہیں معاف کردیا۔''] ﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط [البيّنة:٨] ﴾ [''اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔''] الآیہ اس لیے کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کا قول یا عمل دین میں حجت ودلیل نہیں۔

لہٰذا داڑھی کٹانے والا انسان مستقل امام یا خطیب نہیں بن سکتا۔ ہاں کبھی کبھار نماز پڑھائے یا خطبہ دے تو اس کی اقتداء درست ہے۔ واللہ اعلم۔ ١٤٢١/٥/٧ھ

س: ......بقول آپ اگر داڑھی کا کٹانا خط بنانا وغیرہ کبیرہ گناہ ہے تو مندرجہ ذیل اکابرین پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

ترمذی والی حدیث میں امام بخاری کا نوٹ عمر بن ہارون کے متعلق کیا ہے؟

ابوداؤد شریف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل۔ صحابہ کی گارنٹی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

الشفاء ص:۵۹	از قاضی عیاض رحمہ اللہ	داڑھی کٹا لینا جائز ہے۔
کیمیائے سعادت ص:۱۴۶	امام غزالی رحمہ اللہ	داڑھی کٹا لینا جائز ہے۔
غنیۃ الطالبین ص:۷۸	شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ جیلانی	داڑھی کٹا لینا جائز ہے۔
صراطِ مستقیم فتویٰ اہل حدیث اوّل ص:۱۰۶	مولانا محمود رحمہ اللہ احمد برمنگم	داڑھی کٹا لینا جائز ہے۔

---

[1] مسلم/كتاب الطهارة/باب خصال الفطرة۔

[2] صحيح بخاری / كتاب اللباس / باب تقليم الأظفار ، مسلم / كتاب الطهارة / باب خصال الفطرة

رسائل ومسائل	مولانا مودودیؒ	داڑھی کٹالینا جائز ہے۔
تفسیر تبیان القرآن	مفتی غلام رسول سعیدی	داڑھی کٹالینا جائز ہے۔
فیضان سنت ص:۵۵۸	مولانا محمد الیاس	داڑھی کٹالینا جائز ہے۔
محسن انسانیت ص:۴۷	نعیم صدیقی	داڑھی کٹالینا جائز ہے۔

صحیح مسلم شرح نوویؒ، ص:۳۸۹ داڑھی کی مقدار کا تعین نہیں ہے۔ امام مالکؒ داڑھی بہت لمبا کرنا مکروہ کہتے ہیں۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر کا عمل دیکھیں نہیں تو فوٹو دیکھ لیں۔

مسند احمدؒ میں حدیث ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں جب کوئی بات بتاؤں تو اس پر اضافہ ہرگز نہ کرنا۔ شرع میں غلو کرنے والے ہلاک ہو جائیں۔ صحیح مسلم بحوالہ افادات ابن تیمیہؒ

صحیح مسلم، جلد اوّل، ص:۸۸ حضور ﷺ کا فرمان کہ سوال نہ کیا کرو جیسے سمجھ آئے عمل کرلو۔ شرح نوویؒ

مجھے اپنے فیصلے سے مطلع ضرور کرنا۔ کیا اکابرین علم ورع خشیت میں آپ سے کم ہیں؟

(صوبیدار (ر) محمد رشید، تحصیل وضلع قصور)

ج: ......آپ لکھتے ہیں: ''بقول آپ اگر داڑھی کترانا خط بنانا وغیرہ کبیرہ گناہ ہے تو مندرجہ ذیل'' الخ جناب پر لازم تھا کہ میری وہ عبارت نقل کرتے جس میں داڑھی کا کترانا خط بنانا وغیرہ کبیرہ گناہ ہونا مذکور ہے، مگر آپ نے میری وہ عبارت پیش نہیں کی۔ کوئی بات نہیں اب ہی پیش فرما دیں بڑی مہربانی ہوگی۔

اس سوال کے آخر میں آپ پوچھتے ہیں: ''کیا اکابرین علم وورع خشیت میں آپ سے کم ہیں؟'' نہیں! یہ اکابرین اور دیگر اکابرین علم وورع خشیت میں مجھ سے زیادہ اور بہت آگے ہیں۔ البتہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ان چیزوں میں کم ہیں کیونکہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق تین لفظ آئے ہیں: ((أعلمكم بالله ، أتقاكم اور أخشاكم لِلّٰه.)) [1] [آپ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں اللہ کو ان سب سے زیادہ جانتا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔''] [2]

اس سوال میں جتنی چیزیں آپ نے پوچھی ہیں ان تمام کا جواب کتاب ''أحکام ومسائل'' میں موجود ہے، ذرا

---

[1] بخاری / کتاب النکاح / باب الترغیب فی النکاح ، مشکوٰۃ / کتاب الایمان / باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الاوّل

[2] بخاری / کتاب الأدب / باب من لم یواجه الناس بالعتاب ، مسلم / کتاب الفضائل / باب علمه ﷺ وشدة خشيته

غور سے پڑھیں سمجھ آ جائے گی۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جو بات آپ کو غلو والی نظر آئی ہے اس کی نشاندہی فرمائیں ان شاء اللہ تعالیٰ اصلاح کر لی جائے گی۔ ١٤٢٣/٩/٤ھ

س: ......اپنی کتاب کا صفحہ نمبر: ٥٢٦ نکالیں داڑھی کترانا، منڈانا، خط بنانا، لفافہ بنانا، اوپر نیچے سامنے کسی طرف سے استرے، قینچی وغیرہ سے ٹھپ درست نہیں اور یہ حکم نبوی ﷺ کی خلاف ورزی ہے۔ (جو مانگا وہ حاضر ہے اب آپ حکم لگائیں) سلف پر؟ (صوبیدار محمد رشید)

ج: ......آپ نے اپنے پہلے مکتوب میں لکھا: ''بقول آپ اگر داڑھی کا کترانا خط بنانا وغیرہ کبیرہ گناہ ہے تو مندرجہ ذیل'' الخ اس کے جواب میں اس فقیر الی اللہ الغنی نے لکھا: ''جناب پر لازم تھا کہ میری وہ عبارت نقل کرتے جس میں داڑھی کا کترانا خط بنانا وغیرہ کبیرہ گناہ ہونا مذکور ہے، مگر آپ نے میری وہ عبارت پیش نہیں کی۔ کوئی بات نہیں اب ہی پیش فرما دیں بڑی مہربانی ہو گی۔''

اب کے آپ نے اپنے دوسرے مکتوب میں بزعم خود میری وہ عبارت پیش کی ہے جس میں داڑھی کترانے خط بنانے وغیرہ کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے، مگر آپ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوئے کیونکہ جناب نے میری کتاب ''أحکام ومسائل'' کے صفحہ نمبر: ٥٢٦ کے حوالہ سے ان امور کے متعلق عبارت نقل کی ہے: ''درست نہیں اور یہ حکم نبوی ﷺ کی خلاف ورزی ہے۔'' جبکہ آپ سے مطالبہ کبیرہ گناہ والی عبارت کا تھا۔ آپ ہی غور فرمائیں درست نہیں حکم نبوی ﷺ کی خلاف ورزی اور کبیرہ گناہ ایک ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ لہٰذا آپ کا فرمانا: ''جو مانگا وہ حاضر ہے۔'' بالکل بے جا ہے کیونکہ جو مانگا وہ حاضر نہیں جو مانگا تھا وہ ہے کبیرہ گناہ والی عبارت پیش فرمائیں جو حاضر کیا گیا وہ درست نہیں حکم نبوی ﷺ کی خلاف ورزی ہے۔ آپ اپنے دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں: ''میری مراد کج بحثی نہیں ہے میں شرح صدر چاہتا ہوں۔'' تو اب آپ خود ہی غور فرما لیں آپ سے مانگا گیا تھا کہ کبیرہ گناہ والی عبارت پیش فرمائیں آپ نے حاضر کی عبارت ''درست نہیں حکم نبوی ﷺ کی خلاف ورزی ہے۔'' آیا یہ کج بحثی ہے یا شرح صدر چاہنے والا معاملہ ہے؟

آپ لکھتے ہیں: ''اب آپ حکم لگائیں، سلف پر'' تو محترم! اس فقیر الی اللہ الغنی نے حکم تو اپنی کتاب احکام ومسائل ہی میں لگا دیا ہے، جس کو پڑھ کر آپ نے پہلا مکتوب لکھا اسی کو ایک دفعہ پھر پڑھ لیں۔ ١٤٢٣/١١/٢٤ھ

س: ......أحکام ومسائل، ص: ١٦١ میں لکھا ہے کہ داڑھی رکھنا بڑھانا فرض ہے! فرض کا تارک کیا ہو گا؟ ص: ٣٨٩ میں لکھا ہے کہ داڑھی کٹوانا حرام ہے۔ (صوبیدار محمد رشید)

ج:......آپ لکھتے ہیں: ''احکام و مسائل ص: ۱۶۱ میں لکھا ہے کہ داڑھی رکھنا بڑھانا فرض ہے۔ فرض کا تارک کیا ہوگا؟'' فرض کا تارک مجرم اور گناہ گار ہوگا۔ پھر آپ لکھتے ہیں: ''ص: ۳۸۹ میں لکھا ہے کہ داڑھی کٹوانا حرام ہے۔'' تو ٹھیک ہے داڑھی کٹوانا واقعی حرام ہے اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے حکم ((أعفوا اللحی.)) [1] کی خلاف ورزی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حکم اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی حرام ہوتی ہے الا کہ کوئی قرینہ صارفہ ہو اور وہ اس مقام پر نہیں۔ ۲۴ / ۱۱ / ۱۴۲۳ھ

س:......دیکھیں حضرت صاحب بحث اصولی ہوتی ہے کبیرہ گناہ نہ سہی تو کیا حرام کا لفظ کبیرہ سے کم ہے کیا؟ یہ کوئی بات نہیں دیکھیں قتل و زنا حرام ہیں یا حلال ہیں؟ حرام ہیں تو یہ صغیرہ گناہ ہیں یا کبیرہ؟ سود حلال ہے یا حرام؟ کیا یہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟ یہ تو خواہ مخواہ والی بات ہے۔ آپ نے حرام تو لکھا ہے نا!! اور یہ لفظ کچھ کم اثرات کا حامل نہیں ہے۔ چلو بہر حال اپنا اپنا دین! اپنے لیے۔ (محمد رشید)

ج:......آپ لکھتے ہیں: ''کبیرہ گناہ نہ سہی'' اس پر غور فرمائیں کتنا عرصہ بعد آپ نے یہ بات لکھی اور کتنا عرصہ پہلے آپ کو یہ بات لکھنا چاہیے تھی؟ اب کے بھی آپ نے ساتھ ''سہی'' لگا دیا۔ مزید لکھتے ہیں: ''تو کیا حرام کا لفظ کبیرہ سے کم ہے؟ ہاں کبیرہ گناہ اور حرام میں فرق ہے۔ حرام کا لفظ صغیرہ اور کبیرہ دونوں قسم کے گناہوں پر بولا جاتا ہے، جبکہ کبیرہ گناہ کبیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ صغیرہ گناہوں پر نہیں بولا جاتا۔ دیکھئے کسی کو ناحق تھپڑ مارنا اور کسی غیر عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ کبیرہ گناہ نہیں۔ تو یہ بھی آپ خلط مبحث سے کام لے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔ آمین یا رب العالمین۔ ۱۶ / ۴ / ۱۴۲۴ھ

س:......سفید داڑھی اللہ کو زیادہ پسند ہے یا کہ سفید کو رنگنا زیادہ اچھا ہے؟ (قاری محمد عبداللہ، لاہور)

ج:......سر اور داڑھی کے بال سفید ہو جائیں تو انہیں رنگ لگانا افضل ہے۔ البتہ سیاہ رنگ لگانا منع اور گناہ ہے۔ مشکاۃ / کتاب اللباس / باب الترجل میں بحوالہ صحیح مسلم لکھا ہے: ((وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: أُتِیَ بِأَبِیْ قُحَافَةَ یَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ ، وَرَأْسُهُ وَلِحْیَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَیَاضًا ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : غَیِّرُوْا هٰذَا بِشَیْءٍ ، وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ.)) [2] [''فتح مکہ کے دن ابو قحافہ کو لایا گیا اور آپ کا سر اور داڑھی ثغامہ کی طرح سفید تھے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو تبدیل کرو کسی چیز سے اور سیاہی سے بچو۔'']

رہا یہ سوال کہ حدیث میں امر کا لفظ آیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے، جبکہ اوپر افضل کی بات کی جا رہی

---

[1] بخاری/ کتاب اللباس/ باب اعفاء اللحیٰ۔ مسلم/ کتاب الطهارة/ باب خصائل الفطرة

[2] مسلم/ کتاب اللباس/ باب استحباب خضاب الشیب بصفرة و حمرة و تحریمه بالسواد

ہے تو جواباً گزارش ہے کہ امر واقعی وجوب کے لیے آتا ہے، مگر جب کوئی قرینہ صارفہ عن الوجوب مل جائے تو پھر ندب وافضلیت پر محمول ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ اباحت وجواز کے قرائن ودلائل سے مجرد وخالی ہو اور اس مقام پر قرینہ صارفہ عن الوجوب موجود ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ نہیں لگایا۔'' ❶

۲۳ / ۱۱ / ۱۴۲۵ھ

س: ......داڑھی کو رنگنا سنت ہے اور اگر آدمی نہ رنگے بال سفید ہی رہنے دے تو کیا یہ طریقہ بھی سنت ہے داڑھی کو رنگنے اور نہ رنگنے کے بارے صحیح حدیث تحریر فرما دیں۔ (ظفر اقبال، ضلع نارووال)

ج: ......داڑھی اور سر کے سفید بالوں کو سیاہ رنگ لگانا تو منع ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی مرفوع حدیث سے ثابت ہے۔ ❷ [جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ والے دن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) پیش کیا گیا اور ان کا سر اور داڑھی سفیدی میں ثَغَامَه (بوٹی) کی طرح تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے سفید بالوں کو بدل دو اور ان کو سیاہ کرنے سے بچو۔''] باقی سیاہ رنگ کے علاوہ کوئی رنگ داڑھی اور سر کے سفید بالوں کو لگانا افضل وثواب ہے، کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ لگایا ہے ❸ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ نہیں لگایا۔ ❹ [''انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ہی بہت کم سفید تھے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں بیس ۲۰ سے زیادہ سفید بال نہیں تھے۔)''] عثمان بن عبداللہ بن موہب فرماتے ہیں: ((دَخَلْتُ عَلٰی أُمِّ سَلَمَةَ فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا شَعْرًا مِّنْ شَعْرِ النَّبِيِّ ﷺ مَخْضُوْبًا.)) ❺ [''میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال نکال کر دکھائے جن پر خضاب لگا ہوا تھا اور دوسری حدیث میں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بال دکھایا جو سرخ تھا۔''] ❻ یہ تینوں احادیث صحیح بخاری میں موجود ہیں۔

س: ......ایک آدمی گنجا پن کا مریض ہے۔ حال ہی میں ایک جھلی تیار کی گئی ہے جو مصنوعی بال لگوا کر تیار کی جاتی ہے۔ اور اس جھلی کو مخصوص سلوشن کے ساتھ سر پر جوڑ دیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب تک جسم کا ہر حصہ پانی

---

❶ صحیح بخاری / کتاب اللباس / بابُ مَا یُذْکَرُ فِی الشیب

❷ صحیح مسلم / کتاب اللباس والزینة / استحباب خضاب الشیب بصفرة و حمرة و تحریمه بالسواد۔

❸ ابو داؤد / کتاب الترجل / باب فی خضاب الصفرة۔

❹ بخاری / کتاب اللباس : باب ما یذکر فی الشیب / کتاب المناقب / باب صفة النبیّ

❺ بخاری / کتاب اللباس / باب ما یذکر فی الشیب ❻ بخاری / کتاب اللباس / باب ما یذکر فی الشیب۔

سے تر نہ ہوتب تک فرض غسل نہیں ہوتا۔ کیا اس جھلی کی موجودگی میں اگر سر کی جھلی کے نیچے والی جلد خشک رہ جائے یقیناً رہ جاتی ہے۔ تو کیا غسل نہ ہوگا نیز جھلی صرف تین ماہ سر کے ساتھ جڑی رہتی ہے۔ اور تین ماہ کے بعد دوبارہ اس کو سلوشن کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے۔ (محمد اسحاق صدیقی، ضلع نارووال)

ج:...... اس جھلی کی موجودگی میں نہ غسل جنابت ہوتا ہے نہ غسل حیض ونفاس اور نہ ہی وضوء۔ یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ اس جھلی کو بٹن کے ساتھ سر پر کس دیا جائے اور وضوء غسل کے وقت اتار کر غسل وضوء کرلیا جائے البتہ واصلہ ومستوصلہ پر لعنت والی احادیث ❶ [لعنت کی اللہ تعالیٰ نے بال ملانے والی اور ملوانے والی پر اور جو گود کردے اور جو گدوائے۔''] کے پیش نظر تو اس جھلی ہی سے اجتناب ضروری ہے، پھر مسئلہ پوچھنے بتانے کی ضرورت ہی نہیں۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ واللہ اعلم۔

[''اسماءؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبیؐ سے پوچھا کہ میری بیٹی کو حصبہ (جلدی بیماری) لگی جس سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں اور میں نے اس کی شادی کردی ہے۔ کیا میں اس میں مصنوعی بال جوڑ سکتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے والی پر اور جڑوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔''] ❷ ٦ / ٤ / ١٤٢١ھ

س:...... سر کے بال منڈوانا سنت ہے یا رکھنا سنت ہے؟ (ظفر اقبال، ضلع نارووال)

ج:...... سر کے بال وغیرہ، جمہ یا لمہ رکھنے مسنون ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سر کے بال رکھے ہیں صرف حج وعمرہ کے موقع پر منڈائے ہیں۔

[''براءؓ فرماتے ہیں میں نے لمبے بالوں والے سرخ لباس میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا۔ آپؐ کے بال کندھوں پر پڑتے دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا نہ آپ ﷺ پست قد تھے اور نہ ہی دراز قد تھے۔'' ❸

''عائشہؓ فرماتی ہیں میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے بال کندھوں کے اوپر اور کانوں کی لو سے نیچے تھے۔'' ❹

---

❶ صحیح بخاری / کتاب اللباس / بابُ وَصْلِ الشَّعْرِ

❷ صحیح بخاری / کتاب اللباس / باب الموصولة ، مسلم / اللباس والزینة / باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة

❸ بخاری / کتاب المناقب / باب صفة النبیؐ ، مسلم / کتاب الفضائل / باب صفة شعره ﷺ وصفاته وحلیته ، ترمذی / ابواب المناقب / باب صفة النبیؐ

❹ ابو داؤد / کتاب الترجل / باب ماجاء فی الشعر ، نسائی / کتاب الزینة / باب الاخذ من الشعر ، ترمذی / ابواب اللباس / باب الجمة واتخاذ الشعر ، ابن ماجة / کتاب اللباس / باب اتخاذ الجمة والذوائب

''نبی ﷺ کے بال کانوں کی لوؤں تک تھے۔'' [1]

کانوں کی لوتک جو بال پہنچیں وہ وفرہ ہیں جو کانوں اور کندھوں کے درمیان ہوں وہ لِمَّہ ہیں اور جو کندھوں تک ہوں وہ جُمَّہ ہیں۔

ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ کبھی بال لمبے ہوتے اور کبھی چھوٹے ہوتے تھے۔] ۲۲ / ٦ / ۱٤۲۳ھ

س: ...... حدیث میں ہے لعن اللہ الواصلات۔ اللہ تعالیٰ نے ملانے والیوں پر لعنت کی ہے۔ کیا پراندہ استعمال کرنے والی عورت اس میں شامل ہے؟ (محبوب الٰہی)

ج: ...... پراندہ اگر بالوں کو گھنا یا لمبا ظاہر کرتا ہے تو منع ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے وصل شیء سے منع فرمایا ہے۔ ۱۰ / ۳ / ۱٤۲٤ھ

س: ...... ایک مسئلہ درپیش ہے جس کی وضاحت فرمادیں۔ کیا نابالغ بچی کے بال کاٹنے جائز ہیں یا ناجائز دونوں صورتوں میں دلیل سے وضاحت فرمائیں۔ (آپ کا شاگرد، محمد مالک بھنڈر)

ج: ...... صحیح مسلم میں حدیث ہے: ((عَنِ ابنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَآی صَبِیًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ رَأْسِهٖ ، وَتُرِكَ بَعْضُهٗ ، فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ ، وَقَالَ: اِحْلِقُوا كُلَّهٗ ، أَوِ اتْرُكُوا كُلَّهٗ.)) [2] [''نبی ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کے سر کے کچھ حصے کے بال مونڈ دیے گئے اور بعض چھوڑ دیے گئے تو آپ نے اسے منع کر دیا اور فرمایا سارے سر کا حلق کرو یا تمام کو چھوڑ دو۔''] اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نابالغ بچوں کے سر کے بال مونڈنا بھی درست ہے خواہ نابالغ بچے لڑکے ہوں خواہ لڑکیاں۔ کیونکہ اصول ہے: ((العبرة بعموم اللفظ ، لا بخصوص السبب.)) پھر قزع سے ممانعت ونہی والی حدیث [3] [''رسول اللہ ﷺ نے منع کیا قزع سے عبداللہ نے کہا میں نے نافع سے پوچھا قزع کیا ہے؟ انہوں نے کہا: بچے کا سر مونڈنا اور کچھ چھوڑ دینا۔''] بھی اسی بات پر دلالت کر رہی ہیں تو جب مونڈنا درست ٹھہرا تو کاٹنا بطریق اولیٰ درست ہوگا۔ احرام کھولنے پر حلق وتقصیر والی آیات واحادیث بھی تقصیر کے جواز پر دلالت کر رہی ہیں اور حلق پر بھی۔ البتہ بالغ عورت کے لیے حلق راس علی الاطلاق ممنوع ہے احرام کھولنے پر تقصیر راس درست ہے آگے پیچھے وہ بھی درست نہیں جیسا کہ واصلہ مستوصلہ پر لعنت والی احادیث سے پتہ چلتا ہے۔ [4] [''لعنت کی اللہ تعالیٰ نے جوڑ لگانے

[1] بخاری ، مسلم ، نسائی ، ترمذی
[2] ابو داؤد/ کتاب الترجل /باب فی الذوائبة
[3] صحیح مسلم/ کتاب اللباس /باب کراهة القزع
[4] صحیح مسلم/ کتاب اللباس /باب تحریم الواصلة والمستوصلة

والی اور لگوانے والی پر۔''] ہاں اتنی بات یاد رکھنی چاہیے کہ تقصیر راس میں بڑے چھوٹے سب غیر مسلم لوگوں کی طرز تقصیر کو نہ اپنائیں۔ واللہ اعلم۔ ٥ / ٥ / ١٤٢١ھ

س: ......کیا عورتوں کے بال نہ کٹوانے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث مروی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو عورتوں کے بال کٹوانے کا کیا حکم ہوگا اور امہات المؤمنین کے بارے مسلم، ص: ۱۴۸ میں بال کٹوانے کی حدیث آ رہی ہے اس کی توضیح کیا ہوگی؟ (قاری عبدالصمد بلوچ)

ج: ......واصلہ مستوصلہ والی احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بال کٹانے کا رواج نہیں تھا، عورتوں کے بال پورے ہوتے تھے اور چھوٹے بالوں والی عورتیں وصل سے کام لیتی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان پر لعنت بھیجی۔ [1] [''نبی ﷺ نے فرمایا: سر کے قدرتی بالوں میں مصنوعی بال لگانے والیوں پر اور لگوانے والیوں پر اور گودنے والیوں پر اور گدوانے والیوں پر اللہ نے لعنت بھیجی ہے۔''] تو عورتوں کے لیے بال رکھنا اور نہ کٹانا رسول اللہ ﷺ کی تقریر سے ثابت ہے۔ رہی آپ کی پیش کردہ روایت تو وہ موقوف ہے رسول اللہ ﷺ کی تقریر بھی نہیں قول ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔

س: ......سر کے بالوں کی روازانہ کنگھی کرسکتا ہے یا وقفے کے ساتھ جبکہ حدیث مبارکہ ہے کہ اپنے بالوں کی حفاظت کرو؟ (حافظ خالد محمود)

ج: ......وقفے کے ساتھ کرے کیونکہ ایک حدیث میں روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ [2] [((نَهٰى اَنْ يَمْتَشِطَ اَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ.)) ''منع فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہم میں سے ایک روزانہ کنگھی کرے۔''] وقفہ وناغہ سے کنگھی کرنا حفاظت واکرامِ شعر کے منافی نہیں۔

[''رسول اللہ ﷺ نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔''] [3]

س: ......بغل وزیر ناف بال صاف کرنے کے لیے کتنے دن ہیں ان کی تعداد مقرر نہیں ہے اس بارے میں وضاحت کردیں کہ زیادہ سے زیادہ کتنے دن ہیں؟ (عابداللہ)

ج: ......صحیح مسلم میں ہے: ((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ ،

---

[1] بخاری / کتاب اللباس / باب وصل الشعر

[2] مشکوٰۃ / کتاب الطهارة / باب مخالطة الجنب وما يباح له الفصل الثالث

[3] ابو داؤد / کتاب الترجل، ترمذی / کتاب اللباس / باب ماجاء في النهي عن الترجل الاغبا

وَنَتْفِ الإِبِطِ ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً. (1) (۱۲۹/۱) قَالَ النَّوَوِي فِي الشَّرْحِ: وَقَدْ جَاءَ فِي غَيْرِ صَحِيحِ مُسْلِمٍ: وَقَّتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. (2) اھ))

[''اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے آپ نے فرمایا ہمارے لیے وقت مقرر کیا گیا ہے مونچھیں کاٹنے میں اور ناخن کاٹنے میں اور بغلوں کے بال اکھاڑنے میں اور زیر ناف بال صاف کرنے میں کہ ہم چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں اور امام نووی نے شرح میں فرمایا ہے کہ صحیح مسلم کے علاوہ یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے مقرر فرمایا۔''] ۲۹ / ۳ / ۱٤۲٤ھ

س:...... ① کیا عورت کا سر وضوء کرنے کے بعد ننگا ہو جائے تو وضوٹوٹ جاتا ہے۔ واضح کریں؟

② کیا عورت گھر کے اندر اپنا سر ننگا رکھ سکتی ہے یا نہیں۔ واضح کریں؟

③ کیا عورت اپنے محرم کے سامنے اپنا سر ننگا کر سکتی ہے؟ (سجاد الرحمٰن شاکر)

ج:...... ① نہیں! کتاب وسنت سے ثابت شدہ نواقض وضوء میں عورت یا مرد کے سر کا ننگا کرنا یا ہونا شامل نہیں۔

② کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ پاس نہ ہوں جن سے پردہ ضروری ہے۔

③ کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ ط ﴾ [النور: ۳۱] [''اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے سسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔''] ۱۳ / ۱ / ۱٤۲٤ھ

س:...... ٹیڑھی مانگ نکالی جا سکتی ہے۔ کیا اس میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق ہے۔ نیز بچوں اور بچیوں کے حکم کی بھی وضاحت فرمائیں۔ (عبداللطیف تبسم، اوکاڑہ)

ج:...... نہیں کوئی فرق نہیں۔ بچوں اور بچیوں کا بھی یہی حکم ہے۔

[''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کو اگر کسی مسئلہ میں کوئی حکم نہ ہوتا تو آپ اس میں اہل کتاب کے عمل کو اپناتے تھے۔ اہل کتاب اپنے سر کے بال لٹکائے رکھتے اور مشرکین مانگ نکالتے تھے۔

(1) مسلم/کتاب الطھارۃ/باب خصائل الفطرۃ۔ (2) ترمذی/کتاب الادب/باب فی التوقیت فی تقلیم الاظفار واخذ الشارب۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ بھی (اہل کتاب کی موافقت میں) پہلے سر کے بال پیشانی کی طرف لٹکاتے، لیکن بعد میں آپ بیچ میں سے مانگ نکالنے لگے۔''

''عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا جیسے میں اب بھی آنحضرت ﷺ کی مانگ میں احرام کی حالت میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں۔'' ❶

''بال مسنون طریقے سے رکھنا ہر طرح بہتر ہے، مگر آج کل فیشن کی وبا چلی ہے۔ خلاف شرع بال رکھ کر شکلوں کو بگاڑا جاتا ہے یہ حد درجہ گناہ اور خلقت الٰہی کو بگاڑنا اور کفار کے ساتھ مشابہت رکھنا ہے۔ نوجوانانِ اسلام کو ایسی غلط روش کے خلاف جہاد کی سخت ضرورت ہے۔''] ۳ / ۹ / ۱۴۲۱ھ

س: ......ناخن کس ترتیب سے کاٹے جائیں؟ (ماسٹر عبدالرؤف)

ج: ......دائیں ہاتھ کی خنصر سے شروع کریں اور بائیں ہاتھ کی خنصر کا ناخن آخر میں کاٹیں۔ دائیں جانب سے آغاز کا یہی تقاضا ہے۔ ۱۹ / ۱۲ / ۱۴۲۳ھ

س: ......انگوٹھی امیر کے علاوہ کوئی نہ پہنے روایت کیسی ہے اور عام آدمی انگوٹھی پہن سکتا ہے یا نہیں؟ (قاسم بن سرور)

ج: ......صحیح بخاری ❷ اور صحیح مسلم کی احادیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ امیر کے علاوہ دوسرے بھی چاندی کی انگوٹھی پہن سکتے ہیں۔ البتہ اس پر محمد رسول اللہ ﷺ نہیں لکھوا سکتے۔ ❸ حدیث ''انگوٹھی امیر کے علاوہ کوئی نہ پہنے'' کا حوالہ لکھیں۔ ۱۳ / ۴ / ۱۴۲۴ھ

س: ......مرد کے لیے ہاتھ اور پاؤں کو مہندی لگانے کا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج: ......نہیں لگا سکتا۔ ابوداؤد میں حدیث موجود ہے۔

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اپنا ہاتھ نکال کر رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک خط بڑھایا۔ پس نبیؐ نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ اور فرمایا: میں نہیں جانتا یہ کسی مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا۔ اس نے کہا: بلکہ یہ عورت کا ہاتھ ہے۔ فرمایا: اگر تو عورت ہے تو تجھے اپنے ناخن تبدیل کرنے چاہئیں تھے۔ یعنی مہندی کے ساتھ۔'' ❹ (مطلب یہ کہ مرد اور عورت کے ہاتھ ممتاز اور مختلف ہوں۔)

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہند بنت عتبہ نے کہا: اے نبی اللہ! مجھے بیعت فرمائیے۔ نبیؐ نے فرمایا: میں تجھ

---

❶ صحیح بخاری / کتاب اللباس / بابُ الفَرق
❷ بخاری/کتاب اللباس/باب خاتم الفضة
❸ بخاری/کتاب اللباس/باب الخاتم فی الخنصر
❹ ابو داؤد/کتاب الترجل باب فی الخضاب للنساء

سے بیعت نہ لوں گا، جب تک کہ تو اپنے ہاتھوں کو تبدیل نہ کرے۔ گویا کہ وہ درندوں کی دو ہتھیلیاں ہیں۔'' [1] (اس حدیث کی رو سے نبی ﷺ نے عورتوں کو مہندی لگانے کا حکم دیا تا کہ ان کی مردوں کے ساتھ مشابہت نہ رہے۔)

۳۰ / ٤ / ١٤٢٤ھ

س: ...... بالفرض جسم کی گرمی خارج کرنے کے لیے اور ہاتھ پاؤں کی جلن ختم کرنے کے لیے ہاتھ اور پاؤں کو مہندی لگوا سکتے ہیں مرد حضرات یا نہیں؟ (ظفر اقبال، نارووال)

ج: ...... [''علی بن عبید اللہ اپنی دادی (سلمیٰ ام رافعؓ) سے روایت کرتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھیں، فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی زخم یا خراش آ جاتی تو آپؐ مجھے حکم فرماتے کہ میں اس پر مہندی لگاؤں۔''] [2]

۲۳ / ٦ / ١٤٢٣ھ

س: ...... ① جنابِ محترم! ایک بلیچ کریم چہرے کے بالوں کی رنگت کالے سے براؤن کرتی ہے جبکہ دوسری چہرے کے بال اُتار دیتی ہے تو دونوں صورتوں میں حکم بتا دیں؟

② ریڈیو سعودی عرب سن رہا تھا کسی سامع کے سوال کے جواب میں محترم سعید عابدی فرما رہے تھے کہ علماء نے اس بارے میں فتویٰ دیا ہے کہ اگر عورت کے چہرے کے بال اس قدر زیادہ ہیں جس سے چہرہ بدنما لگتا ہے۔ جیسے بعض کی داڑھی اور مونچھیں بہت ہی نمایاں ہوتی ہیں تو ایسی صورت میں چہرے کے بال صاف کر سکتی ہے تو محترم عبد المنان صاحب اس فتویٰ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ نیز اگر مونچھیں بڑی بڑی ہیں تو ان کی نمایاں صورت کو کم کرنے کے لیے بڑے بڑے جو بال ہیں ہاتھ سے کھینچ دیں تو کیا ان دونوں صورتوں میں ﴿ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ط ﴾[النسآء: ۱۱۹]['' اور ان سے کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں۔''] ...... کی زد میں ہیں۔ اس آیت کی بھی وضاحت کریں؟ (عبد الرؤف)

ج: ...... ① درست نہیں کیونکہ سفید بالوں کو سیاہ کے علاوہ کسی دوسرے رنگ سے رنگنے کی ترغیب آئی ہے نہ کہ سیاہ بالوں کو۔ [3] پھر چہرے کے بال نوچنے اور اتارنے والیوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔ [4]

② آپ نے ریڈیو سعودی عرب سے جو فتویٰ سنا وہ درست نہیں۔

۱۳ / ١ / ١٤٢٤ھ

---

[1] ابو داؤد / کتاب الترجل / باب فی الخضاب للنسآء۔ ابن ماجة / کتاب الطب / باب الحناء

[2] ابو داؤد / کتاب الترجل / بابٌ فی الخضاب للنسآء۔ سنن ترمذی / ابواب الطب / باب ماجاء فی التداوی بالحناء

[3] ابو داؤد / کتاب الطب / باب فی الحجامة

[4] مسلم / کتاب اللباس / باب استحباب خضاب الشیب بصفرة وحمرة و تحریمه بالسواد

[5] بخاری / کتاب التفسیر / سورة الحشر

س:......مردانہ لباس قمیض کو جو کف اور کالر لگائے جاتے ہیں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ نہیں لگانے چاہییں۔ کیونکہ اس سے غیر مسلموں سے مشابہت ہوتی ہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......کالر میں یہ بات درست ہے۔ [1] [((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا.)) ''وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر (غیر مسلموں) سے مشابہت اختیار کرتا ہے۔'' ((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.)) [2] ''جو کسی قوم سے مشابہت کرتا ہے، وہ ان ہی سے ہے۔''] ٦ / ١ / ١٤٢٤ھ

س:......کیا نبی ﷺ نے کالی یا سبز پگڑی پہنی تھی؟ (حافظ محمد فاروق تبسم)

ج:......کالی پگڑی رسول اللہ ﷺ نے پہنی ہے۔ [3] البتہ سفید پگڑی افضل ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ.)) [4] [''یہ تمہارے بہتر کپڑے ہیں۔''] سبز پگڑی پہننے کا مجھے علم نہیں۔ ٢ / ٣ / ١٤٢١ھ

س:......سیاہ عمامہ پہننا مسنون ہے یا سفید بھی درست ہے۔ سنا ہے خطبہ جمعہ کے لیے سیاہ پگڑی سنت ہے؟ (ظفر اقبال، ضلع نارووال)

ج:......رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''کپڑوں میں سے افضل کپڑے سفید ہیں۔'' [5] اس لیے سفید عمامہ یا خمار سیاہ وغیرہ کی بنسبت افضل ہے۔ ہاں معصفر کپڑے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمادیا ہے۔ [6]

[''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سفید کپڑے پہنا کرو اس لیے کہ یہ تمہارے کپڑوں میں سے بہترین کپڑے ہیں اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفنایا کرو۔''] [7] واللہ اعلم۔

[''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سفید کپڑا پہنو اس لیے کہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہے اور اپنے مردوں کو بھی اس میں کفن دو۔'' [8]

''رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے دن مکے میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کی پگڑی تھی۔'' [9]

''عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے

---

[1] ترمذی / ابواب الاستئذان / باب فی کراهية اشارة اليد فی السلام سلسلة الصحيحة۔ ٢١٩٤

[2] ابو داؤد/ کتاب اللباس/باب فی لبس الشهرة۔ [3] ابو داؤد / کتاب اللباس / باب فی العمائم

[4] ترمذی / ابواب الجنائز / باب ماجاء مایستحب من الاكفان [5] ترمذی/ابواب الجنائز/باب ما جاء مایستحب من الاكفان۔

[6] مسلم/کتاب اللباس/باب النهی عن لبس الرجل الثوب المعصفر۔ ترمذی/ کتاب اللباس /باب ما جاء فی كراهية المعصفر للرجال

[7] سنن ابی داؤد / کتاب اللباس / باب فی البياض ، سنن ترمذی / أبواب الجنائز / باب ما يستحب من الاكفان

[8] سنن نسائی / کتاب الجنائز / باب أی الكفن خير [9] صحیح مسلم / کتاب الحج / باب جواز دخول مكة بغير احرام

دیکھا تو دریافت فرمایا: کیا تیری ماں نے تجھے یہ کپڑے پہننے کا حکم دیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: میں انہیں دھوڈالوں۔ آپؐ نے فرمایا: بلکہ ان کو جلا دے۔'' ❶]

س:......آدمی ایک وقت میں کتنے سوٹ رکھ سکتا ہے؟ (قاری عبدالرشید، ملتان)

ج:......اپنی مالی حیثیت کے پیش نظر جتنے سوٹ مناسب سمجھے رکھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس بندے پر انعامات کرے تو پسند کرتا ہے کہ اس پر انعامات کے آثار دیکھے۔

[اسے امام بخاری نے کتاب اللباس کے شروع میں معلق بیان کیا۔ یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ حسن ہے۔] ❷

٢ / ٤ / ١٤٢٤ھ

س:...... یہ ایک مضمون ماہانہ مجلّہ البلاغ انڈیا سے نکلتا ہے جو کہ حضرت مولانا مختار احمد ندوی صاحب کا ہے: اس میں یہ ایک مضمون نظروں سے گزرا مضمون نگار نے احادیث کا خوب اندراج کیا اور مسئلہ کو اچھے انداز میں بیان کیا، لیکن آخر میں تمام مسئلہ پر ہی پانی پھیر دیا جو میری سمجھ سے باہر ہے کہ یہ علماء السلف کا بھی خیال ایسا ہی ہے: کہ البتہ اگر کسی کا ازار بغیر غرور و تکبر کے عادتاً ٹخنے سے لٹکتا ہو وہ وعید کی زد میں نہیں آتا ہے، نیز پھر اس کو مسئلہ بنانا اور اس پر مطلق حرمت کا فتویٰ صادر کرنا از روئے شرع درست نہیں۔

اب مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ جو عادتاً لٹکائے وہ وعید کی زد میں نہیں آتا تو آتا کون ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ تکبر سے لٹکاتا ہے یا نہیں اور پھر عادت تو عبادت نہیں اور پھر عبادت بدلی نہیں جاسکتی اور عادت کو تو ہی آنحضرت ﷺ بدلنے آئے تھے اور معاشرے کی کتنی عادتیں آنحضرت نے بدلیں اور یہ کہہ کر کہ یہ عادت ہے اس لیے مسئلہ جائز ہے۔ اور پھر ساری احادیث صحیح بیان کیں۔ اور عادت کے اوپر کوئی ایک حدیث بیان نہیں کی صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فعل بیان کیا ہے۔ (محمد بشیر الطیب)

ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانے کا مسئلہ

امام مسلم نے بھی اس سلسلہ میں کتاب اللباس / باب تحریم جر الثوب خیلاء کے تحت کئی حدیثیں درج کی ہیں:

((عن ابن عمر انه رأى رجلاً يجر ازاره فقال ممن انت فانتسب له فاذا رجل من

❶ صحیح مسلم / کتاب اللباس / باب النهی عن لبس الرجل الثوب المعصفر

❷ سنن ترمذی / ابواب الادب / باب ماجاء أن الله تعالى يحب ان يرى اثر نعمته على عبده

بنی لیث فعرفه ابن عمر فقال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ باذنی ھاتین یقول من جرازاره لا یرید بذالك الا المخیلة فان اللّٰہ لا ینظر الیه یوم القیامة.))

''عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی ازار گھسیٹتا تھا انہوں نے پوچھا تو کس قبیلہ کا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ بنی لیث کا ہے۔ ابن عمر نے اس کو پہچانا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے ان دونوں کانوں سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جو شخص اپنی ازار ٹخنوں کے نیچے تکبر کے لیے لٹکائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہ دیکھے گا۔''

((عن ابی هریرة رأی رجلاً یجر ازاره فجعل یضرب الارض برجله وهو امیر علی البحرین وهو یقول جاء الامیر قال رسول اللّٰہ ﷺ ان اللّٰہ لا ینظر الی من یجر ازاره بطرف.))

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی ازار اپنے پاؤں سے زمین پر گھسیٹتے ہوئے جا رہا تھا وہ بحرین کا امیر تھا اور کہہ رہا تھا امیر آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا: اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس شخص کی طرف نہ دیکھے گا جو اپنی ازار غرور سے لٹکائے۔''

((عن محمد بن عباد بن جعفر یقول امرت مسلم بن یسار مولی نافع بن عبد الحارث ان یسأل ابن عمرو انا جالس بینهما اسمعت من النبی ﷺ فی الذی یجر ازاره من الخیلاء شیئا قال سمعت یقول لا ینظر اللّٰہ الیه یوم القیامة.))

''حضرت محمد بن عباد بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مسلم بن یسار کو جو حضرت نافع بن عبدالحارث کے غلام تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھنے کے لیے کہا اور میں ان دونوں کے بیچ میں بیٹھا کیا آپ نے نبی ﷺ سے سنا ہے اس شخص کے بارے میں جو اپنی ازار تکبر سے گھسیٹتے ہوئے چلتا ہے۔ انہوں نے کہا میں نے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہ دیکھے گا۔''

لباس کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کے سلسلہ میں غرور و تکبر کی قید سے بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ان احادیث میں جس وعید کا ذکر کیا گیا ہے وہ بہت ہی سخت وعید ہے یہاں تک کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لباس کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے یا زمین پر گھسیٹ کر چلنے والے کو ان تین لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا۔ اور ان کے لیے آخرت میں دردناک

عذاب ہوگا۔ پوری حدیث اس طرح آئی ہے:

((عن أبی ذر عن النبی ﷺ قال ثلاثة لا یکلمهم الله یوم القیمة ولا ینظر الیهم ولا یزکیهم ولهم عذابٌ الیم قال فقرأها رسول الله ﷺ ثلاث مرات قال ابو ذر خابوا وخسروا من هم یا رسول الله قال المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الکاذب.)) ❶

''حضرت ابوذر غفاری روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تین افراد ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ آپ نے یہ تین بار فرمایا، تو حضرت ابوذر غفاری نے کہا برباد ہوئے اور نقصان میں پڑے کون لوگ ہوں گے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ایک اپنے ازار کو زمین سے گھسیٹنے والا، دوسرا احسان جتلانے والا اور تیسرا اپنا مال جھوٹی قسم کھا کر بیچنے والا۔''

مسلم شریف میں مذکورہ باب کے تحت ایک روایت اس طرح آئی ہے:

((عن ابی ذر عن النبی ﷺ قال ثلاثة لا یکلمهم یوم القیمة المنان الذی لا یعطی شیئا إلا منه والمنفق سلعته بالحلف الفاجر والمسبل ازاره.))

''حضرت ابوذر غفاری روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تین افراد ایسے ہوں گے جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہ کرے گا، ایک احسان جتانے والا کہ جو کسی کو کوئی چیز احسان جتا کر دیتا ہے۔ دوسرا وہ جو اپنا مال جھوٹی قسم کھا کر بیچتا ہے اور تیسرا وہ جو اپنے ازار کو زمین سے گھسیٹتے ہوئے چلتا ہے۔''

امام نووی نے ان احادیث کی تشریح میں لکھا ہے:

((وأما قوله ﷺ المسبل ازاره معناه المرخی له الجار طرفه خیلاء کما جاء مفسرا فی الحدیث الاخر لا ینظر الله الی من جر ثوبه خیلاء والخیلاء الکبرو هذا التقیید بالجر خیلاء یخصص عموم المسبل ویدل علی ان المراد بالوعید من جره خیلاء وقد رخص النبی ﷺ فی ذلك لابی بکر الصدیق وقال لست منهم

❶ رواه مسلم / کتاب الایمان / باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار ...... ابو داؤد / کتاب اللباس / باب ماجاء فی اسبال الازار، نسائی / کتاب الزینة / باب اسبال الازار

اذکان جرہ بغیر الخیلاء قال الامام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ وذکر اسبال الازار وحدہ لانہ کان عامة لباسھم وحکم غیرہ من القمیص وغیرہ حکمہ قلت وقد جاء ذلك منصوصًا علیہ من کلام رسول اللہ ﷺ من سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قال اسبال فی الازار والقمیص والعمامة من جرشیئا خیلاء لم ینظر اللہ تعالیٰ الیہ یوم القیمة رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجة باسناد حسن.)) [شرح مسلم / للنووی، ج: ۱، ص: ۷۱]

''اور حضور ﷺ کے اس ارشاد ...... **المسبل ازارہ** ...... (یعنی ازار کو زمین پر گھسیٹنے) کا مطلب یہ کہ پاجامہ کو ٹخنوں کے نیچے غرور کی راہ سے لٹکانا جیسے ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نہ دیکھے گا جو اپنا کپڑا غرور سے لٹکائے اور یہ غرور کی قید خاص کرتی ہے ازار لٹکانے والے عموم کو یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وعید اس کے لیے ہے جو غرور سے لٹکائے اور خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کو کپڑا لٹکانے کی رخصت دی اور فرمایا تم ان میں سے نہیں ہو اصل میں ان کا یہ فعل غرور کی راہ سے نہ تھا۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری وغیرہ نے کہا کہ آپ ﷺ نے صرف ازار لٹکانے والے کا ذکر کیا اس لیے کہ اس وقت لوگوں کا تمام لباس ازار ہوتا تھا اور قمیص وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔ اور میں کہتا ہوں اور ایک حدیث میں صاف آیا ہے کہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا لٹکانا ازار میں، قمیص میں، اور عمامے میں ہوتا ہے۔ اور جو کوئی ان میں کسی کو غرور سے لٹکائے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہ دیکھے گا۔ اس کو ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بسند حسن روایت کیا ہے۔''

اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ غرور و تکبر کی بناء پر زمین پر سے ازار گھسیٹتے ہوئے چلنا گناہ کبیرہ ہے۔ بعض احادیث سے غرور و تکبر کے بغیر بھی ازار لٹکاتے ہوئے چلنے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن ان احادیث میں غرور و تکبر کی قید سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ اسبال ازار (یعنی ازار لٹکانا) کے گناہ پر مطلق زجر اور وعید والی احادیث کو ان احادیث پر محمول کیا جائے جن میں اسبال ازار کے ساتھ غرور و تکبر کی بھی قید لگائی گئی ہے۔ اس لیے محض لباس زمین پر گھسیٹ کر چلنا یا لباس کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام نہیں ہے، جبکہ یہ عمل غرور و تکبر کے شائبہ سے پاک ہو۔

واضح ہو بعض احادیث میں غرور وتکبر کی قید نہیں آئی اور بعض سطحی مطالعہ کے عادی افراد ان احادیث کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔

ج: ......مجلّہ ''البلاغ'' کے چند صفحات کی فوٹو کاپی آپ نے ارسال فرمائی، اس فقیر إلی اللہ الغنی نے ان صفحات کو بغور پڑھا صاحب مضمون جناب غلام نبی صاحب کشافی حفظہ اللہ تعالیٰ نے وہ احادیث نقل فرمائیں جن میں اسبال ازار وثوب کو مطلقاً مستوجب وعید قرار دیا گیا ان میں غرور وتکبر کی قید نہیں آئی، پھر لکھتے ہیں: ''لیکن جو شخص اس موضوع سے متعلق تمام احادیث کا گہرائی سے مطالعہ کرے گا تو اس کو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ جائے گی کہ ان احادیث کے مطلق حکم کو ان احادیث کے مقید مفہوم پر محمول کیا جائے کہ جن میں غرور وتکبر کی قید لگائی گئی ہے۔''

کشافی صاحب غرور وتکبر کی قید والی احادیث نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں: ''اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ غرور وتکبر کی بنا پر زمین پر سے ازار گھسیٹتے ہوئے چلنا گناہ کبیرہ ہے۔ بعض احادیث سے غرور وتکبر کے بغیر بھی ازار لٹکاتے ہوئے چلنے کی حرمت ثابت ہوتی ہے، لیکن ان احادیث میں غرور وتکبر کی قید سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ اسبال ازار (یعنی ازار لٹکانا) کے گناہ پر مطلق زجر ووعید والی احادیث کو ان احادیث پر محمول کیا جائے جن میں اسبال ازار کے ساتھ غرور وتکبر کی بھی قید لگائی گئی ہے۔ اس لیے محض لباس زمین پر گھسیٹ کر چلنا یا لباس کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام نہیں ہے، جبکہ یہ عمل غرور وتکبر کے شائبہ سے پاک ہو۔''

کشافی صاحب اپنی مندرجہ بالا تحقیق کی روشنی میں اپنے مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں: ''البتہ اگر کسی کا ازار بغیر غرور وتکبر کے عادتاً ٹخنے سے لٹکتا ہو وہ وعید کی زد میں نہیں آتا، نیز پھر اس کو مسئلہ بنانا اور اس پر مطلق حرمت کا فتویٰ صادر کرنا از روئے شرع درست نہیں ہے۔'' ان کا کلام ختم ہوا۔

ماشاء اللہ تعالیٰ کشافی صاحب نے بات اصول وضوابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمائی، کیونکہ عام ومطلق آیت یا حدیث کو خاص ومقید آیت یا حدیث پر ہی محمول کیا جاتا ہے، مگر کشافی صاحب کے ذہن سے یہ بات اتر گئی کہ یہ اصول وضابطہ ہر جگہ نہیں چلتا۔ دیکھئے قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے دورانِ سفر نماز قصر کرنے کا تذکرہ فرمایا تو خوفِ عدو کی قید ذکر فرمائی: ﴿ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ﴾ [النساء: ۴/۱۰۱] [''جب تم سفر پر جارہے ہو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔''] الآیۃ۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

سفر امن میں بھی نماز قصر فرمائی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا ط الخ ﴾ [النور: ٢٤/٣٣] [''اور تمہاری جو لونڈیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں انہیں بدکاری پر مجبور نہ کرو۔''] ارادۂ تحصن کی قید قرآنِ مجید میں موجود ہے، جبکہ ارادۂ تحصن کی عدم موجودگی میں بھی اکراہ علی البغاء حرام وممنوع ہے۔

حدیث میں ذکر ہے کچھ لوگ مردہ بکری باہر پھینکنے جا رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی کھال کو رنگ کر فائدہ اٹھالینا تھا، اب یہ حکم صرف بکری کے ساتھ ہی مخصوص نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ.)) [1] [''جو چمڑا بھی رنگ لیا گیا وہ پاک ہو گیا۔''] بالکل اسی طرح کچھ احادیث میں غرور وتکبر کی قید آئی ہے وہ درست ہے غرور وتکبر سے ازار لٹکانے والے بھی مستحقِ وعید وسزا ہیں اور بزعم خود تکبر و غرور کے بغیر لٹکانے والے بھی مستحق وعید وسزا ہیں۔ ہاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وعید وسزا سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

اس فہم کی دلیل سنن ابی داود کی حدیث ہے: ((وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيْلَةِ.)) [2] [''اور ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے سے بچو کیونکہ یہ تکبر ہے۔''] تو رسول اللہ ﷺ کا اسبال ازار کو مخیلہ وتکبر قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اسبال ازار ہر حال میں ممنوع اور حرام ہے۔ باقی کسی مسبل اِزار کا کہنا کہ میں غرور وتکبر سے اسبال نہیں کر رہا بے بنیاد ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسبالِ ازار ہی کو غرور وتکبر قرار دیا ہے اور وہ اس غرور وتکبر کی نفی کرنے والے مسبل میں بھی موجود ہے۔

تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ [3] اور جن کو رسول اللہ ﷺ نے مستثنیٰ قرار دیا ان کے علاوہ تمام اسبالِ ازار کا ارتکاب کرنے والے خواہ عادۃً اسبال کریں خواہ اتفاقاً واَحیاناً سب کا اسبال ((فإنها من المخيلة.)) کا مصداق ہے۔ واللہ اعلم۔ ٢٢ / ٤ / ١٤٢١ھ

س: ...... نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ تصویر بنانے والے کو سخت عذاب ہوگا تو کیا تصویر بنوانے والے کو بھی عذاب یا سزا ہوگی؟ اس سلسلے میں ہماری راہنمائی فرمائیں؟ (عبدالغفار ولد عنایت اللہ، نوشہرہ ورکاں)

ج: ......تصویر بنانے والے، تصویر بنوانے والے اور تصویر اپنے پاس رکھنے والے سب وعید کی لپیٹ میں آتے

---

[1] ترمذی / ابواب اللباس / باب ماجاء فی جلود المیتة اذا دبغت

[2] ابو داؤد / کتاب اللباس / باب ماجاء فی اسبال الازار [3] ابو داؤد / کتاب اللباس / باب ماجاء فی اسبال الازار

ہیں، جیسا کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث سے واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

[''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے اور میں نے گھر کی ڈیوڑھی یا طاقچے پر ایک پردہ ڈالا ہوا تھا جس میں تصویریں تھیں، پس جب اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: اے عائشہ! قیامت والے دن اللہ کے ہاں سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں اس کی نقل کرتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پس ہم نے اس پردے کو کاٹ دیا اور اس سے ایک یا دو تکیے بنالیے۔'' [1]

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبریل نے کسی ایک گھڑی میں ان کے پاس حاضر ہونے کا وعدہ کیا، پس وہ گھڑی تو آ گئی، لیکن جبریل نہیں آئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اور آپ کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی پس آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا اور آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے: اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور نہ اس کے رسول۔ پھر آپ نے نظر دوڑائی تو دیکھا کہ آپ کی چارپائی کے نیچے ایک کتے کا بچہ ہے، تو فرمایا یہ کتا کب اندر گھس آیا ہے؟ (عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے تو اس کا پتہ نہیں۔ پس آپ نے اس کے متعلق حکم دیا اور اسے باہر نکالا گیا تو اس کے بعد جبریل آئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا میں تمہارے لیے بیٹھا رہا، لیکن تم آئے نہیں، تو جبریل نے عرض کیا: مجھے اس کتے نے روک رکھا جو آپ کے گھر میں تھا۔ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا کوئی تصویر ہو۔''] [2]

۲۹ / ۷ / ۱۴۲۳ھ

س: ...... حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا، اگر کوئی گھر میں ایسی تصویر لٹکائی ہو جس میں مسجد نبوی، بیت اللہ شریف اور اس کے اردگرد جو آدمی طواف کر رہے ہوں ان کی شکلیں بنائی ہوئی ہوں تو کیا یہ تصویر بھی اس تصویر میں شامل ہوگی؟ (حافظ خالد محمود)

ج: ...... آپ لکھتے ہیں: ''بیت اللہ شریف اور اس کے اردگرد جو آدمی طواف کر رہے ہوں ان کی شکلیں بنائی ہوئی ہوں تو کیا یہ تصویر بھی اس تصویر میں شامل ہوگی؟'' ہاں! شامل ہوگی بلکہ ہر ذی روح کی تصویر خواہ ہاتھ سے بنائی گئی ہو خواہ کیمرہ سے ممنوع تصویر میں شامل ہے۔ [''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے

---

1. صحيح بخاري/ كتاب اللباس/ باب ما وطئ من التصاوير، صحيح مسلم/ كتاب اللباس/ باب لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب
2. صحيح مسلم / كتاب اللباس والزينة / باب لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب

رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہر تصویر بنانے والا جہنمی ہے اس کی ہر تصویر کے بدلے میں جو اس نے بنائی ہوگی ایک شخص بنایا جائے گا جو اسے جہنم میں عذاب دے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا پس اگر تم نے تصویر ضرور ہی بنانی ہو تو درخت کی اور ایسی چیز کی تصویر بناؤ جس میں روح نہ ہو۔''] [1] ۲۵ / ۱۱ / ۱۴۲۳ھ

س: ...... تصویر کا کیا حکم ہے پیسوں اور کارڈ پر لگنے والی تصویر اگر جیب میں ہو تو کیا نماز ہو جاتی ہے؟

(محمد شکیل، فورٹ عباس)

ج: ...... ذی روح چیز کی تصویر حرام و ناجائز ہے۔ نماز میں تصویر یا تصویر والے کی عبادت و پوجا نہ ہو رہی ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ ۱۲ / ۱۰ / ۱۴۲۱ھ

س: ...... ① کیا تقریر کرتے ہوئے خطیب صاحب کی تصویر بنانا جائز ہے یا جلسہ میں مووی بنا سکتے ہیں اور مسجد کے اندر دینی پروگرام کی مووی بنائیں تو کیا حکم ہے؟

② گھر میں ٹی وی رکھ سکتے ہیں دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (ڈاکٹر محمد حسین، چیچہ وطنی)

ج: ...... ① مسجد میں یا مسجد سے باہر، گھر میں یا گھر سے باہر، دکان میں یا دکان سے باہر، فیکٹری و کارخانہ میں یا فیکٹری و کارخانہ کے باہر اور شادی و خوشی یا غمی و افسوس کے مواقع پر۔ الغرض ذی روح کی تصویر بنانا یا بنوانا اپنے پاس رکھنا حرام اور ناجائز ہے۔ دلیل صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث ہیں۔

② قرآن وسنت کی رو سے ٹیلی ویژن نہ رکھ سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں ذی روح کی تصاویر ہوتی ہیں۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ جب ذی روح کی تصویر دیکھتے تو اسے توڑ پھوڑ دیتے تھے۔ اس لیے ٹیلی ویژن ناجائز اور حرام ہے۔ [''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں سے شدید ترین عذاب تصویریں اتارنے والوں کو ہوگا۔''] [2] ۲۹ / ۸ / ۱۴۲۳ھ

س: ...... رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے کہتے ہیں کہ یہ تسمے والے جوتوں کے بارے میں ہے، عام جوتوں کے بارے نہیں؟ وضاحت فرمائیے؟ (محمد یونس، نوشہرہ ورکاں)

ج: ...... حدیث کے لفظ: ((نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ یَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا.))[''رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔''] [1] ہر قسم کے جوتوں کو شامل ہے۔ جیسے لفظ: ((اِذَا انْتَعَلَ

[1] صحیح بخاری / کتاب البیوع / باب بیع التصاویر، صحیح مسلم / کتاب اللباس / باب لا تدخل الملائکة بیتا فیه کلب۔

[2] بخاری / کتاب اللباس / باب عذاب المصورین یوم القیامة، مسلم / کتاب اللباس / باب لا تدخل الملائکة بیتًا فیه کلب۔

أَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَأْ بِالْیَمِیْنِ وَإِذَا انْتَزَعَ فَلْیَبْدَأْ بِالشِّمَالِ لِتَکُنِ الْیُمْنٰی أَوَّلَھُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَھُمَا تُنْزَعُ۔))

[''تم میں سے جب کوئی جوتا پہنے تو پہلے دایاں پاؤں ڈالے اور جب اتارے پہلے بایاں پاؤں نکالے، تاکہ دایاں پاؤں پہننے میں اول اور اتارنے میں آخر ہو۔''] ❷ ہمہ قسم کے جوتوں کو متناول ہیں جوتسموں والے جوتے مراد لیتے ہیں تخصیص کی دلیل ان کے ذمہ ہے۔

س: ...... کھڑے ہو کر جوتے پہننے سے ممانعت والی روایات کیا قابل عمل نہیں ہیں؟ اگر نہیں تو وجہ ضعف لکھیں۔ اور معترضین کے اعتراضات کا بھی جواب دیں۔ جن میں ایک اعتراض یہ ہے کہ ان روایتوں میں مدلس راوی ہیں۔ لہٰذا یہ قابل عمل نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ (محمد ابراہیم محمدی، سیالکوٹ)

ج: ...... شیخ البانی رحمہ اللہ اس حدیث کی تخریج کے بعد " سلسلة الأحاديث الصحيحة "(۲/۳۵۰) میں لکھتے ہیں:" وخلاصة القول أن الحديث بمجموع طرقه صحيح بلاريب." سید محب اللہ شاہ صاحب راشدی کا حافظ زبیر علی زئی صاحب سے مکالمہ ''الاعتصام'' میں شائع ہوتا رہا ہے، جس میں شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ۱۴۲۲/۲/۲۷ھ

س: ...... ① کیا بھائیوں کا شادی کے بعد ایک گھر میں اکٹھا رہنا درست ہے؟ اگر اکٹھا رہیں تو پردہ کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اگر اکٹھے نہ رہیں تو والدین ناراض ہوں گے۔

② کیا عورت کے لیے خاوند کے بھائیوں سے پردہ ضروری ہے؟

③ کیا چچی کو بھتیجوں سے پردہ کرنا چاہیے؟

اگر پردہ کرنا چاہیے تو پھر اکٹھا رہنا ممکن نہیں۔ اگر اکٹھے رہیں تو پھر یہ پردہ ممکن نہیں۔ (روح الامین، بلتستانی)

ج: ...... ① ہاں! درست ہے، البتہ ان پر لازم ہے کہ پردہ وغیرہ شرعی احکام کی پابندی کے نظام کو درہم برہم نہ ہونے دیں۔ اور والدین کو بھی راضی رکھیں۔

② ہاں! عورت کے لیے خاوند کے بھائیوں، دیوروں اور جیٹھوں سے پردہ ضروری ہے۔ [''عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (غیر محرم) عورتوں کے پاس جانے سے گریز کرو، تو ایک آدمی انصاری نے کہا: شوہر کے قریبی رشتے دار کی بابت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: شوہر کا قرابت دار تو موت

❶ سنن ابن ماجه / كتاب اللباس / باب الانتعال قائمًا
❷ صحيح بخاری / کتاب اللباس / بابٌ: یَنْزِعُ نَعْلَهُ الْیُسْرٰی

ہے۔''] ❶

✪ آپ نے سوال الٹ کر دیا ہے۔ہاں! چچا کی بیوی چچی اپنے خاوند کے بھتیجوں سے پردہ کرے گی اور یہ ہے بھی ضروری۔نمبر۲اور نمبر۳ کی دلیل قرآنِ مجید کی آیت ہے:﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَآءِهِنَّ أَوْ آبَآءِ بُعُولَتِهِنَّ ط الخ ﴾

[''اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہ ہوں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔''] ۱۴۲۳/۶/۳ھ

س:......ہم ایک گھر میں رہتے ہیں اور بھابھی ہم سے یعنی دیوروں سے پردہ کرتی ہے کیا وہ ہم سے پردہ کر کے باتیں کر سکتی ہے کہ نہیں؟ اور یہ بھی تفصیل سے بتائیں کہ وہ کوئی ضروری بات ہی کر سکتی ہے کہ عام ہنسی مذاق بھی کر سکتی ہے؟ اور کیا سسر کے بھائیوں سے اور ساس کے بھائیوں سے پردہ جائز ہے کہ نہیں؟ یہ سب کچھ مکمل تفصیل سے بیان کریں سسر کے بھائیوں میں سے ایک اس کا پھوپھا ہے کیا اس سے بھی پردہ جائز ہے کہ نہیں؟

(حافظ خالد محمود، رینالہ خورد)

ج:...... بھابھی دیوروں اور جیٹھوں سے پردہ کرے بوقت ضرورت پردہ میں رہ کر ان سے ضروری باتیں کر سکتی ہے۔ہنسی مذاق اور فضول باتیں ان سے نہیں کر سکتی۔عورت سسر کے بھائیوں، ساس کے بھائیوں، پھوپھا اور خالو سے پردہ کرے۔سورۂ نور کی آیت:﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ ط ﴾ الآیۃ پڑھ لیں۔

[النور: ۳۱][''اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے سسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم

❶ صحیح بخاری / کتاب النکاح / باب لایخلون رجل بامرأۃ ، صحیح مسلم / کتاب السلام / باب تحریم الخلوۃ الاجنبیۃ

ہو جائے اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔''] ۷ / ۹ / ۱۴۲۳ھ

س:......ساس اپنے داماد سے پردہ کرے یا نہیں؟ (عبدالصمد)

ج:......اس سلسلہ میں کتاب وسنت سے کوئی نص صریح مجھے معلوم نہیں۔ ۲ / ۲ / ۱۴۲۴ھ

س:......زید نے مسمّاۃ ہندہ سے شادی کی۔ ہندہ کی حقیقی والدہ کی دو سوکنیں بھی ہیں کیا زید اپنی بیوی کی ان دو سوتیلی ماؤں کا بھی محرم سمجھا جائے گا اور اس سے ان دونوں کا پردہ ساقط ہو گا یا نہیں؟ یعنی حقیقی ساس کی طرح ان دونوں سوتیلی ساسوں سے بھی اس کی محرمیّت ثابت ہو گی؟ (حفظ الرحمٰن)

ج:......زید اپنی بیوی ہندہ کی دو سوتیلی ماؤں کا محرم نہیں اور نہ ہی اس سے ان دونوں کا پردہ ساقط ہے۔ لہٰذا وہ دونوں زید سے پردہ کریں گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَأُمَّهَاتُ نِسَآءِكُمْ ط ﴾[النساء: ۲۳][''حرام کی گئی تم پر تمہاری ساس۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ ط ﴾ [النور: ۳۱][''اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے خاوند، باپ، خاوند کے باپ، بیٹے اپنے شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، اپنی عورتیں یا غلاموں سے جن کی وہ مالک ہوں۔ اپنے خادم مرد جو عورتوں کی حاجت نہ رکھتے ہوں اور ایسے لڑکوں کے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے بھی واقف نہ ہوئے ہوں۔''] اس اِلا کے منطوق ومفہوم پر غور فرمائیں اور مذکورہ بالا صورت میں پردے کا حکم فی الفور پائیں یہ ہے صراطِ مستقیم نہ دیکھیں دائیں بائیں۔ تمام احباب واخوان کی خدمت میں تحیۂ سلام ضرور پیش فرمائیں۔ مسئلہ میں ہو کوئی خطا تو مجھے ضرور بتائیں۔ واللہ اعلم۔ ۸ / ۵ / ۱۴۲۳ھ

کتاب الآداب ...... آداب کا بیان

س ...... چند ایک سلام ہیں ان کے دلائل قرآن وسنت سے پیش کریں:

۱۔ مسلمان کی ملاقات کے وقت ۲۔ سلام دعاء ۳۔ سلامِ اعراض

۴۔ سلام علی الکفار ۵۔ سلام اور جواب ۶۔ مشرکین کو سلام نہ کرنا

(محمد حسین بن عبدالصمد ابراہیم)

ج ...... ۱۔ سلام لقاء مسلم کی دلیل اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک مسلم کے دوسرے مسلم پر چھ حق ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب مسلم سے ملاقات ہو تو فوراً اس کو سلام کرنا ہے۔ [اور جب دعوت دے تو قبول کرنا اور جب وہ خیر خواہی طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کرنا اور جب چھینکے اور الحمد للہ پڑھے تو اس کا جواب دینا اور بیمار ہو تو عیادت کرنا اور جب فوت ہو جائے تو جنازہ کے پیچھے چلنا۔] ❶

۲۔ سلام دعاء کی دلیل ہے: ((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔)) [''اے نبیؐ! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سلامتی اور برکتیں ہوں اور ہم پر اور اللہ کے (دوسرے) نیک بندوں پر (بھی) سلامتی ہو۔''] ❷ ﴿ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ أَمُوْتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴾[مریم: ۳۳] [''اور مجھ پر میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن کہ میں دوبارہ زندہ کھڑا کیا جاؤں گا سلام ہو۔'']

۳۔ سلام اعراض کی دلیل ﴿ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا ﴾[الفرقان: ۶۳] [''اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔'']

۴۔ سلام علی الکفار کی دلیل موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قول ہے ﴿ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴾[طٰہٰ: ۴۷] [''اور سلامتی اسی کے لیے ہے جو ہدایت کا پابند ہو۔''] نیز رسول اللہ ﷺ نے

❶ صحیح مسلم / کتاب السلام / حدیث: ۵۶۵۱۔ باب من حق المسلم للمسلم ردّ السلام۔

❷ بخاری / کتاب الاذان / باب التشهد فی الأخرۃ۔ مسلم / کتاب الصلاۃ باب التشهد فی الصلاۃ۔

ہرقل کو مکتوب لکھا تو اس میں تھا: ((سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی)) [1]

۵۔ سلام اور جواب کی دلیل ہے: ﴿ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا ﴾[النسآء:۸۶] [''اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا انہی الفاظ کو لوٹا دو۔''] وعلیکم السلام والی احادیث۔ [2]

[''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل مت کرو جب تم ان میں سے کسی کو راستہ میں ملو تو اسے راستے کے تنگ تر حصے پر جانے پر مجبور کرو۔''] [3] ابراہیم علیہ السلام کا قول ﴿ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴾[هود:۶۹] [''انہوں نے سلام کا جواب دیا اور بغیر کسی تاخیر کے گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔''] اور یہود و نصاریٰ کے سلام کے جواب والی احادیث۔ [''جب تمہیں اہل کتاب سلام کریں تو تم صرف وعلیکم کہا کرو۔''] [4]

س ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے ساتھ مغفرتہ کے الفاظ ثابت ہیں یا نہیں دلیل دیں؟ (قاسم بن سرور)

ج ...... مغفرتہ کے لفظ ثابت ہیں۔ [''پھر ایک اور شخص آیا اور بولا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ پس حضور ﷺ نے فرمایا: چالیس نیکیاں ہوئیں، فرمایا فضائل اسی طرح ہوتے ہیں۔''] [5] ۱۴۲۲/۳/۱۰ھ

س ...... کیا رسول اللہ ﷺ نے مصافحہ کرتے ہوئے ہاتھ چومنے سے منع کیا ہے؟ آپ نے اس کے جواب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی جو ترمذی کی ہے جس میں آپ ﷺ نے صرف بوسہ لینے سے بلکہ التزام سے بھی اور اس کے علاوہ جھکنے سے بھی منع کیا۔ میں تو الحمد للہ حدیث پڑھ کر مطمئن ہو گیا لیکن بریلوی بھائی نے مجھے یہودیوں کے بارہ میں بتایا کہ وہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کچھ سوالات کیے اور جوابات ملنے کے بعد انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ بھی چومے بلکہ پاؤں بھی۔ یہ بھی ترمذی کی حدیث ہے۔

اس بریلوی کا کہنا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے منع کرنا ہوتا تو آپ اُن کو بھی منع کر دیتے کہ نہیں یہ چومنا اور جھکنا ہمارے دین میں جائز نہیں ہے یا یہ ہے کہ! ان میں کون سی حدیث پہلے کی ہے اور کونسی بعد کی؟ یا کونسی

---

[1] بخاری/ کتاب بدء الوحی/ حدیث: ۷۔

[2] جامع ترمذی/ابواب الاستئذان/باب کیف رد السلام۔

[3] مسلم/ کتاب السلام/باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب باالسلام و کیف یرد علیهم۔

[4] بخاری/ کتاب الاستئذان / باب کیف یرد علی اهل الذمة السلام۔ مسلم / کتاب السلام / باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام۔

[5] سنن ابی داؤد/ کتاب الادب/باب کیف السلام۔

حدیث ضعیف ہے اور کونسی قوی؟ کس کے اوپر عمل ہوسکتا ہے؟ معانقہ اور التزام میں کیا فرق ہے؟

(حافظ محمد فاروق تبسم)

ج ......آپ نے یہودیوں کے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومنے والی روایت کی طرف توجہ دلائی تو:

اولاً اس روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اور کئی دیگر اہل علم نے صحیح قرار دیا جبکہ محدث وقت شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ مشکاۃ کی تحقیق وتعلیق میں لکھتے ہیں: ((وَفِیْ سَنَدِ الْحَدِیْثِ ضُعْفٌ)) پھر انہوں نے اس روایت کو صحیح ترمذی میں بھی درج نہیں فرمایا، ضعیف ترمذی میں لکھا ہے۔

ثانیاً رسول اللہ ﷺ نے ان یہودیوں سے فرمایا تھا: ((فَمَا یَمْنَعُکُمْ أَنْ تَتَّبِعُوْنِیْ)) [''میری پیروی سے تمہیں کیا چیز روکتی ہے۔''] تو اس فرمان میں آپ ﷺ نے ان یہودیوں کو ان تمام اُمور سے منع فرمادیا جن اُمور میں آپ ﷺ کی اتباع واطاعت نہیں اور معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بوقت ملاقات تقبیل وبوسہ سے منع فرما رکھا ہے تو ان یہودیوں کے تقبیل وبوسہ میں آپ ﷺ کی اطاعت نہیں نافرمانی ہے اس لیے ((فَمَا یَمْنَعُکُمْ أَنْ تَتَّبِعُوْنِیْ)) میں آپ ﷺ نے ان کو اس تقبیل وبوسہ سے بھی منع فرمادیا، اب کے یہ کہنا ''اگر رسول اللہ ﷺ نے منع کرنا ہوتا تو آپ ﷺ ان کو بھی منع کر دیتے......الخ'' درست نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے ان کو بھی منع فرمادیا تھا۔

ثالثاً بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ آپ ﷺ نے ان یہودیوں کو تقبیل وبوسہ سے منع نہیں فرمایا تھا تو بھی اس روایت سے تقبیل وبوسہ کے جواز پر استدلال درست نہیں کیونکہ وہ یہودی تھے اور آپ ﷺ کا سکوت اور منع نہ فرمانا تقریر وتصویب اس وقت قرار پاتا ہے جب آپ ﷺ کے سامنے عمل وقول والا مسلم ہو جیسا کہ اُصول کی کتابوں میں وضاحت موجود ہے اور یہ جن سے آپ ﷺ کے سامنے تقبیل وبوسہ کا فعل سرزد ہوا مسلم نہیں یہودی ہیں، ان یہودیوں ہی نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان: ((فَمَا یَمْنَعُکُمْ أَنْ تَتَّبِعُوْنِیْ)) کے جواب میں کہا: ((إِنَّ دَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ دَعَا رَبَّهٗ أَنْ لَّا یَزَالَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ نَبِیٌّ)) [''بے شک داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ نبی رہے۔''] [1] مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان کی اس بات سے منع نہیں فرمایا تو آیا یہ آپ ﷺ کی تقریر وتصویب بنی؟ نہیں کیونکہ وہ یہودی تھے اور مسلم نہیں تھے۔

رابعاً روایت سے واضح ہے کہ تقبیل وبوسہ والے یہودی تھے تو اگر بالفرض اس کو رسول اللہ ﷺ کی تقریر وتصویب قرار دینا ہی ہے تو اس سے اتنی بات نکلے گی کہ یہودیوں کو رسول اللہ ﷺ نے منع نہیں فرمایا لہٰذا اگر کوئی

[1] جامع ترمذی/ابواب الاستئذان والادب/ باب ما جاء فی قبلۃ الید والرجل۔

یہودی تقبیل و بوسہ کا ارتکاب کرتا ہے تو کر لے مسلم یہ کام نہیں کر سکتے کیونکہ انس رضی اللہ عنہ والی روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقبیل و بوسہ کی بابت سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔ [1]

۲۔ معانقہ اور التزام میں فرق یہ ہے کہ معانقہ درست ہے اور التزام نا درست۔ کچھ لوگوں نے کہا تھا: ((إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا)) تو ایک تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب و ردّ ارشاد فرمایا: ﴿ وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾ ۲۸/۴/۱۴۲۱ھ

س ...... مصافحہ کرتے وقت احتراماً مسلمان بھائی کا ہاتھ چومنا کیسا ہے؟ (حافظ محمد فاروق تبسم)

ج ...... درست نہیں! صحیح ترمذی/کتاب الاستئذان/ باب المصافحہ میں حدیث ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((قَالَ رَجُلٌ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقٰى أَخَاهُ أَوْ صَدِيْقَهُ أَيَنْحَنِيْ لَهُ؟ قَالَ: لَا ـ قَالَ : فَيَلْتَزِمُهُ ، وَيُقَبِّلُهُ؟ قَالَ: لَا ـ قَالَ: فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ ، وَيُصَافِحُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ)) [''ایک آدمی نے سوال کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جب کوئی آدمی ہم میں سے اپنے بھائی کو ملے یا دوست کو تو کیا اس کے لیے جھکے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ پھر سوال کیا: اس سے چمٹے اور بوسہ دے؟ فرمایا: نہیں۔ پھر سوال کیا پس اس کے ہاتھ کو پکڑے اور مصافحہ کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔] ۲/۳/۱۴۲۱ھ

س: ...... نمازِ عید کے بعد گلے ملنا ثابت ہے؟ نماز کے بعد ایک دوسرے کو ملنے کی دعا بتائیں؟

(محمد شکیل فورٹ عباس)

ج: ...... عید کا گلے ملنا اور مصافحہ، معانقہ نیز عید ملنے کی خاص دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

۱۲/۱۰/۱۴۲۱ھ

س: ...... کہتے ہیں حشر والے دن انسان کو اس کی والدہ کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا؟ کیا یہ بات صحیح ہے؟

(محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج: ...... اس کا مجھے علم نہیں۔ [''امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے کہ لوگوں کو اُن کے باپ کا نام لے کر قیامت کے دن بلایا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عہد توڑنے والے کے لیے قیامت میں ایک جھنڈا اُٹھایا جائے گا اور پکارا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی دغا بازی کا نشان ہے۔] [2] ۲۳/۶/۱۴۲۳ھ

---

[1] جامع ترمذی/ابواب الاستیذان و الادب/ باب ما جاء فی المصافحة۔

[2] صحیح بخاری/ کتاب الأدب/باب ما یدعی الناس بآبائھم۔

س:...... ہمارا وہ بھائی جنھوں نے آپ کی کتاب احکام ومسائل جلد اوّل ترتیب دی ہے محمد مالک بھنڈر صاحب اگر وہ اپنا نام محمد عبدالمالک لکھا لکھوایا اور کہلوایا کریں تو کیسا ہے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:...... مالک اور عبدالمالک دونوں نام درست ہیں۔ ۱۴۲۴/۴/۳۰ھ

س:...... کیا کوئی عام آدمی اپنے نام کے ساتھ ''یزدانی'' کا خطاب لگا سکتا ہے؟ یہ لفظ کس زبان کا ہے؟ اور اس کا مطلب کیا ہے؟ (محمد عثمان خاں، آئی سی ایس۔ سال اوّل، گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ)

ج:...... یہ لفظ فارسی ہے۔ اگر عقیدہ توحید والا ہے اور اس لفظ سے توحید کو ہی واضح کرنا مقصود ہے تو پھر یہ نام درست ہے اور اگر اس نام سے شرک کی طرف اشارہ مراد ہو تو پھر یہ نام درست نہیں۔ واللہ اعلم

۱۴۲۲/۱/۲۹ھ

س:...... میرے والد محترم کا نام موج علی ہے۔ کیا میں اپنا نام یوں لکھ سکتا ہوں ''ابن علی''؟ (عبدالصمد بلوچ)

ج:...... آپ کے والد محترم کا نام ہمارے عرف کے اعتبار سے ''موج'' ہے علی لاحقہ ہے جس طرح اہل اسلام ہمارے علاقے میں محمد علی، حسن اور حسین وغیرہ ناموں کے ساتھ بڑھاتے ہیں اور اہل کفر مسیح سنگھ وغیرہ بڑھاتے ہیں۔ اس لیے آپ ''ابن موج'' ہیں۔ ۱۴۲۲/۳/۵ھ

س:...... لقمان اللہ نام رکھنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ یہ نام رکھنے میں کیا قباحت ہے؟ (محمد افضل، ضلع سیالکوٹ)

ج:...... قرآن مجید میں لقمان آیا ہے۔ لقمان اللہ قرآن مجید میں نہیں آیا اور سنت وحدیث میں بھی کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ ۱۴۲۱/۱۰/۸ھ

س:...... اپنے شاگردوں سے کام کروانا مثلاً کپڑے دھلوانا، مالش کروانا، ٹانگیں دبوانا یا کوئی مہمان آجائے اس کے لیے بوتل چائے وغیرہ منگوانا جائز ہے؟

۲۔ اگر طالب علم قرآن پاک حفظ مکمل کرتا ہے اس خوشی میں اُستاد کو کپڑے مٹھائی وغیرہ دیتا ہے یا اس طرح کوئی اور اشیاء دے، لینا جائز ہے؟

۳۔ رمضان المبارک میں نمازِ تراویح میں جو قرآن پاک سنایا جاتا ہے اس کے پیسے لینا جائز ہے یا نہیں؟ کپڑے وغیرہ لینا؟ (قاری عبدالرشید، ملتان)

ج:...... کسی فتنہ وتہمت کا خطرہ وخدشہ نہ ہو تو درست ہے۔

۲۔ درست وجائز ہے کمان والی روایت صحیح نہیں کمزور ہے۔

۳۔درست و جائز ہے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ))[''جن چیزوں پر تم اُجرت لے سکتے ہو ان میں سب سے زیادہ اس کی مستحق اللہ کی کتاب ہی ہے۔''] ❶

۱۴۲۴/۴/۲ھ

س:......نظم پڑھنا خواہ وہ جہادی ہو یا دوسری کیا جائز ہے؟ شعر کہاں تک پڑھ سکتے ہیں؟ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شعر پڑھتے اور نبی کریم ﷺ پسند فرماتے؟ ایک قافلے کے سفر کے دوران ایک صحابی نے شعر پڑھے تو اس سے اونٹوں کی چال بڑھ گئی۔ (حافظ محمد یونس)

ج:......نظم وشعر اگر لغویات میں شامل ہوں تو درست نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴾[المؤمنون : ۳][''جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔''] نیز فرماتے ہیں:﴿ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوْا عَنْهُ ﴾ [القصص : ۵۵][''اور جب بے ہودہ بات کان میں پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں۔''] نیز فرماتے ہیں:﴿ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴾[الفرقان : ۷۲][''اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔''] نیز فرماتے ہیں:﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ ﴾لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌo[لقمن : ٦] ''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''] نیز فرماتے ہیں:﴿ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْآ اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَo [الشعراء: ۲۲۴ تا ۲۲۷] ''شاعروں کی پیروی وہ کرتے ہیں جو بہکے ہوئے ہوں، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شاعر ایک ایک بیابان میں سر ٹکراتے پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اپنی مظلومی کے بعد انتقام لیا جنہوں نے ظلم کیا ہے وہ بھی ابھی جان لیں گے کہ کس کروٹ اُلٹتے ہیں۔''']

ہاں منظوم کلام اچھا ہے شعر کتاب وسنت کے مطابق ہیں جن سے انسان کو دین کتاب وسنت کی طرف ترغیب

❶ بخاری/کتاب الطب/باب الشرط فی الرقیۃ بفاتحۃ الکتاب۔ مسلم/کتاب السلام/باب جواز اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ۔

وتحریض مقصود ہوتو ایسے اشعار اور منظوم کلام میں کوئی مضائقہ نہیں، حسان بن ثابت اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کو اشعار سنایا کرتے تھے آپ ﷺ ان کی تائید و حوصلہ افزائی فرماتے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةُ لَبِيدٍ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ))[''سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی وہ لبید (شاعر) کی بات ہے (اس نے کہا) سنو اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے باطل (بے حقیقت) ہے۔''] ❶ آپ ﷺ کسی کے اشعار پڑھ بھی لیا کرتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے کسی کا کلام یوں پڑھا:

وَاللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
[فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الْأُولٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا]

''اللہ کی قسم! اگر اللہ نہ ہوتا تو ہمیں سیدھا راستہ نہ ملتا۔ نہ ہم صدقہ کرتے نہ نماز پڑھتے۔ [پس تو ہمارے دلوں پر سکینت و طمانیت نازل فرما۔ اور اگر ہماری کفار سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔ جو لوگ ہمارے خلاف چڑھ آئے ہیں۔ جب یہ کوئی فتنہ چاہتے ہیں تو ہم ان کی نہیں مانتے۔]

ان اشعار کا منظوم ترجمہ

[تو ہدایت گر نہ کرتا تو کہاں ملتی نجات
کیسے پڑھتے ہم نمازیں کیسے دیتے ہم زکوٰۃ
اب اتار ہم پر تسلی اے شہ عالی صفات
پاؤں جموا دے ہمارے دے لڑائی میں ثبات
بے سبب ہم پہ یہ دشمن ظلم سے چڑھ آئے ہیں
جب وہ بہکائیں ہمیں سنتے نہیں ہم ان کی بات] ❷

❶ بخاری/ كتاب مناقب الأنصار / باب ايام الجاهلية۔ مسلم/ كتاب الشعر/ باب فى انشاد الاشعار۔
❷ بخاری/ كتاب المغازی/ باب غزوة الخندق وهى الأحزاب۔

تو خلاصہ کلام ہے: ((إِنَّ الشِّعْرَ كَلَامٌ حَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ)) [''شعر ایک کلام ہے اگر اچھا ہے تو بہتر ہے اگر برا ہو تو قبیح ہے۔''] ❶ البتہ شعر و شاعری کو کتاب و سنت پر غالب نہ کرنا چاہیے۔

س:...... ((وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ جَالِسًا فَسَمِعْنَا لَغَطًا وَصَوْتَ صِبْيَانٍ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَإِذَا حَبَشِيَّةٌ تَزْفِنُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهَا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ تَعَالَى فَانْظُرِي الحديث)) (مشکوٰۃ: ۶۰۴۹۔ عشرۃ النساء، للنسائی: ۷۱۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۳۲۷۷) اور الکامل لابن عدی ۳/۹۲۱ میں مزید یہ الفاظ ہیں: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ جَالِسًا فَسَمِعَ ضَوْضَاءَ النَّاسِ وَالصِّبْيَانِ فَتَطَرَ فَإِذَا حَبَشِيَّةٌ تَزْمِرُ وَالنَّاسُ حَوْلَهَا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ تَعَالَى أُنْظُرِي الحديث)) اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن صحیح غریب اور علامہ البانی نے سلسلہ صحیحہ میں درج کیا ہے۔ تو ان حضرات کا کہنا ہے کہ حبشی عورت کا رقص نبی ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر دکھلایا اور دیگر لوگ بھی اس کے گرد جمع ہو کر دیکھ رہے تھے جب کہ آپ نے انہیں منع نہیں کیا۔ اس حدیث کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ کیا اس سے رقص کرانا اور دیکھنا جائز معلوم ہوتا ہے یا نہیں؟ امید ہے ضرور راہنمائی کریں گے۔ (ابوالحسن مبشر احمد ربانی)

ج:...... مشکاۃ کی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث: ۶۰۴۹ کے آخر میں ہے: ((إِذَا طَلَعَ عُمَرُ، فَارْفَضَّ النَّاسُ عَنْهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى شَيَاطِينِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ قَدْ فَرُّوا مِنْ عُمَرَ۔ قَالَتْ: فَرَجَعْتُ)) اور آپ کو علم ہے: ((إِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ، فَالْآخِرُ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ وَفِعْلِهِ، وَإِنَّ مَا فَعَلَهُ هُنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَصَنَعَهُ ثُمَّ لَمْ يَبْقَ بَعْدَ قَوْلِهِ: إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى شَيَاطِينِ...... الخ مِنَ التَّقْرِيرِ فِي شَيْءٍ...... والله اعلم))

[''عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے ہم نے شور اور بچوں کی آواز سنی، رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تو کیا دیکھا کہ ایک حبشی عورت رقص کر رہی ہے اور بچے اس کے اردگرد جمع ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عائشہ آؤ اور تم بھی دیکھ لو میں آئی اور ٹھوڑی رسول اللہ ﷺ کے کندھے مبارک پر رکھی اور آپ کے کندھے اور سر کے درمیان سے (اس عورت کے رقص) کو دیکھنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا سیر نہیں ہوئی ہو؟ کیا سیر نہیں ہوئی ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ یہ اس لیے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں اپنا مقام و مرتبہ دیکھ لوں۔ ناگہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، لوگ انہیں دیکھ کر منتشر ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے

❶ رواہ الدار قطنی و اسنادہ حسنٌ۔ بحوالہ مشکوٰۃ/ کتاب الآداب/ باب البیان والشعر الفصل الثالث۔

فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ جنوں اور انسانوں کے شیطان عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگ رہے ہیں، عائشہ فرماتی ہیں میں بھی واپس آ گئی۔] ❶

["نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو لیا جاتا ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنوں اور انسانوں کے شیطان عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگ رہے ہیں تو یہ حدیث تقریری نہ ہوگی۔"]

س:......آزاد پرندے کو پکڑ کر پنجرے میں قید کر کے گھر میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) پیدائشی قیدی پرندے مثلاً فارمی بٹیر آسٹریلیا طوطے وغیرہ گھر میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ آسٹریلیا طوطے پنجرے میں ہی پیدا ہوتے ہیں اگر انہیں آزاد کر دیا جائے تو وہ زیادہ اُڑ نہیں سکتے اور دوسرے جانور انہیں کھا جاتے ہیں، اس سوال کا جواب ایک مقامی عالم صاحب سے پوچھا تھا، انہوں نے گھر میں پرندے رکھنا منع فرمایا تھا۔ جبکہ چند دن پہلے ہفت روزہ اہل حدیث میں پرندے رکھنا جائز قرار دیا گیا ہے اس وجہ سے آپ کی خدمت میں خط لکھا ہے۔

تراشہ ہفت روزہ اہل حدیث:...........

سوال:......کراچی سے عبدالقدوس سوال کرتے ہیں کہ زینت اور تفریح کے طور پر پرندوں کو پنجروں میں بند رکھنا شرعاً کیا حیثیت رکھتا ہے؟

جواب:...... جب پرندوں سے اچھا سلوک کیا جائے اور ان کے دانے دنکے کا اہتمام کیا جائے تو انہیں گھر میں زینت یا تفریح طبع کے طور پر رکھا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ایک ابوعمیر نامی مادری بھائی تھا جس نے گھر میں نغیر نامی پرندہ رکھا ہوا تھا جو کسی وجہ سے مر گیا تو ابوعمیر بہت پریشان ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت اُم سلیم کے گھر جاتے تو ابوعمیر سے مخاطب ہو کر فرماتے: "اے ابوعمیر! نغیر کو کیا ہوا؟ ❷

بخاری میں وضاحت ہے کہ ابوعمیر رضی اللہ عنہ نے یہ پرندہ محض تفریح طبع کے لیے رکھا تھا۔ حافظ ابن حجر نے اس حدیث سے زیادہ مسائل کو استنباط کیا ہے۔ چند ایک درج ذیل ہیں:

* بچوں کا دل بہلانے اور ان کی تفریح طبع کے لیے مال خرچ کرنا جائز ہے۔
* پرندوں کو تفریح کے طور پر گھر میں رکھا جا سکتا ہے، اس کی دو صورتیں ممکن ہیں: (الف) انہیں پنجروں میں بند

---

❶ ترمذی / کتاب المناقب / باب قوله صلی اللہ علیه وسلم إن الشیطان لیخاف منك یا عمر۔

❷ صحیح بخاری / کتاب الادب باب الکنیة للصبی و قبل ان یولد للرجل

کر دیا جائے۔ (ب) ان کے پر کاٹ دیے جائیں۔ دونوں صورتیں جائز ہیں بشرطیکہ ان کی خوراک کا اہتمام کیا جائے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حدیث میں حیوانات کو تکلیف دینے کی ممانعت ہے۔ لہٰذا پرندوں کو اس طرح بند رکھنا جائز نہیں بلکہ منسوخ ہے۔ علامہ البانی نے اس کا جواب دیا ہے کہ بچوں کے لیے دل بہلاوے کے طور پر گھر میں پرندوں کا رکھنا جائز ہے۔ البتہ انہیں تنگ کرنے کے لیے رکھنا جائز نہیں۔ جس کی صورت یہ ہے کہ ان کی خوراک اور پانی وغیرہ کا اہتمام نہ کیا جائے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک عورت کو صرف اس لیے عذاب دیا گیا کہ اس نے گھر میں بلی کو باندھ رکھا تھا نہ اسے خوراک مہیا کرتی اور نہ ہی اسے آزاد کرتی تا کہ وہ خود اپنی خوراک کا اہتمام کر لے۔ (فتح الباری: ۱۰/۴۱۸) [1]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کی تفریح طبع یا گھر کی زینت کے لیے پرندوں کو گھر میں رکھا جا سکتا ہے بشرطیکہ ان کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ (محمد سرور دوکاندار، چک چٹھہ)

ج:...... آپ نے اخبار کا جو تراشہ ارسال فرمایا اس میں آپ کے سوال کا جواب موجود ہے۔ اطمینان نہ ہونے کی صورت میں ان دو علماء کرام کی طرف مراجعت فرمائیں جن کا آپ نے اپنے مکتوب میں تذکرہ کیا ہے۔

۱۱/۳/۱۴۲۴ھ

س:...... کسی کو تحفہ دے کر وہ چیز استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور الف نے تحفہ دیا ب کو، جبکہ ب نے وہ تحفہ ج کو دے دیا اب اس صورت میں الف وہ تحفہ یعنی وہ چیز ج سے لے کر استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ (میاں سرفراز اسلم اوکاڑا)

ج:...... ہبہ، ہدیہ اور تحفہ میں رجوع منع ہے۔

[''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہم مسلمانوں کو بری مثال نہ اختیار کرنی چاہیے اس شخص کی سی جو اپنا دیا ہوا ہدیہ واپس لے لے وہ اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے خود چاٹتا ہے۔''] [2]

اگر آپ کے قول الف وہ تحفہ (یعنی چیز) ج سے لے کر استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ ''میں'' لے کر استعمال کرنے'' سے رجوع و واپس لینا مراد ہے تو جائز نہیں ممنوع ہے۔

۲۷/۱۱/۱۴۲۲ھ

س:...... ((ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَاللَّبَنُ)) [3] تین چیزیں رد نہ کی جائیں: تکیہ، خوشبو، دودھ۔''

---

[1] صحیح بخاری/ کتاب المساقات/ باب فضل سقی الماء۔ صحیح مسلم/ کتاب السلام/ باب تحریم قتل الهرة۔

[2] صحیح بخاری/ کتاب الهبة و فضلها/ باب لا یحل لا حد یرجع فی هبته و صدقته۔

[3] جامع ترمذی/ کتاب الادب/ باب ما جاء فی کراهیة رد الطیب۔

اس حدیث کو شیخ البانی اور امام ترمذی وغیرہ نے حسن قرار دیا ہے۔ اس کی وضاحت فرمائیں۔

(عبداللطیف تبسم اوکاڑہ)

ج:......حدیث: ((ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَاللَّبَنُ)) [''انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ خوشبو واپس نہیں کیا کرتے تھے اور کہتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوشبو کو واپس نہیں فرمایا کرتے تھے۔''] [1] کے بارے میں آپ لکھتے ہیں: ''امام ترمذی اور شیخ البانی وغیرہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔'' شیخ البانی رحمہ اللہ نے تو واقعی اسے صحیح ترمذی وغیرہ میں حسن قرار دیا ہے، البتہ امام ترمذی کی تحسین مجھے ابھی تک نہیں ملی۔ برائے مہربانی حوالہ لکھ کر بھیج دیں۔ میزان الاعتدال میں عبداللہ بن مسلم بن جندب الہذلی کے ترجمہ میں لکھا ہے:
((قال أبوحاتم: هذا حديث منكر۔)) واللہ اعلم

س:......کیا عیسائیوں سے کوئی تحفہ لینا یا ان کو کوئی تحفہ دینا جائز ہے کہ نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔ (فیصل صغیر ورک، سیالکوٹ)

ج:......اگر کسی عیسائی سے تحفہ لینے یا اسے تحفہ دینے میں کوئی دینی وایمانی نقصان ہو تو تحفہ لینا دینا ناجائز ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى أَوْلِيَآءَ ﴾ [المائدة: ۵۱۔][''اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔''] ۴/۱۲/۱۴۲۳ھ

س:......ہم غیبت سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ اور ایسا عمل بتائیں جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ آخرت میں جنت میں گھر عطا فرمائے۔ (قاری عبدالرشید، ملتان)

ج:......غیبت نہ کرے یہ سوچے کہ کوئی اس کی غیبت کرے تو اسے گوارا ہے؟ تو پھر یہ دوسرے کی غیبت کیوں کرتا ہے؟ نیز غیبت سے منع والی آیات واحادیث کو ہمہ وقت دل اور دماغ میں تازہ رکھے اور ان میں بیان شدہ غیبت کے انجام سے ذہول نہ برتے۔

وفد عبدالقیس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ((آمُرُكُمْ بِالْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ)) [2] الحديث واللہ اعلم

[اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم میں سے ایک شخص دوسرے شخص کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات

---

[1] صحیح بخاری/کتاب اللباس/باب من لم یرد الطیب۔

[2] بخاری/کتاب الایمان/باب اداء الخمس من الایمان۔

کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت رجوع کرنے والا نہایت مہربان ہے۔'' [الحجرات: ۱۲]

اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے، انسان جو لفظ بھی بولتا ہے تو اس کے پاس ہی ایک نگران تیار ہے۔'' [ق: ۱۸]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کا ایسے انداز میں ذکر کرنا جسے وہ پسند نہ کرے۔'' آپ سے پوچھا گیا: یہ بتلایئے کہ اگر میرے بھائی میں وہ چیز موجود ہو جس کا میں ذکر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس میں وہ چیز موجود ہے جس کا ذکر تو کرے تو یقیناً تو نے اس کی غیبت بیان کی اور اگر اس میں وہ بات نہیں ہے جو تو نے اس کے بارے میں کہی ہے تو پھر تو نے اس پر بہتان باندھا ہے۔'' [1]

وفد عبدالقیس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ ہمیں ایسی قطعی بات بتلا دیں جس پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا۔ ان کو حکم دیا کہ ایک اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ، پھر آپ ﷺ نے پوچھا جانتے ہو ایک اکیلے اللہ پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی معلوم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مالِ غنیمت سے جو ملے اس کا پانچواں حصہ ادا کرنا۔''] [2] ۲/ ۴/ ۱۴۲۴ھ

س: ......غیبت اور چغلی میں کیا فرق ہے؟ اور صدقہ اور خیرات میں کیا فرق ہے؟ میرے کم علم کے مطابق تو غیبت اور چغلی ایک ہی ہیں اور صدقہ وخیرات بھی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں (قاری محمد یعقوب گجر)

ج: ......غیبت کا مطلب ہے: ((ذكرك أخاك بما يكره)) [3] اس سے عام کہ غیبت کرنے والے کی غرض افساد فی الناس ہو یا نہ۔ اور نمیمہ وچغلی میں غرض افساد بین الناس ہوتی ہے۔ تو ہر نمیمہ وچغلی غیبت ہے ولا عکس ہر غیبت نمیمہ وچغلی نہیں تو دونوں میں عموص خصوص مطلق والی نسبت ہے۔

عربی کے اعتبار سے صدقہ خاص نیکی ہے، جبکہ خیرات تمام نیکیوں اور خیر کے کاموں وغیرہ پر بولا جاتا ہے۔ تو ہر صدقہ، خیرات میں شامل ہے۔ جبکہ تمام خیرات صدقہ نہیں۔ اور اگر صدقہ کا معنی بھی ((كل معروف صدقة)) والا لے لیا جائے تو پھر دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ ہمارے اُردو پنجابی عرف میں عام طور پر خیرات کا لفظ صدقہ

---

[1] مسلم/ کتاب البر / باب تحریم الغیبة۔

[2] بخاری/ کتاب الایمان/ باب اداء الخمس من الایمان۔

[3] مسلم/ کتاب البر باب تحریم الغیبة۔

پر بولا جاتا ہے۔ ۱۴۲۳/۹/۶ھ

س:......کیا نمازِ فجر اور مغرب کے بعد بندہ سو سکتا ہے یا نہیں؟ (سجاد الرحمٰن شاکر)

ج:......فجر کے بعد تلاوت قرآن ذکر و اذکار کرنا بہتر ہے اور مغرب کے بعد عشاء سے پہلے رسول اللہ ﷺ نیند کو مکروہ جانتے تھے۔ ❶ ۱۴۲۴/۱/۹ھ

س:......کیا یہ حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام منہ قبلہ کی طرف کر کے سوتے تھے۔ کیا قبلہ کی طرف منہ کر کے سونا سنت ہے؟ (ملک محمد یعقوب)

ج:......مسند احمد اور شرح السنہ میں ہے: ((عَنْ أَبِیْ قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا عَرَّسَ بِلَیْلٍ اِضْطَجَعَ عَلٰی شِقِّهٖ الْأَیْمَنِ وَإِذَا عَرَّسَ قُبَیْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهٗ وَوَضَعَ رَاْسَهٗ عَلٰی کَفِّهٖ)) [نبی علیہ السلام جب رات کو پڑاؤ ڈالتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹتے اور جب صبح سے کچھ پہلے پڑاؤ ڈالتے تو اپنی کہنی کو گاڑتے ہوئے اپنا سر اپنے ہاتھ پر رکھتے۔]

نیز صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت کے دعائیہ کلمات تعلیم فرمائے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((اِضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّكَ الْأَیْمَنِ وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَمَا تَقُوْلُ)) ❷ [''اپنی دائیں کروٹ لیٹ اور ان کلمات کو آخر میں ادا کر۔''] ۱۴۲۲/۱۰/۹ھ

س:......کیا اُمتی نبی ﷺ کو بھائی کہہ سکتا ہے؟ (قاری عبدالصمد بلوچ)

ج:......بھائی کہہ کر بلانا درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا ﴾ [النور: ۶۳] [''تم اللہ تعالیٰ کے نبی کے بلانے کو ایسا بلاوا نہ کر لو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔''] رسول اللہ ﷺ کی رسالت و نبوت کی نفی کی صورت میں ان کے بھائی ہونے کا اعتقاد و عقیدہ رکھنا بھی درست نہیں کیونکہ آپ ﷺ انسان، عبداللہ بن عبدالمطلب کے بیٹے ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اور نبی بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ﴾ [الاعراف: ۱۵۸] [''کہہ دو اے لوگو! میں رسول ﷺ ہوں اللہ کا تم سب کی طرف''] نیز قرآن مجید میں ہے: ﴿ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ [الاسراء: ۹۳] [''میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں۔''] بلکہ رسول اللہ ﷺ تو سید الانبیاء والمرسلین ہیں۔ والصلاۃ والسلام علیہم اجمعین۔

---

❶ بخاری/کتاب مواقیت الصلاۃ/باب ما یکرہ من النوم قبل العشاء۔ ❷ صحیح بخاری / کتاب الدعوات/باب اذا بات طاهرا۔

[((عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ عَائِشَةَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّمَا اَنَا اَخُوْكَ فَقَالَ اَنْتَ اَخِيْ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَكِتَابِهٖ وَهِيَ لِيْ حَلَالٌ.)) [1]

''عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عائشہ کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں تو آپ کا بھائی ہوں پس نبی ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کے دین اور اس کی کتاب میں تیرا بھائی ہوں اور وہ میرے لیے حلال ہے۔'']

[''اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو ہم نے بھیجا۔'' [هود: ٥٠]

''اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔'' [هود: ٦١]

''اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔'' [هود: ٨٤]

س: ......غیر باپ کو باپ اور غیر ماں کو ماں کہنے والے پر اللہ کی لعنت اور جنت حرام ہے تو پھر سسر کو باپ اور ساس کو ماں کہہ کر کیوں پکارا جاتا ہے؟ کیا یہ غلط ہے، واضح کریں؟ (عبدالرؤف، گجرات)

ج: ......حدیث: ((مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِلَّا كَفَرَ بِاللّٰهِ)) [''جو شخص جان بوجھ کر اپنی نسبت اپنے باپ کی طرف سے دوسرے کی طرف کر لے اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اور ایک روایت میں ہے اس نے کفر کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جنت اس پر حرام ہے۔''] [2] میں نسب کی تبدیلی مراد ہے زبانی کلامی ادب واحترام کی بنیاد پر خالی لفظ بولنا مراد نہیں۔

[''ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم سب خاندان عبدالمطلب کے چھوٹے بچوں کو مزدلفہ سے رسول اللہ ﷺ نے رات کو ہی جمرات کی طرف رخصت کر دیا اور ہماری رانیں تھپکتے ہوئے فرمایا: میرے بیٹو! سورج نکلنے سے پہلے جمرہ پر کنکریاں نہ مارنا۔'' [3]

انس رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا بیٹا کہہ کر بلایا۔ [4] ان دلائل سے ثابت ہوا کہ پیار سے کسی کو بیٹا کہہ

---

[1] بخاری/ کتاب النکاح/باب تزوج الصغار من الکبار۔

[2] بخاری/ کتاب المغازی/باب عزوة الطائف فی شوال سنة ثمان۔ مسلم/کتاب الحج/ باب فضل المدینة و دعاء النبی ﷺ فیها بالبرکة ۔ترمذی/ابواب الولاء والهبة۔ مشکوٰة/ کتاب النکاح/باب اللعان ۔ الفصل الاوّل۔

[3] ابو داؤد/ کتاب المناسك/باب التعجیل من جمع ۔ نسائی/ کتاب مناسك الحج/باب النهی عن رمی جمرة العقبة قبل طلوع الشمس ۔ ابن ماجه / کتاب المناسك / باب من تقدم من جمع الی منی لرمی الجمار۔

[4] مسلم/ کتاب الآداب/باب جواز قوله لغیر ابنه یا بنی۔

دینا یا ادب واحترام سے باپ کہنا ممنوع نہیں ہے۔]   ۱۴۲۴/۱/۱۳ھ

س:......ایک آدمی اپنے والدین سے سخت غلط سلوک کرتا ہے، ان کو جھڑکتا ہے، نافرمانی کرتا ہے، والدین دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں؟ بعد میں اُسے احساس ہوتا ہے کہ وہ غلط کرتا تھا لیکن اب والدین نہیں؟ وہ کیسے تلافی کرے؟ کیا اُسے قیامت کے دن عذاب ہوگا کیا معافی کا کوئی راستہ ہے؟ (محمد امجد، میر پور)

ج:......توبہ واستغفار کے ساتھ ساتھ والدین کے لیے دعا واستغفار، ان کی طرف سے صدقہ خیرات، ان کے رشتہ داروں دوستوں سے احسان وسلوک صلہ رحمی اوران کے مواعید و دیون ادا کرے۔

[ایک انصاری نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ میں کوئی حسنِ سلوک کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں چار سلوک

۱۔ ان کے جنازے کی نماز

۲۔ ان کے لیے دعا واستغفار

۳۔ ان کے وعدوں کو پورا کرنا

۴۔ ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور وہ صلہ رحمی جو صرف ان کی وجہ سے ہو۔ یہ ہے وہ سلوک جو ان کی موت کے بعد بھی تو ان کے ساتھ کر سکتا ہے۔][1]   ۱۴۲۵/۱۱/۳ھ

س:......ایک آدمی پر اس کے والدین ناراض ہیں تو اس کی غیر موجودگی میں والدین میں سے کوئی ایک فوت ہو جاتا ہے تو اب وہ آدمی کون سا عمل کرے کہ اس کا یہ گناہ زائل ہو جائے اور بخشش ہو سکے۔

۲۔ کیا والدین کے نافرمان کی کوئی نیکی قبول نہیں؟

ج:......ان کے لیے دعا واستغفار، ان کی طرف سے صدقہ اور ان کے ساتھ قرابت وصداقت والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور بر واحسان کرے۔

۲۔ عقوق الوالدین کبیرہ گناہوں میں شامل ہے۔   ۱۴۲۳/۱۲/۷ھ

س:......ایک حدیث جس کا مفہوم کچھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جس بندہ سے خوش ہوں گے اس کے حقوق العباد بھی اپنی طرف سے ادا کریں گے اور حق لینے والے کے حق ادا کر کے بندہ کو بخش دیں گے۔ یہ حدیث کونسی کتاب میں ہے جلد اور صفحہ بھی لکھ دیں اور یہ بھی فرمائیں کہ یہ حدیث صحیح ہے؟ کیونکہ

---

[1] ابو داؤد/ کتاب الأدب /باب في برالوالدين ح: ۵۱۴۲ ـ حسن۔ ابن ماجه / کتاب الاداب/باب صل من کان ابوك يصل، ح: ۳۶۶۴

حقوق العباد میں پورا ہونا ہمارے اس دور میں ناممکن ہے الا ماشاء اللہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے ۱۰۰ قتل کیے تھے پھر اس نے توبہ کا ارادہ کر لیا تو اس کے بعد وہ مرگیا۔ اور اس کے قتل بھی معاف ہوگئے کیا یہ درست ہے؟

ج:......قرآن مجید میں ہے: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ [النساء: ٤ / ٤٨] [''یقیناً اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے۔''] یہ تو ثابت ہوا کہ شرک و کفر کے علاوہ تمام گناہ اللہ چاہے تو معاف فرمادے۔ شرک و کفر کے علاوہ گناہوں میں حقوق العباد بھی شامل ہیں۔ سو قتل سے توبہ کرنے والے کا واقعہ صحیح ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی موجود ہے۔ مشکاۃ / باب الاستغفار والتوبۃ دیکھ لیں۔ [1]

٢٠ / ١٢ / ١٤٢٢ھ

س:......میری ایک بہو اپنی بہن کی بیٹی ہے اور دوسری بیگانی، میں دونوں کو دل و جان سے ایک سا سمجھتی ہوں۔ میرے سلوک کی زیادہ حق دار میری بہن کی بیٹی ہے یا میری بہو حقدار ہے؟

ج:......رسول اللہ ﷺ کے فرمان: ((ثُمَّ أَدْنَاكَ فَأَدْنَاكَ)) [2] کی رو سے بھانجی بہو صرف بہو سے حقوق میں فائق و مقدم ہے زیادہ حق رکھتی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف بہو کی زندگی اجیرن بنادی جائے اور اس کے حقوق تک نہ ادا کیے جائیں اور قطع رحمی تک نوبت پہنچا دی جائے۔ ((فَأَعْطِ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ)) [''ہر حق دار کو اس کا حق دے دو۔''] کو ملحوظ رکھا جائے۔ واللہ اعلم۔

[ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تمہاری ماں۔ پھر تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہارا باپ۔ پھر جو تمہارے سب سے زیادہ قریب ہو، پھر جو تمہارے سب سے زیادہ قریب ہو۔''] [2]

١٥ / ٤ / ١٤٢٤ھ

---

[1] صحیح بخاری / کتاب الانبیاء۔ آخری باب۔ صحیح مسلم / کتاب التوبۃ / باب قبول توبۃ القاتل۔

[2] صحیح بخاری / کتاب الأداب / باب من أحق الناس بحسن الصحبۃ ۔ صحیح مسلم / کتاب البر والصلۃ / باب بر الوالدین وأنهما أحق بہ۔

كتاب الأيمان والنذور .... نذروں اور قسموں کا بیان

س:...... ایک شخص نے قسم کھائی میں عمر کے ساتھ بات نہیں کروں گا لیکن اس نے عمر کے ساتھ کھانا کھایا، خوشی کے موقع پر شریک رہا تو اس صورت میں فقہاء کے ہاں کفارہ لازم آتا ہے حدیث میں اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (طارق ندیم، اوکاڑوی)

ج:...... ایک شخص نے قسم کھائی میں عمر کے ساتھ بات نہیں کروں گا۔ ''اگر اس نے ''بات نہیں کروں گا'' سے مراد لیا ہے بات بھی نہیں کروں گا، اس کے ساتھ کھانا وغیرہ بھی نہیں کھاؤں گا اور کسی خوشی کے کام میں اس کے ساتھ شریک نہیں ہوں گا تو پھر فقہاء کی بات درست ہے ورنہ درست نہیں کیونکہ اس نے بات نہیں کروں گا سے مراد بات کرنا ہی لیا ہے۔ کھانا کھانا اور خوشی کے کاموں میں شریک نہ ہونا مراد ہی نہیں لیا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِیْ مَا وَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا مَالَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ)) [1] [''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کو وہ باتیں معاف کر دی ہیں جو ان کے دلوں میں وسوسہ کے طور پر آئیں تاوقتیکہ ان پر عمل نہ کریں یا زبان سے نہ نکالیں۔''] تو اس حدیث سے ثابت ہوا ارادۂ وکلام یا ارادۂ وعمل یا ارادہ کلام اور عمل کا اجتماع ضروری ہے۔

س:...... میں اپنے سسرال کے گھر گیا، انہوں نے میری خدمت اچھے طریقے سے نہ کی۔ میں نے کہا کہ اب سسرال کے گھر نہیں جاؤں گا۔ قسم نہیں اٹھائی۔ اب ان کے گھر جاؤں یا نہ جاؤں؟

ج:...... یہ ایک قسم کی قسم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''میں شہد نہیں پیوں گا'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ﴾[التحريم: ۲] [''اللہ نے تمہارے لیے (ناجائز) قسموں کو کھول دینا واجب قرار دیا ہے۔''] لہٰذا آپ قسم کا کفارہ ادا کر دیں اور سسرال آنا جانا شروع کر دیں۔ قسم کا کفارہ ساتویں پارہ کے پہلے صفحہ پر درج ہے۔

[اس کا کفارہ دس مسکینوں کا اوسط درجے کا کھانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو۔ یا ان کا لباس ہے۔ یا

---

[1] صحيح بخاری/كتاب في العتق و فضله، باب الخطأ والنسيان فی العتاقة والطلاق و نحوه۔ صحيح مسلم/كتاب الايمان/باب بيان تجاوزِ اللّٰه تعالیٰ عن حديث النفس والخواطر بالقلب اذا لم تستقر۔

ایک غلام کو آزاد کرنا ہے اور جسے یہ طاقت نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے۔'']
[المائدة: ٨٩]   ٢/٤/١٤٢٤ھ

س: ......ایک آدمی روزانہ چار نوافل پڑھنے کی نذر مانتا ہے اور اب وہ اس میں تکلیف محسوس کرتا ہے اور کبھی کبھی غفلت ہو جاتی ہے تو کیا وہ اپنی نذر کا کفارہ ادا کر کے اس نذر کو توڑ سکتا ہے؟

ج: ......نذر ماننے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اس کے باوجود اگر کوئی اطاعت ونیکی کی نذر مان لیتا ہے تو اسے پورا کرنا فرض وضروری ہے۔ پورا نہ کرنے کی صورت میں کفارہ لازم وفرض۔ نذر کا کفارہ یمین والا کفارہ ہی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْكِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ ﴾ [المائدة: ٨٩]

[''اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا ہے اوسط درجے کا جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے اور جس کو طاقت نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا لو۔ اور اپنی قسموں کا لحاظ رکھو، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔'']

س: ......آپ فرماتے ہیں کہ نذر اطلاقاً منع ہے اگر مان لے تو پوری کرنی فرض ہے۔ اس سلسلے میں یہ عرض تھی کہ درج ذیل حدیث کی روشنی میں وضاحت طلب ہے:

((حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا نَذْرَ اِلَّا فِيْمَا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ))

[''نذر صرف ان چیزوں میں ہے جن سے اللہ کی رضا مطلوب ہو۔'']

اور دوسری روایت اس طرح تھی:

((اِنَّمَا النَّذْرُ فِيْمَا ابْتُغِيَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ)) [1] (مسند أحمد، ح: ٦٧١٤، ٢٧٣٣)

پہلی روایت ابو داؤد / كتاب الايمان والنذور / باب اليمين فى قطيعة الرحم میں ہے۔

شیخ الالبانی رحمہ اللہ نے ان کی اسناد کو حسن کہا ہے۔

التعلیقات الرضیۃ علی الروضۃ الندیۃ/کتاب النذر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر اللہ کی اطاعت میں ماننی جائز ہے۔ (شاہد محمود، مدینہ منورہ)

ج:......جناب لکھتے ہیں کہ ''آپ فرماتے ہیں کہ نذر اطلاقاً ممنوع ہے اگر مان لے تو پوری کرنی فرض ہے۔''

تو محترم ''نذر کا اطلاقاً ممنوع ہونا'' رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النَّذْرِ ، وَقَالَ: إِنَّهُ لَا يَرُدُّ شَيْئًا، وَّ لٰكِنَّهُ يُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيلِ)) [1]

[رسول اللہ ﷺ نے نذر سے منع فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ وہ کسی چیز کو واپس نہیں کر سکتی البتہ اس کے ذریعے بخیل کا مال نکالا جا سکتا ہے۔'']

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

((وفی قول ابن عمر فی هذه الرواية: أَوَلَمْ تُنْهَوْا عَنِ النَّذْرِ ، نظر لأن المرفوع الذی ذكره ليس فيه تصريح بالنهی ، لكن جاء عن ابن عمر التصريح ففی الرواية التی بعدها من طريق عبدالله بن مرة وهو الهمدانی بسكون الميم عن ابن عمر قال: نهى النبی ﷺ عن النذر ـ وفی لفظ لمسلم من هذا الوجه: أخذ رسول الله ﷺ ينهى عن النذر۔ وجاء بصيغة النهی الصريحة فی رواية العلاء بن عبدالرحمن عن أبيه عن أبی هريرة عند مسلم بلفظ: لا تنذروا)) اھ (۱۱/۵۷۷)

((وقال الحافظ فی الفتح: وقال الترمذی بعد أن ترجم كراهة النذر وأورد حديث أبی هريرة ، ثم قال: وفی الباب عن ابن عمر: والعمل على هذا عند بعض اهل العلم من أصحاب النبی ﷺ وغيرهم كرهوا النذر ، وقال ابن المبارك : معنى الكراهة فی النذر فی الطاعة و فی المعصية ، فإن نذر الرجل فی الطاعة فوفى به فله فيه أجر ، ويكره له النذر۔ اھ(۱۱/۵۷۸) وانظر لمعنى الكراهة عند السلف مقدمة تحفة الاحوذی))

---

[1] صحیح بخاری/کتاب الایمان والنذور/باب الوفاء بالنذر۔

تو آپ کا لکھنا ''اگر مان لے تو پوری کرنی فرض ہے'' علی الاطلاق درست نہیں خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نذر ممنوع ہے خواہ نذرِ اطاعت ہو خواہ نذرِ معصیت ہو، البتہ نذرِ اطاعت کو پورا کرنا فرض وضروری ہے جبکہ نذرِ معصیت کو پورا کرنا حرام ہے اور ممنوع ہے۔ [1]

رہی آپ کی پیش کردہ روایت تو اس کی سند میں مغیرہ اور عبدالرحمٰن دو راوی ہیں جن پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے اگر اس کلام کو درخور اعتناء سمجھا جائے تو روایت کمزور قرار پاتی ہے لہٰذا کوئی اشکال وارد ہی نہیں ہوتا کیونکہ کمزور روایت کو لے کر صحیح متفق علیہ حدیث پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کمزور اور صحیح میں معارضہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر اس کلام کو درخور اعتناء نہ سمجھا جائے تو اس کی اسناد کو حسن سمجھا جائے گا جیسا کہ آپ نے شیخ البانی رحمہ اللہ سے نقل فرمایا انہوں نے اسناد کو حسن کہا، حدیث کو حسن نہیں کہا۔ **وفرق مابينهما لا يخفى على أهل العلم و المعرفة بالحديث و مصطلحه.**

اس حدیث کو حسن تسلیم کرلیا جائے تو بھی یہ نهی عن النذر والی احادیث سے متعارض نہیں کیونکہ اس کا معنی ومفہوم وہی ہے جو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث: ((مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِهِ)) [2] [''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اس کی نذر مانی ہو کہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اسے اطاعت کرنی چاہیے لیکن جس نے اللہ کی نافرمانی کی نذر مانی ہو اسے نہ کرنی چاہیے۔''] کا معنی و مفہوم ہے۔

غور فرمائیں: ((اِلَّا فِيمَا يُبْتَغَى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ)) اور ((اِنَّمَا النَّذْرُ فِيمَا ابْتُغِيَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ)) دونوں جملے خبریے ہیں اور حصر وقصر پر مشتمل ہیں تو ابواسرائیل کی نذر ((أَنْ يَقُوْمَ ، وَلَا يَقْعُدَ ، وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ)) [3] [''رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے ایک آدمی کو کھڑے دیکھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابواسرائیل ہے۔ اس نے نذر مانی ہے کہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہیں، نہ سائے میں بیٹھے گا، نہ کسی سے بات کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے کہو بات کرے، سایہ کے نیچے بیٹھے اور روزہ پورا کرے۔''] کہاں سے آ گئی؟

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مندرجہ بالا حدیث: ((من نذر أن يطيع الله فليطعه ، ومن نذر

[1] بخاری/کتاب الایمان/ والنذور/باب النذر فی الطاعة۔

[2] صحیح بخاری/کتاب الایمان والنذور/باب النذر فی الطاعة۔

[3] صحیح بخاری/کتاب الایمان والنذور/باب النذر فیما لا یملك و فی معصیة۔

أن يعصيه فلا يعصه)) کا معنی ومفہوم کیا ہے؟ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:((والخبر صريح فی الأمر بوفاء النذر إذا كان فی طاعة ، وفی النهی عن ترك الوفاء به إذا كان فی معصية))اھ (۵۸۲/۱۱) قوله: وفی النهی عن ترك الوفاء...... الخ كذا فی النسخة التی بيدی، والصواب: وفی النهی عن الوفاء به إذا كان فی معصية۔ فترك الترك هنا هو الصحيح۔

قال النواب رحمه الله تعالىٰ فی الروضة الندية: قد ورد النهی عن النذر كما فی الصحيحين و غيرهما من حديث ابن عمر قال: نهی رسول الله ﷺ عن النذر ، وقال: إنه لا يرد شيئا وإنما يستخرج به من مال البخيل ، وفيهما أيضا من حديث أبی هريرة نحوه ، ثم ورد الا ذن بالنذر فی الطاعة ، والنهی عنه فی المعصية كما فی الصحيحين وغيرهما من حديث عائشة عن النبی ﷺ قال: من نذر أن يطيع الله فليطعه...... الخ (۱۷۵/۲)

أقول: إِن الأحاديث التی ذكرها النواب لِاثبات الاذن بالنذر فی الطاعة لا تدل على الاذن ولا تثبته ، ثم لم يأت بدليل ما على تأخر أحاديث عائشة و عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده ، وغيرهما عن أحاديث ابن عمرو أبی هريرة وغيرهما فی النهی عن النذر ، والله أعلم۔))

۱۴۲۲/۱۲/۱۹ھ

کتاب العلم .... علم کا بیان

س:...... دارالسلام سٹوڈیو کا اجراء کیا گیا ہے۔ جس کے تحت اصلاحِ معاشرہ کے لیے آڈیو کیسٹس اور سی ڈیز کا اہتمام کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں آپ سے استفتاء یہ ہے کہ اب جبکہ ہمارا معاشرہ مغرب کے بے ہودہ کلچر اور جنسی بے راہ روی کی نقالی کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے اور اختلاط مرد وزن اور بے حجابی سے جرائم کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے خصوصاً جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے والے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس کے زہریلے اثرات سے متاثر ہو رہے ہیں۔

تو کیا شرعاً جائز ہے؟ کہ اس معاشرے کی تصویر کشی اور اس کے مضرات کی صحیح صورتحال عیاں کرنے اور دخترانِ اسلام کی اصلاح کے پیش نظر کیسٹس میں نسوانی آواز کا اہتمام کر لیا جائے تا کہ انہیں ان فسادات کے اثرات زائل کرنے کے لیے تریاق فراہم کیا جا سکے۔ یاد رہے!

① دارالسلام سٹوڈیو کی ریکارڈ کردہ کیسٹس میں میوزک سے مکمل اجتناب ہو گا۔

② یہ کیسٹس خواتین کے لیے مخصوص ہوں گی۔

③ کتاب وسنت کی حدود کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ڈرامائی اور کہانی کی صورت میں دینی مسائل کو سمجھانا مقصود ہو گا جس کے لیے حسب ضرورت خواتین کی آواز شامل ہو گی۔

خالص کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (محمد طارق شاہد)

ج:...... نہیں شرعاً یہ چیز جائز نہیں۔ نا جائز ہے کیونکہ اس میں اصلاح کی بنسبت فساد کا پہلو زیادہ ہے جو حدود وقیود آپ نے ذکر فرمائی ہیں ان تمام کی پابندی آپ کے بلکہ کسی کے بھی بس کا روگ نہیں۔

حالت نماز میں امام صاحب بھول جائیں عورت کو بول کر لقمہ دینے کی اجازت نہیں [1] حالانکہ اس حالت میں متوقع خطرات بہت کم ہیں کہ تمام اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر اس کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر اس مقام پر کیسٹوں والی مخصوص نسوانی آواز بھی نہیں۔ واللہ اعلم ١١/ ٢/ ١٤٢٢ھ

[1] بخاری/کتاب التہجد / باب التصفیق للنسآء۔ مسلم/کتاب الصلاۃ/باب التسبیح للرجال والتصفیق للنسآء۔ ترمذی/کتاب الصلاۃ/باب ما جاء ان التسبیح للرجال والتصفیق للنسآء۔

س:...... حافظ صاحب کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ میرے علم و عمل میں اضافہ ہو جائے اور روحانی و قلبی سکون حاصل ہو۔ اور میرے حالات بھی سدھر جائیں اور میں دوسروں کی حق تلفی بھی چھوڑ دوں۔ (ایک سائل، نیویارک، امریکہ)

ج:...... آپ کے لیے مناسب ہے کہ آپ قرآن مجید، صحیح بخاری، صحیح مسلم، عمدۃ الاحکام، اللؤلؤ والمرجان اور ریاض الصالحین با ترجمہ انگریزی یا اُردو جو آپ بخوبی سمجھ سکتے ہوں کہیں سے حاصل کر لیں اور روزانہ باقاعدگی سے ان کا مطالعہ کریں ان شاء اللہ الرحمٰن آپ کے علم و عمل میں اضافہ ہوگا نیز قلبی و روحانی سکون نصیب ہوگا ان شاء اللہ الحنان۔

آپ اس مطالعہ کو اپنی ذمہ داری قرار دے لیں اس طرح آپ دوسروں کی حق تلفی بھی چھوڑ دیں گے اور آپ کی طبیعت میں ایک قسم کی نشاط پیدا ہوگی۔ ان شاء اللہ العزیز۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحدید: ۲۸] [''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'']

اس نسخہ پر عمل پیرا ہو جائیں، آپ کے تمام حالات سدھر جائیں گے۔ ان شاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ ۳/ ۱/ ۱۴۲۱ھ

س:...... میرا ایک دوست ہے جو کہتا ہے کہ اہل کتاب یعنی عیسائیوں کو بھی نماز کی دعوت دینی چاہیے، میں نے اسے کہا کہ نہیں بھائی پہلے انہیں کلمے کی دعوت دیں گے اور اگر وہ اس کو قبول کر لیں اور اس پر قائم ہو جائیں، وہ کہتا ہے کہ نہیں بھائی کافروں پر بھی نماز فرض ہے، اس لیے ان کو نماز کی دعوت بھی دینی چاہیے۔

براہِ مہربانی یہ وضاحت فرما دیں کہ آیا انہیں پہلے کلمے کی دعوت دیں گے یا نماز کی؟ (سہیل بٹ، گوجرانوالہ)

ج:...... یہ بات درست ہے کہ نماز اور دیگر اسلامی عبادات و اعمال کفار پر بھی فرض ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ حَتّٰٓى اَتٰنَا الْيَقِيْنُ ﴾ [المدثر: ۴۲ تا ۴۷]

[''تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے۔ نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور ہم بحث کرنے والوں (انکاریوں) کا ساتھ دے کر بحث مباحثہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور روز جزا کو جھٹلاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی۔'']

نیز قرآن مجید میں ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ﴾ [الاعراف: ۷/ ۱۵۷]

[''جو لوگ ایسے رسول نبی اُمی کی پیروی کرتے ہیں جس کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔'']

صحیح بخاری میں حدیث ہرقل میں ہے: ((قَالَ: مَا ذَا يَاْمُرُكُمْ؟ قُلْتُ: يَقُوْلُ: اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَاتْرُكُوْا مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاءُكُمْ وَيَاْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ)) [1] [''کہنے لگا: وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا: وہ کہتا ہے صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کرتے تھے ان کو چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیزگاری، پاکدامنی اور قرابت داروں سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔'']

ان آیات کریمہ اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ نماز وغیرہ اسلامی عبادات واعمال کفار پر بھی فرض ہیں نیز رسول اللہ ﷺ ان کی کفار کو دعوت بھی دیتے اور انہیں بھی ان چیزوں کی تبلیغ کیا کرتے تھے البتہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی حدیث [2] سے پتہ چلتا ہے کہ ان چیزوں کی کفار کو دعوت دینے اور تبلیغ کرنے میں ترتیب ہے پہلے توحید ورسالت، پھر نماز، پھر زکوٰۃ کی دعوت دی جائے۔ مگر اس ترتیب سے فرضیت کی نفی نہیں ہوتی اس کی مثال یوں سمجھئے وضوء اور نماز دونوں فرض ہیں مگر ترتیب وار پہلے وضوء پھر نماز، اب اس سے کوئی نماز کی عدم فرضیت نکالے تو اس کا یہ خیال خام ہوگا۔ واللہ اعلم

۱۴۲۲/۶/۶ھ

س: ......گزشتہ دنوں ہم نے ایک اہل حدیث مسجد میں جمعہ پڑھا۔ اس میں مولانا صاحب نے کہا کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کیے تھے، پھر اس نے ایک عالم سے پوچھا کہ کیا اس کی توبہ قبول ہو

---

1. صحيح بخاري/ كتاب بدء الوحي/ باب كيف كان بدء الوحي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم۔
2. ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: تم ان لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب (نصرانی) ہیں پس ان کو سب سے پہلے دعوت دو کہ گواہی دینا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اگر وہ اس کو (قبول کرکے) اطاعت کرلیں تو ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رات اور دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اسے بھی تسلیم ⇦⇦

سکتی ہے تو اس عالم نے کہا نہیں۔ اس نے اسے بھی قتل کر دیا۔ اور اس طرح سو قتل کر دیے۔ پھر اس نے کسی اور عالم سے پوچھا کہ کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے تو اس نے کہا ہاں۔ تم فلاں بستی میں چلے جاؤ، وہاں نیک لوگ رہتے ہیں۔ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کر اور اپنے علاقے میں واپس نہ پلٹنا کیونکہ یہ برے لوگوں کا علاقہ ہے (یعنی ماحول تبدیل کر) وہ شخص ادھر چل پڑا۔ ابھی راستے میں ہی تھا کہ اسے موت آ گئی۔ اس پر رحمت اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے۔ ان سے ایک فرشتے نے انسانی شکل میں آ کر کہا کہ اس کے دونوں طرف کی زمین ماپ لو۔ جس طرف کی زمین کم ہو گی اس کو ادھر والے فرشتے لے جائیں۔ اور جب زمین ماپی گئی تو جس طرف وہ جا رہا تھا اس طرف کی زمین کم نکلی، چنانچہ اسے بخش دیا گیا۔

آپ سے درخواست ہے کہ کیا واقعی یہ کوئی حدیث ہے؟ اور کیا قتل جیسا جرم بھی محض توبہ کی وجہ سے معاف ہو سکتا ہے؟ اُمید ہے کہ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ

(عصمت اللہ، محمد منیر، بیرون گیٹ کھیالی گوجرانوالہ)

ج:...... خطبۂ جمعہ کے دوران خطیب صاحب سے جو حدیث آپ نے سنی وہ صحیح مسلم میں لفظ بلفظ موجود ہے۔ نیچے وہ درج کی جاتی ہے:

((حدثنا محمد بن المثنى ، و محمد بن بشار ، واللفظ لابن المثنى ، قالا: نا معاذ بن هشام ، حدثني أبي عن قتادة عن أبي الصديق عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن نبي الله ﷺ قال: كان فيمن كان قبلكم رجل قتل تسعة و تسعين نفسا، فسأل عن أعلم أهل الأرض ، فدل على راهب ، فأتاه ، فقال: إنه قتل تسعة و تسعين نفسا، فهل له من توبة؟ فقال: لا۔ فقتله ، فكمل به مائة، ثم سأل عن أعلم أهل الأرض فدل على رجل عالم ، فقال: إنه قتل مائة نفس فهل له من توبة؟ فقال: نعم ، ومن يحول بينه و بين التوبة؟ انطلق إلى أرض كذا و كذا ،

(بقیہ) کرلیں تو پھر ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں میں زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کی جائے اور ان کے فقیروں میں تقسیم کی جائے گی اگر وہ اس کی بھی اطاعت کرلیں تو ان کے عمدہ مال پکڑنے سے پرہیز کرو اور مظلوم کی پکار سے بچتے رہو کیونکہ مظلوم کی پکار اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے (بہت جلدی قبول ہو جاتی ہے۔) [بخاری/کتاب الزکاۃ/باب اخذا لصدقة من الاغنياء۔ مسلم/کتاب الایمان /باب الدعاء الی شهادتین و شرائع الاسلام ۔ترمذی کتاب الزکاۃ/باب کراهية اخذ خیار المال فی الصدقة]

إن بها أناسا يعبدون الله تعالىٰ ، فاعبدالله تعالىٰ معهم ، ولا ترجع إلى أرضك ، فإنها أرض سوء ۔ فانطلق حتى إذا نصف الطريق أتاه الموت ، فاختصمت فيه ملائكة الرحمة ، و ملائكة العذاب ، فقالت ملائكة الرحمة: جآء تائبا مقبلا بقلبه إلى الله۔ وقالت ملائكة العذاب : إنه لم يعمل خيرا قط۔ فأتاهم ملك فى صورة آدمى ، فجعلوه بينهم ، فقال: قيسوا ما بين الأرضين ، فإلى أيتهما كان أدنى فهو له ، فقاسوا ، فوجدوه أدنى إلى الأرض التى أراد ، فقبضته ملائكة الرحمة)) (۲/ ۳۵۹)

اصل حدیث صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔(۱/۴۹۳۔۴۹۴) اس کے آخر میں لفظ ہیں "فغفر له" واللہ اعلم [1]

۱۴۲۴/۱/۷ھ

س :......کیا عورت اپنے محلّہ یا کہیں دوسری جگہ تقریر کی یا درس کی صورت میں تبلیغ کر سکتی ہے؟ آپ قرآن وحدیث کی روشنی سے بمع دلائل جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ کیا عورت کا تقریر کرنا کہیں سے ثابت نہیں یا کہ جہالت دور کرنے کے لیے اور علم پھیلانے کے لیے تقریر کرنے کی رُخصت ہے؟ (محمد یعقوب ولد محمد حسین)

ج :......شرعی حدود کی پابندی میں عورت قرآن وحدیث کی تعلیم وتبلیغ کا کام کر سکتی ہے۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے پاس عورتیں آ کر مسائل دریافت کرتیں تو وہ انہیں بتا دیتیں، بسا اوقات ان کے دریافت کردہ مسائل کو رسول اللہ ﷺ پر پیش کرتیں پھر تعلیم وتبلیغ سے متعلق آیات واحادیث میں عورتیں بھی تبعا مخاطب ہیں نیز دین اسلام مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہے تو اس کی تعلیم وتبلیغ بھی دونوں کے لیے ہے۔ البتہ عورت ومرد دونوں یہ کام بھی شرعی حدود وہدایات کی پابندی میں کریں گے۔ واللہ اعلم ۱۲/۳/۱۴۲۳ھ

س :...... ہمارے ایک جماعتی جو باقائدہ عالم نہیں ہیں، انہوں نے بچیوں کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانا شروع کیا ہے، ہمارے بہت سے جماعتی اس بات کو پسند نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ فتنہ کا ڈر ہے۔ اب پوچھنا ہم یہ چاہتے ہیں کہ پڑھانے والا پڑھاتا رہے یا جماعتی احباب کی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اُسے روک دیا جائے اور کوشش کر کے کسی مستند عالم کا انتظام کیا جائے۔

ج :...... جو حالات جناب نے تحریر فرمائے ان حالات میں بہتر یہی ہے کہ آپ بچیوں کی تعلیم کی خاطر کسی مستند عالمہ فاضلہ معلّمہ کا انتظام فرمالیں۔ واللہ اعلم ۱۰/۱۰/۱۴۲۰ھ

[1] صحيح بخارى/ كتاب الأنبياء،باب : ٥٤۔ صحيح مسلم/ كتاب التوبة/ باب قبول توبة القاتل۔

س:......طالبات کے مدرسوں میں پڑھنے والی لڑکیاں بغیر محرم کے دینی تعلیم حاصل کر سکتی ہیں؟ (ملک محمد یعقوب)

ج:......رسول اللہ ﷺ نے خاوند یا محرم کے بغیر عورت کو سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ متفق علیہ

[''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنے محرم رشتہ دار کے بغیر سفر نہ کرے اور کوئی شخص کسی عورت کے پاس اس وقت تک نہ جائے جب تک وہاں ذی رحم محرم موجود نہ ہو، ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! میں تو فلاں لشکر میں جہاد کے لیے نکلنا چاہتا ہوں لیکن میری بیوی کا ارادہ حج کا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کو جا۔''] [1]

۱۴۲۱/۱۰/۷ھ

س:......کیا نامحرم کے سامنے عورت تلاوت کر سکتی ہے؟ نیز اسباق وغیرہ جب عورتیں مرد اُستاد سے پڑھیں تو صورت کیا ہونی چاہیے؟ (ابو عکاشہ عبداللطیف، اوکاڑہ)

ج:......کسی فتنہ اور شریعت کی کسی مخالفت کا خدشہ نہ ہو تو درست ہے۔ ۱۴۲۴/۱/۲۹ھ

س:......مرد اُستاد سے عورتیں تعلیم حاصل کر سکتی ہیں؟ اگر وہ تعلیم حاصل کرنا چاہیں تو اُستاد اور شاگرد کے درمیان الگ پردہ لگانا ضروری ہے یا صرف شاگردہ عورتیں اپنی چادروں میں ہی پردہ کر لیں۔ (میاں سرفراز اسلم سلفی)

ج:......اگر اُستاد مرد آیت:

[﴿ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ آبَائِهِنَّ اَوْ آبَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ اَوْ اَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْ اَخَوَاتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ ﴾ [سورة النور: ۱۸/ ۳۱]

''اور مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبان پر اپنی اوڑھنیوں کے بکل مارے رہیں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں

[1] صحیح بخاری/ کتاب جزاء الصید / باب حج النساء۔

کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے ، اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔"]

میں مذکور مردوں کے علاوہ ہے تو عورت پر پردہ فرض ہے اپنا پردہ کرے خواہ الگ پردہ لٹکائے ، اگر مرد اُستاد سے عورت کے باپردہ تعلیم حاصل کرنے میں فتنہ وفساد کا خدشہ ہو تو پھر باپردہ تعلیم حاصل کرنا بھی درست نہیں۔ ٢٧ / ١١ / ١٤٢٢ھ

س :......ہم اپنی چھوٹی ہمشیرہ کو قرآن حفظ کروانا چاہتے ہیں ، مجھے احباب نے بہت سے مدرسے بتائے ہیں لیکن مجھے اُن کا ماحول ناگوار لگا ہے۔ براہِ کرم آپ اپنی عمدہ آراء سے مستفید فرمائیں ۔ گوجرنوالہ میں کوئی ایسا مدرسہ لڑکیوں کا بتائیں جہاں عمدہ تعلیم کے ساتھ ساتھ پردہ اور دوسرے اندرونی حالات بالکل ٹھیک ہوں۔ تا کہ ہماری بہن صحیح معنوں میں علم دین حاصل کر سکے۔ ہم شیخوپورہ کے رہائشی ہیں مگر مجھے کوئی بھی مدرسہ یہاں ٹھیک نظر نہیں آتا۔

ج :......آپ نے اپنی ہمشیرہ کی تعلیم کے سلسلہ میں مشورہ طلب فرمایا ہے تو میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اسے اپنے گھر میں ہی تعلیم دلوائیں اور اُستاذ کسی عورت یا کسی محرم کو متعین فرمائیں اسی میں بہتری ہے۔ فیما أعلم واللہ أعلم

٢٢ / ٧ / ١٤٢١ھ

س :......میں اپنی ہمشیرہ کو قرآن حفظ کرانا چاہتا ہوں اور ہم اس قدر استطاعت نہیں رکھتے کہ گھر پر معلّمہ کا انتظام کریں ، گوجرنوالہ میں کوئی بچیوں کا مدرسہ بتائیں جس میں حفظ کا اچھا انتظام ہو۔ دینی ماحول ہو اور پردہ کا اہتمام ہو۔

ج :......موزوں مدرسہ آپ کا گھر ہی ہے ، تھوڑا تھوڑا حفظ کر کے وہ آپ کو یا گھر کے کسی فرد کو سناتی جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دو تین سال میں یا اس سے قبل ہی وہ حافظہ بن جائے گی۔ ١٠ / ١٠ / ١٤٢١ھ

س :......ایک آدمی نے مجھے کہا ہے کہ ایک حدیث کو تین آدمی بیان کرتے ہیں ، ان میں سے ایک آدمی نے جو اثبت ہے روایت کو ایک طریقے سے بیان کیا ہے ، جو اس سے کم درجے کا راوی ہے اس نے روایت کو برعکس بیان کیا ہے ، لیکن کم درجے کے راوی کا بیان حقیقت کے مطابق ہے۔ اور زیادہ مضبوط راوی کا بیان واقع کے خلاف ہے۔ اصول کے لحاظ سے اثبت راوی کی روایت قابل قبول ہوگی اور کمزور راوی کی حدیث اگر چہ وہ حقیقت کے مطابق ہے قابل ترجیح نہ ہوگی۔ حنفیوں کے مطابق کمزور راوی کی حدیث چونکہ واقعہ کے مطابق

ہے ہم کمزور راوی کی حدیث کو ترجیح دیں گے۔ کیونکہ وہ مبنی بر حقیقت ہے۔

امام ترمذی کی حسن روایت کی تعریف کیا ہے، اس پر کونسے اعتراضات ہو سکتے ہیں؟

کیا ایسی دو مثالیں آپ نوٹ کر سکتے ہیں کہ جس کو امام ترمذی نے حسن کہا ہو اور پھر انہی دو حدیثوں کو وہ بنفس نفیس نا قابل احتجاج گردانتے ہوں؟ (اللہ دتہ)

ج:......آپ لکھتے ہیں: ''حنفیوں کے مطابق کمزور راوی کی حدیث چونکہ واقعے کے مطابق ہے ہم کمزور راوی کی حدیث کو ترجیح دیں گے کیونکہ وہ مبنی بر حقیقت ہے۔''

آپ نے اس کی کوئی مثال پیش نہیں فرمائی، اس کی کوئی ایک مثال پیش فرمائیں پھر اس پر غور کریں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ یہ بات مبنی بر حقیقت نہیں۔ ان شاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

۲۔امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''العلل الصغیر'' میں لکھتے ہیں:

((وَمَا ذَكَرْنَا فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ فَإِنَّمَا أَرَدْنَا بِهٖ حُسْنَ إِسْنَادِهٖ عِنْدَنَا كُلُّ حَدِيْثٍ يُرْوٰى لَا يَكُوْنُ فِيْ إِسْنَادِهٖ مَنْ يُّتَّهَمُ بِالْكَذِبِ وَلَا يَكُوْنُ الْحَدِيْثُ شَاذًّا وَيُرْوٰى مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ نَحْوِ ذٰلِكَ فَهُوَ عِنْدَنَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ)) (كتاب العلل مع التحفة: ٤/ ٤٠٠)

امام صاحب کی تعریف سے واضح ہے کہ مرسل ومنقطع، معلل اور کثیر الغلط سیٔ الحفظ کی روایت ان کے نزدیک حسن کے زمرہ میں شامل ہے جبکہ محدثین اور امام صاحب کے نزدیک ایسی روایات نا قابل احتجاج اور ضعیف ہوتی ہیں۔

۳۔آپ نے دو مثالوں کا مطالبہ کیا ہے تو محترم آپ کی مطلوبہ دو مثالیں پیش خدمت ہیں بتوفیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ وعونہ۔

[1]......امام ترمذی اپنی کتاب ''جامع و سنن ترمذی'' میں لکھتے ہیں:

((بَابُ مَا جَاءَ فِيْ وَضْعِ الرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ فِي السُّجُوْدِ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ وَأَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَلْوَانِيُّ ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ نَا شَرِيْكٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ۔ وَزَادَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فِيْ حَدِيْثِهٖ : قَالَ: يَزِيْدُ بْنُ

هَارُوْنَ : وَلَمْ يَرْوِ شَرِيْكٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ إِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثَ ، قَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُ أَحَدًا رَوَاهُ غَيْرَ شَرِيْكٍ)) (۱ / ۲۲۸ مع التحفة) [1]

آپ نے دیکھ لیا کہ امام صاحب نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور تصریح فرمائی کہ ہمارے علم میں اس کو شریک کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا تو شریک صاحب امام صاحب کے نزدیک اس حدیث کو روایت کرنے میں متفرد ہیں اور امام صاحب شریک صاحب کو کثیر الغلط قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ باب جاء فی الوضوء مرة ومرتین وثلاثا میں امام صاحب لکھتے ہیں: ((وَشَرِيْكٌ كَثِيْرُ الْغَلَطِ)) [2] (۱ / ۵۳ مع التحفة) اور اہل علم جانتے ہیں کہ کثیر الغلط کی حدیث ناقابل احتجاج اور ضعیف ہوتی ہے۔

۲ ...... امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "جامع و سنن" میں لکھتے ہیں:

((بَابُ مَا جَاءَ فِيْ مِقْدَارِ الْقُعُوْدِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ نَا أَبُوْدَاوُدَ هُوَ الطَّيَالِسِيُّ نَاشُعْبَةُ أَنَا سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى الرَّضْفِ ، قَالَ شُعْبَةُ : ثُمَّ حَرَّكَ سَعْدٌ شَفَتَيْهِ بِشَيْءٍ فَأَقُوْلُ : حَتّٰى يَقُوْمَ : فَيَقُوْلُ : حَتّٰى يَقُوْمَ ، قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ إِلَّا أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيْهِ)) [3] (۱ / ۲۹۱ مع التحفة)

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کو حسن بھی قرار دے رہے ہیں اور ساتھ ہی ابوعبیدہ کے ان کے والد گرامی سے سماع کی نفی فرما کر اسے ناقابل احتجاج، منقطع اور ضعیف بھی بنا رہے ہیں۔ واللہ اعلم ۲ / ۸ / ۱۴۲۱ھ

س: ...... ایک عالم سے ملاقات ہوئی تو ان کا قول یہ ہے کہ اعتکاف جو ہے صرف تین مسجدوں میں ہی کر سکتے ہیں۔ میں نے ان سے اس کی دلیل مانگی تو انہوں نے کہا: ((قال رسول الله ﷺ لَا اِعْتِكَافَ إِلَّا فِيْ ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مسجد الحرام والمسجد الرسول والمسجد الاقصى))(رواه البيهقى) کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ یا ضعیف ہے؟

۲۔ اسی طرح ایک اور حدیث وہ یہ ہے کہ: ((قال رسول الله ﷺ لَا يَحِلُّ لِثَلَاثَةِ نَفَرٍ يَكُوْنُوْنَ

---

[1] ترمذی/کتاب الصلاۃ/باب ما جاء فی وضع الرکبتین قبل الیدین فی السجود

[2] ترمذی/کتاب الطهارة/باب ما جاء فی الوضوء مرة و مرتین و ثلاثا۔

[3] ترمذی/کتاب الصلاۃ/باب ما جاء فی مقدار القعود فی الرکعتین الاولیین۔

بِأَرْضِ فَلَاةٍ إِلَّا أَمَّرُوْا عَلَيْهِمْ أَحَدَهُمْ))(رواه احمد) اس کی سند کیسی ہے؟(محمد حسین، سری لنکا)

ج:.....((لَا اِعْتِكَافَ إِلَّا فِيْ ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ))[''اعتکاف صرف تین مساجد میں ہی ہوتا ہے مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ۔'']

۲۔((لَا يَحِلُّ لِثَلَاثَةِ نَفَرٍ يَكُوْنُوْنَ بِأَرْضِ فَلَاةٍ إِلَّا أَمَّرُوْا عَلَيْهِمْ أَحَدَهُمْ))[''تین آدمیوں کے لیے حلال نہیں ہے جو کسی بیابان زمین میں ہوں مگر یہ کہ وہ اپنے اوپر ایک کو امیر بنالیں۔'']

۱۔اس حدیث کے متعلق اہل علم کے دو قول ہیں: ① .....ضعیف ہے۔ ② صحیح ہے۔اس فقیر الی اللہ الغنی کے نزدیک پہلا قول درست ہے کیونکہ اس حدیث کا مدار سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر ہے اور وہ اس کو جامع بن ابی راشد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بلفظ''عن'' بیان کرتے ہیں، معلوم ہے مدلس راوی بصیغۂ''عن'' روایت کرے تو روایت ضعیف ہوتی ہے۔ بتتبع بسیار سفیان سے سماع کی تصریح کہیں نہیں ملی اور نہ ہی کوئی ایسی چیز ملی ہے جس سے ان کی تدلیس والا نقص اس روایت سے دور ہو سکے۔

۲۔مسند امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ میں اس کی سند کے اندر ابن لہیعہ ہیں جن کے متعلق امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مایۂ ناز کتاب جامع میں لکھتے ہیں:" و ابن لهيعة ضعيف عند أهل الحديث " بعض اہل علم کا خیال ہے کہ ان میں ضعف ان کے کتب خانہ کے جل جانے کے بعد پیدا ہوا ہے مگر میزان الاعتدال میں بعض محدثین کی تصریح موجود ہے "ضعيف قبل احتراق كتبه و بعده" کچھ اہل علم کا نظریہ ہے اگر عبادلہ عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن وہب وغیرہ ان سے روایت کر رہے ہوں تو ان کی روایت مقبول ہوگی۔ مگر مسند میں تو اس روایت کو ان سے حسن بیان کر رہے ہیں۔ ہاں اس روایت کا ایک شاہد ابوداؤد میں موجود ہے:((عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِيْ سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا أَحَدَهُمْ)) [1] [''جب تین آدمی کسی سفر میں نکلیں تو وہ اپنے میں سے کسی کو امیر بنالیں۔''] شیخ البانی رحمہ اللہ نے تعلیق مشکاۃ میں لکھا ہے:"وإسناده حسن" واللہ اعلم

۱/ ۶/ ۱۴۲۳ھ

س:.....ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر چہ تم قتل کر دیے جاؤ یا آگ میں جلا دیے جاؤ لیکن شرک نہ کرنا، یہ روایت کونسی حدیث میں ہے اور کیا یہ روایت صحیح ہے؟ (ظفر اقبال، نارووال)

[1] سنن أبی داؤد/ كتاب الجهاد/ باب في القوم يسافرون يؤمرون احدهم قال النووى فى رياض الصالحين ـ رواه ابو داؤد باسناد حسن۔

ج:......مشکاۃ / کتاب الایمان / باب الکبائر وعلامات النفاق / الفصل الثالث میں بحوالہ مسند احمد بیان ہوئی ہے، اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر نامی راوی ہیں جن کا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں، بعض اہل علم لکھتے ہیں: "لم یسمع من معاذ" تو یہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی روایت بوجہ انقطاع ضعیف وکمزور ہے۔

س:......جیسے ملا علی قاری کی کتاب (موضوعات کبیر) بڑے جھوٹ" اس طرح کی کوئی ایسی کتاب بتائیں جس میں کمزور حدیثیں ہوں، جنہیں پڑھ کر پتہ چلے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ کتاب کا نام درج فرمائیں۔

ج:......اس موضوع پر ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری کی کتاب ہی نہیں بلکہ اس موضوع پر "موضوعات ابن جوزی، العلل المتناهیه ، تنزیه الشریعة ، اللآلی المصنوعة ، الآثار المرفوعة ، المنار المنیف ، الفوائد المجموعة ، تذکرة الموضوعات ، المقاصد الحسنة اور سلسلة الأحادیث الضعیفة" بھی ہیں۔

۲۵ / ٦ / ۱٤۲۳ھ

س:......نیک آدمی کی صحبت اختیار کرنے کی غرض سے کسی دیندار آدمی کی مریدی اختیار کرنے کا کیا حکم ہے؟ تزکیۂ نفس کے لیے کسی صحیح العقیدہ صالح آدمی کا مرید بننا جائز ہے یا نہیں؟ شیخ عبدالقادر جیلانی نے بھی پیری مریدی کی ترغیب غنیۃ الطالبین میں دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شیخ کی مریدی اختیار کرنے سے آدمی اپنی منزل جلد پا لیتا ہے اور غلطیاں کرنے سے بچ جاتا ہے۔ وہ پیری مریدی کو استادی شاگردی کی سی اہمیت دیتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین / فصل آداب المریدین)

وہ اللہ کی محبت ورضا چاہنے اور اسی کے لیے کوشش کرنے والے کے لیے ایک معلم اور رہنما کے طور پر پیر کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین) (وقار علی، لاہور)

ج:......پیری مریدی اور استادی شاگردی دونوں درست ہیں بشرطیکہ مرید اپنے پیر کو اور شاگرد اپنے استاد کو اللہ تعالیٰ یا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا اہل اسلام کے خلیفہ کے مقام ومرتبہ پر فائز نہ سمجھے اور نہ کرے۔

["کسی ایسے انسان کو جسے اللہ تعالیٰ کتاب وحکمت اور نبوت دے یہ لائق نہیں کہ پھر بھی وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ وہ تو کہے گا کہ تم سب رب کے ہو جاؤ تمہارے کتاب سکھانے کے باعث اور تمہارے کتاب پڑھنے کے سبب۔"]

٦ / ٤ / ۱٤۲٤ھ

س:......محکمہ تعلیم میں ملازمت کرنا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ سکول کے نصاب میں شامل غیر شرعی چیزیں بھی بچوں کو پڑھانی اور یاد کروانی پڑتی ہیں اور ترانے وغیرہ بھی سننے پڑتے ہیں، ان وجوہات کی بناء پر کیا اس کی ملازمت

درست ہے یا نہیں؟ کچھ احباب کہتے ہیں کہ طاغوت کی بنیاد محکمہ تعلیم ہی ہے اور یہاں سے ہی سب طاغوت تیار ہوتے ہیں اور پھر اللہ کے احکامات کے خلاف باتیں کرتے ہیں، اس لیے ان کی اور فوج پولیس وغیرہ کی نوکری درست نہیں کیا یہ موقف درست ہے؟ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گستاخ واجب القتل ہے؟ اگر ہے تو دلیل دیویں اور اگر نہیں تو بھی؟ (ظفر اقبال، نارووال)

ج:......درست ہے بشرطیکہ وہ خلاف شرع اُمور کی تردید کرتا جائے اور کسی خلاف شرع قول وعمل میں شمولیت نہ کرے۔ اگر یہ گستاخی ارتداد کے زمرہ میں آ جائے تو سزا قتل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((مَنْ بَدَّلَ دِینَهُ فَاقْتُلُوهُ)) [1] [''جو اپنا دین بدلے اس کو قتل کر دو۔''] ۲۲/ ۶/ ۱۴۲۳ھ

س:......وعظ وتقریر سے پہلے بعض لوگ نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد پڑھتے ہیں کیا یہ لفظ مسنون ہیں؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......حمد وثناء اور اما بعد مسنون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ [2]

س:......مذہب کی تعریف کیا ہے؟ (محمد یونس شاکر)

ج:......مذہب سے مراد دین ہے۔ تو اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام پر بذریعہ وحی نازل فرمائی ہیں۔ ۶/ ۱/ ۱۴۲۴ھ

س:......کیا امام حسن بصری مدلس ہیں اور ابن لہیعہ ضعیف ہیں؟ (محمد حسین کراچی)

ج:......ہاں دونوں باتیں درست ہیں۔ ۱۷/ ۱۰/ ۱۴۲۲ھ

س:......فن تدلیس کے بارے میں چند لوگ کہتے ہیں فن تدلیس نہیں ہے کیا یہ صحیح ہے؟ (محمد حسین بن عبدالصمد)

ج:......فن تدلیس کے بارے میں چند لوگوں کا کہنا ''فن تدلیس نہیں ہے۔'' درست نہیں۔ چنانچہ اصول حدیث کی کتب میں اس موضوع پر مستقل عنوان اور مستقل ابحاث ہیں نیز اس فن میں مستقل رسالے اور کتب موجود ہیں۔ ۱۷/ ۱۰/ ۱۴۲۳ھ

س:......ان عبارتوں کا ترجمہ فرما دیں:

((عن ابی قیس عن هزیل بن شرحبیل عن المغیرة انه علیه السلام مسح علی جوربیه و نعلیه ثم ذکر عن مسلم انه ضعف الخبر و قال ابو قیس الاودی و هزیل

---

[1] بخاری/ کتاب استتابة المرتدین/ باب حکم المرتد والمرتدة۔ ترمذی/ کتاب الحدود/باب فی المرتد۔

[2] مسلم/ الجمعة/ باب تخفیف الصلاة والخطبة۔

لا یحتملان مع مخالفتهما الا جلة الذين رووا هذا الخبر عن المغيرة فقالوا مسح على الخفين و ذكر ايضا تضعيف الخبر عن جماعة وان الاعتماد فى ذلك على مخالفة الناس قلت هذا الخبر اخرجه ابو داؤد وسكت عنه و صححه ابن حبان و قال الترمذى حسن صحيح و ابو قيس عبدالرحمن بن ثروان و ثقه ابن معين و قال العجلى ثقةثبت و هزيل و ثقه العجلى و اخرج لهما معا البخارى فى صحيحه ثم انهما لم يخالفا الناس مخالفة معارضة بل رويا امرا زائدا على ماروه بطريق مستقل غير معارض فيحمل على انهما حديثان ولهذا صحح الحديث كما مر)) (سنن الكبرى الجلد الاوّل : ٢٨٤)

٢۔ ((اخرجه احمد و ابو يعلى و الحاكم من حديث شعبة عن سلمة بن كهيل عن حجر ابى العنبس عن علقمة بن وائل عن ابيه ان رسول الله ﷺ لما بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال آمين واخفى صوته و لفظ الحاكم خفض صوته لكن قد اجمع الحفاظ منهم البخارى وغيره۔ ان شعبة وهم فى قوله خفض صوته وانما هو مدصوته لان سفيان كان احفظ من شعبة و محمد بن سلمة وغيرهما رووا عن سلمة بن كهيل هكذا و قد بسط الكلام فى اثبات علل هذه الرواية الزيلعى فى تخريج احاديث الهداية و ابن الهمام فى فتح القدير وغيرهما من محدثى اصحابنا والا نصاف ان الجهر قوى من حيث الدليل و قد اشار اليه ابن امير الحاج)) (تعليق الممجد : ١٠٥)

٣۔ ((ثم ان احمد والشافعى يحتجان فى جواز غسل الرجل زوجته بان عليا غسل فاطمة رضی اللہ عنہا ردا على ابى حنيفة)) (نصب الرايه: ٢/ ٢٥١) (طاہر ندیم)

❷:......ابوقیس سے ہزیل بن شرحبیل سے مغیرہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی جورابوں اور اپنے جوتوں پر مسح کیا، پھر انہوں نے مسلم سے ذکر کیا کہ انہوں نے اس خبر کو ضعیف قرار دیا اور فرمایا کہ ابوقیس اودی اور ہزیل دونوں ہی برداشت نہیں کیے جا سکتے، ان اجلہ کی مخالفت کرنے کے ساتھ جن اجلہ نے اس خبر کو مغیرہ سے روایت کیا تو کہا آپ ﷺ نے مسح کیا موزوں پر اور نیز اس خبر کی تضعیف کو ایک جماعت سے نقل کیا اور

اعتماد لوگوں کی مخالفت پر ہے۔ میں کہتا ہوں اس خبر کو ابوداؤد نے نکالا اور اس پر خاموشی اختیار کی اور اس کو ابن حبان نے صحیح کہا اور ترمذی نے کہا: حسن صحیح ہے اور ابوقیس عبدالرحمٰن بن ثروان کو ابن معین نے ثقہ کہا ہے اور عجلی نے کہا ثقہ ثبت ہے اور ہزیل کو عجلی نے ثقہ کہا اور ان دونوں کی حدیث کو امام بخاری نے صحیح میں معاً نکالا پھر ان دونوں نے دوسرے لوگوں کی معارض مخالفت نہیں کی بلکہ ان دونوں نے تو دوسروں کی روایت کردہ چیز پر ایک زائد امر کو بطریق مستقل روایت کیا ہے جو معارض و منافی بھی نہیں تو محمول کیا جائے گا کہ وہ دو مستقل حدیثیں ہیں، اسی لیے حدیث کو صحیح کہا گیا ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔

۲۔ اس کو احمد، ابویعلیٰ اور حاکم نے نکالا، شعبہ کی حدیث سے سلمہ بن کہیل سے حجر ابوالعنبس سے علقمہ بن وائل سے وہ اپنے باپ سے کہ رسول اللہ ﷺ جب **غیر المغضوب علیھم ولا الضالّین** پر پہنچے تو آپ ﷺ نے آمین کہا اور اس کے ساتھ اپنی آواز کو مخفی رکھا اور حاکم کے لفظ ہیں اپنی آواز کو پست کیا لیکن بلا شبہ حفاظ جن سے بخاری وغیرہ ہیں نے اجماع کیا ہے کہ شعبہ نے اپنی آواز کو پست کیا، کہنے میں وہم کیا ہے لفظ تو صرف یہ ہیں کہ اپنی آواز کو لمبا کیا کیونکہ سفیان جو شعبہ سے زیادہ حفظ والے تھے اور محمد بن سلمہ وغیرھما نے سلمہ بن کہیل سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اس روایت کی علتوں کے اثبات میں زیلعی نے نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور ان دونوں کے علاوہ ہمارے اصحاب سے محدثین نے بسط و تفصیل سے کلام کیا ہے۔ اور انصاف یہی ہے کہ جہراً آمین کہنا قوی ہے دلیل کے اعتبار سے اور اس کی طرف ابن امیر الحاج نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔

۳۔ پھر احمد اور شافعی مرد کے اپنی بیوی کو غسل دینے کے جواز میں حجت پکڑتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ امام ابوحنیفہ کے رد میں۔ ۱۳ / ۷ / ۱۴۲۲ھ

س: ...... علم حاصل کرو خواہ اس کے لیے تمہیں چین جانا پڑے۔ (کشف المحجوب، پہلا باب)
کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ کتاب حدیث میں موجود ہے خواہ ضعیف ہی ہو؟

۲۔ ((وممن کان لا یری فی الدماء الخارجة من غیر المخرجین الوضوء طاؤس ویحیی بن سعید الانصاری وربیعة بن ابی عبدالرحمن کذا قال عبدالبر فی الاستذکار و ذکر العینی فی البنایة انه قول ابن عباس و عبدالله و جابر))

اگر یہ علمی طور پر درست ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا تو ترجمہ فرمادیں۔

٣۔ ((الجذع عند اهل اللغة من الشاة ما تمت له سنة و بلغت فى الثانية و من البقر ابن سنة و من الابل ابن اربع سنين و فى اصطلاح الفقهاء الجذع من الضان ما تمت له ستة شهر و هوا الراجح عند الحنفية وقال بعضهم ما تمت سبعة اشهر وقيل ستة او سبعة والتقييد بالضان لان الجذع من الابل والبقر والغنم لا يجزء منها الا الثنى)) (تعليق الممجد: ٢٨٠)

الجذع کی تعریف اگر درست ہے تو ترجمہ فرمادیں ورنہ نہیں۔

٤۔ ((النعلين) هوان يكون قد لبس النعلين فوق الجوربين فقد اجاز المسح على الجوربين جماعة من السلف و ذهب اليه نفر من فقهاء الامصار منهم سفيان الثورى و احمد و اسحاق و قال مالك والاوزاعى و الشافعى لا يجوز المسح على الجوربين قال الشافعى الا اذا كانا منعلين يمكن متابعة المشي فيهما و قال ابو يوسف و محمد يمسح عليهما اذا كانا ثخينين لا يشفان)) (طاہر ندیم)

ج:......((اطلبوا العلم ولو بالصين)) بے اصل، موضوع اور باطل روایت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: سلسلۃ احادیث الضعیفہ للمحدث الألبانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱/۶۰۰، ح:۴۱۶)

۲۔ سبیلین کے علاوہ بدن کے کسی حصہ سے نکلنے والے خون سے جو وضوء کرنے کے قائل نہیں ان میں سے طاؤس، یحییٰ بن سعید الانصاری اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن بھی ہیں، ابن عبدالبر نے استذکار میں ایسے ہی کہا ہے اور عینی نے بنایہ میں ذکر کیا کہ یہ ابن عباس، عبداللہ اور جابر رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ (شاید جابر بن عبداللہ ہے)

۳۔ جذع اہل لغت کے ہاں بکری اور بھیڑ کی جنس سے وہ ہے جس کی عمر ایک سال پوری ہو اور دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو اور گائے کی جنس سے دو سال کا اور اونٹ کی جنس سے چار سال اور فقہاء کی اصطلاح میں جذع بھیڑ کی جنس سے وہ ہے جو پورے چھ ماہ کا ہو اور یہی قول حنفیہ کے نزدیک راجح ہے اور ان کے بعض نے کہا سات ماہ کا اور کہا گیا ہے کہ چھ یا سات ماہ کا اور بھیڑ کی قید اس لیے ہے کہ اونٹ، گائے اور بکری کی جنسوں سے جذع کفایت نہیں کرتا، ان تینوں جنسوں سے صرف ثنی (دودانتا) ہی کفایت کرتا ہے۔

جذع کی تعریف میں اہل لغت کا مذکور بالا قول درست ہے۔ فقہاء کی اصطلاح والی بات عجیب ہے کیونکہ کتاب وسنت میں شرعی معانی کا اعتبار ہے اگر الفاظ شرعی معانی رکھتے ہوں ورنہ لغوی معانی کا اعتبار ہے۔

۴۔(النعلین) وہ ہے کہ اس نے جوتے جورابوں کے اوپر پہنے ہوں اور جورابوں پر مسح کو سلف کی ایک جماعت نے جائز قرار دیا ہے اور شہروں کے فقہاء کا ایک گروہ اس کی طرف گیا ہے ان سے سفیان ثوری، احمد اور اسحاق ہیں اور مالک، اوزاعی اور شافعی نے کہا جورابوں پر مسح جائز نہیں۔ شافعی نے کہا مگر وہ جورابیں منعل ہوں جن میں مسلسل لگا تار چلنا ممکن ہو اور ابو یوسف اور محمد نے کہا ان پر مسح کرلے جب وہ موٹی ہوں شفاف نہ ہوں۔

۵ / ۱۲ / ۱۴۲۱ھ

س:...... یہ ترجمہ فرمادیں:

((حدثنی عمارة بن غزية قال سمعت ابا النضر يقول سمعت عروة ابن الزبير يقول قالت عائشة زوج النبی فقدت رسول الله ﷺ وكان معی علی فراشی فوجدته ساجدا راصاً عقبيه مستقبلا باطراف اصابعه القبلة فسمعته يقول اعوذ برضاك من سخطك و بعفوك من عقوبتك و بك منك اثنی عليك لا ابلغ كل ما فيك فلما انصرف قال يا عائشة اخذك شيطانك فقالت امالك شيطان؟ قال ما من آدمی الا له شيطان فقلت و انت يا رسول الله صلی الله عليه وسلم قال وانا لكنی دعوت الله عليه فاسلم)) (صحيح ابن خزيمة جلد اوّل ص:۳۲۸)

۲۔ یہ ترجمہ فرمادیں:

((قال معاذ بن جبل يا معشر العرب كيف تصنعون بثلاث دنيا تقطع اعناقكم وزلة عالم و جدال منافق بالقرآن فسكتوا فقال اما العالم فان اهتدی فلا تقلدوه دينكم و ان افتتن فلا تقطعوا منه اناتكم فان المومن يفتتن ثم يتوب، و اما القرآن فله منار كمنار الطريق لا تخفی علی احد فما عرفتم منه فلا تسالوا عنه و ما شككتم فكلوه الی عالمه و اما الدنيا فمن جعل الله الغنی فی قلبه فقد افلح ومن لا فليس بنافعته دنياه)) (جامع بيان العلم و فضله ص:۲/ ۱۱۱)

۳۔ اس کا ترجمہ فرمادیں اور یہ بتلادیں یہ اصول درست ہے۔

((لقوله عليه السلام لكم الاحاديث من بعدی فاذا روی لكم حديث عنی فاضوه علی كتاب الله تعالیٰ فما وافق فاقبلوه و ما خالف فردوه))(توضيح التلويح ص:۲۲۹ قديم)

۴۔ ((ولابی حنيفةؒ انه عليه السلام كان يصلی بعد العشاء أربعا))

عشائے کے بعد واقعی چار رکعات کسی حدیث سے ثابت ہیں؟

ج:...... مجھے عمارہ بن غزیہ نے حدیث سنائی اس نے کہا میں نے ابوالنضر سے سنا کہتے میں نے عروہ بن زبیر سے سنا کہتے نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو گم پایا حالانکہ آپ میرے ساتھ میرے بستر پر تھے تو میں نے آپ ﷺ کو سجدہ کی حالت میں اپنی ایڑیوں کو ملانے والے اپنی اُنگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے والے پایا تو میں نے آپ ﷺ کو سنا کہہ رہے تھے یا اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری معافی کے ساتھ تیری سزا سے اور تیرے ساتھ تجھ سے۔ تجھ پر ثناء بھیجتا ہوں ہر جو کمال تجھ میں ہے اس کے بیان تک میں نہیں پہنچ سکتا۔ تو جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تجھے تیرے شیطان نے پکڑ لیا۔ تو اس نے کہا: آپ کے لیے بھی شیطان ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہر آدمی کے لیے شیطان ہے۔ تو میں نے کہا: آپ ﷺ کے لیے بھی اے اللہ کے رسول ﷺ ؟ فرمایا: ہاں! لیکن میں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی ہے اس کے خلاف۔ تو میں سلامت رہتا ہوں۔

۲۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عرب کی جماعت! تم تین چیزوں سے کیسا معاملہ کرو گے؟ دنیا جو تمہاری گردنیں توڑے گی، عالم کی لغزش اور منافق کا قرآن کے ساتھ جدال و جھگڑا۔ تو وہ خاموش ہو گئے تو انہوں نے فرمایا لیکن عالم اگر اس نے ہدایت پائی تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو اور اگر وہ فتنہ میں ڈال دیا گیا تو اس سے اپنی اُمید نہ توڑو کیونکہ مؤمن فتنہ میں ڈال دیا جاتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے۔ اور لیکن قرآن تو اس کے لیے منار و نشان ہے راستے کے منار و نشان کی طرح وہ کسی پر مخفی نہیں جو تم اس سے پہچانتے ہو تو اس سے سوال نہ کرو اور جس میں تمہیں شک ہو تو اس کو اس کے عالم کے سپرد کر دو۔ اور لیکن دنیا تو اللہ نے جس کے دل میں غنیٰ کو رکھ دیا بلا شبہ وہ کامیاب ہو گیا اور جس کے دل میں اللہ نے غنیٰ کو نہ رکھا تو اس کو اس کی دنیا کوئی فائدہ و نفع دینے والی نہیں ہے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ کے قول ''میرے بعد تمہیں مجھ سے بہت احادیث روایت کر کے سنائی جائیں گی تو جب میری طرف سے روایت کر کے تمہیں کوئی حدیث سنائی جائے تو اس کو اللہ کی کتاب پر پیش کرو تو جو موافق ہو قبول کر لو اور جو مخالف ہو اس کو رد کر دو۔ [یہ روایت موضوع ہے قرآن مجید پر اس کو پیش کرو تو بھی رد و مردود ہی قرار پاتی ہے۔]

۴۔ ہاں واقعی ثابت ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بیتوتہ میں صحیح بخاری میں ایک مقام پر ان چار رکعات کا ذکر موجود ہے۔ [1] واللہ اعلم

۱۴۲۴/۲/۴ھ

---

[1] بخاري/ كتاب العلم/ باب السمر في العلم۔

کتاب تعبیر الرؤیا ....خوابوں کی تعبیر

س:......میں نے نمازِ فجر سے قبل دیکھا ہے میں اور ایک آدمی چل رہے ہیں وہ اذان دیتا ہے مگر پوری نہیں کر پاتا، پھر میں اذان دیتا ہوں تو ایک ایک کلمہ اچھی طرح پورا کرتا ہوں اور ساتھ چل بھی رہے ہیں۔

ج:......آپ کے ساتھی کے دین اور دعوت دین میں نقص ہے اسے دور کرے۔ ۱۰ / ۳ / ۱۴۲۲ھ

س:......میں نے دیکھا کہ میری زبان کے آگے چوٹی پر ایک سخت قسم کا پھوڑا ہے اور سوچتا ہوں کہ جمعہ کس طرح پڑھاؤں گا، پھر میں اس کو اکھاڑ ڈالتا ہوں تو میری زبان سے اس طرح خون بہتا ہے کہ جس طرح ٹوٹی سے پانی تیزی سے بہتا ہے، پھر میں نے اپنے آپ کو مسجد میں بیان کرتے بھی دیکھا ہے۔

ج:......آپ کے بیان میں کوئی نقص ہے اسے دور کریں۔ ۱۰ / ۳ / ۱۴۲۲ھ

س:......ایک رات یہ خواب آئی کہ ہمارے گاؤں کے قبرستان کے پاس میں اور میرے تین بھائی ہیں، اور اُدھر ہم نے ایک قبر جتنا گہرا گڑھا کھود کر اس میں پھولوں کے چھوٹے چھوٹے پودے لگائے ہیں اور پاس پانی کا ایک جوہڑ ہے جس سے میں اور میرا بھائی اُسے پانی دیتے ہیں۔ اور بڑا بھائی دونوں چھوٹوں کو دیکھتا ہے جو کہ دور ایک کھال سے پانی لاتے ہیں اور اُن کو وہ بڑا بھائی کہتا ہے کہ ادھر اس جوہڑ سے ہی پانی دو، تو ہم اُدھر سے ہی پانی دیتے ہیں۔

۲۔ ایک دفعہ خواب آئی کہ میں باغ میں بیٹھی ہوں اور ساتھ میری خالہ کا چھوٹا بیٹا ہے اور وہ مجھے تتلیاں پکڑ پکڑ کر لا دیتا ہے اور میں سوئی دھاگے کے ساتھ اُن تتلیوں کو پرونے لگتی ہوں جب دو بنڈل بن جاتے ہیں تو پہلے کو کھولتی ہوں تو وہ اُڑ کر آسمان پر اللہ کا لفظ بناتی ہیں اور پھر دوسری دفعہ دوسرا بنڈل کھولتی ہوں تو وہ بھی اُڑ کر اللہ کا لفظ بناتی ہیں تو میں بہت خوش ہوتی ہوں۔

۳۔ اور دو دفعہ یہ خواب آئی کہ میں اور میرا بڑا بھائی جب امریکہ پاکستان پر حملہ کرتا ہے تو اس کے خلاف جہاد کرتے ہیں، میرے پاس بھی کلاشن ہوتی ہے اور اس کے پاس بھی۔

۴۔ ایک دفعہ یہ خواب آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں نبی ﷺ کے سارے صحابہ کے نام بتائے اور

شاید دکھائے بھی لیکن یاد نہیں۔ اور صرف ایک صحابی کا نام یاد ہے اُن کا نام عمرو بن جموح تھا۔ جو نبی ﷺ کے لنگڑے صحابی تھے۔ خواب سے پہلے مجھے اُن کے بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا لیکن خواب کے دو ماہ بعد میں نے اُن کے بارے میں پڑھا کہ وہ نبی ﷺ کے صحابی تھے اور ایک جنگ میں شہید ہوئے تھے۔

تو وہ میرے خواب میں آئے اور ہمارے گھر آتے ہیں میرے لیے کارڈ لے کر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شادی ہے تو آپ کو بلایا ہے۔ دیکھا میں نے اُن کو بھی نہیں۔

۵۔ میں ایک پوْدے سے بہت سے لیموں توڑتی ہوں اور اُس کے لیموں آدھے کچے تھے اور آدھے پکے۔ اور میں اُن کو توڑ کر بہت خوش ہوتی ہوں۔ میں اپنے دل میں سوچتی ہوں کہ یہ کچے ہیں میں ان کو کیوں توڑ رہی ہوں لیکن پھر بھی میں توڑتی ہوں اور توڑ کر بہت خوش ہوتی ہوں۔

ج:...... ایمان وعمل صالح پر خاتمہ اور اُخروی فلاح و بہبود کی طرف اشارہ ہے۔ لہٰذا لوگوں کو قیام اللیل کی پابندی کرنی چاہیے۔

۲۔ تعلق باللہ اور دینی رفعت و بلندی کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بھائی کو جہاد فی سبیل اللہ کا اور آپ کو ان کی معاونت کا موقع فراہم کرے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۴۔ صالحین کا ساتھ نصیب ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ البتہ اطاعت اللہ اور اطاعت الرسول ﷺ میں کچھ کمی ہے اسے پورا فرمائیں۔

۵۔ ﴿ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾[التوبة:۱۰۲][''اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے اقراری ہیں جنہوں نے ملے جلے عمل کیے تھے کچھ بھلے اور کچھ برے، اللہ سے اُمید ہے کہ ان کی توبہ قبول فرمائے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔'']

س:...... خواب یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں ایک بہت دہشت ناک اور بہت بڑا کتا مجھے کاٹنے کے لیے میرے ساتھ چمٹ جاتا ہے اور کاٹنے کی کوشش کرتا ہے، میرے ہاتھ میں اُسترا ہے اور میں اس کے گلے پر چلا دیتا ہوں اور وہ یک دم زمین پر گر جاتا ہے۔

استاذ محترم! اس سے پہلے دو تین بار یہ کتا میں نے خواب میں دیکھا تھا مجھے کاٹنے کی کوشش کرتا ہے لیکن میں بچ جاتا ہوں۔

ج:......آپ کو اللہ تعالیٰ نے کسی گندے اعتقاد، قول، عمل یا معاملے سے بچا لیا ہے یا بچا لے گا۔ ان شاء اللہ سبحانہ و تعالیٰ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے آپ وفاء کا خون کر رہے ہوں یا آیندہ کریں۔ ١٠/ ٤/ ١٤٢٤ھ

س:......بعد نمازِ فجر دیکھا میں ایک گولی چوس کر ہوا میں اُڑتا ہوں، پریوں کے دیس میں چلا جاتا ہوں اور پھر وہاں سے ابابیل نما پرندہ اپنے دامن میں سمیٹ کر واپس آتا ہوں اور پرندہ مجھ سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے مگر میں نے اس کو اپنے دامن میں قابو کر رکھا ہے۔ (ابو جابر، ایبٹ آباد)

ج:......اشارہ ہے کہ تہجد باقاعدگی سے پڑھا کریں۔ ١٠/ ٣/ ١٤٢٢ھ

س:......میں نے خواب میں بے شمار لوگوں کو نماز پڑھائی جو کہ نمازِ عشاء ہے۔ امام صاحب سے تعارف نہ تھا مگر انہوں نے مجھے جماعت کروانے کے لیے مصلی کی طرف اشارہ کیا، نیز پہلی صف میں کھڑے احباب میں میرے ایک دوست نعیم الرحمٰن ہیں جو فی الحال سرگودھا کے مرکز الدعوۃ کی طرف سے مسؤل ہیں اور حافظ عبدالرحمٰن مکی صاحب کو دائیں طرف دیکھتا ہوں۔

۲۔ میری ملاقات میرے والد گرامی اور علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ، حبیب الرحمٰن یزدانی شہیدؒ سے ہوئی، اکٹھے کھانا کھایا۔ (ابوبکر حازمی، امریکہ)

ج:......دونوں خوابوں میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے دین کا کوئی کام لیں گے۔ ١٢/ ٧/ ١٤٢٢ھ

س:......میں جامعہ میں پڑھتی ہوں تو اُدھر رات کو مجھے خواب آیا کہ جامعہ کی ساری لڑکیاں مجھے تنگ کرتی ہیں، تو مجھے ایک آواز آتی ہے یہ پتہ نہیں چلا کہ اُن لڑکیوں میں سے کسی کی تھی یا کسی اور کی تھی آواز آتی ہے کہ اسے تنگ نہ کرو اس کا ذکر یا تعلق اللہ کے نبی ﷺ کی صحابیات میں ہوتا ہے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔

اور ایک سوال جنات کے متعلق:......

کیا جنات انسان میں داخل ہو کر بولتے بھی ہیں؟ اور کیا کسی عامل سے تعویذ لے کر پینا جائز ہے یا نہیں؟

ج:......یہ خواب دیکھنے والی خاتون نیک ہے، اسے چاہیے نیکی میں مزید اضافہ کرے۔

جن اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں نار وآگ سے پیدا فرمایا ہے ❶

[﴿ وَالْجَآنَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴾[الحجر: ٢٧] ''اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا۔'']

انسان کو تنگ بھی کر سکتے ہیں، انسان کے اندر داخل ہو کر یا داخل ہوئے بغیر بول سکتے ہیں۔ تعویذ رسول اللہ ﷺ

سے ثابت نہیں۔ واللہ اعلم

س:...... میرے والد فوت ہو گئے ہیں، وہ خواب میں اس طرح نظر آئے کہ وہ اپنی پوتی کو گود میں اُٹھائے بیٹھے ہیں اور انگوٹھے کے ساتھ والی اُنگلی شہادت والی اُنگلی سے دودھ نکل رہا ہے۔

۲۔ کبھی وہ خواب میں بیمار نظر آتے ہیں۔

۳۔ کبھی وہ اچھے صحت منداور سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ (سجاد الرحمٰن شاکر)

ج:...... اشارہ ہے وہ عالم برزخ میں خوش وخرم ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۲۔ اشارہ ہے کہ وہ تندرست وباعافیت ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۳۔ اشارہ ہے ان کا انجام بہت اچھا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

س:...... گزارش ہے کہ مجھے دو تین قسم کے خواب اکثر آتے رہتے ہیں:

۱۔ ایک دفعہ رات میں نے دیکھا کہ تا حد نگاہ سمندر کے اوپر چھت ہے صرف ایک چھوٹا سا ڈھکنا چھوڑا گیا ہے میں نے اس کو اٹھایا تو نیچے ایک بہت بڑا سانپ تھا میں نے اس کو پھر بند کر دیا۔

۲۔ پھر میں نے ایک دفعہ دیکھا ایک سانپ تقریباً چھ فٹ کا تھا میں نے اس کو مار دیا ہے۔

۳۔ پھر ایک دفعہ دیکھا کہ تقریباً ایک ایکڑ زمین میں سانپ ہی سانپ ہیں، میں نے تقریباً ۸۰ یا ۹۰ سانپ مار دیے پھر میں وہاں سے آ گیا۔

۴۔ ہمارا ایک بھائی جو تین ماہ پہلے گھر سے وادی کے لیے گیا تھا لیکن ذکی صاحب سے اجازت نہ ملنے پر اور ٹریننگ کروانے کے حکم پر وہاں رہا۔ میں نے اس دو ماہ میں آٹھ دفعہ دیکھا کبھی ٹریننگ کرواتے، کبھی دعوت دیتے اور کبھی گھر میں پھر دو ماہ بعد گھر آیا۔ [پھر چلا گیا میں وادی میں جا رہا ہوں مجھے ایک ماہ میں چھ دفعہ اسی طرح ملا ہے کبھی جنگ کرتے ہوئے کبھی گھر میں۔]

اس وقت تک وہ سیکٹر پر تھا اس نے فون کیا کہ میں دو تین دن تک وادی میں جا رہا ہوں فون کیے دس بارہ دن ہو چکے ہیں۔

۵۔ میرا ایک کلاس فیلو وادی میں گرفتار ہوا میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ پاکستان آ چکا ہے لیکن وہ اصل میں گرفتار ہی ہے۔

ج:...... نمبر ۱، نمبر ۲، نمبر ۳ میں آپ کو توجہ دلائی گئی ہے دینی وایمانی کمزوری وکوتاہی کو دور کرو اور بری مجالس میں نہ بیٹھا کرو نیز دشمن گھات میں ہے اس سے بچاؤ کی تیاری اور فکر کرو۔

۴۔ایک دفعہ گھر ضرور آئے گا۔ان شاء اللہ العزیز۔

۵۔دشمن کی قید سے رہا ہو کر اپنے وطن آئے گا۔ان شاء اللہ العزیز۔ واللہ اعلم ۲۲/ ۷/ ۱۴۲۱ھ

س:......میرے تین چار دوستوں نے خواب میں مجھ کو دیکھا ہے کہ میں نے داڑھی کٹوادی ہے میری بیوی نے بھی خواب میں اسی طرح دیکھا۔اس خواب کی کیا تعبیر ہوگی؟

ج:......کوئی دینی خامی ہے جسے دور کرنا آپ کے لیے ضروری ہے۔ ۱۴/ ۸/ ۱۴۲۱ھ

س:......خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ اپنے گھر میں بکرا ذبح کر رہا ہوں۔ پھر جب مسجد میں نماز پڑھنے جاتا ہوں تو وہاں بھی بہت زیادہ بکرے ہیں اور اُن میں ایک بہت خوبصورت بکرا ہے۔میں ایک لڑکے سے پوچھ رہا ہوں کہ یہ کسی نے صدقہ دیا ہے۔وہ لڑکا اس خوبصورت بکرے کو ذبح کرنے لگتا ہے تو میں اُسے روکتا ہوں کہ میں ذبح کرتا ہوں جب میں بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھری پھیر دیتا ہوں اور کھال بھی اُتارتا ہوں تو میری آنکھ کھل جاتی ہے،آپ مہربانی فرما کر اس خواب کی تعبیر بتادیں۔ (عبدالحمید چنے والے،نکا چوک،گوجرانوالہ)

ج:......اشارہ ہے کہ آپ یا آپ کی اولاد سے کوئی دین کی خاطر کوئی مالی یا جانی قربانی دے چکے ہیں یا آیندہ مستقبل میں اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائیں گے ان شاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ ۱۲/ ۱/ ۱۴۲۴ھ

س:......خواب نمبر۱:...... ہمارا ایک کھیت ہے اس کو پانی میری بیگم لگا رہی ہے کھیت کا کچھ حصہ پانی سے بھرا ہوا ہے اور باقی کو پانی لگ رہا ہے۔قریب ہماری ایک بطخ پھر رہی ہے کہ اچانک ایک چیل آتی ہے ایسے محسوس ہوتا ہے وہ کھیت کے ہمسایوں کا کوئی جانور ہے وہ ہماری بطخ کو قریب گندے پانی کی نالی میں ڈبو رہی ہے بیگم مجھے پکار پکار کر بتا رہی ہے اور ساتھ ہنس بھی رہی ہے لیکن میں خاموشی سے دیکھ رہا ہوں اور بیگم سے پانی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں کل کھیت کہاں تک پانی سے بھرا تھا اور آج کہاں سے شروع ہوگا،اس کے بعد بیدار ہو جاتا ہوں اور وضو کر کے تہجد پڑھنا شروع کر دیتا ہوں۔

خواب نمبر۲:...... میں اپنے کھیت میں آموں کے درخت جو کہ دو یا تین عدد ہیں جاتا ہوں کھیت میرا ہے لیکن رکھوالی میرے تایازاد کا بیٹا اور اس کا بیٹا یعنی بھتیجا کر رہا ہے۔قریب میرا بیٹا کھیل رہا ہے،ابھی پونے دو سال عمر ہے اور نام ہے محمد۔رشتے دار بہنیں وغیرہ بھی موجود ہیں خاص دوست بھی موجود ہیں کہ اچانک بیٹے کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے پیچش،کھانسی،اُلٹیاں اور سینے کی درد وغیرہ۔ڈاکٹر آتا ہے کہتا ہے فوری خون کی ضرورت ہے سب خون دینے کے لیے تیار ہیں خاص کر دوست فوراً اپنے اپنے بازو آگے بڑھاتے ہیں لیکن ڈاکٹر اچانک میرا ہاتھ پکڑتا ہے اور

خلافِ قانون ہاتھ کی اندروالی سائیڈ یعنی تلی میں انگوٹھے کے قریب موٹے ماس سے فوراً ایک بڑا سرنج خون کا نکال لیتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے میں روئی سے اس جگہ کو دبا کر رکھتا ہوں پھر وہ ٹھیک ہو جاتی ہے بچہ بھی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ یادرہے کھیت ہمارا ضلع گوجرانوالہ میں ہے چاہیے والا گاؤں میں لیکن جو ڈاکٹر علاج کرتا ہے وہ فیصل آباد میں رہتا ہے یہ بھی بات سامنے رکھیں، ہم بھی مستقل طور پر رہائش فیصل آباد میں اختیار کر چکے ہیں۔ ساتھ کوئی ایسی کتاب کا نام بتائیں جس میں خوابوں کی تعبیروں کے بارے میں آدمی جان سکے یعنی اس علم میں ماہر ہو سکے کتاب اُردو میں ہونی چاہیے۔

نوٹ:...... خواب نمبر۲ میں ایک بات رہ گئی وہ یہ ہے کہ میں آموں کے درخت کے نیچے سے ایک بڑا آم اُٹھاتا ہوں ایک اور پڑا ہے بھائی کہتا ہے یہ بھی اُٹھالے لیکن میں نہیں اُٹھاتا اور درخت پر ایک بڑے آم کی طرف دیکھتا ہوں جو آم اُٹھاتا ہوں وہ میں کھاتا بھی ہوں۔

ج:...... خواب نمبر۱، خواب نمبر۲ دونوں خوابوں کی تعبیر یہی فی الحال ذہن میں آ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا میں ترقی عطا فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ البتہ اس سلسلہ میں کچھ آزمائش ہے جس سے آپ بال بال بچ جائیں گے۔ ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔

تعبیر رؤیا کے موضوع پر ابن سیرین کی کتاب قدیم ومشہور ترین ہے اس کا مطالعہ فرمائیں پھر کتب احادیث میں ایک مستقل عنوان ہوتا ہے ''کتاب تعبیر الرؤیا'' اس کا مطالعہ بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ ٢٦ / ٢ / ١٤٢٤ھ

س:...... میں اپنے دوستوں سے ملنے جاتا ہوں اور ہم پروگرام بناتے ہیں شکار کا۔ جب ہم شکار کھیلنے جاتے ہیں تو پہلے پہل ہمیں کوئی شکار نہیں ملتا۔ کافی دیر تک ہم تلاش کرتے رہتے ہیں، پھر ہم لوگ مشورہ کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر اور دیکھتے ہیں اگر کوئی شکار ملتا ہے تو ٹھیک ہے نہیں تو چلتے ہیں۔

ابھی ہم یہ باتیں کر ہی رہے ہوتے ہیں کہ یکا یک شمال کی جانب سے ایک خوبصورت مور نمودار ہوتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس کو شکار کرتے ہیں کہ اچانک ایک اور مور مغرب کی جانب سے نمودار ہوتا ہے دونوں مور کافی بلندی پر ایک دوسرے سے ملتے ہیں میرے ہاتھ میں گن ہے اور میں انہیں شکار کرنا چاہتا ہوں کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ہماری قومی کرکٹ ٹیم کے کھلاڑی وسیم اکرم، شاہد آفریدی اور وقار یونس بھی اُن موروں کے ساتھ اُسی بلندی پر موجود ہیں۔

لیکن مجھے اُن کھلاڑیوں سے کوئی دلچسپی نہیں مجھے تو صرف موروں کو شکار کرنے سے دلچسپی ہے۔ میرے پاس ایک ہی گولی ہوتی ہے۔ خیر میں گن سیدھی کرتا ہوں اور نشانہ لے کر فائر کر دیتا ہوں۔ لیکن گولی کے شرلے میری آنکھوں کے سامنے شکار تک پہنچنے سے پہلے ہی نیچے گر جاتے ہیں مور اور کھلاڑی گولی چلنے کے بعد بھی اپنی جگہ پر ہی

رہتے ہیں۔ اس پر میرا ایک دوست کہتا ہے کہ اس کے پاس ایک گولی ہے وہ گھر جا کر تلاش کرتا ہے لیکن اُسے نہیں ملتی اور اس کے بعد آنکھ کھل جاتی ہے۔

خواب نمبر ۲: دوسرا خواب کچھ اس طرح ہے:......

کہ میں اپنی ماں، نانی، ممانی اور کزن کے شکنجے میں بے بس پڑا ہوا ہوں۔ یہ سب لوگ مجھے مارنا چاہتے ہیں میں منہ سے بھی کچھ نہیں بولتا، اور مزاحمت بھی نہیں کر سکتا۔ اس طرح کوئی مجھے ٹھوکریں مارنے لگتا ہے کوئی ڈنڈوں سے مجھ پر حملہ کر دیتا ہے، جبکہ میری ماں چھری لے آتی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ لوگ مجھے مار مار کر ادھ موا کر دیتے ہیں مجھ میں سکت نہیں رہتی۔ مجھے بہت زخم لگتے ہیں اور کپڑے سارے پھٹ جاتے ہیں اتنے میں میرے دائیں کندھے کے نزدیک ایک زخم ہے وہاں پر میری نانی مرچیں لگانا شروع کر دیتی ہے جس سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ میں بہت چلاتا ہوں لیکن کسی کو مجھ پر رحم نہیں آتا۔ تھوڑی دیر گزرتی ہے کہ مجھے بھاگنے کا موقع ملتا ہے لیکن طاقت نہ ہونے کی وجہ سے میں بھاگ نہیں سکتا، کچھ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد میں دیوار کی دوسری طرف گر جاتا ہوں اور گرتا گردن کے بل ہوں لیکن مجھے کچھ نہیں ہوتا۔ ساتھ ہی ایک گھر میں میں پناہ لیتا ہوں، وہ لوگ مجھے پناہ دیتے ہیں۔ میری نانی ماں اور کزن بہت زور لگاتے ہیں کہ وہ مجھے گھر سے نکال دیں لیکن وہ ایسا نہیں کرتے اور اس طرح میں اُن کی پناہ میں محفوظ ہوتا ہوں اور میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

ج:......اس میں آپ کے اندر دینی و دنیاوی اُمور میں کمی وکوتاہی کی طرف اشارہ ہے۔ لہٰذا آپ دینی و دنیاوی اُمور میں محنت و مستعدی سے کام لیں، کاہلی و سستی کمی وکوتاہی اور لاپرواہی سے اجتناب فرمائیں۔

۲۔ اس میں آپ کے اپنے اقرباء رشتہ داروں کے ساتھ بر و احسان، حسن معاملہ اور حسن سلوک سے پیش آنے میں کمی وکوتاہی یا آپ کے اقرباء رشتہ داروں کے دین سے دور ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ لہٰذا آپ اور آپ کے رشتہ دار اپنی اپنی اصلاح فرمالیں۔ واللہ اعلم ١٨/ ٤/ ١٤٢٤ھ

س:......میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک باغ میں ہوں، باغ میں تمام درخت ایک سائز کے ہیں اور شاید ہر درخت کے نیچے ایک نوجوان لڑکا ہے، میں ایک درخت کے پاس جاتی ہوں تو اس درخت والا نوجوان لڑکا مجھے کہتا ہے کہ میرے سونے کے پر ہیں اگر کہو تو دکھاؤں؟ میں اُسے کہتی ہوں کہ دکھاؤ؟ پھر وہ لڑکا بیٹھا تو درخت کے نیچے ہوتا ہے لیکن پتہ نہیں وہ کیا کرتا ہے جہاں درخت کا تنا ختم ہوتا ہے اور شاخیں شروع ہوتی ہیں وہاں پر دو سونے کے پر ہوتے ہیں جو چوڑائی میں کم اور لمبائی میں تقریباً تین چار ہاتھ ہوتے ہیں۔ وہ بنا

شروع کر دیتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ سونا جھڑ رہا ہو، بہت خوبصورت ہوتے ہیں، پھر میں آگے چلی جاتی ہوں وہاں پر ایک بہت بڑا درخت ہوتا ہے جیسے چیڑ کا یا بہت بڑی ٹاہلی کا درخت اس پر ایک آدمی ہوتا ہے وہ نیچے کی جانب جھک کر مجھ سے بہت سی باتیں کرتا ہے جو مجھے بھول گئی ہیں، پھر وہ یا کوئی اور زیادہ مجھے یاد ہے کہ بڑے درخت والا ہی آدمی مجھے ایک پھل دیتا ہے تقریباً ایک عام سیب کے سائز کا سبز رنگ کا۔ جب میں اُسے پکڑتی ہوں تو اتنے بڑے سائز کا ہو جاتا ہے جیسے کوئی بڑا سا تربوز ہو، اس کا رنگ سبز ہی رہتا ہے، بمشکل میں اُسے اُٹھاتی ہوں اور گھما گھما کر دیکھتی ہوں اور کہتی ہوں کہ کہیں دیکھا ہوا ہے اور اس کا نام بھی یاد نہیں آتا تو میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

۲۔ خواب میں میں نے دیکھا کہ ہم سب چھت پر ہیں تو آندھی والا موسم ہو رہا ہے اور میرا دوپٹہ گلابی رنگ کا وہ کسی اونچی جگہ پر اڑ گیا ہے اور ہوا اُسے اُڑا رہی ہے میں لمبے بانس کے ذریعے اُسے اُتار لیتی ہوں، پھر ہم سب نیچے آ جاتے ہیں، میں اپنا دوپٹہ بھی لے آتی ہوں تو تیز آندھی پھر بارش آ جاتی ہے۔ بارش اتنی تیز ہے جتنا کوئی تصور کر لے۔ میں کہتی ہوں کہ اوپر سیڑھیوں کا دروازہ بند کر آؤں، سیڑھیاں چڑھتی ہوں تو سیڑھیوں کے درمیان میں ہی بارش سے بھیگ جاتی ہوں اور جب دروازے پر پہنچتی ہوں تو مکمل بارش سے نہا جاتی ہوں، جب چھت کو دیکھتی ہوں تو بارش سے بھری ہوئی ہے اور آسمان سے پانی کی دھاریاں گر رہی ہوتی ہیں۔ بارش میں بھیگنے سے میرا رنگ بہت سفید چمکنے لگ جاتا ہے میں اپنے جسم اور چہرے کی طرف دیکھتی ہوں تو میری نظر نہیں ٹھہرتی، اتنا میرا رنگ سفید اور چمکتا ہے کہ نیچے آ کر میں سب سے کہتی ہوں کہ میری طرف دیکھو میرا رنگ کتنا سفید ہے۔ میری آنکھ کھل گئی۔

دو خواب میں نے یہ بھی دیکھے کہ بہت سفید رنگ کے کپڑے پہنے ہیں تو کوئی کہتا ہے کہ اس کے چہرے کا رنگ دیکھو کتنا نکھر گیا ہے۔

خواب نمبر۳:...... یہ خواب میں نے فجر کی نماز اور قرآن مجید پڑھنے کے بعد سوگئی پھر دیکھا۔ خواب میں دیکھا کہ اپنی بھتیجی قیصریٰ جو کہ تقریباً ۱۰ ماہ کی ہے اُٹھائے ہوئے جا رہی ہوں راستے میں آگے سے کچھ بھینسیں آ رہی ہیں، ان میں ایک گائے کا بچہ دور سے مجھے مارنے کے ارادے سے آگے بڑھتا ہے۔ میں اسے دیکھ کر جلدی سے ایک گھر میں داخل ہو جاتی ہوں، وہ بھی میرے پیچھے ہی آ جاتا ہے اور مجھے مارنے کے لیے آگے بڑھتا ہے میں جلدی سے ایک لمبی سی لکڑی پکڑ کر اُسے مارنے لگتی ہوں اور اتنا مارتی ہوں کہ وہ پھر چھپنے کے لیے جگہ ڈھونڈتا ہے اور میں اُسے مسلسل مارے جا رہی ہوں۔ قیصریٰ کو بھی میں نے اُٹھایا ہوا ہے اور مار کھاتے وقت وہ اپنی شکلیں تبدیل کرتا ہے

،کبھی گائے کا بچھڑا ہی اور کبھی کالے سے رنگ کا چھترا یا پتہ نہیں کیا بہت بڑا بن جاتا ہے، پھر جب میں اُسے چھوڑتی ہوں تو وہ پھر مجھے مارنے کے لیے تیار ہوتا ہے کہ میرا دھیان کہیں اور ہو تو وہ موقعہ پا کر مجھے مارے یعنی کہ وہ مجھے مارنے کا ارادہ ترک نہیں کرتا، اس کی یہ کیفیت دیکھ کر میں اُسے پھر مارنا شروع کر دیتی ہوں۔ اور مسلسل مار رہی ہوں وہ میرے قریب بھی نہیں آسکا، ایک ٹکر بھی نہیں مار سکا اور میں اُسے مسلسل مار رہی ہوں کہ میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

یہ بھی بتائیں کہ کالی بھینس مارنا چاہے اور پیچھے بھاگے اور انسان بچ جائے تو اس کی کیا حقیقت ہے؟

کیا سر کے درمیان میں مانگ نکالنا فرض ہے؟

ج:...... تینوں خوابوں کی تعبیر کا خلاصہ یہ ہے کہ جن کو یہ خواب دکھائے گئے ہیں وہ نیک ہیں، البتہ انہیں آئندہ کے لیے قیام اللیل کی پابندی کرنی چاہیے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ سر کے درمیان مانگ نکالا کرتے تھے۔ [1] واللہ اعلم ۱۰/ ۷/ ۱۴۲۳ھ

س:...... جناب میری عمر بیس (۲۰) سال ہے میں نے پچھلی رات کو ایک عجیب خواب دیکھا، خواب میں، میں نے دیکھا کہ میں پیشاب کر رہا تھا، جب پیشاب ختم ہو گیا تو بعد میں میں نے دیکھا کہ پیشاب والی جگہ سے خون جاری ہوا۔

۲۔ دوسرا خواب مجھے کچھ اس طرح آیا کہ میرا ایک دوست ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ان کی شادی پر گیا ہوں، بارات بھی کافی تھی تو جب ہم لڑکی کے گھر پہنچے تو اُدھر بالکل اطلاع نہیں تھی۔

ج:...... آپ کوئی کام خلافِ فطرت کر رہے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں لہٰذا اس کام کو نہ کریں ورنہ انجام خطرناک ہوگا۔

۲۔ آپ کا دوست کوئی شادی یا کوئی اور کام خلافِ فطرت کر رہا ہے یا کرنا چاہتا ہے لہٰذا وہ اس کام کو نہ کرے ورنہ انجام ذلت و رسوائی، جگ ہنسائی کا سامنا کرنا ہوگا۔ واللہ اعلم ۱۷/ ۷/ ۱۴۲۳ھ

س:...... خواب یہ ہے کہ ایک لڑکا جس کا نام محمد ہے اور اس کے والد صاحب وفات پا چکے ہیں۔

محمد نے خواب میں اپنے والد کو دیکھا کہ وہ میرے گلے کے ساتھ لگ کر رو رہا ہے۔ اور کچا گوشت اس کے ساتھ ہے۔ جس کو اس نے میرے سامنے رکھ دیا۔

ج:...... خواب دیکھنے والے محمد صاحب کے والد غیبت و نمیمہ کے عادی تھے اس لیے محمد کو چاہیے کہ حسب استطاعت و توفیق والد کی طرف سے صدقہ کرے، ان کے لیے استغفار و دعاء کرے اور اگر اسے معلوم

---

[1] بخاری/ کتاب اللباس/ باب الفرق۔

ہوتو نام لے کر ورنہ نام لیے بغیر ان سب کے لیے استغفار و دعاء کرے جن کی ان کے والد غیبت کیا کرتے تھے۔

٢٩/ ٨/ ١٤٢٣ھ

س:...... خواب کچھ اس طرح ہے کہ:

کشمیر کی بابری مسجد کے مینار کے ساتھ ایک بڑا سا رسہ لٹک رہا تھا اور اس کے ساتھ ایک مسلمان کو باندھا ہوا تھا۔ اور اُس کو ایک کالا سا یہودی مار رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص گھوڑے پر آ تا ہے اور اس یہودی کو اپنی تلوار کے وار سے مار ڈالتا ہے۔ اور اس نے سفید رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور اس شخص کے ہاتھ میں جو تلوار تھی اس پر جہاد لکھا ہوا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس یہودی کو مارنے والا کون تھا۔ تو لوگ کہنے لگے کہ یہ حضور ﷺ تھے۔

۲۔ دوسری بات مجھے خواب آیا کہ میرا بھائی تبلیغ اسلام کر رہا ہے۔ اور بہت سے لوگ انہیں مارتے ہیں کہ تم اسلام کی تبلیغ کیوں کر رہے ہو، اور جب اُسے مار رہے ہوتے ہیں تو میری نیند کھل گئی۔

اس سے پہلے میں نے یہ بھی دیکھا کہ بھائی کشمیر گیا ہے۔

میں الحمد للہ ٹی وی جیسی لعنت دیکھنے سے پرہیز کرتی ہوں، لیکن ایک دن دیکھ لیا تھا۔ اس رات مجھے یہ خواب آیا کہ:

ہم تین دوستیں ایک جوہڑ کے کنارے بیٹھی ہوئی ہیں۔ اُن دونوں نے جوہڑ کے پانی میں اپنے پاؤں ڈبوئے ہیں لیکن میں نے نہیں ڈبوئے کیونکہ میں اُسے دیکھتی ہوں تو وہ بہت ہی گہرا ہوتا ہے۔ اور میں اُسے دیکھنا نہیں چاہتی اور اُن دونوں سے کہتی ہوں کہ تم کو ڈر نہیں لگ رہا۔ بعد میں میں اُس میں گرنے لگتی ہوں تو پتہ نہیں کون مجھے بازو سے پکڑ کر بچا لیتا ہے۔ وہ دونوں نہیں بچاتیں پتہ نہیں کون تھا۔ پھر میں اُدھر بہت زیادہ سانپ دیکھتی ہوں، چھوٹے چھوٹے بے شمار سانپ اور آتے ہوئے ایک سانپ مجھے ہلکا سا ڈستا ہے اور اس کی درد بھی نہیں ہوتی۔ اور میرے ماموں میرا پیر ٹھیک کر دیتے ہیں۔

ج:...... (۱) جہادِ کشمیر کتاب وسنت کی رُو سے درست ہے۔ تمام اہل اسلام کا فرض ہے کہ کشمیری مسلمانوں کی مدد کریں۔

(۲) آپ اور آپ کا خاندان دین کی تبلیغ نشر واشاعت میں مصروف ہے۔ اس سلسلہ میں جو تکالیف و مشکلات آئیں انہیں برداشت کریں اور صبر سے کام لیں وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ

الْاُمُوْرِ [لقمان:۱۷]["اور جو مصیبت تم پر آ جائے صبر کرنا (یقین مان) کہ یہ (بڑی) ہمت کے کاموں میں سے ہے۔"]

۳۔ایک دفعہ ٹی، وی دیکھنے کا انجام آپ کو بتایا گیا ہے اور تنبیہ کی گئی ہے کہ آئندہ ٹی وی اور اس قسم کی اشیاء نہ دیکھنا ورنہ انجام بہت برا ہوگا۔العیاذ باللہ۔ واللہ اعلم ۳۰/ ۸/ ۱۴۲۳ھ

س:......آج سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ میں بیت اللہ شریف کی زیارت کر رہا ہوں اور یہی ایک ہی خواب تقریباً پانچ دفعہ نظر آیا۔ (روح الأمین، بلتستانی)

ج:......آپ کے خواب کی تعبیر ناقص علم کے مطابق یہ کہ اللہ تعالیٰ عنقریب یا عنبعید آپ کو بیت اللہ الحرام کی زیارت سے مشرف فرما دیں گے عمرہ کی صورت ہو یا حج کی صورت میں۔ان شاء اللہ الحنان۔لہٰذا آپ ابھی سے کوشش شروع کر دیں۔ورنہ اللہ تعالیٰ کسی عظیم نیکی سے آپ کو سرفراز فرمائیں گے۔ان شاء اللہ الرحمٰن

۳/ ۶/ ۱۴۲۳ھ

س:......خوابوں کی تعبیر کے بارے میں رہنمائی کریں کہ کس کتاب کی مدد سے یہ علم تعبیر الرؤیا ممکن ہے۔ خواب کے اندر پھل مثلاً امرود دیکھنا کیسا ہے؟ (محبوب الٰہی)

ج:......ابن سیرین کی کتاب "تعبیر الرؤیا" پر اچھی ہے اس کی شرح بھی ہے کہیں سے مل جائے تو اس کا مطالعہ فرمالیں، خواب میں پھل کھانا کشادگی رزق اور حسن عاقبت کی طرف اشارہ ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۱۰/ ۳/ ۱۴۲۴ھ

کتاب الاعتصام ...... کتاب وسنت کی پیروی کا بیان

س:...... اہل حدیث کے اُصول کیا ہیں جیسا کہ احناف کے اُصول یعنی ادلۃ شرعیۃ ، کتاب وسنت ، اجماع ، قیاس اور استحسان وغیرہ۔ اس طرح اہل حدیث کے اصول کیا ہیں؟ (محمد بشیر الطیب ، کویت)

ج:...... شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مایہ ناز کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں ان اصولوں کو تفصیل سے ذکر فرمایا ہے ، آپ حجۃ اللہ سے المبحث السابع کا باب الفرق بین اہل الحدیث وأصحاب الرأی پڑھ لیں ، اطمینان ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

اہل حدیث اور اہل رائے کے درمیان فرق

تو جان لے کہ بے شک سعید بن مسیّب زہری اور ابراہیم کے عہد میں اور مالک ، سفیان ثوری کے زمانہ میں اور ان کے بعد بھی ایسی قوم تھی کہ وہ دینی مسائل میں خوض بالرائے کو برا سمجھتے تھے اور فتویٰ دینے اور مسئلہ کا استنباط کرنے میں بہت خائف رہتے تھے ، جب نہایت ہی ضرورت پیش آتی اور کوئی چارہ کار نہ ہوتا تو پھر استنباط کرتے تھے اور ان کا سب سے بڑا اہتمام یہ تھا کہ وہ حدیث کو روایت کر دیں۔

رائے کے بارے سلف کے اقوال:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک بار کسی چیز کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں کہ کسی ایسی چیز کو تیرے لیے جائز کر دوں جسے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر حرام کیا ہو یا کسی ایسی چیز کو حرام کر دوں جو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر حلال کی ہو۔ [1]

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! آزمائش کے آنے سے پہلے اس کی تفتیش نہ کرو ، مسلمانوں میں ہمیشہ ایسے لوگ ہوتے رہیں گے جب ان سے سوال کیا جائے گا اس کا مسکت جواب دیتے رہیں گے۔ [2]

اور اس کے قریب قریب عمر ، علی ، ابن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے ایسے مسائل میں گفتگو کرنا جو ابھی

---

[1] سنن دارمی/باب من هاب الفتيا وكره التنطع والتبرع۔ [2] سنن دارمی/باب من هاب الفتيا وكره التنطع والتبرع۔

نازل نہیں ہوئے کراہت مروی ہے۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جابر بن زید سے کہا تھا تو بصرہ کے فقہاء سے ہے ہمیشہ فتوی قرآن ناطق یا سنت ماضیہ کے مطابق دینا اگر تو ایسا نہ کرے گا تو خود بھی ہلاک ہو جائے گا اوروں کو بھی ہلاک کر دے گا۔ ❶

ابونضرہ کہتے ہیں جب ابوسلمہ بصرہ آئے تو میں اور حسن بصری ان کی ملاقات کے لیے گئے، انہوں نے حسن بصری کے لیے فرمایا: حسن بصری آپ ہیں؟ بصرہ میں تیری ملاقات سے زیادہ مجھے کسی کی ملاقات کا شوق نہیں تھا۔ اور یہ شوق اس لیے تھا کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ تو اپنی رائے سے مسئلہ کا جواب دیتا ہے آئندہ قرآن وحدیث کے علاوہ اپنی رائے سے فتویٰ نہ دینا۔ ❷

ابن منکدر فرماتے ہیں کہ عالم اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہوتا ہے پس اسی لیے وہ اپنی نجات کا کوئی طریقہ تلاش کرے۔ ❸

رائے سے فتویٰ دینے کی کراہت:

امام شعبی سے سوال کیا گیا جب تم سے مسائل پوچھے جاتے تو تم کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: تم نے اس کے واقف سے یہ بات دریافت کی ہے جب کسی شخص سے سوال کیا جاتا تھا تو وہ اپنے پاس والے عالم سے پوچھ لیتا تھا اس کا جواب دے ایسے ہی وہ شخص دوسرے کو کہتا اور آہستہ آہستہ پہلے عالم کی طرف انتہا ہو جایا کرتی تھی۔ ❹

امام شعبی کا قول ہے یہ علماء جو بات رسول اللہ ﷺ سے تجھے بیان کریں اس پر عمل کرو اور جو کچھ اپنی رائے سے کہیں اسے پائخانہ میں پھینک دو۔ ❺ ان تمام آثار کو دارمی نے نقل کیا ہے۔

حدیث وآثار کی کتابت:

اسی اہتمام حدیث کی وجہ سے بلاد اسلام میں حدیث وآثار کی تدوین شروع ہوگئی اور جا بجا کتابیں اور نسخے مرتب ہونے لگے، اہل روایت میں سے کم ہی ایسے علماء تھے جن کی کوئی تصنیف نہ ہو اس وقت کی ضرورت نے ایسی حالت پیدا کر دی تھی کہ اس وقت کے بلند پایہ علماء نے تمام ممالک حجاز، شام، عراق، مصر، یمن اور خراسان میں سفر کیا اور کتابوں اور نسخوں کو متفرق موقعوں سے فراہم کیا، غریب احادیث اور آثار نادرہ کی تلاش میں کافی خوض کیا،

---

❶ سنن دارمی/باب الفتياء و ما فيه من الشدة۔
❷ سنن دارمی/باب الفتياء و ما فيه من الشدة۔
❸ سنن دارمی/باب من هاب الفتياء و كره التنطع والتبرع۔
❹ سنن دارمی/باب من هاب الفتياء و كره التنطع والتبرع۔
❺ سنن دارمی/باب فی كراهية أخذ الرأی۔

ان کے اس اہتمام سے وہ احادیث اور آثار مجتمع ہو گئے جو اس سے پہلے جمع نہ ہو سکے تھے اور ان کے لیے وہ سامان مہیا ہو گیا جو ان سے پہلے کسی کے لیے مہیا نہ ہوا تھا اور بہت سی حدیثیں ان کے پاس کثرت طرق سے جمع ہو گئیں حتی کہ ان کے پاس ایسی حدیثیں بکثرت تھیں جو سو سو طریقوں سے مروی تھیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بعض طریقوں سے ان اُمور کا انکشاف ہو گیا جو دوسرے طرق میں نامعلوم تھے اور ان علماء نے ہر ایک حدیث کا درجہ معلوم کر لیا کہ کونسی حدیث غریب ہے اور کونسی مستفیض ہے اور حدیث کے متابعات اور شواہد میں غور کرنے کا انہیں خوب موقعہ میسر آیا اور انہیں بکثرت صحیح حدیثوں کا پتہ چل گیا جو پہلے اہل فتویٰ کے دور میں ظاہر نہ ہوئی تھیں۔

زیادہ علم رکھنے والے اہل حدیث ہیں:

امام شافعی نے امام احمد سے کہا کہ صحیح حدیث کا علم تمہیں ہم سے زیادہ ہے جو حدیث صحیح ہو وہ ہمیں بتا دیا کریں تا کہ میں اسی کو اپنا مذہب قرار دوں چاہے وہ حدیث کوفی ہو شامی ہو یا بصری، اسے ابن ہمام نے نقل کیا ہے۔ امام شافعی نے امام احمد کو یہ بات اس لیے کہی کہ بہت سی احادیث ایسی ہی تھیں جسے صرف ایک ایک شہر کے راوی نقل کیا کرتے تھے۔ مثلاً وہ احادیث جنہیں صرف شام اور عراق کے محدثین روایت کیا کرتے ہیں بعض ایسی احادیث بھی تھیں جنہیں صرف ایک خاندان کے لوگ روایت کرتے تھے جیسے بریدہ کا نسخہ ابو بردہ کی روایت سے ابو بردہ نے اسے ابو موسیٰ سے روایت کیا ہے اور عمرو بن شعیب کا نسخہ اپنے باپ کی روایت سے اور ان کے باپ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور بعض صورتیں ایسی تھیں کہ بعض صحابہ قلیل الروایت اور گمنامی کی حالت میں تھے ان سے بہت کم لوگوں نے حدیث کو روایت کیا، اس لیے ایسی حدیثوں سے عام مفتی غافل رہے تھے۔

اور ان کے پاس تمام شہروں کے فقیہ صحابہ و تابعین کے آثار جمع ہو گئے اور متقدمین کی حالت ہی یہ تھی کہ وہ صرف اپنے شہر اور اپنے درجہ کے لوگوں کی حدیثیں جمع کر سکتے تھے، نیز پہلے علماء اسماء الرجال اور راویوں کے درجۂ عدالت کا اندازہ ان اُمور سے کر لیا کرتے تھے جو ان کو حالت کے مشاہدہ اور قرائن کے تتبع سے معلوم ہو جایا کرتے تھے لیکن اب اس طبقہ کے علماء نے اس فن میں نہایت غور کیا اور اسے مدون کر کے اور بحث و تفتیش کر کے ایک مستقل فن بنا دیا اور احادیث کے صحیح اور غیر صحیح قرار دینے میں باہم مناظرے کیے گئے اس طرح اس تدوین اور مباحث کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان حدیثوں کا فیصلہ ہو گیا جن کا متصل یا منقطع ہونا پہلے مخفی تھا۔

کبار محدثین کا طبقہ:

اوراب اس طبقہ میں محدثین تقریباً چالیس ہزار احادیث کی روایت کرتے تھے۔امام بخاری کی نسبت یہ امر درست ہے کہ انہوں نے چھ لاکھ احادیث سے صحیح بخاری کو مختصر کیا ہے اور ابوداؤد کی نسبت بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ پانچ لاکھ احادیث سے انہوں نے اپنی سنن کو مرتب کیا ہے اور امام احمد نے اپنی مسند کو احادیث نبویہ کے پہچاننے کے لیے میزان قرار دیا ہے کہ جو حدیثیں اس مسند میں موجود ہیں اگرچہ ان کی روایت ایک ہی طریقہ سے ہو ان کے لیے کوئی نہ کوئی اصل ہے اور جو اس میں نہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔

اس طبقہ کے نامور علماء یہ ہیں:

عبدالرحمٰن بن مہدی، یحییٰ بن سعید قطان، یزید بن ہارون، عبدالرزاق، ابوبکر بن ابی شیبہ، مسدد، ہناد، احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ، فضل بن دکین، علی بن مدینی اوران کے دیگر ہم رتبہ محدثین۔

طبقات محدثین میں پہلا نمونہ:

طبقات محدثین میں یہ پہلا نمونہ ہے جب محققین اہل حدیث نے فن روایت اور درجات حدیث خوب مکمل کر لیے تو اس کے بعد ان کی توجہ فقہ کی طرف مائل ہوئی، انہوں نے جب دیکھا کہ بہت سی احادیث اور آثار فقہاء کے ہر ایک مذہب کے مخالف ہیں اسی وجہ سے متقدمین نے کسی خاص امام کی تقلید پر اتفاق نہیں کیا بلکہ انہوں نے احادیث نبوی صحابہ، تابعین اور مجتہدین کے آثار کو تلاش کیا اور اوروں کے لیے انہوں نے ایسے قواعد کی بنیاد رکھی جن کو اپنے ذہنوں میں انہوں نے خوب راسخ کر لیا تھا، میں تیرے لیے ان قواعد کو چند آسان تقریروں میں بیان کرتا ہوں:

ترجیحی بنیادوں پہ اتباع کیے گئے قواعد:

ان کا مسلک یہ تھا کہ جب تک کسی مسئلہ کا حکم قرآن سے ثابت ہو تو کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے اور اگر قرآن میں مسئلہ کا حکم مختلف الوجوہ ہو تو اس کا فیصلہ احادیث سے کرنا چاہیے اور جب قرآن میں انہیں کوئی حکم نہیں ملتا تھا تو حدیث رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے تھے، خواہ وہ حدیث مستفیض ہوتی جس پر فقہاء عمل کر چکے ہوتے یا کسی خاص شہر کے علماء یا کسی خاندان کے علماء یا کسی خاص طریقہ سے وہ مروی ہوتی، خواہ صحابہ وفقہاء نے اس پر عمل کیا ہوتا یا نہ کیا ہوتا کسی مسئلہ میں جب انہیں کوئی حدیث مل جاتی تو اس کے بعد پھر اس کے مخالف کسی اثر یا کسی اجتہاد کا اتباع نہیں کیا کرتے تھے۔

جب کسی مسئلہ میں کتاب وسنت سے نص نہ ملے:

جب نہایت کوشش اور تتبع احادیث کے بعد اس مسئلہ میں حدیث نہیں ملتی تھی تو اس وقت صحابہ یا تابعین میں سے ایک جماعت کی اقتداء کرتے تھے اس میں انہیں کسی قوم یا کسی شہر کی قید نہ تھی جیسا کہ ان کے قدماء کا طریقہ تھا ایسی صورت میں اگر جمہور خلفاء اور فقہاء کا اتفاق تھا تو وہ اطمینان کافی کے قابل تھا اور اگر وہ مسئلہ مختلف فیہ ہوتا تو ایسے شخص کے قول کو ترجیح دیتے تھے جو علم وورع، کثرت ضبط یا اسے ان میں شہرت کی وجہ سے فوقیت ہوا کرتی تھی۔

اور اگر اس مسئلہ میں ایک ہی قوت کے دو قول ہوا کرتے تو وہ مسئلہ ذات القولین رہا کرتا تھا اور اگر ان اُمور کی تتبع متعذر ہوتی تھی تو اس وقت کتاب وسنت کی عام تعبیروں میں ان کے ایماء واقتضاء میں غور کیا کرتے تھے اور جب دو مسئلوں میں ایک جیسی حالت ہوتی تھی تو مسئلہ کو نظیر مسئلہ پر محمول کر لیا کرتے تھے اس میں قواعد اُصولی کے پابند نہ تھے بلکہ جس طریقے سے اطمینانی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی اسی سے فیصلہ کر لیا کرتے تھے جیسا کہ تواتر کے لیے راویوں کی تعداد میزان نہیں ہے بلکہ اس کے لیے میزان وہ یقین ہے جو لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جایا کرتا ہے صحابہ کے حالات میں ہم اُس معیار کا ذکر کر چکے ہیں۔

یہ اصول متقدمین کے برتاؤ سے مستخرج ہیں:

اور یہ تمام اُصول متقدمین کے برتاؤ اور ان کی تصریحات سے مستخرج تھے۔ میمون بن مہران سے منقول ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو وہ قرآن میں اس کے دعوے کا جواب تلاش کیا کرتے تھے اور اگر قرآن میں اس کا جواب نہ ملتا اور اس کے متعلق ان کو کوئی حدیث معلوم ہوتی تو ویسا ہی فیصلہ کرتے اور اگر قرآن وحدیث سے وہ مسئلہ کا حل معلوم نہ کر سکتے تو باہر جا کر مسلمانوں سے دریافت کرتے کہ ایسا ایسا دعویٰ میرے سامنے پیش ہوا ہے تم میں سے کسی کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ کیا تھا؟ کبھی کبھا ایسا ہوتا کہ تمام لوگ بول اُٹھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ فیصلہ فرمایا تھا تب وہ فرماتے الحمد للہ ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال محفوظ ہیں اور جب کسی طرح حدیث سے بھی مسئلہ کا حل معلوم نہ ہوتا تب معتمد اور عمدہ لوگوں کو جمع کرتے ان سے مشورہ لیتے جب کسی مسئلہ پر تمام کا اتفاق رائے ہو جاتا تو اس کے موافق فیصلہ کرتے تھے۔ ❶

❶ سنن دارمی/باب الفتیاء و ما فیہ من الشدۃ۔

قاضی شریح کی طرف عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مکتوب:

قاضی شریح سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو تحریر کیا تھا کہ قرآن میں سے جو حکم تجھے معلوم ہو تو اس کے موافق فیصلہ کرنا ایسا نہ ہو کہ لوگ تجھے اس سے دور رکھیں اور اگر ایسا مسئلہ پیش ہو جس کا حکم قرآن میں نہ ملے تو حدیث کی تلاش کر کے اس کے موافق فیصلہ کرنا اور اگر قرآن و حدیث میں اس کا حکم نہیں ہے تو اس قول کی طرف دیکھنا جس پر لوگوں نے اتفاق کیا ہو اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا اور اگر قرآن و حدیث میں اس مسئلہ سے خاموشی ہے اور تم سے اگلے لوگوں نے بھی اس میں سکوت کیا ہے تو دو میں سے ایک کو اختیار کرنا اگر چاہو تو اپنی رائے سے اجتہاد کرنا اور اگر چاہو تو اجتہاد کرنے میں تاخیر کرنا اور میں تمہارے لیے اس تاخیر کو پسند کرتا ہوں۔

قضاۃ کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں ہم پر ایسا زمانہ گزرا ہے کہ ہم کسی مسئلہ میں فتویٰ نہیں دیتے تھے نہ ہی ہم اس درجہ تک پہنچے تھے، اللہ نے مقدر کیا تھا کہ ہم کو اس درجہ تک پہنچا دیا۔ جسے تم دیکھتے ہو اس لیے آج سے جس کے سامنے کوئی فیصلہ پیش ہو تو وہ کتاب اللہ کے موافق اس کا فیصلہ کرے، اگر کتاب اللہ میں اس کا جواب نہ ہو تو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو اس کے موافق حکم دے، پس اگر کتاب وسنت میں اس کا فیصلہ نہ ہو تو جیسا صالحین اُمت نے حکم دیا ہو اس کے مطابق حکم دے اور اپنی طرف سے نہ کہے کہ میں اس میں خوف کھاتا ہوں اور میں اسے پسند کرتا ہوں اس لیے کہ حرام و حلال واضح ہیں اور حلال اور حرام کے درمیان متشابہ اُمور ہیں اس لیے مشتبہ کو ترک کر کے یقینی کو اخذ کرے۔ ❶

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ دینے کا انداز:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قاعدہ تھا جب ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا اور اس کا حکم قرآن میں ہوتا تو اسی کے موافق فیصلہ کرتے تھے، اگر قرآن میں اس کا حکم نہ ملتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم ثابت ہوتا تو وہی بیان کر دیتے ورنہ جو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے حکم دیا ہوتا وہ بیان کر دیتے اور اگر ان سے بھی کوئی حکم ثابت نہ ہوتا تو تب جا کر اپنی رائے سے اس کا جواب دیتے۔ ❷ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرمایا کرتے تھے کیا تمہیں اس بات کا خوف نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے یا زمین میں دھنسا دے تم کہتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا اور

❶ سنن دارمی /باب الفتیاء و ما فیه من الشدة۔

❷ سنن دارمی /باب الفتیاء و ما فیه من الشدة۔

فلاں شخص نے یوں فرمایا۔

قتادہ سے روایت ہے کہ ابن سیرین نے ایک شخص کے سامنے حدیث بیان کی تو اس نے کہا فلاں صاحب یوں کہتے ہیں تب ابن سیرین نے کہا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور تم اس پر کہتے ہو فلاں نے یوں کہا۔

جہاں قرآن آجائے وہاں کسی کی رائے کی کوئی قدر نہیں:

اوزاعی سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے لکھ دیا تھا کہ کتاب اللہ میں کسی کو رائے دینے کا حق نہیں ہے، ائمہ صرف ان ہی اُمور میں رائے دے سکتے ہیں جن کا حکم قرآن میں نازل نہ ہوا ہو اور نہ ہی حدیث میں اس کا حکم ہو جس کو رسول اللہ ﷺ نے مقرر کیا ہو، اس میں کسی رائے کو دخل نہیں ہے۔ اعمش نے کہا ابراہیم کا یہ قول تھا کہ مقتدی امام کی بائیں جانب کھڑا ہوا کرے، میں نے سمیع زیّات سے بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتدی کو دائیں جانب کھڑا کیا تھا۔ ابراہیم نے اسی کو اختیار کر لیا، شعبی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ان کے پاس آکر مسئلہ دریافت کیا، یحییٰ نے جواب دیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کا یہ جواب دیا کرتے تھے، اس نے کہا: آپ مجھے اپنی رائے بتائیں۔ شعبی نے کہا تم اس شخص پر تعجب نہیں کرتے۔ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے خبر دے رہا ہوں اور یہ مجھ سے میری رائے کے بارے میں سوال کر رہا ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے راگ کا گانا اس سے بہتر لگتا ہے کہ میں اپنی رائے ظاہر کروں۔ [1] یہ تمام آثار دارمی نے بیان کیے ہیں۔

پیغمبر ﷺ کی بات کی موجودگی میں کسی کی رائے کا اعتبار نہیں:

ترمذی [2] نے ابوسائب سے روایت کی ہے کہ ہم امام وکیع کے پاس تھے، انہوں نے ایک شخص کو کہا جو رائے کو دخل دیتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اشعار کیا۔ اشعار اونٹ کی دائیں جانب کوہان کو لوہے کی چیز سے زخمی کرنا ہے۔ اور ابوحنیفہ کہتے ہیں اشعار مثلہ ہے۔ اس شخص نے کہا: ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ اشعار مثلہ ہے۔ ابوسائب کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ وکیع یہ سنتے ہی اس شخص پر غصہ میں آگئے اور کہا: میں تجھے کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اور تو کہتا ہے ابراہیم کا یہ قول ہے تو اس قابل ہے کہ تجھے قید کر دیا جائے اور جب تک اپنے قول سے باز نہ آئے رہا نہ کیا جائے۔

---

[1] سنن دارمی/باب التورع عن الجواب فیما لیس فیه کتاب ولا سنة۔

[2] جامع ترمذی/ابواب الحج/باب ما جاء فی اشعار البدن۔

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء، مجاہد اور مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے قول کو اختیار اور رد نہ کر سکیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے علاوہ۔

کوئی مسئلہ واقع نہیں ہوا مگر اس طبقہ نے اس کے لیے حدیث یا اثر کو پالیا:

جب علماء نے فقہ کو ان قواعد کے لحاظ سے مرتب کر دیا تو ان مسائل میں سے جن میں قدماء نے کلام کیا تھا یا جو اس موجودہ زمانے میں پیش آئے تھے کوئی مسئلہ ایسا نہ تھا جس کے متعلق کوئی حدیث مرفوع، متصل، مرسل یا موقوف صحیح یا حسن یا قابل اعتبار بہم نہ پہنچی ہو یا شیخین اور دیگر خلفاء یا قضاۃ اور فقہاء بلاد کے کسی اثر کا پتہ نہ لگایا ہو یا عموم و ایماء واقتضاء سے اس کا سراغ نہ لگایا گیا ہو، اس طرح اللہ تعالیٰ نے علماء کے لیے سنت پر عمل کرنا آسان کر دیا۔

روایت وعلم کے اعتبار سے احمد بن حنبل کا مقام اس طبقہ میں سب سے بڑا ہے:

اس زمانہ کے علماء میں سے نہایت عظیم المرتبت اور وسیع الروایت حدیث سے سب سے زیادہ واقف فقہ میں سب سے زیادہ غائر النظر امام احمد بن حنبل تھے رحمہ اللہ تعالیٰ۔ امام احمد بن حنبل کے بعد اسحاق بن راھویہ کا مرتبہ ہے۔ اس طریق پر فقہ کو ترتیب دینے کے لیے بکثرت احادیث وآثار جمع کرنے کی ضرورت تھی یہاں تک کہ امام احمد سے دریافت کیا گیا کہ فتویٰ دینے کے لیے ایک لاکھ حدیثیں کافی ہو سکتی ہیں انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر کہا گیا: پانچ لاکھ کفایت کر سکتی ہیں؟ انہوں نے کہا: مجھ کو اُمید ہے کہ اتنی کفایت کر سکیں۔ غایت المنتہی میں اس کو ذکر کیا ہے۔ امام احمد کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ فقاہت کے ساتھ فتویٰ دینے کے لیے اتنی حدیثیں کافی ہیں۔

جمع حدیث کا دوسرا دور:

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا دور پیدا فرمایا۔ انہوں نے اپنے اصحاب کو دیکھا کہ حدیث کی محنتوں سے انہوں نے اور لوگوں کو فارغ کر دیا ہے۔ فقاہت کا سامان کر چکے ہیں، تفقہ میں انہی کے قواعد کا لحاظ رکھا اس لیے ان پچھلے لوگوں نے دوسرے فنون کا رُخ کیا، صحیح حدیثوں کو بالکل ممیّز کر دیا، جو کبرائے اہل حدیث کے نزدیک متفق علیہ صحیح ہے، مثلاً یزید بن ہارون، یحییٰ بن سعید قطان، احمد، اسحٰق اور ان کے ہم رتبہ لوگوں نے ان کو صحیح مانا۔ فقہ کے متعلق ان احادیث کو جمع کیا جن پر بلاد اسلامی کے علماء وفقہاء نے اپنے اپنے مذہب کی بنیاد قائم کی تھی اور جو حدیث جس درجہ کی مستحق تھی اس پر وہی حکم لگایا اور شاذ ونوادر حدیثوں کو جمع کیا جنہیں سابقین نے روایت نہیں کیا تھا اور ان طرق کا انکشاف کیا جنہیں قدماء نے طرق کے انداز میں بیان نہیں کیا تھا، ایسی احادیث میں وہ حدیثیں بھی ظاہر ہوئیں جن

میں اتصال یا علو اسناد کا وصف تھا یا ان کی روایت فقیہ نے فقیہ سے یا حافظ حدیث نے حافظ حدیث سے کی تھی یا اس کے علاوہ اور مطالب علمی ان میں مندرج تھے، اس منصب کے محدثین میں، بخاری، مسلم، ابوداؤد، عبد بن حمید، ابن ماجہ، ابویعلیٰ، ترمذی، نسائی، دارقطنی، حاکم، بیہقی، خطیب، دیلمی، ابن عبدالبر اور ان کے ہم مثل لوگ ہیں۔

مصنفین میں سب سے زیادہ عالم اور مشہور:

میرے نزدیک وسعت علمی میں سب سے زیادہ نافع مصنف اور سب سے زیادہ مشہور تر چار اشخاص ہیں جن کا زمانہ قریب قریب ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری:

سب سے اوّل ابوعبداللہ بخاری ہیں ان کی غرض یہ تھی کہ تمام ایسی احادیث کا مجموعہ خالص کر دیں جن میں صحیح، مستفیض اور متصل ہونے کے اوصاف ہیں اور ان احادیث سے فقہ، سیرت اور تفسیر کو مستنبط کریں، اس لیے انہوں نے اپنی جامع صحیح کو تصنیف کیا اور جس شرط پر تصنیف کی تھی اس کو پورا کر دیا، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ایک صالح شخص نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو محمد بن ادریس کی فقہ میں مشغول ہو گیا ہے اور میری کتاب کو تو نے چھوڑ رکھا ہے۔ اس شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی کونسی کتاب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صحیح بخاری اور مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ صحیح بخاری کی مقبولیت اور شہرت ایسی ہوئی ہے کہ اس سے زیادہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔

مسلم بن حجاج نیشاپوری:

دوسرے مصنف مسلم نیشاپوری ہیں۔ انہوں نے بھی یہی قصد کیا کہ متفق علیہ حدیثوں کو خالص کر دیں، جن پر محدثین نے اتفاق کیا ہو اور وہ متصل مرفوع کے درجہ کی ہوں، ان سے دینی احکامات مستنبط ہو سکیں اور یہ بھی انہوں نے قصد کیا کہ احادیث کو قریب الفہم کر دیں اور استنباط مسائل میں ان سے آسانی ہو سکے اس لیے انہوں نے نہایت مکمل ترتیب دی اور ایک ہی موقع پر ہر حدیث کے تمام طرق کو جمع کر دیا تاکہ نہایت صراحت کے ساتھ اختلاف متون اور تفرق اسانید کا اظہار ہو جائے تمام مختلف احادیث کو یکجا کر دیا تاکہ عربی زبان کے واقف کے لیے عذر کا کوئی موقع نہ رہے تاکہ وہ حدیث سے اعراض کر کے دوسری طرف متوجہ نہ ہو سکے۔

ابو داؤد اشعث بن سلیمان سجستانی:

تیسرے مصنف ابو داؤد سجستانی ہیں۔ ان کا قصد یہ تھا کہ ایسی احادیث جمع کی جائیں جن سے فقہاء استدلال کرتے ہیں، فقہاء میں ان کا تذکرہ رہتا ہے اور علماء بلاد نے ان احادیث کو احکام کی بنیاد قرار دیا ہے، اس مقصد کی بناء پر انہوں نے اپنی سنن کو تصنیف کیا اور اس میں صحیح، حسن، لین اور قابل عمل حدیثیں جمع کر دیں۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں ایسی کوئی حدیث جمع نہیں کی ہے جس کے ترک کرنے پر سب کا اتفاق ہو جو حدیث ضعیف تھی اس کا ضعف اور جس حدیث میں کوئی خدشہ یا علت کی بات تھی اس کی وجہ علت، صاف بیان کر دی۔ حدیث میں خوض کرنے والا اس وجہ کو خوب سمجھ سکتا ہے، ہر حدیث میں انہوں نے اس مسئلہ کو بیان کر دیا جسے کسی عالم نے مستنبط کیا تھا اور کسی کا وہ مذہب قرار پایا تھا اسی لیے غزالی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ مجتہد کے لیے ان کی کتاب کافی ہے۔

ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی:

چوتھے مصنف ابو عیسیٰ الترمذی ہیں، انہوں نے شیخین بخاری و مسلم کے طریقوں کو پسندیدہ صورت میں جمع کر دیا جہاں ان دونوں نے صاف صاف بیان کیا یا ابہام رکھا تھا، دونوں کو عمدہ شکل میں کر دیا اور اس لیے کہ ہر ایک صاحب مذہب کے مسائل کو مفصل بیان کر دیا اور ابو داؤد کے مقاصد کی بھی تکمیل کر دی ہے، دونوں طریقوں کی جامعیت کے بعد ان پر یہ اضافہ کر دیا کہ صحابہ، تابعین اور فقہاء امصار کے مذاہب کو پورا پورا بیان کر دیا، اس لیے ایک جامع کتاب کو انہوں نے ترتیب دے دیا اور لطیف انداز میں طرق حدیث کو مختصر کر دیا، ایک طریقہ کا ذکر کر کے دوسرے کی طرف اشارہ کیا ہے اور ہر ایک حدیث کی حالت، بتا دی ہے کہ کونسی صحیح اور حسن ہے اور کونسی ضعیف یا منکر ہے اور ہر ایک حدیث کی وجہ ضعف بیان کر دی ہے تا کہ طالب حدیث کو اپنے مقصود میں پوری بصیرت حاصل ہو جائے اور جو احادیث قابل اعتماد نہیں ان کا پورا اندازہ کر سکے اور حدیث مستفیض اور غریب کی تصریح کر دی، ہر ایک صحابی اور فقیہ کا مذہب نقل کر دیا ہے اور جس شخص کا نام معلوم کرنے کی ضرورت تھی اس کا نام بتا دیا اور جس کی کنیت کی ضرورت تھی اس کی کنیت بتا دی اور علماء میں سے کسی کی نسبت کوئی امر پوشیدہ نہیں رکھا، اس واسطے علماء کا قول ہے کہ یہ کتاب مجتہد اور مقلد دونوں کو کفایت کرتی ہے۔

محدثین کے مقابلہ میں ان علماء کا پیدا ہونا جو روایت حدیث سے تو ڈرتے تھے لیکن فتویٰ دینے میں نہیں گھبراتے تھے:

امام مالک، سفیان ثوری اور ان کے بعد ان محتاط لوگوں کے مقابلہ میں ایسے علماء بھی تھے جو مسائل بیان کرنے کو ناپسند نہ سمجھتے تھے اور نہ ہی فتویٰ دینے میں ان کو کوئی باک تھا، وہ کہتے تھے کہ دین کی بناء فقہ پر ہی ہے، اس لیے اس کی اشاعت ضروری ہے، یہ علماء حدیث بیان کرنے اور رسول اللہ ﷺ تک سلسلہ روایت پہنچانے سے خوف کھاتے تھے، یہاں تک کہ شعبی نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے ورے کے لوگ روایت کے لیے مجھے زیادہ اچھے معلوم ہوتے ہیں اگر حدیث میں کوئی کمی وبیشی ہوگی تو اس کے ذمہ دار وہی لوگ رہیں گے جو نبی ﷺ سے ورے ہیں۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں کہوں عبداللہ نے یہ کہا اور علقمہ کا یہ قول ہے، اور ابن مسعود جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث بیان کرتے تو ان کا چہرہ بدل جاتا تھا۔ اس وقت وہ کہتے تھے نبی ﷺ نے ایسا ہی یا اس کی مثل فرمایا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے جب انصار کی ایک جماعت کو کوفہ بھیجا تو ان سے فرمایا تم کوفہ کو جاتے ہو وہاں تم ایسے لوگوں سے ملو گے جو قرآن کو رقت سے پڑھتے ہیں، وہ تمہارے پاس آ کر کہیں گے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آئے ہیں، تب وہ تم سے حدیثیں دریافت کریں گے، تم رسول اللہ ﷺ سے احادیث کی روایت بہت کم کرنا۔ ابن عون کہتے ہیں شعبی کے پاس جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو وہ بہت ہی احتیاط کیا کرتے تھے اور ابراہیم برابر اس میں گفتگو کرتے تھے۔ ان تمام آثار کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

احادیث کے ساتھ قلت اہتمام کا سبب:

اس وجہ سے حدیث، فقہ اور مسائل کو مدون کرنے کی دوسری طرز کی ضرورت پڑی، ان کے پاس اتنی احادیث اور آثار نہ تھے جن سے وہ لوگ فقہ کو ان اصولوں کے موافق مستنبط کر سکتے جن کو اہل حدیث نے پسند کیا تھا اور علمائے بلاد کے اقوال میں غور اور بحث میں ان کو کشادہ دلی نہ تھی اور اپنے اپنے اماموں سے متعلق ان کا یہ اعتقاد تھا کہ وہ تحقیق کے بلند مقام پر فائز ہیں اور سب سے زیادہ ان کا میلان اپنے اساتذہ کی طرف تھا جیسے علقمہ کا قول ہے کہ کوئی عالم عبداللہ سے زیادہ قابل اعتماد نہیں اور ابوحنیفہ کا قول ہے کہ ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور اگر صحابیت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں کہتا کہ علقمہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ فقیہ ہیں۔

تخریج کے قاعدہ پر فقہ کی ترتیب:

لیکن ان علماء کے ذہن میں فطانت اور سرعت انتقال ایسی تھی جس سے وہ مسائل کا استخراج بخوبی کرتے تھے اور اپنے اصحاب کے اقوال سے اسے خوب پیوند لگاتے تھے اور جو چیز جس کی پیدائش میں ہوا کرتی ہے وہی اس کے لیے آسان ہو جایا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴾ [الروم:۳۲]

''ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے۔''

اس طرح ان علماء نے تخریج کے قاعدہ پر فقہ کی ترتیب دی ہر شخص اس کی کتاب کو محفوظ رکھتا تھا جو ان کے اصحاب کی زبان اور اقوال علماء کا زیادہ واقف اور ترجیح میں زیادہ درست رائے ہوا کرتا تھا، اس لیے ہر مسئلہ میں وہ حکم کی وجہ میں غور کر سکتا تھا جب کسی عالم سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ اپنے اصحاب کے واضح اقوال میں غور کرتا جو اسے حفظ ہوتے تھے اگر ان میں جواب مل جاتا تو فبہا ورنہ ان کے عموم کلام کو دیکھتا اور اس عموم سے مسئلہ کا حکم اخذ کر لیتا یا کسی کلام کے اشارۂ ضمنی سے حکم کو مستنبط کر لیتا۔

کبھی کبھار بعض کلام میں کوئی اشارہ یا اقتضاء ہوا کرتی تھی اس سے امر مقصود سمجھ آ جایا کرتا تھا۔ اور کبھی کسی مصرح مسئلہ کی کوئی نظیر ہوا کرتی تھی اسی نظیر پر اصل مسئلہ کو حمل کر لیا کرتے تھے۔ اور کبھی انہوں نے مصرح حکم کی علت میں غور کیا اور اسی علت کو غیر مصرح حکم میں ثابت کر دیا۔

اور کبھی اس عالم کے اس مسئلہ میں دو قول ہوا کرتے تھے اگر ان کو قیاس اقترانی یا شرطی کے ہم شکل کر لیتے تو مسئلہ کا جواب اس سے حاصل ہو جاتا تھا۔

اور کبھی ان کے کلام میں ایسے اُمور ہوتے جو مثال اور تقسیم سے معلوم ہوتے تھے لیکن ان کی تعریف جامع اور مانع معلوم نہ ہوتی اس لیے ان فقہاء نے اصل زبان کی طرف رجوع کیا اور اس چیز کے ذاتیات معلوم کرنے کی کوشش کی اور ان کی تعریف جامع و مانع مرتب کر دی اور ان میں جو ابہام تھا اسے ضبط میں لے آئے اور مشکل کو ممیّز کر دیا۔

اور کبھی ان کی کلام میں چند وجوہ کا احتمال ہوتا انہوں نے دو احتمالوں میں سے ایک کو متعین کر دیا اور کبھی دلائل کا انداز ایسا نہ ہوتا جس سے نتیجہ صاف نکلتا، انہوں نے ان دلائل کو بخوبی بیان کر دیا اور کبھی بعض اصحاب التخریج اپنے ائمہ کے فعل اور سکوت وغیرہ سے استدلال کیا کرتے تھے۔

مذہب میں مجتہدین:

ان طریقِ مذکورہ کا نام تخریج تھا اور اسی کے متعلق کہا کرتے تھے کہ فلاں شخص نے قول کو اس طرح خارج کیا ہے یا فلاں مذہب کے موافق یا فلاں قاعدہ کے موافق یا فلاں شخص کے قول کے موافق مسئلہ کا جواب اس اس طرح ہے اور ان کے تخریج کرنے والوں کو مجتہدین فی المذہب کہتے تھے اور جس کا یہ قول ہے کہ جس نے مبسوط کو یاد کرلیا وہ مجتہد ہے اس سے وہی اجتہاد مراد ہے جو تخریج سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر چہ ایسے شخص کو روایت کا علم بالکل نہ ہو اور ایک حدیث بھی اس کو نہ آتی ہو اسی طرح ہر ایک مذہب میں تخریج واقع ہوئی اور اس کی کثرت ہوگئی، اس کے بعد جس مذہب کے پیروکار زمانہ میں مشہور ہو گئے اور قضاء اور فتویٰ ان پر مفوض ہوا۔ ان لوگوں میں ان کی تصانیف مشہور ہو گئیں۔ انہوں نے عام مواد پر درس دینا شروع کیا، وہ مذہب اطراف عالم میں پھیل گیا اور ہمیشہ اس کی شہرت بڑھتی گئی اور جس مذہب کے پیرو گم نام ہوئے اور قضاء اور فتویٰ کی خدمت ان میں نہ رہی لوگوں نے ان میں رغبت نہ کی وہ چندروز بعد نابود ہوگیا۔

س:..... منکرین حدیث کا گروہ ایک فتنہ ہے، مہربانی کر کے ناطقہ بند ٹھوس دلائل ارسال کردیں۔ (قاسم بن سرور)

ج:..... اس کے لیے آپ سید مسعود بی ایس سی کی کتاب ''تفہیم اسلام'' اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیلانی کی کتاب ''آئینۂ پرویزیت'' کا خوب گہرا مطالعہ فرمائیں، ان دونوں کتابوں میں ناطقہ بند ٹھوس قسم کے کافی دلائل آپ کو مل جائیں گے۔ ان شاء اللہ الحنان۔ ۱۴۲۰/۱۰/۸ھ

س:..... کیا حدیث وحی ہے؟ اس کے دلائل لکھیں۔

۲۔ کیا وحی کا اخفاء جائز ہے؟ اس کے دلائل لکھیں۔

۳۔ قرآن مجید کی کسی آیت کو اس وجہ سے چھپانا کہ لوگوں کو سمجھ نہیں آئے گی جائز ہے؟ یا نہیں؟

۴۔ وحی کی تقسیم متلو اور غیر متلو کے حوالے سے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۵۔ حضور ﷺ کے کچھ کاموں پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا، کیا وہ وحی کے بغیر کیے گئے تھے یا ان کا کیا مقصد جیسے ﴿ لِمَ تُحَرِّمُ..... ﴾ [التحریم: ۱] ''اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کردیا ہے اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں۔''] ، ﴿ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ..... ﴾ [التوبۃ: ۴۳] [''اللہ نے آپ کو معاف کیا۔ تو نے انہیں کیوں اجازت دے دی بغیر اس کے کہ تیرے سامنے سچے لوگ کھل جائیں اور تو جھوٹے لوگوں کو بھی

جان لے۔''] وغیرہ

۶۔ تفہیم اسلام اور آئینہ پرویزیت، فتنۂ انکارِ حدیث وغیرہ میں تسلی بخش جواب نہیں مل سکا یا مجھے سمجھ نہیں آئی۔

۷۔ کچھ وحی کی تلاوت پر ثواب ہے اور کچھ پر ثواب نہیں؟ ایسے بیان کیا جاتا ہے کیا حقیقت میں ایسا ہے یا نہیں؟

(قاسم بن سرور)

ج:...... باستثناء ان اُمور کے جن کا کتاب وسنت میں وحی نہ ہونا آچکا ہے تمام حدیث اور سنت وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ [النجم: ۳،۴] [''اور نہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں، وہ تو صرف وحی ہے جو اُتاری جاتی ہے۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوْحٰى إِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ﴾ [الأعراف: ۲۰۳] [''آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے۔''] پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنْ أَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ ﴾ [الأنعام: ۵۰] [''میں تو صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ [النسآء: ۸۰] [''جو رسول کی اطاعت کرے اسی نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔'']

۲۔ وحی کے اخفاء سے کیا مراد ہے۔

۳۔ یہ چھپانا ہے ہی نہیں۔ چھپانے کا مطلب ہے کسی کو بھی نہ بتانا۔

۴۔ ﴿ أُتْلُ مَآ اُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ ﴾ [العنکبوت: ۴۵] [''جو کتاب آپ کی طرف اُتاری گئی ہے اسے پڑھو۔'']، ﴿ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ﴾ [الکهف: ۲۷] [''تیری جانب جو تیرے رب کی کتاب وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ۔''] اور ﴿ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ ﴾ [الجمعة: ۲] [''پڑھتا ہے ان پر اس کی آیات۔''] وغیرها من الآیات سے ماخوذ ہے۔

۵۔ اس کا جواب نمبر ۱ میں بیان ہو چکا ہے۔

۶۔ امید ہے بندۂ فقیر الی اللہ الغنی کے جواب سے تسلی ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ العزیز۔

۷۔ نہیں! تمام وحی کی تلاوت پر اجر وثواب ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ﴾ [الانعام: ۱۶۰] [''جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس گنا ملیں گے۔'']

س:...... محترم حافظ صاحب شکر گڑھ سے ایک رسالہ نکلتا ہے اس میں غیر مقلدین سے بارہ سوال پوچھے ہوئے ہیں

ان کے جواب بمعہ حوالہ تحریر فرمادیں۔ (ظفر اقبال، ضلع نارووال)

ج:......جن سوالات کے جوابات آپ نے پوچھے ہیں ان کے جواب اہل حدیث کی طرف سے دیے جا چکے ہیں، چنانچہ ہمارے محترم مولانا فاروق اصغر صاحب صارم خطیب جامع مسجد اہل حدیث علم دین صاحب والی المعروف ٹاہلی والی قبرستان روڈ، گوجرانوالہ حفظہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ طبع فرما کر تقسیم کر دیا ہے آپ بھی ان سے کچھ نسخے منگوالیں۔

[صوفی محمد عباس رضوی خطیب واہنڈو کی طرف سے کیے گئے سوالات اور استادِ محترم فضیلۃ الشیخ مولانا محمد فاروق اصغر صاحب صارم کی طرف سے مفصل جوابات درج ذیل ہیں:

بالترتیب جوابات

سوال نمبر ۱:......کیا نبی اکرم ﷺ نے نمازِ وتر میں بعد از رکوع عام دعا کی طرح ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی ہے یا آپ ﷺ نے حکم فرمایا ہے؟

جواب:......قنوتِ وتر میں دعا مانگنا رسول اللہ ﷺ سے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح ثابت ہے۔ رکوع سے پہلے قنوت وتر کی دعا مانگنا رسول اللہ ﷺ کا عمل ہے جب کہ رکوع کے بعد قنوتِ وتر کی دعا مانگنا رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔ حکم والی روایت کی صورت یعنی رکوع کے بعد قنوت وتر کی دعا پڑھنا ہمارے ہاں زیادہ بہتر ہے۔ (دیکھئے: کتب اُصول حدیث) اب دونوں روایتوں کی تفصیل سنیے:

حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قنوتِ وتر رکوع سے پہلے کیا۔

(ابو داؤد / مع العون: ۱ / ۵۳۸) [1]

حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وتر کی دعا سکھائی ((اللّٰھم اھدنی فیمن ھَدَیْت.........)) اور کہا یہ دعا اس وقت مانگنا جب (قیام و رکوع ادا کر لو) صرف سجدہ کرنا باقی رہے۔ کلمات یہ ہیں: ((اذا رَفَعْتُ رَأسِیْ وَلَمْ یَبْقَ اِلَّا السُّجودُ)) (رواہ الحاکم: ۳/ ۱۷۲ و سنن البیھقی: ۳/ ۳۸) علامہ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے: ارواء الغلیل: ۲/ ۱۶۸

باقی رہا ہاتھ اُٹھا کر دعا قنوت مانگنے کا مسئلہ تو سنن بیہقی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت انس رضی اللہ عنہ

[1] ابو داؤد / کتاب الصلاۃ / باب القنوت فی الوتر

نے دیکھا صبح کی نماز میں آپ نے قنوت کیا، دونوں ہاتھوں کو اُٹھایا ہوا تھا اور جنہوں نے آپ کے صحابہ کو شہید کر دیا تھا آپ ان پر بددعا کر رہے تھے۔ (سنن بیہقی: ۲/ ۲۱۱)

وضاحت:...... دونوں قنوت ہیں۔ دونوں نماز کے اندر ہیں۔ ایک قنوت میں ہاتھ اُٹھانے کی وضاحت آ گئی تو دوسرے قنوت میں بھی اسی شکل کو ہی اختیار کرنا مناسب ہوگا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ کسی بھی مرفوع صحیح حدیث میں نہیں آیا کہ آپ ﷺ نے جنازہ میں سبحانك اللھم پڑھا ہو یا تلقین فرمائی ہو اس کے باوجود فرض نماز کی طرح جنازہ کو نماز سمجھتے ہوئے ہم اور آپ بھی سبحانك اللھم پڑھ لیتے ہیں۔

سوال نمبر ۲:...... کیا نبی اکرم ﷺ نے نمازِ جنازہ کی تمام تکبیرات میں رفع الیدین کرنے کا حکم فرمایا ہے یا آپ ﷺ نے خود نمازِ جنازہ کی تمام تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین فرمایا ہے؟

جواب:...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنازہ کی ہر تکبیر پر رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (العلل لدارقطنی)

اس روایت کے متعلق شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔ عمر بن شبہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ بحوالہ حاشیہ فتح الباری: ۳/ ۱۹۰''

اس روایت کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری مع الفتح: ۳/ ۱۸۹)

سوال نمبر ۳:...... حضور اکرم ﷺ نے اپنے کس کس شہید صحابی کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی تھی؟

جواب:...... عبارتِ سوال سے واضح ہو رہا ہے کہ غیر شہید کی غائبانہ نمازِ جنازہ آپ تسلیم کر چکے ہیں لیکن تقلید کا پھندا عمل نہیں کرنے دیتا ہوگا جو دلیل غیر شہید کی ہے وہی دلیل شہید کی سمجھ لیجئے۔

(ب) یہ مسئلہ اہل علم کے ہاں مختلف فیہ ہے۔ شہید کے جنازہ کے قائلین کے پاس جو دلائل ہیں ان میں سے صرف ایک روایت کو ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نکلے، پس آپ ﷺ نے شہداء احد پر اس طرح نماز ادا کی جس طرح آپ میت پر نماز ادا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱/ ۱۷۹) [1] واضح رہے کہ آپ ﷺ کے یہ نماز ادا کرنے کا واقعہ غزوۂ اُحد سے آٹھ سال بعد کا ہے۔

---

[1] بخاری/ کتاب الجنائز/ باب الصلوة علی الشھید

سوال نمبر ۴:......ایک صحیح مرفوع حدیث پیش کریں کہ نمازِ جنازہ میں امام دعائیں بلند آواز سے پڑھے اور مقتدی صرف آمین آمین پکاریں؟

جواب:......نمازِ جنازہ سراً پڑھانا بھی درست ہے اور جہراً پڑھانا بھی صحیح ہے۔ جہاں تک دعائیں سراً پڑھنے کا ذکر ہے وہ تو گوشہ آپ کو معلوم ہے البتہ اگر نہیں معلوم تو وہ بلند آواز سے دعائیں پڑھنے کا گوشہ ہے۔ لیجیے اس وقت ایک روایت بطورِ دلیل پیش کی جاتی ہے۔ شاید سید الکونین ﷺ کا عمل آپ پر بھی اثر کر جائے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھی تو میں نے آپ ﷺ کی وہ تمام دعائیں یاد کر لیں جو آپ ﷺ نے اس موقعہ پر پڑھی تھیں اور وہ یہ تھیں: ((اَللّٰھُمَّ) اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ..........الخ))(صحیح مسلم بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح / کتاب الجنائز) [1]

وضاحت:......صحابی رسول کا آپ کی دعاؤں کو یاد کرنا تبھی ہو سکتا ہے جب آپ ﷺ نے بلند آواز سے پڑھی ہوں، سراً پڑھنے سے تو سنائی نہیں دیتیں یاد کرنا کیسے ممکن تھا۔

باقی رہا آپ ﷺ کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آمین آمین کہنا تو جب رسول اللہ ﷺ نماز میں دعائیں پڑھتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیچھے آمین آمین کہا کرتے تھے جیسا کہ ابھی اگلے سوال کے جواب میں وضاحت سے بیان ہوگا۔ اس کا ایک عام فائدہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرہ میں اکثر لوگوں کو جنازے کی دعائیں یاد نہیں ہوتیں۔ حالانکہ جنازے کا مقصد دعا ہے۔ آمین کہنے کی وجہ سے ہر ایک کی شرکت ہو جاتی ہے۔

سوال نمبر ۵:......ایک صحیح صریح حدیث پیش کریں کہ نمازِ وتر میں رکوع کے بعد امام بلند آواز سے دعائے قنوت پڑھے اور مقتدی صرف آمین آمین پکاریں؟

جواب:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ماہ مسلسل پانچوں نمازوں کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد دعا قنوت پڑھی جس میں بنی سلیم، رِعل، ذکوان، عصیہ قبائل (جنہوں نے قراء کو شہید کر دیا تھا) پر اونچی آواز میں بددعا کی اور مقتدی آمین آمین پکارتے رہے۔(قیام اللیل للمروزی: ۲۳۵)

وضاحت:......قنوت وتر بھی قنوتِ نازلہ کی طرح دعائیہ کلمات پر مشتمل ہے۔ دونوں نماز کی آخری رکعت میں ہی کیے جاتے ہیں، اس حدیث کی روشنی میں جماعت کی صورت میں اگر اونچی آواز سے امام قراءت کرے گا تو مقتدی بآواز بلند ہی آمین کہیں گے۔

---

[1] مسلم / کتاب الجنائز / باب الدعاء للمیت فی الصلاۃ۔

سوال نمبر ۶:...... کیا نبی اکرم ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھے جائیں یا آپ ﷺ نے خود نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھے تھے؟

جواب:...... رسول اللہ ﷺ کا نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا یہ ایسی واضح حقیقت ہے جس کو کئی ایک روایات کی تائید حاصل ہے۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے صرف ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی تو میں نے دیکھا آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ کے اوپر رکھا ہوا تھا۔ (صحیح ابن خزیمہ : ۱/ ۲۴۳)

واضح رہے کہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق کے حنفی مؤلف نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سینہ سے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایات عند المحدثین بالاتفاق ضعیف ہیں۔ (دیکھئے: شرح مسلم للنووی)

سوال نمبر ۷:...... کیا نبی اکرم ﷺ نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کہنی پر رکھا تھا؟

جواب:...... حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز یوں تھی کہ آپ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے قبلہ کی طرف منہ کیا، تکبیر تحریمہ کہی اور کانوں تک ہاتھ اُٹھائے پھر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی گٹ اور کلائی (ساعد) پر رکھا۔ (ابو داؤد مع العون : ۱/ ۲۶۵)

وضاحت:...... ہم جب بھی نمازِ نبوی کو بیان کرتے ہیں اور مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہیں تو اس مذکور حدیث کی روشنی میں ہی وضاحت کرتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، گٹے اور کلائی پر رکھ کر سینے پر رکھا جائے۔ باور کیا جاتا ہے کہ حدیث میں موجود کلمہ ''ساعد'' جسم کے اس حصے کو کہتے ہیں جو گٹے سے شروع ہو کر کہنی تک جاتا ہے۔ کہنی شامل نہیں ہے اگر کوئی شخص کہنی پر بھی ہاتھ رکھنے کا اہتمام کرتا ہے تو یہ اسے ہماری تعلیم و تلقین نہیں، ذاتی طور پر اس کی غفلت ہے۔

سوال نمبر ۸:...... ایک صحیح مرفوع حدیث پیش کریں کہ آپ ﷺ نے پورا سال تہجد کی اذان کا حکم فرمایا ہو وہ اذان رمضان شریف میں سحری کھانے کے لیے نہ ہو بلکہ پورا سال تہجد پڑھنے کے لیے ہو؟

جواب:...... رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں فجر کے وقت ہر روز دو اذانیں ہی ہوا کرتی تھیں، صرف رمضان المبارک کے مہینہ کی تخصیص و تعیین میں کوئی روایت نہیں آئی۔ دو اذانوں کا جو معمول سارا سال تھا وہ معمول رمضان المبارک میں بھی تھا۔ اس بارے میں درج ذیل احادیث ملاحظہ کیجئے:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سُحُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ))

(صحیح البخاری مع الفتح:۱۰۳/۲) [1]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں بلال کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے وہ (فجر سے پہلے) رات کے وقت اذان دیتا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ قیام کرنے والا (سحری کے لیے) لوٹ جائے اور سویا ہوا اُٹھ جائے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلال رضی اللہ عنہ کی اذان رات کے وقت (فجر سے پہلے) ہوتی ہے لہٰذا کھا پی لیا کرو یہاں تک کہ عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دے۔(تب کھانا پینا چھوڑ دیا کرو)

وضاحت:......ان دونوں روایتوں سے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک اذان فجر سے پہلے ہوتی تھی جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ دیتے تھے اور دوسری اذان طلوع فجر کے ساتھ ہوتی تھی جو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔ دونوں اذانیں با مقصد تھیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سحری کھانے اور نمازِ تہجد کے وقت کے لیے ایک اعلان کی حیثیت رکھتی تھی جبکہ حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان کا مقصد طلوع فجر کی اطلاع دینا تھا۔

ان روایتوں کی جگہ بھی ماہِ رمضان کا نام نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ان روایتوں کے تحت فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ یہ دواذانیں سارا سال ہوتی تھیں۔

اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ خود رسول اللہ ﷺ کثرت سے نفلی روزے رکھا کرتے تھے، ہر ماہ تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ کا روزہ رکھتے، سوموار، جمعرات کا ہفتہ وار روزہ رکھتے تھے۔اس کے علاوہ بھی ماہِ شعبان کے اکثر ایام میں اور ذوالحجہ کے ابتدائی عشرہ میں نفلی روزوں کا اہتمام فرماتے تھے بلکہ جب دل چاہتا روزے کا پروگرام بنا لیتے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ ہی کے تربیت یافتہ تھے، وہ بھی فرضی روزوں کے علاوہ نفلی روزوں کے شوقین تھے اور پیش پیش تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے متعلق ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام والے روزے رکھتے تھے یعنی ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نفلی روزوں کا اہتمام کیا کرتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سہولت کی خاطر دواذانوں کا اہتمام کیا گیا اور یہ اہتمام سارا سال ہی تھا کسی مخصوص ماہ کے لیے نہ تھا جیسا کہ عبارت روایت سے عیاں ہوتا ہے۔

ثانیاً:......ایک ہی روایت میں دونوں اذانوں کا ذکر ہے اگر دوسری اذان آپ کے نزدیک سارا سال تھی تو پہلی اذان سارا سال کیوں تسلیم نہیں کی جاتی۔ دونوں میں فرق کرنے کی کوئی علت وشہادت نہیں ملتی۔ **فاعتبروا**

---

[1] بخاری/کتاب الاذان/باب الاذان قبل الفجر۔

یا اولی الابصار.

سوال نمبر ۹:......ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز باجماعت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھنے کا حکم دیا ہو یا خود پڑھی ہو؟

جواب:......نماز میں فاتحہ سے پہلے بسم اللہ آہستہ پڑھنا بھی درست ہے اور بلند آواز میں بھی صحیح ہے۔

آہستہ پڑھنے والی روایت آپ کو معلوم ہے، اونچی پڑھنے والی روایت سنیے:

جناب نعیم بن مجمر نے کہا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی، پھر اُم القرآن (سورۂ فاتحہ) پڑھی، جب غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین تک پہنچے تو آمین کہی، لوگوں نے بھی آمین کہی...... جب سلام پھیرا تو کہا مجھے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری نماز تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہے۔ (سنن نسائی) [1]

وضاحت:......اس روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز کا بیان ہے جس میں انہوں نے سورۂ فاتحہ کی طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھی۔ نعیم مجمر سن کر ہی بیان کر رہے ہیں، پھر صحابی رسول ﷺ نے اپنی نماز کو رسول اللہ ﷺ والی نماز قرار دیا۔

واضح رہے دار قطنی نے اس روایت کے متعلق یہ فیصلہ دیا ہے: (رواته کُلُّھم ثِقات) کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

مزید سنیے: ابن عمر، ابن عباس اور ابن زبیر وغیرھم رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک تھا کہ بسم اللہ جہراً پڑھنی چاہیے۔

ملاحظہ ہو: جامع الترمذی مع التحفہ: ۱/۲۰۵ [2]

سوال نمبر ۱۰:......ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات تک رفع الیدین عند الرکوع وبعد الرکوع کیا تھا؟

جواب:......اگر ہر عمل میں یہ شرط لگا دی جائے کہ حدیث میں صراحتاً ہو ''کہ آپ ﷺ نے وہ عمل تا وفات کیا ہو۔'' تو یہ ایک ایسی شرط ہے جس کی وجہ سے بہت سے اعمال نبویہ کا تعلق ہماری زندگی سے ختم ہو جائے گا بلکہ دین اسلام کی اصلی شکل مسخ ہو کر رہ جائے گی۔ مثلاً کوئی شخص آپ سے یہ پوچھ لے کہ نماز وتر میں تم تکبیر تحریمہ کی طرح جو رفع الیدین کرتے ہو اس کے لیے ایسی حدیث پیش کرو جس میں یہ صراحتاً ذکر ہو کہ آپ نے دعا قنوت

---

[1] نسائي/كتاب الافتتاح/باب قراءة بسم الله الرحمن الرحيم۔

[2] ترمذي/كتاب الصلاة/باب من رأى الجهر بسم الله الرحمن الرحيم۔

شروع کرنے سے قبل تکبیر تحریمہ کی طرح وفات تک رفع الیدین کیا تھا تو بتایئے آپ ایسی روایت جو مرفوع وصریح اور صحیح ہو پیش کر سکیں گے؟

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے سوال میں ''وفات تک'' کے کلمات بتا رہے ہیں کہ آپ بریلوی ہو کر وفات رسول ﷺ کے قائل ہیں۔ کیا خیال ہے؟

تیسری بات یہ ہے کہ رفع الیدین کی احادیث کو روایت کرنے والے صحابہ میں سے ایک صحابی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی ہیں، ان کی روایت صحیح مسلم میں موجود ہے۔ یہ صحابی رضی اللہ عنہ ۹ ہجری کو مسلمان ہوئے، حضور علیہ السلام سے تربیت لے کر اپنے علاقہ کی طرف واپس چلے جاتے ہیں، ایک سال بعد یعنی دس ہجری کو پھر مدینہ منورہ آتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ ﷺ کا رفع الیدین عندالرکوع وغیرہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں۔ (دیکھئے: ابوداؤد)...... گیارہ ہجری کے تقریباً ابتدائی ماہ بارہ ربیع الاوّل میں آپ کی وفات ہو جاتی ہے۔ بتایئے وہ کونسی مرفوع صحیح صریح روایت ہے جس نے اسے منسوخ کر دیا؟

صاحبِ ہدایہ نے ابتدائی رفع الیدین کے لیے "واظب علیه" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں یعنی اس رفع الیدین پر آپ ﷺ نے ہمیشگی فرمائی۔ علامہ زیلعی حنفی نے اس روایت کو واضح کر دیا جس کی طرف بطورِ دلیل صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا تو وہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما والی ہی تھی جس میں رفع الیدین عندالرکوع والرفع منہ کا بھی ذکر تھا۔

تعجب ہے ایک ہی روایت میں تین جگہ کا رفع الیدین بیان ہوا، وہ روایت پہلے رفع الیدین کے لیے ہمیشگی کی دلیل بن گئی اور دوسرے مقامات کے رفع الیدین منسوخ پا گئے۔ انصاف کا تقاضا تھا کہ یا تو تینوں مقامات کے رفع الیدین منسوخ قرار پاتے یا تینوں مقامات کے رفع الیدین ہمیشہ کے لیے ثابت ہو جاتے کیونکہ روایت ایک ہی ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ..... [البقرة: ۸۵] [''کیا بعض احکام پر یقین رکھتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو۔'']

بیان میں نکتہ حدیث آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں تقلید ہو تو کیا کہیے

سوال نمبر ۱۱:...... ایک صحیح صریح مرفوع غیر محتمل حدیث پیش کریں کہ کپڑا ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم حدیث میں ہو؟

جواب:...... صحت نماز کے لیے سر پر کپڑا باندھ کر رکھنے کی شرط میں نہ کوئی قرآنی آیت ہے اور نہ ہی صراحتاً رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف ہے، نہ ہی رسول اللہ ﷺ اس کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ جس حال میں ہوتے نماز ادا کر لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث شریفہ میں آپ کا ننگے سر نماز ادا کرنا بھی آیا ہے۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ ایک ہی کپڑا اوڑھے ہوئے تھے جس کے دونوں کنارے آپ کے کندھوں پر تھے۔ (بخاری و مسلم) [1]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا میں شکار کے لیے نکلتا ہوں تو کیا ایک ہی قمیص میں نماز پڑھ لیا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ البتہ قمیص کو آگے سے بند کر لیا کرو۔ (ابوداؤد) [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی تو گردن کے پیچھے گرہ دی ہوئی تھی اور باقی کپڑے اُتار کر ٹنگنی پر رکھ لیے، سائل نے پوچھا یہ کیا؟ تو کہا یہ اس لیے کیا ہے تاکہ تم جیسے احمق لوگ دیکھ لیں۔ (صحیح البخاری) [3]

محترم! سوچئے اور فرمایئے ان مذکورہ واقعات سے کوئی نصیحت و مسئلہ دریافت ہوتا ہے؟ اگر پھر بھی آپ کا خیال ہے کہ سر ننگے نماز نہیں ہوتی تو اس کے لیے آپ مرفوع، صریح، صحیح روایت پیش کریں کیونکہ آپ انہیں شرائط کو چاہتے اور پسند کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۲:...... ایک صحیح، صریح، مرفوع حدیث پیش کریں جس میں نماز میں دو، دو فٹ کھلے پاؤں کر کے کھڑے ہونے کا حکم ہے؟

جواب:...... یہ محض مبالغہ ہے، ہم نے کبھی بھی ایسا نہیں کہا اور بیان کیا۔ کوئی شخص بے خبری میں ایسا کرتا ہے تو درست نہیں .... البتہ ہم تو اپنے مقتدیوں کو یوں کہتے ہیں کہ دو قدموں کے درمیان اس قدر فاصلہ رکھو کہ ساتھ والے نمازی سے کندھا بھی مل جائے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے یوں ہی نماز کے لیے صف بندی کرتے اور کھڑے ہوتے تھے۔ الحمد للہ ہمارے نمازی اس طرح یعنی حدیث کے مطابق کھڑے ہوتے ہیں، مقلدین کی طرح نہیں کہ جماعت میں کھڑے ہو کر بھی اس طرح دور دور رہتے ہیں جیسے ایک دوسرے کے دشمن

---

[1] بخاری/ کتاب الصلاۃ/باب الصلاۃ فی الثوب الواحد ملتحفاً بہ۔ مسلم/ کتاب الصلاۃ/باب الصلاۃ فی ثوب واحد

[2] ابو داؤد/ کتاب الصلاۃ/باب الرجل یصلی فی قمیص واحد

[3] بخاری/ کتاب الصلاۃ/باب عقد الازار علی القفا فی الصلاۃ۔

مجبوراً کھڑے ہوں۔ باقی رہا اکیلا نمازی تو اس کے لیے شرعاً کوئی پابندی نہیں کہ دوقدموں کے مابین کتنا فاصلہ رکھے۔ اگر آپ کے پاس کوئی مرفوع، صحیح، صریح روایت ہو تو پیش کریں؟

مقلدین احناف سے چند سوالات

آپ نے غیر مقلد سمجھ کر ہم سے سوالات کے جوابات کتاب وسنت کی روشنی میں طلب کیے جو ہم نے دے دیے۔ آپ مقلد ہیں اور مقلد کے لیے دلیل اس کے امام کا قول وفعل ہوتا ہے لہٰذا آپ صرف اور صرف اپنے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول وفعل کی روشنی میں ہمارے درج ذیل چند سوالات کے جوابات دیں:

① مقلدین احناف علماء اور قراء دینی اور قرآنی تعلیم دے کر جو تنخواہیں لیتے ہیں کیا امام ابوحنیفہ نے اس کا حکم دیا ہے؟ صحیح اور صریح باسند دلیل پیش کریں۔

② مقلدین احناف جمعۃ المبارک کے خطبہ میں منبر پر بیٹھ کر عربی خطبہ سے پہلے جو تقریر کرتے ہیں، بتائیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس طرح کیا یا فرمایا ہے؟ کسی معتبر کتاب سے سند صحیح کے ساتھ جواب دیں۔

③ مقلدین احناف کی مساجد میں جمعہ کے خطبات میں عورتیں بھی حاضر ہوتی ہیں، بتائیے آپ کے امام نے اس کا حکم دیا ہے؟ جواب صریح اور صحیح باسند روایت سے دیں۔

④ مقلدین دیہاتوں اور گاؤں میں جمعہ پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایسا کیا تھا اور کہا تھا؟ سند صحیح سے صراحتاً ثابت کریں۔

⑤ باجماعت نماز ادا کرتے وقت حنفی حضرات قدم سے قدم نہیں ملاتے بلکہ فاصلے پر کھڑے ہونے کا اہتمام کرتے ہیں، یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے قولاً یا عملاً باسند ثابت کریں۔

⑥ مقلدین احناف وضوء میں گردن پر سپیشل مسح کا اہتمام کرتے ہیں، کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایسا کیا تھا یا فرمایا تھا؟ سند صحیح سے ثابت کریں۔

⑦ بارہ ربیع الاوّل کو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کے لیے علماء حنفیہ بریلویہ گھوڑوں، گدھوں اور ریڑھوں وغیرہ پر سوار ہو کر سڑکوں اور گلیوں میں جلوس کی شکل میں گھومتے ہیں صحیح سند کے ساتھ ثابت کریں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایسا کیا یا کہا تھا؟

⑧ مقلدین حنفیہ نمازِ جنازہ کے بعد اسی جگہ ہاتھ اُٹھا کر بلند آواز سے دعا کرتے ہیں اور حاضرین آمین کہتے ہیں۔ اگر یہ کام آپ کے امام نے کیا تھا یا کہا تھا تو صحیح سند سے حوالہ دیں۔

⑨ مقلدین حنفیہ بریلویہ میت کو کندھا دیتے وقت کلمہ شہادت کہتے ہیں۔ کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایسا کہا تھا اور کیا تھا؟

باسند روایت پیش کریں۔ رجال ثقہ ہوں۔

⟨۱۰⟩ مقلدین حنفیہ بریلویہ قبروں پر میلے کرواتے ہیں۔ چڑھاوے چڑھاتے ہیں، چادریں ڈالتے ہیں، بتائیں آپ کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ تمام کام کیے تھے یا فرمائے تھے؟ جواب میں صحیح اور صریح باسند روایت پیش کریں۔ (فاروق اصغر صارم)

س: ......آپ لوگ رفع الیدین عند الرکوع کرتے ہیں، کیا سمجھ کر کرتے ہیں؟ فرض، واجب، سنت، مستحب یا مباح، اگر فرض واجب ہے تو دلیل نص سے ایسی ہی پیش کریں۔ جس سے فرضیت یا وجوب ثابت ہو۔

اور اگر سنت ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم یا دوام اور بقاء کا عمل پیش کریں۔ لیکن ان شرطوں کے ساتھ:

روایت صحیح ہو، صریح ہو، مرفوع ہو غیر مجروح ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کریں: صحیح، صریح، مرفوع، غیر مجروح روایت کے ساتھ:

⟨۱⟩ وجود تراویح ⟨۲⟩ متصل بعد نمازِ عشاء

⟨۳⟩ قبل از وتر ⟨۴⟩ باجماعت

⟨۵⟩ دو دو رکعت ⟨۶⟩ پورا رمضان المبارک

⟨۷⟩ ختم قرآن فی التراویح ⟨۸⟩ وتر باجماعت ادا کرنا (غضنفر الٰہی، کوٹ شاہاں، گوجرانوالہ)

ج: ......آپ نے کچھ شرائط کے ساتھ دو سوالوں کے جواب طلب فرمائے ہیں۔ (۱) رفع الیدین عند الرکوع۔ (۲) تراویح۔

تو محترم ان مسئلوں کے حل سے بات بنتی نظر نہیں آتی کیونکہ قراءت فاتحہ، ہاتھ باندھنے، دعائے قنوتِ وتر میں رفع الیدین و تکبیر اور دیگر کئی ایک مسائل ان دو سوالوں کے جوابوں سے حل نہیں ہوتے، اس لیے مناسب ہے کہ آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید پر بات چیت فرمائیں تاکہ مندرجہ بالا تمام مسائل حل ہو جائیں، اس لیے آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کو قرآن وسنت سے ثابت فرمائیں اور اپنی پیش کردہ شرائط کو ضرور ملحوظ رکھیں بڑی مہربانی ہوگی۔ ۱۴۲۱/۱/۴ھ

س: ......تقلید مطلق واجب ہے (کتاب معیار الحق ص: ۴۱، تاریخ اهل حدیث ص: ۱۲۵)

تقلید شخصی مباح (جائز) ہے مقلد کسی ایک امام کو محقق سمجھ کر ہمیشہ اس کی بات مانتا رہے مگر اس تعین کو حکم شرعی نہ سمجھے۔ فتاویٰ ثنائیہ ج ۱، ص: ۲۵۲، معیار الحق ص: ۴۱، تاریخ اہلحدیث ص: ۱۲۵ داؤد غزنوی ص: ۳۷۵۔ مذکورہ کتابیں اہل حدیث علماء مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ، مولانا ابراہیم سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا داؤد غزنوی کی ہیں۔ آپ کے ہاں تقلید مطلق واجب ہوگی جبکہ آپ تقلید کو شرک کہتے ہیں؟

۲۔ آپ کے عوام اپنے علماء سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرتے ہیں اور دلیل کی تحقیق نہیں کرتے وہ عوام ان علماء کے مقلد ہوئے یا نہیں؟

۳۔ اللہ کا فرمان: ﴿ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ..... الخ ﴾ دین حضور کے زمانے میں مکمل ہو چکا تھا، پھر صحاح ستہ کی کیوں ضرورت پڑی اور حضورؐ نے صحاح ستہ، بخاری ومسلم وغیرہ کے بارے میں کہاں حکم دیا کہ ان ائمہ کی جمع کی ہوئی حدیث پر عمل کرنا؟

۴۔ اہل حدیث اپنا وجود بنارس شہر میں مولانا عبدالحق صاحب سے پہلے، بھوپال میں نواب صدیق الحسن خانؒ سے پہلے، دہلی میں نذیر حسین سے پہلے، مدراس میں نظام الدینؒ سے پہلے، لاہور میں غلام نبیؒ چکڑالوی سے پہلے ثابت کر کے دکھائیں۔ یعنی انگریز کے برصغیر میں آنے سے پہلے کوئی اہل حدیث یا نماز کی کتاب دکھائیں جو اس دور سے قبل لکھی گئی ہو؟ (طارق ندیم، اوکاڑوی)

ج: ......آپ کو علم ہے کہ ہم علماء کرام کے اقوال اور اعمال کو دین میں حجت و دلیل نہیں سمجھتے وہ علماء کرام خواہ کس گروہ سے تعلق رکھتے ہوں، ہاں ان کی جو چیزیں کتاب وسنت کے موافق ہوں وہ لے لیتے ہیں۔ اس لیے آپ خود غور فرمائیں جن علماء کرام کے فتاوی واقوال آپ نے پیش کیے ان کے پیش کرنے سے حاصل؟

رہا آپ کا فرمانا: ''جبکہ آپ تقلید کو شرک کہتے ہیں۔'' ہم پر بہتان ہے کیونکہ ہم تو وہی بات کہتے ہیں جو نخبۃ الأصول میں لکھی ہے: ((وَالتَّقْلِيْدُ لَا يَجُوْزُ كُلُّهٗ مُفْضٍ إِلَى الشِّرْكِ بَعْضُهٗ)) ہمارے نزدیک تقلید کا مطلب مندرجہ ذیل ہے: ((قُبُوْلُ مَا لَيْسَ فِي الْكِتَابِ أَوِ السُّنَّةِ)) اور یہ بعض تقلید کے شرک والی بات صرف ہم ہی نہیں کہتے بلکہ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خاں صاحب حنفی حفظہ اللہ تعالیٰ ''الکلام المفید'' میں لکھتے ہیں: ''قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ مسئلہ تقلید کی نزاکت کے پیش نظر ٹھنڈے دل سے ساری کتاب کو پڑھ کر کوئی رائے قائم کریں، چند حوالوں کو یا کسی ایک ہی بحث کو پلے نہ باندھ لیں کیونکہ تقلید کی بعض قسمیں خالص شرک و بدعت اور ناجائز ہیں، ان کو جائز کہنے والا اور ان پر عامل کب فلاح پا سکتا ہے۔'' (ص:۲۰)

۲۔ ہمارے عوام اپنے علماء سے قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث پوچھ کر عمل کرتے ہیں اور قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث بذاتِ خود دلیل وحجت ہیں لہٰذا ہمارے عوام اپنے علماء کرام کے مقلد نہ ہوئے کیونکہ تقلید ((قُبُوْلُ مَا لَيْسَ فِي الْكِتَابِ أَوِ السُّنَّةِ)) کا نام ہے۔

اگر آپ کے نزدیک کسی سے قرآن مجید کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی سنن واحادیث پوچھ کر عمل کرنے کا نام تقلید ہے تو لازم آئے گا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر ائمہ، مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ بھی مقلد ہوں کیونکہ انہوں نے بھی قرآن مجید کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی سنن واحادیث کو اپنے اساتذہ کرام رحمہم اللہ سے پوچھ،

پڑھ اور سن کر ہی عمل کیا ہے تو آپ کی اس صنیع عظیم سے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سمیت تمام ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ مجتہدین کی فہرست سے نکل کر مقلدین کی فہرست میں شامل ہو جاتے ہیں تو تقلید کی وہ توصیف کیونکر صحیح و درست ہوسکتی ہے جو مسلمہ مجتہدین کو مجتہدین کی فہرست سے نکال کر مقلدین کی صف میں لا کھڑا کرے؟

۳۔ دینِ اسلام، قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنن واحادیث رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں مکمل ہو چکے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ..... الخ ﴾[المائدة:۳][''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔''] برحق ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا)) ❶ [''سب کاموں سے برے نئے کام ہیں۔''] نیز فرمایا: ((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)) ❷ [''جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس سے نہیں ہے تو پس وہ مردود ہے۔''] پھر غور فرمائیں جس وقت دین اسلام، قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنن واحادیث مکمل ہوئے اس وقت ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کوئی ایک بھی موجود نہ تھا اور نہ ہی ان کے فتاویٰ، اقوال اور اجتہادات اس وقت موجود تھے۔ صحاح ستہ کی بات تو آپ نے کہہ لی جبکہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی فقہیات بھی دین کی تکمیل اور آیت ﴿ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ..... الخ ﴾ کے نزول کے بعد کی ہیں۔

نیز غور فرمائیں صحاحِ ستہ اور دیگر کتب حدیث میں جو صحیح یا حسن درجہ کی سنن واحادیث ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کی ہیں جبکہ ائمہ اربعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اپنے اقوال وفتاوی رسول اللہ ﷺ کے بعد کے زمانہ کے ہیں۔

باقی صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث وسنت کو دین اسلام کی تکمیل کرنے والی کتب کوئی بھی قرار نہیں دیتا ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ان کتب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اپنے دین کی حفاظت کروائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر: ۹][''یہ ذکر یقیناً ہم نے ہی اُتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'']

پھر مقامِ غور ہے کہ اہل حدیث اگر صحاحِ ستہ اور دیگر کتب حدیث میں مذکور سنن واحادیث پر عمل کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی سنن واحادیث پر عمل کرتے ہیں۔ جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں موجود تھیں۔ جبکہ اہل تقلید ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اپنے اقوال پر عمل کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں موجود نہیں تھے بھلا یہ اقوال اس وقت کیسے موجود ہو سکتے ہیں جب کہ ان کے قائل ہی اس وقت موجود نہیں تھے، رہی یہ بات کہ ائمہ اربعہ

---

❶ صحیح مسلم/ کتاب الجمعة۔ /باب تخفیف الصلاة

❷ صحیح بخاری/ کتاب الصلح/باب اذا اصطلحوا علی صلح جورٍ فالصُّلحُ مردُود۔

رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں تو محترم ان کے جو اقوال کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں وہ ان کے اپنے اقوال نہ رہے ان کے اپنے اقوال تو وہ بنیں گے جن پر کتاب وسنت کسی طرح بھی دلالت نہیں کریں گے۔

یہ درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحاحِ ستہ بخاری ومسلم وغیرہ کتب کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا البتہ رسول اللہ ﷺ کی سنن واحادیث کی اطاعت اور اتباع کا حکم تو اللہ تعالیٰ نے بھی اور رسول اللہ ﷺ نے بھی دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [الاعراف: ۳]["جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی اتباع کرو۔"] نیز فرمان ہے: ﴿ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [الاعراف: ۱۵۸]["اور اسی کی اتباع کرو اُمید ہے کہ تم ہدایت پا لو گے۔"] نیز قرآن مجید میں ہے: ﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ﴾ [یوسف: ۱۰۸]["کہہ دیجیے کہ میرا راستہ یہی ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔"] نیز قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الانعام: ۱۵۳]["اور یہی میری سیدھی راہ ہے لہٰذا اسی پر چلتے جاؤ اور دوسری راہوں کے پیچھے نہ جاؤ ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی اللہ نے تمہیں انہی باتوں کا حکم دیا ہے، شاید کہ تم بچ جاؤ۔"]

تو رسول اللہ ﷺ کی سنن واحادیث کی اطاعت واتباع کا اللہ تعالیٰ ورسول اللہ ﷺ دونوں نے حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وہ سنن واحادیث صحاح ستہ میں آ جائیں خواہ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب میں آ جائیں خواہ کسی کتاب میں بھی نہ آئیں، رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو جائیں۔

رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ نے اُولوالامر کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے؟ ٹھیک اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہی فرمایا ہے: ﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ [النساء: ۵۹]["پھر اگر کسی معاملہ پر تمہارے درمیان جھگڑا ہو جائے تو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو۔"] اور معلوم ہے کہ اُولوالامر میں تنازع واقع ہو چکا ہے اور بوقت تنازع اُولوالامر کی اطاعت کا حکم نہیں، اللہ تعالیٰ ورسول اللہ ﷺ کی طرف رد کرنے کا حکم ہے۔

۴۔ یہ سوال بے بنیاد ہے کیونکہ ہر شخص کو علم ہے اہل حدیث کا وجود اس وقت سے ہے جس وقت سے قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ تمام لوگ اہل حدیث ہیں جو اپنے عقائد،

اپنے اقوال اور اپنے اعمال کو قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث کے موافق بنانے کی کوشش کرتے ہیں، خواہ وہ اہل اسلام کے کس گروہ سے تعلق رکھتے ہوں وہ سب اہل حدیث ہیں خواہ وہ عوام ہوں خواہ خواص، خواہ خاص الخواص۔

ہاں یہ بات بھی مسلم ہے کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مقلدین کا وجود ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے زمانہ سے پہلے کہیں بھی نہیں نہ برصغیر میں اور نہ ہی بر کبیر میں اور نہ ہی رب تعالیٰ کی تقدیر میں یا اللہ نہ فوت کرنا ہمیں کسی تقصیر میں

فتوفنا مسلمين وألحقنا بالصالحين يا ربنا و رب العالمين. ۱٤٢٣/٣/٢٢ھ

س: ...... ہمارا اہل الحدیث کا دعویٰ ہے کہ تقلید شرک ہے اور مقلد مشرک ہے، اور مشرک کی اقتداء میں ہم نماز پڑھنے سے سخت گریز کرتے ہیں کیونکہ مشرک کے تمام اعمال باطل ہیں۔ کہیں ان کے مقتدی بننے کی وجہ سے ہمارے اعمال یعنی نمازیں باطل نہ ہو جائیں۔ ہم یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں مشرک کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی، تقلید شرک ہے چاہے کسی بھی امام کی ہو، ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی بھی تقلید جرم ہے، شرک ہے۔ تقلید میں حنبلی، حنفی، شافعی، مالکی سب برابر ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم لوگ لاکھوں روپے خرچ کر کے جاتے ہیں اور نمازیں امام کعبہ اور امام مسجد نبوی کی اقتداء میں پڑھتے ہیں جبکہ وہ ائمہ مقلد حنبلی ہیں، اور حج کا خطبہ جو ہے اس میں بھی شریک ہوتے ہیں، ہماری نمازیں اور ہمارا حج کہاں جائے گا؟ (حافظ محمد امین اللہ، حافظ آباد، چک چٹھہ)

ج: ...... حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی تمام کے تمام مقلد نہیں۔ پھر اہل حدیث کہلوانے والے سب کے سب غیر مقلد نہیں بلکہ ان تمام گروہوں میں بعض تقلید کرتے ہیں اور بعض تقلید نہیں کرتے۔

میرے نزدیک تقلید: ((قُبُوْلُ مَا يُنَا فِي الْكِتَابَ أَوِ السُّنَّةَ))[''قرآن وسنت کے منافی کو قبول کرنا۔''] کا نام ہے۔ نخبۃ الأصول میں لکھا ہے: ((وَالتَّقْلِيْدُ لَا يَجُوْزُ كُلُّهُ مُفْضٍ إِلَى الشِّرْكِ بَعْضُهُ)) [''تقلید مکمل طور پر جائز نہیں بعض تقلید شرک کی طرف لے جاتی ہے۔''] مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر اپنی کتاب ''الکلام المفید'' میں لکھتے ہیں:

> ''قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ مسئلہ تقلید کی نزاکت کے پیش نظر ٹھنڈے دل سے ساری کتاب کو پڑھ کر کوئی رائے قائم کریں، چند حوالوں کو یا کسی ایک ہی بحث کو پلے نہ باندھ لیں کیونکہ تقلید کی بعض قسمیں خالص شرک وبدعت اور ناجائز ہیں، ان کو جائز کہنے والا اور ان پر عامل کب فلاح پا سکتا

ہے۔'' (ص:۲۰)

غور کا مقام ہے آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ امام کعبہ اور امام مسجد نبوی حفظہما اللہ تبارک وتعالیٰ مقلد ہیں؟ پھر ان کی تقلید شرک ہے؟ دلائل پیش فرمائیں خواہ مخواہ کسی پر بہتان باندھنا درست نہیں۔ لہٰذا آپ نے جو کچھ حج، عمرہ اور سعودی ائمہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے کے متعلق لکھا وہ سب کا سب بے بنیاد ہے۔ ثَبِّتِ الْعَرْشَ ، ثُمَّ نَقُّشْ واللہ اعلم

۱۴۲۳/۶/۴ھ

س:.....کیا کسی شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی نسبت کسی مذہب معین کے ساتھ کرے جیسے: حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ۔

۲۔ کہا گیا ہے کہ آپ اجماع کے قائل ہیں۔ اگر آپ اجماع کے قائل نہیں تو ''علی فهم السلف الصالح'' قرآن وحدیث کو سمجھنا، آپ کے یہاں کیسا ہے؟

۳۔ کچھ دنوں پہلے کچھ طلاب سے گفتگو ہوئی، مذاہب اربعہ کے بارے میں ان کا موقف یہ ہے کہ دین اسلام کو سمجھنے کے لیے کوئی بھی شخص ان چاروں مذاہب سے مستغنی نہیں ہوسکتا لازماً ان کے واسطے سے ہی وہ اُمور اور دین اسلام سمجھ سکتا ہے؟ اور یہ لازم وملزوم کی طرح ہیں؟

۴۔ کیا دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے؟ (ذوالفقار بن ابراہیم الاثری مدینہ منورہ)

ج:.....قرآن وسنت میں اس کے اثبات میں مجھے تو کوئی نص نہیں ملی۔

۲۔ اس سلسلہ میں آپ کتاب ارشاد الفحول سے اجماع والے مقصد کا مطالعہ فرمائیں، اجماع کے بارے میں صحیح صورتِ حال آپ پر واضح ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول: ((مَنِ ادَّعٰی وُجُوْدَ الْاِجْمَاعِ فَقَدْ كَذَبَ)) [''جس نے اجماع کے موجود ہونے کا دعویٰ کیا اس نے جھوٹ بولا۔''] پر بھی غور فرمائیں۔

۳۔ طلاب کے اس موقف کے اثبات میں نہ تو کوئی آیت کریمہ ہے اور نہ ہی کوئی صحیح حدیث وسنت۔ پھر نبی کریم ﷺ سے لے کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فقیہ ومجتہد بننے تک بھی کوئی دین اسلام کو سمجھنے والا آیا یا نہیں؟ مدینہ منورہ کے مشہور ومعروف فقہاء سبعہ رحمہم اللہ تعالیٰ ائمہ اربعہ سے پہلے ہوئے ہیں یا بعد؟ پھر غور فرمائیں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ بھی دین اسلام کو سمجھتے تھے یا نہیں؟ ان کے وقت میں بھی تو مذاہب اربعہ موجود نہیں تھے لہٰذا یہ لازم وملزوم والی بات محض مخروص وموہوم ہے۔

۴۔ امام مؤمن ومسلم ہے، کافر یا مشرک نہیں اس کی اقتداء میں نماز درست ہے خواہ وہ دیو بندی ہو خواہ بریلوی۔ امام مؤمن ومسلم نہیں کافر یا مشرک ہے اس کی اقتداء میں نماز درست نہیں خواہ وہ اپنے آپ کو اہل حدیث و اہل سنت کہے یا کہلائے۔ واللہ اعلم ۱۴۲۴/۲/۱ھ

س: ......آپ کو (۲۰۰۰۔۸۔۲۱) کو ایک سوال ارسال کیا گیا تھا جس میں موجودہ دور کے فرقوں شیعہ (خمینی کے نظریات کے حامل) بریلوی (احمد رضا خاں کے نظریات کے حامل) دیو بندی (محمد قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، زکریا کاندھلوی تبلیغی نصاب کے مصنف کے نظریات کے حامل) اہل حدیث (میاں نذیر احمد دہلوی، عبدالقادر جیلانی، شاہ ولی اللہ کے نظریات کے حامل) مرزائی (مرزا غلام احمد قادیانی کے نظریات کے حامل) کو آپ کافر و مشرک مانتے ہیں یا مسلم؟ آپ نے اس سوال کے جواب میں غلام احمد قادیانی اور اس کو نبی یا مجدد ماننے والوں کو کافر کہا جبکہ دوسرے گروہوں مثلاً شیعہ، بریلوی، دیو بندی، اہلحدیث ان کے متعلق آپ نے فرمایا جن افراد میں کفر و شرک پایا جاتا ہے وہ کافر و مشرک ہیں اور جن افراد میں اسلام و توحید پائے جاتے ہیں وہ مسلم ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ ان گروہوں میں سے صرف ایک ایک عالم کا نام لکھ دیں جو مسلم وموحد گزرا ہے یا موجودہ زمانے میں ہے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج: ......آپ کا یہ سوال خواہ مخواہ ہے کیونکہ آپ کو آپ کے اعمال کی بابت باز پرس ہوگی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [النحل: ۹۳] [''یقیناً تم جو کچھ کر رہے ہو اس کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا۔''] پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرة: ۱۴۱] [''تم ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہ کیے جاؤ گے۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيْمِ ﴾ [البقرة: ۱۱۹] [''اور جہنمیوں کے بارے میں آپ سے سوال نہیں ہوگا۔''] موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا: ﴿ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴾ [طٰه: ۵۲] [''جواب دیا ان کا علم میرے رب کے ہاں کتاب میں موجود ہے نہ تو میرا رب غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔'']

آپ لکھتے ہیں: ''آپ سے گزارش ہے کہ آپ ان گروہوں میں سے صرف ایک ایک عالم کا نام لکھ دیں......الخ'' تو محترم چونکہ اس فقیر الی اللہ الغنی کا تعلق اہل حدیث سے ہے اس لیے وہ اپنے گروہ کے دو گزشتہ عالموں اور دو موجودہ عالموں کے نام پیش کیے دیتا ہے۔ امام بخاری، امام احمد بن حنبل رحمهما الله الأعلىٰ الأجل.

شیخ ربیع ابن ہادی مدخلی اور حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی۔حفظهما الله تبارك و تعالىٰ.

س:...... ہمارے ہاں ایک بزرگ ہیں جن کا تقویٰ یقیناً شک وشبہ سے بالا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس وقت پاکستان میں یا کہیں بھی کسی دوسرے ملک میں جماعت اہل حدیث موجود نہیں ہے صرف افراد اہل حدیث ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جتنی بھی اہل حدیث تنظیمیں کام کررہی ہیں وہ تمام فرقے ہیں اور جماعت کوئی بھی نہیں۔ وہ ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں: ((اِذَا لَمْ تَكُنْ جَمَاعَةٌ وَإِمَام فَاعتَزِل تلك الفرق كُلَّهَا)) تو کیا مروجہ تنظیمیں فرقے ہیں؟ اور ان میں سے کسی کے بھی ساتھ مل کر کام کرنا درست ہے یا نہیں؟

کیا امام اور جماعت کی موجودگی کے بغیر کوئی دوسرا طریقہ کام کرنے کا ہے جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(عبدالحمید خورشید، تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد)

ج:...... حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑ۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اگر مسلمانوں کی جماعت نہ ہو اور نہ ہی ان کا کوئی امام ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فَاعتَزِلْ تِلْكَ الفِرَقَ كُلَّهَا)) ان تمام گروہوں سے الگ رہ۔'' [1]

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام گروہوں سے الگ رہنے کا حکم دیا ہے دین، اسلام، قرآن وسنت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری سے الگ رہنے کا حکم نہیں دیا۔ خواہ ان چیزوں کی پابندی اکیلے کرلے خواہ کسی گروہ کے ساتھ مل کر۔ احکام اسلام کی پابندی بہرحال لازم ہے۔ ہاں ان چیزوں میں جن سے کسی گروہ کی گروہی حیثیت نکھرتی ہو ان چیزوں میں کسی گروہ کا ساتھ نہ دے۔ مثلاً ایک گروہ نماز پڑھتا، روزہ رکھتا، زکوٰۃ دیتا اور حج کرتا ہے تو گروہ سے الگ رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ان ارکان کو ہی چھوڑ دیں۔ واللہ اعلم ۱۴۲۲/۷/۸ھ

س:...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: میری اُمت ۷۳ گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ صرف ایک گروہ جنت میں جائے گا۔ باقی سب جہنم میں۔ کیا یہ گروہ منفرد طور پر علیحدہ علیحدہ ان ۷۳ گروہوں میں شامل ہے یا نہیں؟ دیوبندیہ، وہابیہ، بریلویہ، شیعہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، چکڑالویہ، اور پھر ایک ایک گروہ کی کئی کئی شاخیں ہیں۔ مثال کے طور پر وہابیہ کی بہت زیادہ منقسم جماعتیں ہیں۔ کون سی جماعت جنتی ہے؟ اگر وہابیہ کو جنتی قرار دیں تو بریلویہ، دیوبندیہ وغیرہ تو جہنمی ہوں گی، ہم کیا کریں؟ ہمیں دلی طور پر تسلی ہونی چاہیے، بہت مہربانی ہوگی۔ جواب مفصل ہونا چاہیے۔ (محمد عثمان، چک چٹھہ)

[1] صحیح مسلم/کتاب الامارة/باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین عند ظهور الفتن و فی کل حال۔

7:......اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ اُولٰٓئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِهُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ﴾[البقرة: ۸۲][''اور جولوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں وہ جنتی ہیں جو جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ﴾[البقرة: ۲۵][''اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوشخبریاں دو جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴾[الكهف: ۱۰۷][''جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل بھی اچھے کیے یقیناً ان کے لیے جنت الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے۔'']

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ)) [1][''جنت میں صرف ایمان والے داخل ہوں گے۔''] نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ((أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ))

رسول اللہ ﷺ نے وفد عبدالقیس سے پوچھا: ((هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ" قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ۔ قَالَ: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ ، وَ إِيْتَاءُ الزَّكَاةِ ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ ، وَأَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ)) [2][''کیا تم جانتے ہو اکیلے اللہ پر ایمان کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: گواہی دینا کہ کوئی معبود برحق نہیں مگر اللہ۔ اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے اور خمس ادا کرنا غنیمت سے۔''] تو کتاب وسنت کی پابندی کرنے والے مومن نجات پائیں گے، جنت میں جائیں گے خواہ اُمت کے کس فرقہ وگروہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمادیا: ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصَارٰى وَالصَّابِئِيْنَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرة: ۶۲] [''مسلمان ہوں، یہودی ہوں، نصاریٰ ہوں یا صابی ہوں جو بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے اجر ان کے رب کے پاس ہیں اور ان پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ ہی اُداسی۔''] نیز فرمادیا: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا أَوْ نَصَارٰى

---

1. مسلم/ کتاب الایمان/باب غلظ تحریم الغلول وأنه لا يدخل الجنة الا المؤمنون۔
2. بخاری/ کتاب الایمان/باب اداء الخمس من الایمان۔ مسلم/کتاب الایمان /باب الامر بالا یمان باللہ تعالیٰ و رسولہ و شرائع الدين والدعاء اليه والسؤال عنه و حفظه و تبليغه من لم يبلغه۔

تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ [البقرة: ۱۱۱،۱۱۲][''یہ کہتے ہیں کہ جنت میں یہود ونصاریٰ کے سوا کوئی نہ جائے گا یہ صرف ان کی خواہشات ہیں ان سے کہو اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو، سنو جو بھی اپنے آپ کو خلوص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے، بے شک اسے اس کا رب پورا بدلہ دے گا اس پر نہ تو کوئی خوف ہوگا نہ غم۔'']

۱۴۲۴/۱/۱۰ھ

س:...... نبی ﷺ نے فرمایا میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ (مولانا محمد بشیر)

ج:......"اختلاف أمتي رحمة" رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں، صرف آپ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ [1] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ ﴾[هود: ۱۱۸،۱۱۹][''وہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے سوائے اُن کے جن پر تیرا رب رحم فرمائے۔'']

۱۴۲۳/۳/۹ھ

س:...... کیا اس وقت کوئی شرعی امیر یا جماعت ہے؟ یا تمام جماعتیں فرقہ بندی کے معنی میں آئیں گی۔

(شاہد سلیم، لاہور)

ج:...... فی زمانہ مسلمانوں کا امیر وامام ہے نہ جماعت۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تھا: ((فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ)) [2] [''اگر ان کی جماعت اور امام نہ ہو۔''] تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ((فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا)) [''ان تمام گروہوں سے الگ رہو۔''] یاد رہے آپ نے ((فَاعْتَزِلِ الْإِسْلَامَ)) [''اسلام سے الگ رہو۔''] نہیں فرمایا لہٰذا اسلام پر قائم ودائم رہنا ہے۔

س:...... میں اپنی مقدور بھر کوشش سے ایک لائن پر لگا ہوں، میرے لحاظ سے تو وہ لائن ٹھیک ہے لیکن عین ممکن ہے کہ شافعی کی لائن ٹھیک ہو اور میں غلط ہوں، لہٰذا مجھے رواداری سے کام لینا چاہیے یہ بزرگوں کا نظریہ ہے، اگر آدمی اسے اپنا لے تو انسان تکبر اور غرور میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اس سے معاشرے میں بھی صبر کا مادہ پھیلتا ہے۔

(اللہ دتہ)

ج:...... آپ لکھتے ہیں: ''میں اپنی مقدور بھر کوشش سے ایک لائن پر لگا ہوں، میرے لحاظ سے تو وہ لائن ٹھیک ہے لیکن عین ممکن ہے کہ شافعی کی لائن ٹھیک ہو اور میں غلط ہوں۔''

---

[1] سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة۔ محمد ناصر الدين الالبانی المجلد الاوّل، ص: ۱۴۱۔

[2] صحيح بخاری/ كتاب الفتن/ باب كيف الأمر اذا لم تكن جماعة۔

اولاً اس نظریے کی دلیل میں کوئی آیت کریمہ یا رسول اللہ ﷺ کی کوئی سنت اور حدیث پیش نہیں کی گئی جبکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: ﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ ﴾ [الأعراف : ۳] [''تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔''] لٰہذا آپ اس نظریے کے اثبات میں کوئی آیت یا کوئی حدیث پیش فرمائیں۔

ثانیاً ایک شافعی کہتا ہے ہر نشہ آور چیز حرام ہے دلیل پیش کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ))(متفق علیه) ❶ [''ہر نشہ لانے والا حرام ہے۔''] اس کے برعکس ایک حنفی کہتا ہے ہر نشہ آور چیز حرام نہیں ((اَلْأَشْرِبَةُ الْمُحَرَّمَةُ أَرْبَعَةٌ)) ❷ [''حرام شدہ شرابوں کی تعداد چار ہے۔ شیرہ انگور جب اس میں اس قدر تیزی و جوش ہو جائے کہ جھاگ پھینک رہا ہو، عصیر کہ وہ پکانے کے بعد دو تہائی سے کم جل گیا ہو، نقیع تمر و نقیع زبیب کہ جب ان میں جوش و تیزی پیدا ہو گئی ہو۔''] اب اس صورت میں حنفی صاحب غور فرمائیں مندرجہ بالا نظریے والی بات بنتی ہے اسی طرح زیادتِ ایمان کے اثبات میں کئی ایک آیات کریمہ موجود ہیں مثلاً ﴿ فَزَادَهُمْ اللّٰهُ إِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ﴾[آل عمران: ۱۷۳] [''اس بات نے انہیں ایمان میں بڑھایا اور کہنے لگے ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔''] اور اِدھر لَا یَزِیْدُ [نہیں زیادہ ہوتا، فقہ اکبر] والی بات ہے۔ اب غور فرمائیں مندرجہ بالا نظریے والی بات بنتی ہے؟

ثالثاً کوئی اگر اس نظریے کو اسلام، یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت وغیرہ پر چسپاں کر دے اور تکبر و غرور میں مبتلا نہ ہو نیز معاشرے میں صبر و تحمل، بردباری والے مادے کے پھیلنے کی بات کرے تو حنفی مسلمان کا کیا جواب ہوگا؟

رابعاً مندرجہ بالا نظریہ میں شافعی لوگوں کو برداشت کرنے کی بات کی گئی ہے اہل حدیث کتاب و سنت کا اتباع کرنے والے کسی کی تقلید نہ کرنے والے لوگوں کو برداشت کرنے کی بات نہیں کی گئی آخر کیا وجہ ہے؟ پھر حنفی شافعی کے جھگڑوں کے قتل و غارت پر منتج ہونے کے واقعات بھی تاریخ میں موجود ہیں۔ آخر یہ کہاں کا صبر و تحمل ہے؟ اور کہاں کی برداشت ہے؟ کہاں کی رواداری ہے؟ ۲/۸/۱٤۲۱ھ

س: ......فرض اور واجب میں کیا فرق ہے؟

۲۔ کیا انسان کو جن چمٹ جاتا ہے؟ کیا وہ انسان کو تکلیف بھی پہنچا سکتا ہے؟ کئی عامل مریض میں جنوں کو حاضر

❶ بخاری/ کتاب المغازی/ باب بعث ابی موسی و معاذ الی الیمن قبل حجة الوداع۔ مسلم/ کتاب الاشربة/ باب بیان ان کل مسکر خمر و ان کل خمر حرام۔

❷ قدوری/ کتاب الاشربة/ کنز الدقائق/ کتاب الاشربة۔

کرتے ہیں پھر وہ جن گفتگو بھی کرتے ہیں کیا یہ حقیقت ہے؟

۳۔ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی برابر ہے، کیا اگر صرف ایک عورت ہی روایت کرے تو وہ روایت قبول کر لی جائے گی؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:......فرض اور واجب میں فرق کتاب وسنت میں تو کہیں بیان نہیں ہوا البتہ کچھ فقہائے کرام نے اپنی اصطلاح میں فرق کیا ہے چنانچہ مسلم الثبوت میں ہے: اگر طلب جازم قطعی دلیل کے ساتھ ثابت ہو تو فرض اور اگر طلب جازم ظنی دلیل کے ساتھ ہو تو واجب۔'' بعض نے یہ بھی فرمایا ہے: ''دلالت وثبوت دونوں قطعی ہوں تو فرض اور دونوں سے کوئی ایک ظنی ہو تو واجب۔''

۲۔ یہ سب باتیں درست وحقیقت ہیں۔ کتاب وسنت میں ان کے دلائل موجود ہیں۔

۳۔شہادت وگواہی اور روایت وخبر کچھ چیزوں میں برابر ہیں مثلاً عدالت وضبط اور کچھ چیزوں میں برابر نہیں مثلاً عدد شہادت وگواہی میں بسیار اوقات تعدد ضروری ہے جبکہ روایت وخبر میں تعدد کسی وقت بھی ضروری نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ ﴾ [الحجرات:٦] [''اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يَا مُوْسٰى إِنَّ الْمَلَأَ ﴾ [القصص:٢٠] [''شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا موسیٰ یہاں کے سردار تیرے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں، پس تو بہت جلد چلا جا مجھے اپنا خیر خواہ مان۔''] نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَجَآءَ تْهُ إِحْدٰهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِيْ يَدْعُوْكَ ﴾ [القصص:٢٥] [''ان دونوں عورتوں میں سے ایک ان کی طرف شرم وحیاء سے چلتی ہوئی آئی کہنے لگی کہ میرے باپ آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے (جانوروں) کو جو پانی پلایا ہے اس کی اُجرت دیں۔''‏]

س:......ہمارے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ نماز، روزہ وغیرہ عبادت کی ظاہری شکلیں ہیں جبکہ ان کی باطنی شکل اصلاحِ معاشرہ ہے۔اور اگر اصلاحِ معاشرہ نہیں ہوتا تو ان نمازوں کا کوئی فائدہ نہیں، کیا یہ بات درست ہے؟ (ظفر اقبال، نارووال)

ج:......شہادتین، نماز، زکوٰۃ، رمضان کا روزہ اور حج اسلام کے بنیادی ارکان ہیں۔ انسان وجن کی [illegible] اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ [الذاريات:٥٦] [''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔''] اور عبادت کا مقصد

تقویٰ واصلاح ہے: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [البقرۃ:۲۱] [''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے۔''] صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کو کئی پیغمبر پیش ہوں گے، ان کے ہمراہ ان پر ایمان لانے والا کوئی ایک بھی نہیں ہوگا، وہ پیغمبر اکیلے ہی پیش ہو جائیں گے۔'' [1] تو آپ غور فرمائیں جس معاشرہ میں اکیلے پیش ہونے والے نبی تھے اس معاشرہ کی بھلا اصلاح ہوئی؟ نہیں ہرگز نہیں، پھر وہ اکیلے پیش ہونے والے نبی جو عبادت کرتے اور نماز پڑھتے رہے اس کا کوئی فائدہ ہوا؟ ہاں اس کا فائدہ ہوا یقیناً ہوا۔

۱۴۲۲/۱۲/۲۰ھ

س:......قرآن ختم کر کے مٹھائی یا فروٹ وغیرہ تقسیم کیا جاتا ہے یا رمضان میں تراویح کے اندر قرآن ختم کر کے مٹھائی وغیرہ تقسیم کی جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ (ملک محمد یعقوب)

ج:......ثابت نہیں۔

۱۴۲۱/۱۰/۷ھ

س:......کیا اقوال صحابہ کی پیروی کی جائے گی؟ (محمد حسین عبدالصمد)

ج:......حکماً مرفوع ہوں تو حجت و دلیل ہیں ورنہ وہ حجت و دلیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءَ ﴾ [الأعراف:۳] [''جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو، اس کے علاوہ دوسرے اولیاء کی پیروی نہ کرو۔'']

۱۴۲۲/۱۰/۱۷ھ

س:......اگر والدین اپنی اولاد پر ناراض ہوں اور ان کی خوشنودی کے لیے مکمل کوشش کی جائے لیکن وہ راضی نہ ہوں تو کیا آدمی اپنے جسم کا کوئی عضو آنکھ یا ہاتھ ضائع کر سکتا ہے کہ شاید اس طرح والدین کا دل نرم ہو جائے اور وہ راضی ہو جائیں، ایک حکایت بیان کی جاتی ہے، مالک بن دینار کے حوالہ سے عبدالرحمٰن بلخی نے ایسا کیا تھا اور حوالہ دیتے ہیں، المقاصد السنية فى احاديث الالهية کا۔ کیا یہ نام درست ہے اور یہ کیسی کتاب ہے؟
(عنایت اللہ امین، ضلع قصور)

ج:......آپ جانتے ہیں خودکشی جرم و گناہ ہے بلاشبہ اپنے جسم کا کوئی عضو کاٹ ڈالنا یا ضائع کر دینا بھی جرم و گناہ ہے، یقیناً والدین کا انسان کے ذمہ بہت زیادہ حق ہے لیکن وہ حق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حق سے تو مقدم نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ حَقٌّ مَالَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ

---

[1] کتاب الرقاق/باب يدخل الجنة سبعون الفا بغير حساب

فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ)) [1] [''بات کو سننا اور ماننا ضروری ہے تاوقتیکہ وہ کسی گناہ کا حکم نہ دے اگر کسی گناہ کا حکم دیا جائے تو بات سننا اور ماننا ضروری نہیں ہے۔'']

پھر صورت مسئولہ میں والدین اپنی اولاد کو جسم کے کسی عضو کو ضائع کرنے کا حکم بھی نہیں دے رہے۔ باقی رہا عبدالرحمن بلخی کا ایسا کرنا تو وہ شریعت میں حجت و دلیل نہیں ۔ یہ عبدالرحمن بلخی صاحب تو عبدالرحمن بلخی ہیں کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا قول اور عمل بھی شریعت میں حجت و دلیل نہیں۔ رہی کتاب المقاصد السنية فى الأحاديث الالهية ، تو وہ کتاب ہے جس میں احادیث قدسیہ کو جمع کیا گیا ہے۔ ١٤٢١/٥/١٣ھ

س:...... قیاس کار شیطان ہے آپ کے ہاں ۔ مرد اگر کسی پر تہمت لگائے تو اس کو کتنے کوڑے لگائے جائیں ، عورت پر قیاس نہ کیا جائے۔ (طارق ندیم، اوکاڑوی)

ج:...... یہ ہم پر بہتان ہے سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ کیونکہ ''قیاس کار شیطان ہے'' ہم نہیں کہتے اور نہ ہی یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و حدیث کی نص کے مقابلہ میں قیاس کار شیطان ہے ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے، اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا: ﴿ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ ﴾[الأعراف:١٢] [''اللہ نے پوچھا میں نے تجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا، پھر کس چیز نے تمہیں روکا۔ کہنے لگا: میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔''] تو اللہ تعالیٰ کے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے حکم والی نص کے مقابلہ میں شیطان نے قیاس کیا، تو جب ''قیاس کار شیطان ہے'' ہم پر بہتان ہوا تو بعد والا سوال ''مرد اگر کسی...... الخ'' بنتا ہی نہیں۔

س:...... ہم اہل حدیث کہلوائیں یا مسلم؟ قرآن مجید تو ہمارا نام مسلم بتاتا ہے۔ دوسرے فرقوں کی طرح اہل حدیث بھی تو ایک فرقہ وارانہ نام ہے؟ (محمد یونس شاکر، نوشہرہ ورکاں)

ج:...... دونوں، قرآن مجید میں مسلمین اور مؤمنین دونوں آئے ہیں، پھر قرآن مجید میں مہاجرین اور انصار کا بھی تذکرہ ہے۔ نیز قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ ﴾ [التوبہ: ١٢٢]

---

[1] بخاری/کتاب الجہاد والسیر/باب السمع والطاعة للامام۔

[''اور مسلمانوں کو نہ چاہیے کہ وہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے۔'']

اب غور فرمائیں کیا سب فرقہ واریت ہے، پھر مقام غور ہے کہ جماعت المسلمین بھی قرآن مجید میں کہیں ہے؟

س: ...... جماعت المسلمین کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کیا خارجی نہیں ہیں؟ (محمد خالد، نگری ایبٹ آباد)

ج: ...... نیک لوگ ہیں خارجی نہیں، صرف چند چیزوں میں اُن سے خطا سرزد ہوگئی ہے۔ ۱۴۲۱/۱/۳ھ

س: ...... کیا رائے ونڈ کی تبلیغی جماعت کی تحریک دین اسلام کے عین مطابق ہے؟ چالیس دن یا چار مہینے یا سال کے لیے اس مشن پر گھر بار کو چھوڑنا، بیوی بچوں سے دور رہنا، اپنی جوان عورتیں ترستی ہوئی چھوڑ کر حقوق العباد کو ترک کر کے صرف حقوق اللہ کے لیے گھر سے طویل عرصے کے لیے نکلنا جائز ہے؟ قرآن وسنت کے دلائل دے کر مفصل جواب دیں۔ (حافظ امین اللہ)

ج: ...... تبلیغ کے حکم اور اس کی ترغیب میں بہت سی آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ موجود ہیں۔ ہاں تبلیغی جماعت اور دیگر مبلغین میں خلاف کتاب وسنت اشیاء خلاف کتاب وسنت ہی ہیں ان کو کتاب وسنت کے موافق بنانا ضروری ہے، ان سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ تبلیغ دین ہی درست نہیں غلط ہے۔ ۲۳/۱۲/۱۷

چند احادیث کی تحقیق

۱۔ اختلاف أمتی رحمة. لا أصل له.

نقل المناوی عن السبکی أنه قال: ولیس بمعروف عند المحدثین ، ولم أقف له علی سند صحیح و لا ضعیف، ولا موضوع.

۲۔ أصحابی کالنجوم بأیهم اقتدیتم اهتدیتم.

(ا)......عن جابر مرفوعاً عند ابن عبدالبر فی جامع العلم، وابن حزم فی الأحکام من طریق سلام بن سلیم قال: حدثنا الحارث بن غصمین عن الأعمش عن أبی سفیان عن جابر ......الخ

(ب)...... عن أبی هریرة مرفوعا: مثل أصحابی مثل النجوم من اقتدی بشیء منها اهتدی. رواه القضاعی عن جعفر بن عبدالواحد قال: قال لنا وهب بن جریر بن حازم عن أبیه عن الأعمش عن أبی صالح عن أبی هریرة......الخ

وجعفر هذا قال الدار قطني: يضع الحديث. وقال أبو زرعة: روى أحاديث لا أصل لها. وقال الذهبى: إنه من بلاياه.

۳ـ عن ابن عباس مرفوعاً: مهما أوتيتم من كتاب الله فالعمل به لا عذر لأحدكم فى تركه ، فإن لم يكن فى كتاب الله فسنة منى ماضية ، فإن لم يكن سنة منى ماضية فما قال أصحابى إن أصحابى بمنزلة النجوم فى السماء ، فأيها أخذتم به اهتديتم واختلاف أصحابى لكم رحمة.

رواه الخطيب فى الكفاية ، وأبو العباس الأصم فى الثانى من حديثه ، والبيهقى فى المدخل ، والديلمى ، وابن عساكر من طريق سليمان بن أبى كريمة عن جويبر عن الضحاك عن ابن عباس...... الخ

سليمان هذا قال ابن أبى حاتم: ضعيف الحديث. وجويبر هوا بن سعيد الأزدى قال الدار قطني والنسائي وغيرها: متروك ، وضعفه ابن المدينى جدا ، والضحاك بن مزاحم الهلالى لم يلق ابن عباس. وقال البيهقى بعد ذكر الحديث: هذا حديث متنه مشهور ، وأسانيده ضعيفة لم يثبت فى هذا إسناد.

قال صاحب جزيل المواهب فى اختلاف المذاهب: فى هذا الحديث فوائد منها إخباره ﷺ باختلاف المذاهب بعده فى الفروع ، وذلك من معجزاته لأنه من الأخبار بالمغيبات، ورضاه بذلك و تقريره عليه حيث جعله رحمة ، والتخيير للمكلف فى الأخذ بأيها شاء. والرد عليه ثبت العرش ثم انقش.

٤ـ عن عمر بن الخطاب مرفوعا: سألت ربى فيما اختلف فيه أصحابى من بعدى ، فأوحى الله إلى: يا محمد إن اصحابك عندى بمنزلة النجوم فى السماء بعضها أضوأ من بعض ، فمن أخذ بشىء مما هم عليه من اختلافهم فهو عندى على هدى.

رواه ابن بطة فى الإبانة ، والخطيب أيضا ، ونظام الملك فى الأمالى ، والديلمى ، والضياء فى المنتقى ، وابن عساكر من طريق نعيم بن حماد ثنا عبدالرحيم بن زيد العمى عن أبيه عن سعيد بن المسيب عن عمر بن الخطاب...... الخ

عبدالرحيم بن زيد العمى قال ابن معين: كذاب. وفى الميزان: هذا الحديث باطل.

٥ـ عن ابن عمر مرفوعاً: إنما أصحابى مثل النجوم فأيهم أخذتم بقوله اهتديتم. ذكره ابن عبدالبر تعليقا، وعنه ابن حزم من طريق أبى شهاب الحناط عن حمزة الجزرى

عن نافع عن ابن عمر ...... الخ.

ووصله عبد بن حميد في المنتخب من المسند و رواه ابن بطة في الإبانة من طريق آخر عن أبي شهاب...... الخ.

وحمزة هذا هوا بن أبي حمزة قال الدارقطني : متروك وقال ابن عدى: عامة مروياته موضوعة. وقال ابن حبان: ينفرد عن الثقات بالموضوعات حتى كأنه المتعمد لها ولا تحل الرواية عنه.

٣ـ عن نبيط بن شريط مرفوعاً اهل بيتي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم.

هو في نسخة أحمد بن نبيط الكذاب من رواية أبي نعيم الأصبهاني قال: حدثنا أبو الحسن أحمد بن القاسم بن الريان المصري المعروف بالمكي قال: نا أحمد ابن إسحاق بن إبراهيم بن نبيط بن شريط أبو جعفر الأشجعي عن أبيه إسحاق عن أبيه إبراهيم عن أبيه نبيط بن شريط ...... الخ.

قال الذهبي في هذه النسخة : فيها بلايا ، وأحمد ابن إسحاق لا يحل الاحتجاج به فإنه كذاب. وأقره الحافظ في اللسان. والراوي عنه أحمد بن القاسم المكي ضعيف.

﴿ رد هذا الروايات ﴾

وهذا كله باطل مكذوب من توليد أهل الفسق لوجوه:

١ـ لم يثبت شيء منها بطريق النقل كما رأيت.

٢ـ لم يجز أن يأمر النبي ﷺ بما نهى عنه من التنازع والاختلاف.

٣ـ إن التشبيه ليس بصواب ، والنبي ﷺ لا يقول إلا الحق والصواب لأنه لا ينطق عن الهوى إن هو إلا وحي يوحى.

قال بعض الناس: معناه فيما نقلوا عنه و شهدوا به عليه ، فكلهم ثقة مؤتمن على ما جاء به. و هذا المعنى ليس بصحيح ، بل هو خطأ كما تدل عليه ألفاظ الروايات المذكورة قبل.

وقال بعض الناس: وهذا الحديث و إن كان فيه مقال عند المحدثين فهو صحيح عند أهل الكشف. وهذا باطل لا يلتفت إليه فإن الكشف لغير النبي ﷺ ليس بحجة ، فثبت العرش ثم انقش.
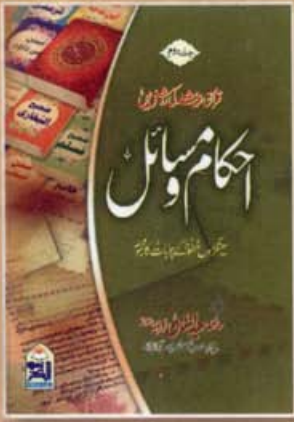
"احکام و مسائل"

اور اس کے فاضل مؤلف حفظہ اللہ تعالیٰ

فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری حفظہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں آپ زہد و ورع اور علم و فضل کی جامعیت کے اعتبار سے اپنے اقران و اماثل میں ممتاز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو علم و فضل کے ذروۂ علیا پر فائز کیا ہے، وہاں آپ کو عمل و تقویٰ کی خوبیوں اور اخلاق و کردار کی رفعتوں سے بھی نوازا ہے۔ علاوہ ازیں اوائل عمر ہی سے مسندِ تدریس پر جلوہ افروز ہونے کی وجہ سے آپ کو علوم و فنون میں بھی جامعیت یعنی معقول اور منقول دونوں علوم میں یکساں عبور اور دسترس حاصل ہے۔ زادہ اللہ علماً و شرفاً و بارک فی حیاتہ وجھودہ وکثر اللہ امثالہ فینا۔

تدریسی و تحقیقی ذوق، خلوص و للّٰہیت اور مطالعہ کی وسعت و گہرائی کی وجہ سے آپ کے اندر جو علمی رسوخ، محدثانہ فقاہت اور استدلال و استنباط کی قوت پائی جاتی ہے، اس نے آپ کو مرجع خلائق بنایا ہوا ہے۔ چنانچہ عوام ہی نہیں خواص بھی، اَن پڑھ ہی نہیں علماء فضلاء بھی، اصحاب منبر و محراب ہی نہیں اہل تحقیق و اہل فتویٰ بھی مسائل کی تحقیق کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ تدریسی و تصنیفی مصروفیات کے باوصف سب کو اپنے علم کے چشمہ صافی سے سیراب فرماتے ہیں۔ جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔

زیر نظر کتاب انہی سینکڑوں سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جو ملک کے اطراف و جوانب سے بذریعہ خطوط آپ سے کیے گئے۔ اس میں عقائد سے لے کر زندگی کے تمام معاملات تک کے مسائل شامل ہیں۔ ہر سوال کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیا گیا ہے جس سے فاضل مؤلف کے قرآن و حدیث پر عبور، نصوص کے استحضار، تفقہ و استنباط کے ملکہ اور قوتِ استدلال کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

یوں شرعی احکام و مسائل پر مشتمل یہ کتاب رہنمائے زندگی بھی ہے اور علوم و معارف کا خزینہ بھی، حکمت و دانش کا مرقع بھی ہے اور اسرار و حِکم کا گنجینہ بھی، فکر و نظر کا گلدستہ بھی ہے اور قدیم و جدید کا حسین امتزاج بھی۔ اس میں مفسرانہ نکتے بھی ہیں اور محدثانہ شان بھی، فقیہانہ استنباط و طرزِ استدلال بھی ہے اور متکلمانہ انداز بھی۔ عوام کے لیے بھی ایک نہایت مفید کتاب اور علماء و طلبائے علوم دینیہ کے لیے بھی ایک گوہر نایاب۔ معیاری کتابت و طباعت اور خوبصورت جلد ان سب پر مستزاد۔ گویا پیکرِ حسن کو لباسِ جمیل سے آراستہ کر کے اس کے قامت کی زیبائی کو اور روئے بدر کی رعنائی کو خوب سے خوب تر کر دیا گیا ہے۔ جس پر اصحاب المکتبۃ الکریمیۃ بھی مبارک باد کے مستحق اور تحسین و آفرین کے سزاوار ہیں۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

حافظ صلاح الدین یوسف لاہور

E-mail: alkarimiaa@hotmail.com
Web address: www.alkarimia.com
قرآن و سنت کی اشاعت کا عظیم ادارہ